سُوْرَةُ الْمُؤْمِنُوْنَ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ مِائَةٌ وَّثَمَانَ عَشْرَةَ اٰيَةً وَّسِتُّ رُكُوْعَاتٍ

سورہ مؤمنون مکی ہے اس میں ۱۱۸ آیات اور ۴ رکوع ہیں ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

بنام خدای بخشندہ مہربان

اللہ کے نام سے (جو بہت) رحم والا مہربان (ہے)

الجزء ۱۸

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۙ﴿۱﴾ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ

ہر آئنہ رستگار شدند مومنان آنانکہ ایشاں در نماز خویش ترسندگانند

بیشک مؤمنین کامیاب ہوئے ۲ وہ لوگ جو اپنی نماز میں ڈرتے ہیں ۳

خٰشِعُوْنَ ۙ﴿۲﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۙ﴿۳﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ

و آنانکہ ایشاں از سو گند دروغ روی گردانند و آنانکہ ایشاں

اور وہ لوگ جو جھوٹی قسم سے منھ پھیرتے ہیں ۴ اور وہ لوگ جو

لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ ۙ﴿۴﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۙ﴿۵﴾

مر زکوۃ را کنندگانند و آنانکہ ایشاں مر فرجہائے خود نگاہبانند

زکوۃ (ادا) کیا کرتے ہیں ۵ اور وہ لوگ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں ۶

اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ

مگر بر زنان خویش یا آنچہ مالک شدہ است دستہاے ایشاں پس ایشاں

مگر اپنی عورتوں سے یا وہ جس کے مالک ہوئے ان کے ہاتھ پس (اس میں) وہ سب

مَلُوْمِيْنَ ﴿۶﴾ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ﴿۷﴾

بے ملامت گروہ ہاتس پس ہر کہ بجوید پس ایں پس آنگروہ ایشانند از حد گذرندگان

بغیر ملامت کے ہیں ۷ پس جو کوئی اسکے سوا تلاش کرے تو یہی حد سے گذرنے والے ہیں ۸

تفسیر اظہار العرفان

۱ ۴۸۴۰ حروف اور ۱۸۴۰ کلمات ہیں۔ (غرائب القرآن) اس سورت میں اصولِ دین بیان کئے گئے ہیں اور اصولِ دین میں جو خرابیاں ہیں ان کا علاج بھی کیا گیا ہے' اس سورت کا نام مؤمنون رکھا گیا ہے اس میں مؤمنین کے فضائل اور پھر مؤمن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جن نعمتوں کا مستحق ہوتا ہے ان چیزوں کا بیان ہے (صفوۃ التفاسیر)

۲ جاننا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے حصولِ فلاح کیلئے سات صفات کا بیان فرمایا ہے جسکے اندر یہ سات صفات ہونگی وہ فلاح کو حاصل کریگا۔ پہلی صفت: مؤمنین میں سے ہو۔ (تفسیر کبیر)

۳ دوسری صفت: جو لوگ اپنی نماز میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوں۔ خشوع کے بارے میں اختلاف ہے ایک گروہ کا کہنا ہے کہ خشوع افعالِ قلوب کو کہتے ہیں جیسے خوف وغیرہ' دوسرے گروہ کا کہنا ہے کہ خشوع افعالِ جوارح کو کہتے ہیں جیسے سکون اور ترکِ التفات۔ تیسرے گروہ کے نزدیک افعالِ قلوب اور افعالِ جوارح دونوں کا نام خشوع ہے اور یہ اولیٰ ہے۔ سوال: کیا خشوع نماز میں واجب ہے' جواب: ہمارے [علامہ فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ] کے نزدیک واجب ہے اور اس پر چند طریقے سے دلائل قائم کرتے ہیں (۱) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ''اور قرآن کو خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھیئے'' اسکا مطلب یہ ہے کہ اسکے عجائب اور معانی پر غور کر کے پڑھیئے [اور یہ اسی وقت ممکن ہوگا جب بندہ خشوع کیساتھ نماز پڑھ رہا ہوگا] (۲) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ ''نماز پڑھو میری یاد کیلئے'' ظاہر امر وجوب کیلئے ہے اور غفلت ذکر کی ضد ہے۔ (۳) وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ ''اور نہ ہو جاؤ غافلوں میں سے'' ظاہر نہی تحریم کیلئے ہے۔ (تفسیر کبیر) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے خَاشِعُوْنَ کا ترجمہ کیا ہے عاجزی کرنے والے' اللہ کے سامنے اظہارِ عجز کرنے والے' حضرت حسن نے اسکا ترجمہ کیا ہے تواضع کرنے والے اور اپنے آپکو پست قرار دینے والے' حضرت مجاہد نے کہا نظریں نیچی اور آواز پست رکھنے والے' ایک روایت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول آیا ہے [نماز میں] ادھر اُدھر التفات نہ کرنا خشوع ہے' حضرت سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ خشوع یہ ہے کہ اسے معلوم بھی نہ ہو کہ کون دائیں طرف ہے اور کون بائیں طرف۔ دائیں بائیں نظر نہ ڈالے' علماء کی ایک جماعت کا کہنا ہے کہ خشوع سے مراد ہے سجدہ گاہ سے نظر نہ ہٹانا' حضرت عطاء کہتے ہیں کہ اپنے بدن کے کسی حصے سے نہ کھیلنا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو نماز کے اندر اپنی داڑھی سے کھیلتے دیکھا تو فرمایا اگر دل میں خشوع ہوتا تو اعضائے بدن میں بھی ہوتا۔ حضرت مجاہد کا بیان ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نماز میں کھڑے ہوتے تھے تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ لکڑی کا تھم کھڑا ہے' حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا بھی یہی حال تھا۔ (مظہری) ۴ تیسری صفت: جو لوگ لغو سے بچتے ہوں اور لغو سے بچنے سے مراد ہے کہ حرام' مکروہ اور مباح فعل سے بھی بچتا ہو۔ (تفسیر کبیر) ۵ چوتھی صفت: وہ لوگ جو زکوۃ ادا کرتے ہوں۔ زکوہ کے بارے میں دو اقوال ہیں (۱) ہر فعل محمود پر اسکا اطلاق ہوتا ہے اور یہ قول ابو مسلم کا ہے (۲) واجب فی الاموال پر اسکا اطلاق ہوتا ہے اور یہ قول اقرب ہے (تفسیر کبیر) ۶ پانچویں صفت: جو لوگ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہوں (تفسیر کبیر) ۷ مطلب یہ ہے کہ سوائے اپنی بیویوں اور باندیوں کے کسی اور عورت سے قربتِ مخفی نہیں کرتے۔ (مظہری) ۸ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ابتدائے اسلام میں عورتوں سے متعہ کرنا جائز تھا کوئی شخص اجنبی شہر میں جاتا اور وہاں کوئی جان پہچان والا نہ ہوتا تو جسقدر قیام کا ارادہ ہوتا اتنی مدت کیلئے کسی عورت سے نکاح کر لیتا تا کہ اس کیلئے کھانا وغیرہ تیار رکھے جب یہ آیت نازل ہوئی تو متعہ حرام ہو گیا۔ (مظہری)

وَالَّذِينَ هُمْ لِأَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُونَ ﴿٨﴾ وَالَّذِينَ

و آنانکہ ایشاں مر امانتہائے خویش و عہد ہائے خویش نگاہ دارندگان و آنانکہ

اور وہ لوگ جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کی حفاظت کرتے ہیں ۱ اور وہ لوگ

هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُونَ ﴿٩﴾ أُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُونَ ﴿١٠﴾

وقف لازم

ایشاں بر نماز ہائے خویش محافظت کنندگانند آنگروہ ایشانند وارثان

جو اپنی نمازوں پر محافظت کرتے ہیں ۲ یہی گروہ وارثین ہیں ۳

الَّذِينَ يَرِثُونَ الْفِرْدَوْسَ ۭ هُمْ فِيهَا خٰلِدُونَ ﴿١١﴾ وَ

آنانکہ میراث برند فردوس ایشاں دراں ہمیشہ باشند و

وہ لوگ میراث میں (جنت) فردوس پائینگے یہ لوگ اس میں ہمیشہ رہیں گے ۴ اور

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِينٍ ﴿١٢﴾ ثُمَّ

ہر آئنہ بیافریدیم ما آدمیان از آب کندہ از گلِ پس

بیشک ہم نے انسان کو گیلی مٹی کے جوہر سے پیدا کیا ۵ پھر

جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِي قَرَارٍ مَّكِينٍ ﴿١٣﴾ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ

بکردیم آنرا نطفہ در قرار گاہ استوار پس بیافریدیم ما نطفہ را

ہم نے اس کو نطفہ کیا مضبوط قرار گاہ میں ۶ پھر ہم نے نطفہ کو جما ہوا خون بنایا

عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ

خون بستہ پس بیافریدیم خون بستہ را گوشت پارہ پس ساختیم گوشت پارا را

پھر ہم نے جمے ہوئے خون کو گوشت کا ٹکڑا بنایا پھر ہم نے گوشت کے ٹکڑے کو

عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ۗ ثُمَّ أَنْشَأْنٰهُ خَلْقًا آخَرَ ۭ فَتَبٰرَكَ

استخوانہا پس بپوشانیدیم استخوانہا گوشت پس بیافریدیم او را آفریدن دیگر پس بر تر است

ہڈیاں بنائیں پھر ہم نے ہڈیوں پر گوشت چڑھایا پھر ہم نے اسے دوسری صورت بنائی پس بر تر ہے ۷

تفسیر اظہار العرفان

۱ چھٹی صفت: وہ لوگ جو اپنے عہد اور امانتوں کی رعایت کرتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: لوگوں کی طرف سے بڑی خیانت یہ ہے کہ وہ اپنی نماز پوری نہ کرے' حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ تمہارے دین میں سب سے پہلے امانت مفقود ہو گی اور آخر میں نماز مفقود ہو گی۔ (تفسیر کبیر)

۲ ساتویں صفت: اللہ تعالیٰ نے نماز کا ذکر مکرر فرمایا اس لئے کہ خشوع اور محافظت دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ خشوع نماز کی ادائیگی کی حالت میں مصلی کی صفت ہے اور محافظت اسوقت صحیح نہیں ہوتی ہے جب تک کہ نماز کو اسکے کمال کیساتھ ادا نہ کر لے۔ بلکہ محافظت نماز کی شرائط کا عہد ہے مثلاً وقت' طہارت وغیرہ۔ (تفسیر کبیر)

۳ یعنی جو لوگ اوصافِ مذکورہ کے حامل ہیں اس بات کے مستحق ہیں کہ صرف انہی کو فردوس کا وارث کہا جائے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے ہر ایک کیلئے دو گھر ہیں ایک گھر جنت میں اور دوسرا دوزخ میں۔ جب کوئی مر کر دوزخ میں چلا جاتا ہے تو اہل جنت اسکے جنت والے گھر کے وارث ہو جاتے ہیں اللہ کے فرمان اُولٰئِکَ هُمُ الْوَارِثُوْنَ کا یہی مطلب ہے۔ حاکم کی روایت ان الفاظ کیساتھ بھی آئی ہے کہ اہل جنت اپنے مکانوں کے بھی وارث ہونگے اور اپنے بھائیوں کے مکانوں کے بھی کہ اگر وہ [اللہ اور اسکے رسول ﷺ کے احکام کو] مان لیتے تو انکے مالک ہوتے کہ ان ہی کیلئے وہ مکان تیار کر دیئے گئے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو اپنے وارث کی میراث سے بھاگے گا اللہ جنت کے اندر اسکا میراثی حصہ ختم کر دیگا۔ بعض علماء نے کہا کہ وارث ہونے کا معنی یہ ہے کہ مآل کاران کو جنت ملے گی جیسے وارث بالآخر میراث پاتا ہے۔ (مظہری) ۴ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر جب وحی کا نزول ہوتا تھا تو اسوقت آپکے چہرے کے پاس شہد کی مکھیوں کی مثل بھنبھناہٹ سنی جاتی تھی ایک روز جب وحی نازل ہونے لگی تو ہم ٹھہرے رہے جب وحی کی حالت ختم ہوگئی تو رسول اللہ ﷺ نے قبلہ کی طرف منہ کر کے دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کی اور کہا: اے اللہ! ہم کو اور دے' کمی نہ کر' ہم کو عزت عطا فرما' ذلیل نہ کر' ہم کو عطا فرما' محروم نہ کر' ہم کو دوسروں پر ترجیح عطا فرما' دوسروں کو ہم پر برتری نہ دے' ہم کو خوش کر دے اور ہم سے راضی ہو جا پھر فرمایا: مجھ پر دس آیات نازل کی گئی ہیں۔ جو انکو قائم کریگا [ان پر پورا عمل کریگا] وہ جنت میں داخل ہوگا اسکے بعد آپ نے قَدْ اَفْلَحَ سے دس آیات تک تلاوت فرمائی۔ واضح رہے کہ یہ آیات تمام ابواب خیر کا مجموعہ ہیں۔ ان میں مؤمنوں کے متعدد اوصاف بیان کیئے گئے ہیں نماز میں خشوع رکھنا' اوقات کی پابندی کرنا' ہمیشہ زکوۃ ادا کرتے رہنا' لغو باتوں سے اعراض کرنا' تمام محرمات سے اجتناب کرنا وغیرہ۔ ان اوصاف کا حامل تمام کثافتوں اور گندگیوں سے پاک ہو جاتا ہے اور ذاتی وصفاتی تجلیات کی پرتو اندوزی کی' اس میں استعداد پیدا ہو جاتی ہے۔ (مظہری) ۵ حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ یہاں انسان سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں اس لئے کہ آپکو زمین کے خلاصہ سے پیدا کیا گیا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد ابن آدم ہے' اور سلالہ سے مراد منی ہے [مطلب یہ ہوگا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو خلاصۂ مٹی سے پیدا کیا اور ابن آدم کو منی سے] (القرطبی) ۶ یعنی ہم نے ذریت آدم اور انکے بیٹوں کو مردوں کے اصلاب میں رکھا (صفوۃ التفاسیر) ۷ خلق آخر کے بارے میں اختلاف ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد نفخ روح ہے جب انسان جماد محض تھا' آپ ہی سے یہ بھی مروی ہے کہ دنیا کی طرف خروج مراد ہے' حضرت ضحاک کہتے ہیں کہ دانت اور بالوں کا اگلنا مراد ہے صحیح یہ ہے کہ یہ عام ہے۔ (القرطبی)

ا؎ تخلیقی ادوار میں انسانی خلقت کے نو مراتب یکے بعد دیگرے بیان کئے گئے ہیں۔ (۱) انسان کو سلالہ اور طین سے پیدا کیا (۲) پھر اسے نطفہ بنا کر قرارگاہ میں رکھا (۳) پھر نطفہ سے علقہ کیا یعنی جما ہوا خون [یا جونک] (۴) پھر علقہ سے گوشت کا لوتھڑا (۵) پھر اس گوشت کے لوتھڑے پر ہڈی چڑھائی (۶) پھر اس ہڈی پر گوشت چڑھایا (۷) پھر خلق آخر فرمایا (۸) ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ یعنی پھر اسکے بعد موت (تفسیر کبیر)

۲؎ (۹) موت کے بعد قیامت میں دوبارہ اللہ تعالیٰ اسے اٹھائیگا (تفسیر کبیر)

۳؎ حضرت ابوعبیدہ کہتے ہیں طَرَائِقَ سے سات آسمان مراد ہیں، آسمانوں کو طرائق اس لئے کہا کہ وہ ایک دوسرے کے اوپر ہیں اور عرب ہر وہ شے جسکے اوپر بھی راستہ ہوا سے طریقہ کہتے ہیں، یہ بھی کہا گیا ہے کہ آسمان چونکہ ملائکہ کا راستہ ہے اس لئے طرائق کہا گیا ہے۔ (القرطبی)

۴؎ زمین میں ٹھہرانے کا مطلب بعض اہل علم نے یہ بیان کیا کہ تالابوں اور حوضوں اور گڑھوں میں ہم نے پانی جمع کر دیا تاکہ بارش نہ ہو تو لوگ اس سے کام چلائیں، بعض اہل تفسیر کہتے ہیں کہ اس سے زمین کا پانی پینا مراد ہے پانی کو زمین چوس لیتی ہے۔ زمین کے مسامات میں پانی گھس جاتا ہے پھر اس سے چشمے پھوٹ نکلتے ہیں۔ زمین سے جتنا پانی برآمد ہوتا ہے وہ آسمان سے برسا ہوا ہی ہوتا ہے۔ ذَهَابٍ بِهٖ: اسکو لے جانا زائل کر دینا مطلب یہ ہے کہ ہم اسکو خراب بھی کر سکتے ہیں کہ کسی کام نہ آئے اور بھاپ بنا کر اڑا بھی سکتے ہیں اور زمین کے اندر گہرائیوں تک پہنچا سکتے ہیں کہ کسی کے ہاتھ نہ آئے۔ لَقٰدِرُوْنَ: بلاشبہ ہم پانی کو فنا کر دینے پر بھی اسی طرح قادر ہیں جسطرح اسکو برسانے پر قادر ہیں اگر ہم پانی کو فنا کر دیں تو تم پیاسے مر

اللهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ﴿١٤﴾ ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ ﴿١٥﴾

خدای نیکو آفرینندگان پس هر آئنه شما پس ایں میتانید

اللہ بہترین پیدا کرنے والا۔ پھر بیشک تم اسکے بعد مرنے والے ہو ا؎

ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ ﴿١٦﴾ وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ

پس هر آئنه شما روز قیامت برانگیخته شوید و هر آئنه بیافریدیم ما بالائے شما هفت

پھر بیشک تم قیامت کے روز اٹھائے جاؤ گے ۲؎ اور بیشک ہم نے تمہارے اوپر سات

طَرَآئِقَ ۖ وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غٰفِلِيْنَ ﴿١٧﴾ وَاَنْزَلْنَا مِنَ

راه یکدیگر و نبودیم ما از آفریدن بے خبران و فرستادیم از

مختلف راہیں بنائیں اور ہم نہیں ہیں خلق سے بے خبر ۳؎ اور ہم نے اتارا

السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ فَاَسْكَنّٰهُ فِي الْاَرْضِ ۖ وَاِنَّا عَلٰى

آسمان آبے باندازه پس ساکن گردانیدیم او را در زمین و هر آئنه ما بر

آسمان سے پانی اندازہ پر پس ٹھہرایا ہم نے اسے زمین میں، اور بیشک ہم

ذَهَابٍۢ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ ﴿١٨﴾ فَاَنْشَاْنَا لَكُمْ بِهٖ جَنّٰتٍ مِّنْ

ربودن آں آب قدریم پس برویانیدیم ما برائے شما بآں بوستانها از

اس پانی کو لے جانے پر قادر ہیں ۴؎ پس ہم نے اگائے تمہارے لئے اس پانی سے باغات

نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ ۘ لَكُمْ فِيْهَا فَوَاكِهُ كَثِيْرَةٌ وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿١٩﴾

خرمانیان و انگور برائے شما دراں میوہا بسیار و ازاں میخورید

کھجوروں اور انگور کے، تمہارے لئے اس میں بہت سے میوے ہیں اور اس سے تم کھاتے ہو ۵؎

وَشَجَرَةً تَخْرُجُ مِنْ طُوْرِ سَيْنَآءَ تَنْۢبُتُ بِالدُّهْنِ

و درختیکه بیروں آیند از طور سینا بروید با روغن بود

اور وہ درخت جو طور سینا سے نکلتا ہے اگتا ہے تیل لیکر (جس سے) تیل بھی نکلتا ہے

جاؤ تمہارے جانور بھی مرجائیں اور تمہاری زمینیں بنجر ہو جائیں۔ بغوی نے لکھا ہے کہ حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنت سے چار دریا نازل کئے ہیں۔ سیحون، جیحون، دجلہ اور فرات، یہ بھی بغوی نے لکھا ہے کہ امام حسن بن سفیان نے سند کیساتھ بوساطتِ عکرمہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ نے جنت کے ایک چشمہ سے جو جنت کے نچلے نشیبی حصے میں تھا پانچ دریا جبرائیل کے دونوں بازوؤں پر نازل فرمائے۔ سیحون جیحون، دجلہ، فرات اور نیل۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے یہ دریا بطورِ امانت پہاڑوں کو سپرد کر دیئے اور زمین میں بہا دیئے اور لوگوں کیلئے فائدہ بخش بنا دیئے۔ اس آیت میں اسی طرف اشارہ ہے، پھر جب یاجوج ماجوج کا زمانہ آئیگا تو اللہ تعالیٰ جبرائیل کو بھیج کر زمین سے قرآن، تمام [دینی] علم، حجر اسود، مقام ابراہیم، تابوتِ موسیٰ کو مع اسکے اندرونی چیزوں کے اور ان پانچوں دریاؤں کو آسمان کی طرف اٹھالیگا۔ میں کہتا ہوں کہ شاید زمین کے سارے دریا جنت ہی سے آئے ہیں حدیث میں صرف پانچ کا تذکرہ بطور تمثیل بیان کیا گیا ہے۔ (مظہری) ۵؎ یعنی باغوں کے پھلوں اور غلے کو کھیتوں سے بطور غذا تم بعض کو کھاتے ہو اور سامانِ زندگی حاصل کرتے ہو۔ کھجوروں اور انگوروں کا خصوصی تذکرہ بطور تمثیل بیان کیا گیا ہے ورنہ کشمش اور چھوارے اور طرح طرح کے پھل اور شربت سب ہی باغوں کی پیداوار ہیں، یا پھلوں سے بنائے جاتے ہیں۔ انگور اور کھجور عرب میں دوسرے پھلوں کے مقابلہ میں بہت زیادہ پیدا ہوتے ہیں پس انہی کو بطور مثال ذکر کر دیا۔ (مظہری) ان دونوں کا تذکرہ اس لئے بھی کیا کہ یہ دونوں اشرف الثمار ہیں اس لئے انکا ذکر تشریفاً اور تنبیھاً کیا گیا۔ (القرطبی)

وَصِبۡغٍ لِّلۡاٰكِلِيۡنَ ۞ وَاِنَّ لَكُمۡ فِى الۡاَنۡعَامِ لَعِبۡرَةً ؕ نُسۡقِيۡكُمۡ

و نان خویش مر خورندگانرا و ہر آئنہ مر شما را در چہار پایان عبرت است آشامیدیم شما را

اور کھانے والوں کیلئے سالن (بھی) ۱ اور بیشک تمہارے لئے چوپائے میں عبرت ہے، ہم تمہیں پلاتے ہیں

مِّمَّا فِىۡ بُطُوۡنِهَا وَلَـكُمۡ فِيۡهَا مَنَافِعُ كَثِيۡرَةٌ وَّمِنۡهَا

از آنچہ در شکمہائے ایشانست و مر شما دراں سودہائے بسیار و ازاں ہا

اس میں سے جو ان کے پیٹ میں ہے اور تمہارے لئے اس میں بہت فائدے ہیں اور اس سے

تَاۡكُلُوۡنَ ۞ وَعَلَيۡهَا وَعَلَى الۡـفُلۡكِ تُحۡمَلُوۡنَ ۞ وَلَقَدۡ

میخورید و براں و بر کشتی بردارند شما را و ہر آئنہ

تم کھاتے ہو ۲ اور ان پر اور کشتی پر تم اٹھائے جاتے ہو ۳ اور بیشک

اَرۡسَلۡنَا نُوۡحًا اِلٰى قَوۡمِهٖ فَقَالَ يٰقَوۡمِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ

فرستادیم ما نوح را بسوے قوم او پس گفت اے قوم من پرستید خدایرا

ہم نے نوح کو انکی قوم کی طرف بھیجا پس کہا: اے میری قوم! اللہ ہی کی عبادت کرو

مَا لَـكُمۡ مِّنۡ اِلٰهٍ غَيۡرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوۡنَ ۞ فَقَالَ الۡمَلَؤُا

نیست شما را ہیچ خدای بجز او آیا نمی پرہیزید پس گفتند گروہ

نہیں ہے تمہارے لئے کوئی خدا اسکے سوا، کیا تم ڈرتے نہیں ہو ۴ پس انکی قوم

الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا مِنۡ قَوۡمِهٖ مَا هٰذَاۤ اِلَّا بَشَرٌ مِّثۡلُكُمۡ ۙ

کافران از قوم خود نیست ایں مگر آدمی مانند شما

میں سے کافروں کے سردار نے کہا نہیں ہیں یہ مگر ایک آدمی تمہاری مثل

يُرِيۡدُ اَنۡ يَّتَفَضَّلَ عَلَيۡكُمۡ ؕ وَلَوۡ شَآءَ اللّٰهُ لَاَنۡزَلَ مَلٰٓئِكَةً ۖ

میخواہد آنکہ فضیلت کند بر شما و اگر خواستی خدای فرستادے فرشتگان

جو تم پر فضیلت حاصل کرنا چاہتا ہے اور اگر اللہ چاہتا تو فرشتوں کو (رسول بنا کر) بھیجتا ۵

۱ سَيۡنَآءَ کے مختلف معانی بیان کئے گئے ہیں۔ حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ سیناء کا معنی ہے برکت یعنی برکت والے پہاڑ سے ہم نے زیتون کو پیدا کیا' حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ اسکا معنی یہ ہے کہ اچھا اور خوبصورت' حضرت ضحاک کہتے ہیں کہ یہ قبطی زبان کا لفظ ہے' حضرت عکرمہ کہتے ہیں کہ یہ حبشی زبان کا لفظ ہے' حضرت کلبی کہتے ہیں کہ اسکا معنی ہے درختوں والا' بعض نے کہا کہ سریانی زبان میں گھنے درختوں کو سیناء کہتے ہیں' حضرت مقاتل کہتے ہیں کہ جس پہاڑ پر بکثرت پھلدار درخت ہوں اسکو نبطی زبان میں سیناء اور سینین کہا جاتا ہے' حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ سیناء خاص پتھروں کی ایک قسم ہوتی ہے یہ طور میں بکثرت موجود ہیں اس لئے طور کی سیناء کی طرف اضافت کر دی گئی، حضرت ابن زید کہتے ہیں کہ طور سیناء پورا نام اس پہاڑ کا ہے جو مصر اور ایلہ کے درمیان واقع ہے جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ندا کی گئی تھی۔ وَصِبۡغٍ لِّلۡاٰكِلِيۡنَ: بغوی نے لکھا ہے کہ صبغ اور صباغ اس سالن کو کہتے ہیں جس میں روٹی ڈبوئی جاتی ہے اور روٹی پر اسکا رنگ آجاتا ہے اور ادام عام سالن کو کہتے ہیں جسکو روٹی کیساتھ کھایا جاتا ہے' خواہ اس سے روٹی رنگین ہو یا نہ ہو۔ حضرت مقاتل کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس درخت کو ادام [سالن] بھی بنایا ہے اور دھن [روغن زیت] بھی۔ حضرت مقاتل نے یہ بھی کہا ہے کہ طور کیساتھ زیتون کی خصوصیت اس وجہ سے ہے کہ سب سے پہلے طور میں ہی زیتون کا درخت پیدا ہوا' یہ بھی کہا جاتا ہے کہ طوفان کے بعد' زمین پر سب سے پہلے زیتون کا درخت پیدا ہوا۔ (مظہری)

۲ جاننا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے اجمالاً فرمایا کہ چوپایوں میں تمہارے لئے عبرت ہے پھر اس اجمال کی تفصیل چار طریقے سے بیان فرمائی۔ (۱) نُسۡقِيۡكُمۡ مِّمَّا فِىۡ بُطُوۡنِهَا: اس سے مراد یہ ہے کہ تم ان چوپایوں کے دودھ سے نفع حاصل کرتے ہو۔ (۲) وَلَـكُمۡ فِيۡهَا مَنَافِعُ كَثِيۡرَةٌ: یعنی تم اسے بیچتے ہو اور پھر اسکی قیمت سے نفع حاصل کرتے ہو جو کہ چوپائے ہی کے قائم مقام ہے (۳) وَمِنۡهَا تَاۡكُلُوۡنَ: یعنی جس طرح تم اس سے نفع حاصل کرتے ہو اسی طرح اسے ذبح کر کے کھانے کے کام لاتے ہو۔ نفع کی ایک اور بھی صورت ہے [اسکا فائدہ اگلی آیت میں بیان کیا گیا ہے] (تفسیر کبیر) ۳ مروی ہے کہ ایک شخص گائے پر سوار ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اس گائے کو قوتِ گویائی عطا فرمائی' گائے نے اپنے سوار سے کہا کہ مجھے اس لئے پیدا نہیں کیا گیا مجھے تو کھیتی باڑی کیلئے پیدا کیا گیا ہے۔ (القرطبی) ۴ اس سورت میں یہ پہلا واقعہ ہے جو حضرت نوح علیہ السلام سے متعلق ہے ایک گروہ کا کہنا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کا نام یشکر ہے۔ آپ نے اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جانب بلایا اور انہیں بتایا کہ اسکے ساتھ کسی اور کو شریک کرنا درست نہیں ہے۔ (تفسیر کبیر) ۵ اب اللہ تعالیٰ حضرت نوح علیہ السلام کی نبوت سے انکار کرنے والوں کے شبہات کو بیان فرما رہا ہے۔ پہلا شبہ: مَا هٰذَاۤ اِلَّا بَشَرٌ مِّثۡلُكُمۡ: اس شبہ کی دو وجوہ ہیں (۱) جب یہ تمام لوگوں کی طرح ہیں تو ظاہر ہے کہ انکی قوت، فہم، علم، غنیٰ، فقر، صحت اور مرض بھی تمام انسانوں کی طرح ہونگے اس لئے رسول کیسے ہو سکتے ہیں (۲) یہ انسان تمام امور میں تمہارے ساتھ شریک ہیں لیکن ریاست کی چاہت اور لوگوں کو اپنا گرویدہ بنانے کیلئے انھوں نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ دوسرا شبہ: اگر اللہ چاہتا تو ملائکہ میں سے کسی کو رسول بنا کر ہماری جانب مبعوث کرتا اس لئے کہ ملائکہ علوشان والے ہیں۔ تیسرا شبہ: ہم نے اپنے اگلے باپ دادا سے یہ نہیں سنا کہ ان صفات کے مالک رسول ہونگے۔ (تفسیر کبیر)

مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ ﴿٢٤﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلٌۢ

نشنیدیم ما بایں در گروہ پیشینان نیست او مگر مردے

ہم نے (ایسی بات) اپنے اگلے لوگوں سے بھی نہیں سنی وہ نہیں ہیں مگر ایک مرد

بِهٖ جِنَّةٌ فَتَرَبَّصُوْا بِهٖ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿٢٥﴾ قَالَ رَبِّ

باں دیوان ست پس چشم دارید بدو تا ہنگامی گفت اے پروردگار من

جس پر دیوانگی ہے پس انتظار کرو اسکا ایک زمانہ تک ۱؎ عرض کی اے میرے رب!

انْصُرْنِيْ بِمَا كَذَّبُوْنِ ﴿٢٦﴾ فَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ اَنِ اصْنَعِ

یاری دہ مرا بآنچہ تکذیب کردند مرا پس وحی کردیم ما باں آنکہ بساز

میری مدد فرما اس پر جو تکذیب انھوں نے میری کی ۲؎ پس ہم نے وحی کی انکی جانب کہ بناؤ

الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا فَاِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ

کشتی بدیدار ما و وحی کردیم ما پس چوں آمد فرمان ما و بجوشید

ایک کشتی ہمارے سامنے اور ہمارے وحی کرنے سے پھر جب ہمارا حکم آئے اور جوش مارے

التَّنُّوْرُۙ فَاسْلُكْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ

تنور پس در آر در کشتی از ہر صنفی دو

تنور تو کشتی میں ہر صنف سے جوڑے لے آوٴ

وَاَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ مِنْهُمْۚ وَلَا تُخَاطِبْنِيْ

و اہل خود را مگر آنکہ پیشی گرفتہ است برو گفتار از ایشاں و خطاب مکن مرا

اور اپنے اہل کو (بھی) مگر ان میں سے جس پر (غرق ہونے کا) حکم پہلے گذر چکا اور مجھ سے نہ کہنا

فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْاۚ اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ ﴿٢٧﴾ فَاِذَا اسْتَوَيْتَ

در آنانکہ ستم کردند ایشاں غرق کردہ شدگانند پس چون راست بنشینی

ان لوگوں کے بارے میں جنہوں نے ظلم کیا' وہ سب غرق کئے ہوئے ہونگے ۳؎ پس جب تم

۱؎ چوتھا شبہ: یعنی یہ جو رسالت کا دعوی کر رہے ہیں یہ ان کا جنون ہے۔ پانچواں شبہ: یعنی یہ مجنون ہیں اس لئے تم لوگ ایک زمانے تک انتظار کرو پھر انکا انجام تم پر ظاہر ہو جائیگا اگر انکو کچھ عرصہ بعد افاقہ نہ ہو تو تم لوگ ان کو قتل کر دینا' یا اسکا یہ مطلب ہو سکتا ہے کہ انھوں نے اپنے لوگوں سے کہا کہ تم صبر کرو اگر یہ سچے نبی ہونگے تو اللہ انکی مدد کریگا اور انکے معاملات کو مضبوط بنائیگا پس اسوقت ہم انکی پیروی کر لینگے اور اگر یہ جھوٹے نبی ہونگے تو اللہ انہیں رسوا کریگا اور انکے معاملات کو باطل کریگا اتنے عرصے تک ہم آرام کریں۔ یہ ہیں انکے شبہات کا مجموعہ [کافرین کی جانب سے حضرت نوح علیہ السلام کی نبوت کے بارے میں پانچ شبہات وارد ہوئے] انکے پہلے شبہے کا جواب یہ ہے کہ رسول بشر سے ہوں یا فرشتوں میں سے انکی جانب سے معجزے کا اظہار انکی رسالت کو ثابت کرتا ہے' دوسرے شبہے کا جواب یہ ہے کہ اگر رسول فضیلت کا اظہار طاعت کیلئے کریں تو یہ اظہار ان پر واجب ہے اس لئے کہ یہ کوئی عیب نہیں ہے اور اگر تکبر یا فخر کیلئے کریں تو انبیاء اس سے پاک ہوتے ہیں' تیسرے شبہے کا جواب یہ ہے کہ انھوں نے اپنے باپ دادا کی باطل تقلید کی بناء پر رسالت کا انکار کیا ورنہ انکے پاس انکارِ رسالت کی کوئی دلیل نہ تھی' چوتھے شبہے کا جواب یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام انکے درمیان موجود تھے اور انھیں خوب اچھی طرح معلوم تھا کہ عقل کے اعتبار سے یہ بالکل ٹھیک ہیں اور پانچویں شبہے کا جواب یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی نبوت پر جب دلیل ظاہر ہو گئی تو ان پر واجب تھا کہ وہ لوگ آپکے حکم کو مانتے۔ (تفسیر کبیر)

۲؎ حضرت نوح علیہ السلام نے جب یہ یقین کر لیا کہ یہ قوم ایمان نہیں لائے گی تو آپ نے انکی تکذیب کے سبب ہلاکت کی دعا کر دی۔ (صفوة التفاسير) آپ نے اللہ تعالیٰ سے مدد تین طریقے سے چاہی (۱) ان کافرین قوم کو ہلاک کر کے میری مدد فرما (۲) انکے جھٹلانے کی وجہ سے میرے دل میں جو غم آیا ہے تو اپنی مدد کے ذریعے اس غم کو دور فرما دے (۳) تو میری مدد اس طرح فرما کہ تو نے ان پر جو عذاب کا وعدہ کیا ہے وہ عذاب ان پر نازل فرما دے۔ (تفسیر کبیر) ۳؎ حضرت نوح علیہ السلام کی دعا قبول ہوئی پھر اللہ تعالیٰ نے انھیں ایک کشتی بنانے کا حکم دیا۔ فَارَ التَّنُّوْرُ: یعنی تنور سے پانی ابلنے لگے۔ [صاحبِ مظہری کے نزدیک] تنور سے مراد یہی روٹی پکانے کا تنور ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کو عذاب آنے کی یہی نشانی بتائی گئی تھی چنانچہ تنور سے پانی پھوٹ نکلا بیوی نے آکر اطلاع دی آپ فوراً سوار ہو گئے آپکا مکان کوفہ کی مسجد کے اندر تھا کہ بابِ کندہ کی طرف داخل ہونے والے کے دائیں ہاتھ کی طرف واقع تھا' یہ بھی کہا گیا ہے کہ ملکِ شام کی کسی ٹیلہ کی چوٹی پر آپ رہتے تھے۔ اس واقعہ میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ ہر قسم کے جانوروں کو حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جمع کر دیا گیا آپ اپنے دونوں ہاتھ الگ الگ قسم کے جانوروں پر مارتے تھے دایاں ہاتھ نر اور بایاں ہاتھ مادہ پر پڑتا تھا آپ دونوں کو کشتی پر سوار کر لیتے تھے۔ (مظہری) جاننا چاہئے کہ یہ آیت دو امور پر دلالت کرتی ہے (۱) اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو حکم دیا کہ کشتی پر ہر اس شخص کو اٹھا لیا جائے جو ایماندار ہو اگرچہ وہ حضرت نوح علیہ السلام کے اہل میں سے نہ ہو (۲) وَلَا تُخَاطِبْنِيْ فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا: یعنی کنعان کے بارے میں' پس جب اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی کہ اب اس قوم کو ہلاک کر دیا جائیگا تو ضروری تھا کہ انھیں روکا جائے جب لوگ ہلاک ہو رہے ہوں تو کسی کو بچانے کیلئے دعا نہ کی جائے اس لئے کہ آپکی دعا مستجاب ہوتی ہے۔ (تفسیر کبیر) مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو بھیجا تھا کہ نوح کو کشتی بنانے کا طریقہ سکھا دؤ چنانچہ وہ کشتی حضرت جبرائیل علیہ السلام کی معاونت سے تیار ہوئی۔ ۸۰ ہاتھ لمبائی، ۵۰ ہاتھ چوڑی اور ۳۰ ہاتھ گہری تھی۔ (صاوی)

اَنۡتَ وَمَنۡ مَّعَكَ عَلَى الۡفُلۡكِ فَقُلِ الۡحَمۡدُ لِلّٰهِ

تو و هر كه با تست بر كشتى پس بگو حمد مر خدايراست

اپنے ہمراہیوں کیساتھ ٹھیک طرح سے بیٹھ جاؤ تو کہو اللہ کیلئے حمد ہے

الَّذِىۡ نَجّٰنَا مِنَ الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِيۡنَ ﴿۲۸﴾ وَقُلْ رَّبِّ

آنكه برهانيديم ما از گروه ستمگاران و بگو اے پروردگار من

جس نے ہمیں نجات دی ظلم کرنے والی قوم سے ۱ اور کہو اے میرے رب!

اَنۡزِلۡنِىۡ مُنۡزَلًا مُّبٰرَكًا وَّاَنۡتَ خَيۡرُ الۡمُنۡزِلِيۡنَ ﴿۲۹﴾ اِنَّ

فرو دار مرا فرود آوردنی با برکت و تو بهترین فرو دارندگانی هر آئنه

اتار مجھے برکت والی جگہ اور تو بہترین اتارنے والا ہے ۲ بیشک

فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ وَّاِنۡ كُنَّا لَمُبۡتَلِيۡنَ ﴿۳۰﴾ ثُمَّ اَنۡشَاۡنَا

دریں نشانهاست و هر آئنه بودیم ما از آمایندگان پس بیافریدیم ما

اس میں نشانیاں ہیں اور بیشک ہم آزمانے والے تھے ۳ پھر ہم نے

مِنۡۢ بَعۡدِهِمۡ قَرۡنًا اٰخَرِيۡنَ ﴿۳۱﴾ فَاَرۡسَلۡنَا فِيۡهِمۡ رَسُوۡلًا

از پس ایشاں قرنهاے دیگران پس فرستادیم درا یشاں فرستاده

انکے بعد دوسری بستیاں پیدا کیں ۴ پس ہم نے بھیجا ان میں ایک رسول

مِّنۡهُمۡ اَنِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمۡ مِّنۡ اِلٰهٍ غَيۡرُهٗ ؕ اَفَلَا

از ایشاں آنکه پرستید خدایرا نیست شما را هیچ خدای بجز او آیا

ان ہی میں سے (جو ان سے کہے) کہ اللہ ہی کی عبادت کرو نہیں ہے تمہارا کوئی خدا اسکے سوا' کیا

تَتَّقُوۡنَ ﴿۳۲﴾ وَقَالَ الۡمَلَاُ مِنۡ قَوۡمِهِ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا

نمی ترسید و گفتند مهتران از قوم او آنانکه نگرویدند

تم ڈرتے نہیں ہو ۵ اور کہا انکی قوم کے سرداروں نے جنہوں نے کفر کیا

تفسیر اظہار العرفان

۱ حضرت ابن عباس رضی اللہ فرماتے ہیں کہ کشتی میں کل ۸۰ انسان سوار تھے۔ حضرت نوح علیہ السلام اور آپکی زوجہ اسکے علاوہ آپکے تین بیٹے سام' حام اور یافث اوران تینوں کی بیویاں' انکے علاوہ بہتر [۷۲] اور انسان تھے۔ واضح رہے کہ ۸۰ افراد ہونے کے باوجود قُولُوا صیغۂ جمع کی بجائے قُلْ واحد آیا ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام ان سب کے نبی اور امام تھے اس لئے آپکا کہنا پوری قوم کی طرف سے کہنا ہوگا اسکے علاوہ فضیلت نبوت کا اظہار بھی ہے کہ اس علوشان وحدہ لاشریک کا مخاطب نہیں ہوتا ہے مگر فرشتہ یا نبی۔ حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں کشتی میں سوار ہوتے وقت بِسۡمِ اللّٰهِ مَجۡرٖهَا وَ مُرۡسٰهَا کہنے کی تعلیم دی' چوپائے کی سواری پر سوار ہوتے وقت [یا بس' ریل گاڑی' ہوائی جہاز یا خشکی کی کوئی اور سواریاں ہوں] سُبۡحٰنَ الَّذِىۡ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقۡرِنِيۡنَ کہنے کی تعلیم دی ہے اور سواری سے اترتے وقت وَ قُلۡ رَّبِّ اَنۡزِلۡنِىۡ مُنۡزَلًا مُّبٰرَكًا وَّ اَنۡتَ خَيۡرُ الۡمُنۡزِلِيۡنَ کہنے کی تعلیم دی ہے (تفسیر کبیر)

۲ کشتی میں برکت کا اتارنا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دشمنوں کی صحبت سے نجات دی اور اپنے رب کی عبادت میں مشغول ہو جانے کا موقع عنایت فرمایا اور زمین کے با برکت ہونے کا یہ معنی ہے کہ [اللہ نے ڈوبنے سے محفوظ رکھا] اور نسل و رزق میں کثرت عطا فرمائی اور بے غمی کیساتھ عبادت میں مشغول ہو جانے کا موقع عنایت کیا۔ دعا کرنے کا حکم صرف حضرت نوح علیہ السلام کو دیا اپنے لئے بھی اور اپنے ساتھیوں کیلئے بھی اس میں حضرت نوح علیہ السلام کی بزرگی کا اظہار ہے اور اس امر کی طرف ایماء ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی دعا ساتھ والوں کیلئے بھی کافی ہے۔ ساتھیوں کو اپنے لئے دعا کرنے کی ضرورت نہیں۔ (مظہری) ۳ یعنی حضرت نوح علیہ السلام کے معاملات' کشتی اور کافرین کی ہلاکت یہ سب اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں کہ اللہ تعالیٰ کمال قدرت پر قادر ہے اور یہ کہ وہ اپنے نبیوں کی مدد کرنے اور انکے دشمنوں کو ہلاک کرنے پر قادر ہے۔ وَاِنۡ كُنَّا لَمُبۡتَلِيۡنَ: یعنی ہم نے رسول کو اس لئے بھیجا تا کہ مطیع اور عاصی کو ظاہر کردیں اور ملائکہ انکے حال کو دیکھ لیں۔ (القرطبی) جاننا چاہئے کہ بلاء نمک کی طرح ہے اور اکابر انبیاء اور اولیاء بلاؤں پر صبر کرنے والے تھے کیا آپ کو نہیں معلوم کہ حضرت نوح علیہ السلام کو ساڑھے نوسو برس تک آزمایا گیا لیکن آپ نے اس آزمائش پر صبر کیا یہاں تک کہ ان سے کہا گیا: قُلِ الۡحَمۡدُ لِلّٰهِ الَّذِىۡ نَجّٰنَا مِنَ الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِيۡنَ ''کہو تمام تعریفیں اللہ کیلئے جس نے ہمیں گروہِ ظالمین سے نجات دی'' پھر یہاں یہ بات بھی واضح ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کیلئے ہلاکت کی جو دعا کی آپ اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس دعا پر ماذون تھے۔ دعا سے مقصود اظہارِ عاجزی ہے اور وہ عنداللہ نافع ہے۔ حضرت یحییٰ بن معاذ کہتے ہیں کہ عبادت قفل ہے اور دعا اسکی چابی اور لقمۂ حلال اسکے دندان۔ اس آیت میں اشارہ ہے کہ مؤمن کو چاہئے کہ ایسی جگہ کا طالب ہو جہاں اسکے دین اور دنیا دونوں میں برکت نازل ہو۔ اگر آپ انبیاء کے احوال پر غور کریں گے تو یہ بات واضح ہوگی کہ ان میں سے اکثر ایسے ہوئے ہیں جنہیں ظالم قوم نے ہجرت کرنے پر مجبور کیا اسی طرح اولیاء کے حالات ہیں۔ (روح البیان) ۴ یہاں سے اس سورت میں دوسرا واقعہ بیان ہو رہا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور اکثر مفسرین کی رائے ہے کہ یہ حضرت ہود علیہ السلام کا قصہ ہے کیونکہ سورہ اعراف' سورہ ہود اور سورہ شعراء میں حضرت نوح علیہ السلام کے بعد آپ ہی کا قصہ بیان ہوا ہے (تفسیر کبیر) ۵ آیت میں رَسُوۡلًا سے مراد حضرت ہود علیہ السلام ہیں یا [بر بناء اختلاف] حضرت صالح علیہ السلام ہیں (بیضاوی)

وَكَذَّبُوْا بِلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ وَاَتْرَفْنٰهُمْ فِى الْحَيٰوةِ

و تکذیب کردند بدیدار آخرت و نعمت دادیم ایشانرا در زندگانی

اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلایا اور ہم نے انھیں دنیا کی زندگانی میں نعمت دی

الدُّنْيَا مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يَاْكُلُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ

دنیا نیست این مگر آدمی مانند شما می خورند از آنچه بخورید

نہیں ہیں یہ مگر ایک آدمی تمہاری مثل کھاتے ہیں اس میں سے جس سے تم کھاتے ہو

مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَلَئِنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا

ازاں و می آشامد از آنچه شما می آشامید و اگر مطیع باشید بشر

اور پیتے ہیں اس میں سے جس سے تم پیتے ہو۱ اور اگر تم نے اپنی مثل بشر کی اطاعت کر لی

مِّثْلَكُمْ اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴿۳۴﴾ اَيَعِدُكُمْ اَنَّكُمْ اِذَا مِتُّمْ وَ

مانند شما هر آئنه شما آنوقت زیانکارانید آیا وعده میدهد شما را آنکه آنوقت بمرید و

تو بیشک تم نقصان والے ہو گے۲ کیا تمہیں یہ وعدہ دیتا ہے کہ تم جب مر جاؤ گے اور

كُنْتُمْ تُرَابًا وَّعِظَامًا اَنَّكُمْ مُّخْرَجُوْنَ ﴿۳۵﴾ هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ

باشید خاک و استخوانها آنکه شما بیروں آرندگانید بعید است بعید است

مٹی ہو جاؤ گے اور ہڈیاں تو تم پھر نکالے جاؤ گے۳ دور ہے دور ہے

لِمَا تُوْعَدُوْنَ ﴿۳۶﴾ اِنْ هِىَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ

مر آنچیز یرا که وعده داده شوید نیست این مگر زندگانی ما دنیا بمیریم

وہ چیز جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے۴ نہیں ہے یہ مگر ہماری دنیا کی زندگی ہم مرتے ہیں

وَنَحْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ ﴿۳۷﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلُ ِۨافْتَرٰى

و زنده شویم و نیستیم ما بر انگیخته شده او مگر مردے بر بافته

اور زندہ ہوتے ہیں اور نہیں ہیں ہم اٹھائے ہوئے۵ نہیں ہیں وہ مگر ایک مرد جس نے

تفسیر اظہار العرفان

۱ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اس قوم کی تین بری صفات بیان فرمائی ہے (۱) اپنے خالق کا انکار کرنا اور یہ اللہ تعالیٰ کے فرمان كَفَرُوْا سے ظاہر ہو رہا ہے (۲) قیامت کے دن کا انکار اور یہ اللہ تعالیٰ کے فرمان وَكَذَّبُوْا بِلِقَاءِ الْاٰخِرَةِ سے ظاہر ہو رہا ہے (۳) دنیا کی محبت و چاہت میں ڈوبے ہوئے ہونا اور یہ اللہ تعالیٰ کے فرمان وَاَتْرَفْنَاهُمْ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا سے ظاہر ہو رہا ہے۔ انکی جانب سے نبی کی نبوت پر اس آیت میں دو شبہات وارد ہو رہے ہیں (۱) مَا هٰذَا اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ یعنی یہ تو تمہاری طرح ایک بشر ہے (۲) يَاْكُلُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ یعنی جو تم کھاتے ہو یہ بھی وہی کھاتے ہیں اور جو تم پیتے ہو یہ بھی وہی پیتے ہیں۔ ان شبہوں کا جواب [حضرت نوح علیہ السلام کے قصہ میں] گذر چکا ہے (تفسیر کبیر)

۲ ان لوگوں کی بیوقوفی دیکھئے اپنے جیسے انسان کی پیروی کو باعث نقصان کہتے تھے لیکن بے جان پتھروں کو معبود بنا کر انکی عبادت کو اپنے لئے ذریعہ نجات سمجھتے تھے (تفسیر کبیر)

۳ اَيَعِدُكُمْ میں استفہام انکاری ہے یعنی ایسا نہیں کہنا چاہئے، یا سوال تقریری ہے یعنی یہ ضرور ایسا کہہ رہا ہے نبوت پر انھوں نے جو طنز کیا تھا اسکو پختہ کرنے کیلئے کافروں نے یہ بات کہی [کہ یہ نبی کیسے ہو سکتا ہے یہ دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے جانے کا احمقانہ عقیدہ رکھتا ہے] یا مقولہ سابقہ کی علت ہے پہلے انھوں نے کہا کہ اپنے جیسے آدمی کی اگر اطاعت کرو گے تو نقصان اٹھاؤ گے اسکا ثبوت یہ پیش کیا کہ یہ وقوع قیامت کا قائل ہے [دنیا کے سارے عیش میں خلل ڈالنا چاہتا ہے ان کی بات ماننے سے اس زندگی میں خسارہ ہی اٹھانا پڑیگا] (مظہری)

۴ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں هَيْهَاتَ کلمہ بُعد ہے گویا کہ انھوں نے کہا: جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے وہ بعید یعنی دور ہے۔ ابو علی کہتے ہیں کہ یہ بمنزلہ فعل کے ہے اس وقت معنی یہ ہوگا کہ جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے وہ دور ہوا۔ واضح رہے کہ هَيْهَاتَ میں دس لغات ہیں (۱) هَيْهَاتَ لَكَ [تیرے لئے دوری ہے] (۲) هَيْهَاتِ لَكَ (۳) هَيْهَاتٍ لَكَ (۴) هَيْهَاتٌ لَكَ (۵) هَيْهَاتٌ لَكَ (۶) هَيْهَاتًا لَكَ (۷) اَيْهَاتَ اَيْهَاتَ (۸) هَيْهَاتُ هَيْهَاتُ (۹) اَيْهَانَ (۱۰) اَيْهَا [ان تمام لغوی تبدیلی کے باوجود معنی میں کوئی تبدیلی نہیں، معنی وہی ہے پہلے گذر چکا ہے] (القرطبی) ۵ یعنی زندگی اس دنیا کی زندگی کے سوا نہیں ہے یہ جو آخرت کی زندگی کی بات کر رہے ہیں آخرت کی زندگی کوئی زندگی نہیں ہے۔ سوال: جب وہ لوگ آخرت کی زندگی کے قائل نہیں تھے تو پھر نَمُوْتُ وَ نَحْيَا کیسے کہا؟ جواب: اس کا پہلا جواب یہ ہے کہ ان لوگوں کے کہنے کا مقصد یہ تھا کہ ہم پہلے نطفہ تھے پھر ہمیں دنیا کی زندگی ملی [نَحْيَا سے مراد موت کے بعد والی زندگی نہیں ہے جسے ہم بعث بعد الموت کہتے ہیں] اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ اس میں تقدیم و تاخیر ہے یعنی نہیں ہے مگر ہماری دنیا ہی کی زندگی، اسی میں ہمارے لئے حیات ہے اور اسی میں ہمارے لئے ممات ہے [اس صورت میں نَحْيَا کا ترجمہ پہلے ہے اور نَمُوْتُ کا ترجمہ بعد میں ہے اگر چہ ذکر میں نَمُوْتُ پہلے ہے اور نَحْيَا بعد میں ہے] اس کا تیسرا جواب یہ ہے کہ نَمُوْتُ سے مراد آباء و اجداد ہیں اور نَحْيَا سے مراد انکی اولاد ہیں (القرطبی) وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ: یعنی اے ہود! آپ جیسا گمان کرتے ہیں کہ مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے جائیں گے ایسا نہیں ہے۔ ذرا غور کیجئے ان کے قلوب کیسے اندھے ہیں کیا انھیں نہیں معلوم کہ ایک چیز کو پیدا کرنے کے بعد دوبارہ پیدا کرنا آسان ہے جب اللہ تعالیٰ ابتدائے آفرینش پر قادر ہے تو اعادہ آفرینش پر بدرجہ اتم قادر ہوگا۔ (روح البیان)

عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا وَّمَا نَحْنُ لَهٗ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿٣٨﴾ قَالَ رَبِّ

بر خدا دروغرا و نيستيم ما او را مومنان گفت اے پروردگار من

اللہ پر جھوٹ باندھا اور نہیں ہیں ہم اس پر ایمان لانے والے [1] عرض کی اے میرے رب

انْصُرْنِيْ بِمَا كَذَّبُوْنِ ﴿٣٩﴾ قَالَ عَمَّا قَلِيْلٍ لَّيُصْبِحُنَّ

يارى ده مرا بآنچه تكذيب كنند مرا گفت از آنچه اندكند نزديك كه كردند

تو میری مدد فرما اس پر جو میری تکذیب کرتے ہیں [2] فرمایا: بہت کم وقت ہے کہ یہ سب

نٰدِمِيْنَ ﴿٤٠﴾ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ بِالْحَقِّ فَجَعَلْنٰهُمْ

پشیمانان پس بگرفت ایشانرا صیحه براستی پس ساختیم ایشانرا

پچھتائیں گے [3] پس انھیں چیخ نے حق کیساتھ پکڑ لیا تو ہم نے انھیں کوڑا کرکٹ (کا ڈھیر) بنا دیا

غُثَآءً فَبُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٤١﴾ ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ

زیر آن پس دوری باد مر قومیرا که ستمگارانند پس بآفریدیم ما از پس ایشاں

پس دوری ہے ایسی قوم کیلئے جو ظلم کرنے والی ہے [4] پھر ہم نے ان کے بعد

قُرُوْنًا اٰخَرِيْنَ ﴿٤٢﴾ مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا يَسْتَاْخِرُوْنَ ﴿٤٣﴾

قرنہاے دیگر پیشی نکند ہیچ گروہی اجل آں و تاخیر نکنند

دوسری بستیاں پیدا کیں [5] کوئی گروہ اپنے اجل سے نہ آگے بڑھے گا اور نہ تاخیر کریگا [6]

ثُمَّ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَا ؕ كُلَّمَا جَآءَ اُمَّةً رَّسُوْلُهَا

پس فرستادیم ما پیغمبران خود را پس یکدیگر ہر که بیاید بامتی فرستاده

پس ہم نے اپنے رسولوں کو ایک دوسرے کے پیچھے بھیجا جب کسی امت کے پاس رسول تشریف لائے

كَذَّبُوْهُ فَاَتْبَعْنَا بَعْضَهُمْ بَعْضًا وَّجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ ۚ

تکذیب کردند او را پس پیروی کردیم ما بعض ایشاں بعضے را ساختیم ایشانرا حدیثہا

تو انھوں نے انھیں جھٹلایا تو ہم نے انھیں ایک دوسرے کے بعد ہلاک کیا اور ہم نے انھیں کہانیاں بنا دیں [7]

تفسیر اظہار العرفان

[1] یعنی وہ نہیں ہیں مگر ایک رجل کاذب جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھ رہے ہیں کہ میں اس کا رسول ہوں اور یہ کہ مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے جاؤ گے ہم ان کی ان باتوں کی تصدیق نہیں کرتے ہیں (صفوۃ التفاسیر)

[2] جب حضرت ہود علیہ السلام کو یقین ہو گیا کہ یہ لوگ ایمان نہیں لائیں گے تو آپ نے انکی تکذیب اور انکے کفر پر اصرار کے سبب دعائے ہلاکت کردی۔ (صفوۃ التفاسیر)

[3] یعنی اللہ تعالیٰ نے آپکی دعا قبول فرمائی اور انھیں بتایا کہ یہ کفار اپنے کفر پر نادم ہونگے اور یہ اس وقت ہوگی جب یہ عذاب اپنی آنکھوں سے دیکھ لینگے (روح البیان)

[4] بعض اہل تفسیر نے لکھا ہے کہ آیت میں صیحہ سے مراد ہے ہلاکت۔ قاموس میں ہے صیحۃ اور صاح سخت چیخ۔ اور صیحہ عذاب کو بھی کہتے ہیں۔ اگر قرنا آخرین سے قوم عاد مراد ہو تو صیحہ سے مراد عذاب اور اگر یہ قصہ ثمود کا ہے تو صیحہ سے مراد ہوگی چیخ۔ سورہ اعراف کی تفسیر میں ہم نے بیان کر دیا ہے کہ آسمان سے ایک چیخ سنائی دی اور ہر چیز سے ایک چیخ نکلی اور بادل کا کڑکا بھی ہوا جس سے سب کے دل پھٹ گئے [قوم عاد پر چیخ کا عذاب نہیں آیا تھا بلکہ ایک ہوائی طوفان آیا تھا جس کے جھکڑ سات دن تک مسلسل جاری رہے اور سب ہلاک ہو گئے اس لئے آیت متذکرہ میں عاد کا قصہ بیان کیا گیا ہے تو صیحہ سے مراد چیخ نہ ہوگی بلکہ عذاب ہوگا] ''ہم نے ان کو خس و خاشاک بنا دیا'' یعنی ہلاک کر دیا جیسے سیلاب کے اوپر کوڑا کرکٹ بہہ کر آ جاتا ہے ہم نے اس کوڑے کی طرح ان کو کر دیا۔ جو شخص ہلاک ہو جائے عرب اسکے متعلق کہتے ہیں سال بہ الوادی یعنی نالا کا سیلاب اسکو بہا لے گیا۔ (مظہری) بُعْدًا: یہ کلمہ بمنزلہ لعن کے ہے یعنی وہ جسے خیر سے دور کر دیا گیا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے یہ کلمہ علی وجہ الاستخفاف اور اہانت کے بیان فرمایا۔ اور عذاب کا نازل ہونا اس بات کی دلیل ہوگئی کہ یہ لوگ آخرت میں اللہ تعالیٰ کی نعمت سے محروم ہیں (تفسیر کبیر) [5] یہاں سے تیسرا قصہ بیان ہو رہا ہے۔ جاننا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کبھی قرآن کریم میں تفصیل سے واقعہ بیان فرماتا ہے اور کبھی اجمالاً بیان فرماتا ہے جیسا کہ یہاں بیان ہوا۔ کہا گیا ہے کہ یہاں حضرت لوط علیہ السلام، حضرت شعیب علیہ السلام اور حضرت ایوب علیہ السلام کے قصص مراد ہیں۔ (تفسیر کبیر) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہاں بنی اسرائیل کا ارادہ کیا گیا ہے اور کلام میں کچھ کلمات محذوف ہیں یعنی انھوں نے انبیاء کو جھٹلایا تو ہم نے انھیں ہلاک کر دیا (القرطبی) [6] یعنی ہلاک شدہ امتوں میں سے کوئی بھی امت ایسی نہیں تھی کہ جس کی ہلاکت کیلئے وقت مقرر نہ ہو پھر ان کی ہلاکت اپنے وقت سے آگے گئی نہ پیچھے۔ (صفوۃ التفاسیر) [7] تَتْرًا: اصل میں وِتْـرًا تھا اور یہ شفع یعنی جفت کی ضد ہے تواتر اور متواترہ چیزوں کا پے در پے یعنی ایک کے بعد دوسرے اور دوسرے کے بعد تیسرے کا آنا اور بغیر کسی اجتماعیت کے تسلسل قائم ہونا۔ بعض لوگوں کے نزدیک اشیاء میں تواتر اسی وقت ہوگا جب ان کے درمیان انقطاع ہوگا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آیا ہے لَا بَأْسَ بِقَضَاءِ رَمَضَانَ تَتْرًا یعنی رمضان کے جو روزے ناغہ ہو گئے ہوں تو ان کو متفرق طور پر ادا کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ اسی وجہ سے خبر متواتر اس خبر کو کہتے ہیں کہ جو الگ الگ اتنی اسناد اور راویوں سے منقول ہو جن کا جھوٹ پر متفق ہو جانا ناممکن ہو۔ مطلب اس طرح ہوگا کہ ہم نے ایک قوم پیدا کی پھر اسکی ہدایت کیلئے ایک رسول بھیجا، پھر ہم نے دوسری امت پیدا کی اور اسکی ہدایت کیلئے دوسرا نبی بھیجا۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ ہم نے کچھ اقوام کو پیدا کیا پھر ان کے بعد کچھ پیغمبروں کو بھیجا۔ (مظہری)

فَبُعْدًا لِّقَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿٤٤﴾ ثُمَّ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى وَاَخَاهُ

پس دوری باد قومیرا کہ نمیکردند پس فرستاد ما موسی و برادر او

پس دوری ہے اس قوم کیلئے جو ایمان نہیں لاتی۔ پھر ہم نے موسیٰ اور ان کے بھائی

هٰرُوْنَ ۙ بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿٤٥﴾ اِلٰى فِرْعَوْنَ

ہارون بآیات ما حجتی بیدا بسوے فرعون

ہارون کو اپنی نشانیوں اور کھلی حجت کے ساتھ بھیجا ۱؎ فرعون کی طرف

وَمَلَاۡئِهٖ فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا عَالِيْنَ ﴿٤٦﴾ فَقَالُوْٓا

و گروہ او پس تکبر کردند و بودند گروہی بت تران پس گفتند

اور اسکے گروہ کی طرف پس انھوں نے تکبر کیا اور وہ سب غلبہ پائے ہوئے گروہ تھے ۲؎ پس انھوں نے کہا

اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا وَقَوْمُهُمَا لَنَا عٰبِدُوْنَ ﴿٤٧﴾

آیا باور کنیم مر دو آدمی مانند خود را و قوم ایشاں ما را پرستندگانند

کیا ہم ایمان لے آئیں اپنی طرح دو آدمی پر حالانکہ ان دونوں کی قوم ہماری عبادت کرنے والی ہے ۳؎

فَكَذَّبُوْهُمَا فَكَانُوْا مِنَ الْمُهْلَكِيْنَ ﴿٤٨﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا

پس تکذیب کروند ایشاں را پس بودند از ہلاک شدگان و ہر آئنہ دادیم ما

پس انھوں نے ان دونوں کو جھٹلایا تو ہلاک کئے ہوئے میں سے ہو گئے ۴؎ اور بیشک ہم نے

مُوْسَى الْكِتٰبَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ﴿٤٩﴾ وَجَعَلْنَا ابْنَ

موسی را کتاب شاید کہ ایشاں راہ یابند و کردیم پسر

موسیٰ کو کتاب دی شاید کہ وہ سب راہ پائیں ۵؎ اور ہم نے مریم کے بیٹے

مَرْيَمَ وَاُمَّهٗٓ اٰيَةً وَّاٰوَيْنٰهُمَآ اِلٰى رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ

مریم را و مادر او نشانہ و جای دادیم او را بسوے جای بلند خداوند قرارگاہ

اور انکی ماں کو نشانی بنائی اور ہم نے ان دونوں کو بلند جگہ کی طرف ٹھکانہ دیا جو قرار والی ۶؎

۱؎ یہاں سے چوتھا قصہ بیان ہو رہا ہے جو کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ہے۔ آیات کے بارے میں اختلاف ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس سے آیاتِ تسعہ مراد ہیں یعنی عصا، ید، ٹڈی، جوئیں، مینڈک، خون، دریا کا پھٹنا، قحط اور پھلوں کی کمی۔ حضرت حسن کہتے ہیں کہ اٰیٰتِنَا سے مراد ہے ہمارے دین۔ جاننا چاہئے کہ یہ آیت بتا رہی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات حضرت ہارون علیہ السلام کے معجزات بھی ہیں جس طرح نبوت دونوں کے درمیان مشترک ہے اسی طرح معجزات بھی مشترک ہیں۔ وَسُلْطَانٌ مُّبِيْنٌ: اس سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اشرافِ معجزات ہیں اور وہ عصا ہے۔ (تفسیر کبیر) سُلْطَانٌ مُّبِيْنٌ: کھلی دلیل جو مقابل حریف کو لاجواب بنا دینے والی ہو۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد عصا ہو۔ سب سے پہلا معجزہ بھی یہی تھا اسی لئے اس کو مستقل طور پر ذکر کیا اسی سے متعدد معجزات صادر ہوئے مثلاً وہ سانپ بن جاتا تھا، جادوگروں نے جو رسیوں سے سانپ بنائے تھے ان کو یہ عصا نگل گیا تھا، اسی کی ضرب سے سمندر کا پانی پھٹ کر دو ٹکڑے ہو گیا تھا، اسی کی ضرب سے پتھر سے چشمے جاری ہو جاتے تھے، یہ پڑاؤ کرنے کے وقت چاروں طرف گھوم کر لشکر کی حفاظت کرتا تھا، یہی رات میں شمع کا کام دیتا تھا (مظہری)

۲؎ اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرعون اور اس کی قوم کی صفت بیان فرما رہا ہے (۱) فرعون اور اس کی قوم نے تکبر کیا اس لئے یہ لوگ متکبر قوم میں سے تھے (۲) یہ لوگ امور دنیا میں رفیع الحال تھے کثرت اور قوت کی بناء پر حکمرانی کرتے تھے (تفسیر کبیر)

۳؎ اس آیت میں اللہ تعالیٰ ان کے شبہات کو بیان فرما رہا ہے جنہیں وہ لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کی نبوت سے انکار کرنے کی غرض سے خود اختراع کرتے تھے۔ ان کے شبہات دو امور پر مبنی ہیں (۱) یہ دونوں [حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام] بشر ہیں (۲) حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام ان کیلئے خادم اور غلام کی طرح تھے [اس صورت میں عٰبِدُوْنَ کا ترجمہ خَادِمُوْنَ یعنی خدمت گار ہوگا] یہ احتمال بھی ہے کہ یوں کہا جائے کہ انھوں نے الوہیت کا دعویٰ کیا اور لوگ اس کی عبادت کرتے تھے [اس صورت میں عٰبِدُوْنَ کا ترجمہ "عبادت کرنے والے" ہوگا] (تفسیر کبیر) انبیائے کرام کے احوال پر منکرین نبوت کی جانب سے جو شبہات وارد ہوئے ہیں اگر ان شبہات پر تھوڑا سا بھی غور کیا جائے تو اسکا فساد ظاہر ہو جائیگا۔ نفوس بشریہ قوی اور ادراک میں اگرچہ مشارک ہوتے ہیں لیکن اقدام کے اعتبار سے متباین ہوتے ہیں جیسے آپ کے مشاہدے میں ہے کہ ایک غبی ذہن کا انسان اتنی طاقت نہیں رکھتا ہے کہ کسی ادنیٰ سی شے میں غور وفکر کر سکے اس کے برعکس ایک ذکی ذہن کا انسان اکثر اشیاء میں غور وفکر کرتا ہے [اور طرح طرح کے ایجادات بنی نوع انسان کیلئے سامنے لاتا ہے] پس بشر ہونے میں ذکی اور غبی اگرچہ برابر ہیں لیکن قوی اور ادراک میں تفاوت ہے [انبیاء علیہم السلام اور عام انسانوں میں کس قدر فرق ہے یہ تو قرآن اور ان کے حالات کے مطالعہ سے ہمارے سامنے روز روشن کی طرح عیاں ہوگا] (بیضاوی) ۴؎ اس آیت کریمہ میں ان کی ہلاکت کی وجہ بتائی جا رہی ہے کہ ان لوگوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کو جھٹلایا تو اس قوم کو اللہ تعالیٰ نے ہلاک کر دیا (تفسیر کبیر) ۵؎ یعنی توراۃ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا خاص طور پر ذکر اس لئے کیا کہ توراۃ آپ ہی پر اتاری گئی اور حضرت ہارون علیہ السلام آپکی قوم میں آپ کے نائب تھے، اگر نزول توراۃ کی نسبت دونوں کی جانب کر دی جائے جب بھی صحیح ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَ الْفُرْقَانَ (القرطبی) ۶؎ رَبْوَةٍ: زمین میں اونچی جگہ۔ حضرت عبداللہ بن سلام کہتے ہیں کہ یہ دمشق کی زمین تھی۔ ایک روایت میں ہے کہ یہ زمین آسمان سے اٹھارہ میل کے قریب تھی۔ (مظہری)

وَّمَعِيْنٍ ﴿٥٠﴾ يٰٓاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَ

و آرامگاه اے پیغمبران بخورید از پاکیزہا و

اور آرام والی تھی اے پیغمبرو! پاکیزہ کھاؤ اور

اعْمَلُوْا صَالِحًا ۭ اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ﴿٥١﴾ وَاِنَّ هٰذِهٖٓ

بکنید نیکی ہر آئنہ من بآنچہ میکنید دانا ست و ہر آئنہ ایں

نیکی کرو بیشک میں جو تم عمل کرتے ہو جاننے والا ہوں ١ اور بیشک یہ

اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ ﴿٥٢﴾ فَتَقَطَّعُوْٓا

گروہ شما یک گروہ است و منم پروردگار شما پس بترسید از من پس برید شد

تمہارا گروہ ایک گروہ ہے اور میں ہی تمہارا رب ہوں پس مجھ ہی سے ڈرو ٢ پس ٹکڑے ٹکڑے کیا

اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ زُبُرًا ۭ كُلُّ حِزْبٍۢ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ﴿٥٣﴾

کار ایشاں میان ایشاں جماعت جماعت ہر جماعتی بآنچہ نزدیک ایشانست شادانند

اپنے کام کو اپنے درمیان جماعت جماعت ہو کر، ہر ایک جماعت جو اس کے پاس ہے خوش ہیں ٣

فَذَرْهُمْ فِيْ غَمْرَتِهِمْ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿٥٤﴾ اَيَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا

پس بگذار ایشانرا در گمراہی ایشاں تا وقتی آیا می پندارند جز ایں نیست

پس چھوڑ دو انھیں انکی گمراہی میں ایک وقت تک ٤ کیا یہ لوگ خیال کرتے ہیں کہ ہم انھیں جو مال

نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّبَنِيْنَ ﴿٥٥﴾ نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَيْرٰتِ ۭ

کہ میدہیم ایشانرا بداں از مال و پسران بشتابانیم ایشانرا در نیکیہا

اور اولاد دے رہے ہیں تو ہم ان کیساتھ بھلائیاں کرنے میں جلدی کر رہے ہیں ٥

بَلْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ﴿٥٦﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ خَشْيَةِ رَبِّهِمْ

بلکہ نمی دانند ہر آئنہ آنانکہ ایشاں از ترس پروردگار خود

بلکہ وہ سب جانتے نہیں ہیں ٦ بیشک وہ لوگ جو اپنے رب کے ڈر سے

١ طیب سے مراد ہیں حلال چیزیں اور امر وجوب کیلئے ہے مطلب یہ ہے۔ کہ حرام چیزیں نہ کھاؤ' یا لذیذ مباح چیزیں مراد ہیں اسوقت امر اباحت اور سہولت پیدا کرنے کیلئے ہو گا اس سے رہبانیت اور ترک لذات کی تردید ہو جائیگی، بعض نے کہا کہ اس سے حلال صاف قوام اشیاء مراد ہیں۔ حلال تو حرام کی ضد ہے اور صاف سے یہ مراد ہے کہ اس کے کھانے سے اللہ تعالیٰ کی یاد نہ بھولے اس کا کھانا اللہ کی یاد سے غافل نہ کرے اور خواہشاتِ نفسانی میں نہ ڈال دے اور قوام سے یہ مراد ہے کہ کہ نفس کی خواہش کو روک دے اور عقل کی حفاظت رکھے یعنی سیر کی مقدار سے زائد نہ ہو۔ نیک کام سے مراد ہے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق عمل کرنا جو محض اللہ کی خوشنودی کیلئے کیا جائے۔ اس میں کسی قسم کے شرک کی آمیزش بھی نہ ہو اور فاسد نہ ہو یعنی قول یا فعل ایسا نہ ہو جو اللہ تعالیٰ کو پسند نہ ہو۔ خلاصہ مطلب یہ ہے کہ ہم نے ہر زمانے میں اس زمانہ کے پیغمبر کو حکم دیا تھا کہ حرام چیز نہ کھانا' حلال کھانا اور نیک کام کرنا یہ کلام حقیقت میں گذشتہ واقعات کا بیان ہے۔ حضرت حسن' مجاہد' قتادہ' سدی' کلبی اور مفسرین کی ایک جماعت کا خیال ہے کہ یٰاَیُّھَا الرُّسُلُ سے خطاب صرف رسول اللہ ﷺ کو ہے عرب کا طریقہ ہے کہ ایک ذات کو جمع کے صیغہ سے خطاب کر لیتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ ایک کی عظمت کو ظاہر کرنے کیلئے جمع کے صیغہ سے خطاب کیا جاتا ہے اس قسم کے خطاب میں مخاطب کی بزرگی کی طرف اشارہ ہوتا ہے اور یہ بتانا ہوتا ہے کہ یہ ایک جماعت کے قائم مقام ہے پس جمع کا صیغہ بول کر رسول اللہ ﷺ کی فضیلت کی طرف اشارہ ہے اور ایماء یہ ہے کہ آپ کو تمام لوگوں کی ہدایت کیلئے بھیجا گیا ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ صیغۂ جمع سے خطاب رسول اللہ ﷺ اور علمائے امت کو ہو۔ بعض اہل علم نے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور انکی والدہ کو خطاب ہے اور یہ خطاب اس وقت کیا گیا تھا جب ربوہ میں وہ پناہ گزین ہو گئے تھے اس خطاب میں اس حکم کو بیان فرمایا ہے جو انبیائے سابقین کو دیا گیا تھا تا کہ یہ دونوں بزرگ بھی سابق انبیاء کی پیروی کریں' بیانِ قصہ کا تقاضا یہی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ کو ہی مخاطب قرار دیا جائے۔ (مظہری) ٢ یعنی اے گروہ انبیاء! تم سب کا دین ایک ہی دین ہے اور وہ دین اسلام ہے (صفوۃ التفاسیر) ٣ یعنی جن لوگوں کے پاس پیغمبروں کو بھیجا گیا تھا انھوں نے پیغمبروں کے بعد دین میں تفرقہ پیدا کر لیا اور ایک دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے اصولی اختلافِ دین بنا لیا اور ایک دین کے چند دین بنا لئے کوئی تو تمام پیغمبروں کو اور ان کے لائے ہوئے احکام کی تصدیق کرتا رہا یہ ہر زمانہ میں اہل حق کا گروہ رہا اور کچھ لوگ کسی پیغمبر اور کسی حکم پر ایمان لائے اور دوسرے انبیاء کے وا حکام کا انکار کر دیا جیسے یہودی' عیسائی وغیرہ۔ (مظہری) ٤ جب اللہ تعالیٰ نے یہ ذکر فرمایا کہ ان لوگوں نے دین کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے تو اس تفرقہ بازی پر انھیں وعید سنائی جا رہی ہے کہ اے محبوب! ان کفار کو ان کی جہالت میں چھوڑ دیجئے۔ حَتّٰی حِیْن: ایک قول کے مطابق انھیں موت تک چھوڑ دیجئے، دوسرے قول کے مطابق معائنہ کے وقت تک اور تیسرے قول کے مطابق عذاب کے وقت تک۔ مطلب یہ ہے کہ انھیں حسرت اور ندامت میں چھوڑ دیجئے۔ (تفسیر کبیر) ٥ حضرت یزید بن میسرہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء میں سے کسی نبی کی جانب وحی بھیجی کہ کیا میرا بندہ خوش ہے کہ دنیا میں اسے بہت کچھ دیا حالانکہ وہ مجھ سے دور ہے اور کیا میرا بندہ جزع کرتا ہے کہ دنیا اس کیلئے تنگ کر دی گئی حالانکہ وہ مجھ سے اقرب ہے پھر آپ نے یہی آیت تلاوت کی۔ (تفسیر کبیر) ٦ یہ آیت مشرکین کے رد میں ہے کہ انھوں نے گمان کیا تھا کہ ہم حق پر ہیں اس لئے کہ ہمارے پاس مال و اولاد ہیں۔ (صفوۃ التفاسیر)

مُشْفِقُوْنَ ﴿٥٧﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ ﴿٥٨﴾

ترسانند و آنانکه ایشاں بآیات پروردگار خود میگروند

خوفزدہ رہتے ہیں ۱ اور وہ لوگ جو اپنے رب کی آیات پر ایمان لاتے ہیں ۲

وَالَّذِيْنَ هُمْ بِرَبِّهِمْ لَا يُشْرِكُوْنَ ﴿٥٩﴾ وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ

و آنانکہ ایشاں پروردگار خود شرک نیارند و آنانکہ میدہند

اور وہ لوگ جو اپنے رب کے ساتھ شریک نہیں ٹھہراتے ۳ اور وہ لوگ جو (اللہ کے راستے میں)

مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ ﴿٦٠﴾

آنچہ بدادند و دلہاے ایشاں باز کردند کہ ایشاں بسوے پروردگار خود باز کردند

جو کچھ بن پڑتا ہے دیتے ہیں ان کے دل ڈرتے ہیں کہ وہ سب اپنے رب کی طرف لوٹیں گے ۴

اُولٰٓئِكَ يُسٰرِعُوْنَ فِى الْخَيْرٰتِ وَهُمْ لَهَا

آنگروہ بشتابند در نیکیہا و ایشانرا آنرا

یہی گروہ جلدی کرتے ہیں نیکیوں میں اور ان کیلئے وہ

سٰبِقُوْنَ ﴿٦١﴾ وَلَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا وَلَدَيْنَا

پیشی گیرند و در نخواہیم را مگر وسعت آنرا و نزدیک ما

سبقت کرنے والے ہیں ۵ اور ہم تکلیف نہیں دیتے ہیں کسی جان کو مگر اسکی طاقت کیمطابق اور ہمارے پاس

كِتٰبٌ يَّنْطِقُ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿٦٢﴾ بَلْ قُلُوْبُهُمْ

نوشتہ بیان میکند براستی و ایشاں ستم دیدہ نشوند بلکہ دلہاے ایشاں

ایک کتاب ہے جو حق کے ساتھ بیان کرتی ہے اور ان پر ظلم نہ کیا جائیگا ۶ بلکہ ان کے دل

فِىْ غَمْرَةٍ مِّنْ هٰذَا وَلَهُمْ اَعْمَالٌ مِّنْ دُوْنِ ذٰلِكَ

در پوشش است از ایں و مر ایشانرا کردارہا بجز ایں

اس سے غفلت میں ہیں اور اس کے علاوہ ان کیلئے ان کے بہت سے کردار ہیں

۱ اب یہاں سے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی صفات بیان فرما رہا ہے جو بھلائی میں جلدی کرتے اور اس کا شعور رکھتے ہیں [انکے چار صفات بیان کئے گئے ہیں] پہلی صفت: وہ لوگ جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔ اشفاق خشیت کو متضمن ہے لیکن اس میں خشیت کی نسبت رقت زیادہ ہوتی ہے۔ بعض نے کہا کہ اشفاق طاعت میں مداومت کا نام ہے اس اعتبار سے آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ لوگ جو اپنے رب سے ڈر کر دائمی طور پر اطاعت کرتے ہیں۔ گویا کہ اشفاق کمالِ خشیت کا نام ہے [جس میں بندہ ڈرتا بھی ہے اور اپنے رب کے احکام پر عمل بھی کرتا ہے] (تفسیر کبیر)

۲ اس آیت میں دوسری صفت بیان کی جارہی ہے۔ جاننا چاہئے کہ آیات الٰہی سے مراد وہ مخلوقات ہیں جو اللہ تعالیٰ کے وجود پر دلالت کرتے ہوں اور ایمان اس وجود کی تصدیق کا نام ہے (تفسیر کبیر)

۳ اس آیت کریمہ میں تیسری صفت بیان ہورہی ہے۔ واضح رہے کہ ایمان بالتوحید اور اللہ کیساتھ شریک کی نفی یہ دونوں وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ میں داخل ہیں بلکہ یہاں اس سے مراد شرکِ خفی کی نفی ہے اور وہ یہ ہے کہ عبادت میں مخلص ہوجائے عبادت سے مقصود صرف اور صرف اللہ کی رضا ہو (تفسیر کبیر)

۴ اس آیت میں چوتھی صفت بیان ہورہی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں جو کچھ عطا کیا یہ اس میں سے اس کی راہ میں خرچ کرتے ہیں پس اس اعتبار سے اس میں ہر طرح کا حق شامل ہوگیا خواہ وہ حقوق اللہ میں سے ہو جیسے زکوۃ اور کفارہ وغیرہ۔ خواہ حقوق العباد میں سے ہو جیسے امانت اور قرض وغیرہ۔ آیت میں یہ بھی بیان ہوا کہ یہ اسی وقت نفع بخش ہے جب اس کا دل خوفِ الٰہی رکھتا ہو۔ اس لئے کہ جو عبادتِ الٰہی کو اپناتا ہوگا تو اسکا دل تقصیر کے خوف سے ڈرتا رہیگا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس آیت کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ کیا وہ شخص بھی جو زنا کرتا ہو شراب پیتا ہو اور چوری کرتا ہو اور اس کا دل اللہ سے ڈرتا ہو۔ یہ سن کر آپ نے ارشاد فرمایا: اے صدیق کی بیٹی بلکہ اس سے وہ شخص مراد ہے جو نماز پڑھتا ہو روزے رکھتا ہو اور صدقہ کرتا ہو اور اسکا دل اللہ سے ڈرتا ہو۔ جاننا چاہئے کہ ان صفات کے بیان میں ترتیب انتہائی خوبصورت ہے پہلی صفت خوفِ شدید کے حصول پر دلالت کرتی ہے جو سبب ہے اس احتراز کیلئے جو اسکے لائق نہ ہو دوسری صفت طاعت میں ریاء کے ترک پر دلالت کرتی ہے۔ تیسری صفت دلالت کرتی ہے کہ جو ان صفاتِ ثلاثہ کا متحمل ہوگا وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو خوف کے ساتھ ادا کرتا ہوگا [چوتھی صفت دلالت کرتی ہے کہ مؤمن کا دل ہمیشہ ڈرتا رہتا ہے] (تفسیر کبیر) اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ: اس سے خاتمہ پر تنبیہ مقصود ہے۔ صحیح بخاری شریف میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اعمال کا دارومدار خواتیم پر ہے۔ (القرطبی) ۵ آیت کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ طاعتوں کی بہت زیادہ رغبت رکھتے ہیں اس لئے جلدی جلدی طاعتیں کرتے ہیں تا کہ کوئی طاعت فوت نہ ہوجائے، یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ طاعتوں میں پیش قدمی کرنے پر جن اخروی بھلائیوں کا وعدہ کیا گیا ہے اور نیک اعمال میں تیزی کرنے سے جن دنیوی فوائد کو وابستہ کیا گیا ہے سب فائدوں کو حاصل کرنے کیلئے وہ تیزی سے کام لیتے ہیں اور جلدی جلدی حاصل کرتے ہیں۔ وَهُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ: یعنی وہ نیکیوں کی طرف پیش قدمی کی وجہ سے جنت کی طرف سب سے آگے بڑھنے والے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ کی طرف سے ان کیلئے سعادت پہلے ہی سے مقدر ہوچکی ہے۔ (مظہری) ۶ اس آیت کا مقصد یہ ہے کہ صالحین کی صفات کی جانب راغب ہوں کیونکہ صالحین نے ان کاموں کو کر کے ہمیں بتادیا۔ (بیضاوی)

هُمْ لَهَا عٰمِلُوْنَ ﴿۶۳﴾ حَتّٰٓى اِذَآ اَخَذْنَا مُتْرَفِيْهِمْ بِالْعَذَابِ

ایشاں آنرا کنندگانند تا چوں گرفتیم ما مہتراں ایشانرا بعذاب

جنہیں وہ سب کرنے والے ہیں ۱ یہاں تک کہ جب ہم نے ان کے سرداروں کو عذاب سے پکڑا

اِذَا هُمْ يَجْـَٔرُوْنَ ﴿۶۴﴾ لَا تَجْـَٔرُوا الْيَوْمَ اِنَّكُمْ مِّنَّا لَا

چوں ایشاں بنالند مالید امروز ہر آئنہ شما از ما

جب وہ فریاد کرنے لگے ۲ نہ فریاد کرو آج کے روز بیشک ہماری طرف سے تمہاری

تُنْصَرُوْنَ ﴿۶۵﴾ قَدْ كَانَتْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ عَلٰٓى

یاری دادہ نشوند ہر آئنہ بود آیات من خواندہ شود بر شما پس بودید شما بر

مدد نہ ہو گی ۳ بیشک میری آیات پڑھی جاتی تھیں تم پر تو تم

اَعْقَابِكُمْ تَنْكِصُوْنَ ﴿۶۶﴾ مُسْتَكْبِرِيْنَ ۖۚ بِهٖ سٰمِرًا

پاشنہاے خویش باز می شکنید تکبر کنندگان بآں افسانہ گویندگان

اپنی ایڑیوں کے بل پلٹے تھے ۴ اس سے تکبر کرتے ہوئے، افسانہ کہتے ہوئے

تَهْجُرُوْنَ ﴿۶۷﴾ اَفَلَمْ يَدَّبَّرُوا الْقَوْلَ اَمْ جَآءَهُمْ مَّا لَمْ يَاْتِ

فخر کنید آیا ایشاں نکردند از روے گفتار یا آمد بدیشاں آنچہ نیامد

بکواس کرتے تھے ۵ کیا انھوں نے (ہماری) بات (قرآن پر) غور نہیں کیا یا انکے پاس کوئی ایسی چیز آئی

اٰبَآءَهُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۶۸﴾ اَمْ لَمْ يَعْرِفُوْا رَسُوْلَهُمْ فَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴿۶۹﴾

پدران ایشاں پیشینان یا نشاختند پیغمبر خویش پس ایشاں او را منکرانند

جو انکے اگلے باپ دادا کے پاس نہیں آئی تھی ۶ یا انھوں نے اپنے رسولوں کو نہ پہچانا پس وہ اسکا انکار کرنے والے

اَمْ يَقُوْلُوْنَ بِهٖ جِنَّةٌ ۭ بَلْ جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ وَاَكْثَرُهُمْ

یا میگویند بآں دیوانست بلکہ آمد بدیشاں براستی و اکثر ایشاں

ہیں ۷ یا انھیں دیوانہ کہتے ہیں بلکہ وہ ان کے پاس حق لیکر آئے اور ان کے اکثر

۱ حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ قرآن سے وہ لوگ غفلت، پردہ اور اندھیرے میں ہیں۔ کہا گیا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن جو نیکیوں کا راستہ بتاتا ہے۔ یہ لوگ اس کے بارے میں حیرت اور اندھے پن میں ہیں، یا کتاب جو حق بیان کرتی ہے اس سے یہ لوگ اندھے ہیں۔ وَلَهُمْ اَعْمَالٌ مِّنْ دُوْنِ ذٰلِكَ هُمْ لَهَا عَامِلُوْنَ: حضرت قتادہ اور حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ ان لوگوں کیلئے خطائیں لازم ہیں کیونکہ یہ لوگ حق کے علاوہ عمل کرتے ہیں۔ حضرت حسن اور ابن زید کہتے ہیں کہ ان کیلئے ردی اعمال ہیں کیونکہ مؤمنین کے اعمال سے ہٹ کر عمل کرتے ہیں اس لئے ان اعمال کی بناء پر جہنم میں جائیں گے۔ ایک احتمال یہ بھی ہے کہ ان لوگوں نے خالق کی نافرمانی کے ساتھ مخلوق پر ظلم بھی کیا ہے۔ (القرطبی)

۲ مُتْرَفِيْهِمْ: ان میں کہ خوش عیش، آرام میں پڑے ہوئے لوگ۔ بِالْعَذَابِ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ العذاب سے مراد ہے بدر کی لڑائی میں قتل ہونا، حضرت ضحاک کہتے ہیں کہ قحط مراد ہے جو رسول اللہ ﷺ نے ان کے خلاف دعا کی تھی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر قحط مسلط فرمایا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے ان کے خلاف یہ دعا کی تھی اے اللہ! اپنی روندھ مضر [قریش کنانہ وغیرہ] پر سخت کر دے اور ان پر یوسف کے زمانہ کے کال کی طرح [سات سال کا] قحط ڈال دے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ قحط کی مصیبت میں مبتلا ہو گئے۔ یہاں تک کہ کتے، مردار کو اور جلی ہوئی ہڈیوں کو بھی کھا گئے۔ (مظہری)

۳ یعنی آج کے روز عذاب سے بچنے کیلئے فریاد نہ کرو اس لئے کہ تم سے عذاب کو ہٹایا نہیں جائیگا۔ (صفوۃ التفاسیر)

۴ جاننا چاہئے کہ جب اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا کہ ان کفار کی مدد نہیں کی جائیگی اور نہ ان سے عذاب کو ہٹایا جائیگا تو اب اس کی علت بیان ہو رہی ہے کہ کیوں مدد نہ کی جائیگی۔ ان علتوں میں سے ایک اس آیت میں ہے کہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی آیات کے نازل ہونے کے وقت اپنی ایڑیوں کے بل پلٹ جاتے تھے۔ (تفسیر کبیر) ۵ دوسری علت یہ ہے کہ تکبر کرتے تھے، تیسری علت اسی آیت میں بیان ہوئی کہ وہ لوگ قرآن میں طعن کرتے تھے (تفسیر کبیر) کیونکہ حرم والے ہونے کی وجہ سے انکا غرور مشہور تھا قریش کہا کرتے تھے کہ ہم اہل حرم ہیں خانہ کعبہ کے پڑوسی ہیں ہم کسی سے نہیں ڈرتے ہم پر کوئی غالب نہ ہوگا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت مجاہد اور مفسرین کرام کی ایک جماعت نے یہی تفسیر کی ہے۔ سٰمِرًا: سمر کا مطلب ہے رات کو داستان قصے کہانیاں کہنا یعنی رات کو کعبے کے گرداگرد اپنے اپنے جلسوں میں قصے کہانیاں کہتے رہتے ہو اور قرآن سننے سے تکبر کرتے ہو، بعض نے کہا کہ سٰمِرًا تاریک رات کو کہتے ہیں اور یہاں یہی معنی مراد ہے یعنی رات میں تم اپنے قصوں میں مشغول ہوتے ہو اور قرآن سننے سے تکبر کرتے ہو۔ تَهْجُرُوْنَ: ھجر کا معنی ہے فحش بکنا، بری باتیں کہنا، یا یہ لفظ ہجر سے مشتق ہے اور ہجر کا معنی ہے کٹ جانا، کترا جانا، یا بے ہودہ بکواس کرنا یعنی تم قرآن سے کٹ جاتے ہو کترا جاتے ہو، یا اللہ کے رسول ﷺ کی شان میں یا قرآن کی شان میں بے ہودہ بکتے ہو۔ حضرت سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ قریش کعبے کے گرداگرد رات کو قصے کہانیاں تو کہتے تھے مگر طواف نہیں کرتے تھے اور اس پر فخر کرتے تھے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (مظہری) ۶ یعنی ان لوگوں نے اسکے ثبوت کی دلیل پر غور و فکر نہ کیا اگر یہ لوگ اس کتاب کی فصاحت و بلاغت پر غور کرتے تو ان پر روز روشن کی طرح عیاں ہوتا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ (تفسیر کبیر) ۷ کیا ان لوگوں نے پہچانا تھا کہ رسول اللہ ﷺ صادق اور امین ہیں؟ سفیان کہتے ہیں کہ کیوں نہیں کفار نے خوب اچھی طرح پہچانا تھا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں لیکن انھوں نے حسد کی وجہ سے انکار کیا۔ (القرطبی)

لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ ﴿۷۰﴾ وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآءَهُمْ لَفَسَدَتِ

مر حق کارہانند و اگر پیروی کرد راست آرزوہاے ایشانرا ہر آئنہ تباہ شوند

حق کو ناپسند کرتے ہیں ۱ اور اگر حق انکی خواہشوں کی پیروی کرتا تو ضرور تباہ ہو جاتے

السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِذِكْرِهِمْ

آسمانہا و زمین ہا و ہر کہ در ایشانست بلکہ دادیم ایشانرا بیاد کردن ایشاں

آسمان اور زمین اور جو کچھ اس میں ہے' بلکہ ہم نے انھیں انکا ہی تذکرہ دیا

فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهِمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۷۱﴾ اَمْ تَسْئَلُهُمْ خَرْجًا فَخَرَاجُ

پس ایشاں از ذکر ایشاں روگردانندگانند آیا میخواہی ایشاں تنگی پس تنگی

پس وہ اپنی اس یاد سے منہ پھیرتے ہیں ۲ کیا تم ان سے معاوضہ چاہتے ہو پس تمہارے

رَبِّكَ خَيْرٌ وَّهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿۷۲﴾ وَاِنَّكَ لَتَدْعُوْهُمْ

پروردگار تو بہتر است و او بہترین روزی دہندگانست و ہر آئنہ تو میخوانی ایشانرا

رب کا معاوضہ بہتر ہے اور وہ بہترین روزی دینے والا ہے ۳ اور تم انھیں بلاتے ہو

اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۷۳﴾ وَاِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ

بسوے راہ راست و ہر آئنہ آنانکہ نمیگروند

سیدھی راہ کی جانب ۴ اور بیشک وہ لوگ جو ایمان نہیں لاتے ہیں

بِالْاٰخِرَةِ عَنِ الصِّرَاطِ لَنٰكِبُوْنَ ﴿۷۴﴾ وَلَوْ رَحِمْنٰهُمْ وَ

بآخرت از راہ بکسو شوندگانند . و اگر رحمت کنیم بر ایشاں و

آخرت پر وہی راہ سے مڑنے والے ہیں ۵ اور اگر ہم ان پر رحم کریں اور

كَشَفْنَا مَا بِهِمْ مِّنْ ضُرٍّ لَّلَجُّوْا فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۷۵﴾

بر داریم آنچہ بایشانست از زیانی پیوتی میشوند در گمراہی خود سر گردانند

جو مصیبت ان پر ہے (اسے) اٹھا دیں تو: ے رہیں گے اپنی گمراہی میں سرگرداں ہوتے ہوئے ۶

۱ یا وہ لوگ کہتے ہیں محمد ﷺ [معاذ اللہ] مجنون ہیں یہ ان کفار کیلئے دوسری توبیخ ہے اور ان کے عناد پر تعجب ہے۔ بَلْ جَاءَهُمْ بِالْحَقِّ یعنی محمد ﷺ واضح حق لے کر آئے جس میں باطل کیلئے کسی زاویے سے بھی گنجائش نہیں ہے [حق سے مراد قرآن کریم ہے] اور وہ قرآن توحید اور شرائع اسلام پر مشتمل ہے لیکن مشرکین میں سے اکثر اسکا انکار کرتے ہیں اس لئے کہ ان کے دلوں میں کجی ہے اور وہ اس سے انحراف کرتے ہیں (صفوۃ التفاسیر)

۲ یعنی ان کی خواہش کے مطابق چند معبود فی الواقع ہوتے تو سارا جہان تباہ ہو جاتا یعنی موجود ہی نہ ہو پاتا' عدم سے وجود میں ہی نہ آتا یہی مطلب ہے لَوْ كَانَ فِيْهِمَا اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا کا۔ ابن جریج' مقاتل' سدی اور اہل حق کی ایک جماعت کے نزدیک اَلْحَقُّ سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات ہے' فراء اور زجاج کے نزدیک اس سے قرآن مراد ہے یعنی اگر اللہ تعالیٰ انکی مراد کی موافقت کرتا اور دوسروں کو اپنا شریک بنالیتا' یا اپنے لئے اولاد اختیار کر لیتا اور قرآن کو اس کے خواہش کے مطابق نازل فرما دیتا اور قرآن شرک ومعاصی کی تعلیم دیتا تو اللہ تعالیٰ الٰہ ہی نہ رہتا۔ الوہیت کیلئے شرکت نا قابل برداشت ہے۔ اللہ تعالیٰ بے ہودہ باتوں کا حکم نہیں دیتا۔ بے ہودہ فحش باتوں کا حکم سخت عیب اور برائی ہے اور الوہیت چاہتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہر عیب اور خرابی سے پاک ہو اور جب اللہ نہ رہتا تو ممکنات کا وجود کہاں سے ہوتا۔ بعض اہل علم نے یہ مطلب بیان کیا ہے کہ اگر حق ان کی خواہشات کے تابع ہوتا اور باطل ہو جاتا تو پھر وہ چیز [حق وعدل] ہی باقی نہ رہتی جس پر تمام عالم موقوف ہے' یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ دینِ حق رسول اللہ ﷺ لیکر آئے ہیں اگر وہ کافروں کی خواہشات کے تابع ہو جاتا اور توحید کی جگہ شرک لے لیتا تو اللہ تعالیٰ ان کافروں پر عذاب نازل کر دیتا اور سارا عالم آتش غضب سے جل بھن جاتا۔ (مظہری) ۳ حضرت حسن فرماتے ہیں کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ آپ جو کچھ ان کے پاس لیکر آئے اسکا اجر بھی طلب نہیں کرتے [اسکے باوجود ماننے سے انکار کرتے ہیں] وَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ: یعنی اللہ تعالیٰ کی مثل کوئی بھی رزق دینے کی طاقت نہیں رکھتا ہے اور نہ اسکے انعام کی طرح کوئی انعام دے سکتا ہے۔ کہا گیا ہے کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اطاعت کے بدلے وہ اجر عطا فرمائیگا جو دنیا اور اسکے ساز وسامان سے بہتر ہوگا۔ (القرطبی) ۴ جاننا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے جب قوم کے طریقے کو بیان کر دیا تو اب اس کے بعد اسکی صحت بیان فرما رہا ہے جو رسول اللہ ﷺ لیکر آئے۔ (تفسیر کبیر) اللہ تعالیٰ نے سابقہ آیات میں ان تمام اسباب کی نفی کر دی جو دعوتِ رسول ﷺ سے انکار کرنے کے موجب بن سکتے تھے راستے میں کجی نہیں اس راہ کے مستقیم ہونے کی شاہد ہر عقل سلیم ہے دعوت دینے والے کو لالچ نہیں وہ کچھ مال مانگتا نہیں' اس دعوت نامے میں ان لوگوں کیلئے شرف بھی ہے جن کو دعوت دی جا رہی ہے اس لئے انکار دعوت کا سبب سوائے حق سے عداوت رکھنے کے' یا دانش کے فقدان کے اور کوئی نہیں اور ازل ہی میں یہ بدبختی ان کیلئے لکھ دی گئی تھی۔ یوں تو وہ بڑے عقل مند تھے دنیاوی منافع حاصل کرنے کی بہت سوجھ بوجھ رکھتے تھے اس لئے دوامی منافع کے حصول سے محروم رہنا اور ان کو نہ سمجھنا صرف ازلی شقاوت تھی جو مقدر ہو چکی تھی۔ اللہ جس کو چاہتا ہے سیدھا راستہ دکھا دیتا ہے اور سیدھے راستے پر چلنے کی توفیق عنایت فرما دیتا ہے۔ (مظہری) ۵ یعنی وہ لوگ جو موت کے بعد اٹھنے' ثواب اور عتاب کی تصدیق نہیں کرتے ہیں اور صراط مستقیم سے انحراف کرتے ہیں۔ (صفوۃ التفاسیر) ۶ یعنی اگر ہم انھیں دنیا میں دوبارہ بھیج دیں اور انھیں جہنم میں داخل نہ کریں جب بھی یہ معصیت میں دوبارہ پڑ جائیں گے۔ (القرطبی)

تفسیر اظہار العرفان

وَلَقَدْ اَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ فَمَا اسْتَكَانُوْا لِرَبِّهِمْ

و آنئہ بگرفتیم ایشانرا بعذاب پس گردن ننہادند مر پروردگار خود را

اور بیشک ہم نے انھیں عذاب سے پکڑا پس انھوں نے گردن نہ رکھی اپنے رب کیلئے

وَمَا يَتَضَرَّعُوْنَ ﴿۷۶﴾ حَتّٰۤى اِذَا فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا ذَا

و زاری نکردند تا چوں بکشادیم بر ایشاں درے خداوند

اور زاری نہیں کرتے ہیں ۱ یہاں تک کہ جب ہم نے کھولا ان پر دروازہ

عَذَابٍ شَدِيْدٍ اِذَا هُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ ﴿۷۷﴾ ع وَهُوَ

عذاب سخت چوں ایشاں دراں نومید ماندگان و او

سخت عذاب والا تو وہ اس میں نا امید پڑے ہیں ۲ اور وہی

الَّذِيْۤ اَنْشَاَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ قَلِيْلًا

آنست کہ بیافرید شما را گوش و دیدہا و دلہا اندکے

ہے جس نے تمہارے لئے کان اور آنکھیں اور دل بنائے بہت کم

مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴿۷۸﴾ وَهُوَ الَّذِيْ ذَرَاَكُمْ فِي الْاَرْضِ

آنچہ شکر کنید و اوست آنکہ بیافرید شما را در زمین

ہے جو تم شکر کرتے ہو ۳ اور وہی ہے جس نے تمہیں زمین میں پیدا کیا

وَاِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۷۹﴾ وَهُوَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ

و بسوے او محشور شوند و اوست آنکہ زندہ کند و بمیراند

اور اسی کی طرف اٹھائے جاؤ گے ۴ اور وہی ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے

وَلَهُ اخْتِلَافُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۸۰﴾ بَلْ

و مر او را ست اختلاف شب و روز آیا نمیدانید بلکہ

اور اسی کیلئے رات اور دن کا اختلاف ہے کیا تم جانتے نہیں ہو ۵ بلکہ

۱ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کے پاس ابوسفیان آئے اور کہا: اے محمد (ﷺ) میں تمہیں اللہ کی قسم دیکر کہتا ہوں کہ رحم کرو، ہم ناقص غذا کھانے پر مجبور ہو گئے ہیں اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) نبی کریم ﷺ نے ان کے خلاف دعا کی تھی اور یہ قحط اسی کا نتیجہ تھا۔ قصہ یہ ہے کہ یمامہ کا بادشاہ ثمامہ بن اثال حنفی اسیر ہو کر مدینے آیا تو رسول اللہ ﷺ کے حسنِ سلوک سے متاثر ہو کر مسلمان ہو گیا واپسی پر عمرہ ادا کرنے کی نیت سے مکے آیا تو اہل مکہ نے اسے پکڑ لیا اور کہا کہ اے ثمامہ! تو صابی ہو گیا ہے؟ اس نے کہا میں صابی نہیں ہوا بلکہ دینِ محمد ﷺ اختیار کیا ہے جو سب دینوں سے بہترین دین ہے اس پر کفار نے اسے قتل کر دینے کا ارادہ کیا مگر ان میں سے بعض نے کہا اسے قتل مت کرو۔ ہم اپنی خوراک کیلئے اسکے ملک یمامہ کے غلے کے محتاج ہیں۔ ثمامہ نے کہا خدا کی قسم! اب رسول اللہ ﷺ کی اجازت کے بغیر یمامہ سے غلے کا ایک دانہ بھی تمہارے پاس نہیں آئیگا پھر جب وہ یمامہ پہنچا تو اس نے مکہ کیلئے غلے کی ترسیل یکسر روک لی حتیٰ کہ اہل مکہ بھوکے مرنے لگے اور گندی غذا کھانے پر مجبور ہو گئے اس پر اہل مکہ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں خط لکھا کہ آپ صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں ہم سے قطع رحمی نہ کریں۔ آپ نے آباء کو تیغ کے گھاٹ اتار دیا اور ابناء کو بھوک کی تیغ سے قتل کر رہے ہیں چنانچہ اہل مکہ کی اس درخواست پر آپ نے اہل مکہ کیلئے اناج کی ترسیل کا حکم فرمایا تو ثمامہ نے غلے کی ترسیل بحال کر دی یہ فتح مکہ سے پہلے کا واقعہ ہے۔ (روح المعانی)

۲ فَتَحْنَا میں دو وجوہ ہیں (۱) یہاں تک کہ جب ہم نے ان پر بھوک کا دروازہ کھول دیا جو قتل اور قیدی بنائے جانے سے بھی زیادہ سخت ہے (۲) جب انھیں جھنم کی آگ سے عذاب دیا جائیگا تو اسوقت نا امید ہو جائیں گے۔ ابلاس ہر قسم کی بھلائی سے مایوسی کو کہتے ہیں۔ (تفسیر کبیر) حضرت عکرمہ کہتے ہیں کہ یہ جھنم کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے دروازے پر داروغہ جہنم چار ہزار برس تک انکے چہرے کو جلاتا رہیگا' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ عذاب شدید سے مراد ہے انھیں تلوار سے قتل کرنا اور یہ بھی بدر کے روز ہوا۔ حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ اس سے وہ قحط مراد ہے جس میں یہ لوگ مردار تک کھانے لگ گئے تھے۔ (القرطبی) ۳ آیت کریمہ میں اعضائے جسمانیہ میں سے آنکھ، کان اور دل کا ذکر خصوصیت کے ساتھ اس لئے فرمایا کہ دینی اور دنیوی اکثر منافع انہی سے متعلق ہیں۔ اس آیت میں تین معانی کی طرف اشارہ ہے (۱) اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اظہار آنکھ، کان اور دل سے ضروری ہے (۲) بندوں سے ان نعمتوں پر شکر کا مطالبہ ہے (۳) بندوں میں شکر بجالانے والے بندے بہت کم ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ۔ ترجمہ: ''اور میرے بندوں میں شکر کرنے والے قلیل ہیں'' ان نعمتوں سے شکر مراد ہے کہ اپنے منعم کی بندہ اطاعت کرے اور اسکی بندگی بجالائے پس کانوں کا شکر یہ ہے کہ منہیات کے سننے سے اسے بچایا جائے۔ آنکھوں کا شکر یہ ہے کہ محرمات کی جانب نہ دیکھا جائے اور قلب کا شکر یہ ہے کہ اخلاق ذمیمہ سے اسے پاک رکھا جائے۔ (روح البیان) ۴ یعنی اسی نے تمہیں پیدا کیا اور زمین میں پھیلایا اور اسی کی جانب حساب و کتاب اور جزا و سزا کیلئے جمع کئے جاؤ گے۔ (صفوۃ التفاسیر) ۵ کہا گیا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ کبھی رات کو بڑھاتا ہے دن کو گھٹاتا ہے اور کبھی اسکے برعکس' یہ بھی کہا گیا ہے کہ رات اور دن کا اختلاف نور اور ظلمت میں ہے' یہ قول بھی ہے کہ ان دونوں کا مکرر ہونا اختلاف ہے کہ دن کے بعد رات اور رات کے بعد دن آتا ہے۔ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ: کیا تم اس اختلاف سے اللہ تعالیٰ کی ربوبیت اور اسکی وحدانیت نہیں سمجھ سکتے ہو۔ (القرطبی)

قَالُوْا مِثْلَ مَا قَالَ الْاَوَّلُوْنَ ﴿۸۱﴾ قَالُوْٓا ءَاِذَا مِتْنَا وَ

گفتند مانند آنچہ گفتند پیشینان گفتند آیا چوں بمیریم و

انھوں نے ویسا ہی کہا (جیسا ان کے) اگلوں نے کہا (تھا) ۱ کہا کیا جب ہم مر جائیں اور

كُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ﴿۸۲﴾ لَقَدْ وُعِدْنَا

باشیم خاک و استخوانہا آیا ما بر انگیختانیم ہر آئنہ وعدہ کردیم

مٹی ہو جائیں (ہم) اور (ہماری) ہڈیاں تو کیا ہم پھر لوٹائے جائیں گے ۲ بیشک ہمیں یہ وعدہ دیا گیا

نَحْنُ وَاٰبَآؤُنَا هٰذَا مِنْ قَبْلُ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ

ما وبدران ما ایں پیش ازیں نیست ایں مگر افسانہا

اور ہمارے باپ دادا کو اس سے پہلے نہیں ہے یہ مگر اگلوں کے

الْاَوَّلِيْنَ ﴿۸۳﴾ قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهَآ اِنْ كُنْتُمْ

پیشینان بگو مر کرانند زمین و ہر کہ درانست اگر ہستید شما

افسانے ۳ آپ فرما دیجئے زمین اور جو کچھ اس میں ہے کس کیلئے ہے اگر تم

تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۴﴾ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ۭ قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۸۵﴾

میدانید زود باشد کہ گویند مر خدا یراست بگو آیا پند نمی گیرید

جانتے ہیں ۴ عنقریب کہیں گے اللہ کیلئے ہے، آپ فرما دیجئے کیا تم نصیحت نہیں پکڑتے ہو ۵

قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿۸۶﴾

بگو کیست پروردگار آسمانہا ہفت و پروردگار عرش بزرگ

آپ فرما دیجئے کون ہے ساتوں آسمانوں کا رب اور بڑے عرش کا رب ۶

سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ۭ قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۸۷﴾ قُلْ مَنْۢ بِيَدِهٖ

زود گویند مر خدا یرا بگو آیا نمی پرہیزید بگو کیست بدست او ست

جلد کہیں گے اللہ آپ فرما دیجئے کیا تم ڈرتے نہیں ہو ۷ آپ فرما دیجئے کس کے ہاتھ میں ہے

تفسیر اظہار العرفان

۱ جاننا چاہئے کہ جب اللہ تعالیٰ نے توحید کے دلائل بیان فرمالئے تو اب اسکے بعد معاد کا ذکر فرما رہا ہے۔ کفار دلائل کے باوجود بعث بعد الموت کا انکار کرتے تھے اور یہ انکار فقط اپنے باپ دادا کی تقلید میں کرتے تھے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کی تقلید کا فساد بیان فرمایا۔ (تفسیر کبیر)

۲ کیا جب ہم مٹی میں مل جائیں اور ہماری ہڈیاں تک گل سڑ جائیں تو دوبارہ پیدا کئے جائینگے (صفوۃ التفاسیر)

۳ یعنی مرنے کے بعد جی اٹھنے کا وعدہ تو ہمارے بڑوں سے وہ لوگ کرتے ہی چلے آئے ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔ هٰذَا: یعنی مرنے کے بعد دوبارہ جی اٹھنا۔ اسکا وعدہ تمام مدعیان نبوت کرتے چلے آئے ہیں۔ مِنْ قَبْلُ: اب سے پہلے لیکن اتنی طویل مدت گذرنے کے بعد بھی اب تک وہ وعدہ پورا نہیں ہوا۔ اِلَّا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ: مگر اگلے لوگوں کی جھوٹی بنائی ہوئی باتیں ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ یہ بات اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ نہیں ہے بلکہ اگلے لوگوں کی بے بنیاد جھوٹ لکھی ہوئی باتیں چلی آئی ہیں۔ مبرد کہتے ہیں کہ اسکا استعمال تفریح اور دل بہلانے کیلئے لکھی ہوئی جھوٹی تحریروں کیلئے ہوتا ہے۔ (مظہری)

۴ وجہ استدلال یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ زمین اور جو کچھ اس میں ہے اسکے احیاء پر قادر ہے اور اسی نے ان تمام چیزوں کو پیدا کیا لہذا وہ اسے لوٹانے اور فنا کرنے پر بھی قادر ہے۔ (تفسیر کبیر) اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ: اگر تم اہل علم میں سے ہو یا اگر تم جانتے ہو تو جواب دو۔ مخاطب کی اہانت اور تحقیر اس سوال سے مقصود ہے کہ ایسی بات جس کو بچے اور دیوانے بھی جانتے ہیں تم نہیں جانتے ہو تمہارا حال اور قول تمہاری جہالت کا شاہد ہے یہ ایسی حقیقت ہے جس کا انکار ممکن نہیں۔ تمام لوگ اس کے قائل ہیں عقل صریح اور نقل صحیح اسکی گواہ ہے۔ (مظہری) قرطبی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اپنی ربوبیت اور وحدانیت کی خبر دی ہے اور اپنی ایسی بادشاہت کی جو کبھی زائل نہ ہوگی اور ایسی قدرت کی جو کبھی ختم نہ ہوگی۔ آیت اور اسکے اول و آخر آیات کفار سے جدال اور ان سے حجت قائم کرنے کے جواز پر دلالت کرتی ہیں اور اس پر تنبیہ کرتی ہیں کہ جس نے خلق اور ایجاد کی ہے وہی مستحق الوہیت اور مستحق عبادت ہے۔ (صفوۃ التفاسیر) ۵ اس کے جواب میں لامحالہ انھیں کہنا ہی پڑیگا کہ ان تمام چیزوں کا خالق اور موجد اللہ ہے۔ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ: پس کیوں تم سب عبرت حاصل نہیں کرتے ہو اور یہ کیوں نہیں سمجھ لیتے کہ جو ابتدا پر قادر ہے وہ اعادہ پر بھی قادر ہے۔ (صفوۃ التفاسیر) ۶ یعنی جب تم اقرار کرتے ہو آسمانوں اور عرش عظیم کا خالق اللہ ہی ہے اور کوئی نہیں تو پھر تم اسکے عذاب سے کیوں نہیں ڈرتے؟ کیوں دوسروں کو اس کا ساجھی قرار دیتے ہو اور وہ چیزیں جو اسکے دائرہ قدرت میں داخل ہیں کیوں ان کو قدرت سے خالی سمجھتے ہو۔ (مظہری) سوال میں ادنیٰ سے اعلیٰ پھر اعلیٰ سے اکبر کی جانب ترقی ہے [اس لئے کہ پہلے سوال میں تھا کہ زمین کا مالک کون ہے، دوسرے سوال میں تھا کہ آسمان کا مالک کون ہے اور تیسرے سوال میں تھا کہ عرش عظیم کا مالک کون ہے] اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آسمانوں میں جو بھی ہے وہ زمین میں جو بھی ہے اس سے افضل ہو اور اس [ادنیٰ، اعلیٰ اور اکبر] کہنے سے یہ بھی لازم نہیں آتا ہے کہ ملائکہ جنس بشر سے افضل ہیں۔ (روح البیان) ۷ مطلب یہ ہے کہ آسمانوں اور عرش عظیم کا مالک کون ہے، ظاہر ہے کہ تم اس کا جواب یہ دو گے کہ اللہ، لہذا تم اس اللہ کے عذاب سے ڈرتے کیوں نہیں ہو۔ (روح البیان)

مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ

پادشاہی همه چیز و او حکم کند و امین نتواند کرد بر و اگر

ہر چیز کی بادشاہی اور وہ (پناہ کا) پروانہ عطا کرتا ہے اور (اسکے مقابلہ میں) کسی کو پناہ نہیں دی جاسکتی ہے اگر

كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۸﴾ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ ﴿۸۹﴾

ہستید شما میدانید زود گویند مر خدا راست بگو چگونه فریفته میشوید

تم جانتے ہو ۱ جلد کہیں گے اللہ کیلئے ہے آپ فرما دیجئے کیسے فریفتہ ہوتے ہو ۲

بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِالْحَقِّ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۹۰﴾ مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ

بلکه دادیم ایشانرا براستی و ہر آئنه ایشاں تکذیب کنندگانند نگرفت خدای ہیچ

بلکہ ہم نے انھیں حق کے ساتھ دیا اور بیشک وہ سب جھٹلانے والے ہیں ۳ اللہ نے (اپنے لئے) کوئی

وَّلَدٍ وَّمَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍۭ

فرزندے و نبود باو ہیچ خدای اگر بودی ربودے ہیچ خدای

فرزند نہیں بنایا اور نہیں ہے کوئی اس کے ساتھ (دوسرا) خدا اگر ہوتا تو ہر خدا لئے لئے پھرتا (اسے)

بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ

آنچه آفریده بودے و البته غلبه کردی بعضے ایشاں بر بعضے پاکست خدای

جو اس نے پیدا کیا ہو اور ضرور ایک دوسرے پر غلبہ حاصل کرتا پاک ہے اللہ

عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۹۱﴾ عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَتَعٰلٰى عَمَّا

از آنچه صفت میکنند داننده پوشیده و آشکارا پس بر تر است از آنچه

اس سے جو صفت وہ بیان کرتے ہیں ۴ غیب اور ظاہر کا جاننے والا تو بلند ہے اس سے جو وہ شرک کرتے ہیں ۵ آپ

يُشْرِكُوْنَ ﴿۹۲﴾ قُلْ رَّبِّ اِمَّا تُرِيَنِّيْ مَا يُوْعَدُوْنَ ﴿۹۳﴾ رَبِّ

انباز گیرند بگو اے پروردگار من اگر بنمائی مرا آنچه وعده کردند پروردگار

فرما دیجئے اے میرے رب! اگر تو دِکھائے مجھے جو وعدہ انہیں دیا جاتا ہے ۶ (اے میرے) رب

تفسیر اظہار العرفان

۱ جاننا چاہئے کہ یـد یعنی ہاتھ تین چیزوں کا مرکب ہے گوشت' ہڈی اور پٹھا اور یہ تینوں جسم مخصوص کیلئے صفت مخصوص کیساتھ ثابت ہیں۔ اللہ تعالیٰ جسم اور اسکے متعلقات سے پاک ہے اس لئے یہاں ''ید'' کی تاویل واجب ہے۔ مفسرین کرام نے یہاں ید بمعنی قدرت لیا ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد پاک ہے کہ اِنَّ اللّٰـهَ خَمَرَ طِيْنَةَ اٰدَمَ بِيَدِهٖ: ترجمہ: ''بیشک اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی قدرت خاص سے ملایا'' اسی طرح انگلیوں کے بارے میں آپ کا ارشاد ہے۔ اِنَّ قَلْبَ الْمُوْمِنِ بَيْنَ اِصْبَعَيْنِ مِنْ اَصَابِعِ الرَّحْمٰنِ: ''بیشک مؤمن کا دل رحمٰن کے انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ہے'' قرآن کریم میں ایک مقام پر ارشاد ہوا لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ ''جسے میں نے اپنی قدرت خاص سے بنایا'' یہ سب قدرت کے معنی میں ہیں [اسی طرح قُلْ مَنْ بِيَدِهٖ میں یدِ قدرت کے معنی میں ہے] (روح البیان) حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر شے کے خزانے کا مالک ہے' وَهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ: یعنی وہ روکتا ہے اسے کوئی نہیں روک سکتا ہے' کہا گیا ہے کہ يُجِيْرُ کا مطلب ہے کہ وہ جسے چاہتا ہے امن دیتا ہے اور وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ کا مطلب یہ ہے کہ جسے اللہ ڈرائے اسے کوئی امن نہیں دے سکتا ہے' پھر یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ آخرت سے متعلق ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ مستحق ثواب کو جب اللہ تعالیٰ اسکا بدلہ دیگا تو کوئی روکنے والا نہیں ہے اور جب عذاب کے مستحق کو عذاب دیگا تو اسے ہٹانے والا کوئی نہیں ہے۔ (القرطبی)

۲ یعنی تم جب اللہ کی شان مانتے ہو تو کیسے دھوکا دیتے ہو اور اللہ تعالیٰ کی طاعت اور اسکی وحدانیت سے کیسے منھ پھیرتے ہو۔ یا اسکا مطلب یہ ہے کہ تم لوگ اللہ کے ساتھ کیا خیال کرتے ہو اور پھر شرک کرتے ہو۔ (القرطبی) ۳ یعنی ہم تمہارے پاس توحید' بعث بعد الموت اور جزا سے متعلق سچی خبر لے کر آئے ہیں اور تم لوگ کیسی کیسی جھوٹی خبریں پھیلاتے ہو۔ (صفوۃ التفاسیر) ۴ اسکی کوئی اولاد نہیں [کیونکہ اولاد اپنے باپ کی ہم جنس ہوتی ہے اور] اللہ تعالیٰ کی مثل اور ہم جنس کوئی نہیں ہے وہ ہر مماثلت اور مجانست سے پاک ہے اور نہ کوئی خدا ہے جو الوہیت میں اللہ تعالیٰ کا شریک ہو' اگر ہوتا تو اپنی مخلوق کو لیکر جدا ہو جاتا اور دوسرے کو اپنی مخلوق پر تصرف کرنے سے روک دیتا اور ہر ایک کی ملکیت دوسرے کی ملکیت سے علیحدہ ہو جاتی ہے اور ان کے درمیان باہم لڑائی ہوتی اور لڑائی میں ایک دوسرے پر غالب آجاتا جیسے دنیا کے بادشاہوں کا طریقہ ہے متعدد الٰہ ہونے کی صورت میں باہمی جنگ و جدال ناممکن نہیں اور جنگ میں ایک دوسرے پر غلبہ ہونا ہی تھا نتیجہ میں ایک مغلوب ہوگا اور دوسرا غالب' مغلوب خدا نہیں ہوسکتا ہے کیونکہ مغلوبیت کمزوری اور حدوث کی علامت ہے اور اگر کوئی کسی پر غالب نہ آسکتا تو دونوں غالب ہونے سے عاجز ہوتے اور عجز علامت حدوث ہوتی ہے جو الوہیت کے منافی ہے۔ (مظہری) ۵ اس آیت میں نفی شرک کی دوسری دلیل بیان ہو رہی ہے واضح رہے کہ اگر کسی مومن کی کوئی خاص صفت بیان کی جائے تو وہ صفت ہی کسی حکم کی علت ہوتی ہے جیسے کوئی کہے کہ اپنے پرانے دوست زید کے ساتھ بھلائی کر' بھلائی کرنے کے حکم کی علت زید کی پرانی دوستی ہے پس اللہ تعالیٰ کا شریک نہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ وہی پوشیدہ اور ظاہر کا عالم ہے یعنی عالم کل ہے اس کے سوا کوئی ہمہ گیر علم نہیں رکھتا یہ بات مشرک بھی مانتے ہیں کہ علمی ہمہ گیری میں اللہ منفرد ہے۔ (مظہری) ۶ یعنی بیخ و بن سے اکھاڑ دینے والا غارت کن عذاب ہم ان پر نازل نہیں کرتے کیونکہ آپ ان میں موجود ہیں اور ہم جانتے ہیں کہ ان میں سے کچھ لوگ ایمان لے آئیں گے۔ (مظہری)

فَلَا تَجْعَلْنِیْ فِی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۹۴﴾ وَاِنَّا عَلٰٓی اَنْ

مکن مرا در گروه ستمگاران و هر آئنه ما بر آنکه

نہ کر مجھے ظلم کرنے والے گروہ میں ۱ اور بیشک ہم اس پر قادر ہیں کہ

نُّرِیَكَ مَا نَعِدُهُمْ لَقٰدِرُوْنَ ﴿۹۵﴾ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ

بنمائیم ترا آنچه وعده میکنیم ایشانرا هر آئنه قادریم دفع کن بخصلتے که آں

جو وعدہ ہم کر رہے ہیں وہ تمہیں دکھائیں ۲ اچھی عادت سے ہٹاؤ جو

اَحْسَنُ السَّیِّئَةَ ؕ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا یَصِفُوْنَ ﴿۹۶﴾ وَقُلْ رَّبِّ

شرک کناد ما دانا تریم بآنچه صفت میکنند و بگو اے پروردگار من

شرک وہ سب کرتے ہیں، ہم خوب جانتے ہیں جو صفت وہ بیان کرتے ہیں ۳ اور آپ کہہ دیجئے اے میرے رب!

اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّیٰطِیْنِ ﴿۹۷﴾ وَاَعُوْذُ بِكَ

پناه گیرم بتو از وسوسهائے دیوان و پناه گیرم بتو

میں پناہ پکڑتا ہوں تیری شیاطین کے وسوسوں سے ۴ اور تیری پناہ پکڑتا ہوں

رَبِّ اَنْ یَّحْضُرُوْنِ ﴿۹۸﴾ حَتّٰٓی اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ

اے پروردگار من آنکه حاضر آیند تا چوں آیند یکے از ایشاں مرگ

اے میرے رب! یہ کہ وہ میرے پاس آئیں ۵ یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی ایک کے پاس موت آئے

قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ ﴿۹۹﴾ لَعَلِّیْٓ اَعْمَلُ صَالِحًا فِیْمَا تَرَكْتُ

گویند اے پروردگار من باز گردان مرا شاید که من بکنم نیکی در آنچه دست باز داشتم

تو کہتا ہے اے میرے رب مجھے واپس بھیج دے ۶ شاید کہ میں اس میں نیکی کرو جو میں چھوڑ آیا ہوں

كَلَّا ؕ اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَا ؕ وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰی

حقا که باز نگردد که آں سخنی است او گوینده است و از پس ایشاں حجابی تا

سچ ہے کہ واپس نہ ہونگے یہ ایک بات ہے جسے وہ کہنے والا ہے اور انکے بعد ایک حجاب ہے اس دن تک

تفسیر اظہار العرفان

۱ دوبارہ "رَبِّ" کہنا دعا اور تضرع میں مبالغہ مقصود ہے۔ ابوحیان کہتے ہیں کہ یہ معلوم ہے کہ نبی ﷺ معصوم ہیں ان چیزوں سے جن کے سبب بندہ ظالموں میں شمار ہو لیکن اسکے باوجود دعا کا جو انداز بتایا گیا اس میں عبودیت کا اظہار ہے اور اللہ تعالیٰ کیلئے تواضع۔ (صفوة التفاسیر)

۲ اس میں دو اقوال ہیں (۱) وہ لوگ عذاب کے وعدے کا انکار کرتے تھے اور اس پر ہنستے تھے تو گویا کہ ان سے کہا جا رہا ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کو پورا کرنے پر قادر ہے اور دنیا میں نبی کریم ﷺ کے سبب ان سے عذاب مؤخر ہوا۔ اسی بناء پر بعض نے کہا کہ یہ اہل بغاوت سے متعلق ہے، بعض نے کہا کہ یہ ان لوگوں سے متعلق ہے جن سے مسلمانوں نے رسول اللہ ﷺ کے بعد قتال کیا (۲) اس سے مراد آخرت کا عذاب ہے (تفسیر کبیر)

۳ سب سے اچھی خصلت سے مراد ہے درگذر کرنا، رخ پھر لینا، صبر کرنا اور بھلائی کرنا یعنی انکی برائی کے مقابلے میں اپنی طرف سے ان کیساتھ بھلائی کرو۔ اس تفسیر پر آیت میں کافروں کی ایذا رسانی پر صبر کا اور جنگ سے باز رہنے کا حکم دیا گیا ہے اور آیت جہاد سے اس آیت کا حکم منسوخ قرار دیا جائیگا، بعض کے نزدیک حسنہ سے کلمۂ توحید اور سیئہ سے کلمۂ شرک مراد ہے، بعض کے نزدیک سیئہ برا کام ہے اور حسنہ سے اچھے کام مراد ہیں۔ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا یَصِفُوْنَ: یعنی آپکے متعلق کافر جو کچھ کہتے ہیں اللہ اس سے خوب واقف ہے، یا یہ مطلب ہے کہ آپکے حالات کے خلاف جو بیان کرتے ہیں ہم اس سے بخوبی واقف ہیں اور سزا دینے پر قدرت بھی رکھتے ہیں اس لئے آپ خود انتقام کے درپے نہ ہوں اور سارے معاملے کو ہمارے سپرد کر دیں۔ یہ جملہ گویا دفعِ سیئہ بالحسنہ کی علت ہے آپ بھلائی کریں اور برائی کے مقابلہ میں بھلائی سے کام لیں اس لئے کہ ہم آپ کا انتقام لے لیں گے ہم ان کے بیان کو خوب جانتے ہیں اور سزا دینے کی قدرت بھی رکھتے ہیں۔ (مظہری) ۴ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اپنے نبی ﷺ اور مؤمنین کو حکم دیا کہ شیطان کے وسوسہ سے بچنے کیلئے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرو۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو رات کے وقت بے خوابی کی شکایت تھی اس کا ذکر نبی ﷺ کے پاس کیا گیا تو آپ نے تعوذ کا حکم دیا یعنی اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ غَضَبِ اللّٰهِ وَعِقَابِهٖ وَمِنْ شَرِّ عِبَادِهٖ وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّیَاطِیْنِ وَاَنْ یَّحْضُرُوْنَ۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ نے ارشاد فرمایا: بیشک شیطان تم میں سے ہر ایک کے کام میں شریک ہوتا ہے یہاں تک کہ جب تم کھانا کھاتے ہو تو اسوقت بھی حاضر ہوتا ہے پس تم میں سے کسی ایک کا لقمہ گر جائے تو چاہئے کہ جہاں تک ممکن ہو اسے اٹھا لے اور کھا لے اسے شیطان کیلئے نہ چھوڑے اور جب کھانے سے فارغ ہو تو چاہئے کہ اپنی انگلیوں کو چاٹ لے اس لئے کہ اسے نہیں معلوم کہ کھانے میں کس جگہ برکت ہے۔ (القرطبی) ۵ اور میں تجھے مضبوطی سے تھام لوں تا کہ مجھے کسی معاملہ میں کوئی برائی نہ پہنچے۔ (صفوة لتفاسیر) ۶ یعنی جب اس کو دونوں ٹھکانے دکھا دیئے جاتے ہیں کہ اگر تو ایمان لاتا تو جنت کا ٹھکانا تجھے مل جاتا اور ایمان نہیں لایا تو تیرے لئے دوزخ کے اندر کا یہ ٹھکانا ہے اور اس سے کہہ دیا جاتا ہے کہ جنت کے ٹھکانے کی جگہ اللہ تعالیٰ نے دوزخ کے اندر یہ ٹھکانا مقرر کر دیا ہے تو اس وقت وہ کہتا ہے کہ اے میرے رب! مجھے دنیا میں واپس کر دے۔ اِرْجِعُوْنِ میں خطاب رب کو ہی ہے لیکن تعظیماً جمع کا صیغہ لایا گیا، بعض نے کہا کہ تکرار فعل مقصود ہے اس لئے جمع کا صیغہ ذکر کیا۔ اصل کلام یوں تھا اِرْجِعْنِیْ اِرْجِعْنِیْ۔ بعض کا قول ہے کہ رب اور روح قبض کرنے والے ملائکہ کو خطاب ہے اول رب کو مخاطب بنایا کیونکہ فریاد اصل میں اسی سے کی پھر ملائکہ سے درخواست کی کہ وہ دنیا میں لوٹا دیں۔ (مظہری)

يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿١٠٠﴾ فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَلَآ اَنْسَابَ

روزیکه بر انگیخته شوند پس چوں دمیده شود در صور پس فخر نکنند

جس دن اٹھائے جائیں گے ا پس جب صور میں پھونکا جائیگا تو اس روز (نسب میں) اپنے درمیان

بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَّلَا يَتَسَآءَلُوْنَ ﴿١٠١﴾ فَمَنْ ثَقُلَتْ

میان ایشاں آنروز و نمی پرسند پس ہر کرا گراں شد

فخر نہ کرینگے اور نہ ایک دوسرے کو پوچھیں گے ٢ پس جس کیلئے (نیکیوں کے)

مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿١٠٢﴾ وَمَنْ خَفَّتْ

ترازوے او پس آنگروہ ایشانند رستگاران و ہر کرا سبک کرد شود

پلے بھاری ہونگے تو یہی گروہ ہے جو فلاح پانے والے ہیں ٣ اور جس کیلئے (نیکیوں کے)

مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فِيْ

ترازوے او پس آنگروہ آنانند زیاں کردند بر خویش در

پلے ہلکے ہونگے تو یہی گروہ ہے جنہوں نے اپنے اوپر نقصان کیا

جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ﴿١٠٣﴾ تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيْهَا

دوزخ ہمیشہ باشند میسوزند رویہاے ایشاں آتش و ایشاں دراں

دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے ٤ ان کے چہروں کو آگ جلائیگی اور وہ سب اس میں

كٰلِحُوْنَ ﴿١٠٤﴾ اَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ﴿١٠٥﴾

روے ترش ہستند آیا نبود آیاتِ من خواندہ شود بر شما پس بودید بداں تکذیب کردند

ترش چہرے والے ہونگے ٥ کیا تم پر میری آیات نہ پڑھی جاتی تھیں اور تم اسکی تکذیب کرتے تھے ٦

قَالُوْا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَآلِّيْنَ ﴿١٠٦﴾

گویند پروردگار ما غلبہ کرد بر ما بد بختی ما و بودیم ما گروہی گمراہان

کہیں گے اے ہمارے رب! ہم پر ہماری بد بختی غالب ہوئی اور ہم گمراہ قوم میں سے تھے ٧

١ یعنی وہ ایمان جس کو میں نے ترک کر دیا تھا اس میں داخل ہو کر نیک کام کروں، یا یہ مطلب ہے کہ جو مال میں دنیا میں چھوڑ آیا ہوں پھر اس سے جا کر نیک کام کروں۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب مؤمن کے پاس [موت کے] فرشتے آتے ہیں تو وہ کہتے ہیں کیا تجھے دنیا کی طرف لوٹا دیں، مؤمن کہتا ہے کیا افکار آلام کے گھر کی طرف [تم مجھے لوٹانا چاہتے ہو میں ایسا نہیں چاہتا] بلکہ میں تو اللہ کے پاس جانا چاہتا ہوں اور کافر [کے سامنے جب ملائکہ آتے ہیں تو وہ] کہتا ہے رَبِّ ارْجِعُوْنِ. حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو اللہ سے ملنا پسند کرتا ہے اللہ بھی اس سے ملنا پسند کرتا ہے اور جو اللہ سے ملنا برا سمجھتا ہے اللہ بھی اس سے ملنے سے نفرت کرتا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا یا کسی زوجہ نے عرض کی! یا رسول اللہ ﷺ ہم تو موت کو پسند کرتے ہیں۔ فرمایا: یہ مطلب نہیں ہے بلکہ بات یوں ہے کہ مؤمن کے سامنے جب موت آتی ہے تو اس کو اللہ کی خوشنودی اور عزت بخشی کی بشارت دی جاتی ہے اسوقت کوئی چیز بھی آگے آنے والی چیز سے زیادہ محبوب نہیں ہوتی اس لئے وہ اللہ سے ملنے کو پسند کرتا ہے اور اللہ اس سے ملنا پسند فرماتا ہے لیکن جب کافر کے مرنے کا وقت آتا ہے تو اس کو اللہ کے عذاب اور سزا کی اطلاع دی جاتی ہے اسوقت پیش آنے والی چیز سے زیادہ بری کوئی چیز اسکی نظر میں نہیں ہوتی اس لئے وہ اللہ کے ملنے کو ناگوار سمجھتا ہے اور اللہ بھی اس سے ملنے سے نفرت کرتا ہے۔ (مظہری)

٢ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جس طرح دنیا میں انساب پر فخر کرتے ہیں اس طرح آخرت میں فخر نہیں کرینگے، جس طرح دنیا میں ایک دوسرے سے انساب کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ تم کس قبیلے سے تعلق رکھتے ہو اور کس خاندان سے تعلق رکھتے ہو قیامت میں نہیں پوچھیں گے کیونکہ قیامت کی ہولناکیوں کی وجہ سے ایک دوسرے کو پہچان بھی نہ سکیں گے۔ آپ فرماتے ہیں کہ یہ سارے معاملات نفخۂ اولیٰ میں ہونگے پھر لوگ نفخۂ ثانیہ میں کھڑے ہو کر ایک دوسرے کو دیکھیں گے اور ایک دوسرے سے سوال بھی کرینگے۔ ایک شخص نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ معاملہ نفخۂ اولیٰ میں ہوگا اس لئے کہ زمین پر کوئی بھی زندہ نہیں بچے گا اس لئے انساب ہونگے نہ سوال۔ پھر جب لوگ جنت میں داخل ہونگے تو ایک دوسرے سے سوال کرینگے۔ (القرطبی) ٣ موازین کے بارے میں تین اقوال ہیں (١) یہ عدل سے استعارہ ہے (٢) موازین سے مراد اعمالِ حسنہ ہیں جو ان چیزوں کو لیکر آئے جس کی قدر ہو وہ کامیاب ہوگا اور جو ان چیزوں کو لیکر آئیگا جسکی کوئی قدر نہ ہو وہ نقصان میں ہوگا۔ (٣) ترازوں کو کہتے ہیں جس میں نیکیوں کو احسن صورت میں تولا جائیگا اور گناہوں کو اقبح صورت میں تولا جائیگا (تفسیر کبیر) ٤ یہاں سے اشقیاء کے چار اوصاف بیان کئے جا رہے ہیں [دو امور اس آیت میں بیان کئے گئے ہیں اور دو امور اس کے بعد والی آیت میں بیان کئے گئے ہیں] (١) خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ: ان لوگوں نے نعمتوں کے انتفاع سے اپنے آپکو خود روکا اس لئے وہ سب عذاب میں ہونگے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ کافروں کے منازل جو جنت میں ہونگے ان کے مالک مؤمنین ہونگے [اس اعتبار سے وہ لوگ نقصان اٹھانے والے ہوئے] (٢) جہنم میں وہ لوگ دائمی طور پر رہیں گے (تفسیر کبیر) ٥ (٣) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جہنم کی آگ انکے گوشت اور انکی جلد کھا جائیگی (٤) انکے سر ایسے ہو جائینگے جیسے آپ بھنے ہوئے سر کو دیکھتے ہیں۔ (تفسیر کبیر) ٦ یعنی جب میری آیات پڑھی جاتی تھیں تو تم لوگ اسے جھٹلاتے تھے (صفوۃ التفاسیر) ٧ جواباً کہیں گے کہ ہماری شقاوت ہم پر غالب آگئی تھی۔ (صفوۃ التفاسیر)

رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۰۷﴾ قَالَ اخْسَـُٔوْا

اے پروردگار ما بیروں آر مارا ازاں پس اگر باز کردیم پس ہر آئنہ ما ستمگارانیم گفت دور باشید

اے ہمارے رب! تو ہمیں نکال اس سے پس اگر ہم پھر لوٹیں تو بیشک ہم ظلم کرنے والے ہیں ۱؎ فرمایا: دور ہو جاؤ

فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ ﴿۱۰۸﴾ اِنَّهٗ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْ عِبَادِيْ

دراں دوزخ و سخن نگویند ہر آئنہ بود گروہی از بندگان من

اس دوزخ میں اور مجھ سے بات نہ کرو ۲؎ بیشک میرے بندوں میں سے ایک گروہ

يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ

میگویند پروردگار ما گرویدیم ما پس بیامرز ما را و رحمت کن ما و تو بہترین

کہتا تھا (اے) ہمارے رب! ہم ایمان لائے پس تو ہمیں معاف فرما اور ہم پر رحم فرما اور تو بہترین

الرّٰحِمِيْنَ ﴿۱۰۹﴾ فَاتَّخَذْتُمُوْهُمْ سِخْرِيًّا حَتّٰٓى اَنْسَوْكُمْ ذِكْرِيْ

بخشایندگانے پس بگرفتید ایشاں بسخریہ تا فراموش گردانید شما را یاد کردن من

رحم فرمانے والا ہے ۳؎ تو تم نے ان کا مذاق بنایا یہاں تک کہ تم نے میری یاد بھلا ڈالی

وَكُنْتُمْ مِّنْهُمْ تَضْحَكُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ اِنِّيْ جَزَيْتُهُمُ الْيَوْمَ بِمَا صَبَرُوْٓا

و بودید شما از ایشاں میخندید ہر آئنہ من جزا دہم ایشانرا امروز بآنچہ صبر کردند

اور تم ان پر ہنستے تھے ۴؎ بیشک میں انھیں آج کے روز اس پر بدلہ دونگا جو انھوں نے صبر کیا

اَنَّهُمْ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ قٰلَ كَمْ لَبِثْتُمْ فِي الْاَرْضِ عَدَدَ

آنکہ ایشانند رستگاران گفتہ شود چند ماندید در زمین شمار

کہ یہی لوگ کامیاب ہیں ۵؎ فرمایا جائیگا: کتنے (عرصہ) زمین پر تم رہے برسوں کی

سِنِيْنَ ﴿۱۱۲﴾ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَسْـَٔلِ

سالہا گویند ماندیم روزے یا بعضے از روز پس پرس

گنتی سے ۶؎ کہیں گے ہم رہے ایک دن یا ایک دن کا بعض پس تو پوچھ لے

۱؎ یعنی اگر ہم لوٹنے کے بعد کفر اور معاصی کی جانب جائیں تو ہم ظلم اور تعدی میں حد سے بڑھنے والے ہونگے (صفوۃ التفاسیر)

۲؎ حضرت حسن کہتے ہیں کہ دوزخیوں سے یہ آخری کلام ہو گا اس کے بعد وہ کلام نہ کر سکیں گے سوائے دم گھٹنے اور آہیں بھرنے کے اور کوئی بات نہ کر سکیں گے کتوں کی طرح بھونکیں گے نہ خود بات سمجھیں گے نہ اپنی بات سمجھا سکیں گے۔ قرطبی نے کہا کہ جب اِخْسَـُٔوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ ان سے کہہ دیا جائیگا تو انکی ساری امیدیں کٹ جائینگی اور ایک دوسرے کی طرف رخ کر کے بھونکیں گے اسوقت دوزخ اوپر سے بند کر دی جائیگی۔ حضرت عبداللہ بن عمرو فرماتے ہیں دوزخی مالک کو پکاریں گے اور کہیں گے مالک اب تو تیرے رب کو چاہئے کہ ہمارا کام تمام کر دے' مالک چالیس برس تک انکو کوئی جواب نہ دیگا چالیس سال کے بعد جواب دیگا تو کہے گا اِنَّكُمْ مَّاكِثُوْنَ "تم کو یہیں ہمیشہ رہنا ہے" یہ جواب ملنے کے بعد وہ اپنے رب کو پکاریں گے اور کہیں گے رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ. اللہ تعالیٰ ان کو دنیا کی مدت سے دوگنی مدت تک کوئی جواب نہ دیگا یوں ہی پڑا رہنے دیگا اس موت کے بعد جواب دیگا تو فرمائیگا اِخْسَـُٔوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ۔ اس وقت وہ بالکل مایوس ہو جائینگے اور کوئی بات نہیں کر سکیں گے اور سوائے دم گھٹنے اور گڑگڑانے کے ایک کلمہ بھی ان کے منہ سے نہیں نکلے گا۔ محمد بن کعب کہتے ہیں کہ دوزخی پانچ مرتبہ پکاریں گے چار دعاؤں کے بعد تو اللہ تعالیٰ انکو جواب دیگا اور پانچویں کے بعد پھر کبھی بات نہ کر سکیں گے۔ (مظہری) حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ جہنم میں کفار کی آواز گدھے کی آواز کی طرح ہوگی' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ کتے کے بھونکنے کی طرح آواز ہو گی۔ (القرطبی) ۳؎ حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ وہ گروہ [جو اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے تھے] حضرت بلال' حضرت خباب' حضرت صہیب اور کمزور مسلمانوں میں سے فلاں فلاں تھے اور استہزاء کرنے والے ابوجہل اور اس کے ساتھی تھے۔ (القرطبی) ۴؎ یعنی تم نے ان کا مذاق اڑایا یہاں تک کہ تم اپنے مشاغل کو بھی بھول گئے اور میری طاعت اور عبادت پر ان کا مذاق اڑایا۔ (صفوۃ التفاسیر) ۵؎ انھوں نے اذیت پر صبر کیا اس کا بدلہ میں ان کو ضرور دونگا (روح البیان) ۶؎ کہا گیا ہے کہ اس سے مراد ہے کہ قبور میں تم لوگ کتنے عرصے رہے' یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ سوال ان سے دنیا کی زندگی کی مدت کے بارے میں ہے اور یہ سوال مشرکین سے قیامت میں یا جہنم میں پوچھا جائیگا۔ (القرطبی) بعض اہل کبار کہتے ہیں کہ تم نے اپنی زندگی میں سے جو حصہ فوت کر دیا ہے اس حصے کا کوئی عوض نہیں ہے اور تیرے لئے غفلت اور سستی جائز نہیں ہے اور زندگی کے جو حصے باقی ہیں انکی کوئی قیمت نہیں ہے اس لئے تجھے چاہئے کہ تو اپنے اوقات میں ذکر و فکر اور شکر و عبادت میں مشغول رہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انسانوں کی زندگی کا جو حصہ باقی ہے اس کیلئے کوئی ثمن نہیں ہے اور جس حصے کو فوت کیا اسے زندہ کرنے کیلئے کوئی چیز نہیں ہے۔ جاننا چاہئے کہ عمر کے اعتبار سے بندوں کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ بندہ جس کی عمر لمبی ہو لیکن اس نے اپنی اس لمبی زندگی میں آخرت کیلئے بہت کم کمایا ہو جیسے بنی اسرائیل میں بہت سے لوگ ایسے ہیں جنہیں لمبی زندگی میسر آئی لیکن اس لمبی زندگی میں انھوں نے کچھ خاص نہیں کمایا۔ اور کچھ لوگ وہ ہوتے ہیں جن کی عمریں چھوٹی ہوتی ہیں لیکن اس کم عمر میں وہ لوگ بہت کچھ کما جاتے ہیں جیسے امت محمدیہ علی صاحبھا الصلوۃ والسلام۔ حدیث شریف میں ہے کہ کوئی بھی لمحہ جو بندہ کے پاس آتا ہو اور وہ اس لمحہ میں ذکر و اذکار نہ کرتا ہو قیامت کے روز اسے اس لمحہ پر حسرت کے سوا کچھ نہ ہوگا۔ (روح البیان)

الْعَآدِّيْنَ ﴿۱۱۳﴾ قٰلَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا لَّوْ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ

شمار گیرانرا گوید درنگ نکردید مگر اندکے اگر شما ہستید

شمار کرنے والوں سے ۱؎ فرمایا جائیگا تم نہ ٹھہرے مگر تھوڑا اگر تم

تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۱۴﴾ اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ

میدانید آیا می پنداريد شما كه بيافريديم شما را از بہر بازی و آنکه شما

جانتے ہو ۲؎ کیا تم نے گمان کیا کہ ہم نے تمہیں کھیل کود کیلئے پیدا کیا اور یہ کہ تم

اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۱۵﴾ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ لَآ اِلٰهَ

بسوے ما ست باز نمیگردند پس بر تر است خدای پادشاہی راست نیست خدای

ہماری جانب لوٹائے نہ جاؤ گے ۳؎ پس بر تر ہے اللہ سچا بادشاہ نہیں ہے کوئی خدا

اِلَّا هُوَ ۚ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ ﴿۱۱۶﴾ وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ

مگر او پروردگار عرش بزرگ و ہر کہ میخواند با خدای

مگر وہ عزت والے عرش کا رب ۴؎ اور جو بلاتا ہو اللہ کے ساتھ دوسرے خداؤں کو نہیں ہے کوئی حجت اس کیلئے اس

اِلٰهًا اٰخَرَ ۙ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ ۙ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۭ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ

خدایان دیگر نباشند حجتی او را بداں پس جزایں نیست شما را و نزد

کے پاس؛ پس اسکے سوا کچھ نہیں ہے کہ اسکا حساب اسکے رب کے پاس ہے کہ وہ نجات نہ دیگا

الْكٰفِرُوْنَ ﴿۱۱۷﴾ وَقُلْ رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۱۱۸﴾

پروردگار او کہ او نرہاند کافرانرا و بگو اے پروردگار من بیامرز مرا و رحمت کن و تو بہترین بخشایندگانے

کافروں کو ۵؎ اور آپ کہہ دیجئے اے میرے رب! تو بخش دے مجھے اور رحم فرما اور تو بہترین رحم فرمانے والا ہے ۶؎

سُوْرَةُ النُّوْرِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ اَرْبَعٌ وَّسِتُّوْنَ اٰيَةً وَّتِسْعُ رُكُوْعَاتٍ

سورہ نور مدنی ہے اور اس میں ۶۴ آیات اور ۹ رکوع ہیں ۷؎

تفسیر اظہار العرفان

۱؎ کافروں نے پچھلی مدت کو بہت کم قرار دیا اسکی مختلف وجوہ ہوسکتی ہیں (۱) دکھ اور تکلیف کے وقت کو انسان طویل سمجھتا ہے اور اس سے پہلے گذرے ہوئے زمانے کو چھوٹا جانتا ہے (۲) پچھلی مدت تو گذر چکی تھی اور جو مدت گذر جائے وہ حقیر ہی معلوم ہوتی ہے (۳) آخرت کی زندگی لا محدود ہے اس کے مقابلے میں یہ دنیا کی زندگی اور قبر میں رہنے کی مدت بہت کم ہے (۴) پچھلی زندگی میں خوشی گذری اور خوشی کے ایام چھوٹے ہی معلوم ہوتے ہیں یہ آخری توجیہ اس صورت میں صحیح ہوگی جب مدت قیام سے صرف دنیاوی زندگی کی مدت مراد ہو۔ قبر کی مدت مراد نہ ہو۔ فَسْئَلِ الْعَادِّيْنَ: یعنی ان لوگوں سے دریافت کر لے جو گنتی کر سکتے ہوں۔ ہم تو جس عذاب میں گرفتار ہیں وہ گنتی کرنے سے مانع ہے یا اس سے مراد ہیں اعمال نامے لکھنے والے ملائکہ، اعمال نویس ملائکہ انسانوں کے اعمال محفوظ رکھتے ہیں تو مدتِ قیام بدرجہ اولیٰ ان کے پاس محفوظ ہوگی۔ (مظہری)

۲؎ یعنی پیش آنے والے عذاب کی مدت کے مقابلے میں تم دنیا میں تھوڑے عرصہ ہی رہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: آخرت کے مقابلہ میں یہ دنیا بس ایسی ہوگی جیسے کوئی شخص اپنی یہ انگلی سمندر میں ڈال کر نکال لے پھر دیکھے کہ انگلی [سمندر کے پانی سے] کیا لیکر لوٹی۔ لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ: یعنی کاش تم دنیا میں جان لیتے کہ وہاں تمہاری مدت قیام تھوڑی ہے پھر اس زندگی کو کھیل کود، تکمیل خواہشات اور نفس پرستی میں نہ کھو دیتے اور آج کے دن کی پیشی کو نہ بھولتے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: دنیا میں ایسے رہو جیسے تم مسافر یا راہگیر ہو۔ ابن ماجہ کی روایت میں یہ بھی ہے کہ اپنے آپکو قبر والوں میں شمار کرو۔ (مظہری) ۳؎ محمد بن علی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو عبید پیدا کیا تا کہ بندہ اس کی عبادت کرے، پس جب بندہ اسکی عبادت کریگا تو اس پر اسے ثواب عطا فرمائیگا اور جب وہ ترکِ عبادت کریگا تو عذاب میں مبتلا کریگا۔ (القرطبی) ۴؎ اللہ تعالیٰ صاحب سلطان ہے اور اپنی سلطنت میں ایجاد اور اعدام کے اعتبار سے تصرف کرتا ہے وہی زندہ کرتا ہے، وہی موت دیتا ہے اور ہر عیب ونقائص سے وہ ذات پاک ہے، عرش عظیم کا مالک ہے۔ عرش کریم کیساتھ متصف اس لئے فرمایا کہ رحمت، خیر اور برکت اس سے اترتی ہے۔ (صفوۃ التفاسیر) ۵؎ واضح رہے کہ یہاں پکارنے سے مراد ہے عبادت کرنا یعنی اللہ کے سوا دوسرے کی عبادت باطل ہے اور باطل کی کوئی دلیل نہیں ہوتی۔ اس میں اشارہ ہے کہ کوئی ایسا دین اختیار کرنا جسکی کوئی دلیل نہ ہو ممنوع ہے۔ (مظہری) ۶؎ جاننا چاہئے کہ اس سورت کی ابتداء قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ یعنی مؤمنین کی فلاح کی بشارت سے تھی اور اختتام میں ہے اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكَافِرُوْنَ یعنی کافرین فلاح نہیں پاسکیں گے۔ مروی ہے کہ اس سورت کی اول تین آیات اور اختتام کی چار آیات کنوز عرش ہے پس جو شخص اس کا ورد کریگا اسے فلاح ونجات ملے گی۔ (تفسیر کبیر) بغوی نے لکھا ہے کہ ایک مجنون کو حضرت ابن مسعودؓ کے پاس لایا گیا آپ نے اسکے دونوں کانوں میں آیت اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ سے اختتام تک پڑھ کر دم کر دی اللہ نے اسکو اچھا کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابن مسعودؓ سے فرمایا: تم نے اس کے کانوں میں کیا دم کیا، آپ نے بیان کیا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: قسم ہے اس کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر کوئی شخص اس کو پڑھ کر پہاڑ پر دم کر دے تو پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل جائے۔ (مظہری) ۷؎ اس میں ۵۳۳۰ حروف اور ۱۳۱۶ کلمات ہیں۔ (غرائب القرآن) یہ سورت امور تشریع، اخلاق اور آداب اجتماعیت وغیرہ پر مشتمل ہے۔ (صفوۃ التفاسیر)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

بنام خدای بخشندہ مہربان

اللہ کے نام سے (جو بہت) رحم والا مہربان (ہے)

سُوْرَةٌ اَنْزَلْنٰهَا وَفَرَضْنٰهَا وَاَنْزَلْنَا فِيْهَآ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ

ایں سورہ ایست فرستادیم آنرا و پدید کردیم آنرا و فرستادیم ما دراں نشانہا روشن

یہ ایک سورت ہے جسے ہم نے نازل کی اور (اسکے احکام کو) فرض کیا اور ہم نے اس میں روشن نشانیاں

لَّعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ① اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ

شاید کہ شما پند گیرید زن زنان کنندہ و مرد زنا کنندہ پس بزنند ہر

اتاریں شاید کہ تم نصیحت حاصل کرو! عورت زنا کرنے والی اور مرد زنا کرنے والا پس مارو ہر

وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ۪ وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ

یکے از ایشاں صد تازیانہ و نگیرد شما را ہر تن مہربان

ایک کو ان میں سے سو کوڑے اور تمہیں ان پر کوئی ترس نہ آئے

فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ

در دین خدای اگر ہستید شما بگروید بخدا وبروز

اللہ کے دین میں اگر تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو اور روزِ

الْاٰخِرِ ۚ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ②

قیامت و حاضر آیند عذاب ایشاں گروہی از مومنان

قیامت پر، اور چاہئے کہ انکی سزا کے وقت مومنوں کا ایک گروہ حاضر ہو ۲

اَلزَّانِيْ لَا يَنْكِحُ اِلَّا زَانِيَةً اَوْ مُشْرِكَةً ۫ وَّالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَآ

مرد زنا کنندہ نکاح نکند مگر بازن زنا کنندہ یا مشرکہ و زن زنا کنندہ نکاح نکند

مرد زنا کرنے والا نکاح نہ کرے مگر زنا کرنے والی عورت سے یا مشرکہ سے، اور عورت زنا کرنے والی نکاح نہ کرے

۱ حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ فَرَضْنَاهَا کا مطلب یہ ہے کہ حلال کا حکم دیا گیا اور حرام سے روکا گیا۔ (ابن جریر)

۲ فَاجْلِدُوْا کہنے سے اس طرف اشارہ ہے کہ صرف بدن کی جلد پر مارو، ایسا نہ مارو جو کھال کو ادھیڑ کر گوشت تک پہنچ جائے۔ حضرت انس بن مالک ﷛ فرماتے تھے کہ کوڑے کی گھنڈی کاٹ دی جائے پھر اسکو پتھروں میں رکھ کر خوب کوٹ دیا جائے پھر مارا جائے۔ حنظلہ کہتے ہیں کہ میں نے دریافت کیا کہ حضرت کس کے زمانے میں ایسا کیا جاتا تھا فرمایا حضرت عمر بن خطاب ﷛ کے عہد میں۔ مروی ہے کہ ایک شخص نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کی: یارسول اللہ ﷺ مجھ سے ایسے جرم کا ارتکاب ہو گیا ہے جو موجب حد ہے اس لئے مجھ پر حد شرعی جاری فرما دیجئے۔ نبی کریم ﷺ نے ایک کوڑا طلب فرمایا، حکم کی تکمیل کی گئی، لیکن جو کوڑا پیش کیا گیا وہ سخت بھی تھا اور اس میں سرے پر گھنڈی بھی تھی۔ آپ نے ارشاد فرمایا: اس سے کم [سخت] لاؤ۔ حسبِ ارشاد ایک اور کوڑا پیش کیا گیا جو شکستہ بھی تھا اور نرم بھی۔ فرمایا اس سے اونچے درجے کا لاؤ یعنی اتنا نرم بھی نہ ہو اور پہلے کوڑے کی طرح سخت اور گرہ دار بھی نہ ہو۔ چنانچہ درمیانی حیثیت کا کوڑا لایا گیا، فرمایا یہ ٹھیک ہے پھر آپ نے اس کوڑے سے اس شخص کو سزا دلوائی۔ واضح رہے کہ زنا کی رغبت کا ظہور عموماً عورت کی طرف سے پہلے ہوتا ہے وہ اکثر مردوں کے سامنے خودنمائی کرتی ہے اس لئے آیت میں زانیہ کا لفظ زانی کے لفظ سے پہلے ذکر کیا اور چوری کا صدور عام طور پر مردوں سے ہی ہوتا ہے اس لئے آیت سرقہ میں سارق کا ذکر سارقہ سے پہلے کیا۔ مسئلہ: علمائے ملت اسلامیہ کا اتفاق ہے کہ اگر زانی اور زانیہ آزاد عاقل، بالغ اور کنوارے ہوں تو ہر ایک کو سو کوڑے مارے جائیں۔ اس آیت میں یہی حکم دیا گیا ہے اس سے زیادہ اور کوئی سزا امام ابوحنیفہ کے نزدیک نہیں دی جاسکتی۔ حضرت ابوہریرہ ﷛ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں دو شخصوں نے اپنا مقدمہ پیش کیا ایک نے کہا: کتاب اللہ کے موافق ہمارا فیصلہ کر دیجئے اور مجھے کچھ بولنے کی اجازت دیجئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا بیان کرو۔ اس شخص نے کہا میرا بیٹا اس شخص کے پاس مزدور تھا، میرے بیٹے نے اس کی بیوی سے زنا کیا لوگوں نے مجھ سے کہا کہ تیرے بیٹے کو سنگسار کرنے کی سزا دی جائیگی۔ میں نے سزا سے بچانے کیلئے بطور معاوضہ اس شخص کو سو بکریاں اور ایک باندی دیدی، پھر علماء سے دریافت کیا تو انھوں نے کہا: تیرے بیٹے کو سو کوڑے مارے جائیں گے اور ایک سال کیلئے شہر بدر کیا جائیگا اور اس عورت کو سنگسار کیا جائیگا۔ رسول اللہ ﷺ نے بیان سننے کے بعد فرمایا قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں تم دونوں کا فیصلہ کتاب اللہ کے موافق کرونگا تیری بکریاں اور باندی واپس کی جائیں گی اور تیرے بیٹے کو سو کوڑے مارے جائیں گے اور ایک سال کیلئے شہر بدر کیا جائیگا اور [حضرت انس ﷛ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا] انس اٹھو اور میرے پاس اس شخص کی عورت کو لے آؤ، اگر وہ اقرار کرلے تو اسے سنگسار کرو چنانچہ اس عورت نے اقرار کرلیا اور اس کو آپ نے سنگسار کرا دیا۔ امام طحاوی نے لکھا ہے کہ حد زنا میں جلاوطنی داخل نہیں ہے اسکا ثبوت حدیثِ ابوہریرہ ﷛ سے ہے آپ نے کہا کہ میں نے خود سنا کہ رسول اللہ ﷺ فرما رہے تھے کہ اگر تم میں سے کسی کی باندی زنا کرے اور فعل زنا ثابت ہو جائے تو اسکو کوڑے لگائے جائیں اور مزید ڈانٹ ڈپٹ نہ کرے۔ (مظہری)

اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌ ۚ وَحُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ۝٣ وَ

مگر با مرد زنا کننده یا مشرک و حرام کرد ایں بر مومنان و

مگر زنا کرنے والے مرد سے یا مشرک سے' اور مومنوں پر اس (قسم کے تعلقات) حرام ہیں [1] اور

الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ

آنانکه دشنام زننده زنان پاک پس نیاوردند چهار گروه

وہ لوگ جو عیب لگاتے ہیں پاک عورتوں پر پھر (اس عیب پر) چار گواہ نہ لا سکیں

فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً

تا بزنید ایشانرا ہشتاد تازیانه و قبول نکنید از ایشاں گواہی

تو انھیں اسی (٨٠) کوڑے مارو اور اسکی گواہی کبھی قبول نہ کرو

اَبَدًا ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝٤ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ

هر گز و آنگروه ایشانند تباہکاران مگر آنانکه توبه کردند از

اور یہی گروہ فسق (پھیلانے والے) ہیں [2] مگر وہ لوگ جنھوں نے توبہ کی

بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا ۚ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝٥ وَ

پس ایں و صلح کروند پس ہر آئنه خدای آمرزنده مہربانست و

اس کے بعد اور صلح کی' تو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے [3] اور

الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّآ

آنانکه دشنام زننده زنان خود را و نباشد ایشانرا گواہان مگر

وہ لوگ جو اپنی عورتوں پر عیب لگاتے ہیں اور ان کے پاس اپنے سوا گواہ نہ ہوں

اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍ ۭ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ

تن خویش پس گواہی یکی از ایشانست چهار گواه بخدا که او

تو ان میں سے ایک کی گواہی چار مرتبہ (اسطرح ہوگی) کہ وہ (ہر مرتبہ) خدا کی قسم کھا کر کہے کہ وہ

[1] ابو داؤد' ترمذی' نسائی اور حاکم نے عمرو بن شعیب کی حدیث سے' انھوں نے اپنے باپ سے اور ان کے باپ نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ ایک باربردار شخص جس کا نام مزید تھا [مدینے سے] مال لاد کر مکے لایا کرتا تھا زمانہ جاہلیت میں مکے کی ایک حرام کار عورت کے ساتھ' جو عناق کے نام سے معروف تھی اس کے ناجائز تعلقات تھے۔ مزید نے نبی ﷺ سے اس عورت کے ساتھ نکاح کرنے کی اجازت مانگی تو آپ خاموش رہے یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے مزید! زانیہ کے ساتھ زانی ہی نکاح کرے [اہل ایمان پر یہ حرام کردیا گیا ہے] اس لئے عناق کے ساتھ نکاح نہ کرو۔ حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے زنا کو حرام کردیا [اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس آیت کے نزول سے پہلے اسلام میں زنا کی رخصت تھی اور اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے ذریعے سے اسے حرام ٹھہرایا ہو بلکہ اسکا مطلب یہ ہے کہ زنا ایک حرام فعل تھا باقاعدہ وحی کے ذریعے روک دیا گیا] اسوقت بہت سی حسین وجمیل زانیہ عورتیں موجود تھیں لوگ کہنے لگے کہ کیوں نہ ہم ان عورتوں سے نکاح کرلیں' اس پر یہ آیت نازل ہوئی [اس آیت کا اطلاق ان مردوں یا عورتوں پر نہیں ہوتا جو توبہ کرکے اپنی اصلاح کرلیں] حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اصحابِ نبی ﷺ میں سے ایک صحابی نے ام مہزول سے' جو ایک حرام کار عورت تھی نکاح کرنا چاہا تو اللہ تعالیٰ نے اس پر یہ آیت نازل فرمائی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) یہ آیت وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ [النور:٣٢] سے منسوخ ہے (القرطبی)

[2] یعنی جس پر زنا کا الزام عائد ہوا اگر اس نے زنا کا انکار کیا ہو اور الزام لگانے والا چار گواہ پیش نہ کرسکا ہو تو الزام لگانے والے کو کوڑے مارو اور اگر چار گواہ زنا کے پیش کردے تو اب الزام لگانے والا سبکدوش ہوجائیگا اس پر حدِ قذف جاری نہیں کی جائیگی [بلکہ ثبوتِ زنا مکمل ہوجانے کی وجہ سے زانی کو کوڑے مارے جائیں] آیت میں شہداء سے مراد وہ شاہد ہیں جو شرعاً شہادت کے اہل ہوں اسی لئے اگر اندھوں نے گواہی دی' یا ایسے لوگوں نے جو جرم قذف کے سزایافتہ ہوں' یا گواہوں میں کوئی غلام ہو' ان سب صورتوں میں زنا کا ثبوت نہ ہوگا بلکہ ان گواہوں پر حدِ قذف جاری کی جائیگی ایسے لوگ شرعاً گواہی دینے کے قابل نہیں انکا ہونا نہ ہونا برابر ہے۔ غلام تو نہ شاہد بننے کا اہل ہے نہ شہادت دینے کا' اس کی شہادت سے تو زنا کے شبہ کا ثبوت بھی نہ ہوگا زنا کا ثبوت تو ادائے شہادت سے ہوتا ہے لیکن اگر گواہ فاسق ہوں تو ان پر حدِ قذف تو جاری نہ ہوگی لیکن ان کی شہادت سے زنا کا ثبوت بھی نہ ہوسکے گا۔ ایک شبہ: لَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا کا یہ مطلب ہے کہ جب تک قاذف تہمتِ زنا پر جمار ہے اسکی شہادت قبول نہ کرو اور جب توبہ کرلے تو اس کی شہادت قبول کی جاسکتی ہے جیسے یوں کہا جائے کہ کافر کی شہادت کبھی قبول نہ کرو اسکا مطلب یہ ہے کہ جب تک وہ کفر پر قائم رہے اسکی شہادت قبول نہ کرو جب کفر سے تائب ہوجائے تو اسکی شہادت قبول کی جاسکتی ہے۔ ازالہ: کافر کو فاسق پر قیاس کرنا غلط ہے کافر کی شہادت قبول نہیں کی جاتی' یا نہ قبول کرو۔ اس کے اندر تو خود یہ مفہوم موجود ہے کہ جب تک وہ کافر ہے اسکی شہادت قبول نہ کرو اس لئے اَبَدًا کا لفظ بڑھانے کی ضرورت نہیں۔ (مظہری) [3] یعنی اس اعتراف کے بعد کہ اس نے پاکدامن پر الزام عائد کرکے گناہ عظیم کا ارتکاب کیا پھر ندامت کے ساتھ توبہ کرلے اور اپنے حال کی اصلاح کرلے تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (صفوۃ التفاسیر)

لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝٦ وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ

از راست گویانست و گواہی پنجم بایں صفت کہ لعنت خدای برو

سچ کہنے والا ہے ۱ اور پانچویں گواہی اس صفت کے ساتھ کہ اللہ کی لعنت ہو اس پر

اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝٧ وَيَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ

اگر ہست دروغگویان و دفع کند از ایشاں عذاب

اگر وہ جھوٹ کہنے والوں میں سے ہو ۲ اور (اسطرح) سزا ٹل سکتی ہے

اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝٨

کہ گواہی دہد چہار گواہ سو گند خورند بخدای کہ او از دروغگویانست

کہ (عورت) چار مرتبہ خدا کی قسم کھا کر کہے کہ وہ جھوٹ کہنے والوں میں سے ہے ۳

وَالْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَا اِنْ كَانَ مِنَ

و پنجمیں بار بگوید کہ خشم خدای بر آنست اگر ہست از

اور پانچویں بار کہے کہ اللہ کا غضب ہو اس پر اگر وہ

الصّٰدِقِيْنَ ۝٩ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَ

راستگویان و اگر نہ فضل خدا ست بر شما و رحمت او و

سچ کہنے والوں میں سے ہو ۴ اور اگر اللہ کا فضل اور اسکی رحمت تم پر نہ ہوتی اور

اَنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ حَكِيْمٌ ۝١٠ اِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ

ہر آئنہ خدای توبہ پذیرندہ با حکمت است ہر آئنہ آنانکہ بیاوردند دروغی

بیشک اللہ توبہ قبول کرنے والا حکمت والا ہے ۵ بیشک وہ لوگ جنہوں نے جھوٹی تہمت لگائی وہ

عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ

جماعتی از شما پنداريد دروغ کہ بدی مر شما بلکہ آں بہتر است مر شما را

تم میں سے ہی ایک جماعت ہے اس جھوٹ کو تم اپنے حق میں برا نہ سمجھو بلکہ وہ بہتر ہے تمہارے لئے،

ع ۱ / ۱۰ / ۷

تفسیر اظہار العرفان

۱ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہلال بن امیہ نے نبی ﷺ کے سامنے اپنی عورت پر زِنا کا الزام لگایا تو آپ نے اس سے فرمایا کہ اسکا ثبوت لاؤ ورنہ تمہاری پیٹھ پر حد جاری ہوگی۔ اس نے جواب دیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! جب کوئی شخص اپنی عورت کے ساتھ کسی مرد کو ملوث پائے تو کیا وہ اس کے ثبوت کیلئے شہادتیں ڈھونڈتا پھرے؟ لیکن رسول اللہ ﷺ نے یہی فرمایا: ثبوت یا تمہاری پیٹھ پر حد۔ ہلال نے کہا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے میں سچا ہوں میری پیٹھ کو حد سے بچانے کیلئے اللہ تعالیٰ ضرور وحی نازل فرمائیگا اس پر جبرائیل علیہ السلام یہ آیت لے کر اترے تو رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت اِنَّهٗ لَمِنَ الصَّادِقِيْنَ تلاوت فرمائی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول)

۲ مسئلہ: اگر کوئی شخص اپنی بیوی پر تہمتِ زنا لگائے، یا یہ کہے کہ یہ حمل میرا نہیں ہے اور دونوں اہل لعان بھی ہوں اور عورت قذف کی سزا کا مطالبہ بھی کرے تو شوہر پر لعان کرنا واجب ہے اگر مرد لعان سے انکار کر دے تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک حاکم اس کو قید رکھے جب تک وہ لعان نہ کرے یا اپنے جھوٹ ہونے کا اقرار نہ کر لے اگر خود اپنے جھوٹے ہونے کا اقرار کر لے تو اس پر حدِ قذف جاری کرے۔ اگر شوہر لعان کرے تو عورت پر بھی لعان کرنا امام ابوحنیفہ کے نزدیک واجب ہو جاتا ہے اگر وہ انکار کرے تو حاکم اس کو قید کر دے اور اتنی مدت قید رکھے کہ وہ لعان کیلئے تیار ہو جائے یا زنا کا اقرار کر لے اور شوہر کی تصدیق کر دے۔ ہم کہتے ہیں کہ لعان اسوقت تک متحقق نہیں ہوتا جب تک عورت بھی لعان نہ کر لے [کیونکہ لعان بابِ مفاعلت سے ہے اور دونوں کی شرکت کے بغیر باب مفاعلت کا مصدر متحقق نہیں ہوسکتا] اس لئے صرف شوہر کے لعان کرنے سے تفریق نہیں ہوسکتی۔ جب تک دونوں لعان نہ کریں فرقت واقع نہ ہوگی۔ (مظہری) ۳ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دونوں لعان کرنے والوں سے فرمایا تمہارا حساب اللہ کے ذمے ہے یعنی بات یہ ہے کہ تم دونوں میں سے ایک ضرور جھوٹا ہے اب تیری اس پر کوئی راہ نہیں۔ اس نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میرا مال [جو مہر میں میں نے دیا اس کا کیا ہوگا] فرمایا اگر تو نے اس پر سچا الزام لگایا ہے تو مال اس علت کا معاوضہ ہوگیا جو تجھے اس سے جماع کرنے کی حاصل تھی اور اگر تو نے اس پر جھوٹی تہمت لگائی ہے تو یہ مال بہت دور چلا گیا اس لئے اب تیرے لئے کوئی مال نہیں ہوسکتا۔ مسئلہ: لعان کر چکنے کے بعد اگر شوہر خود اپنی تکذیب کر لے اور اپنے جھوٹے ہونے کا اظہار کر دے تو کیا عورت سے دوبارہ اس کا نکاح ہوسکتا ہے یہ مسئلہ اختلافی ہے امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ حدِ قذف جاری کی جائیگی اور چونکہ قذف کے اقرار کے بعد وہ لعان کا اہل نہیں رہا تو لعان کو صحیح نہیں مانا جائیگا اور جو حکم لعان سے وابستہ تھا وہ بھی اٹھ جائیگا اور دوبارہ نکاح کر سکے گا اسی طرح اگر دوسرے شخص پر تہمتِ زنا لگانے کی وجہ سے اس پر حدِ قذف جاری کر دی گئی ہو [تو لعان کا اہل نہیں رہیگا] یہی حکم اس وقت ہوگا جب عورت زنا کر چکی ہو اور سزا یاب ہو چکی ہو تو اہل لعان نہیں رہے گی اس لئے دونوں لعان کرنے والوں کیلئے جائز ہوگا کہ دونوں باہم نکاح کر لیں۔ (مظہری) ۴ یعنی پانچویں مرتبہ حلف میں کہے کہ اللہ کا غضب اور اس کی ناراضگی ہو اس پر اگر شوہر زنا کے الزام میں سچا ہو۔ (صفوة التفاسیر) ۵ یعنی اگر ستر کے معاملے میں اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو ضرور تم ہلاک ہو جاتے۔ وَاَنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ حَكِيْمٌ: یعنی اللہ بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا ہے۔ (صفوة التفاسیر)

لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ وَالَّذِيْ تَوَلّٰى

مر ہر مردی از ایشاں آنچہ کسب کرد از معصیت و آنکہ فاش کرد

ہر مرد کیلئے ان میں سے (اتنا ہی) گناہ ہے جو اس نے کمایا اور جس نے (اس تہمت کا) بڑا

كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۱﴾ لَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ

بزرگتر از ایشاں او را عذاب بزرگ چرا نہ چوں بشنیدید آں دروغ گمانبرد

(حصہ) لیا ہے اس کیلئے بڑا عذاب ہے ؎۱ جب تم نے اس جھوٹ کو سنا تو

الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا ۙ وَّقَالُوْا هٰذَآ

مومنان و زنان مومنہ تنہاے ایشاں بہتر و گفتند ایں

مؤمنین اور مؤمنہ عورتوں نے اپنوں پر بہتر کا گمان کیوں نہ کیا اور (یہ کیوں نہ) کہا کہ یہ

اِفْكٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۲﴾ لَوْلَا جَآءُوْ عَلَيْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ ۚ فَاِذْ

دروغی است بیدا چرا نیاوردند بداں چہار گواہ پس چوں

ایک کھلا جھوٹ ہے ؎۲ کیوں نہ لائے اس پر چار گواہ پس جب

لَمْ يَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ﴿۱۳﴾

نیاوردند چہار گواہ پس آنگروہ نزد خدای ایشانند تکذیب کنندگان

چار گواہ نہ لائیں تو یہی گروہ اللہ کے نزدیک جھوٹ کہنے والے ہیں ؎۳

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ فِي الدُّنْيَا وَ

و اگر نہ فضل خدا ست بر شما و رحمت او در دنیا و

اور اگر اللہ کا فضل اور اسکی رحمت دنیا میں تم پر نہ ہوتی اور

الْاٰخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِيْ مَآ اَفَضْتُمْ فِيْهِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۴﴾

آخرت برسیدے بشما در آنچہ خوض کردید دراں عذاب بزرگ

آخرت کی زندگی میں تو جس میں تم پڑ گئے تھے بڑا عذاب پہنچتا ؎۴

؎۱ شیخین وغیرہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کسی سفر پر جانے کا ارادہ فرماتے تو آپ اپنی بیویوں پر قرعہ ڈالتے تھے قرعہ اندازی میں جس بیوی کا نام نکل آتا اسے آپ اپنے ساتھ لے جاتے تھے۔ایک غزوہ کے موقع پر آپ نے ہمارے درمیان قرعہ اندازی کی تو اس میں میرا نام نکل آیا چنانچہ میں آپ کے ساتھ روانہ ہوگئی یہ پردے کا حکم نازل ہونے کے بعد کا واقعہ ہے اس لئے سفر کے دوران میں باپردہ سوار کرائی جاتی تھی اور اتاری جاتی تھی۔ جب رسول اللہ ﷺ جنگ سے فارغ ہو کر واپس لوٹے اور ہم مدینے کے قریب پہنچ گئے تو ایک رات علی الصبح کوچ کا حکم فرمایا۔ میں رفع حاجت کیلئے لشکر گاہ سے دور چلی گئی اور جب فارغ ہو کر واپس اپنی سواری کے پاس پہنچی اور اپنی چھاتی پر ہاتھ پھیرا تو میرا یمنی خذف کا ہار ٹوٹ کر کہیں گر گیا تھا میں اسے تلاش کرنے کیلئے الٹے پاؤں واپس چلی گئی اور اسے تلاش کرنے میں مجھے دیر ہوگئی ادھر جن لوگوں کے ذمے مجھے اونٹ پر سوار کرانے کا کام تھا انھوں نے یہ سمجھ کر کہ میں ہودج میں بیٹھ گئی ہوں میرا خالی ہودج اٹھا کر اونٹ پر رکھ دیا۔حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ اس زمانے میں گوشت اور دودھ کی کمی کی وجہ سے عورتیں سادہ غذا کھاتی تھیں اور میں ہلکی پھلکی تھی اس لئے ہودج اٹھانے والوں کو وزن سے اندازہ نہ ہوسکا کہ میں ہودج میں نہیں ہوں لہذا وہ اونٹ لے کر چل دیئے جب مجھے ہار ملا اور واپس لشکر گاہ میں پہنچی تو قافلہ جاچکا تھا وہاں نہ کوئی پکارنے والا تھا اور نہ جواب دینے والا۔ لہذا میں اس نیت سے اس جگہ پر بیٹھ گئی کہ جب وہ مجھے اپنے ساتھ نہ پائیں گے تو مجھے لے جانے کیلئے واپس آئیں گے میں اسی انتظار میں بیٹھی تھی کہ مجھ پر نیند کا غلبہ ہوا اور میں وہیں سوگئی۔ صفوان بن معطل سلمی [بھی] لشکر سے پیچھے رہ گئے تھے صبح کو اٹھ کر جب وہ لشکر کے پیچھے روانہ ہوئے تو انھیں ایک سوئے ہوئے انسان کی شبیہ نظر آئی اور جب قریب آ کر دیکھا تو پہچان لیا کیونکہ پردے کے احکام نازل ہونے سے پہلے انہوں نے مجھے دیکھا تھا۔اس نے مجھے دیکھ کر اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ پڑھا تو میں استرجاع کی آواز سے جاگ اٹھی اور اپنی چادر سے منہ ڈھانپ لیا۔خدا کی قسم نہ تو اس نے مجھ سے بات کی اور نہ میں نے استرجاع کے علاوہ اسکے منہ سے کوئی اور کلمہ سنا بس اس نے اپنے اونٹ کو بیٹھا کر اس کے گھٹنے باندھ دیئے اور میں اس پر سوار ہوگئی اس کے بعد وہ اونٹ کھینچ کر پیدل چلتا رہا حتٰی کی دوپہر کی چلچلاتی دھوپ میں جبکہ ابھی قافلہ ٹھہرا ہی تھا کہ ہم نے لشکر کو جالیا پس میرے بارے میں جس نے ہلاک ہونا تھا ہلاک ہوا اور بہتان باندھنے والوں میں سے جو سب سے زیادہ سرگرم تھا وہ عبداللہ بن ابی بن سلول تھا جب ہم مدینہ پہنچے تو ایک مہینہ بیمار پڑی رہی لوگوں میں بہتان کے چرچے ہو رہے تھے مگر مجھے اس کا کچھ بھی علم نہ تھا [یہ قصہ افک طوالت کے خوف سے مختصر ابیان کیا ہے] (لباب النقول فی اسباب النزول) ؎۲ کیونکہ ایمان مؤمنین کے بارے ظن خیر کا تقاضا کرتا ہے اس لئے انھوں نے اپنے آپ کو طعن سے کیوں نہیں روکا۔ (بیضاوی) ؎۳ یعنی افترا کرنے والے جب یہ خبر لے کر آئے تو ایسا کیوں نہ ہوا کہ ان سے چار گواہی کا مطالبہ کرتے اگر گواہ نہ لاسکتے تو یہی گروہ جھوٹے ہوتے۔ (صفوۃ التفاسیر) ؎۴ یہ اللہ تعالی کی طرف سے عتاب ہے اللہ تعالی دنیا میں تمہیں اپنی رحمت سے چھپالیتا ہے اور آخرت میں جو اپنے گناہوں سے تائب ہو کر آئیگا اس پر بھی رحم فرمائیگا۔ (القرطبی)

اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ مَّا لَيْسَ

چوں میگرفتید آں بزبانہاے خویش و میگوئید بدہانہاے خویش آنچہ نیست

جب تم (ایسی بات) اپنی زبانوں پر لاتے ہو اور اپنے منہ سے کہتے ہو (ایسی بات) جس کا نہیں ہے

لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ وَّتَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا ۖ وَّهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ ﴿١٥﴾

شما را بآں دانش و پنداشتید آں سبک و آں نزد خدای بزرگ

تمہارے پاس کوئی علم اور تم اسے ہلکا گمان کرتے ہو اور وہ اللہ کے نزدیک بڑی ہے [1]

وَلَوْلَاۤ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَاۤ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا ۖ

و چرا نہ چوں بشنیدید گفتید نباید ما را کہ گوئیم بایں

اور جب تم نے سنا تو ایسا کیوں نہ ہوا کہ کہتے ہمارے لئے مناسب نہیں ہے کہ ہم ایسی بات کہیں

سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ ﴿١٦﴾ يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ

پاکی تو ایں دروغی بزرگ پند میدہد شما را خدای آنکہ

پاکی ہے تجھے یہ بڑا جھوٹ ہے [2] اللہ تمہیں نصیحت کرتا ہے یہ کہ

تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖۤ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٧﴾ وَيُبَيِّنُ

باز نگردید مانند آں ہر گز اگر ہستید شما مومنان و بیان کند

پھر کبھی اس جیسی بات کی طرف نہ لوٹنا اگر تم مؤمنین ہو [3] اور اللہ بیان کرتا ہے

اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿١٨﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ

خدای مر شما را ست نشانہا و خدای دانا با حکمت ہر آئنہ آنانکہ دوست دارند

تمہارے لئے نشانیاں اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے [4] بیشک وہ لوگ جو پسند کرتے ہیں

اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۙ

تا آشکارا و فاحشہ شود در آنانکہ گرویدند ایشانراست عذاب سخت

کہ برائی پھیلے ان لوگوں میں جو ایمان لائے تو ان کیلئے سخت عذاب ہے

[1] یعنی بھاری گناہ تھا جو بڑے عذاب کا موجب تھا۔ یوں بھی پاکدامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگانی بہت بڑا گناہ ہے۔ زبان سے نکلے ہوئے الفاظ عام طور پر موجب عذاب ہو جاتے ہیں۔ خصوصیت کے ساتھ ان الفاظ کی عذاب آفرینی کا کیا ٹھکانہ جن سے اللہ کے رسول ﷺ کی عزت پر فرق آتا ہو اور آپ کی آبروریزی ہوتی ہو۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! مجھے کوئی ایسا عمل بتا دیجئے جو مجھے جنت میں لے جائے اور دوزخ سے دور کر دے۔ فرمایا: تم نے بڑی بات دریافت کی لیکن جس کیلئے اللہ آسان کر دے اس کیلئے آسان بھی ہے اللہ کی عبادت کرو، کسی چیز کو اس کے ساتھ شریک نہ بناؤ، نماز قائم کرو، زکوۃ ادا کرو، رمضان کے روزے رکھو، کعبے کا حج کرو، آخر میں فرمایا: کیا میں تم کو بھلائی کے دروازے نہ بتا دوں، [یاد رکھو] روزہ ڈھال ہے خیرات گناہوں کو اس طرح بجھا دیتی ہے جیسے پانی آگ کو اور رات کے وسط میں نماز پڑھنا [بھی گناہوں کی آگ کو بجھا دیتا ہے] پھر آپ نے آیت تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ سے يَعْلَمُوْنَ تک تلاوت فرمائی۔ پھر فرمایا: کیا میں تمہیں [دینی] امور کا سر اور ستون اور اسکے کوہان کی چوٹی نہ بتا دوں، اسلام اس کا سر ہے، نماز اس کا ستون ہے اور جہاد اس کے کوہان کی چوٹی ہے، پھر فرمایا: کیا میں تم کو ایسی بات نہ بتا دوں جس پر ان سب کا دارومدار ہے۔ میں نے عرض کی ضرور ارشاد فرمایئے۔ آپ نے اپنی زبان کو پکڑ کر فرمایا اسکو روکے رکھو۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! کیا بات کرنے پر بھی ہماری پکڑ ہوگی۔ فرمایا: معاذ! تیری ماں روئے زبانوں کے نتائج ہی تو لوگوں کو اوندھے منہ دوزخ میں گرائیں گے۔ (مظہری) [2] یعنی مؤمنین کے لئے یہ مناسب تھا کہ جب یہ بات سنی تھی تو اسی وقت انکار کر دیتے اور ایک دوسرے تک ان باتوں کو نہ پہنچاتے اور اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتے اس پر کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی زوجہ کو ان جیسی برائیوں سے پاک رکھا ہے اور ان باتوں پر تمہارا فیصلہ یہ ہونا چاہئے تھا کہ یہ کھلا جھوٹ ہے۔ بہتان یہ ہے کہ انسان کسی کے متعلق کوئی ایسی بات کہے جو اس میں نہ ہو، اور غیبت یہ ہے کہ ایسی بات کہے جو اس میں ہو۔ (القرطبی) [3] یہ زواجر کے باب میں ہے اور مطلب یہ ہے کہ اللہ تمہیں نصیحت فرماتا ہے کہ ان جیسی باتوں میں دوبارہ تم نہ لوٹو۔ جاننا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے جب مقذوفین اور قاذفین کے احوال کو بیان فرمایا تو اس کے بعد آداب وزواجر کے چھ انواع بیان فرمائے (۱) لَوْ لَا اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ الخ یعنی مؤمن کو چاہئے کہ وہ دوسرے مؤمن کیلئے حسن ظن رکھے (۲) لَوْ لَا جَآءُوْا عَلَيْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءِ الخ الزام لگانے کی صورت میں چار گواہ پیش کرو (۳) وَلَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ الخ اگر اللہ تعالیٰ توبہ کو قبول نہ فرماتا تو فوراً عذاب الٰہی میں مبتلا ہو جاتے (۴) اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ الخ یعنی انسان کو ایسی باتوں سے گریز کرنا چاہئے جس کا اسے علم نہ ہو (۵) وَلَوْ لَا اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَا الخ یعنی اس قسم کی باتوں کو سنکر بجائے آگے بیان کرنے کے سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ کہہ دینا چاہئے (۶) يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا الخ یعنی اللہ تعالیٰ تمہیں نصیحت فرماتا ہے کہ آئندہ کبھی بھی اس قسم کی باتوں میں نہ پڑنا۔ (تفسیر کبیر) [4] یعنی اچھے برے امور سے اللہ تعالیٰ خوب واقف ہے اس لئے بھلائیوں کا حکم دیتا ہے اور برائیوں سے ممانعت فرماتا ہے، یا یہ مطلب ہے کہ تمام حالات کو جانتا ہے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاکدامنی کو بھی جانتا ہے اور بہتان طرازوں کے جھوٹ کو بھی جانتا ہے۔ (مظہری)

فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿١٩﴾

در دنیا و آخرت و خدای میداند و شما نمیدانید

دنیا اور آخرت میں اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے ہو ا

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ

و اگر نہ فضل خدا ست بر شما و رحمت او و ہر آئنہ خدای آمر زندہ

اور اگر اللہ کا فضل اور اسکی رحمت تم پر نہ ہوتی اور بیشک اللہ بخشنے والا

رَّحِيْمٌ ﴿٢٠﴾ ع يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ

مہربانست اے مسلمانان پیروی مکنید کامہاے

مہربان ہے ٢ اے مسلمانو! شیطان کی قدم بہ قدم پیروی نہ کرو

الشَّيْطٰنِ ۭ وَمَنْ يَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ فَاِنَّهٗ يَاْمُرُ

دیو و ہر کہ پیروی کند کامہاے دیو پس ہر آئنہ او میفرماید

اور جو کوئی شیطان کی قدم بہ قدم پیروی کریگا تو بیشک وہ حکم دیتا ہے

بِالْفَحْشَاۗءِ وَالْمُنْكَرِ ۭ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ

بزشتی و بدی و اگر نہ فضل خدا ست بر شما و رحمت او

بے حیائی اور برائی کا' اور اگر اللہ کا فضل اور اسکی رحمت تم پر نہ ہوتی

مَا زَكٰى مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا ۙ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُزَكِّيْ مَنْ

از گناہ از شما ہیچ یکی ہر گز و لیکن خدای پاک کند ہر کرا

تو تم میں کوئی بھی ہر گز گناہ سے نہ بچ سکتا لیکن اللہ پاک کرتا ہے جسے

يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿٢١﴾ وَلَا يَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ

خواہد و خدای شنوای است دانا و سو گند نخورد خداوند فضل از شما

چاہے، اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے ٣ اور قسم نہ کھائیں جو تم میں فضیلت والے ہیں

تفسیر اظہار العرفان

ا حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص کسی ایسے جھگڑے میں دوسرے شخص کے بازوں کو مضبوط کرے جس کا اسے علم نہ ہو [کہ کون حق پر ہے اور کون نہیں] تو وہ اللہ کی ناراضگی میں ہوگا یہاں تک کہ اس سے ہٹالی جائے گی [اللہ کی رحمت] اور جو شخص اللہ کے حدود میں سے کسی حد کو اپنی سفارش کے ذریعے کسی دوسرے شخص سے ختم کرے تو تحقیق اس نے اللہ سے جھگڑا مول لیا اور اللہ کی ناراضگی کی جانب بڑھا اور اس پر قیامت تک پے در پے اللہ کی لعنت ہے اور جو شخص کسی مسلمان شخص کے بارے میں کوئی ایسا کلمہ کہے جس سے وہ بری ہو تو اللہ اس برائی کو دنیا میں اسے دکھائے گا اور اللہ پر حق ہے کہ وہ اسکے بدلے اسے جہنم میں ڈالے پھر آپ نے اسکی تصدیق کیلئے یہی آیت تلاوت فرمائی۔ (القرطبی) وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ: اس لئے تم کو تو ظاہری امور کا اتباع کرنا چاہئے تھا اگر الزام زنا کے ثبوت میں کوئی چار شہادتیں شرعی پیش کر دے تو اسکے متعلق گمان اچھا رکھو سمجھ لو اس نے بہ نیت ثواب ایسا کیا ہے کسی مسلمان کی آبروریزی اس کا مقصد نہیں وہ اللہ کی مقرر کردہ حدود کو قائم کرانا اور زمین میں بگاڑ کو دور کرنا چاہتا ہے لیکن اگر شرعی گواہ نہ ہوں تو الزام زنا لگانے والا اچھی نیت نہیں رکھتا' حدودِ الٰہیہ کو قائم نہیں کرا سکتا' مسلمانوں کی آبروریزی کرانا اس کا مقصد ہے اس لئے حد قذف اس پر جاری کرو خواہ واقع میں سچا ہو حقیقت خدا جانے۔ اللہ کے حکم کے بموجب وہ جھوٹا ہے تم ظاہری احکام کے پابند ہو۔ اللہ نے ایسے لوگوں کو بہتان تراش کہا ہے اور تہمت تراشی کی سزا مقرر کر دی ہے۔ (مظہری)

٢ یعنی اللہ تعالیٰ کا فضل اور اسکی رحمت اپنے بندوں پر نہ ہوتی تو ضرور انھیں ہلاک کر دیتا اور ان پر عذاب مسلط فرماتا۔ (صفوۃ التفاسیر) ٣ اس آیت کریمہ میں چند امور بیان کئے گئے ہیں (١) خطواتِ شیطان بہت زیادہ ہیں ان میں سے منجملہ اس کا اطلاق فحشاء' منکر' قذف' گالی' جھوٹ اور لوگوں کے عیوب تلاش کرنا۔ حدیث شریف میں ہے کہ ابن آدم کا کلام اس پر [بوجھ] ہے اس کے فائدے کیلئے نہیں ہے سوائے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر' یا اللہ تعالیٰ کا ذکر۔ دوسری حدیث میں ہے خوشخبری ہو اس شخص کیلئے جو لوگوں کے عیوب چھوڑ کر اپنے عیوب میں مشغول ہو۔ بعض نے کہا کہ خطواتِ شیطان اللہ تعالیٰ کی معصیت کے نذور ہیں (٢) تزکیہ کا حکم اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اللہ اپنے فضل سے بندوں کو اسکی توفیق عطا فرماتا ہے لیکن بندوں کیلئے ضروری ہے کہ توفیق کے اسباب پیدا کرے' حضرت شیخ السلام عبداللہ انصاری کہتے ہیں کہ علمِ حدیث اور علمِ شریعت میں ہمارے مشائخ کثیر ہیں لیکن طریقت میں میرے لئے صرف ایک شیخ ہیں یعنی حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ' اگر میں آپ کو نہ دیکھتا تو حقیقت نہ پہچان سکتا۔ جاننا چاہئے کہ تزکیہ کی حقیقت تطہیرِ قلوب ہے انسان اپنے آپ کو اغیار سے یکسر پاک کر لے (٣) اس آیت میں یہ بھی اشارہ ہے کہ اہل بدر میں سے جو لوگ مسئلہ افک میں پڑ گئے تھے اللہ تعالیٰ نے انھیں معاف فرمایا اور ان کی جانب نظرِ رحمت فرمائی۔ (روح البیان) وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ: یہ خطاب ان مسلمانوں کو ہے جو اپنی نادانی کی وجہ سے منافقوں کے ساتھ افواہ پھیلانے میں شامل ہو گئے تھے' اللہ تعالیٰ کی ان پر یہ مہربانی ہوئی کہ گناہوں کو مٹا دینے والی سزا کا حکم فرما دیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کو توبہ کی توفیق عنایت فرما دی۔ (مظہری)

وَالسَّعَةِ اَنْ يُّؤْتُوْٓا اُولِي الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ

و فراخی آنکہ بدہند خداوند خویشی و مسکینان و ہجرت کنندگان

اور وسعت والے ہیں کہ دینگے رشتے داروں اور مسکینوں اور ہجرت کرنے والے کو

فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۖ وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا ۭ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ

در راہ خدا و عفو کنند و در گذارند آیا دوست نمی دارید آنکہ بیامرزد

اللہ کی راہ میں، اور معاف کریں اور در گذر کریں، کیا تم پسند نہیں کرتے ہو کہ

اللّٰهُ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۲﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ

خدا مر شما و خدای آمر زندہ مہربانست ہر آئینہ آنانکہ دشنام زنندہ

اللہ تمہیں معاف فرمائے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے [۱] بیشک وہ لوگ جو عیب لگاتے ہیں

الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِي الدُّنْيَا

پاک دامنانرا چوں غافلانرا گرویدگانرا لعنت کردند در دنیا

پاک دامنوں کو جو بے خبر اور ایمان والیاں ہیں (ایسے لوگوں کیلئے) لعنت ہے دنیا

وَالْاٰخِرَةِ ۠ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۲۳﴾ يَّوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ

و آخرت و ایشانرا ست عذاب بزرگ روزیکہ گواہی دہند بر ایشاں زبانہاے ایشاں

اور آخرت کی زندگی میں، ان کیلئے بڑا عذاب ہے [۲] جس روز ان پر انکی زبانیں

وَاَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۲٤﴾ يَوْمَىِٕذٍ يُّوَفِّيْهِمُ

و دستہاے ایشاں و پاپہاے ایشاں بآنچہ بودند میکردند آنروز تمام رساند ایشانرا

اور ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں گواہی دینگے جو کچھ وہ کرتے تھے [۳] جس روز اللہ انھیں انکا بدلہ

اللّٰهُ دِيْنَهُمُ الْحَقَّ وَيَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِيْنُ ﴿۲۵﴾

خدای دین ایشاں راست است و میدانند ہر آئنہ خدا آں راست است بیدا

ٹھیک پورا پورا دیگا اور وہ سب جان لیں گے کہ بیشک اللہ وہی کھلا حق ہے [٤]

[۱] حضرت ابوبکر صدیق ﷺ مسطح بن اثاثہ پر قرابتداری اور مسکین ہونے کی وجہ سے خرچ کرتے تھے جب مسئلہ افک واقع ہوا تو آپ نے قسم کھالی کہ اب ان پر مال خرچ نہیں کرینگے اور نہ انھیں کسی قسم کا نفع پہنچائیں گے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مومنین کی ایک جماعت نے ان تمام لوگوں سے منافع کو منقطع کر دیا جو افواہ پھیلانے میں کسی طرح شریک تھے اور انھوں نے یہ قسم بھی کھائی کہ ہم ایسے لوگوں سے ملنا جلنا بھی بند کر دینگے اس پر اللہ تعالیٰ نے ان تمام کے حق میں یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔ ان دونوں شانِ نزول میں سے اول اصح ہے سوائے اس کے کہ قیامت تک مومنین کو حکم ہے کہ مساکین پر اپنے مال خرچ کریں۔ یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ قذف اگرچہ گناہِ کبیرہ ہے لیکن اس سے اعمال ضائع نہیں ہوتے ہیں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے بعد مسطح بن اثاثہ کی شان میں ہجرت اور ایمان کا لفظ ارشاد فرمایا۔ اسی طرح تمام کبیرہ گناہوں کا معاملہ ہے کہ اس سے اعمال ضائع نہیں ہوتے سوائے شرک باللہ کے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے میں ارشاد فرمایا: لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ: ترجمہ: اگر تو شرک کریگا تو تیرے عمل ضائع ہو جائیں گے"، بعض علماء کہتے ہیں کہ کتاب اللہ کی اس آیت پر میں امید کرتا ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قذف کے گناہگاروں کو اس آیت میں پروانہ مغفرت دیا ہے [اس لئے دیگر گناہوں کی مغفرت کی نوید اس آیت میں بدرجہ اتم ہوگی] (القرطبی)

[۲] یہ حکم ہر اس شخص کیلئے ہے جو کسی پاکدامن، ایماندار اور زنا سے بے خبر عورت پر زنا کی تہمت لگاتا ہے اور آیت وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا الخ میں ہر اس شخص کا حکم بیان کیا گیا ہے جو پاکدامن عورت پر زنا کی تہمت لگاتا ہے خواہ وہ عورت زنا کے تصور سے بے خبر ہو یا نہ ہو، بہر حال حد قذف، شہادت کی عدم قبولیت پر ہر قاذف اور تہمت تراش کی سزا ہے خواہ وہ سچا ہی ہو مگر شرعی چار گواہ نہ پیش کر سکتا ہو یا جھوٹ ہو اور ملعون ہونے کا حکم صرف اس شخص کیلئے مخصوص ہے جس نے جھوٹی تہمت لگائی ہو بے چاری بھولی بھالی عورت اس تہمت سے بے خبر ہوتی ہے ایسے تہمت تراش کا جرم بہت بڑا ہوتا ہے لیکن جرم کتنا ہی بڑا ہو اس پر کفر عائد نہیں ہوگا ایسا مجرم کافر نہیں ہوگا۔ صرف کافر ہی نہیں بعض گناہِ کبیرہ کا ارتکاب کرنے والا بھی شرعاً مستحق لعن ہوتا جاتا ہے مثلاً قصداً مومن کو قتل کرنے والا بھی مستحق لعنت ہوتا ہے۔ حضرت مقاتل کہتے ہیں کہ یہ حکم صرف عبداللہ بن ابی کیلئے تھا، مقاتل کے خیال میں ملعون صرف کافر ہوتا ہے۔ (مظہری) [۳] حضرت ابوموسیٰ اشعری ﷺ فرماتے ہیں کہ قیامت کے روز حساب کیلئے مومن کو طلب کیا جائیگا اور اسکا رب اس کے کئے ہوئے وہ اعمال اس کے سامنے لائیگا جو بندے اور اسکے رب کے درمیان تھے یعنی حقوق اللہ سے تعلق رکھنے والے اعمال جن سے بندہ واقف ہوگا اور اسکا رب۔ مومن ان کا اعتراف کریگا اور عرض کریگا اے میرے رب! میں نے یہ کئے تھے، میں نے یہ کئے تھے بندہ کے اقرار کرانے کے بعد اللہ ان پر پردہ ڈال دیگا اور معاف فرمادیگا وہ گناہ اس طرح چھپا دیئے جائیں گے کہ روئے زمین پر کوئی مخلوق ان کو نہ دیکھ سکے گی، ہاں اس کی نیکیاں ہی نیکیاں نمایاں ہونگی سارے لوگ اس کی نیکیاں دیکھیں گے اور باہم بیان کریں گے۔ منافق کو جب حساب کیلئے طلب کیا جائیگا اور اسکا رب اسکا عمل سامنے لائیگا تو وہ انکار کریگا اور عرض کریگا اے میرے رب تیری عزت کی قسم میں نے یہ کام نہیں کئے فرشتے نے مجھ پر لکھ دیئے ہیں، اس وقت اس کے اعضاء گواہی دینگے۔ (مظہری) [٤] یعنی اس وقت انھیں معلوم ہو جائیگا کہ اللہ تعالیٰ سے بڑا عادل کوئی نہیں ہے اور وہ کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ (صفوۃ التفاسیر)

اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ ۚ وَالطَّيِّبٰتُ

زنان بد مر مردان بد و مردان بد مر زنان بد و زنان پاک

بد عورتیں بد مردوں کیلئے اور بد مرد بد عورتوں کیلئے اور پاک عورتیں

لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ ۚ اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ

مر مردان پاک و مردان پاک مر زنان پاک آنگروه پاکان

پاک مردوں کیلئے اور پاک مرد پاک عورتوں کیلئے وہ گروہ پاک ہیں

مِمَّا يَقُوْلُوْنَ ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿٢٦﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ

از آنچہ میگویند ایشانراست آمرزش و روزی نیکو اے

اس سے جو وہ سب کہتے ہیں، ان کیلئے بخشش اور اچھی روزی ہے [۱] اے

اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا

مومنان در میائید در خانہا کہ نہ خانۂ شما ست تا دستوری خواہید

مومنو! اپنے گھروں کے علاوہ دوسروں کے گھروں میں نہ داخل ہو جب تک کہ اجازت نہ مل جائے

وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿٢٧﴾

و سلام کنید بر اہل آں ایں بہتر است شما را شاید کہ شما پند گیرید

اور اس کے رہنے والے پر سلام پیش کرو یہ بہتر ہے تمہارے لئے شاید کہ تم نصیحت حاصل کرو [۲]

فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِيْهَآ اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْهَا حَتّٰى يُؤْذَنَ

پس اگر نیابید دراں خانہا کسیرا در نروید دراں خانہا تا دستوری دہند

پس اگر اس گھر میں کسی کو نہ پاؤ تو (اسوقت تک) اس گھر میں داخل نہ ہو جب تک اجازت نہ مل جائے

لَكُمْ ۚ وَاِنْ قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ ؕ

مر شما را و اگر گفتہ شوید مر شما را باز گردید باز گردید آں پاکیزہ تر است مر شما را

تمہیں، اور اگر کہا جائے تم سے واپس ہو جاؤ تو واپس ہو جاؤ، وہ تمہارے لئے پاکیزہ تر ہے [۳]

تفسیر اظہار العرفان

[۱] بغوی نے لکھا ہے کہ روایت میں آیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا چند باتوں پر ناز کرتی تھیں جو آپ کو ہی عطا کی گئیں تھیں اور کسی عورت کو نہیں دی گئیں تھیں۔ (۱) حضرت جبرائیل علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کے پاس حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی تصویر ایک ریشمی کپڑے میں [لپیٹ کر] لائے اور کہا یہ آپکی بیوی ہیں (۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سوا کسی اور دوشیزہ سے آپ نے شادی نہیں کی (۳) رسول اللہ ﷺ کی وفات کے وقت آپکا سر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گود میں تھا (۵) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں رسول اللہ ﷺ کا جسدِ مبارک دفن کیا گیا (۵) جب رسول اللہ ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ایک چادر میں ہوتے تو [کبھی اسی حالت میں] وحی آجاتی، کسی اور بیوی کو یہ شرف حاصل نہ تھا (٦) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاکدامنی کی صراحت آسمان سے نازل ہوئی (٧) آپ رسول اللہ ﷺ کے [اول] خلیفہ کی صاحبزادی ہیں (٨) آپ صدیقہ طاہرہ تھیں (٩) آپ سے مغفرت اور رزق کریم عطا فرمانے کا وعدہ کیا گیا۔ علاّمہ بیضاوی نے لکھا ہے کہ اگر پورے قرآن میں تلاش کیا جائے تو کسی کیلئے کوئی وعید اتنی سخت نازل نہیں ہوئی جتنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت تراشنے والوں کے بارے میں نازل ہوئی۔ ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ جبرائیل ہیں تم [حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا] کو سلام کر رہے ہیں میں نے جواب دیا وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ [رسول اللہ ﷺ] عائشہ کی فضیلت عورتوں پر ایسی ہے جیسے ثرید [ایک خاص قسم کا کھانا] کی فضیلت اور کھانوں پر۔ علامہ بیضاوی نے لکھا ہے کہ چار شخصوں کے ذریعے چار شخصوں کی پاکی یعنی تہمت سے برأت عنایت کی گئی۔(۱) حضرت یوسف علیہ السلام کو زلیخا کے ایک گھر والے [بچہ] کی شہادت کی وجہ سے (۲) حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہودیوں کی تہمت سے اس پتھر کے ذریعے جو آپ کے کپڑے لے بھاگا تھا (۳) حضرت مریم کو انہی کے بچے [حضرت عیسیٰ علیہ السلام] کی شہادت کی وجہ سے (۴) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ان مذکور آیات کے ذریعے سے جن میں پُرزور طریقوں سے آپکی پاکدامنی کا اظہار فرمایا گیا۔ (مظہری) [۲] حضرت عدی بن ثابت رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ انصار کی ایک عورت خدمت اقدس میں حاضر ہوئی اور عرض کی یارسول اللہ ﷺ! میں اپنے گھر میں کبھی ایسے حال میں ہوتی ہوں کہ میں پسند نہیں کرتی کہ مجھے کوئی اس حال میں دیکھے نہ والد نہ اولاد پس میرا باپ آتا ہے اور گھر میں داخل ہوجاتا ہے اور اسی طرح گھر کے دوسرے افراد بھی داخل ہوتے ہیں اور میں اسی حال میں ہوتی ہوں اس لئے آپ ارشاد فرمائیے کہ میں ایسی صورت میں کیا کروں؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ کہا گیا ہے کہ تَسْتَاْنِسُوْا کا مطلب یہ ہے کہ یہاں تک کہ تم انہیں متنبہ نہ کردو جو گھر کے اندر ہو [اسوقت تک گھر میں مت داخل ہونا] حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ کھانس کر یا کسی اور ذریعے سے گھر کے اندر والوں کو متنبہ کردے۔ تین مرتبہ اجازت طلب کرنا سنت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی ایک اجازت طلب کرے تو چاہئے کہ تین مرتبہ طلب کرے اگر اجازت نہ ملے تو لوٹ جائے۔ بنی عامر کے ایک شخص کو اجازت کے کلمات سکھانے کیلئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہو! اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ اَاَدْخُلُ؟ سلامتی ہو تم پر کیا میں اندر آسکتا ہوں؟ (القرطبی) [۳] یعنی گھر میں کوئی نہ ہو جو تمہیں اجازت دے تو انتظار کرو، بغیر اجازت کے اندر مت داخل ہونا اس لئے کہ گھر کیلئے حرمت ہے اور اس میں داخل ہونا حلال نہیں ہے مگر گھر والوں کی اجازت سے، اگر اندر سے آواز آئے کہ لوٹ جاؤ تو واپس ہوجانا۔ چہرے پر ملال مت لانا۔ (صفوۃ التفاسیر)

وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ﴿٢٨﴾ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ

و خدای بآنچه میکنید دانا ست نیست بر شما گناہی آنکه

اور اللہ جو عمل تم کرتے ہو جاننے والا ہے۔ نہیں ہے تم پر کوئی گناہ یہ کہ

تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ مَسْكُوْنَةٍ فِيْهَا مَتَاعٌ لَّكُمْ ؕ وَ

در روید در خانه که نیست در انجا ساکن دراں بر خورداری مر شما را و

تم داخل ہو جاؤ اس گھر میں جو غیر آباد ہو تمہیں اس میں برتنے کا حق ہے اور

اللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ ﴿٢٩﴾ قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ

خدای میداند آنچه آشکارا میدارید و آنچه پوشیده کنید بگو مر مومنانرا

اللہ جانتا ہے جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو تم چھپاتے ہو ۱ آپ فرما دیجئے مومنوں سے

يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ؕ ذٰلِكَ

تا خوابانیده دارند از چشمہاے خویش و نگاہدارند فرجهاے خویش را این

نیچی رکھیں اپنی نگاہیں اور حفاظت کریں اپنی شرمگاہوں کی، یہ

اَزْكٰى لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ﴿٣٠﴾ وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ

پاکتر است ایشانرا هر آئنه خدای دانا ست بآنچه میکنند و بگو مر مؤمنات را

زیادہ ستھرا ہے ان کیلئے، بیشک اللہ جاننے والا ہے جو وہ سب کرتے ہیں ۲ اور آپ فرما دیجئے

يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ

تا خوابانیده دارند از چشمهاے خویش و نگاهدارند فرجهاے خویش

مومنہ عورتوں سے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں

وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ

و آشکار نکنند آرائش خود را مگر آنچه ظاهر است ازاں و فرو گذارند

اور ظاہر نہ کریں اپنی زینت کو مگر اس سے جو (خود بخود) ظاہر ہے اور

۱ مروی ہے جب استیذان فی البیوت کی آیت نازل ہوئی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! قریش کے تاجر کیا کریں جو مکہ، مدینہ اور شام کے درمیان [تجارتی] سفر میں رہتے ہیں اور راستے میں ایسے مکانات ان کو معلوم ہیں جن میں کسی کی رہائش نہیں۔ وہ کس طرح ان گھروں کے مالکوں سے اجازت مانگیں اور ان کو سلام کریں اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) بغوی نے لکھا ہے کہ جن گھروں میں بلا اجازت داخلے کا حکم آیت میں دیا گیا ہے ان سے مراد کون سے مکان ہیں علماء کے اقوال اس میں مختلف آئے ہیں۔ حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ ان سے مراد وہ دکانیں، کوٹھریاں اور مکان ہیں جو قافلوں کیلئے بنا دیئے جاتے تھے، قافلے آتے جاتے وہاں ٹھہرتے تھے اور اپنا سامان رکھتے تھے ان مکانوں میں داخلہ بغیر اجازت طلبی کے جائز کر دیا گیا۔ اس صورت میں متاع بمعنی منفعت ہو گی کہ وہاں لوگ اترتے ہیں اور سامان رکھتے ہیں اور سردی گرمی سے بچتے ہیں، حضرت ابن زید کہتے ہیں کہ ان سے مراد وہ تجارتی کوٹھیاں اور دکانیں ہیں جو بازار میں ہوتی ہیں جہاں خرید و فروخت کیلئے لوگ داخل ہوتے ہیں، یہی منفعت ہے، حضرت ابراہیم نخعی کہتے ہیں کہ بازار کی دکانوں میں داخل ہونے کی اجازت لینی ضروری نہیں۔ ابن سیرین بازار کی کسی دکان پر جاتے تو فرماتے السلام علیکم میں داخل ہو جاؤں پھر جواب کا انتظار کئے بغیر داخل ہو جاتے تھے، حضرت عطاء کہتے ہیں کہ ویران کھنڈر مراد ہیں اور متاع سے مراد ہے بول و براز کیلئے جانا، بعض نے کہا کہ وہ تمام مکانات ہیں جہاں کوئی باشندہ نہ ہو کیونکہ اجازت طلبی کا حکم صرف اس لئے دیا گیا ہے کہ کسی ننگے کھلے ستر پر نظر نہ پڑ جائے جن مکانوں کے اندر کوئی رہتا نہ ہو ان کے اندر داخل ہونے میں کسی برہنگی پر نظر پڑنے کا کوئی اندیشہ نہیں اس لئے اجازت طلب کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ (مظہری) ۲ یعنی جس کی طرف دیکھنا جائز نہیں ہے اسکو دیکھنے سے آنکھیں بند رکھیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ کی لعنت ہے [نامحرم کو] دیکھنے والے پر اور جس صورت کو دیکھا جائے اس پر۔ واضح رہے کہ نامحرم کی طرف بالارادہ دوسری بار دیکھنے کی بندش ہے پہلی مرتبہ بلا ارادہ جو نظر پڑ جائے اسکا گناہ نہیں۔ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: علی! پہلی نظر کے پیچھے نظر نہ کرنا پہلی نظر تمہارے لئے جائز ہے دوسری نظر مباح نہیں، حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے اچانک نظر پڑ جانے کا مسئلہ دریافت کیا تو آپ نے مجھے حکم دیا کہ نظر پھیر لیا کرو۔ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو مسلمان کسی اجنبی عورت کی خوبصورتی پہلی مرتبہ دیکھ کر آنکھ بند کر لیتا ہے اللہ اس کیلئے عبادت میں احساس حلاوت پیدا کر دیتا ہے۔ **وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ**: یعنی اپنی بیویوں اور باندیوں کے علاوہ دوسروں سے اپنی شرمگاہوں کو چھپائے رکھیں۔ حضرت ابوالعالیہ کہتے ہیں کہ سوائے اس جگہ کے باقی جہاں بھی شرمگاہ کی حفاظت کرنے کا حکم دیا گیا ہے وہاں زنا اور حرام سے حفاظت مراد ہے صرف اس جگہ شرمگاہ کی حفاظت سے مراد پردہ کرنا چھپائے رکھنا ہے تاکہ کسی غیر کی نظر نہ پڑے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: برہنہ ہونے سے بچو تمہارے ساتھ [ہر وقت] ایسی ہستیاں (فرشتے) رہتی ہیں جو تم سے کسی وقت الگ نہیں ہوتیں۔ سوائے رفع حاجت کے وقت یا اسوقت جب کوئی شخص اپنی بیوی سے قربت کرتا ہے لہذا تم ان سے شرم کرو اور ان کی عزت کرو۔ (مظہری)

بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوبِهِنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا

سر پوشہا بر سینہائے خویش و آشکار نکنند آرائش خود را مگر

اپنے دوپٹے اپنے سینوں پر رکھیں اور ظاہر نہ کریں اپنی آرائش کو مگر

لِبُعُولَتِهِنَّ أَوْ آبَائِهِنَّ أَوْ آبَاءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ أَبْنَائِهِنَّ

بر شوہران خویش یا پدران خویش یا پدران خویش یا پسران خویش

اپنے شوہروں پر یا اپنے باپ پر یا اپنے شوہروں کے باپ یا اپنے بیٹے

أَوْ أَبْنَاءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي إِخْوَانِهِنَّ

یا پسران شوہران خویش یا برادران خویش یا پسران برادران خویش

یا اپنے شوہروں کے بیٹے یا اپنے بھائی یا اپنے بھائی کے بیٹے

أَوْ بَنِي أَخَوَاتِهِنَّ أَوْ نِسَائِهِنَّ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُنَّ

یا پسران خواہران خویش یا زنان خویش یا آنچہ مالک شدہ است دستہاے ایشاں

یا اپنی بہنوں کے بیٹے یا اپنے (قسم کی) عورتیں یا جسکے مالک ہوئے ان کے ہاتھ

أَوِ التَّابِعِينَ غَيْرِ أُولِي الْإِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ أَوِ الطِّفْلِ

یا روان نہ خداوندان حاجت از مردان یا کودکان

یا نوکروں کے جو (بڑھاپے کی وجہ سے) صاحب حاجت مردوں سے نہ ہوں یا بچے

الَّذِينَ لَمْ يَظْهَرُوا عَلٰى عَوْرَاتِ النِّسَاءِ وَلَا يَضْرِبْنَ

آنانکہ نتوانند بر برہنہ گیہا زنان و نزنند

جو نہ جانتے ہوں عورتوں کی برہنگی کو اور نہ ماریں

بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِنْ زِينَتِهِنَّ وَتُوبُوا

پایہاے یکدیگر تا بداند آنچہ پنہاں میکنند از آرائش خلخال و توبہ کنید

ایک دوسرے پاؤں کو تا کہ (لوگ) پازیب کی آرائش کو جان لیں جو چھپاتی ہیں اور توبہ کرو!

تفسیر اظہار العرفان

! یہ آیت دلالت کر رہی ہے کہ عورت کیلئے اجنبی مردوں کو دیکھنا مطلقاً ناجائز ہے' امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ اگر میلان صنفی کا اندیشہ نہ ہو تو اجنبی مرد کا وہ حصہ دیکھ سکتی ہے جسے ایک مرد دوسرے مرد کا دیکھ سکتا ہے۔ آپ نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ حجۃ الوداع کے سال قبیلۂ خشعم کی ایک عورت آئی اور اس نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ بندوں پر اللہ تعالیٰ نے جو حج فرض کیا ہے وہ میرے بوڑھے ماں باپ پر ایسے وقت میں عائد ہوا ہے کہ وہ بہت بوڑھے ہیں ٹھیک طرح سے سواری پر بیٹھ بھی نہیں سکتے اگر میں اس کے بدل میں حج کرلوں تو کیا انکی طرف سے ادا ہو جائیگا۔ ارشاد فرمایا: ہاں! حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حضرت فضل اس عورت کی طرف دیکھنے لگے اور وہ عورت بھی حضرت فضل کی طرف دیکھ رہی تھی رسول اللہ ﷺ نے حضرت فضل کا منہ دوسری طرف پھیر دیا۔ ترمذی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت سے یہ حدیث اس طرح بیان کی ہے اس روایت میں اتنا زائد ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: آپ ﷺ نے اپنے چچا کے بیٹے کا منہ پھیر دیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ میں نے ایک جوان مرد کو اور جوان عورت کو دیکھا مجھے دونوں کے متعلق شیطان کے حملے کا اندیشہ ہوا۔ ابن قطان نے اس حدیث سے استنباط کیا ہے کہ اگر فتنہ کا اندیشہ نہ ہو تو [عورت کا مرد کی طرف] نظر کرنا جائز ہے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے عورت کو منہ چھپانے کا حکم نہیں دیا۔ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ الخ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنھا نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ اگر عورت صرف کرتہ اوڑھنی پہن کر نماز پڑھ لے ازار پہنے نہ ہو تو نماز ہو جائیگی' فرمایا کوئی حرج نہیں بشرطیکہ کرتہ اتنا لمبا ہو کہ قدموں تک ڈھانپ لے۔ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ الخ: یعنی مگر اپنے شوہروں کیلئے۔ زینت کا مرکزی نقطہ تو شوہر ہی ہے اس کیلئے اپنی بیوی کے سارے بدن کو دیکھنا جائز ہے یہاں تک کہ شرمگاہ کو بھی' مگر شرمگاہ کو دیکھنا مکروہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے جو شخص اپنی بیوی سے قربت کرے تو پردہ کرلے دونوں گدھوں کی طرح ننگے نہ ہوں۔ حضرت عائشہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی شرمگاہ کبھی نہیں دیکھی۔ آیت میں اس کے بعد ان لوگوں کا حکم بیان ہو رہا ہے جو اپنی بزرگی یا خورد ہونے کی وجہ سے عورتوں کے گھروں میں ہر وقت آمد و رفت رکھتے ہیں اور عموماً کسی فتنہ کا اندیشہ نہیں ہوتا' اصول و فروع سے صنفی تعلقات طبعاً لوگ برا سمجھتے ہیں پھر حیا اور شرم بھی دامن گیر ہوتی ہے اس لئے ایسے مردوں کے سامنے عورتوں کا آنا اور اپنی زینت کو ظاہر کرنا اللہ تعالیٰ نے جائز قرار دیا ہے اور مردوں کیلئے مباح کر دیا کہ خدمت کے وقت جو بدن کا حصہ کھلا رہتا ہے یا کھل جاتا ہے اس کو دیکھ سکتے ہیں۔ أَوِ التَّابِعِينَ غَيْرِ أُولِي الْإِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ: یعنی جن عورتوں کی طرف رغبت نہ رہی ہو۔ حضرت حسن کہتے ہیں ان سے مراد وہ لوگ ہیں جن کو انتشار نہ ہو سکتا ہو' عورتوں سے قربت نہ کرسکیں اور نہ عورتوں کی رغبت ان میں باقی رہی ہو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس سے نامرد مراد ہے۔ أَوِ الطِّفْلِ الَّذِينَ لَمْ يَظْهَرُوا عَلٰى عَوْرَاتِ النِّسَاءِ: یعنی ایسے لڑکوں کیلئے جو عورتوں کے پردہ کی باتوں سے ناواقف ہیں۔ حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ اتنے چھوٹے بچے مراد ہیں جن کو عورتوں کی چھپی اور کھلی باتوں میں کوئی تمیز ہی نہ ہو وہ جانتے ہی نہ ہوں کہ پردہ کیا چیز ہے۔ ابن جریر نے لکھا ہے کہ ایک عورت نے چاندی کی دو پازیبیں بنائیں اور ان میں گھنگرو لگائے پھر لوگوں کے سامنے گذری اور پاؤں زمین پر پٹخے اور گھنگرو پازیب سے ٹکرا کر بولے۔ اس پر یہ نازل ہوئی وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ الخ. (مظہری)

اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۳۱﴾

بسوے خدای ہمہ اے مومنان شاید کہ شما رستگار شوید

تم سب اللہ کی طرف اے مومنو! شاید کہ تم سب فلاح پا جاؤ

وَ اَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَ الصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَ

و نکاح دہید زنان از قوم خویش و نیکوکارانرا از بندگان خویش و

اور نکاح کرا دیا کرو اپنی قوم کی (بے شوہر) عورتوں اور اپنے نیک بخت غلاموں اور

اِمَآئِكُمْ اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ

پعستاران خویش را اگر باشند درویشان بے نیاز کند ایشانرا خدای از بخشایش خود

اپنی باندیوں کا، اگر وہ فقیر ہوں تو اللہ انھیں اپنے فضل سے غنی کر دیگا

وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۳۲﴾ وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ

و خدای فراخت دانا و نہفگی جوئند آنانکہ نیابند

اور اللہ وسعت والا جاننے والا ہے ۱ اور پاکدامن رہنے کی کوشش کرے وہ لوگ (جو)

نِكَاحًا حَتّٰى يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَ الَّذِيْنَ يَبْتَغُوْنَ

دستگاہ تا بے نیاز کند ایشانرا خدای از فضل او و آنانکہ بجویند

وسعتِ (نکاح) نہیں رکھتے یہاں تک کہ اللہ انھیں اپنے فضل سے غنی کرے اور ان لوگوں میں سے

الْكِتٰبَ مِمَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ

کتاب از آنچہ مالک شدہ است دستہاے شما باز فروشید ایشانرا اگر دانید

جن کے تمہارے ہاتھ مالک ہوئے (اگر) مکاتب ہونا چاہیں تو انھیں مکاتب بنا دو اگر تم

فِيْهِمْ خَيْرًا ۖ وَّ اٰتُوْهُمْ مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِيْۤ اٰتٰىكُمْ ؕ وَ

در ایشاں نیکوئی و بدہید ایشانرا از مال خدای آنکہ داد شما را و

ان میں کوئی نیکی جانو اور انھیں اللہ کے مال سے دو جو تمہیں دیا اور ۲

۱ یہ امر استحبابی ہے صالح ہونے کی شرط نکاح کرانے کیلئے لازم نہیں غیر صالح کا نکاح کرانا بھی مستحب ہے لیکن جو باندی غلام نیک ہوں انکے دین کی حفاظت اور انکی پرہیزگاری کی نگہداشت کی اہمیت زیادہ ہے اس لئے خصوصیت کیساتھ صالحین کے نکاح کرانے کی ہدایت کی۔ بعض اہل تفسیر نے لکھا ہے کہ صالحین سے مراد ہیں وہ لوگ جن میں نکاح کرنے اور حقوقِ نکاح ادا کرنے کی صلاحیت ہو۔ مسئلہ: اگر جوش صنفی غالب ہو اور حرام میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو تو نکاح واجب ہے۔ صاحبِ نہایہ نے لکھا ہے کہ اگر زنا میں مبتلا ہو جانے کا ڈر ہو اور بچنے پر قدرت نہ رکھتا ہو تو ایسی حالت میں نکاح فرض ہے، لیکن یہ وجوب اسی وقت ہے جب حقوقِ نکاح ادا کرنے کا یقین ہو نکاح کے بعد حق تلفی کا اندیشہ نہ ہو، اگر لوازمِ نکاح ادا نہ کرنے کا خوف ہو تو نکاح حرام ہے، بدائع میں ذکر کیا گیا ہے کہ جوش شہوانی [کے وقت جو نکاح فرض ہوتا ہے اس] کیلئے یہ شرط بھی ضروری ہے کہ بقدر مہر معجّل ادا کرنے اور نفقہ برداشت کرنے پر قدرت رکھتا ہو اگر جوش شہوانی کیساتھ یہ شرطیں بھی موجود ہوں اور نکاح نہ کرے تو گناہگار ہوگا۔ اگر اعتدال کی حالت میں ہو تو داؤد اور دوسرے اہل ظاہر کہتے ہیں کہ اس حالت میں بھی ہر مرد اور عورت پر نکاح فرض عین ہے لیکن عمر میں ایک مرتبہ بشرطیکہ جماع پر قدرت رکھتا ہو اور نفقہ برداشت کر سکتا ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ۔ حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ مجرد رہنے کی ممانعت فرمائی ہے۔ دوسری حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عکاف سے فرمایا تیری بیوی ہے، عکاف نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا: اور کوئی باندی بھی نہیں ہے عکاف نے کہا ہاں۔ فرمایا تو خوش حال مالدار بھی ہے عکاف نے کہا میں فراخ حال بھی ہوں، فرمایا تب تو شیطان کے بھائیوں میں سے ہے۔ یہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہماری سنت [طریقہ] نکاح ہے تم میں جو لوگ مجرد ہیں وہ برے لوگ ہیں اور جو مجرد ہونے کی حالت میں مر گئے وہ بہت رذیل مردے ہیں۔ واضح رہے کہ نکاح فرضِ عین نہیں ہے اس پر اجماع امت ہے۔ داؤد جیسے لوگوں کا اس کو فرض عین قرار دینا خلافِ اجماع ہے۔ بعض کے نزدیک تو نکاح سنتِ مؤکدہ ہے، بعض کے نزدیک مستحب، لیکن سنت یا مستحب ہونا صرف اس شرط کیساتھ ہے کہ جماع پر قدرت رکھتا ہو، بیوی کا خرچ اٹھا سکتا ہو اور حق تلفی کا اسکو خطرہ نہ ہو، ان میں سے اگر کوئی شرط مفقود ہو تو نکاح مکروہ ہے یا حرام۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نکاح میری سنت ہے، جس نے میری سنت پر عمل نہیں کیا وہ مجھ سے متعلق نہیں ہے۔ نکاح کرو، دوسری امتوں کے مقابلوں میں، میں تمہاری کثرت پر فخر کرونگا۔ جو استطاعت رکھتا ہو اسکو نکاح کرنا چاہئے جو استطاعت نہ رکھتا ہو اس کیلئے روزہ ضروری ہے۔ (مظہری) ۲ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تین شخص ہیں کہ ان میں سے ہر ایک کیلئے اللہ کے ذمے کرم پر ہے کہ اللہ انکی مدد فرمائے، اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والا، ایسا نکاح کرنے والا جس کا ارادہ گناہ سے بچنا ہو اور وہ مکاتب جس کا ارادہ ادا کرنے کا ہو۔ (القرطبی) ابن سکن نے معرفۃ الصحابہ میں عبداللہ بن صبیح سے اور انھوں نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ میں یطب بن عبداللہ کا مملوک تھا میں نے اس سے مکاتب کی درخواست کی تو اس نے انکار کر دیا اس پر آیت وَالَّذِيْنَ يَبْتَغُوْنَ الْكِتٰبَ نازل ہوئی۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عبداللہ بن اُبی اپنی لونڈی سے کہا کرتا تھا کہ جاؤ اور قحبہ گری کر کے ہمارے لئے کچھ کما لاؤ اس پر آیت وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ نازل ہوئی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول)

لَا تُكْرِهُوا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوا

تکره مدارید پرستاران خویش را بزنان نهفتگی اگر خواهند اجتناب کردن تا بجوئید

مجبور نہ کریں اپنی کنیزوں کو چھپ کر زنا کرنے پر اگر وہ بچنا چاہیں تا کہ تم چاہو

عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۭ وَمَنْ يُّكْرِهْهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْۢ

منفعت زندگانی دنیا و هر که تکره دارد ایشانرا پس هر آئنه خدای از

دنیا کی زندگی کی منفعت اور جو کوئی انھیں مجبور کریگا تو بیشک اللہ

بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٣٣﴾ وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ

پس اکراه ایشاں آمر زنده مهربانست و هر آئنه فرستادیم ما بسوے شما

انکی مجبوری کے بعد بخشنے والا مہربان ہے اور بیشک ہم نے تمہاری جانب

اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ وَّمَثَلًا مِّنَ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ

نشانها روشن و مثلے از آنانکه گذشتند

روشن نشانیاں اور کچھ مثالیں بھیجیں ان لوگوں کی جو گذر چکے تھے

قَبْلِكُمْ وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿٣٤﴾ اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ

پیش از شما بودند و پند مر پرهیزگارانرا الله است کننده آسمانها

تم سے پہلے اور نصیحت پرہیزگاروں کیلئے ۱ اللہ منور کرنے والا ہے آسمانوں

وَالْاَرْضِ ۭ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ۭ اَلْمِصْبَاحُ

و زمین مانند نور خدای چوں روزنی دراں چراغی افروخته آں چراغ

اور زمین کا، اللہ کے نور کی مثال جیسے ایک طاق جس میں ایک چراغ روشن ہو وہ چراغ

فِيْ زُجَاجَةٍ ۭ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ

در آبگینه آں آبگینه گویا ستاره ایست گیر را افروخت شده کرد

آب گینہ میں، وہ آب گینہ گویا ایک روشن ستارہ ہے روشن کیا جاتا ہے ۲

تفسیر اظہار العرفان

۱ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے تین صفات بیان فرمائے ہیں (۱) اس میں آیاتِ مبینات یعنی واضح نشانیاں ہیں (۲) اس قرآن میں ان لوگوں کی مثال ہیں جو تم سے پہلے گذر چکے ہیں (۳) پرہیزگاروں کے لئے یہ قرآن نصیحت ہے۔ (تفسیر کبیر)

۲ نور اس کیفیت کا نام ہے جس کو آنکھ سب سے پہلے ادراک کرتی ہے پھر اسکے ذریعے سے دوسری قابل دید چیزوں کا انکشاف کرتی ہے جیسے چاند سورج کی روشنی کہ ان چیزوں کا ان سے انجلاء ہو جاتا ہے جو سورج چاند کے سامنے ہوتی ہیں اس تعریف کی رو سے لفظِ نور کا ذاتِ باری تعالیٰ پر حقیقی اطلاق نہیں [کیونکہ یہ نور مادی ہے اور عوارض مادیات میں سے ہے] لامحالہ تاویل کی جائیگی۔ تاویل کی چند صورتیں ہیں (۱) مضاف الیہ کو محذوف مانا جائے یعنی اللہ زمین وآسمان کو نور عطا کرنے والا ہے (۲) مصدر اسم فاعل [مُـنَـوِّرٌ] کے معنی میں ہے یعنی اللہ زمینوں اور آسمانوں کو سورج اور ستاروں سے اور انبیاء، ملائکہ اور مومنوں سے روشن کرنے والا ہے (۳) بعض نے کہا کہ اللہ نور ہے یعنی تمام انوار اسی کے ہیں جیسے کہا جاتا ہے فلاں شخص ہمارے لئے رحمت ہے یعنی ہم کو جو رحمت حاصل ہوتی ہے وہ اسی سے حاصل ہوئی ہے (۴) بعض نے کہا کہ نور سے مراد ہے مدبر۔ مَثَلُ نُوْرِهٖ: یعنی وہ نور جو مؤمنوں کے دل میں جگمگاتا ہے جس کی پرتو اندازی کی وجہ سے مؤمن کا دل اللہ کی ذات وصفات کی طرف راستہ پاتا ہے، بغوی نے لکھا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ پڑھتے تھے مَثَلُ نُوْرِهٖ فِيْ قَلْبِ الْمُؤْمِنِ. بعض اہل تفسیر نے لکھا ہے کہ نُوْرِهٖ کی ضمیر مؤمن کی جانب راجع ہے۔ يُوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ: زیتون کا درخت بڑا بابرکت درخت ہے اس سے گوناگوں فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ اسکا تیل چراغوں میں جلایا جاتا ہے اور نہایت مفید نفیس روشنی دیتا ہے۔ یہ بطور سالن بھی کام میں آتا ہے اور ایک خاص قسم کی لذت بھی اپنے اندر رکھتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: زیتون کا تیل کھاؤ اور لگاؤ یہ ستر بیماریوں کیلئے شفا ہے جن میں سے ایک کوڑھ کی بیماری ہے۔ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ: نور بالائے نور ہے ایک تو تیل کی بجائے خود چمک پھر آگ کی وجہ سے اسکی اشتعالی روشنی، یہ دوہرا نور ہے۔ بغوی نے لکھا ہے کہ اس تمثیل کی تشریح میں اہل علم کے اقوال مختلف ہیں بعض علماء کا خیال ہے کہ یہ نور محمدی ﷺ کی تمثیل ہے۔ (مظہری) اے بھائی اللہ تعالیٰ نے اسرار کی مقدار اس آیت میں رکھ دی ہے اور دوسری آیت میں بھی موجود ہے ہر چند کہ اس آیت کریمہ میں مشکوٰۃ، مصباح، زجاجہ، نور چراغ اور شجرہ مبارک [یہ کل پانچ بنتے ہیں] حضرات خمس کی یاد میں سے ہیں [حضرات خمس سے مراد حضرت وحدت، حضرت واحدیت، حضرت ارواح، حضرت امثال اور حضرت اجسام ہیں یہ تصوف کی اصطلاحات میں سے ہیں] اور مرتبۂ پنجم میں کمالِ نورِ ظہور کی یاد دہانی کرتے ہیں، قرآن کریم میں ایک تا پانچ اسرار و رموز جابجا بیان کئے گئے ہیں یہ نور جو شجرہ مبارکہ سے روشن ہو کر مصباح ہوا اسکا نام ظہور ہے اسی آیت کریمہ میں باعتبار حضراتِ خمس خلفائے راشدین کا مرتبہ بھی بیان کیا گیا ہے اور وہ اس طرح کہ شجرہ مبارکہ حقیقتِ محمدی ﷺ ہے [باقی بچے چار] مشکوٰۃ، مصباح، زجاجہ اور نور چراغ یہ آپ ﷺ کے چار یار ہیں جنہوں نے شجرہ مبارکہ سے فیض حاصل کیا اور جنہوں نے آپ کے رخسارۂ کمالات اور برقعۂ تجلیات سے اپنے آپ کو منور کیا۔ اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ: اَىْ هَادِىْ اَهْلِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ اللہ زمین وآسمان کا نور ہے یعنی زمین و آسمان کا ھادی ہے، نور ھادی کے معنی میں ہے۔ (مکتوباتِ اشرفی)

مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ

از درخت با برکت زیتون زشرقی است و نہ غربی است

با برکت درخت زیتون سے (جو) نہ شرقی ہے اور نہ غربی ہے

يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ؕ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ ؕ

میخواہد روغن از زیتون بدرخشد و اگرچہ نرسید باں آتش نور بر نور

زیتون کا تیل روشن ہوا چاہتا ہے اگرچہ اس تک آگ نہ پہنچے نور پر نور،

يَهْدِى اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ

راہ نماید خدای بنور خویش آنکسیرا کہ خواہد و پدید میکند خدای

اللہ اپنے نور سے راستہ دکھاتا ہے اس شخص کو جسے چاہتا ہے، اور اللہ ظاہر فرماتا ہے

الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيْمٌ ﴿٣٥﴾ فِىْ بُيُوْتٍ

مثلہا برائے مردمان و خدای ہمہ چیز دانا ست خانہائیکہ

مثالوں کو لوگوں کے واسطے، اور اللہ ہر چیز کو جانتا ہے۔اللہ نے جن گھروں میں

اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ ۙ يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا

دستورے داد خدای آنکہ بزرگ دارند و یاد کنند دراں نام او تنزیہہ کند او را دراں

بلند رکھنے اور یاد کرنے کی اجازت دی ہے کہ ان میں اسکا نام لیا جائے تسبیح کرتے ہیں اس کیلئے اس میں

بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ﴿٣٦﴾ رِجَالٌ ۙ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا

بہامداد و شبانگاہ مردانگی مشغول نکند ایشانرا بازرگانی و نہ

صبح اور شام ۱ ایسے مرد کہ انہیں نہیں روکتی ہے تجارت نہ بیع

بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ ۙ

بیع از یاد کردن خدای و بر پاداشتن نماز و بدادن زکوۃ

اللہ کو یاد کرنے اور نماز قائم کرنے اور زکوۃ دینے سے ۲

۱ بیوت سے مراد ہیں مسجدیں۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں مسجدیں زمین پر اللہ کے گھر ہیں یہ آسمان والوں کی نظر میں ایسی چمکیلی دکھائی دیتی ہیں جیسے زمین والوں کیلئے ستارے۔مسجدیں بلند کرنے سے مراد ہیں مسجدوں کا بنایا جانا۔رفع بمعنی تعمیر آیت وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ میں بھی آیا ہے"جب ابراہیم اور اسماعیل بیت اللہ کی دیوار اٹھا رہے تھے یعنی بنا رہے تھے" اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: جو اللہ کیلئے مسجد بنائے گا اللہ جنت کے اندر اسکا گھر بنا دیگا۔بغوی نے لکھا ہے کہ صرف چار مسجدیں ہیں جن کو پیغمبروں نے بنایا تھا۔کعبہ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے بنایا تھا، بیت المقدس کو حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے بنایا اور مسجد مدینہ اور مسجد قباء کو رسول اللہ ﷺ نے بنایا۔مسجد قباء وہی مسجد ہے جس کی بنیاد اول دن سے ہی تقوی پر رکھی گئی تھی۔ يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ: اہل تفسیر نے لکھا ہے کہ صبح وشام کی تسبیح سے پانچوں فرض نمازیں، مسجدوں کی تعمیر انہی نمازوں کیلئے کی جاتی ہیں، فجر کی نماز صبح کی تسبیح ہے اور باقی چار نمازیں شام کی نمازوں میں شامل ہیں، بعض نے کہا کہ صرف فجر اور عصر کی نمازیں مراد ہیں ان اوقات کی نمازوں کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔فجر کا وقت سونے کا وقت ہے اور عصر کا وقت بازاروں میں کاروبار کا وقت۔اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ جس نے دونوں ٹھنڈی نمازیں پڑھیں وہ جنت میں داخل ہوگیا۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ صبح کی تسبیح سے چاشت کی نماز مراد ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص باوضو فرض نماز کیلئے چل کر جاتا ہے اس کا ثواب محرم حاجی کی طرح ہوتا ہے اور جو چاشت کی نماز کی غرض سے چل کر جاتا ہے اور صرف چاشت کی نماز کا ارادہ ہی اسکو کھڑا کرتا ہے اس کا ثواب عمرہ ادا کرنے والے کے برابر ہوتا ہے۔(مظہری) ۲ تجارت کا ذکر خصوصیت کے ساتھ اس لئے کیا کہ انسان کو جو چیزیں نماز سے غافل کرتی ہیں ان میں تجارت سب سے بڑی ہے۔ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ کی تاویل میں اختلاف ہے، حضرت عطاء نے کہا کہ اس سے مراد ہے نماز میں حاضر ہونا، یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے اذان مراد ہے، کہا گیا ہے کہ اس سے اسمائے حسنی مراد ہیں۔یہ آیت کریمہ اہل اسواق کے بارے میں نازل ہوئی۔حضرت سالم کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب بازار میں ہوتے اور نماز کا وقت ہو جاتا تو آپ دکانوں کے دروازے بند کردیتے اور کھڑے ہوجاتے تا کہ سب جماعت کے ساتھ نماز پڑھ لے۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ یہ وہ لوگ ہیں جو زمین پر چلتے ہیں اور اللہ کا فضل تلاش کرتے ہیں۔مروی ہے کہ نبی ﷺ کے عہد میں دو شخص تھے ان میں سے ایک تاجر تھا یہ جب جماعت کیلئے اذان کی آواز سنتا اسوقت اگر اس کے ہاتھ میں ترازو بھی ہوتا تو اسے زمین پر رکھ کر نکل پڑتا ان میں سے دوسرا لوہار تھا جو تجارت کیلئے تلوار بناتا تھا پس اذان کے وقت اگر اس کے ہاتھ میں ہتھوڑا ہوتا تو اسے زمین پر رکھ کر نماز کیلئے چل دیتا اس پر اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کی تعریف میں اور جوان دونوں کی طرح عمل کریگا اس کی تعریف میں یہ آیت نازل فرمائی۔حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک زمانہ ایسا آئیگا کہ اسلام باقی نہ رہیگا مگر رسماً، اور نہ قرآن باقی رہیگا مگر رسماً، لوگ مسجدیں بنائیں گے لیکن ان کی مسجدیں اللہ کے ذکر سے خالی ہونگیں اس زمانے میں علماء اہل شر ہونگے، ان سے فتنہ نکلے گا اور انہی کی جانب لوٹ جائیگا یعنی علم ہوگا لیکن عمل نہیں کرینگے۔(القرطبی)

يَخَافُونَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيهِ الْقُلُوبُ وَالْأَبْصَارُ ﴿٣٧﴾

ترسند از عذاب روزیکه بگردد دراں دلہا و دیدہا

اس روز کے عذاب سے ڈرتے ہیں جس میں دل اور آنکھیں پلٹ جائیں گیں

لِيَجْزِيَهُمُ اللَّهُ أَحْسَنَ مَا عَمِلُوا وَيَزِيدَهُم مِّن فَضْلِهِ

تا پاداش دہد ایشانرا خدای نیکو تر آنچه کردند و بیفزاید ایشانرا از فضل او

تا کہ اللہ انھیں سب سے بہتر بدلہ دے جو انھوں نے کیا اور زیادہ کرے ان کیلئے اپنے فضل کو ۱

وَاللَّهُ يَرْزُقُ مَن يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿٣٨﴾ وَالَّذِينَ

و خدای روزی دہد آنرا که خواہد بے شمار و آنانکه

اور اللہ روزی دیتا ہے جسے چاہے بے حساب ۱ اور وہ لوگ جو

كَفَرُوا أَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍ بِقِيعَةٍ يَحْسَبُهُ الظَّمْآنُ مَاءً

نگرویدند کردارہاے ایشاں چوں سراب در بیابانی ہمه از تشنگی آب است

کافر ہوئے ان کے کردار سراب جیسے ہیں بیابان میں پیاسا اسے پانی گمان کرے

حَتَّىٰ إِذَا جَاءَهُ لَمْ يَجِدْهُ شَيْئًا وَوَجَدَ اللَّهَ عِندَهُ

تاچوں بیاید دراں نیابد آنرا چیزے و بیابد خدایرا نزد او

یہاں تک کہ جب آئے اس کے پاس تو نہ پائے اسے کوئی چیز اور اللہ کو اپنے قریب پایا

فَوَفَّاهُ حِسَابَهُ ۗ وَاللَّهُ سَرِيعُ الْحِسَابِ ﴿٣٩﴾ أَوْ كَظُلُمَاتٍ فِي بَحْرٍ

پس عقوبت تمام کند شمار او و خدای زود شمار کننده است یا چوں تاریکیها ست

پس اس نے اسکا حساب پورا پورا چکا دیا اور اللہ جلد حساب کرنے والا ہے ۲ یا

لُّجِّيٍّ يَغْشَاهُ مَوْجٌ مِّن فَوْقِهِ مَوْجٌ مِّن

در دریای مَرْدَہ بپوشاند آنرا موج از بالاے او موج از

(کافروں کے اعمال) بے پایاں طوفانی سمندر کی تاریکیوں کی سی ہیں جسے ایک لہر اس کے اوپر دوسری لہر

تفسیر اظہار العرفان

۱ یعنی یہ نیکیاں اس لئے کرتے ہیں تا کہ اللہ تعالیٰ انھیں بدلہ دے۔ جو عمل انھوں نے کیا اس پر ثواب عطا فرمائے۔ اس میں چند احتمالات ہیں (۱) احسن سے مراد ہر طرح کی نیکیاں ہیں خواہ وہ فرائض میں سے ہوں یا نوافل سے۔ حضرت مقاتل کہتے ہیں کہ احسن کا لفظ اس تنبیہ کی خاطر ذکر فرمایا کہ ان کے اعمال کا بدلہ ایسا نہیں دیگا جو ان کے اعمال کے مساوی ہو بلکہ ان کیلئے مغفرت ہے [جو ان کے اعمال سے عمدہ ہے] (۲) اللہ تعالیٰ ان کے اچھے اعمال کا بدلہ اس طرح دیگا کہ ایک نیکی کا بدلہ دس سے سات سو گنا تک بڑھا دیگا (۳) قاضی کہتے ہیں کہ اس سے وہ اعمال مراد ہیں جو گناہوں کو مٹانے والے ہوں اور احسن اعمال کا بدلہ اللہ تعالیٰ انھیں عطا فرمائیگا۔ وَيَزِيدُهُمْ مِنْ فَضْلِهِ: مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انھیں احسن اعمال کا بدلہ پورا عطا فرمائیگا ان کے استحقاق میں کوئی کمی نہیں فرمائیگا بلکہ اپنے فضل سے انھیں اور زیادہ عطا فرمائیگا۔ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ: یہ حصہ اللہ تعالیٰ کے کمالِ قدرت اور کمالِ جود پر تنبیہ کر رہا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے طاعت کرنے والوں کا ذکر فرمایا اور ساتھ ہی ساتھ انھیں ثواب عظیم کی بشارت دی تو فوراً بیان ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ایسے طاعت گذاروں کو اور عطا فرمائیگا۔ (تفسیر کبیر)

۲ یہ دو مثالیں اللہ تعالیٰ نے کفار کیلئے دی ہیں جیسے سورہ بقرہ کے شروع میں منافقین کیلئے دو مثالیں دیں ایک آگ کی اور ایک پانی کی۔ اسی طرح سورہ رعد میں ہدایت اور علم کیلئے بھی دو مثالیں دیں ایک آگ کی اور ایک پانی کی پس یہاں پر اول مثال ان کافروں کے بارے میں ہے جو لوگوں کو اپنے کفر کی جانب یہ سمجھ کر بلاتے ہیں کہ یہ بھی اعمال اور اعتقاد رکھتے ہیں لیکن نفس الامر میں وہ کچھ بھی نہیں ہیں پس انکی مثال ایسی ہے جیسے سراب کو دیکھنے والا اسے پانی تصور کرتا ہے لیکن نفس الامر میں وہ پانی نہیں ہوتا ہے۔ (ابن کثیر) یعنی کافروں کے اعمال [قیامت کے دن] ان کو کوئی فائدہ نہیں پہنچائیں گے کیونکہ وہ سراب کی طرح بے حقیقت ہونگے۔ سراب اس سفید ریت کو کہتے ہیں جو ریگستانی میدان میں دوپہر کے وقت دھوپ میں آب رواں کی طرح دور سے نظر آتی ہے۔ بِقِيعَةٍ بمعنی میدان۔ کافر قیامت کے دن سخت ناکام ہوگا اس کی تشبیہ اس پیاسے سے دی جو پانی کا سخت ضرورت مند ہو اور سراب کو آب سمجھ کر بے مراد ہو جائے۔ سوال: پیاسے کا سراب کے پاس جانا اللہ تعالیٰ کا عذاب پانا ایک بیکار بات ہے۔ جواب: اس تشبیہ کے دو جواب ہو سکتے ہیں (۱) قیامت کے دن کافر سخت پیاسا ہوگا آگ بصورت آب اس کے سامنے آئیگی وہ آگ کو پانی سمجھے گا اور اسکی طرف دوڑے گا لیکن وہاں اس کو اللہ تعالیٰ کا عذاب بصورتِ آتش ملے گا اور اپنی خیالی مراد نہیں ملے گی (۲) عذاب سے مراد [آخرت کا عذاب نہیں ہے بلکہ] وہ دکھ اور نامرادی مراد ہے جو سخت پیاسے کو سراب کے پاس پہنچ کر حاصل ہوتی ہے اور اس سارے دکھ کی بنیاد اس کی بد اعمالیاں ہوتی ہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "تم کو جو مصیبت پہنچتی ہے وہ تمہارے ہی کرتوت کے بدلہ میں پہنچتی ہے اور اللہ تمہارے بہت سے جرائم سے درگذر فرماتا ہے" اولیٰ ہے کہ حَتّٰى کو ابتدائیہ قرار دیا جائے اور اس کا تعلق اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍ سے مانا جائے۔ اس صورت میں آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ کافر جب قیامت کے دن اپنے اعمال پر پہنچے گا اور اس کا کیا کرایا سامنے آئیگا تو وہاں سوائے اللہ کے عذاب کے اور کچھ ہاتھ نہیں آئیگا۔ وَاللّٰهُ سَرِيعُ الْحِسَابِ: اور اللہ تیزی کے ساتھ حساب لینے والا ہے' ایک حساب میں مشغولیت اس کو دوسرے حساب سے نہیں روک سکتی اس دنیا کے آدھے دن کے بقدر وقت میں وہ سب بندوں کا حساب لیگا۔ (مظہری)

فَوْقِهٖ سَحَابٌ ؕ ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ ؕ اِذَآ اَخْرَجَ

بالاے او ابر بود تاریکیہا باشد بعضے ازاں بر بعضے چوں بیروں کند

اسکے اوپر سے ابر چھپائے ہوئے ہو ایک دوسرے کے اوپر تاریکیاں ہی تاریکیاں ہیں جب نکالے

يَدَهٗ لَمْ يَكَدْ يَرٰىهَا ؕ وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ

دست خویش نبیند آنرا از سختی تاریکی و ہر کرا نکرد خدای او را دل روشن پس نیست او را

اپنے ہاتھ کوتو نہ دیکھ سکے اسے سخت تاریکی کی وجہ سے اور اللہ جسکے دل کو روشن نہ کرے پس نہیں ہے اس کیلئے

مِنْ نُّوْرٍ ﴿۴۰﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ

ہیچ روشن کنندہ آیا نمی بینی ہر آئنہ خدای تنزیہی کند او را ہر کہ در آسمانہا

کوئی روشن کرنے والا ۱ کیا تو نے نہ دیکھا اللہ کی تسبیح کرتے ہیں اس کیلئے جو آسمانوں

وَالْاَرْضِ وَالطَّيْرُ صٰٓفّٰتٍ ؕ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسْبِيْحَهٗ ؕ

و زمین و مرغان صف زدہ ہر یکے را دانستہ است نماز او

اور زمین میں ہیں اور پرندے صف بنائے، ہر ایک کو معلوم ہے اپنی نماز

وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ﴿۴۱﴾ وَلِلّٰهِ مُلْكُ

و تسبیح او خدای دانا ست بآنچہ میکنند و مر خدایرا ست پادشاہی

اور اپنی تسبیح اور اللہ جاننے والا ہے جو وہ سب کرتے ہیں ۲ اور اللہ کیلئے آسمانوں

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ﴿۴۲﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ

آسمانہا و زمین و بسوے خدای باز گشت است آیا نمی بینی ہر آئنہ

اور زمین کی بادشاہت ہے اور اسی کی طرف لوٹنا ہے ۳ کیا تو نے نہ دیکھا بیشک

اللّٰهَ يُزْجِىْ سَحَابًا ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهٗ ثُمَّ يَجْعَلُهٗ رُكَامًا

خدای میداند ابر را در ہوا پس جمع گسترد میان ابرہا پس بکند او را زیر یکدیگر

اللہ بادلوں کو ہوا سے چلاتا ہے پھر بادلوں کو باہم جمع کرتا ہے پھر اسے تہ بتہ کرتا ہے

۱ یعنی کفر کیلئے یہ دوسری مثال ہے۔ زجاج کہتے ہیں کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ اگر تم چاہوتو کافر کے حال کی مثال سراب سے دؤاور اگر چاہو تو ظلمات سے دو۔ جرجانی کہتے ہیں کہ پہلی آیت میں کفار کے اعمال کا ذکر تھا اور اب اس آیت میں ان کے کفر کا ذکر ہے۔ کفر کو ان کے اعمال پر چلایا اس لئے کہ کفر بھی ان کے اعمال میں سے ہے۔ (القرطبی) اس آیت کریمہ میں چند وجوہ سے تشبیہ کی کیفیت ہے (۱) اللہ تعالیٰ نے تین ظلمات کا ذکر فرمایا سمندر کی ظلمت' امواج کی ظلمت اور بادلوں کی ظلمت۔ اسی طرح کافر کی تین ظلمات ہیں اعتقاد کی ظلمت' قول کی ظلمت اور عمل کی ظلمت۔ یہ قول حضرت حسن کا ہے (۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ کافر کے دل' آنکھ اور کان کو ان ظلمات سے تشبیہ دی گئی ہے (۳) تاریک دل تاریک سینے میں ہے۔ (تفسیر کبیر) حاصل مطلب یہ ہے کہ کافر کی بد اعمالیوں کی تاریکیاں اسکے دل پر تہہ بہ تہہ چڑھی ہوئی ہیں جو اس کو ادراک حق اور ہدایت کو قبول کرنے سے روکتی ہیں قلبی انکارِ حق ایک تاریک موجزن سمندر کی طرح ہے جس پر گناہوں کی تہہ بہ تہہ تاریکیاں سمندر کی اٹھتی ہوئی لہروں کی طرح چھائی ہوئی ہیں پھر دل پر گمراہی کی مُہر اور چھاپ اس کالے بادل کی طرح ہے جو سمندر کے موجوں کے اوپر چھایا ہوا ہو۔ کافر جب واضح ترین حقیقت یعنی ایمان واسلام پر غور کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو دیکھ نہیں پاتا تمام انبیاء کا انکار کرتا ہے باوجود یکہ ان کے معجزات واضح طور پر نظر کے سامنے ہوتے ہیں اور پتھروں کو جو ساری کائنات عنصری میں پست ترین درجہ رکھتے ہیں معبود قرار دیتا ہے۔ وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ: یعنی ہدایت خداداد چیز ہے۔ بہت سے وہ لوگ جو دنیوی معاملات میں بڑے بھولے اور نادان' آخرت کے معاملات میں تیز اور ہوشیار ہوتے ہیں اور بکثرت آدمی دنیوی امور میں روشن عقل والے مگر آخرت کی طرف سے غافل اور دینی امور میں بے سمجھ جانوروں کی طرح ہوتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ نے اپنی مخلوق کو تاریکی میں پیدا کیا پھر اپنا کچھ نور اس میں ڈال دیا پس جس پر اسکے نور کا کوئی چھینٹا پڑ گیا وہ ہدایت یاب ہوگیا اور جس پر نہ پڑا وہ گمراہ ہوگیا اسی لئے میں کہتا ہوں کہ علم خداوندی پر قلم [لکھ کر] خشک ہوگیا۔ امام بغوی نے بحوالہ حضرت مقاتل لکھا ہے کہ اس آیت کا نزول عقبہ بن ربیعہ کے حق میں ہوا۔ عقبہ دور جاہلیت میں دین حق کا متلاشی تھا ٹاٹ کا لباس پہن رکھا تھا لیکن جب اسلام آیا تو اس نے ماننے سے انکار کردیا۔ (مظہری) ۲ جاننا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے جب مؤمنین کے قلوب کے انوار اور جاہلین کے قلوب کے ظلمات کو بیان فرمایا تو اب اس کے بعد توحید کے دلائل بیان فرما رہا ہے۔ یہاں تسبیح سے مراد یہ ہے کہ تمام اشیاء دلالت کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر قسم کے نقائص سے پاک ہے اور وہ صفتِ جلال سے متصف ہے۔ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسْبِيْحَهٗ: حضرت ابو ثابت کہتے ہیں کہ میں محمد بن جعفر الباقر کے پاس بیٹھا تھا کہ آپ نے مجھ سے پوچھا کہ تم جانتے ہو کہ یہ پرندے طلوع آفتاب اور غروب آفتاب کے وقت کیا کہتے ہیں۔ میں نے عرض کی نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتے ہیں۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ ہم نے مشاہدہ کیا کہ اللہ تعالیٰ نے پرندوں اور دوسرے حشرات کی جانب ایسے اعمال کے بارے میں الہام کیا جس سے اکثر عقلاء عاجز ہیں۔ (تفسیر کبیر) ۳ اس آیت میں تنبیہ ہے کہ ہر ایک اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا ہر شے ممکن اور محدث ہے اور ممکن اور محدث نہیں پائے جاتے مگر انتہاء کے وقت قدیم واجب کی جانب سے' پس اس قصہ میں تمام اجرام واجسام داخل ہوگئے۔ (تفسیر کبیر)

فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ وَيُنَزِّلُ مِنَ

پس بني تو بارانرا كه بيروں آيا از ميان آں و بفرستد از

پس تو دیکھے گا بارش کو کہ اسکے درمیان سے نکلتی ہے اور بھیجتا ہے

السَّمَآءِ مِنْ جِبَالٍ فِيْهَا مِنْۢ بَرَدٍ فَيُصِيْبُ بِهٖ

آسمان از كوه ها دراں از ژاله پس برساند آنرا

آسمان میں (جمے ہوئے) پہاڑوں سے اولے پھر اسے جس پر چاہتا ہے پہنچا دیتا ہے

مَنْ يَّشَآءُ وَيَصْرِفُهٗ عَنْ مَّنْ يَّشَآءُ ؕ يَكَادُ سَنَا بَرْقِهٖ

هر كرا خواهد و بگرداند آنرا از آنكسيكه خواهد رخش تابيدن

اور اسے جس سے چاہتا ہے پھیر دیتا ہے بجلی کی چمک چاہتی ہے

يَذْهَبُ بِالْاَبْصَارِ ﴿٤٣﴾ يُقَلِّبُ اللّٰهُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ؕ اِنَّ

كه ببرد روشناى ديدها ميگرداند خداى شب و روز را هر آئنه

کہ آنکھوں کی روشنی لے جائے ۱؎ اللہ رات اور دن کو پھیرتا ہے بیشک

فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِى الْاَبْصَارِ ﴿٤٤﴾ وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ

دریں عبرت است مر خداوندان دیدها و خداى بيافريد هر

اس میں عبرت ہے نگاہ والوں کیلئے ۲؎ اور اللہ نے پیدا کیا ہر

دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى بَطْنِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ

جنبنده از آبے پس از ایشاں کیست که میرود بر شکم او و از ایشاں

ہلنے والے کو پانی سے پس ان میں سے کوئی وہ ہے جو چلتا ہے اپنے پیٹ پر' اور ان میں سے

مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى رِجْلَيْنِ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰٓى اَرْبَعٍ ؕ يَخْلُقُ

کیست که میرود بر دو پای و از ایشاں کیست که میرود بر

کوئی وہ ہے جو چلتا ہے اپنے دو پیر پر' اور ان میں سے کوئی وہ ہے جو چلتا ہے ۳؎

تفسیر اظہار العرفان

۱؎ حضرت کعب کہتے ہیں کہ بادل بارش کی چھلنی ہے اگر بادل نہ ہوتا اور آسمان سے براہِ راست بارش ہوتی تو جو کچھ زمین میں ہے اسے تہس نہس کر دیتی۔ کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان میں برف کے پہاڑ پیدا کئے بارش کا پانی اسی برف سے نیچے اترتا ہے' یہ بھی کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان میں پہاڑ بنائے جس میں برف پائی جاتی ہے اس صورت میں آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ آسمان کے پہاڑوں سے پانی اتارتا ہے جس میں برف ہوتی ہے' یہ بھی کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمان سے پہاڑوں کے مقدار برف اتارتا ہے۔(القرطبی)

۲؎ یعنی کبھی رات کو بڑھاتا ہے اور دن کو چھوٹا کرتا ہے اور کبھی دن کو بڑھاتا اور رات کو چھوٹا کرتا ہے' یا یہ مطلب ہے کہ ان دونوں کے احوال میں تغیر کرتا ہے' کبھی گرمی اور کبھی سردی' کبھی ظلمت اور کبھی نور وغیرہ۔ حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ابن آدم دھر کو گالی دیکر مجھے اذیت دیتا ہے اس لئے کہ دھر میں ہوں اور معاملات میرے ہاتھ میں ہیں۔ میں ہی رات اور دن کو پھیرتا ہوں۔ اِنَّ فِیْ ذَالِکَ لَعِبْرَۃً لِّاُولِی الْاَبْصَارِ: یعنی صانع کے وجود پر واضح دلائل موجود ہیں لیکن یہ سب ان کیلئے نصیحت ہیں جو غور وفکر کرنے والا ہو۔ حضرت سعید بن مسیب سے سوال کیا گیا کہ عبادتوں میں کونسی عبادت افضل ہے آپ نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ کی خلقت میں تفکر اور اس کے دین میں تفقہ۔(روح البیان)

۳؎ پانی سے مراد وہ پانی جو ہر جانور کے خمیری مادے میں داخل ہے' یا نطفہ مراد ہے اس صورت میں کل جانور مراد نہ ہونگے' کیونکہ بعض بغیر نطفہ کے پیدا ہونگے لیکن اکثریت انہی جانوروں کی ہے جن کی تخلیق نطفہ سے ہوتی ہے اس لئے بطور تغلیب لفظِ کل آیا ہے۔ ملائکہ اور جن دابہ میں شامل نہیں ہیں۔ بعض اہل علم نے کہا کہ مِنْ مَاءٍ کا تعلق خلق سے نہیں ہے یعنی جو جانور نطفہ سے پیدا ہوتے ہیں اللہ ہی ان کا خالق ہے۔ بعض علماء نے کہا کہ تمام [عنصری] مخلوق کی اصل پانی ہے [ارسطو اور اس کے پیرو کہتے ہیں کہ ہر جانور کی تخلیق کے اصل ارکان وعناصر چار ہیں پانی' ہوا' مٹی اور آگ۔ ارسطو اور شیخ ابن سینا نے انہی کو اسطقسات بھی کہا ہے۔ بعض یونانیوں کا خیال ہے کہ اجزائے تخلیق دو ہیں' بعض نے کہا کہ صرف گیس ہر تخلیق کی بنیاد ہے پانی مٹی وغیرہ اسی کے روپ میں ہیں' لیکن بعض علمائے اسلام قائل ہیں کہ سنگ بنیاد پانی ہے پانی جم کر پتھر بنا' پانی تحلیل وتبخیر کے ذریعہ ہوا بن گیا پھر ہوا آگ ہوگئی۔ سب حیوانوں کا اصل خمیر پانی ہی ہے اور پانی ہی بنیاد ہے] امام بغوی نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اول پانی کو پیدا کیا پھر اسکے کچھ حصے کو ہوا بنادیا جس سے فرشتے بنے اور کچھ حصہ کو آگ میں تبدیل کردیا جس سے جنات کی تخلیق ہوئی اور کچھ حصہ کو مٹی بنادیا گیا جس سے حضرت آدم علیہ السلام کی ساخت ہوئی اور مٹی سے ہی تمام جانوروں کو بنایا گیا۔ فَمِنْهُمْ مَنْ یَّمْشِیْ عَلٰی بَطْنِهٖ: سو کچھ جانور تو وہ ہیں جو پیٹ کے بل چلتے ہیں جیسے سانپ وغیرہ۔ وَمِنْهُمْ مَنْ یَّمْشِیْ عَلٰی رِجْلَیْنِ: اور کچھ دو ٹانگوں سے چلتے ہیں جیسے انسان اور پرندے۔ وَمِنْهُمْ مَنْ یَّمْشِیْ عَلٰی اَرْبَعٍ: اور کچھ وہ ہیں جو چار ٹانگوں پر چلتے ہیں جیسے چرندے' درندے۔ چار سے زیادہ پاؤں سے چلنے والے جانوروں کی بھی کچھ قسمیں ہیں جیسے مکڑی' کیکڑا وغیرہ۔ ان کا تذکرہ آیت میں اس وجہ سے نہیں کیا کہ ان کی رفتار کی صورت بھی وہی ہوتی ہے جو چوپایوں کی رفتار کی ہوتی ہے [چلنے میں انکی گردن اور منہ اوپر کو اٹھا ہوا نہیں ہوتا] یَخْلُقُ مَا یَشَاءُ: یعنی بسائط ہوں یا مرکبات سب اللہ تعالیٰ پیدا کرتا ہے۔(مظہری)

اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ

چهار پایه می آفریند خدای آنچه میخواهد هر آئنه خدای بر همه چیز

چار پاؤں پر، اللہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے بیشک اللہ ہر چیز پر

قَدِيۡرٌ ﴿۴۵﴾ لَقَدۡ اَنۡزَلۡنَاۤ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ ؕ وَاللّٰهُ يَهۡدِىۡ مَنۡ

توانا ست هر آئنه فرستادیم ما آیات روشن و خدای راه نماید هر کرا

قادر ہے۔ بیشک ہم نے روشن آیات اتاریں اور اللہ راہ دکھاتا ہے جسے

يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ ﴿۴۶﴾ وَيَقُوۡلُوۡنَ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ

خواہد بسوے راہ راست و میگویند گرویدیم ما بخدا

چاہے سیدھی راہ کی جانب [۱] اور کہتے ہیں ہم ایمان لائے اللہ پر

وَبِالرَّسُوۡلِ وَاَطَعۡنَا ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيۡقٌ مِّنۡهُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ

و بہ پیغمبر و مطیع پس روے بگردانید گروہی از ایشاں از پس

اور رسول پر اور مطیع ہوئے پھر ان میں سے ایک گروہ منہ پھیرتا ہے اس

ذٰلِكَ ؕ وَمَاۤ اُولٰٓئِكَ بِالۡمُؤۡمِنِيۡنَ ﴿۴۷﴾ وَاِذَا دُعُوۡۤا اِلَى اللّٰهِ

این و نیستند ایشاں مومنان و چوں بخوانند بسوے خدای

کے بعد، اور وہ سب مومنین نہیں ہیں [۲] اور جب بلایا جائے اللہ اور اسکے رسول کی جانب

وَرَسُوۡلِهٖ لِيَحۡكُمَ بَيۡنَهُمۡ اِذَا فَرِيۡقٌ مِّنۡهُمۡ مُّعۡرِضُوۡنَ ﴿۴۸﴾

و بہ پیغمبر او تا حکم کند میان ایشاں چوں گروہی از ایشاں رو گردانند

تا کہ انکے درمیان فیصلہ فرمائیں جبھی ان میں سے ایک گروہ منہ پھیرتے ہیں [۳]

وَاِنۡ يَّكُنۡ لَّهُمُ الۡحَـقُّ يَاۡتُوۡۤا اِلَيۡهِ مُذۡعِنِيۡنَ ﴿۴۹﴾ اَفِىۡ

و اگر باشد ایشانرا راست بیایند بسوے پیغامبر گردن نہندگان آیا

اور (بات یہ ہے کہ) اگر حق انکی جانب ہوتا تو پیغمبر کی جانب گردن جھکائے ہوئے آتے [۴] کیا

تفسیر اظہار العرفان

[۱] یعنی اے لوگو! تمہاری جانب ہم نے طریق حق پر روشن آیات نازل کی، اور اللہ جسے چاہتا ہے دین حق اور اسلام کی جانب ہدایت دیتا ہے۔ (صفوۃ التفاسیر)

[۲] جاننا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے جب توحید کے دلائل کو بیان فرمالیا تو اب ایسے لوگوں کی مذمت ہورہی ہے جو دین کا اعتراف صرف زبان سے کرتے ہیں لیکن انکے قلوب نے اسلام قبول نہیں کیا ہوتا۔ یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ فقط زبان سے اقرار کر لینا ایمان نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے اختتام پر فرمایا وَمَا اُولٰٓئِكَ بِالۡمُؤۡمِنِيۡنَ یعنی وہ سب مؤمنین سے نہیں ہیں۔ (تفسیر کبیر)

[۳] ابن حاتم نے حضرت حسن سے مرسلاً روایت کی ہے کہ جب دو شخصوں میں جھگڑا ہو جاتا تو ان میں سے جو برسر حق ہوتا وہ کہتا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس چلتے ہیں کیونکہ اسے معلوم ہوتا تھا کہ آپ حق کے ساتھ فیصلہ فرمائیں گے لیکن جو برسر ظلم ہوتا اور اسے نبی ﷺ کی خدمت میں جانے کی دعوت دی جاتی تو کہتا کہ نہیں، فلاں شخص کے پاس چلتے ہیں اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) حضرت مقاتل کہتے ہیں کہ یہ آیت ایک منافق کے بارے میں نازل ہوئی، اس منافق کا ایک یہودی سے زمین کے معاملے میں جھگڑا ہو گیا یہودی نے کہا کہ چلو یہ فیصلہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس کراتے ہیں منافق کہنے لگا نہیں کعب بن اشرف کے پاس چلتے ہیں اور اس سے یہ فیصلہ کراتے ہیں۔ حضرت ضحاک کہتے ہے کہ یہ آیت مغیرہ بن وائل کے بارے میں نازل ہوئی، ان کے اور حضرت علی بن ابی طالب کے درمیان ایک زمین کی تقسیم ہوئی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حصہ میں وہ زمین آئی جسے بڑی مشکل سے پانی پہنچایا جا سکتا تھا پس مغیرہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ اپنی زمین مجھ سے بیچ دیں چنانچہ زمین کا سودا ہو گیا اور مغیرہ نے قبضہ بھی کر لیا پھر مغیرہ سے کہا گیا کہ تم نے ایسی زمین لی جہاں پانی پہنچانا مشکل ہے، اس پر مغیرہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہنے لگا اپنی زمین واپس لے لیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ سودا تم نے اپنی مرضی سے کیا ہے اور تم اس پر راضی بھی تھے اس لئے اب میں یہ زمین واپس نہیں لونگا کیونکہ بیچنے سے پہلے میں نے اس زمین کے حال سے بھی تمہیں باخبر کر دیا تھا پھر اس کے فیصلے کیلئے رسول اللہ ﷺ کی جانب بلایا گیا جس پر مغیرہ کہنے لگا کہ محمد ﷺ اس لئے نہیں ہیں کہ تمہارے مقدمات کا فیصلہ کرتے پھریں اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ حضرت حسن کہتے ہیں کہ یہ آیت منافقین کے بارے میں نازل ہوئی جو زبان سے ایمان کا اظہار کرتے تھے اور دلوں میں کفر چھپائے رکھتے تھے اِذَا فَرِيۡقٌ مِّنۡهُمۡ مُّعۡرِضُوۡنَ: یہ دراصل رسول اللہ ﷺ کے فیصلے سے راضی نہ ہونے کی دلیل ہے اسی لئے وہ رسول اللہ ﷺ کے فیصلے کو ترک کر دیتا ہے۔ (تفسیر کبیر) [۴] وہ لوگ یہ سمجھ جانے کے بعد کہ رسول اللہ ﷺ کا فیصلہ ہی حق ہے پھر اس حق سے اعراض کرتے ہیں یا اس فیصلے کے خلاف شکایت کرتے ہیں۔ چاہئے تو یہ تھا کہ جب ان کے نفوس نے پہچان لیا تھا تو حق کے قریب ہو جاتے اور رسول اللہ ﷺ کے فیصلے کی جانب تیزی سے بڑھتے اور اس پر راضی ہو جاتے [لیکن انھوں نے ایسا نہیں کیا] اس آیت میں دلالت موجود ہے کہ اتباع حق ان کے ساتھ نہ تھا اور وہ لوگ نفع معجّل کے طالب تھے اور یہ بھی نفاق کی ایک صورت ہے۔ (تفسیر کبیر) ان منافقوں کو معلوم تھا کہ یہ رسول حق فیصلہ کرتے ہیں اور اپنے فیصلے میں ردوبدل کیلئے رشوت بھی قبول نہیں کرتے ہیں اس لئے یہ لوگ آپ کی بارگاہ میں فیصلہ کرانے سے گریز کرتے تھے اور ایسے کی جانب مقدمہ لے جانا چاہتے تھے جو رشوت قبول کر کے فیصلے میں ردوبدل کر ڈالے۔ (روح البیان)

قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَمِ ارْتَابُوْٓا اَمْ يَخَافُوْنَ اَنْ يَّحِيْفَ
دلہاے ایشاں بیمار یست یا در شک افتادند یا می ترسند کہ جور کند
ان کے دل بیمار ہیں یا شک میں پڑے ہیں یا ڈرتے ہیں کہ اللہ ان پر ظلم

اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَرَسُوْلُهٗ ؕ بَلْ اُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۵۰﴾ اِنَّمَا
خدای بر ایشاں و پیغمبر او بلکہ آنگروہ ایشانند ستمگاران جز ایں نیست
کریگا اور اسکا رسول؛ بلکہ وہی گروہ ظلم کرنے والے ہیں ۱

كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ
بود گفتار مومنان چوں بخوانند بسوے خدای و پیغمبر او
مومنوں کی بات (بس یہی) ہے کہ جب اللہ اور اسکے رسول کی جانب بلائے جائیں

لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ
تا حکم کند میان ایشاں آنکہ میگویند شنودیم ما و فرمانبردیم و آنگروہ
تا کہ انکے درمیان فیصلہ فرمائے تو وہ کہتے ہیں ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی؛ اور وہی گروہ

الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۵۱﴾ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ
ایشانند رستگاران و ہر کہ طاعت دارد خدای و پیغمبر او و بترسد
فلاح پانے والے ہیں ۲ اور جو کوئی اطاعت کرے اللہ اور اسکے رسول کی اور ڈرے

اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ
از خدای و پرہیزد ازو پس آنگروہ ایشانند رستگاران و سو گند خورند بخدا
اللہ سے اور بچے اس کے (عذاب سے) تو وہی گروہ کامیاب ہونے والے ہیں ۳ اور انھوں نے اللہ کی

جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ اَمَرْتَهُمْ لَيَخْرُجُنَّ ؕ قُلْ لَّا تُقْسِمُوْا ۚ
سخت ترین سو گندان ایشاں اگر فرمائی ایشانرا البتہ بیروں آیند بگو قسم مخورید
سخت ترین قسم کھائی کہ اگر تم انھیں حکم دو گے تو ضرور نکل پڑینگے آپ فرما دیجئے قسم مت کھاؤ

۱ یہ لوگ اپنی جانوں پر ظلم اس طرح کرتے ہیں کہ دل سے ایمان نہیں لاتے اور اللہ اور اسکے رسول ﷺ کے حکم کو نہیں مانتے ہیں اور دوسرے لوگوں پر بھی ظلم کرتے ہیں کہ بغیر استحقاق لوگوں کا مال ہڑپ کرنا چاہتے ہیں۔ اللہ کے رسول ﷺ کے فیصلے سے باز رہنے کی تین وجوہ اس آیت میں بیان کیں پھر آخری دونوں وجوہ کی نفی کر کے اول وجہ کو ثابت کر دیا۔ لفظ بَـلْ میں آخری دونوں شقوں سے اعراض اور اول شق کا اثبات ہے۔ بات یہ ہے کہ منافقوں کا رسول اللہ ﷺ سے فیصلہ کرانے پر راضی نہ ہونا تین وجوہ میں سے کسی ایک وجہ کی بناء پر ہوسکتا ہے (۱) کوئی خرابی خود انہی کے اندر ہو (۲) حکم میں کوئی نقص ہو (۳) حکم کے اندر عیب ہونے کی دو صورتیں ہوسکتی تھیں ایک یقینی نقص اور دوسرا اندیشہ حق تلفی۔ رسول کی عظمت؛ نبوت اور عدل و امانت کا تقاضا یہ ہے کہ نہ آپ کی ذات قابل شک اور نہ فیصلہ محل تہمت اس لئے آخری دونوں شقوں کی نفی یقینی ہے اور صرف اول شق کا ثبوت محقق ہے آخری دونوں صورتوں کی نفی کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے جب ان کا واقعی حق ہوتا ہے تو اطاعت کیساتھ رسول اللہ ﷺ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ (مظہری)

۲ جاننا چاہئے کہ جب اللہ تعالیٰ نے منافقین؛ ان کے قول اور ان کے افعال کو بیان فرمالیا تو اب اس کے بعد مؤمنین کے احوال اور جو امور ان کیلئے واجب ہیں ان کا بیان ہو رہا ہے۔ اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ: یعنی واجب ہے مؤمنین کو کہ اللہ اور اسکے رسول کی جانب بلانے پر سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا کہیں۔ سَمِعْنَا کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے اس قول کو قبول کیا اور اس کا جواب دیا جیسے مسلمان نماز میں کہتا ہے سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ۔ (تفسیر کبیر) ۳ اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی اطاعت کرنے والا انسان نعیم و مقیم کے ساتھ کامیاب ہو جاتا ہے۔ فوز ایسی کامیابی کو کہتے ہیں جو سلامتی کے ساتھ حاصل ہو جائے۔ کشاف میں ہے کہ بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ نے علماء سے التماس کیا کہ کوئی ایک ایسی آیت کی نشاندہی کر دیں کہ اس پر عمل کرنا کافی ہو دیگر آیات کی حاجت نہ ہو؛ اس زمانے کے سب علماء نے مل کر اسی آیت پر اتفاق کیا کیونکہ [اطاعت] کے صلہ میں فوز و فلاح دونوں کا ذکر ہے۔ حکم کی فرمانبرداری بھی ہے؛ خشیت اور تقویٰ کا ذکر بھی ہے۔ پس ضروری ہے کہ اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی اطاعت کی جائے، فرائض ادا کئے جائیں اور محارم سے اجتناب کیا جائے پھر بندہ اللہ تعالیٰ سے دعا کریگا تو اللہ تعالیٰ اسکی دعا کو قبول فرمائیگا۔ ابن عطا کہتے ہیں کہ دعوت الی اللہ حقیقت کے ساتھ ہے اور دعوت الی الرسول نصیحت کے ساتھ ہے جو کوئی اللہ تعالیٰ کی دعوت کو قبول نہیں کریگا وہ کافر ہوا اور جو رسول اللہ ﷺ کی دعوت کو قبول نہ کرے وہ گمراہ ہوا؛ اور قبول نہ کرنے کا سبب مرض ہے۔ امام راغب کہتے ہیں کہ مرض انسان کا اعتدال خاص سے نکل جانے کا نام ہے اور اس کی دو قسمیں ہیں۔ اول جسمی اور ثانی رذائل سے عبارت ہے جیسے جہالت؛ سستی؛ بخل اور نفاق وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا "ان کے قلوب میں مرض ہے پس اللہ نے ان کے مرض کو اور بڑھایا"۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی اس وقت تک مؤمن نہیں ہوسکتا ہے جب تک وہ اپنی خواہشات کو اس کے تابع نہ بنا دے جو میں لے کر آیا ہوں؛ مطلب یہ ہے کہ بندہ ایمان تک نہیں پہنچ سکتا ہے اور درجات کی تکمیل نہیں کرسکتا ہے جب تک کہ وہ میری پیروی نہ کرے۔ پھر جاننا چاہئے کہ اطاعت اور اجابت کی حقیقت یہ ہے کہ ماسوی اللہ کے ہر چیز سے اعراض کرے۔ (روح البیان)

طَاعَةٌ مَّعْرُوْفَةٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۵۳﴾ قُلْ اَطِيْعُوا

فرمانبرید بگو میکنید بآنچہ ست دانا آئنہ ہر نیکو داشتن طاعت

فرمانبرداری کرو اچھائی کیساتھ اطاعت کرنا (بہتر ہے) بیشک اللہ جاننے والا ہے جو تم عمل کرتے ہو آپ فرمادیجئے

اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا

خدایرا و فرمانبرید پیغمبر را پس اگر برگردید پس جز ایں نیست برو آنچہ

اللہ کی اور فرمانبرداری کرو رسول کی، پس اگر تم پھرو تو اسکے سوا کچھ نہیں ہے کہ ان پر (وہی ہے) جو

حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ ؕ وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا ؕ وَمَا

نہادند و بر شما آنچہ نہادید و اگر فرمانبرید او را راہ یابید و نیست

تبلیغ (ان پر) رکھی گئی ہے اور تم پر (وہی ہے) جو تم پر رکھی گئی ہے اور اگر ان کی فرمانبرداری

عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۵۴﴾ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ

بر فرستاہ مگر رسانیدن بیدا ست وعدہ دادہ است خدای آنانکہ

کرو گے تو راہ پاؤ گے، اور نہیں ہے رسول پر مگر کھلا پہچانا ٢ اللہ نے وعدہ دیا ہے ان لوگوں کو جو

اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي

گرویدند از شما و کردند نیکیہا البتہ خلیفہ کند ایشانرا در

ایمان لائے تم میں سے اور اچھے کام کئے ضرور خلیفہ بنائیگا انھیں

الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۪ وَلَيُمَكِّنَنَّ

زمین چنانچہ خلیفہ کردہ بود آنانکہ پیش از ایشاں بودند و ثبات دہد

زمین میں جیسے ان لوگوں کو خلیفہ بنایا تھا جو ان سے پہلے تھے اور قرار دیگا

لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ

ایشانرا دین ایشاں آنکہ پسندیدہ آنکہ بفرمود ایشانرا و بدل دہد ایشانرا از پس

انھیں (اس) دین میں جسے اس نے ان کیلئے پسند کیا اور ان کیلئے ان کے ٣

١ بغوی نے لکھا ہے کہ منافقین، رسول اللہ ﷺ سے کہا کرتے تھے کہ آپ جہاں ہونگے ہم آپ کے ساتھ ہونگے اگر آپ [غزوات یا جہاد کیلئے] نکلیں گے تو ہم آپکے ساتھ نکلیں گے اگر آپ قیام کرینگے تو ہم بھی آپ کے ساتھ ٹھہر جائیں گے اگر آپ ہمیں جہاد کا حکم دیں گے تو ہم جہاد کرینگے۔ حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ طَاعَةٌ مَّعْرُوْفَةٌ سے مراد ہے کہ تمہاری اطاعت محض زبانی ہے دلی اعتقاد کے ساتھ نہیں ہے تمہاری اس اطاعت کی حقیقت معلوم ہے کہ تم جھوٹ بولتے ہو اور ایسی بات کہتے ہو جس پر عمل نہیں کرتے ہو، بعض اہل تفسیر نے اسکا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ کھلی ہوئی خالص اطاعت زبانی خلاف ورزی سے بہتر اور افضل ہے، حضرت مقاتل نے یہ تاویل کی کہ تمہاری طرف سے اچھی طاعت ہونی چاہئے، بعض نے آیت کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ تم سے اطاعت کرنے کی قسمیں مطلوب نہیں بلکہ طاعہ معروفہ مطلوب ہے۔ (مظہری)

٢ یعنی نفاق ترک کر کے اخلاص کے ساتھ اطاعت کرو۔ (القرطبی)

٣ مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ یعنی مہاجرین مدینہ میں تشریف لے آئے اور انصار نے انھیں ٹھہرنے کا ٹھکانہ دیدیا تو سارا عرب ان کا دشمن ہو گیا، بغیر اسلحہ کے نہ ان کی رات گذرتی تھی نہ صبح ہوتی تھی یہ سب کہتے تھے کہ کاش کبھی ایسی زندگی بھی ہم کو میسر ہو جائے کہ امن و چین کے ساتھ ہماری راتیں گذریں اور سوائے اللہ کے ہم کو کسی کا خوف نہ ہو اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ سے وعدہ فرمایا کہ دینِ اسلام کو ہر مذہب پر غلبہ فرمائیگا اور ملک شام کی حکومت عطا فرمائیگا۔ یہ فتح رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ میں تو حاصل نہیں ہوئی [جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں بنی اسرائیل کو ملکِ شام کی فتح حاصل نہیں ہوئی تھی] لیکن نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں اپنا وعدہ پورا کیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بنی حنیفہ یعنی مسیلمہ کے لشکر سے اور عرب مرتدوں سے جہاد کیا اور غلبہ روم سے نو سال بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں اللہ تعالیٰ نے فتح شام مرحمت فرمائی۔ حدیبیہ کے سال ٦ ہجری میں رومی غالب آئے تھے اس کے نو سال بعد مسلمانوں نے ملک شام ان سے چھین لیا اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہوا۔ حضرت ابو العالیہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو جزیرۃ العرب پر اقتدار عطا فرمایا۔ سب عربوں نے ہتھیار رکھ دیئے اور مسلمان ہو گئے۔ وفاتِ رسول ﷺ تک مسلمان اسی چین سے رہے پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں بھی امن و چین کی یہی حالت قائم رہی اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت بھی اسی طرح گذر گیا آخر جس میں پھنسا تھا پھنس گئے اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کا شکر گذار نہ رہے۔ حضرت براء رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ آیت ہمارے متعلق نازل ہوئی تھی ہم سخت خوف کی حالت میں تھے پھر اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ پورا کیا اور خوف کی بجائے امن عطا کیا اور زمین پر ان کو پھیلا دیا یعنی ملکی فتوحات عطا فرما دیں۔ اس آیت میں آئندہ واقعہ کے متعلق پیشین گوئی ہے اس لئے یہ صداقت نبوت کی دلیل ہے اور خلفائے راشدین کی خلافت کی حجت پر بھی یہ آیت دلالت کر رہی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے خود سنا کہ میرے بعد خلافت تیس سال ہے پھر ملوکیت ہو جائیگی۔ حضرت سفینہ نے کہا: دو سال حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلافت کو تھامے رہے، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت دس سال رہی، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت بارہ سال رہی اور پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ چھ سال خلیفہ رہے۔ (مظہری)

خَوْفِهِمْ اَمْنًا ۭ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـًٔا ۭ
ترس ایشاں ایمن تا پرستند مرا شرک نیارند بمن چیزے
خوف کے بعد (خوف کو) امن (سے) بدل دیگا تا کہ میری ہی عبادت کریں میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ
وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۵۵
و ہر کہ کافر شود پس ایں پس آنگروہ ایشانند تباہکاران
ٹھہرائیں اور جو کوئی اس کے بعد کافر ہو پس وہی گروہ تباہ کار ہیں
وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ
و بر پادارید نماز را و بدہید زکوۃ را و فرمانبرید پیغبر را
اور نماز قائم رکھو اور زکوۃ دو اور فرمانبرداری کرو رسول کی
لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۵۶ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مُعْجِزِيْنَ
شاید کہ شما رحمت کردہ شوید مپندار آنانکہ نگرویدند عاجزی کنندہ
شاید کہ تم پر رحم کیا جائے ا؎ نہ گمان کرو ان لوگوں کو جنہوں نے کفر کیا کہ زمین میں
فِي الْاَرْضِ ۚ وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ۭ وَلَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۵۷ ع
در زمین و جای ایشاں آتش است و ہر آئنہ بد جائیست
عاجز کر دینگے (بلکہ وہ خود عاجز ہیں) اور انکی جگہ آگ ہے اور ضرور وہ بری جگہ ہے ۲؎
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ
اے مسلمانان تا دستوری خوہید شما آنانکہ مالک شدہ است
اے مسلمانو! چاہئے کہ تمہارے غلام تم سے اجازت لیں
اَيْمَانُكُمْ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ ۭ
دستہاے شما و آنانکہ نرسیدہ اند ببلاغت از شما سہ بار
اور وہ جو جوانی کو نہ پہنچے ہوں تم میں سے تین وقت

ا؎ حضرت ابن مسعود ﷜ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ کونسا عمل زیادہ پیارا ہے؟ فرمایا: اپنے وقت میں نماز ادا کرنا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے خاص بندے اور اسکے رسول ہیں' نماز قائم کرنا' زکوۃ ادا کرنا' حج کرنا اور رمضان المبارک کے روزے رکھنا۔ حضرت ابو ہریرہ ﷜ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔ بتاؤ کہ اگر کسی کے دروازہ پر نہر جاری ہو اور وہ ہر روز اس میں پانچ مرتبہ غسل کرتا ہو' کیا اس کے میل کچھ باقی رہیگا۔ انھوں نے عرض کیا اس کے میل سے کوئی شے باقی نہیں رہیگی۔ فرمایا: یہی مثال پانچ نمازوں کی ہے اللہ تعالی اسکی برکت سے گناہ مٹا دیتا ہے۔ حضرت ابن مسعود ﷜ سے روایت ہے کہ ایک شخص سے یہ گناہ صادر ہوا کہ ایک اجنبی عورت کا بوسہ لے لیا' اسکے بعد اسے گناہ کا احساس ہوا تو اس نے دربار نبی میں حاضری دی اور اقبال جرم کیا۔ اللہ تعالی نے یہ آیت نازل فرمائی اَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ط ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ ۔ ترجمہ: ''نماز قائم کرو دن کے کناروں اور رات کے کچھ حصہ میں بیشک نیکیاں گناہوں کو دور کرتی ہیں یہ نصیحت ہے ماننے والوں کیلئے'' جب اس شخص نے اپنے گناہ معاف ہوتے ہوئے دیکھا تو عرض کیا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِلَيَّ هٰذَا. اے اللہ کے رسول ﷺ یہ مغفرت میرے لئے خاص ہے۔ ارشاد فرمایا: [نہیں بلکہ] میری ساری امت کیلئے ہے۔ (بخاری) حضرت ابو ہریرہ ﷜ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بیشک قیامت کے روز بندے کے عمل سے سب سے پہلے جس چیز کا حساب لیا جائیگا وہ نماز ہے پس اگر وہ ٹھیک ہوئی تو وہ کامیاب اور بامراد ہوگا اور اگر وہ خراب ہوئی تو وہ نامراد اور خاسر ہوگا' اگر اسکی فرض نماز میں کمی ہوئی تو اللہ تعالی فرمائیگا دیکھو! میرے بندے کے نفل ہیں تا کہ ان سے اسکے فرض کی تکمیل کی جائے پھر اس طرح باقی اعمال کا حساب ہوگا۔ (ترمذی) قیامت کے روز سب سے پہلے بندے کا حساب نماز سے لیا جائے گا۔ (نسائی) نبی کریم ﷺ کو جب کوئی سخت امر پیش آتا تو آپ نماز کی طرف متوجہ ہوتے۔ (ابوداؤد) ۲؎ اس آیت میں اشارہ ہے کہ جو انسان معصیت میں اپنے اموال کو خرچ کرتا ہو اور طاعات کو ٹھکرا دیتا ہو اسکا ٹھکانا جہنم ہے۔ حضرت علی ﷜ فرماتے ہیں کہ تم پر لازم ہے کہ جو نعمت اللہ تعالی نے تمہیں دی ہیں اس سے گناہوں پر تعاون نہ کرو۔ حضرت حسن فرماتے ہیں کہ اگر تمہارا دن برابر ہو تو تم ناقص ہو اس لئے کہ اللہ تعالی دن بدن نعمتوں کو بڑھاتا ہے۔ جاننا چاہئے کہ رسول اللہ ﷺ نے تمام لوگوں کو اللہ تعالی کی توحید اور اطاعت کی جانب بلایا پس جس نے جواب دیا وہ اہل سعادت میں سے ہوا' اور جواب دینے والا اول گروہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ہے اور جس نے اس دعوت سے انکار کیا پس وہ اہل شقاوت سے ہوا ان میں کا پہلا گروہ منافقین کا ہے جو رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں تھے پھر جب یہ لوگ اللہ تعالی کے دروازہ سے اسکے رسول ﷺ کی اطاعت کو چھوڑ کر بھاگ نکلے اور گناہوں پر اصرار کیا تو اللہ تعالی نے فوراً ان کو پکڑا اس حیثیت سے کہ بہت سارے غزوات میں یہ لوگ مارے گئے۔ پس آپ غور کریں کہ اللہ تعالی نے ان بھاگنے والوں کو کس طرح پکڑا اور وہ لوگ اس وقت کیسے عاجز ہو گئے تھے۔ ہم اللہ تعالی سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اپنی عصمت کے قلعہ میں محفوظ رکھے اور اپنی رحمت سے غذا عطا فرمائے اور اپنی عنایت سے ہماری حفاظت فرمائے۔ (روح البیان)

مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَحِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ

پیش از نماز فجر و آنگاہ کہ بخوانید جامہاے خود را از

صبح کی نماز سے پہلے اور اس وقت کہ جب تم دوپہر کے وقت اپنے کپڑے کو

الظَّهِيْرَةِ وَمِنْۢ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ

نیمروز و از پس نماز خفتن سہ عورتست

اتار لیتے ہو اور عشاء کی نماز کے بعد، یہ تین تمہارے لئے شرم کے اوقات ہیں

لَّكُمْ لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌۢ بَعْدَهُنَّ طَوّٰفُوْنَ

مر شما را نیست بر شما و نہ بر ایشاں گناہی پس ایں سہ وقت طواف کنندہ

نہیں ہے تم پر اور نہ ان پر ان تین اوقات کے علاوہ کوئی گناہ آنے جانے میں

عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ

بر شما بعضے شما بر بعضے اینچنیں بیان کند خدای مر شما را

تم ایک دوسرے کے پاس بہت آتے جاتے ہو اللہ اسی طرح تمہارے لئے بیان فرماتا ہے

الْاٰيٰتِ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۵۸﴾ وَاِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ

نشانہا و خدای دانا ست با حکمت و چوں برسند کودکان از شما ببلاغت

آیتوں کو اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے ۱ اور جب تم میں سے لڑکے جوانی کو پہنچ جائیں

فَلْيَسْتَاْذِنُوْا كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَذٰلِكَ

پس دستوری خواہند ہمچنانکہ دستوری خواہند آنانکہ پیش از ایشاں بودند اینچنیں

(وہ بھی) اجازت چاہیں جس طرح اجازت چاہی ان لوگوں نے جو ان سے پہلے تھے، اسی طرح

يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۵۹﴾ وَالْقَوَاعِدُ مِنَ

بیان کند خدا براے شما نشانہا او و خدای دانا ست با حکمت و قاعدہا از

اللہ تمہارے لئے بیان فرماتا ہے اپنی آیتوں کو اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے ۲ اور بیٹھ جانے والی

۱ حضرت مالک بن حبان کہتے ہیں کہ حضرت اسماء بن مرثد کا ایک غلام تھا جو اکثر حضرت اسماء کے پاس ایسے وقت میں [بلا اجازت] آجاتا تھا کہ اس وقت غلام کا آنا حضرت اسماء کو ناگوار گذرتا تھا۔ حضرت اسماء رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ہمارے خادم اور غلام ایسے وقت میں ہمارے پاس آجاتے ہیں کہ اس وقت ان کا آنا ہم کو ناگوار ہوتا ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ بغوی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک انصاری غلام کو دوپہر کے وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلانے کیلئے بھیجا۔ غلام حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس [گھر کے اندر] اپہنچا تو ایسی حالت میں دیکھا کہ اس حالت میں دیکھا جانا حضرت عمر کو ناگوار گذرا، اس پر آیت وَالَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ نازل ہوئی۔ جوانی کو نہ پہنچنے سے مراد ہے کہ جوانی کے قریب بھی نہ پہنچے ہوں۔ جو لڑکا بالغ ہونے کے قریب پہنچ جائے وہ بالغ کے حکم میں ہے۔ ثَلٰثُ مَرّٰتٍ: یعنی تین اوقات۔ (۱) فجر کی نماز سے پہلے: کیونکہ یہ وقت سو کر اٹھنے کا ہوتا ہے جبکہ آدمی لباسِ خواب اتار دیتا ہے اور بیداری کے کپڑے پہن لیتا ہے (۲) دوپہر کے وقت: اس وقت بھی آدمی قیلولہ کرنے کیلئے بیداری کے کپڑے اتار دیتا ہے (۳) عشاء کی نماز کے بعد: کیونکہ یہ وقت لباس اتار دینے اور چادر وغیرہ اوڑھنے کا ہوتا ہے۔ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ: یعنی یہ تین اوقات تمہارے پردے کے اوقات ہیں۔ عورت وہ حصۂ بدن ہے جس کا کھولنا برا ہے۔ علّامہ بیضاوی نے آیت کا مطلب اس طرح بیان کیا ہے کہ یہ تین اوقات ہیں جس میں تمہارے پردہ پوش ہونے کا خیال کیا جا سکتا ہے۔ مسئلہ: جو لڑکا باشعور ہے وہ بغیر اجازت لئے ان اوقات میں داخل نہیں ہو سکتا ہے اور ان تین اوقات کے علاوہ اجازت حاصل کئے بغیر داخل ہو سکتا ہے۔ اس آیت کے منسوخ ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں علماء کے مختلف اقوال ہیں۔ ان میں صحیح قول یہ ہے کہ یہ آیت منسوخ نہیں ہے۔ (مظہری) ۲ اس حکم کے عام میں سب لوگ داخل ہیں مرد ہوں، محرم عورتیں ہوں، نامحرم عورتیں ہوں [بغیر اجازت ملے ہر شخص کے پاس داخلہ ممنوع ہے خواہ کسی وقت ہو] اسکی تائید اس روایت سے ہوتی ہے کہ حضرت ابو سعید نے فرمایا کہ میرے پاس ابو موسیٰ آئے اور بیان کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو بھیج کر مجھے طلب کیا میں فوراً حضرت عمر کے دروازے پر جا پہنچا اور تین بار سلام کیا لیکن اندر سے حضرت عمر نے کوئی جواب نہیں دیا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا تھا کہ اگر کوئی تین بار سلام کرے اسکے باوجود داخلہ کی اجازت نہ ملے تو اسکو لوٹ جانا چاہئے اس لئے میں لوٹ آیا۔ حضرت عمر نے مجھے بلوایا اور واپسی کی وجہ دریافت کی تو میں نے رسول اللہ ﷺ کا فرمان نقل کر دیا۔ حضرت عمر نے فرمایا اس حدیث کا گواہ پیش کرو۔ میں حضرت ابو موسیٰ کے ساتھ اٹھ کھڑا ہوا اور حضرت عمر کے پاس جا کر شہادت دیدی۔ عطاء بن یسار کی روایت ہے کہ ایک شخص نے خدمت گرامی میں حاضر ہو کر سوال کیا کہ کیا میں اپنی ماں کے پاس جاتے ہوئے بھی اجازت طلب کروں۔ فرمایا ہاں۔ اس شخص نے عرض کیا میں تو ان کے ساتھ گھر میں رہتا ہوں۔ فرمایا [اجازت] ضرور لے لیا کرو، اس شخص نے عرض کیا میں تو اس کا خادم ہوں۔ فرمایا: اجازت لے لیا کرو۔ کیا تم اپنی ماں کو برہنہ دیکھنا پسند کرو گے اس شخص نے کہا نہیں۔ فرمایا تو پھر اس کے پاس داخل ہونے کی اجازت لے لیا کرو۔ بغوی نے لکھا ہے کہ سعید بن مسیب کہتے ہیں کہ آدمی کو اپنی ماں کے پاس بھی داخل ہونے کی اجازت لے کر جانا چاہئے اس آیت کا نزول اسی سلسلہ میں ہوا تھا۔ (مظہری)

تفسیر اظہار العرفان

النِّسَآءِ الّٰتِیْ لَا یَرْجُوْنَ نِکَاحًا فَلَیْسَ عَلَیْهِنَّ جُنَاحٌ

زنان آنکه باز نکردند شوهر کردن پس نیست بر ایشاں گناهی

بوڑھی عورتیں جو نکاح کرنے کی خواہش نہ رکھتی ہوں پس نہیں ہے ان پر کوئی گناہ

اَنْ یَّضَعْنَ ثِیَابَهُنَّ غَیْرَ مُتَبَرِّجٰتٍۭ بِزِیْنَةٍ ؕ وَاَنْ

که بنهند جامها بجز ادایندگان بآرائش و آنکه

کہ اتار رکھیں اپنے (بالائی) کپڑے زینت لانے والیاں نہ ہوں' اور اس سے

یَّسْتَعْفِفْنَ خَیْرٌ لَّهُنَّ ؕ وَاللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ﴿۶۰﴾ لَیْسَ

نهفتگی کنند بهتر است ایشانرا و خدای شنواست دانا نیست

ان کیلئے بچنا بہتر ہے اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے [۱]

عَلَی الْاَعْمٰی حَرَجٌ وَّلَا عَلَی الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَی الْمَرِیْضِ

بر نابینا تنگی و نه بر لنگ تنگی و نه بر بیمار

نہ اندھے پر کوئی تنگی اور نہ لنگڑے پر کوئی تنگی اور نہ بیمار پر

حَرَجٌ وَّلَا عَلٰۤی اَنْفُسِكُمْ اَنْ تَاْكُلُوْا مِنْۢ بُیُوْتِكُمْ اَوْ بُیُوْتِ

تنگی و نه بر تنهاے شما آنکه بخورید از خانها خویش یا از خانهاے

کوئی تنگی اور نہ اپنے تنوں پر یہ کہ کھاؤ اپنے گھروں میں یا اپنے

اٰبَآىِٕكُمْ اَوْ بُیُوْتِ اُمَّهٰتِكُمْ اَوْ بُیُوْتِ اِخْوَانِكُمْ اَوْ بُیُوْتِ

پدران خویش یا از خانهاے مادران خویش یا از خانها برادر خویش یا از خانهاے

آباء کے گھروں یا اپنی ماؤں کے گھروں میں یا اپنے بھائیوں کے گھروں میں یا اپنی

اَخَوٰتِكُمْ اَوْ بُیُوْتِ اَعْمَامِكُمْ اَوْ بُیُوْتِ عَمّٰتِكُمْ اَوْ بُیُوْتِ

خواهران خویش یا از خانها عمان خویش یا از خانها عمتان خویش یا از خانهاے

بہنوں کے گھروں میں یا اپنے چچاؤں کے گھروں میں یا اپنے پھوپھیوں کے گھروں میں یا اپنے [۲]

[۱] قواعد ایسی عورتوں کو کہا جاتا ہے جو سن رسیدہ ہونے کی وجہ سے تصرف کرنے سے بیٹھ گئیں ہوں' حیض اور اولاد کی امید نہ رہی ہو۔ یہ اکثر علماء کا قول ہے۔ حضرت ربیعہ کہتے ہیں کہ ایسی عورتوں کو کہتے ہیں کہ بڑھاپے کی وجہ سے انکی جانب رغبت باقی نہ رہی ہو۔ غَیْرَ مُتَبَرِّجَاتٍ بِزِیْنَةٍ: یعنی اپنی زینت کا اظہار نہ کرنے والیاں ہوں۔ تبرج ایسے کھولنے کو کہتے ہیں جو آنکھوں کیلئے ظاہر ہو جائے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے عورتوں کی زینت اور زیورات سے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کو تم عورتوں کیلئے حلال کیا ہے بشرطیکہ تم اپنی زینت کو غیر پر ظاہر نہ ہونے دو۔ حضرت عطاء کہتے ہیں کہ یہ سب کچھ گھر میں اس کیلئے حلال ہے لیکن جب گھر سے باہر جائیں تو حلال نہیں ہے۔ کہا گیا ہے کہ تبرج یہ ہے کہ عورت دو ایسے باریک کپڑے پہنے جس سے اسکے جسم کی صنعت ظاہر ہو [حضرت مخدوم پاک علیہ الرحمہ نے غَیْرَ مُتَبَرِّجَاتٍ کا اسی اعتبار سے ترجمہ کیا ہے] رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرے بعد سب سے بڑا فتنہ مردوں کیلئے عورتوں کی جانب ہوگا (القرطبی)

[۲] حضرت سعید بن جبیر اور حضرت ضحاک کہتے ہیں کہ لنگڑے' اندھے اور بیمار لوگ تندرست لوگوں کے ساتھ کھانا کھانے سے خود گریز کرتے تھے کیونکہ تندرست لوگ ان سے نفرت کرتے اور ان کے ساتھ کھانے کو برا سمجھتے تھے۔ اندھا کہتا تھا کہ ممکن ہے کہ میں زیادہ کھا جاؤں [اور دوسرے کے واسطے کھانا کم ہو جائے] لنگڑا کہتا تھا کہ مجھے بیٹھنے کیلئے دو آدمیوں کی جگہ گھیرنا پڑیگی [اس سے دوسروں کو تنگی ہوگی] اس پر اس آیت کا نزول ہوا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب اس آیت کا نزول ہوا۔ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَیْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ تو بیماروں' لنگڑوں اور اندھوں کے ساتھ کھانے سے مسلمانوں پر دشواری آپڑی۔ مسلمانوں نے کہا کہ کھانا تو ہر مال سے بہتر درجہ رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے خلافِ حق کھانے سے منع کیا ہے۔ نابینا آدمی تو عمدہ کھانے کو دیکھ ہی نہیں سکتا اور لنگڑا ٹھیک طور پر بیٹھ نہیں سکتا۔ مزاحمت نہیں کر سکتا اور بیمار تو کھانا اٹھانے سے ویسے ہی کمزور ہوتا ہے اس پر یہ آیت مفاتحہ تک نازل ہوئی۔ حضرت سعید بن میسب کا بیان ہے کہ مسلمان جب جہاد کو جاتے تھے تو اپنے پیچھے کچھ اپاہج لوگوں کو چھوڑ کر اپنے گھروں کی کنجیاں ان کو دے جاتے تھے کہ تم کو ہماری طرف سے اجازت ہے کہ ہمارے گھروں کے اندر جو کچھ ہے تم اس میں سے کھا سکتے ہو لیکن ان لوگوں کو دشواری پیش آتی تھی وہ کہتے تھے کہ جب گھر والے یہاں نہیں ہیں تو ہم ان کے گھروں کے اندر داخل نہیں ہونگے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور اجازت عطا کردی۔ حضرت حسن کہتے ہیں کہ اس آیت کا نزول جہاد سے رہ جانے یعنی جہاد میں معذوروں کے نہ جانے کی اجازت کیلئے ہوا اور پھر ختم ہوگیا۔ وَلَا عَلٰۤی اَنْفُسِكُمْ اَنْ تَاْكُلُوْا مِنْۢ بُیُوْتِكُمْ: اپنے گھروں سے مراد ہیں وہ گھر جن میں بیوی بچے ہوں اس میں اولاد کے گھر بھی شامل ہیں اپنی اولاد کا گھر اپنا ہی گھر ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد پاک ہے کہ تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ پاکیزہ ترین مال وہ ہے جو آدمی اپنے ہاتھ سے کمائے اور آدمی کی اولاد بھی اسی کی کمائی سے ہے۔ مطلب یہ ہے کہ بیویوں کا اور اپنی اولاد کا مال کھانے میں حرج نہیں ہے۔ اَوْ مَا مَلَكْتُمْ مَّفَاتِحَهٗۤ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس سے مراد وکیل اور منتظم ہے جو زمین اور جانوروں کی دیکھ بھال کیلئے مختار بنا دیا گیا ہو۔ حضرت ضحاک کہتے ہیں کہ اپنے غلاموں اور باندیوں کے گھر مراد ہیں۔ (مظہری)

أَخَوَالِكُمْ أَوْ بُيُوتِ خَالَاتِكُمْ أَوْ مَا مَلَكْتُمْ مَّفَاتِحَهُ أَوْ

برادران مادران شما یا از خانهاے خواهران مادران شما یا آنچه مالک شده است کلیدهاے آں یا

ماموں کے گھروں میں یا اپنے خالاؤں کے گھروں میں یا جن (گھروں کے) چابیوں کے تم مالک ہوئے یا

صَدِيقِكُمْ ۚ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَن تَأْكُلُوا جَمِيعًا أَوْ

از خانهاے دوستان شما نیست بر شما گناہی آنکہ بخورید همه یا

اپنے دوستوں کے گھروں میں، نہیں ہے تم پر کوئی گناہ یہ کہ کھاؤ مل کر یا

أَشْتَاتًا ۚ فَإِذَا دَخَلْتُم بُيُوتًا فَسَلِّمُوا عَلَىٰ أَنفُسِكُمْ

جدا جدا پس چوں در روید در خانها پس سلام کنید بر تنهاے خویش

جدا جدا پس جب گھروں میں داخل ہو تو سلام کرو اپنے تنوں کو

تَحِيَّةً مِّنْ عِندِ اللَّهِ مُبَارَكَةً طَيِّبَةً ۚ كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ

سلامتی است از نزدیک خدای با برکت پاکیزه اینچنیں است بیان کند

سلامتی ہے اللہ کی طرف سے با برکت پاکیزہ، اسی طرح بیان فرماتا ہے

اللَّهُ لَكُمُ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ﴿٦١﴾ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ

خدای برای شما نشانها شاید که شما میدانید جز ایں نیست مومنان

اللہ تمہارے لئے آیتوں کو شاید کہ تم جانو۔ اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ مومنین

الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَإِذَا كَانُوا مَعَهُ عَلَىٰ

آنانکہ گرویدند بخدا و پیغمبر او و چوں بودند با او بر

وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اللہ پر اور اسکے رسول پر اور جب ان کیساتھ (ایسے) کاموں میں ہوں

أَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوا حَتَّىٰ يَسْتَأْذِنُوهُ ۚ إِنَّ الَّذِينَ

همه کار ها بیروں نشوند تا دستوری خواهند هر آئنه آنانکہ

(جس میں لوگوں کا جمع ہونا ضروری ہو) تو نہیں نکلتے جب تک کہ ان سے اجازت نہ لے لیں بیشک وہ لوگ جو ا

تفسیر اظہار العرفان

ا۔ اِنَّمَا اس آیت میں حصر کیلئے ہے مطلب یہ ہے کہ اللہ اور اسکے رسول ﷺ پر ایمان ممکن نہیں ہو سکتا ہے جب تک کہ رسول کی باتوں کو محبت اور پیار سے نہیں سنتا ہوگا۔ اس آیت میں مذکور جامع کے بارے میں اختلاف ہے۔ کہا گیا ہے کہ اس سے مراد وہ امور ہیں جو امام کو لوگوں کے جمع کرنے کیلئے ضروری ہوں جس کے ذریعے سے دین کی سنت کو انسان قائم کرے اور اپنے دشمن پر اپنا رعب ودبدبہ قائم کر سکے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ : ترجمہ ''اور معاملات میں ان سے باہم مشورہ کیجئے''۔ (القرطبی) امر جامع اجتماعی کام یعنی ایسا کام جس کو انجام دینے کیلئے جمعیت ضروری ہے جیسے خندق کھودنا، اجتماعی مشورہ جہاد، جمعہ اور عیدین کی نمازیں وغیرہ۔ لَمْ يَذْهَبُوا یعنی اس کام کو چھوڑ کر چلے نہیں جاتے اور جس مقصد کیلئے جمع ہوئے ہیں اس سے روگردانی نہیں کرتے۔ حَتَّىٰ يَسْتَأْذِنُوهُ: یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ سے اجازت کے خواستگار ہوتے ہیں اور آپ ان کو جانے کی اجازت دے دیتے ہیں [بغیر اجازت حاصل کئے نہیں جاتے صرف طلب اجازت کو کافی نہیں سمجھتے] یہاں یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ مومنوں سے مراد کامل ایمان والے مومن ہیں کیونکہ جن مومنوں کی حالت کو بیان کیا گیا ہے وہ اس وقت موجود ہی تھے اور سب کامل الایمان تھے۔ منافقوں سے انکی حالت ہی جدا تھی۔ اِنَّ الَّذِينَ يَسْتَأْذِنُونَكَ: سختی اور مصیبت کے وقت رسول اللہ ﷺ کا ساتھ نہ چھوڑنا اور مدد کرتے رہنا ان لوگوں کے ایمان کی کھلی ہوئی شہادت تھی۔ اس لئے بلیغ اسلوب بیان کرنے کے ساتھ پختہ طریقے سے ان کے مؤمن ہونے کو اس آیت میں دوبارہ ظاہر فرمایا۔ مطلب یہ ہے کہ جو اجازت لینے کے بعد جاتے ہیں وہ قطعی مؤمن ہیں بلا اجازت چلے جانے والے مؤمن نہیں ہیں۔ لِمَنْ شِئْتَ: یعنی ہر طلب گار اذن کو اجازت دینا رسول اللہ ﷺ پر لازم نہیں ورنہ اجازت طلب کرنے کا فائدہ ہی کیا ہے اجازت کی درخواست ہر ایک کر سکتا ہے۔ لِمَنْ شِئْتَ کی قید سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بعض احکام اللہ کے رسول ﷺ کی رائے پر موقوف ہیں اور اسی طرح خلیفۂ وقت کو ان میں دخل ہے۔ بعض لوگ اس اختیار تمیزی کے قائل نہیں تو ان کے نزدیک لِمَنْ شِئْتَ کا مطلب یہ ہے کہ طلب گار اذن میں سے جس کی سچائی کو تم جانتے ہو اور سمجھتے ہو کہ واقعی اس کو عذر ہے یا اجتماعی امر یعنی جس کام کیلئے مسمانوں کا اجتماع کیا گیا ہے وہ کام زیادہ اجتماع کا مقتضی نہیں ہے۔ بغوی نے لکھا ہے کہ اہل تفسیر نے اس آیت کے شانِ نزول میں کہا ہے کہ جمعہ کے روز جب رسول اللہ ﷺ [خطبہ دینے کیلئے] منبر پر پہنچ جاتے تھے اور اس وقت کسی شخص کو مسجد سے باہر جانے کا کوئی عذر پیش آ جاتا تھا تو وہ مسجد سے باہر نہیں نکلتا تھا بلکہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے جا کر کھڑا ہو جاتا تھا۔ آپ پہچان جاتے تھے کہ یہ جانے کی اجازت کا خواستگار ہے آپ ایسے لوگوں میں سے جس کو چاہتے تھے اجازت دیتے تھے۔ حضرت مجاہد نے کہا کہ جمعہ کے روز] خطبہ کے وقت] امام کی طرف سے ہاتھ کا اشارہ کر دینا ہی اذن ہے۔ اہل علم کہتے ہیں کہ مسلمانوں کے ہر اجتماعی کام کا یہی حکم ہے۔ جب امام کے ساتھ لوگ کسی اجتماعی کام کیلئے جمع ہوں تو بغیر اجازتِ امام اجتماع کو چھوڑ کر نہیں جانا چاہئے اور امام کو اختیار ہے کہ جب کوئی جانے کی اجازت مانگے تو جس کو چاہے اجازت دیدے جسکو چاہے نہ دے۔ اجازت طلب کرنے اور اجازت نہ دینے کی تفصیل اس وقت ہے جب ٹھہرے رہنے سے کوئی اضطراری سبب مانع نہ ہو اگر اضطراری سبب پیدا ہو گیا ہو تو اجازت طلب کرنے کی ضرورت نہیں۔ مثلاً کسی عورت کو حیض شروع ہو جائے۔ (مظہری)

يَسْتَاْذِنُوْنَكَ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ

دستوری خواہند آنگروہ آنانکہ میگرویدند بخدا و

اجازت طلب کرتے ہیں وہی گروہ ہیں جو ایمان لاتے ہیں اللہ پر اور

رَسُوْلِهٖ ۚ فَاِذَا اسْتَاْذَنُوْكَ لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ فَاْذَنْ

پیغمبر او چوں دستوری خواہند از کارے حاجتی ایشاں پس دستوری

اسکے رسول پر پس جب آپ سے اپنی حاجت کے کسی کام کیلئے اجازت چاہیں تو اجازت دو

لِّمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ

آنرا کہ نخواہی از ایشاں و آمرزش خواہ براے ایشاں از خدای ہر آئنہ خدای آمر زندہ

ان میں سے جسے چاہو اور ان کیلئے اللہ سے مغفرت طلب کرو بیشک اللہ بخشنے والا

رَّحِيْمٌ ﴿٦٢﴾ لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ

مہربانست نخوانید خواندن پیغمبر میان شما چون خواندن

مہربان ہے۔ رسول کی پکار کو اپنے درمیان (اسطرح) نہ بناؤ جس طرح

بَعْضِكُمْ بَعْضًا ؕ قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ يَتَسَلَّلُوْنَ

بعضے از شما بعضے را ہر آئنہ میداند خدای آنانکہ آیند

تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو بیشک اللہ جانتا ہے ان لوگوں کو جو تم میں سے آنکھ بچا کر

مِنْكُمْ لِوَاذًا ۚ فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖۤ

از شما پنہاں پس حذر کنند آنانکہ مخالف شوند از فرمان او

نکل جاتے ہیں پس ڈریں وہ لوگ جو ان کے حکم کے خلاف کرتے ہیں

اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿٦٣﴾ اَلَآ

آنکہ برسد بدیشاں آزمایش یا برسد بدیشاں عذاب سخت بدانید

یہ کہ انھیں آزمائش پہنچے یا انھیں سخت عذاب پہنچے [1] جان لو

[1] یعنی ناپکارو رسول کو نام لیکر اسطرح کہ تم یوں کہو یا محمدؐ اور نہ رسول کو انکی کنیت سے پکارو کہ تم یوں کہو یا ابا القاسمؐ بلکہ رسول کو تعظیم، تکریم اور توقیر کے ساتھ پکارو اور یوں کہو یا رسول اللہ، یا نبی اللہ، یا امام المرسلین، یا رسول ربّ العالمین، یا خاتم النبین وغیرہ۔ اس آیت سے فائدہ حاصل ہوا کہ نبی ﷺ کو ایسے الفاظ سے پکارنا جو تعظیم کا فائدہ نہ دیں جائز نہیں ہے نہ آپکی حیاتِ طیبہ میں اور نہ بعد وصال۔ اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو رسول اللہ ﷺ کے جناب میں استخفاف [خلاف تعظیم الفاظ] استعمال کریگا وہ دنیا و آخرت میں کافر و ملعون ہے۔ (صاوی) ابو اللیث نے اپنی تفسیر میں اس آیت کے تحت لکھا ہے کہ توقیر معلم خیر کیلئے ہے اور رسول اللہ ﷺ معلمِ خیر ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے توقیر اور تعظیم کا حکم دیا۔ اس آیت سے استاد اور اہل فضل کا حق بھی معلوم ہوگیا۔ حقائق بقلی میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا احترام اللہ تعالیٰ کے احترام میں سے ہے، رسول کی معرفت اللہ تعالیٰ کی معرفت میں سے ہے اور آپکی پیروی کا ادب اللہ تعالیٰ کے ادب میں سے ہے۔ (روح البیان) حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پکارنے کو تواضع اور انکساری کے ساتھ ملاؤ اور انتہائی عاجز بن کر رسول کی جانب متوجہ ہو۔ (ابن جریر) مطلب یہ ہے کہ کسی امر جامع کے موقع پر رسول اللہ ﷺ تم کو بلائیں تو تم فوراً حکم کی تعمیل کرو اور یہ نہ سمجھو کہ رسول کا بلاوا بھی ایسا ہی ہے جیسا کہ تم آپس میں ایک دوسرے کو بلاتے ہو اور پکارتے ہو بلکہ تعظیم اور تکریم کے ساتھ بلاؤ۔ اللہ کے رسول ﷺ کو نام لیکر نہ بلاؤ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ [دیہاتی اعرابی لوگ] یا محمد یا ابا القاسم کہتے تھے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ اس حکم کے بعد وہ لوگ یا نبی اللہ، یا رسول اللہ کہہ کر خطاب کرنے لگے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ کچھ یہودی خدمتِ گرامی میں حاضر ہوئے اور کہا: اَلسَّامُ عَلَيْكَ [تم پر ہلاکت ہو تم کو موت آجائے] آپ ﷺ نے فرمایا: وعلیکم [تم پر بھی] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اَلسَّامُ عَلَيْكُمْ وَلَعْنَةُ اللّٰهِ وَغَضَبُ عَلَيْكُمْ [تم کو موت آئے تم پر اللہ کی لعنت ہو اور تم پر غضب ہو] رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عائشہ! نرمی کرو۔ نرم کلام اختیار کرو، سخت کلامی اور بے ہودہ بات کہنے سے پرہیز کرو۔ حضرت عائشہ نے عرض کیا: کیا آپ نے سماعت نہیں فرمایا کہ انھوں نے کیا کہا تھا۔ ارشاد فرمایا: کیا تم نے نہیں سنا کہ میں نے انکو کیا جواب دیا تھا میری دعا ان کے بارے میں قبول ہو جائیگی اور ان کی دعا میرے بارے میں قبول نہ ہوگی۔ قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ الخ: سل سے مراد چپکے سے کسی چیز کو کسی چیز میں سے کھینچ لینا اور پوشیدہ طور پر نکال لینا۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ وہ چھپ کر نکل جاتے ہیں ایک دوسرے کی آڑ لے کر سرک جاتے ہیں۔ محمد بن کعب قرظی کہتے ہیں منافقین پوشیدہ طور پر رسول اللہ ﷺ کا ساتھ چھوڑ کر واپس چلے جاتے تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جمعہ کے روز مسجد میں ٹھہرنا اور رسول اللہ ﷺ کا خطبہ سننا گوارا نہ تھا اس لئے بعض صحابہ کی آڑ لے کر مسجد سے پوشیدہ طور پر نکل جاتے تھے۔ آیت میں فتنہ سے مراد بر قول حضرت مجاہد دنیوی مصیبت اور دکھ اور عذاب الیم سے مراد آخرت کا عذاب یعنی جو لوگ اللہ تعالیٰ کے امر کے خلاف راہ اختیار کرتے ہیں ان کو ڈرنا چاہئے کہ کہیں ان پر دنیوی آفت و مصیبت نہ آپڑے یا عذاب الیم میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ (مظہری)

اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قَدْ یَعْلَمُ مَاۤ اَنْتُمْ

هر آئنه مر خدایراست آنچه در آسمانها و زمین هر آئنه میداند آنچه بر شما

بیشک اللہ کیلئے ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے بیشک جانتا ہے جس پر تم ہو

عَلَیْهِ ؕ وَیَوْمَ یُرْجَعُوْنَ اِلَیْهِ فَیُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ﴿٦٤﴾

بران و روزیکه باز گردند بسوے او پس خبر کند ایشانرا بآنچه کردند و خدای بهمه چیز دانا ست

اور جس روز لوٹائے جائیں گے اسکی طرف تو خبر دیگا انھیں جو انھوں نے کیا اور اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے[۱]

سُوْرَةُ الْفُرْقَانِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ سَبْعٌ وَّسَبْعُوْنَ اٰيَةً وَّسِتُّ رُكُوْعَاتٍ

سورہ فرقان مکی ہے اور اس میں ٧٧ آیات اور ٦ رکوع ہیں[۲]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

بنام خدای بخشنده مهربان

اللہ کے نام سے (جو بہت) رحم والا مہربان (ہے)

تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ

بزرگ است آنکه فرستاد قرآنرا بر بنده خویش تا باشد

بزرگ ہے وہ جس نے قرآن کو اپنے بندہ پر اتارا تا کہ سارے جہان

لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرَا ۙ﴿١﴾ الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

مر عالمیانرا بیم کننده آنکه او را ست پادشاهی آسمانها و زمین

کیلئے ڈرانے والا ہو جائے[۳] وہ جس کیلئے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے

وَلَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ یَكُنْ لَّهٗ شَرِیْكٌ فِی الْمُلْكِ وَخَلَقَ

و نگرفت فرزند و نبود او را شریک در پادشاهی و بیافرید

اور نہ بنایا اپنے لئے فرزند اور نہیں ہے اس کیلئے کوئی بادشاہت میں شریک اور اسی نے

تفسیر اظہار العرفان

[۱] یہ آیت اللہ تعالیٰ کی قدرت پر دلالت کر رہی ہے اور اس پر کہ وہ جزا اور سزا پر قادر ہے۔ (تفسیر کبیر)

[۲] اس میں ٣٧٨٠ حروف اور ٨٧٤ کلمات ہیں۔ (غرائب القرآن) اس سورت میں مشرکین کے برے اعتقاد بیان کئے گئے ہیں، ان کے شبہات کا جواب دیا گیا ہے، رسالتِ محمد ﷺ اور قرآنِ عظیم کو مختلف زاویے سے بیان کیا گیا ہے، اس سورت کا محور قرآنِ کریم کی سچائی اور رسالتِ محمدیہ کی سچائی ہے، بعث بعد الموت اور جزا اور سزا اور بعض قصے بیان کئے گئے ہیں۔ اس سورت کی ابتدا قرآن کریم سے متعلق ہے جس پر مشرکین طعن کرتے تھے۔ اور اسکی آیات کی تکذیب کرتے تھے، کبھی قرآن کو اگلوں کی کہانیاں کہتے تھے، کبھی کہتے کہ محمد ﷺ نے اسے اپنی طرف سے بنالیا ہے، کبھی کہتے کہ یہ جادو ہے اللہ تعالیٰ نے ان تمام کا جواب اس سورت میں دیا۔ اس سورت میں بعض انبیاء علیہم السلام کا اجمالاً ذکر بھی ہے اور ان قوموں کا ذکر بھی ہے جنہوں نے نبیوں کو جھٹلایا مثلاً قوم نوح، عاد، ثمود، اصحاب راس، قوم لوط وغیرہ۔ اس سورت کے اختتام پر رحمٰن کے بندوں کی صفات کا بیان ہے، اللہ تعالیٰ نے ایسے بندوں کو جو کرامت عطا فرمائی اس کا بھی ذکر ہے۔ اس سورت کا نام فرقان اس لئے ہے کہ اسکی پہلی آیت اسی پر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے عبد خاص حضرت محمد ﷺ پر اتارا ہے۔ (صفوۃ التفاسیر)

[۳] اس میں کوئی نزاع نہیں ہے کہ فرقان سے مراد قرآن ہے، قرآن کو فرقان اس لئے کہا گیا ہے کہ یہ حضرت محمد ﷺ کی نبوت کے بارے میں حق اور باطل کے درمیان فرق کرتا ہے، حلال وحرام کے درمیان تمیز کرتا ہے۔ جاننا چاہئے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اولاً تَبٰرَكَ فرمایا جس کا معنی ہے کثرتِ خیر وبرکت تو اب اسکے بعد قرآن کا معاملہ بیان فرما رہا ہے کہ کہ قرآن منشاء خیرات اور اعم برکات ہے۔ قرآن نہیں ہے مگر علوم، معارف اور حکم کیلئے منبع، اس سے معلوم ہوا کہ اشرف واعظم اشیاء میں سے ہے جس میں خیر وبرکت بھی ہے۔ یہاں یہ نزاع بھی نہیں ہے کہ عبد سے مراد حضرت محمد ﷺ ہیں۔ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ عَلٰی عَبْدِهٖ کی بجائے عَلٰی عِبَادِهٖ پڑھتے جس سے مراد رسول اللہ ﷺ اور آپ کی امت ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے لَقَدْ اَنْزَلْنَا اِلَیْكُمْ [البتہ تحقیق ہم نے تم سب کی جانب اتارا] قُوْلُوْا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا اُنْزِلَ اِلَیْنَا [کہو ہم ایمان لائے اللہ پر اور جو ہماری جانب اتارا گیا] لِیَكُوْنَ لِلْعَالَمِیْنَ نَذِیْرًا: مطلب یہ ہے کہ یہ عبد عالمین کیلئے نذیر ہے۔ یہ آیت چند احکام پر دلالت کرتی ہے (١) اللہ تعالیٰ کے سوا ہر ایک عالم ہے اس میں جن، انس اور ملائکہ مکلفین شامل ہیں (٢) عالمین کا لفظ جمیع مخلوقات کو شامل ہے یہ آیت دلالت کر رہی ہے کہ آپ قیامت تک ساری مخلوق کی جانب رسول بنا کر بھیجے گئے اس لئے واجب ہے کہ آپ خاتم الانبیاء والرسل ہوں (٣) معتزلہ کا کہنا ہے کہ یہ آیت دلالت کر رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ عالمین میں سے ہر ایک سے ایمان اور فعل طاعات چاہتا ہے اس لئے کہ آپ کو کل کائنات کی جانب مبعوث بنا کر بھیجا (٤) قائل جب تَبٰرَكَ کہتا ہے تو جس طرح اس سے کثرتِ خیر وبرکت پر دلالت ہوتی ہے اسی طرح ضروری ہے کہ اس کے بعد وہ چیز ہو جو کثرتِ خیر وبرکت اور منافع کے اسباب میں سے ہو۔ اس پر بھی دلالت ہوتی ہے۔ سوال: انذار خوف اور غم کا موجب ہے جو اس جگہ کیسے مناسب ہے؟ جواب: یہ انذار قائم مقام تادیب ولد کے ہے جس طرح بچے کی تادیب میں مبالغہ ہو تو اس کی جانب احسان کی کثرت ہوتی ہے یہاں بھی انذار کثرت اللہ تعالیٰ کی جانب مخلوق کی کثرت سے رجوع مقصود ہے۔ (تفسیر کبیر)

كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا ② وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ
هر چیزی پس اندازه کرد اندازه کردنی و فرا گرفتند بجز او
ہر چیز کو پیدا کیا پھر اسے بہترین اندازے سے درست کیا ۱ اور انھوں نے بنا لئے اس کے سوا

اٰلِهَةً لَّا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ وَلَا يَمْلِكُوْنَ
خدایان نیافرینند چیزی و ایشاں آفریده اند و نتوانند
بہت سے خدا کہ وہ کچھ نہیں بناتے اور وہ خود بنائے گئے ہیں اور وہ مالک نہیں ہیں

لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَّلَا يَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَيٰوةً
از تنہاے خویش زیانی و نہ سودے و نتوانند میرانیدن و نہ زندہ کردن
اپنی جانوں کیلئے نقصان اور فائدے کا اور نہ مالک ہیں مارنے کا اور نہ زندہ کرنے کا

وَّلَا نُشُوْرًا ③ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ
و نہ بر انگیختن و گفتند کافراں نیست ایں مگر
اور نہ اٹھانے کا ۲ اور کافروں نے کہا نہیں ہے یہ مگر

اِفْكُ اِفْتَرٰىهُ وَاَعَانَهٗ عَلَيْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ ۚ فَقَدْ
دروغ بر بافتہ است بایشاں یار دادن او برو گروہی دیگر پس ہر آئنہ
جھوٹ جو انکی طرف سے باندھا ہوا ہے اور انکی مدد کی اس پر دوسرے گروہ نے پس بیشک

جَآءُوْ ظُلْمًا وَّزُوْرًا ④ وَقَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا
آمدند ظالم و بدروغ و گفتند افسانہاے پیشینانست نوشتہ اند آنرا
وہ سب ظلم اور جھوٹ کے ساتھ آئے ۳ اور انھوں نے کہا اگلوں کی کہانیاں ہیں جسے اس نے لکھوا لیا ہے

فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ⑤ قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِيْ
پس چوں خواندہ شود برو بامداد و شبانگاہ بگو فرود آمدہ است آنکہ
پس ان پر صبح اور شام پڑھی جاتی ہیں ۴ آپ فرما دیجئے اسے اس نے

۱ جاننا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے صفاتِ کبریاء میں سے چار صفات سے اس آیت میں اپنی ذات کو متصف فرمایا (۱) اَلَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ: یہ وجود باری تعالیٰ کی دلالت پر تنبیہ ہے (۲) وَلَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا: اس میں اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا کہ وہی ہمیشہ معبود ہے اس کے علاوہ کسی اور کا معبود ہونا صحیح نہیں ہے (۳) وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِى الْمُلْكِ: اس میں یہ بیان ہے کہ وہ منفرد باالوہیت ہے بندہ جب اسکی معرفت حاصل کریگا تو اللہ تعالیٰ کے سوا کل سے خوف اور امید منقطع کر لیگا اور قلب مشغول نہ ہو گا مگر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور احسان کی جانب (۴) وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا: اس میں جمیع اشیاء شامل ہیں اس لئے افعال عباد بھی مخلوق ہوئے۔ (تفسیر کبیر) یعنی اس کو ٹھیک بنایا جو خواص و افعال اس میں پیدا کرنا مقصود تھا اس کے مطابق اس چیز میں تخلیقی صلاحیت پیدا کر دی جیسے انسان میں فہم، ادراک، غور و فکر، نوع صنعتوں کے اختراع اور گونا گوں افعال و اعمال پیدا کرنے کی صلاحیت پیدا کر دی۔ یا یہ مطلب ہے کہ معین و مقرر وقت تک باقی رکھنا اس کیلئے مقدر کر دیا۔ بعض علماء نے قدر کا معنی یہ بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کیلئے مدت زندگی، عمل اور رزق پہلے سے ہی مقدر کر دیا۔ یہ تینوں چیزیں تخلیق کے مطابق ہوتی ہیں۔ (مظہری)

۲ مشرکین نے اللہ تعالیٰ کے سوا بہت سارے الٰہ بنائے ہوئے تھے اس پر تعجب کے طور پر یہ کہا جا رہا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور قدرت کی دلیل ان پر خوب ظاہر تھی۔ مشرکین نے ان بتوں سے متعلق یہ نظریہ بنایا ہوا تھا کہ یہ نفع نقصان پہنچا سکتے ہیں اس پر فرمایا گیا کہ یہ تو تم نے خود پیدا کئے ہیں اور نفع نقصان کے مالک نہیں ہیں۔ کہا گیا ہے کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ وہ سب اپنے لئے بھی نفع و نقصان پر طاقت نہیں رکھتے اور نہ اپنے پجاریوں کیلئے اس لئے کہ یہ سب جمادات ہیں۔ اسی طرح یہ بت کسی کو مارنے، کسی کو زندہ کرنے اور موت کے دوبارہ حساب و کتاب کیلئے زندہ کرنے کی طاقت بھی نہیں رکھتے ہیں۔ (القرطبی) ۳ جاننا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس سورت میں اولاً توحید پر کلام فرمایا، اسکے بعد بتوں کے پجاریوں کا رد فرمایا اور اب اس آیت میں مسئلہ نبوت پر کلام فرما رہا ہے۔ کفار کی جانب سے حضرت محمد ﷺ کی نبوت سے انکار کیلئے جو شبہے اختراع کئے گئے ان میں سے پہلا شبہ اس آیت کریمہ میں بیان ہو رہا ہے۔ کلبی اور مقاتل کہتے ہیں کہ یہ آیت نضر بن حارث کے بارے میں نازل ہوئی جس نے کہا کہ یہ قول [جسے حضرت محمد ﷺ پیش کرتے ہیں] افترا ہے پھر اسکے کہنے پر دوسرے لوگوں نے اسکی اعانت کی یعنی عداس مولیٰ حویطب بن عبدالعزیز، یسار غلام عامر بن الحضرمی اور جبر مولیٰ عامر، یہ تینوں اہل کتاب میں سے تھے اور توریت کی تلاوت کرتے تھے۔ فَقَدْ جَآءُوْ ظُلْمًا وَّ زُوْرًا: اللہ تعالیٰ نے ان کے کلام کو ظلم اور زور سے تعبیر فرمایا، ظلم اس اعتبار سے کہ انھوں نے ایک فعل قبیح کی نسبت ایسے کی جانب کی جو اس سے مبرا ہے اور زور یعنی جھوٹ اس لئے کہا کہ ان کی جانب سے افترا کا لفظ استعمال کرنا سراسر جھوٹ تھا۔ ابو مسلم کہتے ہیں کہ انکی جانب سے ظلم یہ ہے کہ انھوں نے رسول کو جھٹلایا اور ان کے پیغام کو رد کیا اور زور یعنی جھوٹ یہ ہے کہ انھوں نے قرآن کو جھٹلایا۔ (تفسیر کبیر) ۴ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ منکرینِ رسالت کے دوسرے شبے کو بیان فرما رہا ہے۔ اَسَاطِيْرُ سے مراد وہ کہانیاں ہیں جو گذرے ہوئے لوگوں کے بارے میں لکھی ہوئی ہوں مثلاً رستم اور اسفندیار۔ (تفسیر کبیر)

يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۟

میداند پنہاں در آسمانہا و زمین ہر آئنہ او ہست آمرزندہ

اتارا ہے جو جانتا ہے چھپی ہوئی چیز کو جو آسمانوں اور زمین میں ہیں، بیشک وہی بخشنے والا

وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ

مہربان و گفتند چیست ایں پیغمبر میخورد طعامہا

مہربان ہے ۱ اور انھوں نے کہا کیا ہوا اس رسول کو کہ کھانا کھاتے ہیں

وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ ؕ لَوْلَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنَ

و میرود در بازار ہا چرا نہ فرستاد بسوے او فرشتہ پس باشد

اور بازاروں میں چلتے ہیں کیوں نہ ان کی جانب کوئی فرشتہ اتارا پس وہ ان کیساتھ

مَعَهٗ نَذِيْرًا ۟ۙ اَوْ يُلْقٰۤى اِلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ تَكُوْنُ لَهٗ جَنَّةٌ

با او بیم کنندہ یا بیفگند بسوے او گنجی یا باشد او را بہشت

ڈرانے والا ہوتا ۲ یا انکی جانب کوئی خزانہ ڈالا جاتا یا ان کیلیے کوئی باغ ہوتا

يَّاْكُلُ مِنْهَا ؕ وَقَالَ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا

میخورد ازاں و گفتند ستمگاران پیروی نکنید مگر مردانے را

جس سے وہ کھاتے اور ظالموں نے کہا تم پیروی نہیں کرتے مگر ایک مرد کی

مَّسْحُوْرًا ۟ اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا

جادو زدہ بنگر چگونہ بزدند برائے تو مثلہا پس گمراہ شدند

جو جادو زدہ ہیں ۳ دیکھئے آپ کیلیے کیسی مثالیں دیتے ہیں پس گمراہ ہوئے

يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا ۟ ع تَبٰرَكَ الَّذِيْۤ اِنْ

پس نمی یابند ہیچ را ہست بزرگست آنکہ اگر

اور (اب) کوئی راہ نہیں پائیں گے ۴ بزرگ ہے وہ جو اگر

۱ اللہ تعالیٰ اب اس آیت کریمہ میں ان کے شبہات کا جواب دے رہا ہے اور وہ جواب چند طریقوں سے دیا گیا ہے (۱) قرآن جیسی فصاحت کوئی نہیں لاسکتا ہے مگر جو کل معلومات کا عالم ہو [اور یہ اللہ تعالیٰ ہے جو کل معلومات کا عالم ہے لہذا یہ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہوا اور جس پر اترا وہ اللہ کے رسول ہوئے] (۲) قرآن اخبار غیوب پر مشتمل ہے اور یہ بھی اسی کی جانب سے ممکن ہوسکتا ہے جو کل معلومات کا عالم ہو (۳) قرآن نقص اور عیب سے پاک ہے اور ایسا کلام اسکی جانب سے ممکن ہوگا جو کل معلومات کا عالم ہوگا (۵) قرآن مختلف علوم کے انواع پر مشتمل ہے اور یہ بھی کل معلومات کے عالم کی جانب سے ممکن ہوگا [اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا يَعْلَمُ السِّرَّ] اللہ تعالیٰ آسمان و زمین کے ہر پوشیدہ کو جانتا ہے اور اس پوشیدہ چیزوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ یہ لوگ رسول کے خلاف مکر کرتے ہیں۔ (تفسیر کبیر)

۲ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ منکرین رسالت کے تیسرے شبہ کو بیان فرمارہا ہے' اس آیت میں انکے انکارِ رسالت پر تین امور کو بیان کیا ہے (۱) یہ رسول کھانا کھاتے ہیں (۲) یہ رسول بازار کی جانب جاتے ہیں اور یہ امور ہم لوگ بھی بجالاتے ہیں ایسی صورت میں ہم پر فضیلت کیسے حاصل ہوسکتی ہے (۳) ان کے ساتھ کسی فرشتہ کو کیوں نہ اتارا گیا جو ان کے ساتھ ڈرانے والا ہوتا ان کی تصدیق کرتا اور مخالفین جب ان کی مخالفت کرتے تو وہ فرشتہ ان کی گواہی دیتا۔ (تفسیر کبیر)

۳ اس آیت کریمہ میں منکرین رسالت کی جانب سے تین امور بیان کئے جارہے ہیں جو انھوں نے انکارِ رسالت کے باب میں اپنی جانب سے اختراع کر لئے تھے (۱) اس رسول کی جانب آسمان سے کوئی خزانہ کیوں نہ اتارا گیا تا کہ طلب معاش سے انھیں نجات مل جاتی (۲) یعنی اگر کوئی خزانہ ان کیلیے نہ اتارا گیا تو ایسا کیوں نہ ہوا کہ ان کے پاس ایک باغ ہوتا جس سے یہ کھاتے (۳) تم لوگ پیروی نہیں کرتے مگر ایک ایسے آدمی کی جو سحر زدہ ہے۔ (تفسیر کبیر) ۴ اللہ تعالیٰ اب اس آیت کریمہ سے ان کے شبہات کا جواب دے رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس آیت میں فرمارہا ہے کہ ان لوگوں کو دیکھو کہ کیسی مثالیں دے رہے ہیں ان مثالوں میں ان کیلیے کوئی فائدہ نہیں ہے ایسی حرکت یہ لوگ اس وجہ سے کررہے ہیں کہ یہ لوگ گمراہ ہوئے اور نبی کی نبوت پر اعتراض قائم کیا تو انھوں نے اعتراض کو برقرار رکھنے کیلیے کوئی راہ نہ پائی۔ (تفسیر کبیر) امثال بمعنی اشباہ یعنی انھوں نے آپ کو افتراپردازوں اور بے ہودہ قصہ بیان کرنے والوں کی طرح قرار دے رکھا ہے یہی وجہ ہے کہ وہ آپ کو مفتری اور دوسرے سے افسانہ لکھوانے والا کہتے ہیں اور سحر زدہ لوگوں کی طرح کہتے ہیں اور کبھی فرشتہ ہونے یا بادشاہ ہونے کا مدعی کی طرح قرار دیتے ہیں' کہنے لگتے ہیں کہ فرشتہ کا کھانا اور بازوروں میں گھومنا ممکن نہیں ہے اور بادشاہ نیز دولت مندوں کی طرح آپ کے پاس خزانے اور باغات ہونے چاہئیں اس لئے آپ کا دعویٰ نبوت غلط ہے۔ فَضَلُّوْا: پس دیکھو یہ کس طرح گمراہ ہوگئے۔ حق تک پہنچانے والا راستہ اور آپکی نبوت کو پہچاننے کا طریقہ یہ تھا کہ انبیاء علیہم السلام کی خصوصیات کو پہچانتے کہ وہ بھی انسان ہوتے ہیں غلطیوں سے معصوم ہوتے ہیں ان کے رب کی طرف سے وحی آتی ہے ان کو معجزات دیئے جاتے ہیں۔ (مظہری)

شَآءَ جَعَلَ لَكَ خَيْرًا مِّنْ ذٰلِكَ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ

میخواہد گرداند مر ترا بہتر از ایں بوستانہا میرود

چاہے تو آپ کیلئے اس سے بہتر باغات بنا دے جنکے نیچے نہریں

مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ وَيَجْعَلْ لَّكَ قُصُوْرًا ﴿١٠﴾ بَلْ كَذَّبُوْا

از زیر آں جوبہا و گرداند مر ترا کوشکہا بلکہ تکذیب کردند

جاری ہونگیں اور آپ کیلئے بڑے بڑے محلات بنا دے ۱ بلکہ انھوں نے جھٹلایا

بِالسَّاعَةِ ۖ وَاَعْتَدْنَا لِمَنْ كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ سَعِيْرًا ﴿١١﴾ ۚ

بقیامت و آمادہ کریم ما کسیرا کہ تکذیب کند بقیامت دوزخ را

قیامت کو، اور ہم نے تیار کیا دوزخ اس کیلئے جس نے قیامت کو جھٹلایا ۲

اِذَا رَاَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍ ۢ بَعِيْدٍ سَمِعُوْا لَهَا تَغَيُّظًا وَّزَفِيْرًا ﴿١٢﴾

چوں بیند ایشانرا از جای دور بشنوند از وی آواز خشم و غریدن

جب آگ ان کو دور کی جگہ سے دیکھے گی تو سنیں گے اس سے غصے اور غرانے کی آواز ۳

وَاِذَآ اُلْقُوْا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُّقَرَّنِيْنَ دَعَوْا هُنَالِكَ

و چوں انداختہ شود ازاں از مکان تنگ دست و پابستہ بد دعا کنند

اور جب ڈال دیئے جائیں گے اسے کسی تنگ جگہ میں ہاتھ پاؤں باندھ کر تو اسوقت دعا کرینگے

ثُبُوْرًا ﴿١٣﴾ ؕ لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُوْرًا وَّاحِدًا وَّادْعُوْا ثُبُوْرًا

بہلاک مخوانید امروز بیک ہلاک و بخوانید بہلاک

ہلاکت کی ۴ نہ پکارو آج کے روز ایک ہلاکت کو اور پکارو بہت سی

كَثِيْرًا ﴿١٤﴾ قُلْ اَذٰلِكَ خَيْرٌ اَمْ جَنَّةُ الْخُلْدِ الَّتِيْ وُعِدَ

بسیار بگو ایں بہتر است یا بہشت جاوید آنکہ وعدہ دادہ است

ہلاکتوں کو ۵ آپ فرما دیجئے یہ بہتر ہے یا ہمیشہ رہنے والا باغ جس کا وعدہ دیا گیا ہے

۱ مروی ہے کہ نبی ﷺ سے فرمایا گیا کہ اگر آپ چاہیں کہ ہم آپ کو زمین کی کنجیاں اور خزانے عطا کر دیتے ہیں اس کے بعد بھی آخرت میں آپ کیلئے ہمارے پاس کوئی کمی نہ ہوگی اور اگر آپ چاہیں تو میں انہیں آخرت میں آپ کیلئے جمع کر دوں؟ آپ نے فرمایا کہ نہیں [مجھے اس دنیا میں کوئی چیز درکار نہیں] بلکہ یہ کچھ میرے لئے آخرت کے واسطے جمع کر دیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) جاننا چاہئے کہ منکرین رسالت کے شبہ کا یہ دوسرا جواب ہے جسے اللہ تعالیٰ اس آیت کریمہ میں دے رہا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے اور آپ کے ساتھ جبرائیل علیہ السلام بھی تھے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ یہ فرشتے ہیں جو آسمان سے اترے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے انھیں آپ کی زیارت کی اجازت دے دی ہے۔ پھر تھوڑے ہی دیر میں ایک فرشتہ آیا اور رسول اللہ ﷺ کو سلام کیا اور کہا کہ بیشک آپ کا رب آپکو اختیار دے رہا ہے کہ آپ چاہیں تو آپکو ہر چیز کی چابی عطا کر دی جائے وہ چابی آپ سے پہلے کسی کو دی گئی نہ آپ کے بعد کسی کو دی جائیگی بغیر اس کے کہ آپ کے آخرت کے اجر میں کوئی کمی کی جائے یہ سنکر آپ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ ان تمام کو میرے لئے آخرت میں جمع کر دیا جائے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ عبدالوھاب کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں ایک دن کھاتا ہوں تو تین دن بھوکے رہتا ہوں پس [اے اللہ] جب تو کھلاتا ہے تو میں تیری حمد بجالاتا ہوں اور جب تو بھوکا رکھتا ہے تو تیری ہی جانب تضرع کرتا ہوں (تفسیر کبیر) حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے وادی مکہ کو میرے لئے سونا بنا دینے کی پیش کش کی میں نے عرض کیا نہیں، میرے رب! میں تو ایک دن سیر شکم رہوں اور ایک دن بھوکا رہوں [یہی مجھے پسند ہے] جب میں بھوکا رہوں تو تیرے سامنے زاری کروں اور سیر شکم ہوں تو تیری تعریف اور شکر کروں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر میں چاہتا تو میرے ساتھ سونے کے پہاڑ چلتے۔ ایک فرشتہ جس کی کمر کعبے کے برابر تھی میرے پاس آیا اور اس نے کہا: آپ کا رب آپ کو سلام فرماتا اور ارشاد فرماتا ہے کہ اگر آپ چاہیں تو نبی اور بندہ رہیں اور اگر چاہیں تو نبی اور بادشاہ ہو جائیں میں نے جبرائیل کی طرف دیکھا۔ جبرائیل نے اشارہ کیا کہ اپنے آپکو نیچے رکھو میں نے کہہ دیا میں نبی اور بندہ رہنا چاہتا ہوں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اسکے بعد رسول اللہ ﷺ تکیہ لگائے کھانا نہیں کھاتے تھے اور فرماتے تھے کہ میں غلاموں کی طرح کھاتا ہوں اور غلاموں کی طرح بیٹھتا ہوں۔ (مظہری) ۲ یعنی جس نے آخرت کو جھٹلایا ہم نے اس کے لئے بہت سخت آگ تیار کر رکھی ہے۔ (صفوۃ التفاسیر) ۳ یعنی اہل تحقیق نے لکھا ہے کہ آگ کی طرف دیکھنے کی نسبت حقیقی ہے ایک روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھ پر جو شخص قصداً دروغ بندی کرے اس کو اپنی جگہ آگ کی دونوں آنکھوں کے درمیان بنا لینی چاہئے، صحابہ نے عرض کی کیا آگ کہ بھی آنکھیں ہونگی۔ آپ نے ارشاد فرمایا: کیا تم نے نہیں سنا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِذَا رَاَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍ ۢ بَعِيْدٍ۔ بعض علماء نے کہا کہ آگ کی طرف دیکھنے کی نسبت مجازی ہے یعنی دوزخ کے فرشتے دیکھیں گے۔ (مظہری) ۴ مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے اس آیت کے بارے میں دریافت کیا گیا تو فرمایا قسم ہے اس کی جسکے ہاتھ میں میری جان ہے ان کو دوزخ میں اس طرح داخل کیا جائیگا جس طرح دیوار میں میخ۔ (مظہری) ۵ مروی ہے کہ یہ آیت ابن خطل اور اسکے ساتھیوں کے بارے میں نازل ہوئی۔ آج ان کیلئے ایک ہلاکت نہیں ہوگی بلکہ کئی ہلاکتیں ہونگی۔ (القرطبی)

الْمُتَّقُوْنَ ؕ كَانَتْ لَهُمْ جَزَآءً وَّمَصِيْرًا ﴿۱۵﴾

پرہیزگارانراست ایشانرا پاداش جای ایشانراست

پرہیزگاروں کو ان کیلئے بدلہ اور ٹھکانہ ہے ١

لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَآءُوْنَ خٰلِدِيْنَ ؕ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ

دراں آنچہ خواہند ہمیشہ ہست بر پروردگار تو

ان کیلئے اس میں ہے جو وہ چاہیں (اس میں) ہمیشہ (رہیں گے) تمہارے رب پر

وَعْدًا مَّسْـُٔوْلًا ﴿۱۶﴾ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ

وعدہ پرسیدہ و روزیکہ حشر کند ایشانرا و آنچہ پرستند

مانگا ہوا وعدہ ہے ٢ اور جس روز انھیں جمع فرمائیگا اور جسے وہ سب

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَقُوْلُ ءَاَنْتُمْ اَضْلَلْتُمْ عِبَادِيْ

بجز خدای پس گویند آیا شما گمراہ شدید بندگان من

اللہ کے سوا پوجتے تھے تو کہیں گے کیا تم نے گمراہ کیا میرے ان بندوں کو

هٰٓؤُلَآءِ اَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِيْلَ ؕ ﴿۱۷﴾ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ

اینگروہ یا ایشاں شدند از راہ گویند پاکی تو

یا یہ خود راستہ سے بھٹک گئے ٣ کہیں گے پاکی ہے تجھے

مَا كَانَ يَنْۢبَغِيْ لَنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ مِنْ دُوْنِكَ

نسازد ما را آنکہ فرا گیرد بجز تو از دوستان

ہمارے لئے مناسب نہ تھا کہ تیرے سوا کسی کو دوست بناتے

مِنْ اَوْلِيَآءَ وَلٰكِنْ مَّتَّعْتَهُمْ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى نَسُوا

و لیکن بر خورداری دادی ایشانرا و پدران ایشاں تا فراموش کردند

لیکن تو نے انھیں برتنے دیا اور ان کے باپ دادا کو یہاں تک کہ انھوں نے بھلا دیا

١ ابو مسلم کہتے ہیں کہ جَنَّةُ الْخُلْدِ سے مراد یہ ہے کہ اس کی نعمت کبھی ختم نہیں ہوگی۔ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ منکرین رسالت کی حسرت وندامت کو بیان فرمارہا ہے یعنی وہ لوگ اہل ایمان کی نعمتوں کو دیکھ کر حسرت کرینگے۔ (تفسیر کبیر) حضرت ابو ہریرہ ﷺ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا: آپ فرمارہے تھے کہ سات اشخاص اللہ تعالیٰ (کی رحمت کے) سایہ میں ہونگے۔ جس روز اسکے سایہ کے علاوہ اور کوئی سایہ نہ ہوگا پس آپ نے ان سب کا ذکر کیا یہاں تک کہ آپ نے فرمایا: وہ شخص جسے ایک خوبصورت لڑکی [گناہ کی] دعوت دے اس پر وہ شخص یہ کہے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔ حضرت ابو ہریرہ ﷺ ہی سے مروی ہے کہ نبی ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے کہ میری عزت کی قسم میں اپنے بندے پر دو خوف اور دو امن جمع نہیں کرونگا۔ جب بندہ دنیا میں مجھ سے ڈرے گا تو قیامت کے روز میں اسے امن میں رکھونگا جب بندہ دنیا میں میرے خوف سے امن میں رہیگا تو آخرت میں اس پر خوف طاری کرونگا۔ حضرت انس بن مالک ﷺ سے فرماتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے [ایسا] خطبہ دیا کہ میں نے اس سے پہلے [ایسا] خطبہ نہیں سنا تھا آپ نے فرمایا: جو میں جانتا ہوں اگر تم اسے جانتے تو ہنستے کم روتے زیادہ۔ اصحاب رسول ﷺ نے اپنے چہروں کو چھپالیا اور بلند آواز سے رونے لگے۔ حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مؤمن اگر ان سزاؤں کو جان لیتا جو اللہ کے یہاں ہے تو کوئی بھی جنت کی خواہش نہ کرتا اور اگر کافر اس رحمت کو جان لیتا جو اللہ کے پاس ہے تو اسکی رحمت سے کبھی مایوس نہ ہوتا۔ حضرت واثلہ بن اسقع ﷺ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو اللہ عزوجل سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ ہر شے کو اس سے ڈراتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا اللہ تعالیٰ اسے ہر شے سے ڈراتا ہے۔ حضرت عباس بن عبد المطلب ﷺ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بندہ کا رُواں جب اللہ تعالیٰ کے خوف سے کھڑا ہوجاتا ہے تو اس سے اسکا گناہ اس طرح جھڑتا ہے جس طرح سوکھے درخت سے اسکا پتا جھڑتا ہے۔ (الترغیب والترهیب) ٢ یہاں پر دو سوالات ذہن میں ابھرتے ہیں ایک یہ کہ اہل جنت اگر اپنے درجہ سے آگے تمنا کرینگے تو اللہ تعالیٰ اسے عطا فرمائیگا یا نہیں؟ اگر عطا فرمائیگا تو ناقص اور کامل کا فرق جو درجہ کے اعتبار سے ہوگا وہ ختم ہوجائیگا اور اگر عطا نہیں فرمائیگا تو لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَآءُوْنَ پر عمل کہاں ہوگا؟ دوسرا سوال یہ ابھرتا ہے کہ اہل جنت کا باپ کافر ہے اور وہ جہنم میں جارہا ہو تو ظاہر ہے کہ بیٹا باپ کی محبت میں یہ خواہش کرسکتا ہے کہ اے اللہ! میرے باپ کو جہنم سے نکال کر جنت میں داخل فرمادے، اگر جہنم سے نکا کر جنت میں داخل فرمادیگا تو کافروں کیلئے دائمی عذاب کا جو ذکر قرآن میں کیا گیا ہے اسکا کذب لازم آئیگا اور اگر داخل نہیں فرمائیگا تو لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَآءُوْنَ پر عمل کہاں ہوگا؟ جواب: ان دونوں کا جواب یہ ہے کہ اس قسم کی خواہش کو اللہ تعالیٰ اہل جنت کے دلوں سے نکال دیگا اور ان کے دلوں کو لذتوں کی جانب مائل کردیگا۔ (تفسیر کبیر) ٣ حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ وَمَا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ سے ملائکہ، انس، جن، مسیح اور عزیر مراد ہیں۔ حضرت عکرمہ کہتے ہیں کہ اس سے بت مراد ہیں۔ (القرطبی)

الذِّكْرَ ۚ وَكَانُوا قَوْمًا بُورًا ﴿١٨﴾ فَقَدْ كَذَّبُوكُم
یاد کردنے و بودند گروہی ہلاک شدگان ہر آئنہ تکذیب کردند شما
ذکر کو اور وہ سب ہلاک ہونے والے گروہ تھے ۱ پس بیشک انھوں نے تمھیں جھٹلایا

بِمَا تَقُولُونَ ۙ فَمَا تَسْتَطِيعُونَ صَرْفًا وَلَا
بآں میگوئید پس نتوانستید عذاب از شما
جو تم کہتے ہو پس اپنے عذاب پھیرنے کی طاقت نہ رکھو گے

نَصْرًا ۚ وَمَن يَظْلِم مِّنكُمْ نُذِقْهُ عَذَابًا
و نہ یاری و ہر کہ ستم کند از شما نیم او را
اور نہ مدد کی اور جو تم میں سے ظلم کرے تو ہم اسے چکھائیں گے

كَبِيرًا ﴿١٩﴾ وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِينَ
عذابے بزرگ و نہ فرستادیم ما پیش از تو از فرستادگان مگر ایشاں
بڑا عذاب ۲ اور ہم نے آپ سے پہلے رسولوں کو نہ بھیجا مگر وہ سب

إِلَّا إِنَّهُمْ لَيَأْكُلُونَ الطَّعَامَ وَيَمْشُونَ فِي
تا بخورند طعام و می روند در بازار ہا
ضرور کھانا کھاتے تھے اور بازاروں میں جاتے تھے

الْأَسْوَاقِ ۗ وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً ۗ
و کردیم ما بعض شما بر بعضے را آزمایش
اور ہم نے تمہارے بعض کو بعض کیلئے آزمائش کیا

أَتَصْبِرُونَ ۗ وَكَانَ رَبُّكَ بَصِيرًا ﴿٢٠﴾ ع
آیا صبر کنید و ہست پروردگار تو بینا
کیا تم (اب) صبر کرو گے اور تمہارا رب دیکھنے والا ہے ۳

۱ یعنی تو نے ان کو عمر، صحت اور طرح طرح کی نعمتوں سے اتنا نوازا کہ وہ خواہشات میں ڈوب گئے اور تیری یاد سے غافل ہو گئے، تیری نعمتوں کی یاد ان کو نہ رہی تیری آیات میں غور وفکر کرنے سے انھوں نے منہ پھیرا اور بھول گئے کہ وہ تیرے محتاج ہیں۔ یا ذکر بھول جانے کا مطلب یہ ہے کہ نصیحت اور قرآن پر ایمان لانے کو انھوں نے ترک کر دیا۔ (مظہری)

۲ یعنی اللہ تعالیٰ ان بتوں کے پجاریوں سے فرمائیگا کہ اے کافرو! تمہارے معبودوں نے تم سے جھوٹ کہا۔ بِمَا تَقُوْلُوْنَ یعنی تمہارا یہ کہنا کہ یہ ہمارے معبود ہیں سراسر جھوٹ تھا۔ (روح البیان)

۳ بعض اہل روایت نے لکھا ہے کہ اس آیت کا نزول صرف اونچے اور نیچے طبقوں کے سلسلہ میں ہوا، اعلیٰ طبقہ کے لوگوں میں سے اگر کوئی شخص مسلمان ہونا چاہتا اور اس سے پہلے کوئی زیریں طبقے کا شخص مسلمان ہو چکا ہوتا تو اس بالا طبقہ کے آدمی کو خیال ہوتا کہ اب اگر میں مسلمان ہوا تو اس ذلیل ورذیل مسلمان کو مجھ پر برتری حاصل رہے گی اور مجھے اس کے پیچھے رہنا پڑیگا یہ سوچ کر وہ اپنا ارادہ بدل دیتا اور مسلمان نہ ہوتا۔ بعض کو بعض کیلئے آزمائش بنائے جانے کا مطلب یہی ہے۔ حضرت مقاتل کہتے ہیں کہ اس آیت کا نزول ابوجہل، ولید بن عتبہ، عاص بن وائل اور نضر بن حارث کے حق میں ہوا تھا انھوں نے دیکھا کہ حضرت ابو ذر، حضرت ابن مسعود، حضرت عمار، حضرت بلال، حضرت صہیب اور حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہم مسلمان ہو چکے ہیں کہیں اب اگر ہم مسلمان ہوئے تو ان کے برابر ہونا پڑیگا۔ حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ قریش مؤمنوں کا مذاق بناتے تھے اور کہتے تھے کہ ذرا محمد کے ساتھیوں کو تو دیکھو جن لوگوں نے ان کا ساتھ دیا ہے وہ تو ہمارے غلام ہیں، کمینے ہیں ذلیل طبقے کے ہیں۔ اللہ نے ان مؤمنوں کو خطاب کر کے فرمایا: اَتَصْبِرُوْنَ کیا تم اس فقر ومصیبت اور کافروں کی طرف سے اذیت پہنچنے پر صبر رکھو گے، یا صبر نہ رکھو گے، صبر کرو تو اجر پاؤ گے صبر نہ کرو گے تو غم میں مزید مبتلا ہو گے۔ مطلب یہ ہے کہ صبر کرو۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی مال اور جسم کے لحاظ سے اپنے سے اونچے کو دیکھے تو اپنے سے نیچے والے کو بھی دیکھے۔ (مظہری) [صبر کی فضیلت پر یہاں چند احادیثِ کریمہ پیشِ خدمت ہیں] حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو صبر کرنا چاہتا ہوگا اللہ تعالیٰ اسے صبر کرنے کی توفیق عطا فرمائیگا اور جسے بہترین عطیہ دیا گیا ہوگا تو اسے صبر بھی زیادہ دیا گیا ہوگا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: چار چیزیں ہیں جن پر تعجب ہوتا ہے (۱) صبر اور یہ پہلی عبادت ہے (۲) تواضع (۳) اللہ کا ذکر (۴) شے کی قلت۔ حضرت عبداللہ نے فرمایا کہ صبر نصف ایمان ہے اور یقین کل ایمان ہے۔ حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مؤمن کا معاملہ بھی عجیب ہے اسکا سارا معاملہ خیر ہے اور یہ مؤمن کے سوا کسی کو حاصل نہیں ہے اگر مؤمن کو کوئی خوشی پہنچے تو یہ اللہ کا شکر ادا کرتا ہے جو اس کیلئے بہتر ہے اور اگر اسے کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو اس پر وہ صبر کرتا ہے اور یہ بھی اس کیلئے خیر ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ جس کیساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے مصیبت میں مبتلا فرماتا ہے [پھر وہ بندہ اس مصیبت پر صبر کر کے اجر حاصل کرتا ہے] (الترغیب والترہیب)

وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا

و گفتند آنانکه امید ندارند دیدار ما را چرا فرستاده نشد بر ما فرشتگان یا نمی بینیم

اور کہا جولوگ (قیامت کے دن) ہماری ملاقات کی امید نہیں رکھتے ہیں کیوں نہ اتارے گئے ہم پر فرشتے یا ہم دیکھتے

الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ نَرٰى رَبَّنَا ؕ لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ وَعَتَوْ عُتُوًّا

پروردگار خود ہر آئنہ بتکبر کردند تنہاے خود و در گذشتند در گذشتی بزرگ روزیکہ بینند فرشتگان

اپنے رب کو بیشک انھوں نے اپنے دل میں (اپنے آپکو) بہت بڑا سمجھ لیا اور بہت زیادہ حد سے گذر گئے ١ جس روز

كَبِيْرًا ﴿٢١﴾ يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ لَا بُشْرٰى يَوْمَئِذٍ لِّلْمُجْرِمِيْنَ

مژده نیست آنروز مر مجرمانرا و میگویند ملایکہ باز داشتہ شده است

فرشتوں کو دیکھیں گے اس روز مجرموں کیلئے کوئی خوشی نہ ہوگی اور کہیں گے ملائکہ روکے ہوئے ہیں ٢

وَيَقُوْلُوْنَ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا ﴿٢٢﴾ وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ

و قصد کنیم بسوے آنچہ کردند از کردار پس گردانیدیم او را مانند ذرہاء

اور ہم نے اس جانب قصد کیا جو عمل انھوں نے کیا پس ہم نے اسے بکھرے ہوئے ذروں کی مانند

فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ﴿٢٣﴾ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ يَوْمَئِذٍ خَيْرٌ مُّسْتَقَرًّا

پراگندہ یاران بہشت آنروز بہتر از روے قرار گاہ و

کر دیا ٣ جنت والے اس روز بہتر ہونگے از روئے قرار گاہ اور

وَّاَحْسَنُ مَقِيْلًا ﴿٢٤﴾ وَيَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ وَنُزِّلَ

نیکو جہت باز گشت و روزیکہ بشگافد آسمان بہ ابر فرستاد

لوٹنے کی جگہ بھی بہتر ہوگی ٤ اور جس روز آسمان ابر کے سبب پھٹ جائیگا اور اتارے جائیں گے

الْمَلٰٓئِكَةُ تَنْزِيْلًا ﴿٢٥﴾ اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذِ ۣالْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ ؕ وَ

فرشتگان فرو فرستادنی پادشاہی آنروز راست است مر خدایرا و

فرشتے ٥ بادشاہت اس روز حق ہے اللہ کیلئے اور

تفسیر اظہار العرفان

١ منکرین رسالت کی جانب سے یہ چوتھا شبہ ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو کیوں نہیں اتارا جو آکر محمد ﷺ کے حق ہونے کی گواہی دیتے' یا ہم اپنے رب کو بلا حجاب دیکھتے اور پھر ہمارا رب ہمیں بتاتا کہ ہم نے تمہاری جانب محمد (ﷺ) کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسکا جواب دیتے ہوئے فرمایا: لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ الخ یعنی اگر ایسا کر دیا جاتا تو بھی یہ لوگ از روئے تکبر انکار کر دیتے اور سرکشی میں پڑے رہتے۔ جواب کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ قرآن کا جب معجزہ ہونا ان پر ظاہر ہو گیا اور وہ سب قرآن کی مثل لانے سے قاصر رہے تو قرآن خود نبوتِ محمد ﷺ پر دلالت کر رہا ہے لیکن انھوں نے اس پر بھی تکبر کیا اور ماننے سے انکار کر دیا۔ (تفسیر کبیر)

٢ ملائکہ کو کوئی نہیں دیکھتا مگر موت کے وقت' پس وہ ملائکہ اس وقت مؤمنین کو جنت کی بشارت دیتے ہیں اور مشرکین وکفار کو لوہے کے گرز سے مارتے ہیں یہاں تک کہ اس کی روح نکل جاتی ہے۔ وَيَقُوْلُوْنَ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا: یعنی ملائکہ اس وقت کہتے ہیں کہ جنت میں داخلہ حرام ہے سوائے اس کے کہ جس نے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہا اور اسکے احکام پر قائم رہا' کہا گیا ہے کہ یہ معاملہ ان کے ساتھ قیامت کے روز پیش آئیگا، حضرت عطیہ کہتے ہیں کہ قیامت کا دن جب ہوگا تو فرشتے مؤمنین کو خوشخبری دینگے اس وقت کفار تمنا کرینگے کہ کاش ملائکہ یہ بشارت ہمیں بھی دیتے پس ملائکہ وہاں سے غائب ہو جائیں گے۔ (القرطبی)

٣ یعنی کافروں کے اچھے اعمال جیسے مہمان نوازی' کنبہ پروری' رشتہ داروں سے حسن سلوک' مصیبت زدہ کی مدد وغیرہ۔ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا: یعنی بے کار رائیگاں جن کا آخرت میں کوئی ثواب نہ ہوگا کیونکہ ثواب کی شرط ہے ایمان اور محض اللہ کیلئے نیکی کرنا اور یہ دونوں شرطیں کافروں کے اعمال میں مفقود ہیں۔ حضرت علی ﷛ نے فرمایا کہ هَبَآءً ان ذروں کو کہتے ہیں جو روشن دانوں کے شگافوں سے آنے والی سورج کی روشنی پر غبار کی طرح نظر آتے ہیں مگر ہاتھ سے ان کو چھوا نہیں جا سکتا ہے اور نہ وہ سایہ میں نظر آتے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ هَبَآءً اس دھواں کو کہتے ہیں جس کو ہوا اڑاتی ہے اور بکھیرتی ہے۔ حضرت مقاتل کہتے ہیں کہ هَبَاء وہ غبار ہے جو گھوڑوں کے ٹاپوں سے دوڑنے کے وقت اڑتا ہے' واضح رہے کہ کافروں کے اچھے اعمال آخرت میں ناکارہ ثابت ہونگے ان کی کوئی حقیقت نہ ہوگی اس حقارت اور عدم افادیت کو هَبَآءً مَّنْثُوْرًا سے تشبیہ دی۔ (مظہری) ٤ مطلب یہ ہے کہ مشرکین اس دنیا میں جس نعمت میں ہیں اس سے کہیں بہتر ٹھکانا مسلمانوں کیلئے آخرت میں ہوگا۔ وَاَحْسَنُ مَقِيْلًا: یعنی قیلولہ کے مکان کی جہت سے سب سے بہتر ہوگا۔ مَقِيْلٌ قیلولہ کی جگہ کو کہتے ہیں اور قیلولہ دن کے آدھے حصے میں آرام کرنے کو کہتے ہیں اس کا نام مَقِيْلٌ اس لئے رکھا گیا ہے کہ اہل جنت کیلئے قیامت کا دن اتنا ہی گذر یگا جتنا صبح سے لے کر نصفِ نہار تک ہوا کرتا ہے۔ یہاں تک کہ اہل جنت جنت میں اپنے ٹھکانے میں ہونگے اور اہل نار جہنم میں اپنے ٹھکانے میں ہونگے' باقی رہ گئے نافرمان تو انھیں پچاس ہزار سال کی مقدار ٹھہرایا جائے گا۔ (روح البیان) ٥ حضرت مقاتل کہتے ہیں کہ جب آسمانِ دنیا پھٹے گا تو وہاں کے رہنے والے نیچے اتر جائیں گے پھر آسمانِ دنیا کے بعد والا آسمان پھٹے گا تو وہاں کے رہنے والے نیچے اتر آئیں گے' یہاں تک کہ عرش اٹھانے والے ملائکہ بھی نیچے اتر جائیں گے تو رب تعالیٰ نزول فرمائیگا' علماء فرماتے ہیں کہ اس نزول سے مراد حکم اور قضا کا نزول ہے نہ کہ ذات کا۔ (غرائب القرآن)

كَانَ يَوْمًا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ عَسِيْرًا ۝٢٦ وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ
باشد روزی بر کافران دشوار و روزیکہ میخایند ظالمان
وہ دن کافروں پر سخت ہوگا ۱ اور جس روز ظالم
عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ۝٢٧
بر دو دست خود میگوید کاشکے گرفتمی با فرستادہ راہی
اپنے دونوں ہاتھوں کو چبائیں گے (اور) کہیں گے کاش کہ میں رسول کے ساتھ کوئی راستہ پکڑتا ۲
يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِي لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا ۝٢٨ لَقَدْ اَضَلَّنِيْ
اے وائے کاشکے بودی مرا چرا گرفتمی فلانرا دوست ہر آئنہ گمراہ کرد مرا
اے خرابی! کاش کہ میں فلاں کو دوست نہ بنایا ہوتا ۳ بیشک اس نے گمراہ کیا مجھے
عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِيْ ۗ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ
از یاد کردن بعد ازانکہ آمد بمن و ہست دیو مر آدمیرا
ذکر سے بعد اسکے کہ میرے پاس آیا اور شیطان انسان کیلئے
خَذُوْلًا ۝٢٩ وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا
فرو گذارندہ و گفتند فرستادہ اے پروردگار من ہر آئنہ قوم من فرا گرفتند
رسوا کرنے والا ہے ۴ اور عرض کی رسول نے اے میرے رب! بیشک میری قوم نے
هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ۝٣٠ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ
ایں قرآن منسوب بزیاں و اینچنیں ساختیم ما برائے ہر پیغمبرے
اس قرآن کو نقصان کی جانب منسوب کیا ۵ اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کیلئے
عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِيْنَ ۗ وَكَفٰى بِرَبِّكَ هَادِيًا وَّنَصِيْرًا ۝٣١
دشمن از مجرمان و بس است پروردگار تو راہ نماینده و یاری دہندہ
دشمن بنایا مجرموں میں سے، اور کافی ہے تیرا رب راہ دکھانے والا اور مدد دینے والا ۶

۱ حضرت سعید خدری ﷺ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے اس دن کے متعلق دریافت کیا گیا جس کی مقدار پچاس ہزار برس کے برابر ہوگی کیسا دن ہوگا؟ آپ نے فرمایا: قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے مؤمن کیلئے وہ بہت ہلکا ہوگا یہاں تک کہ فرض نماز کے وقت سے بھی اس کیلئے زیادہ آسان ہوگا۔ (مظہری)

۲ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ابی ابن خلف نبی ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا کرتا تھا اور عقبہ بن ابی معیط اس پر اسے برا بھلا کہتا تھا اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) مروی ہے کہ عقبہ بن ابی معیط نے قریش کو ولیمہ کی دعوت پر مدعو کیا اور رسول اللہ ﷺ کو بھی دعوت دی تو آپ نے جانے سے انکار کر دیا اور یہ شرط لگائی کہ اگر تو ایمان لائیگا تو میں تیری دعوت میں آؤنگا، عقبہ نے محسوس کیا کہ اگر میں کلمہ پڑھ کر مسلمان نہیں ہونگا تو یہ نبی تشریف نہیں لائیں گے اور جب یہ تشریف نہیں لائیں گے تو اشراف قریش کی دعوت میں تاخیر ہوگی اس لئے وہ کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوگیا پس رسول اللہ ﷺ اس کی دعوت میں تشریف لے گئے، ادھر عقبہ بن ابی معیط کا دوست امیہ بن خلف یا ابی بن خلف اس پر ناراض ہونے لگا اور اس نے شرط لگا دی کہ میں اسوقت تک تم سے راضی نہ ہونگا جب تک کہ تو اسلام سے منحرف ہوکر [معاذ اللہ] رسول اللہ ﷺ کے چہرہ پر تھوک نہیں دیتا۔ چنانچہ اللہ کے دشمن نے اپنے ساتھی کے کہنے پر ایسا کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ حضرت ضحاک کہتے ہیں کہ عقبہ نے جب رسول اللہ ﷺ کے چہرہ انور کی جانب تھوکا تو وہ تھوک لوٹ کر اسکے اپنے چہرے پر آ گیا اور تھوک نے اسکے چہرے اور ہونٹوں کو جلا ڈالا یہاں تک کہ جلنے کا اثر اسکے چہرے اور ٹھوڑیوں پر محسوس کیا جاتا تھا۔ یہ اثر اس کے قتل تک باقی رہا۔ (القرطبی) ۳ خلیل دوست کو کہتے ہیں اور یہاں اس سے مراد جن اور انس کے شیاطین ہیں اور اس میں خصوصیت کے ساتھ ابی بن خلف داخل ہے۔ (روح البیان) ۴ یعنی ہدایت اور ایمان کے بعد مجھے اس نے گمراہ کیا (صفوۃ التفاسیر) ۵ جاننا چاہئے کہ کفار کی جانب سے اعتراضات کا سلسلہ جب بڑھ گیا تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے رب سے عرض کی: يَا رَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا الخ ۔ اکثر مفسرین کرام کا کہنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی جانب سے یہ قول واقع ہو چکا ہے جبکہ ابو مسلم کا کہنا ہے کہ یہ قول آخرت میں واقع ہوگا۔ مَهْجُوْرًا کے بارے میں دو اقوال ہیں (۱) اس سے مراد ہے کہ انھوں نے ایمان کو چھوڑا اور سرکشی کو اپنایا (۲) اس سے مراد ہے کہ انھوں نے قرآن کو سحر، شعر اور کذب کہہ کر چھوڑ دیا۔ حضرت انس ﷺ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص قرآن سیکھے پھر قرآن کو لٹکا کر رکھ دے یعنی نہ اسکے حکم پر عمل کرتا ہو اور نہ اس قرآن کو پڑھتا ہو تو قیامت کے روز قرآن اسی طرح لٹکا ہوا اس کے ساتھ آئیگا اور عرض کریگا یا رب العالمین تیرے اس بندے نے مجھے چھوڑ دیا تھا اب ہمارے اور اس کے درمیان فیصلہ فرما۔ (تفسیر کبیر) ۶ یعنی سارے انبیاء کے ساتھ ان کے ماننے والوں نے ایسا ہی کیا ہے اس لئے آپ اپنی قوم کی ان باتوں پر صبر کیجئے آپ کا رب دین و دنیا کے تمام مصالح کیلئے کافی ہے یا ہم ان سے بدلہ لیں گے۔ (غرائب القرآن)

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً

و گفتند کافران چرا نہ فرستادہ شد برو قرآن جملہ

اور کہا کافروں نے کیوں نہ اتارا گیا ان پر قرآن ایک ہی مرتبہ میں

وَّاحِدَةً ۚ كَذٰلِكَ ۚ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا ﴿۳۲﴾

یگانہ اینچنیں ثابت کردیم بآں دل ترا و خواندیم قرآنرا خواندنی

اس طرح (نازل کیا) تا کہ ہم اسکے سبب تمہارے دل کو مضبوط کریں اور ہم نے قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھا[۱]

وَلَا يَاْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاَحْسَنَ

و نہ آرند برائے تو مثلے مگر آمدیم بتو براستی و نیکو

اور وہ تمہارے لئے کوئی مثل نہیں لائیں گے مگر ہم نے تمہارے پاس ٹھیک اور بہتر

تَفْسِيْرًا ﴿۳۳﴾ اَلَّذِيْنَ يُحْشَرُوْنَ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ اِلٰى جَهَنَّمَ ۙ

از روے بیان آنانکہ حشر کردہ شوند بر رویہاے خود بسوے دوزخ

بیان لایا[۲] وہ لوگ جو اپنے چہرے کے بل دوزخ کی جانب حشر کئے جائیں گے

اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿۳۴﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا

آنگروہ بد ترند از جہت مکان و گمراہ تر از راہ و ہر آئنہ دادیم ما

وہی گروہ بد تر مکان میں ہوگا اور راستہ سے سب سے زیادہ گمراہ[۳] اور بیشک ہم نے

مُوْسَى الْكِتٰبَ وَجَعَلْنَا مَعَهٗۤ اَخَاهُ هٰرُوْنَ وَزِيْرًا ﴿۳۵﴾

موسی را کتاب و کردیم ما با او برادر او ہارون وزیر

موسیٰ کو کتاب دی اور ہم نے ان کے ساتھ انکے بھائی ہارون کو وزیر بنایا[۴]

فَقُلْنَا اذْهَبَاۤ اِلَى الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۗ

پس گفتیم ما بروید بسوے قوم آنانکہ تکذیب کردند بآیات ما

پس ہم نے فرمایا: جاؤ ایسی قوم کی جانب جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا

تفسیر اظہار العرفان

[۱] ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مشرکین کہتے تھے اگر محمد (ﷺ) نبی ہیں جیسا کہ ان کا گمان ہے تو پھر ان کا رب ان کو (نزولِ وحی کا) عذاب کیوں دیتا ہے؟ سارا قرآن یکبارگی کیوں نازل نہیں کر دیتا؟ ایک ایک اور دو دو آیتیں کیوں نازل کرتا ہے؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) جاننا چاہئے کہ حضرت محمد ﷺ کی نبوت سے انکار کرنے والوں کی جانب سے یہ پانچواں شبہ ہے۔ اہل مکہ کہتے تھے کہ آپ یہ گمان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ہیں اگر ایسا ہے تو یکبارگی اس طرح پر قرآن کیوں نہیں نازل ہو جاتا ہے جس طرح موسیٰ علیہ السلام پر توریت، عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل اور داؤد علیہ السلام پر زبور نازل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا: كَذٰلِكَ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ۔ اس ٹکڑے میں چند وجوہ سے جواب دیا گیا ہے (۱) توریت وغیرہ ایک ساتھ نازل کرنے کی وجہ یہ تھی کہ یہ کتاب رب تعالیٰ کی جانب سے تحریر شدہ تھی جبکہ قرآن تحریر شدہ نازل نہ ہوا اس لئے اگر اسے ایک ساتھ اتارا جاتا تو ضبط وحفظ میں خلل آ سکتا تھا اللہ تعالیٰ نے اس خلل سے بچانے کیلئے قرآن کو تھوڑا تھوڑا کر کے نازل فرمایا۔ (۲) اگر اللہ تعالیٰ قرآن کریم کو یکبارگی نازل فرماتا تو لوگوں پر احکامِ شریعت کا ایک دم بوجھ آ جاتا اس لئے آہستہ آہستہ اتارا تا کہ لوگوں پر بوجھ نہ ہو (۳) قرآن کریم کا نزول بحسبِ سوال اور بحسبِ وقائع ہوا ہے ان دونوں کا وقوع چونکہ وقفہ وقفہ سے ہوتا رہا اس لئے قرآن کا نزول بھی وقفہ وقفہ سے ہوتا رہا۔ (تفسیر کبیر)

[۲] یعنی اگر ہم قرآن کریم کو یکبارگی نازل فرما دیتے پھر یہ کفار آپ سے سوال کرتے تو آپ کے پاس اسکا جواب نہیں ہوتا اس لئے ہم نے اس قرآن کو روکا اور تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کیا تا کہ جب کفار آپ سے سوال کرے تو اس سوال کا جواب آپ کی طرف سے میں دیتا جاؤں، نحاس کہتے ہیں کہ یہ نبوت کی علامت میں سے ہے، اس لئے کہ کفار آپ سے کسی چیز کے بارے میں بھی سوال کریں اللہ تعالیٰ اس کا جواب آپ کو عطا فرما دیتا ہے اور ایسا ممکن نہیں ہے مگر نبی کیلئے۔ (القرطبی) [۳] آیت کا مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے راستے کو گمراہی کا راستہ جانتے ہیں اور آپ کو حقیر سمجھتے ہیں لیکن اپنے حال سے واقف نہیں کہ وہ کس قدر برے مقام میں ہیں اور کتنے زیادہ گمراہ ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے روز تین طریقے پر لوگوں کو چلایا جائیگا کچھ سوار، کچھ پیدل اور کچھ منہ کے بل چلنے والے، ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! کیا منہ کے بل چلیں گے؟ فرمایا: جس نے پاؤں سے چلایا ہے وہ منہ کے بل چلانے پر بھی قدرت رکھتا ہے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ مجھ سے سچے نبی نے جن کی تصدیق اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوئی تھی، فرمایا کہ قیامت کے روز لوگ تین جماعتوں کی صورت میں چلائے جائیں گے ایک گروہ سیر شکم لباس پوش اور سوار ہوگا، ایک گروہ پیدل رواں دواں ہوگا اور ایک گروہ کو فرشتے منہ کے بل گھسیٹیں گے۔ (مظہری) [۴] اب یہاں سے اللہ تعالیٰ اولین کے قصص کو بیان فرما رہا ہے تا کہ اپنے نبی ﷺ کو تسلی دے کہ آپ پہلے نبی نہیں ہیں جن کو قوم جھٹلا رہی ہو اور اذیت پہنچا رہی ہو بلکہ ہم نے موسیٰ کو توریت عطا کی اور پھر ان کی تقویت کیلئے ان کے بھائی ہارون کو وزیر بنایا اسکے باوجود قوم نے ان دونوں کو ستایا۔ (غرائب القرآن)

فَدَمَّرۡنٰهُمۡ تَدۡمِيۡرًا ؕ﴿۳۶﴾ وَقَوۡمَ نُوۡحٍ لَّمَّا كَذَّبُوا الرُّسُلَ

پس ہلاک کردیم ایشانرا ہلاک کردنے و قوم نوح آنوقتیکہ تکذیب کردند پیغمبران

پس ہم نے انھیں ہلاک کیا ۱ اور نوح کی قوم جب انھوں نے رسولوں کو جھٹلایا

اَغۡرَقۡنٰهُمۡ وَجَعَلۡنٰهُمۡ لِلنَّاسِ اٰيَةً ؕ وَاَعۡتَدۡنَا

غرق کردیم ایشانرا و ساختیم ایشانرا برائے مردمان نشانہ و آمادہ کردیم ما

ہم نے انھیں غرق کیا اور انھیں لوگوں کے واسطے نشانی بنائی اور ہم نے تیار کیا ہے

لِلظّٰلِمِيۡنَ عَذَابًا اَلِيۡمًا ۚ﴿۳۷﴾ وَّعَادًا وَّثَمُوۡدَا۠ وَاَصۡحٰبَ

برائے ستمگاران عذابے سخت و عاد و ثمود و یاران

ظالموں کے واسطے سخت عذاب ۲ اور عاد اور ثمود اور اصحاب

الرَّسِّ وَقُرُوۡنًاۢ بَيۡنَ ذٰلِكَ كَثِيۡرًا ﴿۳۸﴾ وَكُلًّا ضَرَبۡنَا

رس و قرنہا میان ایں بسیار و ہمہ را بیان کردیم ما

رس اور ان کے درمیان بہت سی بستیاں ۳ اور ہم نے سب کیلئے مثالیں بیان کیں

لَهُ الۡاَمۡثَالَ ۙ وَكُلًّا تَبَّرۡنَا تَتۡبِيۡرًا ﴿۳۹﴾ وَلَقَدۡ اَتَوۡا عَلَى

برائے او مثلہا و ہمہ را ریزہ کردیم ریزہ کردنے و ہر آئنہ آمدند بداں

اور ہر ایک کو ہم نے خوب ریزہ ریزہ کر دیا ۴ اور بیشک یہ سب

الۡقَرۡيَةِ الَّتِىۡۤ اُمۡطِرَتۡ مَطَرَ السَّوۡءِ ؕ اَفَلَمۡ يَكُوۡنُوۡا

دیہی آنکہ بارانیدہ شد باران بد آیا نباشند

اس بستی پر ہو آئے ہیں جس پر (پتھروں کی) بری بارش برسائی گئی تو کیا وہ سب اسے

يَرَوۡنَهَا ۚ بَلۡ كَانُوۡا لَا يَرۡجُوۡنَ نُشُوۡرًا ﴿۴۰﴾ وَاِذَا رَاَوۡكَ

بینند آنرا بلکہ بودند امید ندارند بر انگیختن و چوں بینند ترا

دیکھتے نہ تھے بلکہ وہ سب دوبارہ اٹھنے پر امید نہ رکھتے تھے ۵ اور جب وہ سب تمہیں دیکھتے ہیں

۱ یعنی اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی آیاتِ فطرت جو اللہ تعالیٰ کی ذاتی وصفاتی توحید پر دلالت کررہی ہیں اور بتارہی ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات وصفات میں ایک ہے۔ ان آیات کا وہ انکار کرتے ہیں جو صانع اور خالق کے منکر تھے یا مشرک تھے دوسروں کو خدا کا ساجھی قرار دیتے تھے اور بتوں کو پوجتے تھے۔ تم دونوں جاکر ان کو اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کو ماننے اور اللہ کو ایک سمجھنے کی دعوت دو۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آیات سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات ہوں اس مطلب پر اَلَّذِیۡنَ کَذَّبُوۡا بِاٰیٰتِنَا کا یہ مطلب ہوگا کہ نزولِ قرآن کے زمانے میں جو لوگ موسیٰ علیہ السلام کے معجزات کے منکر تھے ان کی ہدایت کیلئے ہم نے موسیٰ اور ہارون کو مامور کیا۔ فَدَمَّرۡنٰهُمۡ تَدۡمِيۡرًا: حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام حسب حکم قوم کے پاس گئے اور ان کو ایمان کی دعوت دی لیکن انھوں نے دونوں کو جھٹلایا آخر ہم نے ان لوگوں کو تباہ کردیا۔ (مظہری)

۲ یہ دوسرا قصہ ہے جو بیان ہورہا ہے۔ واضح رہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے بارے میں اس آیت میں ارشاد ہورہا ہے کہ انھوں نے رسولوں کو جھٹلایا[حالانکہ قوم نے ایک نبی حضرت نوح علیہ السلام کو جھٹلایا تھا پھر ان کے حق میں کَذَّبُوا الرُّسُلَ صیغہ جمع کے ساتھ کیوں کہا گیا؟ جواب: چونکہ رسولوں میں سے کسی ایک رسول کی تکذیب درحقیقت سارے رسولوں کی تکذیب ہے اس لئے صیغہٴ جمع ارشاد فرمایا۔ اَغۡرَقۡنٰهُمۡ: کلبی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس قوم کو اس طرح ہلاک فرمایا کہ چالیس روز تک مسلسل آسمان سے ان پر بارش ہوتی رہی اور زمین پانی جذب کرنے کی بجائے چالیس روز تک پانی ان پر اگلتی رہی پس زمین سمندر کی طرح پانی سے بھرگئی اور قوم اس میں غرق ہو گئی۔ (تفسیر کبیر) ۳ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے اصحابِ رس کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ وہ ہیں جن کا ذکر سورہ یاسین میں ہے کہ اس شخص نے اپنی قوم سے کہا: یٰقَوۡمِ اتَّبِعُوا الۡمُرۡسَلِيۡنَ یعنی اے میری قوم! تم رسولوں کی پیروی کرو۔ اس کے جواب میں قوم نے اسے قتل کرڈالا' رسیوں سے باندھ کر ایک کنواں میں ڈال دیا جس کنواں کو رس کہتے تھے۔ سدی کہتے ہیں کہ بئر رس انطاکیہ میں واقع ہے اور وہ شخص جس نے اپنی قوم کو رسولوں کی پیروی کیلئے کہا تھا اس کا نام حبیب نجار ہے' حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اصحابِ رس صنوبر کے درخت کی عبادت کرتے تھے ان کے نبی نے جب اللہ تعالیٰ کی جانب بلایا تو قوم نے انھیں رسیوں سے باندھ کر ایک کنواں میں ڈال دیا' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اصحابِ رس کے لوگ آذربائیجان میں رہتے تھے۔ (القرطبی) ۴ یعنی ہر امت اور ہر زمانے کے قصص کو ہم نے بیان کیا تاکہ لوگ اس سے عبرت حاصل کریں اور نصیحت حاصل کریں۔ (غرائب القرآن) ۵ جاننا چاہئے کہ قوم لوط کی پانچ بستیاں تھیں ان میں سے چار بستیوں کو اللہ تعالیٰ نے ہلاک کردیا کیونکہ ان چار بستیوں کے رہنے والے خبیث عمل کرتے تھے' قریش کے تجار ان بستیوں کے پاس سے گذرتے تھے لیکن دیکھ کر عبرت حاصل نہیں کرتے تھے۔ بَلۡ كَانُوۡا لَا يَرۡجُوۡنَ نُشُوۡرًا: رجا کی حقیقت یہ ہے کہ خیر کا انتظار کیا جائے اور اس خیر میں جو خوشیاں ہوں ان کے حصول کا گمان رکھا جائے۔ (روح البیان)

إِنْ يَتَّخِذُونَكَ إِلَّا هُزُوًا ۖ أَهَٰذَا الَّذِي بَعَثَ اللَّهُ

نمی فرا گیرند ترا بهزویه آیا این آنست بر انگیخت خدای

تو نہیں ٹھہراتے ہیں تمہیں مگر مذاق، کیا یہ وہ ہیں جسے اللہ نے مبعوث کیا

رَسُولًا ﴿٤١﴾ إِنْ كَادَ لَيُضِلُّنَا عَنْ آلِهَتِنَا لَوْلَا أَنْ

فرستاده نزدیک بود که گمراه کنند ما را خدایان ما چرا نه اگر

رسول بنا کر ۱ قریب تھا کہ ہمیں ہمارے خداؤں سے گمراہ کر دیتے اگر

صَبَرْنَا عَلَيْهَا ۚ وَسَوْفَ يَعْلَمُونَ حِينَ يَرَوْنَ الْعَذَابَ

صبر کردیم ما براں و زود میدانند تا به بینند عذاب

اس پر صبر نہ کرتے اور بہت جلد جان لیں گے جب عذاب کو دیکھیں گے

مَنْ أَضَلُّ سَبِيلًا ﴿٤٢﴾ أَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَٰهَهُ هَوَاهُ

کیست گمراه تر از راه آیا بینی هر که بگرفت خدائے خود هوائے خود

کون راستہ سے بھٹکا ہوا ہے ۲ کیا تم نے دیکھا جس نے اپنی خواہش کو اپنا خدا بنایا

أَفَأَنْتَ تَكُونُ عَلَيْهِ وَكِيلًا ﴿٤٣﴾ أَمْ تَحْسَبُ أَنَّ أَكْثَرَهُمْ

آیا تو باشی برو ضامن آیا گمانبری هر آئنه اکثر ایشاں

تو کیا تم اس پر ضامن ہو ۳ کیا تم گمان کرتے ہو کہ بیشک ان کا اکثر

يَسْمَعُونَ أَوْ يَعْقِلُونَ ۚ إِنْ هُمْ إِلَّا كَالْأَنْعَامِ ۖ بَلْ

میشوند یا میدانند نیستند ایشاں مگر مانند چهار پایان بلکه

سنتے ہیں یا سمجھتے ہیں، وہ سب نہیں مگر چوپائے کی مانند بلکہ

هُمْ أَضَلُّ سَبِيلًا ﴿٤٤﴾ أَلَمْ تَرَ إِلَىٰ رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ

ایشاں گمراه تر از راه آیا ندیدی بسوے پروردگار تو چگونه در آرند

وہ سب (اس سے بھی) زیادہ راستہ سے گمراہ ہیں ۴ کیا تو نے نہ دیکھا اپنے رب کی جانب کہ کیسے پھیلایا

ع ۱۰ ۴

۱ جاننا چاہئے کہ جب اللہ تعالیٰ نے نبوت کے باب میں مشرکین کی جانب سے انکار کو مبالغہ کے ساتھ بیان فرمالیا اوران کے شبہات کو بیان کر کے شافی وکافی جواب دیدیا تو اب یہ بیان ہورہا ہے کہ یہ لوگ جب رسول کو دیکھتے ہیں تو مذاق اڑاتے ہیں۔ ان مشرکین کے بغض کا یہ عالم ہے کہ صرف ترکِ ایمان پر انھوں نے اقتصار نہیں کیا بلکہ استہزاء اوراستحقار کو بھی اپنا شعار بناتے ہیں، ان کے استہزاء کو اللہ تعالیٰ نے اس الفاظ میں بیان فرمایا ہے اَهٰذَا الَّذِیْ بَعَثَ اللّٰهُ رَسُوْلًا: ان کی جانب سے یہ استہزاء جہل عظیم ہے اس لئے کہ استہزاء واقع ہونے کی دوصورتیں ہیں (۱) صورت کے اعتبار سے (۲) صفت کے اعتبار سے۔ اول اس لئے باطل ہے کہ نبی کریم ﷺ ان میں صورت کے اعتبار سے احسن تھے دوسری صورت اس لئے باطل ہے کہ نبی کریم ﷺ نے دلائل وبراہین کے ساتھ نبوت کا دعویٰ فرمایا تھا اور آپ نے ان لوگوں کے سامنے ان دلائل و براہین کو ثابت بھی فرمایا اس لئے صفت کے اعتبار سے ان کا استہزاء باطل ہے۔ (تفسیر کبیر)

۲ ان کفار کی جانب سے دوسرا استہزاء اس آیتِ کریمہ میں بیان ہورہا ہے۔ اس آیت سے یہ بھی معلوم ہورہا ہے کہ کفار دلائلِ رسول اللہ ﷺ کا معارضہ نہیں کر سکتے تھے بس اپنی جانب سے جحود سے کام لیتے تھے اس لئے کہ لَوْلَا اَنْ صَبَرْنَا عَلَیْهَا سے اسی جحود اور تقلید فاسد کی جانب دلالت ہورہی ہے۔ (تفسیر کبیر)

۳ نبی کریم ﷺ کو ان کے شرک اوران کے اصرار پر تعجب ہوا اس لئے کہ وہ لوگ اقرار کرتے تھے کہ ان کا خالق اور رازق اللہ تعالیٰ ہی ہے پھر اس کے باوجود بغیر حجت ودلیل کے بتوں کو معبود بنا بیٹھے تھے۔ کلبی وغیرہ کہتے ہیں کہ عرب میں کے لوگوں سے کوئی شخص کسی کو چاہتا تو اس کی عبادت کرنے لگتا پھر جب اس سے بہتر دوسری شے دیکھتا تو پہلے کو چھوڑ کر دوسرے کی عبادت میں لگ جاتا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ الھوی کفار کے وہ معبود ہیں جن کی وہ لوگ اللہ کے واسطے عبادت کرتے تھے پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔ (القرطبی) ۴ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں اور کانوں پر مہر لگادی ہے سننے سے مراد ہے دل کا سننا چونکہ دل کے کانوں سے نہیں سنتے اور نہیں سمجھتے اس لئے کسی نصیحت سے ان کو فائدہ پہنچتا ہے نہ دلیل سے، اکثر کا لفظ اس لئے ذکر کیا کہ سب ایسے نہ تھے کچھ لوگ انہی میں سے ایمان بھی لے آئے تھے اور کچھ لوگ ایسے بھی تھے کہ انھوں نے حقانیت وصداقت کو سمجھ لیا لیکن غرور کی وجہ سے یا اپنی سرداری کے فوت ہونے کے اندیشہ سے گمراہی میں پڑے رہے اور حق قبول نہ کر سکے۔ اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ الخ: یعنی کانوں سے چوپایوں کی طرح سنتے ہیں اور سمجھتے نہیں اس لئے نصیحت سے فائدہ اندوز نہیں ہوئے اور دلائل ومعجزات کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے کے باوجود غور نہیں کرتے اس لئے چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ جانوروں سے بھی زیادہ گمراہ ہیں کیونکہ اگر یہ جانور حق کو حق اور باطل کو باطل نہیں جانتے تو اس لئے کہ انھیں حق وباطل کو سمجھنے والی عقل نہیں دی گئی اس لئے معذور ہیں لیکن ان کافروں کو تو حق وباطل سمجھنے والی عقل دی گئی ہے اس کے باوجود یہ نہیں سمجھتے اس لئے جانوروں سے زیادہ گمراہ ہوئے۔ بعض علماء نے جانوروں سے زیادہ گمراہ ہونے کی یہ صورت بیان کی ہے کہ جانور اپنے مالک اور نگراں کا حکم مانتے ہیں لیکن کفار اپنے رب کے حکم کو نہیں مانتے ہیں اوراس کے احسان کو نہیں پہچانتے ہیں۔ (مظہری)

الظِّلَّ ۚ وَلَوْ شَاءَ لَجَعَلَهُ سَاكِنًا ۚ ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ

سایہ و اگر خواستی البتہ گردانیدے او را ساکن پس کردیم ما آفتاب

سایہ اور اگر چاہتا تو ضرور اسے ٹھہرایا ہوا کر دیتا پھر ہم نے سورج کو

عَلَيْهِ دَلِيلًا ۝۴۵ ثُمَّ قَبَضْنَاهُ إِلَيْنَا قَبْضًا يَسِيرًا ۝۴۶ وَهُوَ

برو نشانہ پس فرا گرفتیم بسوے خود گرفتن آسان و او ست

اس پر دلیل بنایا ۱ پھر ہم نے اسے اپنی جانب تھوڑا تھوڑا کر کے کھینچا ۲ اور وہی ہے

الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ لِبَاسًا وَالنَّوْمَ سُبَاتًا

آنکہ گردانید برائے شما شب را پوششی و خواب را راحتی

کہ جس نے تمہارے لئے رات کو لباس اور نیند کو راحت بنایا

وَجَعَلَ النَّهَارَ نُشُورًا ۝۴۷ وَهُوَ الَّذِي أَرْسَلَ الرِّيَاحَ

و گردانید روز را برائے بر خواستن و او ست آنکہ فرستاد باد ہا را

اور دن کو اٹھنے کے واسطے بنایا ۳ اور وہی ہے کہ جس نے

بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ ۚ وَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً

مژدہ دہندہ پیش از رحمت او و فرستادیم ما از آسمان آبے را

اپنی رحمت کے آگے ہواؤں کو خوشخبری دینے کیلئے (پیش خیما بنا کے) بھیجا اور ہم نے آسمان سے

طَهُورًا ۝۴۸ لِنُحْيِيَ بِهِ بَلْدَةً مَيْتًا وَنُسْقِيَهُ مِمَّا خَلَقْنَا

پرا گندہ تا زندہ کنیم بآں شہر مردہ را بیاشامانیم او را از آنچہ بیا فریدیم

پاک کرنے والا پانی اتارا ۴ تا کہ ہم زندہ کریں اس سے مردہ شہر کو اور اسے پلائیں اپنی مخلوق میں سے

أَنْعَامًا وَأَنَاسِيَّ كَثِيرًا ۝۴۹ وَلَقَدْ صَرَّفْنَاهُ بَيْنَهُمْ

چہار پایان و مردمان بسیار و ہر آئنہ مکرر کردیم آنرا میان ایشاں

چوپائے اور بہت سے لوگوں کو ۵ اور بیشک ہم نے اسے مکرر کیا ان کے درمیان

۱ حضرت حسن اور حضرت قتادہ وغیرہ فرماتے ہیں کہ ظل طلوع فجر سے طلوع آفتاب تک کا وقت ہے' یہ بھی کہا گیا ہے کہ غروب شمس سے طلوع آفتاب تک ظل ہے لیکن اول قول صحیح ہے اس پر دلیل یہ ہے کہ اس ساعت سے اطیب کوئی اور ساعت نہیں ہے' اس ساعت میں مریض' مسافر اور ہر تکلیف زدہ راحت محسوس کرتا ہے۔ حضرت ابوالعالیہ کہتے ہیں کہ جنت کا وقت ایسا ہی ہوگا [جس طرح دنیا میں طلوع فجر سے طلوع آفتاب تک کا وقت ہوتا ہے] حضرت ابوعبیدہ کہتے ہیں کہ ظل زوال سے پہلے کے سایہ کو کہتے ہیں اور فئی زوال کے بعد کے سایہ کو کہتے ہیں اس لئے کہ زوالِ شمس کے بعد سایہ لوٹنے لگتا ہے' ابن سکیت کہتے ہیں کہ ظل اسے کہتے ہیں کہ جو سایہ سورج سے زائل ہوجائے اور فئی اسے کہتے ہیں کہ جس سایہ سے دھوپ زائل ہو جاتی ہے۔ وَلَوْ شَاءَ لَجَعَلَهُ سَاكِنًا: یعنی اگر اللہ چاہتا تو دائمی طور پر اس سایہ کو مستقر کر دیتا کہ سورج اسے زائل نہ کر سکتا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ چاہتا تو قیامت تک اسے روکے رکھتا، یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر اللہ چاہتا تو سورج کو طلوع ہونے سے روک دیتا۔ ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَيْهِ دَلِيلًا: یعنی ہم نے سورج کے ذریعے ظل کو زائل کیا۔ (القرطبی)

۲ اس سے مراد یہ ہے کہ ہم ظل کو آہستہ آہستہ غایت نقصان کی جانب لے کر جاتے ہیں۔ (تفسیر کبیر)

۳ اللہ تعالیٰ نے رات کو لباس سے تشبیہ دی اس لئے کہ لباس سے جس طرح پورا جسم چھپ جاتا ہے اسی طرح رات سے بھی ہوتا ہے' پھر اللہ تعالیٰ نے رات کے نفع کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ رات میں نیند کو تمہارے لئے راحت بنایا۔ (تفسیر کبیر) ۴ طھور وہ چیز جس سے پاکی حاصل ہوتی ہے جیسے سحور سحری کا کھانا' فطور افطار کی چیز۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا پاک مٹی مسلمانوں کو طاہر بنانے کی چیز ہے جب تک پانی نہ پائے خواہ دس سال گذر جائیں۔ یہ بھی آپ کا ارشاد ہے ساری زمین ہمارے لئے مسجد بنادی گئی ہے اور زمین کی مٹی کو طھور بنادیا گیا ہے' یا طھور قبول کی طرح مصدر ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے اگر کسی کے برتن میں کتا منہ ڈال دے تو اس برتن کی پاکی یہ ہے کہ اس کو سات مرتبہ دھوڈالو۔ جن میں پہلی مرتبہ مٹی سے [مانجھے] اس صورت میں پانی کو طھور کہنا بطور مبالغہ کے ہوگا۔ بغوی نے لکھا ہے کہ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ طھور اس چیز کو کہتے ہیں جو بار بار پاک کرے۔ (مظہری) ۵ جاننا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے پاکی کے منافع میں سے دو کا ذکر یہاں فرمایا ہے ایک وہ جو نبات سے متعلق ہے' دوم وہ جو حیوان سے متعلق ہے۔ یہاں ایک سوال ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ ذکر میں انسان اور چوپائے کو خاص فرمایا' پرندوں اور وحشی جانوروں کا ذکر نہیں فرمایا جبکہ پانی سے ہر ایک فائدہ اٹھاتا ہے۔ جواب: پرندہ اور وحشی جانور پانی کی تلاش سے دور رہتے ہیں بخلاف چوپائے اور انسان کے' اس لئے ذکر میں ان دونوں کو خاص کیا۔ سوال: پانی کے منافع میں احیاء ارض کا ذکر کیوں مقدم کیا؟ اسی طرح چوپائے کے پینے کو انسان کے پینے پر مقدم فرمایا۔ جواب: چونکہ زمین کی حیات سے انسان کی حیات قائم ہے اسی طرح چوپائے کی حیات سے بھی انسان کی حیات قائم ہے اس لئے ان دونوں کو انسان کے پینے پر مقدم کیا۔ (تفسیر کبیر)

لِيَذَّكَّرُوا ۖ فَأَبَىٰ أَكْثَرُ النَّاسِ إِلَّا كُفُورًا ۝٥٠ وَلَوْ

تا پند گیرند پس ابا کردند اکثر مردمان مگر ناسپاس و اگر

تا کہ نصیحت حاصل کرے پس اکثر لوگوں نے ناشکری کے سوا کچھ نہ مانا ۱ اور اگر

شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِي كُلِّ قَرْيَةٍ نَّذِيرًا ۝٥١ فَلَا تُطِعِ

خواستیم البتہ بر انگیختیم در ہر دیہی بیم کنندہ پس فرماں مبر

ہم چاہتے تو ضرور ہم بھیجتے ہر بستی میں ڈر سنانے والا ۲ پس کافروں کا

الْكَافِرِينَ وَجَاهِدْهُم بِهِ جِهَادًا كَبِيرًا ۝٥٢ وَهُوَ

کافراں و جہاد کن ایشانرا باں جہاد بزرگ و او ست

حکم نہ مان اور ان سے اسکے ذریعے بڑا جہاد کر ۳ اور وہی ہے

الَّذِي مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ هَٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَهَٰذَا

آنکہ بہم گذاشت دو دریا ایں یک شیریں است و ایں

کہ جس نے دو دریا کو ایک ساتھ جاری کیا یہ ایک میٹھا ہے اور یہ

مِلْحٌ أُجَاجٌ وَجَعَلَ بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا وَحِجْرًا مَّحْجُورًا ۝٥٣

دیگر شور و گردانید میان ایشاں عاجزی وحدی مقرر

دوسرا نمکین، اور ان کے درمیان ایک حجاب بنایا اور ایک مقرر ۴

وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا فَجَعَلَهُ نَسَبًا وَصِهْرًا ۗ

و او است آنکہ بیافرید از آب آدمی پس گردانید او را نسبتی و نژاد

اور وہی ہے کہ جس نے پانی سے آدمی کو پیدا کیا پھر اسے، نسب والا اور سسرال والا بنایا

وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيرًا ۝٥٤ وَيَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ

و ہست پروردگار تو توانا و می پرستند بجز خدای

اور تمہارا رب قدرت والا ہے ۵ اور پوجتے ہیں اللہ کے سوا

تفسیر اظہار العرفان

۱ وَلَقَدْ صَرَّفْنَاهُ میں 'ھا' ضمیر کے بارے میں اختلاف ہے کہ یہ کس جانب لوٹ رہی ہے چنانچہ اس کے بارے میں تین اقوال ہیں (۱) جمہور کے قول کے مطابق یہ ضمیر مطر یعنی بارش کی جانب راجع ہے (۲) ابو مسلم کہتے ہیں کہ یہ ضمیر مطر، ریاح، سحاب، اظلال اوران تمام کی جانب راجع ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے فرمایا (۳) یہ ضمیر قرآن، سارے کتب سماویہ اور صحف کی جانب راجع ہے۔ ان تینوں اقوال میں سے پہلا قول راجح ہے۔ فَأَبَىٰ أَكْثَرُ النَّاسِ إِلَّا كُفُورًا: اس سے مراد کفرانِ نعمت ہے اور وہ انکار ہے جو بلا سوچے سمجھے کرتے ہیں۔ صانع کے وجود پر جو دلائل و براہین ہیں اگر یہ لوگ غور و فکر کرتے تو ہرگز انکار نہ کر پاتے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہاں کفور سے مراد وہ کفر ہے جو وہ لوگ اس طرح کرتے تھے کہ جب بارش ہوتی تو کہتے کہ فلاں فلاں ستارے نے ہم پر بارش برسائی۔ (تفسیر کبیر)

۲ یعنی اے محبوب! اگر ہم چاہتے تو ہر بستی میں ایک ڈرانے والا بھیج دیتے اس طرح آپ کے اوپر سے تبلیغ کا بار ہلکا ہو جاتا لیکن آپ کو عظمت عطا کرنے اور آپ کی شان بلند کرنے کیلئے ہم نے سب لوگوں کیلئے تنہا آپ کو پیغمبر بنا کر بھیجا اور تمام پیغمبروں پر آپ کو فضیلت عطا کی۔ (مظہری)

۳ یعنی یہ لوگ اپنے جھوٹے معبودوں کی پیروی، اسی طرح اپنے باپ دادا کی پیروی کی جانب آپ کو بلاتے ہیں آپ ان کا کہنا نہ مانیں اور ان پر سختی کیجئے، دعوت اور اظہارِ حق پر ثابت قدم رہیئے، اور ان سے قرآن کے ذریعے جہاد کیجئے، واضح رہے کہ بیوقوف لوگوں سے دلائل کے ذریعے جہاد کرنا دشمنوں سے جہاد بالسیف سے بڑا ہے۔ امام راغب فرماتے ہیں جہاد زبان اور ہاتھ سے ہوتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جَاهِدُوا الْكُفَّارَ بِأَيْدِيكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ کفار سے تم اپنی زبانوں اور ہاتھوں سے جہاد کرو، دوسری حدیث میں ہے کہ جَاهِدُوا الْمُشْرِكِينَ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ مشرکوں سے تم اپنے اموال، اپنی جانوں اور اپنی زبانوں سے جہاد کرو، ایک اور حدیث میں ہے کہ ظالم بادشاہ کے سامنے کلمہ حق کہنا افضل جہاد ہے۔ اس میں اشارہ ہے کہ انسان کو اپنے نفس اور اسکی خواہشات کی پیروی نہ کرنا چاہئے بلکہ ان کے خلاف سچائی کی تلوار سے قرآن کے قانون کے مطابق جہاد کرنا چاہئے اور نفس کے خواہشات کی مخالفت کرنی چاہئے۔ (روح البیان) ۴ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ: یعنی ایک سمندر کو دوسرے سمندر سے متصل اور چسپاں کر کے آزاد چھوڑ دیا۔ فُرَاتٌ پیاس کو توڑ دینے والا، انتہائی شریں ہونے کی وجہ سے پیاس کو زائل کر دینے والا۔ حِجْرًا مَّحْجُورًا: سخت پردہ سے روک دیا اب کوئی اپنی حد سے آگے نہیں بڑھتا ہے اور نمکین سمندر میٹھے سمندر کو بگاڑ نہیں سکتا۔ علامہ بیضاوی نے لکھا ہے کہ ایسا معلوم ہوتا کہ باہر سے کسی چیز نے داخل ہو کر سمندر کو بیچ سے پھاڑ دیا ہے اور اس طرح یہ دھارا میلوں تک اندر چلا جاتا ہے اور اس کے مزے میں کوئی فرق نہیں آتا ہے۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ میٹھے سمندر سے مراد بڑے دریا ہیں جیسے نیل فرات وغیرہ اور شور سمندر سے بھی بڑا سمندر مراد ہے۔ جو نمکین (ملیح) ہے اور برزخ سے مراد وہ خطہ ارضی ہے جو سمندر اور بڑے دریاؤں کے وسط میں واقع اور حائل ہے۔ (مظہری) ۵ یعنی آدم کی مٹی کا خمیر پانی ملا کر بنایا یا اس سے مراد یہ ہے کہ ہر آدمی کے مادہ میں پانی شامل ہے۔ مرد کی جانب سے چلنے والے سلسلے کو نسب کہتے ہیں اور عورت کی جانب سے چلنے والے سلسلے کو صہر کہتے ہیں۔ (بیضاوی)

تفسیر اظہار العرفان

مَالَا يَنْفَعُهُمْ وَلَا يَضُرُّهُمْ وَكَانَ الْكَافِرُ عَلٰى رَبِّهٖ

آنچه سود نکند ایشانرا و نه زیاں کند ایشانرا و هست کافر بر پروردگار خود

جو نہ انہیں نفع دے اور نہ انہیں نقصان دے اور کافر اپنے رب کی مخالفت میں

ظَهِيْرًا ۝٥٥ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۝٥٦ قُلْ مَآ

هم پشت و نه فرستادیم ترا مگر مژده دهنده و بیم کننده بگو

مددگار ہے ۱ اور ہم نے نہ بھیجا تمہیں مگر خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا ۲ آپ فرما دیجئے

اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِلَّا مَنْ شَآءَ اَنْ يَّتَّخِذَ اِلٰى

نمی خواهم شما را بروی هیچ مزدی مگر کسیکه خواهد آنکه فرا گیرد بسوے

میں اس پر تم سے کوئی اجر نہیں چاہتا مگر یہ کہ جو چاہے

رَبِّهٖ سَبِيْلًا ۝٥٧ وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ

پروردگار خود راهی و توکل کن براں زنده که نمیرد

اپنے رب کی طرف راہ پکڑے ۳ اور اس زندہ پر بھروسہ کر جو کبھی نہ مریگا

وَسَبِّحْ بِحَمْدِهٖ وَكَفٰى بِهٖ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرًا ۝٥٨

و تنزیہ کن بحمد او و بس است بآں بگناه بندگان خود دانا

اور اسکی حمد کے ساتھ پاکی بیان کر اور وہ اپنے بندوں کے گناہ پر خبر رکھنے میں کافی ہے ۴

اِلَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ

آنکه بیافرید آسمانها و زمین و آنچه میان ایشاں است در

وہ جس نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ اس کے درمیان ہے

سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۛ اَلرَّحْمٰنُ فَسْئَلْ

شش روز پس مستوی شد بر عرش بخشاینده پس بپرس

چھ روز میں پیدا کیا پھر عرش پر مستوی ہوا (وہ تو بڑا) مہربان ہے پس پوچھ ۵

۱ جب اللہ تعالیٰ نے توحید کے دلائل کو بیان فرمالیا تو اب مشرکین کی عادت کی مذمت فرمارہا ہے۔ کہا گیا ہے کہ اس آیت میں کافر سے مراد ابوجہل ہے کیونکہ یہ آیت اسی کے بارے میں نازل ہوئی، لیکن بہتر یہ ہے کہ اسے عموم پر محمول کیا جائے اس لئے کہ خصوصی سبب عموی لفظ میں مانع نہیں ہوتا ہے۔ (تفسیر کبیر) حضرت عکرمہ کہتے ہیں کہ یہاں کافر سے مراد ابلیس ہے کیونکہ یہ رب تعالیٰ کے خلاف لوگوں کی مدد کرتا ہے، حضرت حسن کہتے ہیں کہ شیطان گناہ کے کاموں پر لوگوں کی مدد کرتا ہے۔ (القرطبی)

۲ یعنی آپ کو جنت کی بشارت دینے والا اور جہنم سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا۔ (القرطبی)

۳ یعنی تبلیغ رسالت پر میں تم سے کوئی اجر طلب نہیں کرتا ہوں۔ فتوحات مکیہ میں ہمارا مذہب ہے کہ واعظ کیلئے جائز ہے کہ وہ لوگوں کو وعظ کہہ کر پیسہ لے اور یہ اس کیلئے حلال ہے اور اگر وعظ کر کے پیسہ نہ لیتا ہو تو یہ افضل عمل ہے۔ علمائے متاخرین نے آج کل کے حالات کے پیش نظر فتوی دیا ہے کہ اذان، اقامت، نصیحت، تدریس، حج، جہاد، تعلیم قرآن اور فقہ کی اجرت جائز ہے۔ (روح البیان) واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ کے اوامر ونواہی کی تعمیل کیلئے اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت کو اجر رسالت قرار دیا ہے کیونکہ رسالت کا اصل مقصد ہی یہ ہے اس کے علاوہ ہر اجر تبلیغ کی نفی کر دی تا کہ کسی کے شبہ کرنے کا موقع ہی باقی نہ رہے۔ پھر اس طرز ادا میں انتہائی شفقت کا اظہار بھی ہے کافروں کیلئے جو بات فائدہ رساں تھی ان کیلئے سود مند ظاہر کیا اور بتا دیا کہ تم لوگوں کا اس راستہ پر چلنا ہی میری خدمت رسالت کا پورا پورا معاوضہ ہے اس طریق بیان سے اس امر پر تنبیہ بھی ہوگئی کہ امت کی اطاعت کا فائدہ ثواب کے اعتبار سے رسول اللہ ﷺ کی طرف لوٹے گا چونکہ رسول اللہ ﷺ کی رہنمائی سے امت ہدایت یاب ہوئی ہے اس لئے رہنمائی اور ہدایت یاب ہونے کا ثواب رسول اللہ ﷺ کو ملیگا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: نیکی کا راستہ بتانے والا بھی نیکی کرنے کی طرح ہے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ قائم کیا اس کو اس طریقے پر چلنے کا ثواب ملے گا اور ان لوگوں کے عمل کا بھی ثواب ملے گا جو اس طریقے پر چلیں گے مگر ان عمل کرنے والوں کے ثواب میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔ بعض اہل تفسیر کا قول ہے کہ اِلَّا مَنْ شَآءَ میں استثناء منقطع ہے یعنی جو شخص اپنا مال راہ خدا میں اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کیلئے خرچ کرنا چاہتا ہو وہ ایسا کرے۔ میں اپنے لئے کچھ طلب نہیں کرتا۔ مطلب یہ ہے کہ میں اپنے لئے تو کچھ مانگتا نہیں ہاں اس بات سے بھی نہیں روکتا کہ راہ خدا میں کوئی اپنا مال خرچ کرے اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا طلبگار ہو اور اس کا راستہ اختیار کرے۔ زکوۃ وصدقات کا قانون جاری کرنے سے مخالفوں کو شبہ کرنے کا موقع ملتا کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ قانون طلب زر کیلئے جاری کیا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کے اہل بیت کیلئے زکوۃ وصدقات [واجبہ] کو حرام کیا۔ (مظہری) ۴ یعنی ان مشرکین کے شرور سے بچانے کیلئے اور ان کے اجور کے بغیر غنی بنانے کیلئے اللہ ہی کافی ہے اس لئے آپ اسی پر بھروسہ کیجئے، ایسے زندوں پر بھروسہ نہ کیجئے جنہیں موت آئے۔ (بیضاوی) ۵ یہ ہے وہ معبود جو بھروسہ کے لائق ہے جس نے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ اس کے درمیان ہے چھ دنوں میں پیدا فرمایا۔ (صفوۃ التفاسیر)

بِهٖ خَبِيْرًا ﴿٥٩﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اسْجُدُوْا لِلرَّحْمٰنِ قَالُوْا وَمَا

باآں دانا و چوں گفتہ شد ایشانرا سجدہ کنید مر خدایرا گویند چیست

اسکے بارے میں کسی جاننے والے سے، اور جب کہا جائے ان سے سجدہ کرو رحمٰن کیلئے تو کہتے ہیں کون ہے

الرَّحْمٰنُ اَنَسْجُدُ لِمَا تَاْمُرُنَا وَزَادَهُمْ نُفُوْرًا ﴿٦٠﴾ السجدة تَبٰرَكَ الَّذِيْ

رحمٰن آیا سجدہ کنیم مر آنچیزیرا کہ میفرمائید ما را و بیفزود ایشاں لمیدی بزرگست آنکہ

رحمٰن ۱؎ کیا ہم سجدہ کریں اس چیز کو جسکا تم ہمیں حکم دو (اس حکم نے) اور نفرت بڑھایا! بزرگ ہے وہ جس نے

جَعَلَ فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّجَعَلَ فِيْهَا سِرٰجًا وَّقَمَرًا

بیافرید در آسمانہا برجہا و بیافرید دراں چراغہا و ماہی

آسمان میں برجیں پیدا کیں اور اس میں چراغ اور روشن چاند

مُّنِيْرًا ﴿٦١﴾ وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً

روشن و او ست آنکہ بیافرید شب و روز را اختلاف

بنائے ۲؎ اور وہی ہے کہ جس نے رات اور دن کے آنے جانے کو پیدا کیا

لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ يَّذَّكَّرَ اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا ﴿٦٢﴾ وَعِبَادُ

مر آنکسیرا کہ خواہد آنکہ پند گیرد یا خواہد سپاسداری و بندگان

ان لوگوں کیلئے جو نصیحت حاصل کرنا چاہتے ہوں یا شکر ادا کرنا چاہتے ہوں ۳؎ اور رحمٰن

الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ

خدای آنانکہ میرود بر زمین بتواضع و چوں

کے بندے وہ ہیں جو زمین پر عاجزی کیساتھ چلتے ہیں اور جب جاہل ان سے جہالت کی بات

الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ﴿٦٣﴾ وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ

خطاب کند ایشانرا نادانان گویند قولی با سلامت و آنانکہ شب بروز آرند برائے پروردگار خود

کرتے ہیں تو سلامتی کی بات کہتے ہیں ۴؎ اور وہ لوگ جو رات گذارتے ہیں اپنے رب کیلئے

۱؎ رحمٰن اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ایک اسم ہے جو اگلی کتابوں میں بھی لکھا ہوا تھا لیکن عرب اس سے ناواقف تھے۔ حضرت مقاتل کہتے ہیں کہ ابو جہل نے کہا کہ محمد (ﷺ) نے جو کچھ کہا ہے وہ شعر ہے۔ اس کے جواب میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ یہ شعر نہیں ہے بلکہ یہ تو رحمٰن کا کلام ہے۔ یہ سن کر ابو جہل کہنے لگا لوگو! تمہیں مبارک ہو یہ اس رحمٰن کا کلام ہے جو یمامہ میں رہتا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا: نہیں! یہ اس رحمٰن کا کلام ہے جو آسمان کا الہ ہے اور اسی کے طرف سے میرے پاس وحی آتی ہے۔ ابو جہل نے کہا: اے آل غالب! محمد (ﷺ) گمان کرتے ہیں کہ اللہ ایک ہے اور وہ خود دو الہ یعنی اللہ اور رحمٰن کی بات کرتے ہیں۔ وَزَادَهُمْ نُفُوْرًا: حضرت ضحاک کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ، حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت عثمان بن مظعون اور حضرت عمرو بن عنبہ ﷺ نے سجدہ کیا اور مشرکین نے جب انھیں سجدہ کرتے ہوئے دیکھا تو استہزاء کرتے ہوئے مسجد سے باہر ہو گئے پس وَزَادَهُمْ نُفُوْرًا کا یہی مطلب ہے۔ (تفسیر کبیر)

۲؎ حضرت حسن وغیرہ فرماتے ہیں کہ بڑے بڑے ستارے ظہور کی وجہ سے بروج کہلاتے ہیں، حضرت عطیہ کہتے ہیں کہ بروج سے مراد اونچے محل ہیں جن میں چوکیدار اور محافظ موجود ہوں۔ (مظہری)

۳؎ خِلْفَةً کے بارے میں دو اقوال ہیں (۱) دو شے کا اس حقیقت سے ہونا کہ ہر ایک دوسرے کا قائم مقام ہو سکے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اگر کسی کا رات کا عمل فوت ہو گیا ہو تو اسے وہ دن میں ادا کر سکتا ہے اسی طرح اگر دن کا عمل فوت ہو گیا ہو تو رات میں ادا کر سکتا ہے۔ حضرت انس بن مالک ﷺ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر بن خطاب ﷺ سے اسوقت فرمایا جب ان کی رات کی قرأت فوت ہو گئی تھی۔ اے ابن خطاب! تمہارے بارے میں اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی ہے پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی پس تمہارے رات کے نوافل میں سے جو فوت ہو جائے اسے دن میں ادا کر لو اور تمہارے دن کے نوافل میں سے جو فوت ہو جائے اسے رات میں ادا کر لو۔ (۲) حضرت مجاہدؒ حضرت قتادہ اور کسائی کہتے ہیں کہ خِلْفَةً سے رات اور دن کا اختلاف مراد ہے۔ اول قول اقرب ہے۔ (تفسیر کبیر) ۴؎ جاننا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت سے لیکر وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا الخ تک [اپنے نیک بندوں کی] نو صفات کو بیان فرمایا ہے۔ پہلی صفت: اَلَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا: یہ نیک بندوں کی صفت ہے کہ جب وہ دن میں چلتے ہیں تو نرمی کے ساتھ قدم اٹھاتے ہیں۔ متکبرین کی طرح زمین پر اکڑ کر نہیں چلتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا یعنی زمین میں اکڑ کر مت چلو۔ دوسری صفت: وَاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا: مطلب یہ ہے کہ ہم تم سے نادانی کا جواب نادانی سے نہیں دیں گے، یہ بھی احتمال ہے کہ اس سے مراد یہ ہو کہ ہم تمہارے لئے سلامتی طلب کریں گے اور تمہاری جہالت پر خاموش رہیں گے، یہ بھی احتمال ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد یہ ہو کہ جہل کے مقابلہ میں حلم کا اظہار کرتے ہیں۔ (تفسیر کبیر) حضرت مجاہد نے یہاں سلام کا ترجمہ کیا ہے سداد یعنی سیدھی بات جس سے ایذا سے بھی سلامت رہیں اور گناہ سے بھی، حضرت حسن کہتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی جاہل ان سے جہالت کرتا ہے تو وہ برداشت کر لیتے ہیں جہالت نہیں کرتے، حسن نے سلام کہنے کا مطلب یہ بھی بیان کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں تم پر سلام۔ یہاں یہ بات واضح رہے کہ یہ آیت محکم ہے منسوخ نہیں ہے کیونکہ جہاد کا حکم تو محض اللہ تعالیٰ کا بول بالا کرنے کیلئے دیا گیا ہے اور اس میں بیوقوف جاہلوں کے مقابلے میں مسلمانوں کو ہدایت کی گئی ہے۔ (مظہری)

سُجَّدًا وَّقِيَامًا ﴿٦٤﴾ وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا

سجدہ کنان و ایستادگان و آنانکہ میگویند اے پروردگار ما باز دار از ما

سجدہ کی حالت میں اور قیام کی حالت میں ۱ اور وہ لوگ جو عرض کرتے ہیں اے ہمارے رب! پھیر دے ہم سے

عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ﴿٦٥﴾ اِنَّهَا سَآءَتْ

عذاب دوزخ ہر آئنہ عذاب آں ہست لازم ہر آئنہ آں بد است

دوزخ کے عذاب کو' بیشک اسکا عذاب لازم ہے ۲ بیشک وہ بہت برا

مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ﴿٦٦﴾ وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَ

قرار گاہ و جای آنانکہ چوں نفقہ کنند اسراف نکنند و

ٹھکانا اور مقام ہے ۳ اور وہ لوگ جب خرچ کرتے ہیں اسراف نہیں کرتے اور

لَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ﴿٦٧﴾ وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ

تنگ نگرفتند و ہست میان ایں گروہ و آنانکہ نخوانند

نہ تنگی کرتے ہیں اور ان کا خرچ اس کے درمیان رہتا ہے ۴ اور وہ لوگ جو نہیں پکارتے ہیں

مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ

با خدای خدایان دیگر و نکشتند آں تنی را کہ حرام کرد خدای

اللہ کے ساتھ دوسرے خداؤں کو اور ان جانوں کو قتل نہیں کرتے جسکا قتل کرنا اللہ نے حرام کیا

اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ﴿٦٨﴾

مگر براستی و زنا نکنند و ہر کہ بکند ایں ببیند جزای بزہ

مگر حق کے ساتھ اور زنا نہیں کرتے ہیں' اور جو کوئی ایسا کریگا وہ اپنے گناہ کا بدلہ پائیگا ۵

يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ

دو چند کردہ شود او را عذاب روز قیامت و ہمیشہ باشد دراں

قیامت کے روز اسکے لئے عذاب دوگنا کر دیا جائیگا اور اس میں ہمیشہ رہیں گے ۶

۱ تیسری صفت: اس آیت کریمہ میں تیسری صفت کا بیان ہے۔ (تفسیر کبیر) حضرت حسن فرماتے ہیں یہ حالت انکی رات میں ہوتی ہے۔ عبادت کیلئے رات کا ذکر خصوصیت کیساتھ اس لئے کیا کہ رات کی عبادت زیادہ دشوار ہوتی ہے' ریاکاری کا بھی اس میں شائبہ نہیں ہوتا' خضوع قلب اور زبان کی موافقت خوب ہوتی ہے اسکے علاوہ ایک وجہ یہ ہے کہ دن دوسری قسم کی عبادتوں کیلئے مخصوص ہے مثلاً اللہ کی راہ میں جہاد' تعلیم وتعلم وغیرہ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری امت کے سردار حاملین قرآن اور رات میں نماز ادا کرنے والے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ میں نے خود سنا کہ رسول اللہ ﷺ فرمارہے تھے فرض نماز کے بعد سب سے افضل نماز رات میں پڑھی جانے والی نماز ہے۔ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیام شب کا التزام کرو' یہ گذشتہ صلحاء کی عادت جاریہ ہے' رب سے قرب حاصل کرنے' گناہوں کو ساقط کرنے اور گناہ سے روکنے کا ذریعہ ہے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تین چیزیں ہیں جنکی طرف دیکھ کر اللہ (اپنی شان کے لائق) مسکراتا ہے یعنی پسند فرماتا ہے

(۱) اس آدمی کو دیکھ کر جو رات میں اٹھ کر نماز پڑھتا ہے

(۲) ان لوگوں کو دیکھ کر جو نماز میں صف بند ہوتے ہیں

(۳) ان لوگوں کو دیکھ کر جو دشمن کے مقابلے میں لڑنے کیلئے صفیں قائم رکھتے ہیں (مظہری)

۲ چوتھی صفت: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ان کا یہ قول رات کے وقت سجدہ اور قیام کی حالت میں ہوتا ہے' حضرت حسن کہتے ہیں کہ وہ لوگ دن میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور رات کے وقت جہنم سے اپنے آپکو بچانے کیلئے مشقت میں ڈالتے ہیں۔ (تفسیر کبیر) حضرت زجاج کہتے ہیں غَرَامًا سے سخت عذاب مراد ہے' حضرت ابن زید کہتے ہیں کہ اس سے شر مراد ہے' حضرت ابوعبیدہ کہتے ہیں کہ اس سے ہلاکت مراد ہے۔ (القرطبی) ۳ اس آیت کریمہ میں دعا کی علت بیان ہورہی ہے' اس میں اشارہ ہے کہ انسان جتنا بھی عبادت وریاضت بجالاتا ہو پھر بھی اسے چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے اور عذاب کو اپنے سے پھیرنے کی دعا کرتا رہے۔ یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ عبادت کے بعد انسان کو چاہئے کہ اللہ کے حضور دعا کرے۔ (روح البیان) ۴ اس آیت میں پانچویں صفت بیان ہورہی ہے۔ علمائے مفسرین نے اسراف اور تقتیر کے بارے میں مختلف اقوال بیان فرمائے ہیں۔ ان میں سے اقوی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں کی یہ صفت بیان فرمائی ہے کہ خرچ سے نہ تو ہاتھ کھینچتے ہیں اور نہ ہی حد سے زیادہ خرچ کرڈالتے ہیں بلکہ درمیانی کیفیت کو اپناتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ یعنی نہ تو بخالت کرکے اپنے ہاتھ کو گردن سے باندھ لیتے ہیں اور نہ ہی فضول خرچ کرتے ہیں۔ (تفسیر کبیر) ۵ اس آیت میں چھٹی صفت بیان ہورہی ہے (تفسیر کبیر) شیخین نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ کونسا جرم گناہ کبیرہ ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ کہ تو اللہ کیساتھ شریک ٹھہرائے حالانکہ اس نے تجھے پیدا کیا ہے میں نے پوچھا اس کے بعد کونسا؟ آپ نے فرمایا کہ تو اپنی اولاد کو اس لئے قتل کرے کہ وہ تیرے ساتھ کھانا کھائیں گے۔ میں نے پوچھا اس کے بعد کون سا؟ تو فرمایا کہ تو اپنے ہمسایہ کی بیوی کے ساتھ گناہ کرے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) ۶ یعنی اتنی تضعیف کی حالت میں ہمیشہ رہیں گے۔ (غرائب القرآن)

مُهَانًا ﴿۶۹﴾ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ

خوار مگر کسیکہ توبہ کند و بگردد و بکند نیکی پس آنگروہ

خوار ہو کر۔ مگر جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور نیکی کرے پس یہی گروہ ہے کہ

یُبَدِّلُ اللّٰهُ سَیِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا

بدل کند خدای بدیہاے ایشاں نیکیہا و ہست خدای آمر زندہ

اللہ ان کے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دیگا اور اللہ بخشنے والا

رَّحِیْمًا ﴿۷۰﴾ وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ یَتُوْبُ اِلَى

مہربان و ہر کہ توبہ کند و بکند نیکی پس ہر آئنہ او توبہ کند بسوے

مہربان ہے ۱ اور جو کوئی توبہ کرے اور نیکی کرے پس بیشک وہ توبہ کرتا ہے

اللّٰهِ مَتَابًا ﴿۷۱﴾ وَالَّذِیْنَ لَا یَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ ۙ وَاِذَا مَرُّوْا

خدای باز گشت و آنانند کہ حاضر نشوند بعیب گاہ مشرکان و چوں بگذرند

اللہ کی جانب رجوع لا کر ۲ اور وہ لوگ جو مشرکین کی بری جگہوں کے پاس نہیں کھڑے ہوتے اور جب کسی بیہودہ چیز

بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا ﴿۷۲﴾ وَالَّذِیْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ

بچیز ناپسندیدہ بروید باکرام و آنانکہ چوں یاد کردہ شوند بآیات پروردگار خود

کے پاس سے گذرتے ہیں تو اکرام کیساتھ گذر جاتے ہیں ۳ اور وہ لوگ کہ جب یاد دلائی جائیں انکے رب کی آیات

لَمْ یَخِرُّوْا عَلَیْهَا صُمًّا وَّعُمْیَانًا ﴿۷۳﴾ وَالَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا

بر روے نیفتادند براں کرد و نابینایان و آنانکہ میگویند اے پروردگار ما

تو ان پر چہرے کے بل نہیں گرتے بہرے اور اندھے ہو کر ۴ اور وہ لوگ جو عرض کرتے ہیں اے ہمارے رب

هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّیّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْیُنٍ وَّاجْعَلْنَا

بخش ما را از زنان ما و فرزندان ما روشنی چشم است مرا و گردان ما را

ہمیں عطا کر ہماری بیبیوں اور ہماری اولاد سے ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک اور کر دے ہمیں

۱ سیئات کو حسنات میں تبدیل کرنے کے بارے میں چند اقوال ہیں (۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' حضرت حسن' حضرت مجاہد اور حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ یہ تبدیلی دنیا میں ہوگی پس اللہ تعالیٰ شرک کے قبیح اعمال کو ایمان کے اچھے اعمال میں' شرک کو ایمان سے' مؤمنین کے قتل کو مشرکین کے قتل سے اور زنا کو عفت واحصان سے بدل دیگا گویا کہ یہ ایک طرح کی بشارت ہے جو اللہ تعالیٰ ان نیک بندوں کو دے رہا ہے (۲) حضرت زجاج کہتے ہیں کہ سیئہ بعینہ حسنہ نہیں ہوتے لیکن اسکی تاویل یہ ہے کہ سیئہ کو اللہ تعالیٰ توبہ سے مٹا دیتا ہے اور توبہ کے ساتھ حسنہ لکھ دیتا ہے۔ کافر کیلئے اس کے اعمال کو ضائع کر دیتا ہے اور اسکے سیئات کو باقی رکھتا ہے (۳) ایک گروہ کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے بندے کے گناہوں کو مٹا کر اس کے بدلہ میں نیکیاں لکھ دیتا ہے انکا یہ نظریہ اس آیت کے حکم کے مطابق ہے یہ قول حضرت سعید بن مسیب اور حضرت مکحول کا ہے۔ یہ لوگ اس حدیث سے بھی دلیل قائم کرتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ ﷺ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: کچھ لوگ ایسے ہیں جو سیئات کی کثرت کے متمنی ہوتے ہیں۔ عرض کیا گیا وہ کون لوگ ہیں اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ نے فرمایا: اَلَّذِیْنَ یُبَدِّلُ اللّٰهُ سَیِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ یعنی یہ وہ لوگ ہیں جنکے گناہوں کو اللہ تعالیٰ نیکیوں میں بدل دیگا۔ اس تفسیر کے مطابق یہ تبدیلی آخرت میں ہوگی (۴) قفال اور قاضی کہتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے عقاب کو ثواب میں بدل دیگا (تفسیر کبیر)

۲ مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف ایسا عظیم الشان رجوع کرتے ہیں کہ جو اللہ تعالیٰ کے یہاں مقبول ہے' عذاب کو مٹا دینے والا اور حصولِ ثواب کا ذریعہ ہے۔ بغوی نے لکھا ہے کہ بعض اہل علم کا قول ہے کہ جن گناہوں سے اجتناب کرنے کی سابقہ آیت میں صراحت کی گئی ہے اس آیت میں ان گناہوں سے توبہ مقصود نہیں ہے۔ یہاں دوسری قسم کی توبہ اور رجوع مقصود ہے یعنی جن لوگوں نے شرک سے توبہ کی اور فرائض کو ادا کیا اور قتل وزنا کا ارتکاب نہیں کیا اسکا رجوع مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف بحسن وخوبی ہوگا۔ (مظہری) ۳ اس آیت میں ساتویں صفت بیان ہو رہی ہے۔ اَلزُّوْرُ کے بارے میں چند احتمالات ہیں (۱) اس سے مراد جھوٹی گواہی ہے اسوقت معنی یہ ہوگا کہ وہ لوگ جھوٹی گواہی نہیں دیتے ہیں (۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس سے جھوٹی مجلس مراد ہے جہاں بیٹھ کر لوگ اللہ اور اسکے رسول ﷺ پر افترا کرتے ہیں [لیکن اللہ کے نیک بندوں کی شان یہ ہے کہ وہ ایسی مجلس میں حاضر نہیں ہوتے ہیں] (۲) حضرت محمد بن حنفیہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد غنا ہے (تفسیر کبیر) حضرت عکرمہ کہتے ہیں کہ زُوْرٌ سے مراد وہ کھیل ہے جو جاہلیت میں لوگ کھیلتے تھے کہ اس سے جھوٹ مراد ہے۔ حضرت عمر ﷺ فرماتے ہیں کہ شاہدِ زور کو چالیس کوڑے لگائے جائیں گے، اس کا چہرہ کالا کیا جائیگا' اسکا سر مونڈھ دیا جائیگا اور پھر اسے بازاروں میں پھرایا جائیگا۔ اکثر اہل علم کہتے ہیں کہ ایسے شخص کی گواہی پھر کبھی قبول نہ کی جائیگی اگر وہ توبہ کر کے اپنے اعمال کو اچھا کر لے تو اسکا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے۔ (القرطبی) ۴ اس آیت کریمہ میں آٹھویں صفت بیان ہو رہی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب ان کے سامنے نصیحت کی بات کی جاتی ہے تو اسے غور و فکر سے سنتے ہیں لیکن سننے کے بعد بغیر غور و فکر کیئے اس نصیحت پر اوندھے منہ نہیں گر جاتے ہیں جیسے منافقین کیا کرتے تھے۔ (تفسیر کبیر)

لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ﴿۷۴﴾ اُولٰٓئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا وَ

برای پرہیزگاران پیشوا آنگروہ پاداش دادہ شوند بغرفۂ بہشت بسبب آنچہ صبر کردند

پرہیزگاروں کیلئے پیشوا ا یہی گروہ ہے جسے جنت کا بالا خانہ بدلہ دیا جائے گا اس سبب جو انھوں نے صبر کیا

يُلَقَّوْنَ فِيْهَا تَحِيَّةً وَّسَلٰمًا ﴿۷۵﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا حَسُنَتْ

و می افگنند در بہشت تحتی و سلامی ہمیشہ باشند دراں نیکو

اور جنت میں تعظیم اور سلام پیش کیا جائیگا ۲ اس میں ہمیشہ رہیں گے بہترین ٹھہرنے کی جگہ اور

مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ﴿۷۶﴾ قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّيْ لَوْلَا دُعَآؤُكُمْ

قرار گاہ و جای بودنے بگو وزن ننہد بشما پروردگار من اگر نہ خواندن شما

مقام ہے ۳ آپ فرما دیجئے میرے رب کے پاس تمہاری کوئی قدر نہیں اگر تم اس سے دعا نہیں کرتے

فَقَدْ كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ يَكُوْنُ لِزَامًا ﴿۷۷﴾

پس ہر آئنہ تکذیب کردید شما پس زود باشد تکذیب شما ملازم شما

پس بیشک تم نے جھٹلایا پس بہت جلد تمہاری تکذیب تم سے لپٹے گی ۴

سُوْرَةُ الشُّعَرَآءِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ مِائَتَانِ وَسَبْعٌ وَّعِشْرُوْنَ اٰيَةً وَّاَحَدَ عَشَرَ رُكُوْعًا

سورہ شعراء مکی ہے اور اس میں ۲۲۷ آیات اور ۱۱ رکوع ہیں ۵

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

بنام خدای بخشندہ مہربان

اللہ کے نام سے (جو بہت) رحم والا مہربان (ہے)

طٰسٓمّٓ ﴿۱﴾ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ﴿۲﴾ لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ

این آیاتہاے کتاب روشن است شاید کہ ترا ترک کنندہ تن خود را

یہ روشن کتاب کی آیتیں ہیں ۶ شاید کہ تم اپنے آپ کو ہلاک کر ڈالو گے

تفسیر اظہار العرفان

۱ اس آیت کریمہ میں نویں صفت بیان ہو رہی ہے۔ واضح رہے کہ آنکھوں کی ٹھنڈک دین میں ہے نہ کہ امور دنیویہ میں۔ یہاں دو وجوہ ذکر کیے گئے ہیں (۱) اللہ کے نیک بندوں نے ازواج اور ذریت سے متعلق یہ سوال دنیا میں مشارکت کیلئے کیا کیونکہ یہ لوگ پسند کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں انکی بیویاں اور اولاد بھی شامل ہوں (۲) ان لوگوں نے یہ سوال آخرت کے بارے میں کیا تا کہ جنت میں ان کیساتھ انکی بیویاں اور اولاد بھی ہو اس طرح ان کے سرور میں اضافہ ہوگا۔ (تفسیر کبیر)

۲ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا کہ اہل جنت اپنے سے اوپر بالائی منزل والوں کو آپس میں تفاوت مراتب کی وجہ سے اس طرح دیکھیں گے جیسے تم لوگ ابر آلود آسمان میں مشرق یا مغربی افق سے ستارے دیکھتے ہو۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! یہ تو انبیاء کے مکان ہونگے دوسرا کوئی وہاں نہیں پہنچے گا۔ فرمایا کیوں نہیں۔ قسم ہے اسکی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے جو لوگ اللہ پر ایمان لائے اور پیغمبروں کو سچا جانا [وہ انسان اس مراتب پر پہنچ سکتے ہیں] وَيُلَقَّوْنَ فِيْهَا تَحِيَّةً وَّسَلٰمًا: یعنی بالا خانوں کے اندر ملائکہ تحیت اور سلام کے ساتھ استقبال کریں گے۔ مراد یہ ہے کہ ان کیلئے اللہ تعالیٰ سے سلامتی اور عافیت کی دعا کریں گے، کلبی کہتے ہیں کہ وہ باہم ایک دوسرے کو سلام کریں گے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو سلام بھیجا جائیگا۔ (مظہری)

۳ اس میں ہمیشہ رہیں گے انھیں موت آئیگی نہ انھیں نکالا جائیگا۔ عاقل پر لازم ہے کہ وہ ایسی جنت کی تیاری کرے اور اس تیاری کیلئے اسے اپنے آپ کو شریعت کے مطابق کرنا پڑیگا۔ بعض اہل کبار کہتے ہیں کہ جس شخص میں یہ پہچانا مقصود ہو کہ وہ حق کی محبت میں ہے یا نہیں۔ چاہیئے کہ ایسے شخص کے حال کو دیکھے کہ وہ اتباع رسول ﷺ کے مطابق ہے یا نہیں، آپ کے اصحاب اور ائمہ مجتہدین کے مطابق ہے یا نہیں۔ (روح البیان) ۴ بعض علماء نے آیت کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کسی غرض کیلئے تم کو پیدا نہیں کیا اور نہ اللہ کے نزدیک تمہاری کوئی قدر ہے [حضرت مخدوم پاک علیہ الرحمہ نے بھی یہی ترجمہ کیا ہے] مگر یہ کہ تم اس سے سوال کرو اور اس سے مغفرت کے خواستگار رہو۔ فَقَدْ كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ يَكُوْنُ لِزَامًا: یعنی اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے ذریعے سے تمہیں اپنی توحید و عبادت کی دعوت دی لیکن تم نے رسول اللہ ﷺ کی تکذیب کی اور دعوت کو قبول نہیں کیا تو اب جنت میں داخل ہونے کا سر و سامان تم کو کس طرح دیگا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے لِزَامًا کا ترجمہ کیا ہے موت، حضرت ابوعبید نے اس کا ترجمہ کیا ہے ہلاکت، حضرت ابن زید نے ترجمہ کیا ہے ہمیشہ رہنے والا کبھی نہ ختم ہونے والا۔ (مظہری) ۵ اس میں ۵۵۴۲ حروف اور ۱۲۹۹ کلمات ہیں یہ سورت مکی ہے سوائے وَالشُّعَرَاءُ الخ کے (غرائب القرآن) اس سورت میں اصول دین کا علاج کیا گیا ہے مثلاً توحید رسالت اور بعثت وغیرہ۔ اس سورت کی ابتدا اس پر ہے جسے اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کی ہدایت کیلئے نازل فرمایا اور جو امراضِ انسانیہ کیلئے کافی وشافی ہے، اس سورت میں مشرکین کے موافق بھی بیان کئے گئے ہیں، انبیائے کرام علیہم السلام سے سرکشی کرنے والوں کے مکالمہ کو بھی بیان کیا گیا ہے، اس ذکر میں سب سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا مکالمہ ہے، اس سورت میں جن انبیاء کا ذکر ہے ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں حضرت موسیٰ، حضرت ابراہیم، حضرت نوح، حضرت ہود، حضرت صالح، حضرت لوط اور حضرت شعیب علیہم السلام۔ (صفوۃ التفاسیر) ۶ یعنی اس کتاب کی آیات میں جسکا معجزہ ہونا ظاہر ہے۔ (مظہری)

تفسیر اظہار العرفان

اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ۝۳ اِنْ نَّشَاْ نُنَزِّلْ عَلَيْهِمْ مِّنَ

آنکہ نمیشوند گرویدندہ اگر خواہیم فرو فرستیم بر ایشاں از

کہ وہ سب ایمان (کیوں) نہیں لاتے ہیں ۱ اگر ہم چاہتے تو ان پر

السَّمَآءِ اٰيَةً فَظَلَّتْ اَعْنَاقُهُمْ لَهَا خٰضِعِيْنَ ۝۴ وَمَا

آسمان نشانہ پس گردد گردنہاے ایشاں آنرا فروتنان و

آسمان سے کوئی نشانی اتارتے کہ ان کی گردنیں ان کیلئے جھک جائیں ۲ اور

يَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنَ الرَّحْمٰنِ مُحْدَثٍ اِلَّا كَانُوْا عَنْهُ

نیامد بدیشاں ہیچ پندے از خدای نو پدید مگر بودند ازاں

ان کے پاس کوئی نئی نصیحت رحمٰن کی طرف سے نہیں آتی مگر وہ سب اس سے منھ پھیرنے والے

مُعْرِضِيْنَ ۝۵ فَقَدْ كَذَّبُوْا فَسَيَاْتِيْهِمْ اَنْۢبٰٓؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ

روگردانان پس ہر آئنہ تکذیب کردند پس زود بیاید بدیشاں خبر آنچہ بودند باں

ہوتے تھے ۳ پس بیشک انھوں نے جھٹلایا تو بہت جلد انکے پاس وہ خبریں آئیں گی جنکا وہ سب

يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝۶ اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الْاَرْضِ كَمْ اَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ

استہزاء میکردند آیا نمی نگرند بسوے زمین چند برو یانیدیم دراں از

استہزاء کرتے تھے ۴ کیا انھوں نے نہ دیکھا زمین کی جانب کہ ہم نے اس میں ہر صفت کے

كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ ۝۷ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۚ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ

ہر صفتی نیکو ہر آئنہ دریں نشانہ ست و نبودند اکثر ایشاں

کتنے اچھے جوڑے اگائے ۵ بیشک اس میں نشانی ہے' اور ان کے اکثر

مُّؤْمِنِيْنَ ۝۸ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۝۹ وَاِذْ نَادٰى

مومنان و ہر آئنہ پروردگار تو اوست غالب مہربان و چوں آواز داد

مومنین نہ تھے ۶ اور بیشک تمہارا رب وہی غالب مہربان ہے ۷ اور جب آواز دی

۱ اس آیت کا نزول اس وقت ہوا جب اہل مکہ نے رسول اللہ ﷺ کی تکذیب کی اور آپ کو یہ بات شاق گزری کیونکہ آپکو بہت زیادہ تمنا اور رغبت تھی کہ اہل مکہ مسلمان ہو جائیں یہ بھی ممکن ہے کہ آپ کو اہل مکہ کے ایمان نہ لانے کی وجہ سے اس بات کا غم ہو کہ کہیں اللہ تعالیٰ مجھ سے اس کی باز پرس نہ کرے اس صورت میں آیت میں رسول اللہ ﷺ کیلئے پیامِ تسلی ہے۔ لَعَلَّ کلمۂ امید ہے اس جگہ رحم کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے یعنی اپنی جان پر آپ رحم کریں اور غم میں نہ پڑیں آپ اگر غم کریں گے تو شاید آپ غم کی وجہ سے اپنے آپکو ہلاک کر ڈالیں' درحقیقت ہم ہی انکا مؤمن ہونا نہیں چاہتے۔ (مظہری)

۲ حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ اَعْنَاقُهُمْ سے ان کے کبراء مراد ہیں' حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ اگر اللہ چاہتا تو کوئی آیت نازل فرماتا جس سے وہ لوگ ذلیل ہو جاتے اور معصیت کی جانب گردن اٹھانے کی انھیں ہمت نہ ہوتی۔ (القرطبی)

۳ ذکر سے مراد قرآن کا وہ حصہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نصیحت ہوتی ہے' محدث سے مراد ہے جدید نازل شدہ خواہ وجود کے لحاظ سے وہ قدیمی ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو پیام بھی نازل ہوا ہے وہ کسی زمانے میں نازل ہوا ہو' اصول کے لحاظ سے ایک ہی تعلیم دیتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کی ذاتی و صفاتی توحید' وجود ملائکہ، نبوت و وحی کی صداقت' قانون خیر و شر اور قیامت کے دن اعمال کے جزا و سزا کی۔ یہ بنیادی تعلیم ہر کتاب اور صحیفے میں دی گئی ہے اس میں زمانے کا فرق اثر انداز نہیں۔ البتہ قدیم و جدید کا فرق نزول میں ہے کوئی کتاب پہلے نازل ہوئی جیسے صحفِ نوح' اور کوئی سب سے آخر میں نازل ہوئی جیسے قرآن۔ (مظہری) ۴ یعنی ذکر کی طرف سے منھ پھیرنے کے بعد انھوں نے ذکر کو جھوٹا قرار دیا اور تکذیب میں اتنے آگے بڑھ گئے کہ ذکر کا مذاق اڑانے لگے۔ فَسَيَاْتِيْهِمْ اَنْۢبٰٓؤُا الخ یعنی یہ بات سامنے آجائیگی کہ وہ ذکر جسکا وہ مذاق اڑاتے تھے حق تھا یا باطل اور تصدیق و تعظیم کا مستحق تھا' یا تکذیب و تحقیر اور استہزاء کے لائق۔ (مظہری) ۵ یعنی اللہ کے رسول سے اللہ کی توحید اور مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے کی دلیلیں انھوں نے طلب کیں اور زمین کی طرف نہیں دیکھا۔ مطلب یہ ہے کہ جب اس زمین کو اور اسکی روئیدگی کو دیکھ رہے ہیں تو مزید آیات کی طلب نہیں کرنی چاہیئے۔ زوج بمعنی صنف نبات' ہر طرح کا سبزہ' درخت۔ کریم عمدہ' اچھا' آدمیوں اور جانوروں کیلئے مفید ترین غذا اور کثیر المنفعت دوا۔ خواہ مفرد شکل میں ہو یا مرکب بنا کر ہو [دوا کبھی مفرد مفید ہوتی ہے کبھی معجون جوارش اور دوسرے طرح طرح کے مرکبات کی شکل میں] زمین کے ہر سبزہ کی روئیدگی و بالیدگی کی سب سے بڑی افادیت یہ ہے کہ وہ اپنے خالق کی ہمہ گیر قدرت پر دلالت کر رہی ہے عدم کے بعد دوبارہ پیدا کرنے پر دلالت کر رہی ہے اور اللہ تعالیٰ کی کامل صفات کا اظہار کر رہی ہے۔ (مظہری) ۶ یعنی اس میں دلالت ہے ان کیلئے جو تدبر اور فکر کریں۔ یہ آیت اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی طرح ہے جس میں کہا گیا ہے کہ یہ قرآن متقین کیلئے ہدایت ہے [بس اسی طرح اس آیت میں اشارہ ہوا کہ یہ نشانی ہے ان لوگوں کیلئے جو غور و فکر کرتے ہیں] (تفسیر کبیر) ۷ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ کفار جب اللہ تعالیٰ کی قدرت سے انکار کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس انکار کے سبب انھیں سخت سے سخت عذاب دینے پر قادر ہے لیکن اپنی رحمت سے اسے مؤخر فرما دیتا ہے۔ (تفسیر کبیر)

رَبُّكَ مُوۡسٰۤى اَنِ ائۡتِ الۡقَوۡمَ الظّٰلِمِيۡنَ ۙ﴿۱۰﴾ قَوۡمَ فِرۡعَوۡنَ

پروردگار تو موسیٰ را آنکہ بیار بگروہ ستمگاران گروہ فرعون است

تمہارے رب نے موسیٰ کو کہ جاؤ ظالم گروہ کے پاس ۱ (جو) فرعون کا گروہ ہے

اَلَا يَتَّقُوۡنَ ﴿۱۱﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّىۡۤ اَخَافُ اَنۡ يُّكَذِّبُوۡنِ ﴿۱۲﴾

آیا نمی ترسند گفت اے پروردگار من ہر آئنہ من می ترسم آنکہ تکذیب کنند مرا

کیا وہ سب ڈرتے نہیں ہیں ۲ عرض کی اے میرے رب! بیشک میں ڈرتا ہوں کہ وہ سب مجھے جھٹلائیں گے ۳

وَيَضِيۡقُ صَدۡرِىۡ وَلَا يَنۡطَلِقُ لِسَانِىۡ فَاَرۡسِلۡ اِلٰى

و تنگ شود سینۂ من و نکشاید زبان من پس بفرست بسوے

اور میرا سینہ تنگ ہوتا ہے اور میری زبان نہیں کھلتی ہے پس تو بھیج

هٰرُوۡنَ ﴿۱۳﴾ وَلَهُمۡ عَلَىَّ ذَنۡۢبٌ فَاَخَافُ اَنۡ يَّقۡتُلُوۡنِ ۚ﴿۱۴﴾ قَالَ

ہارون مرا و ایشانرا بر من گناہ است پس می ترسم آنکہ بکشتند مرا گفت

ہارون کو میرے ساتھ ۴ اور انکا مجھ پر (ایک جرم) ہے پس میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے قتل کر دینگے ۵ فرمایا:

كَلَّا ۚ فَاذۡهَبَا بِاٰيٰتِنَاۤ اِنَّا مَعَكُمۡ مُّسۡتَمِعُوۡنَ ﴿۱۵﴾ فَاۡتِيَا فِرۡعَوۡنَ

اینچنیں نیست بروید بآیات ما ہر آئنہ ما با شما باشیم شنوندہ پس بیائید بفرعون

ایسا نہیں ہے جاؤ ہماری نشانیوں کے ساتھ بیشک ہم تمہارے ساتھ ہونگے سننے والے ۶ پس جاؤ فرعون کے پاس

فَقُوۡلَاۤ اِنَّا رَسُوۡلُ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ۙ﴿۱۶﴾ اَنۡ اَرۡسِلۡ مَعَنَا

پس گفتند ہر آئنہ ما فرستادہ پروردگار عالمیانم آنکہ بفرست با ما

اور کہو بیشک ہم عالمین کے رب کے رسول ہیں ۷ یہ کہ تو بھیج ہمارے ساتھ

بَنِىۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ ؕ﴿۱۷﴾ قَالَ اَلَمۡ نُرَبِّكَ فِيۡنَا وَلِيۡدًا وَّلَبِثۡتَ

بنی اسرائیل گفت آیا پرورش کردیم ترا در ما حالت خوردی و درنگ کردی

بنی اسرائیل کو ۸ کہا کیا ہم نے پرورش نہ کی تمہاری بچپن کی حالت میں اور تو ٹھہرا رہا

تفسیر اظہار العرفان

۱ اہل سنت کے درمیان اس میں اختلاف ہے کہ جس ندا کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سماعت فرمایا، آیا وہ کلام قدیم تھی یا اصوات کی کوئی قسم تھی۔ حضرت ابوالحسن اشعری کہتے ہیں کہ وہ ندا کلامِ قدیم تھی پس جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات کے مشابہ کوئی چیز نہیں ہے اسی طرح اسکا کلام بھی حروف اور اصوات سے منزہ ہے ساتھ اس کے کہ وہ مسموع ہے، حضرت ابومسعود ماتریدی کہتے ہیں کہ وہ ندا جنس حروف و اصوات سے تھی۔ (تفسیر کبیر)

۲ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے پیامِ تسکین ہے کہ آپ کافروں کے ایمان نہ لانے کی وجہ سے اپنی جان کا نقصان نہ کریں اور اس وقت کو یاد کریں جب اللہ نے موسیٰ کو ندا کی تھی اور قوم فرعون کے پاس جا کر ہدایت کرنے کا حکم دیا تھا۔ قوم فرعون بنی اسرائیل کو غلام بنانے والے اور ان کو طرح طرح کی اذیتیں دینے یہاں تک کہ ان کے نوزائیدہ بچوں کو قتل کر دینے والے تھے۔ فرعون ان کا فرما رواں تھا سب کام اسی کے حکم سے ہوتا تھا اس لئے فرعون کا ذکر نہیں کیا صرف قوم فرعون کا ذکر کیا۔ اَلَا يَتَّقُوۡنَ: یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت و عبادت کر کے ان کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے اپنی جانوں کو محفوظ کرنا چاہیئے۔ مطلب یہ ہے کہ قوم فرعون کے پاس جاؤ اور کہو اے میری قوم! اللہ سے ڈرو۔ (مظہری)

۳ جاننا چاہیئے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ قوم فرعون کی جانب جایئے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے ساتھ حضرت ہارون علیہ السلام کو بھیجنے کی استدعا کر رہے ہیں۔ پھر اس کے بعد ان امور کو بیان کیا جا رہا ہے جس کی وجہ سے آپ نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی۔ ان میں سے ایک کا بیان اسی آیت کریمہ میں ہے اور وہ یہ ہے کہ فرعون جھٹلا سکتا ہے۔ (تفسیر کبیر) ۴ اس آیت کریمہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی درخواست کی دوسری وجہ بیان ہو رہی ہے اور وہ یہ ہے کہ فرعون جب میری تکذیب کریگا تو اس تکذیب کی وجہ سے میرا دل تنگ ہوگا اور جس کا دل تنگ ہوتا ہے اس کی زبان پر کلام مشکل سے آتا ہے۔ فَاَرۡسِلۡ اِلٰى هٰرُوۡنَ: مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حضرت ہارون علیہ السلام کے پاس بھیجا۔ سدی کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے اہل کے ساتھ مصر پہنچے تو حضرت ہارون علیہ السلام سے ملاقات ہوئی لیکن انھوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نہیں پہچانا، اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں موسیٰ ہوں پھر ایک دوسرے کا تعارف ہوا، آپ نے حضرت ہارون علیہ السلام سے کہا کہ میرے ساتھ فرعون کی جانب چلو تا کہ اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچایا جائے۔ اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ انکی جانب حضرت جبرائیل علیہ السلام کو بھیجا ہو اس لئے کہ انبیائے کرام علیہم السلام کی جانب اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانے کیلئے حضرت جبرائیل مامور تھے، یہاں کلام سے ظاہر ہو رہا ہے کہ اس سے مراد طلب معونت ہے۔ (تفسیر کبیر) ۵ سوال: کیا یہ آیت دلالت کر رہی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی جانب سے ''ذنب'' کا صدور ہوا؟ جواب: نہیں، بلکہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ قوم کے گمان کے مطابق مجھ پر ذنب ہے۔ (تفسیر کبیر) ۶ یعنی تم اور تمہارا بھائی جسے میں نے تمہارے ساتھ رسول بنایا ہے ہماری برہان اور معجزات کے ساتھ جاؤ۔ ہم سن رہے ہونگے جو وہ سب کہیں گے اور جواب دینگے اس جملہ کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کے قلوب کو تقویت پہنچائی۔ (القرطبی) ۷ حضرت ابوعبید کہتے ہیں کہ رسول [چونکہ مصدر ہے اس لئے اسے] تثنیہ اور جمع کے معنی میں بھی لے سکتے ہیں۔ (القرطبی) ۸ فرعون نے چار سو سال سے بنی اسرائیل کو غلام بنا رکھا تھا جس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ حکم ہوا تھا اس وقت انکی تعداد چھ لاکھ تیس ہزار تھی۔ (القرطبی)

فِيْنَا مِنْ عُمُرِكَ سِنِيْنَ ﴿۱۸﴾ وَفَعَلْتَ فَعْلَتَكَ الَّتِيْ

در منزل ما از عمر خود سالہا و کردی تو آں کردنے کہ

ہمارے گھر میں اپنی عمر سے کئی سال ۱ اور تو نے اپنا وہ کام کیا جو

فَعَلْتَ وَاَنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۹﴾ قَالَ فَعَلْتُهَآ اِذًا وَّاَنَا مِنَ

کردی و تو از کافرانے گفت موسیٰ کردم آنرا آنوقت و من از

تو کر گیا اور تو ناشکری کرنے والوں میں سے ہے ۲ فرمایا موسیٰ نے میں نے اسے اسوقت کیا جب میں

الضَّآلِّيْنَ ﴿۲۰﴾ فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ فَوَهَبَ لِيْ

گمراہان پس بگریختم از شما کہ ترسیدم پس بخشد مرا

اپنے رب کی طرف راہ نہیں پائی تھی ۳ پس میں تمہارے پاس سے اسوقت بھاگ نکلا جب میں تم سے ڈرا پھر

رَبِّيْ حُكْمًا وَّجَعَلَنِيْ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۲۱﴾ وَتِلْكَ نِعْمَةٌ

پروردگار من نبوت و گردانید مرا از پیغمبران و آں نعمتی کہ

میرے رب نے مجھے نبوت عطا کی اور مجھے پیغمبروں میں سے کیا ۴ اور وہ ایک نعمت ہے

تَمُنُّهَا عَلَيَّ اَنْ عَبَّدْتَّ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۲۲﴾ قَالَ فِرْعَوْنُ

تو منت نہی بر من آنکہ بندگی گرفتی فرزندان یعقوب گفت فرعون

جسکا تو احسان جتا رہا ہے مجھ پر یہ کہ تونے بنی اسرائیل کو غلام بنایا ۵ کہا فرعون نے

وَمَا رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۳﴾ قَالَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

و چیست پروردگار عالمیان پروردگار آسمانہا و زمین

اور عالمین کا رب کیا (چیز) ہے ۶ فرمایا (موسیٰ نے) آسمانوں اور زمین کا رب

وَمَا بَيْنَهُمَا ۭ اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ ﴿۲۴﴾ قَالَ لِمَنْ حَوْلَهٗٓ اَلَا

و آنچہ میان ایشانست اگر ہستید شما بیگمانان گفت آنانکہ گردا گرد او بودند آیا

اور جو کچھ اس کے درمیان ہے' اگر تم سب یقین رکھتے ہوئے کہا ان لوگوں سے جو اسکے اردگرد تھے کیا

۱ مروی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام جب فرعون کے دروازے پر پہنچے تو حسب عادت دربان نے ان دونوں کو روکا تا کہ اندر جانے سے پہلے فرعون سے اجازت لے لی جائے، پھر دربان فرعون کے پاس جا کر کہنے لگا کہ ایک شخص آیا ہے جو گمان کرتا ہے کہ وہ رب العالمین کا رسول ہے' یہ سن کر فرعون نے کہا کہ اسے اندر بھیج دو تا کہ ہم ان کیساتھ مذاق کریں' آپ دونوں اندر تشریف لے گئے اور انھیں اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچایا۔ فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پہچان کر اپنی نعمت ان کو گنتی کرانے لگا پھر آپ کی برائی کرنے لگا۔ نعمت کے طور پر کہنے لگا: اَلَمْ نُرَبِّکَ فِیْنَا وَلِیْدًا ۔ ولید اس بچہ کو کہتے ہیں جسکی ولادت ہوئے زیادہ عرصہ نہ ہوا ہو۔ کہا گیا ہے کہ ولادت کے بعد آپ ۳۰ سال ان کے ساتھ رہے' ایک قول یہ بھی ہے کہ جس وقت آپ نے قبطی کو مارا تھا اسوقت آپکی عمر ۱۲ سال تھی۔ (تفسیر کبیر)

۲ حضرت ضحاک کہتے ہیں کہ وَاَنْتَ مِنَ الْکَافِرِیْنَ کا مطلب یہ ہے کہ تو نے قبطی کو قتل کر کے ایک ایسی جان کو مارا جس کا قتل تمہارے لئے حلال نہ تھا' حضرت ابن زید اور حضرت حسن فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ تربیت کے دوران جو احسان تم پر میں نے کیا تم اس کے منکر ہو گئے ہو' حضرت سدی کہتے ہیں کہ تم اپنے ان معبودوں سے انکار کر رہے جسے تم اس سے پہلے تسلیم کرتے تھے۔ واضح رہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب ایک قبطی کو مکا مار کر مدین کی جانب ہجرت کر گئے اسکے بعد آپ گیارہ سال بعد لوٹے۔ (القرطبی)

۳ حضرت مجاہد نے ضالین کا ترجمہ جاہلین کیا ہے' حضرت ابن زید کہتے ہیں کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ مجھے معلوم نہیں تھا کہ میرے ایک مکے سے قبطی مر جائیگا' حضرت ابو عبیدہ کہتے ہیں کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ اگر میں نے ایسا کیا تو میں ناسین یعنی بھولنے والوں میں سے ہو جاؤنگا، کہا گیا ہے کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ میں نے اسے نبوت سے پہلے کیا جب اللہ تعالیٰ کے طرف سے میرے پاس کوئی چیز بطور وحی نہیں آئی تھی اس لئے اس قبطی کے قتل پر کوئی ملامت نہیں ہے۔ (القرطبی) ۴ یعنی میں مدین کی جانب اسوقت گیا تھا جب مجھے تمہاری جانب سے یہ خوف تھا کہ تم لوگ مجھے قتل کر نہ ڈالو پس اللہ تعالیٰ نے مجھے نبوت وحکمت عطا فرمائی اور اپنی جانب مجھے رسول پسند فرمایا۔ (صفوۃ التفاسیر) ۵ مفسرین کرام نے اس آیت کا مطلب مختلف طور پر لکھا ہے (۱) حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے یہ اقرار احسان ہے کہ تو نے مجھے زندہ چھوڑ دیا اور پالا اور دوسرے اسرائیلی بچوں کی طرح قتل نہیں کرایا (۲) بظاہر یہ اقرار نعمت ہے اور حقیقت میں انکار ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اول فرعون کی تردید و توبیخ کی اور پھر اس نعمت تربیت کی طرف کلام کا رخ کیا جسکا فرعون نے ذکر کیا تھا لیکن اس کا صراحتًا انکار نہیں کیا تھا کیونکہ فرعون نے واقع میں پالا تھا بلکہ اس بات پر تنبیہ کی کہ یہ نعمت حقیقت میں احسان نہ تھی لیکن ظلم کے مقابلے میں یا ظلم کے نتیجے میں یہ نعمت تھی مجھ پر تیرا احسان نتیجہ تھا اس بات کا کہ تو نے بنی اسرائیل کو غلام بنا رکھا تھا (۳) یہ استفہام انکاری ہے ہمزہ استفہام محذوف ہے یعنی یہ احسان جس کا تو نے ذکر کیا ہے کیا کوئی احسان ہے جبکہ تو نے تو بنی اسرائیل کو غلام بنا رکھا ہے۔ بنی اسرائیل کو غلام بنا رکھنے کی صورت میں تربیت کوئی احسان نہیں' میری قوم کو تو نے غلام بنائے رکھا اور میری تربیت کی یہ کوئی احسان ہوا؟ (مظہری) ۶ فرعون نے اس جواب کو سنا جس میں اس پر طعن کیا گیا تو یہ اعتراف کیا جو آیت میں ہے۔ (بیضاوی) ۷ یعنی تو آسمان وزمین میں بہت سی نشانیاں اسکی ربوبیت کی دیکھ رہا ہے۔ (بیضاوی)

تَسْتَمِعُوْنَ ﴿٢٥﴾ قَالَ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿٢٦﴾ قَالَ

نمی شنونید گفت پروردگار شما و پروردگار پدران پشینان گفت

تم سب سنتے نہیں ہو ۱ فرمایا (موسیٰ نے) تمہارا رب اور تمہارے اگلے باپ دادا کا رب ۲ کہا

اِنَّ رَسُوْلَكُمُ الَّذِيْٓ اُرْسِلَ اِلَيْكُمْ لَمَجْنُوْنٌ ﴿٢٧﴾ قَالَ رَبُّ

ہر آئنہ فرستادہ شما آنست کہ فرستادند بسوے شما البتہ دیوانہ است گفت پروردگار

بیشک تمہارے یہ رسول ہیں جو تمہاری جانب بھیجے گئے ہیں ضرور دیوانہ ہے ۳ فرمایا (موسیٰ نے)

الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۭ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿٢٨﴾

مشرق و مغرب و آنچہ میان ایشانست اگر ہستید شما میدانید

مشرق اور مغرب کا رب اور جو کچھ اسکے درمیان ہے، اگر تم سب عقل رکھتے ہو ۴

قَالَ لَئِنِ اتَّخَذْتَ اِلٰهًا غَيْرِيْ لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ

گفت اگر فرا گیری معبودی بجز من البتہ گردانیم ترا از

کہا: اگر تو نے کسی کو میرے سوا معبود بنایا ہے تو ضرور میں تمہیں قیدیوں میں سے

الْمَسْجُوْنِيْنَ ﴿٢٩﴾ قَالَ اَوَلَوْ جِئْتُكَ بِشَيْءٍ مُّبِيْنٍ ﴿٣٠﴾ قَالَ

زندانیان گفت آیا ایں کنی گر بیارم بچیزے بیدا گفت

کرونگا ۵ فرمایا (موسیٰ نے) اگر میں تیرے پاس روشن چیز لاؤں جبھی تو (ایسا) کریگا ۶ کہا:

فَاْتِ بِهٖٓ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿٣١﴾ فَاَلْقٰى عَصَاهُ

کہ بیار بآں اگر ہستی تو از راستگویان پس بینداخت عصاے خود را

کہ تو اسے لا اگر تو سچ کہنے والوں میں سے ہے ۷ پس ڈال دیا اپنے عصا کو

فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ ﴿٣٢﴾ وَّنَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِيَ بَيْضَآءُ

پس آنجا عصا اژدھا بود آشکار و بیروں آورد دست خود پس آنجا سفید بود

تو اس جگہ عصا کھلا اژدھا ہو گیا ۸ اور نکالا اپنے ہاتھ کو تو وہ سفید ہوا

۱ یعنی موسیٰ کا جواب تم نے سنا میں نے ان سے انکے رب العالمین کی حقیقت پوچھی اور یہ اسکے افعال و آثار کا ذکر کرنے لگے، یا یہ مطلب ہے کہ آسمان تو قدیم بالذات ہے اور یہ کہہ رہے ہیں کہ انکا رب خالق ہے شاید فرعون دہریہ خیال کا تھا، یا اسکا مطلب یہ ہو کہ آسمان کسی مؤثر فاعل کا محتاج نہیں ہے اور یہ ان کو رب مانتے ہیں۔ (مظہری)

۲ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ آسمان و زمین کی تخلیق و حدوث تو ان لوگوں کے سامنے نہیں اس لئے یہ آسمانوں کو قدیم خیال کرنے لگے ایسی دلیل پیش کرنی چاہیئے اور ایسی مخلوق کا رب ہونا ظاہر کرنا چاہیئے جس کے قدیم ہونے کا ان کو توہم بھی نہ ہو اور جس کی احتیاج کسی مصور حکیم کی جانب بالکل نمایاں ہو اس لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: وہ تمہارا بھی رب اور تمہارے سابق باپ دادا کا بھی۔ (مظہری)

۳ یعنی فرعون نے اپنے لوگوں کو مخاطب کر کے کہا کہ موسیٰ جو کچھ کہہ رہے ہیں ایسا کوئی عقلمند نہیں کہہ سکتا ہے، فرعون نے رسول کا لفظ بطور استہزاء کہا۔ (روح البیان)

۴ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حق کی تعریف میں اضافہ کر کے یہ فرمایا اور اسکی سفاہت بھری گفتگو کی جانب توجہ نہیں فرمائی۔ واضح رہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی ربوبیت آسمانوں اور زمین اور جو کچھ اس کے درمیان ہے، کیلئے حضرت موسیٰ علیہ السلام ثابت کر چکے تھے تو مشرق اور مغرب بھی اس میں شامل تھا لیکن یہاں صراحت کا ارادہ کر کے مشرق اور مغرب کا ذکر فرمایا تا کہ اس پر واضح ہو جائے کہ عالم میں کبھی نور پھیلتا ہے اور کبھی ظلمت پھیلتی ہے یہ سب اسی علیم و حکیم کی جانب محتاج ہیں۔ (روح البیان)

۵ یعنی میں تجھے ان قیدیوں میں شامل کر دونگا جن کی حالت میرے قید خانے میں تجھے معلوم ہے، کلبی کہتے ہیں کہ فرعون کے قید کی حالت قتل سے بھی زیادہ سخت تھی، قیدی کو تنہا اندھیری کوٹھری میں پھینک دیتا تھا قیدی کو وہاں کچھ نظر نہ آتا تھا اور لڑکھڑاتا ہوا زمین کے اندر چلا جاتا تھا، فرعون کو سخت عذاب دینے کی قدرت حاصل تھی اس سے اس نے اپنے رب ہونے پر استدلال کیا اور صانع عالم کا انکار کرنے لگا۔ (مظہری) ۶ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر میں تمہارے سامنے وہ چیز لاؤں جو میرے دعویٰ کی تصدیق کرے تو کیا جب بھی تو میرے ساتھ یہ کام کریگا؟ اس سے مراد معجزہ کا اظہار ہے جو صانع کے وجود پر دلالت کرے اور اسکی حکمت پر بھی دلالت کرے، اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے صدقِ نبوت پر بھی دلالت کرے۔ (روح البیان) یہ آیت دلالت کر رہی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عصا ڈالنے سے پہلے یہ علم تھا کہ یہ عصا سانپ بن جائیگا اگر یہ علم نہ ہوتا تو اَوَ لَوْ جِئْتُكَ بِشَيْءٍ مُّبِيْنٍ نہ کہتے۔ (تفسیر کبیر) ۷ پس جب آپ نے عصا کو زمین پر رکھا تو اللہ تعالیٰ کے وعدہ کے مطابق وہ سانپ بن گیا۔ (تفسیر کبیر) ۸ مروی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب اپنا عصا زمین پر ڈالا تو وہ سانپ بن کر ایک میل کی مقدار آسمان کی جانب بلند ہوا اسکے بعد فرعون کی جانب مائل ہوا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے عرض کرنے لگا اے موسیٰ! آپ مجھے حکم دیجئے جو آپ چاہتے ہیں، ادھر فرعون کہنے لگا اے موسیٰ میں تمہیں اسکا واسطہ دیتا ہوں جس نے آپ کو بھیجا ہے آپ اسے پکڑ کر اسے اصلی حالت میں لوٹا دیں پھر آپ نے عصا کو اپنی اصلی حالت پر لوٹا دیا۔ واضح رہے کہ اس جگہ عصا کے سانپ بننے کو ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ کہا گیا ہے، دوسری جگہ حَيَّةٌ تَسْعٰى کہا گیا ہے اور تیری جگہ كَاَنَّهَا جَآنٌّ کہا گیا ہے۔ (تفسیر کبیر)

لِلنّٰظِرِیْنَ ﴿۳۳﴾ قَالَ لِلْمَلَاِ حَوْلَهٗۤ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِیْمٌ ﴿۳۴﴾

بینندگانرا گفت فرعون گروه خود را ہر آئنہ ایں جادو داں است دانا

دیکھنے والوں کیلئے ۱ کہا فرعون نے اپنے گروہ سے بیشک یہ دانا جادوگر ہے ۲

یُّرِیْدُ اَنْ یُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهٖ ۖۗ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ ﴿۳۵﴾

میخواہد آنکہ بیروں کند شما را از زمین شما بجادوے خود پس چہ فرمائید مرا

تمہیں تمہاری زمین سے اپنے جادو کے ذریعے نکالنا چاہتے ہیں پس تم سب مجھے کیا مشورہ دیتے ہو ۳

قَالُوْۤا اَرْجِهْ وَ اَخَاهُ وَ ابْعَثْ فِی الْمَدَآئِنِ حٰشِرِیْنَ ﴿۳۶﴾

گفتند حبس کن او را و برادر او و بفرست در شہرہا جمع کنندگان

انھوں نے کہا انھیں اور ان کے بھائی کو روک لو اور شہروں میں (جادوگروں کو) جمع کرنے والوں کو بھیجو ۴

یَاْتُوْكَ بِكُلِّ سَحَّارٍ عَلِیْمٍ ﴿۳۷﴾ فَجُمِعَ السَّحَرَةُ لِمِیْقَاتِ یَوْمٍ

بیارند بتو ہر جادوے دانا پس جمع شدند جادو دان برائے ہنگام روزے

وہ سب تیرے پاس ہر دانا جادوگر لائیں ۵ پس جادوگر جمع کئے گئے ایک معلوم شدہ دن

مَّعْلُوْمٍ ﴿۳۸﴾ وَّ قِیْلَ لِلنَّاسِ هَلْ اَنْتُمْ مُّجْتَمِعُوْنَ ﴿۳۹﴾ لَعَلَّنَا نَتَّبِعُ

دانستہ شدہ و گفتہ مردمانرا آیا ہستید شما فراہم آیندگان شاید کہ ما

کے وقت پر ۶ اور کہا گیا لوگوں سے کیا تم سب جمع ہونے والے ہو ۷ شاید کہ ہم پیروی کریں

السَّحَرَةَ اِنْ كَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِیْنَ ﴿۴۰﴾ فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ

پیروی کنیم جادو آنرا اگر باشند ایشاں غلبہ کنندگان پس آنوقت آمدند جادو دان

ان جادوگروں کی اگر یہ سب غلبہ پانے والے ہوں ۸ پس جسوقت جادو جاننے والے آئے

قَالُوْا لِفِرْعَوْنَ اَئِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِیْنَ ﴿۴۱﴾

گفتند فرعون را آیا ما را باشد مزدے اگر باشیم ما غلبہ کنندگان

تو کہا فرعون سے کیا ہمارے لئے کوئی اجر ہو گا اگر ہم غلبہ پانے والے ہوں ۹

تفسیر اظہار العرفان

۱ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب عصا کو سانپ بنا کر دکھا دیا تو فرعون نے کہا کہ کیا اسکے علاوہ بھی کوئی نشانی تمہارے پاس ہے۔ آپ نے جواب دیا ہاں۔ پھر آپ نے اپنے ہاتھ کو گریبان میں داخل کر کے نکالا تو ہاتھ اسقدر روشن ہو کر نکلا کہ اسکی روشنی سے پوری وادی روشن ہو گئی۔ جس طرح سورج سے شعائیں نکلتی ہیں اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے نور کی شعائیں نکل رہی تھیں۔ (تفسیر کبیر)

۲ فرعون نے اس حجت کو دیکھ کر اپنی قوم کے سامنے تین امور کا ذکر کیا [ان تین میں سے پہلا اس آیت کریمہ میں موجود ہے] فرعون اپنی قوم سے کہنے لگا کہ یہ جادوگر ہیں چونکہ اس زمانہ میں جادو کا کافی زور تھا اور لوگ کثرت سے اسے سیکھتے تھے اس لئے فرعون نے آسانی سے یہ جملہ کہہ دیا۔ (تفسیر کبیر)

۳ فرعون نے دوسری بات اپنی قوم سے یہ کہی کہ موسیٰ تمہیں اپنے جادو کے ذریعے شہر سے نکالنا چاہتے ہیں اور یہ اپنی پرانی عداوت کا بدلہ لینا چاہتے ہیں' تیسری بات اس نے اپنی قوم سے یہ کہی کہ تم لوگ مجھے مشورہ دو کہ اب میں کیا کروں۔ (تفسیر کبیر)

۴ قومِ فرعون ان تینوں باتوں کے جواب میں صرف ایک بات پر متفق ہو گئی اور وہ یہ کہ اس معاملہ کو مؤخر کر دو اور ایک وقت مقرر کر کے لوگوں کو جمع کیا جائے اور ان سے مناظرہ کیا جائے۔ کہا گیا ہے کہ قوم نے فرعون کو مشورہ دیا کہ موسیٰ کو لوگوں کے جمع ہونے تک روک لیا جائے، یہ بھی مروی ہے کہ فرعون نے ارادہ کیا کہ موسیٰ علیہ السلام کو قتل کر ڈالیں لیکن وہ موسیٰ علیہ السلام تک نہ پہنچ سکا تو قوم نے مشورہ دیا کہ ایسا نہ کرو، اگر تو نے ایسا کیا تو لوگ موسیٰ کے معاملے میں شکوک وشبہات میں پڑ جائیں گے اس لئے تم انھیں اور انکے بھائی کو لوگوں کے جمع ہونے تک روک کر رکھو۔ اسکے بعد فرعون نے لوگوں کو جمع کرنے کا اشارہ کیا یہ گمان کرتے ہوئے کہ ہمارے پاس بڑے بڑے جادوگر موجود ہیں جو موسیٰ پر غالب آسکتے ہیں۔ (تفسیر کبیر) ۵ یعنی ایسے جادوگروں کو لاؤ جو اپنے فن میں ماہر ہوں اور موسیٰ پر غالب آجائیں۔ (روح البیان) ۶ فرعون نے لوگوں کو شہروں میں بھیجا تا کہ جادوگروں کو جمع کیا جائے چنانچہ ایک روایت کے مطابق ۷۲ جادوگروں کو جمع کیا گیا' دوسری روایت کے مطابق ستر ہزار جادوگروں کو جمع کیا گیا یہ سب اسکندریہ میں جمع ہوئے۔ لِمِیْقَاتِ یَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ: یوم زینت کے چاشت کا وقت اس سے مراد ہے اور یہ وہ دن ہے جس میں ہر سال پوری قوم جمع ہوتی تھی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ وہ سب متفق ہو گئے تھے کہ سال کے پہلے ہفتہ میں جمع ہونگے اس روز کو وہ لوگ نیروز کہتے تھے' پھر یہ طے پایا کہ نیروز کے دن چاشت کے وقت ساری کاروائیاں ہونگیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے قَالَ مَوْعِدُكُمْ یَوْمُ الزِّیْنَةِ وَ اَنْ یُّحْشَرَ النَّاسُ ضُحًى کہ تمہارے وعدہ کا دن یوم زینت ہے اور یہ کہ چاشت کے وقت لوگوں کو جمع کیا جائے۔ (روح البیان) ۷ فرعون کے اشراف' اہل شہر اور دیگر حاضر ہونے والوں سے کہا گیا' اس میں اشارہ ہے کہ لوگ جمع ہونے سے گریزاں تھے اس لئے انھیں جمع ہونے کی ترغیب دی جارہی ہے یہاں استفہام سے حقیقی معنی مراد نہیں ہے۔ (روح البیان) ۸ لَعَلَّ امید ظاہر کرنے کیلئے آتا ہے اور امید کا لفظ اس کی تائید کر رہا ہے کہ جادوگروں سے مراد ہیں فرعون کے جمع کئے ہوئے جادوگر [حضرت مفسر علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ] جادوگروں سے مراد ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام اب آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ اگر موسیٰ اور ہارون غالب ہو گئے تو شاید ہم ان کے دین پر چلنے لگیں۔ (مظہری) ۹ یعنی مال اور اجر جزیل سے نوازے جائیں گے یا نہیں؟ (صفوۃ التفاسیر)

قَالَ نَعَمْ وَاِنَّكُمْ اِذًا لَّمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿۴۲﴾ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰى

گفت آری ہر آئنہ شما آنوقت از نزدیگان باشید گفت ایشانرا موسیٰ

کہا ہاں بیشک تم اسوقت مقربین میں سے ہو جاؤ گے ۱ فرمایا ان سے موسیٰ نے

اَلْقُوْا مَآ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ ﴿۴۳﴾ فَاَلْقَوْا حِبَالَهُمْ وَعِصِيَّهُمْ وَقَالُوْا بِعِزَّةِ

بیفکند آنچہ شما افگند گانید پس بیفکندند رسمہاے خود را و عصاہاے خود را و گفتند سوگند است ایزدی

ڈالو جو تم ڈالنے والے ہو ۲ پس انھوں نے اپنے رسیوں اور اور اپنے عصا کو ڈالا اور کہا قسم ہے

فِرْعَوْنَ اِنَّا لَنَحْنُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۴۴﴾ فَاَلْقٰى مُوْسٰى عَصَاهُ فَاِذَا

فرعون ہر آئنہ ما غلبہ کنندگانیم پس افگند موسیٰ عصاے خود پس

فرعون کی عزت کی بیشک ہم غلبہ پانے والے ہیں ۳ پھر موسیٰ نے اپنا عصا ڈالا تو

هِيَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ ﴿۴۵﴾ فَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ ﴿۴۶﴾

آنجا فرو برد ناگہاں آنچہ تزویر میکردند پس بروی افگند شدند ساحران سجدہ کنان

اس جگہ اچانک اسے نگلنے لگا جو مکر وہ سب کر رہے تھے ۴ پس جادوگر سجدہ کرتے ہوئے چہرہ کے بل (زمین پر)

قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۷﴾ رَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿۴۸﴾

گفتند گرویدیم ما پروردگار عالمیان پروردگار موسیٰ و ھارون

گر گئے ۵ انھوں نے کہا ہم ایمان لائے (اس پر) جو عالمین کا رب ہے ۶ موسیٰ اور ہارون کا رب ہے ۷

قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۚ اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِيْ

گفت آیا گرویدید او را پیش ازانکہ دستوری دہم شما را ہر آئنہ او بزرگ ترین شما ست آنکہ

کہا (فرعون نے) کیا تم ایمان لائے ان پر اس سے پہلے کہ میں اجازت دیتا تمہیں، بیشک وہ تمہارا بڑا ہے جس نے

عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ۚ فَلَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۬ؕ لَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ

بیاموخت شما را جادو دان پس زود میدانید ہر آئنہ برم دستہاے شما

تمہیں جادو سکھایا پس بہت جلد تم جان لو گے، بیشک میں تمہارے ہاتھوں کو کاٹوں گا ۸

تفسیر اظہار العرفان

۱ جادوگروں نے بصورتِ غلبہ معاوضہ کی طلب ظاہر کی تھی فرعون نے ان کی طلب سے زیادہ اپنا مقرب بنانے کا وعدہ کرلیا اسکے بعد جادوگروں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا آپ جو کچھ پھینکنا چاہتے ہیں پہلے پھینکئے یا ہم کو اجازت دیجئے کہ ہم پہلے پھینکیں۔ (مظہری)

۲ اس آیت سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ جادو کرنا تو حرام ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انکو جادو کرنے کا حکم کیوں دیا کیونکہ اس جگہ حکم دینا تو مراد ہی نہیں ہے بلکہ صرف اجازت مقصود ہے اور اجازت بھی پہلے کر چکنے کی تا کہ موسیٰ کو اپنا معجزہ ظاہر کرنے کا موقع مل جائے، یا یوں کہا جائے کہ امر اس جگہ بمعنی تحقیر ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے معجزہ کے مقابلے میں انکے جادو کو حقیر قرار دیا اور اس تحقیر کو ظاہر کرنے کیلئے فرمایا جو کرنے والے ہو کرو۔ (مظہری)

۳ جادوگروں نے فرعون کی عزت کی قسم کھائی کیونکہ انکے اعتقاد کے مطابق غلبہ ان کے قریب تھا۔ واضح رہے کہ غیر اللہ کی قسم جاہلیت کے اقسام میں سے ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ تم اپنے آباء اور امہات اور طواغیت کی قسم نہ کھاؤ، قسم نہ کھاؤ مگر اللہ کی اور تم اللہ کی قسم نہ کھاؤ مگر صدقِ دل سے۔ (روح البیان) ہمارے اسلام میں جہاں کہیں غیر اللہ کی قسم ہے اسکی تاویل کی جاتی ہے یہاں تک کہ وہ قسم اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ثابت ہوتی ہے مثلاً وَالشَّمْسِ میں عبارت حذف مانتے ہیں یعنی اصل عبارت وَرَبِّ الشَّمْسِ ہوگی یعنی سورج کے رب کی قسم۔ دوسری تاویل یہ ہوگی کہ ان جگہوں میں صورت قسم کی ہے لیکن حقیقت میں قسم نہیں ہے کیونکہ اہل عرب کا طریقہ ہے کہ کلام کے مضمون کی تاکید کا ارادہ کرتے ہیں یا اس کے صدق کا ارادہ کرتے ہیں تو کلام کو قسم کی صورت میں پیش کرتے ہیں اس لئے کہ سارے مؤکدات میں یہ قوی ترین ہے اس میں یمینِ شرعی مقصود نہیں ہوتی۔ (عصیدۃ الشہدۃ شرح قصیدہ بردہ) ۴ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے عصا کو ڈالا تو اچانک ایک بڑا سانپ بن کر انکی رسیوں اور لاٹھیوں کو نگلنے لگا۔ (صفوۃ التفاسیر) ۵ یعنی جب جادوگروں نے پیش نظر منظر دیکھ لیا اور سمجھ گئے کہ جادو سے ایسا ہونا ممکن نہیں تو اپنے پر قابو نہ رکھ سکے اور بے اختیار ہو کر سجدے میں گر پڑے، اللہ تعالیٰ نے انکو توبہ کی توفیق عنایت کردی اور [ایک غیبی ہاتف نے] ان کو سجدہ میں گرادیا۔ آیت بتارہی ہے کہ جادو نام ہے صرف شعبدہ گری طمع کاری اور خیال کو متاثر کرنے کا اسکی حقیقت کچھ نہیں ہے [جبکہ کچھ علماء نے کہا کہ جادو حق ہے یعنی واقعی ایک حقیقت مؤثرہ ہے] حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ اس نظریئے کی تردید کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جادو کی واقعی کوئی حقیقت نہیں اگر اسکی کچھ حقیقت ہے تو صرف اتنی کہ یہ ایک مطرح شعبدہ گری، فریب کو بصورتِ واقعیت دکھادینا اور لوگوں کے خیال پر اثر انداز ہونا ہے۔ (مظہری) ۶ یعنی جادوگروں نے سجدہ میں کہا کہ ہم ایمان لائے اللہ پر جو زبردست کبیر ہے۔ طبری کہتے ہیں کہ جادوگروں پر جب یہ بات خوب واضح ہوگئی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جو لیکر آئے ہیں جادو نہیں ہے بلکہ حق ہے اور یہ اسکی قدرت میں سے ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا تو سجدے میں گر پڑے۔ (صفوۃ التفاسیر) ۷ یعنی وہ رب العالمین جس کی جانب ہمیں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام بلاتے ہیں۔ (صفوۃ التفاسیر) ۸ یعنی فرعون نے جادوگروں سے کہا کہ تمہارا علم بھی چونکہ موسیٰ کے علم کا ایک حصہ ہے اس لئے تم سب ان پر ایمان لے آئے۔ فرعون اس جملے سے اپنی قوم کو شک وشبہ میں ڈالنا چاہتا تھا۔ (بیضاوی)

وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّلَاُوصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿٤٩﴾ قَالُوْا

و پایہاے شما غالب بخلاف یکدیگر و بردار کنم بچلیپا شما را ہمہ گفتند

اور تمہارے پاؤں کو ایک دوسرے کے خلاف جانب سے اور میں تم سب کو سولی پر اٹھاؤنگا انھوں نے کہا

لَا ضَيْرَ ۡ اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ ﴿٥٠﴾ اِنَّا نَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لَنَا

نیست ضروری ہر آئنہ ما بسوے پروردگار خود باز گردند گانیم ہر آئنہ ما طمع میداریم آنکہ بیامرزد ما را

نہیں ہے کوئی نقصان بیشک ہم اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں ١ بیشک ہم امید رکھتے ہیں کہ بخش دیگا ہمیں

رَبُّنَا خَطٰيٰنَآ اَنْ كُنَّآ اَوَّلَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٥١﴾ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى

پروردگار ما گناہان ما آنکہ بودیم ما اول مومنان و وحی کردیم ما بسوے

ہمارا رب ہمارے گناہوں کو یہ کہ ہم ہو جائیں اول ایمان لانے والے ٢ اور ہم نے وحی کی

مُوْسٰٓى اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْٓ اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ ﴿٥٢﴾ فَاَرْسَلَ

موسیٰ آنکہ ببر بندگان مرا ہر آئنہ شما از پے در آمد شوید پس فرستاد

موسیٰ کی جانب کہ لے جاؤ میرے بندوں کو بیشک تمہارا پیچھا کیا جائیگا ٣ بھیجا

فِرْعَوْنُ فِي الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ﴿٥٣﴾ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَشِرْذِمَةٌ

فرعون در شہرہا جمع کنندگان ہر آئنہ ایں گروہ گروہے

فرعون نے شہروں میں جمع کرنے والے کو ٤ بیشک یہ گروہ ایک چھوٹا

قَلِيْلُوْنَ ﴿٥٤﴾ وَاِنَّهُمْ لَنَا لَغَآئِظُوْنَ ﴿٥٥﴾ وَاِنَّا لَجَمِيْعٌ حٰذِرُوْنَ ﴿٥٦﴾

اندکند و ہر آئنہ ایشاں ما را بخشم آرندگانند و ما ہمہ سلاحدارانیم

گروہ ہے ٥ اور بیشک وہ سب ہمیں غصہ میں لانے والے ہیں ٦ اور بیشک ہم سب اسلحہ رکھنے والے ہیں ٧

فَاَخْرَجْنٰهُمْ مِّنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿٥٧﴾ وَّكُنُوْزٍ وَّمَقَامٍ

پس بیروں آوردیم ایشانرا از بوستانہا و چشمہا و گنجہا و منزلہا

پس ہم نے انھیں باغوں اور چشموں سے باہر نکالا ٨ اور خزانوں اور عمدہ ٩

تفسیر اظہار العرفان

١ ایمان لانے والے جادوگروں نے فرعون کے کلمات کا دو طریقے سے جواب دیا [ان میں سے پہلا طریقہ اس آیت میں موجود ہے] یعنی ہم لوگوں نے دار جزا کو پہچان لیا ہے اب تمہارا کوئی ضرر بھی ہمیں راہِ راست سے نہیں ہٹا سکتا ہے۔ اِنَّـا اِلٰـی رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ: اس میں ایک نکتہ ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ سب اللہ تعالیٰ کی محبت میں جا پہنچے اور انھوں نے سوائے حضرت الٰہی کے وصول کے کسی اور شے کا ارادہ نہیں کیا وہ سب ثواب کی رغبت میں اور عذاب سے ڈرتے ہوئے ایمان لائے، اسکا مقصد رضائے الٰہی کا وصول ہے اور یہ درجہ صدیقین کا اعلیٰ مقام ہے۔ (تفسیر کبیر)

٢ اس آیت میں دوسرا جواب ہے۔ آیت میں طمع سے مراد یقین ہے جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس فرمان میں ہے وَالَّـذِیْ اَطْمَعُ اَنْ یَّغْفِرَلِیْ خَطِیْئَتِیْ یَوْمَ الدِّیْنِ: یعنی اور وہ ذات جسکی جانب مجھے یقین ہے کہ وہ میری خطا کو معاف فرمائیگا قیامت کے روز۔ اَنْ کُنَّـا اَوَّلَ الْمُؤْمِنِیْنَ: یعنی جتنے لوگ یہاں حاضر ہیں ان سب میں ہم اول ایمان لانے والے ہو جائیں یا اس سے مراد یہ ہے کہ جادوگروں میں ہم اول ایمان لانے والے ہو جائیں یا فرعون کی رعیت میں جتنے لوگ ہیں ہم ان سب میں اول ایمان لانے والے ہو جائیں۔ (تفسیر کبیر)

٣ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس وحی بھیجی کہ بنی اسرائیل کے ہر چار گھر والوں کو ایک گھر میں جمع کرو پھر بھیڑ کے بچوں کو ذبح کر کے ان کا خون گھر کے دروازوں پر لگا دو میں فرشتوں کو حکم دونگا جن گھروں پر خون کا نشان ہوگا اس میں داخل نہ ہوں پھر میں فرشتوں کو حکم دونگا وہ قومِ فرعون کے بچوں کو مار ڈالیں گے اور ان کو مالی نقصان پہنچائیں گے پھر تم چپاتیاں پکانا پھر راتوں رات میرے بندوں کو لے کر سمندر پر پہنچ جانا وہاں تم کو میرا حکم ملیگا صبح ہوئی تو لوگوں نے فرعون سے کہا یہ حرکت موسیٰ اور ان کے ساتھیوں کی ہے انھوں نے ہمارے بچے مار ڈالے اور مال بھی لے گئے فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پیچھے پندرہ لاکھ سردار جن میں سے ہر ایک کی کمانڈ میں ایک ہزار آدمی تھے روانہ کر دیئے اور خود بھی اپنی عظیم کرسی پر بیٹھ کر نکل کھڑا ہوا۔ میں کہتا ہوں کہ فرعون کے لشکر کی اتنی تعداد بعید از عقل ہے۔ (مظہری) ٤ یعنی فرعون کو جب بنی اسرائیل کے چلے جانے کی خبر ملی تو فرعون نے لشکر جمع کرنے کا حکم دیا۔ (صفوۃ التفاسیر) ٥ طبری کہتے ہیں کہ بنی اسرائیل چھ لاکھ ستر ہزار تھے لیکن فرعون کے لشکر کے اعتبار سے اسے قلیل کہا گیا ہے۔ (صفوۃ التفاسیر) ٦ ان لوگوں نے ہمارے دین کی مخالفت کی اور اسکے بعد ہمارے ساز و سامان بھی لے کر چلے گئے، ان پر ہمیں مزید غصہ اس لئے بھی آ رہا ہے کہ ان لوگوں نے ہم سے جانے کی اجازت بھی نہ لی۔ (القرطبی) ٧ یعنی ہم لوگ مستعد بھی ہیں اور صاحبِ اسلحہ بھی ہیں۔ (القرطبی) ٨ حضرت عبداللہ بن عمرو کہتے ہیں کہ ان کے باغات دریائے نیل کے دونوں کنارے تھے اور ان باغات کے درمیان کھیتیاں تھیں۔ واضح رہے کہ دریائے نیل کے ساتھ خلیج ہیں، خلیج اسکندریہ، خلیج سما، خلیج دمیاط، خلیج سردوس، خلیج منف، خلیج فیوم اور خلیج منھی، کھیتیاں ہر دو خلیج کے درمیان تھے حضرت عبداللہ بن عمرو عاص کہتے ہیں کہ مصر کا دریائے نیل سید الانھار اللہ تعالیٰ نے اسے مشرق اور مغرب کی ہر نہر کیلئے مسخر کیا اللہ تعالیٰ نے اس کیلئے دیگر نہروں کو تابع کیا۔ (القرطبی) ٩ یعنی ہم نے ان کیلئے سونے اور چاندی کے خزانے نکالے اور عمدہ مکانات۔ (صفوۃ التفاسیر)

كَرِيمٍ ﴿۵۸﴾ كَذَٰلِكَ ۖ وَأَوْرَثْنَاهَا بَنِي إِسْرَائِيلَ ﴿۵۹﴾ فَأَتْبَعُوهُم

نیکو اینچنیں و میراث دادیم آنرا بنی اسرائیل پس از پے در آمدند ایشانرا

مکانوں سے۔ ایسا ہی (ہم نے کیا) اور ہم نے انکی میراث بنی اسرائیل کو دی ۱ پس پیچھا کیا ان کا

مُّشْرِقِينَ ﴿۶۰﴾ فَلَمَّا تَرَاءَى الْجَمْعَانِ قَالَ أَصْحَابُ

بجہت مشرق پس آنوقت کہ دیدند یکدیگر را گفتند یاران

مشرق کی طرف سے ۲ پس جسوقت انھوں نے ایک دوسرے کو دیکھا تو اصحابِ موسیٰ نے کہا کہ

مُوسَىٰ إِنَّا لَمُدْرَكُونَ ﴿۶۱﴾ قَالَ كَلَّا ۖ إِنَّ مَعِيَ رَبِّي سَيَهْدِينِ ﴿۶۲﴾

موسیٰ کہ مادر یافتہ شدگانیم گفت نہ چنیں است ہر آئنہ من است پروردگار من زود راہ نماید مرا

ہم سب پکڑے گئے ۳ فرمایا (موسیٰ نے) ایسا نہیں ہے' بیشک میرے ساتھ میرا رب ہے بہت جلد مجھے راہ دیگا ۴

فَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ مُوسَىٰ أَنِ اضْرِب بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ ۖ

پس وحی کردیم ما بسوے موسیٰ آنکہ بزن بعصاے خود دریا را

پس ہم نے موسیٰ کی جانب وحی کی کہ اپنے عصا کو دریا میں مارو

فَانفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيمِ ﴿۶۳﴾ وَأَزْلَفْنَا

پس بشگافت پس شد ہر پارہ مانند کوہ را و جمع کردیم

پس پھٹ گیا اور ہر حصہ بڑے پہاڑ کی مانند ہو گیا ۵ اور ہم نے جمع کیا

ثَمَّ الْآخَرِينَ ﴿۶۴﴾ وَأَنجَيْنَا مُوسَىٰ وَمَن مَّعَهُ أَجْمَعِينَ ﴿۶۵﴾

آنجا دیگرانرا و برہانیدیم ما موسیٰ را و ہر کہ با او بود ہمہ

اس جگہ دوسروں کو ۶ اور ہم نے نجات دی موسیٰ کو اور ان سب کو جو ان کے ساتھ تھے ۷

ثُمَّ أَغْرَقْنَا الْآخَرِينَ ﴿۶۶﴾ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً ۖ وَمَا كَانَ

پس غرق کردیم دیگرانرا ہر آئنہ دریں نشانہ است و نبودند

پھر ہم نے غرق کیا دوسروں کو ۸ بیشک اس میں نشانی ہے' اور

۱ یعنی ان تمام کا جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے پہلے فرمایا: باغات' چشمے' خزانے اور مقامِ کریم' ان تمام کا وارث اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو بنایا' حضرت حسن کہتے ہیں کہ فرعون اور اسکی قوم کی ہلاکت کے بعد بنی اسرائیل مصر لوٹ آئے اور ان کی جائیداد کے وارث بن گئے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ بنی اسرائیل نے آلِ فرعون سے جو زیورات استعارۃً لئے تھے اللہ تعالیٰ کے حکم سے یہ اسکے وارث بن گئے۔(القرطبی)

۲ یعنی فرعون اور اسکی قوم بنی اسرائیل کے تعاقب میں نکل پڑے' حضرت سدی کہتے ہیں کہ جس وقت سورج شعاع کے سبب خوب چمک رہا تھا اسوقت یہ لوگ تعاقب کیلئے نکلے، حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ جب زمین سورج کی ضیاء سے روشن ہوگئی۔ اس میں اختلاف ہے کہ قوم فرعون بنی اسرائیل کے تعاقب میں اتنی دیر سے کیوں نکلی۔(۱) رات میں وباء کی وجہ سے انکے جو بچے مر گئے تھے ان سب کی تدفین کی وجہ سے تاخیر ہوئی (۲) آسمان پر سخت سیاہ بادل تھے جس کے سبب صبح ہونے کے باوجود بھی وہ سب سمجھے کہ ابھی رات ہی ہے۔(القرطبی)

۳ یعنی دونوں ایک دوسرے کے اتنے قریب ہو گئے کہ بآسانی ایک دوسرے کو دیکھنے لگے' یہاں جَمْعٰنِ سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا جمع ہونا ہے اس منظر کو دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ والے کہنے لگے کہ بس ہم اب پکڑیں جائیں گے کیونکہ ہمارے آگے دریا ہے اور ہمارے پیچھے قوم فرعون ہے اس لئے ہمارے بچنے کی کوئی صورت نہیں ہے۔(روح البیان)

۴ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ ایسا ہرگز نہیں ہے تم لوگ ایسی بات مت کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں نجات دینے کا وعدہ فرمایا۔ اِنَّ مَعِیَ رَبِّیْ: یعنی اللہ تعالیٰ حفظ' نصرت' رعایت اور عنایت کے میرے ساتھ ہے۔ محققین نے اس مقام پر کہا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے کلام میں معیت کو مقدم رکھا[کیونکہ مَعِیَ پہلے ہے اور رَبِّیْ بعد میں]اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کلام میں معیت کو مؤخر رکھا[کیونکہ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا میں مَعَنَا بعد میں ہے اور اسم جلالت پہلے ہے]اس سے عرفاء کے ضمائر روشن ہوجاتے ہیں کلیم اللہ علیہ السلام نے اپنی ذات سے حق کو ملاحظہ فرمایا اور یہ مرید کا مقام ہے' جبکہ حبیب اللہ علیہ السلام نے حق سے اپنی ذات کو ملاحظہ فرمایا اور یہ مراد کا مقام ہے۔ مرید کو جو کہا جاتا ہے وہ وہی کرتا ہے اور مراد جو کچھ کہتا ہے ویسا ہی ہوتا ہے۔ کشف الاسرار میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مَعِیَ رَبِّیْ کہا مَعَنَا رَبِّیْ نہ کہا اس لئے کہ آپکی قوم فرعون اور اسکی قوم کی ہلاکت کے بعد بچھڑے کی عبادت میں مبتلا ہوگئی جبکہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جب غار میں تھے تو آپ کے ساتھ صدیق اکبر احوال صدق کے ساتھ تھے اس لئے آپ نے اپنی معیت میں صدیق اکبر کو بھی شامل رکھا۔(روح البیان) ۵ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ اپنے عصا کو دریا پر مارو چنانچہ جب آپ نے عصا کو دریا پر مارا تو بارہ راستے نکل آئے بنی اسرائیل کے بارہ قبائل تھے ہر ایک قبیلہ ایک راستہ سے گذرنے لگا' پانی دونوں بڑے پہاڑ کی طرح رُکا رہا یہاں تک کہ گذرتے ہوئے ایک قبیلہ کے لوگ دوسرے قبیلہ کے لوگوں کو بآسانی دیکھ رہے تھے۔(القرطبی) ۶ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اَزْلَفْنَا بمعنی قَرَّبْنَا ہے یعنی ہم نے فرعون اور اسکی قوم کیلئے دریا کو ملا دیا' حضرت ابوعبیدہ کہتے ہیں کہ اَزْلَفْنَا بمعنی جَمَعْنَا ہے یعنی ہم نے فرعون اور اسکی قوم کو دریا کے وسط میں جمع کر دیا۔(القرطبی) ۷ یعنی دریا میں ڈوبنے سے محفوظ رکھا۔(بیضاوی) ۸ فرعون اور اس کی قوم کو غرق کر دیا۔(صفوۃ التفاسیر)

اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿٦٧﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿٦٨﴾ وَاتْلُ

اکثر ایشاں مومنان و ہر آئنہ پروردگار تو اوست غالب مہربان و بخوان

انکے اکثر مؤمنین نہ تھے ۱ اور بیشک تمہارا رب وہی غالب مہربان ہے ۲ اور پڑھیئے

عَلَيْهِمْ نَبَاَ اِبْرٰهِيْمَ ﴿٦٩﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَا تَعْبُدُوْنَ ﴿٧٠﴾

بر ایشاں ابراہیم چوں گفت مر پدر خود را چیست کہ می پرستید

ان پر ابراہیم کی خبر ۳ جب اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا کہ تم کسے پوجتے ہو ۴

قَالُوْا نَعْبُدُ اَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عٰكِفِيْنَ ﴿٧١﴾ قَالَ هَلْ

گفتند می پرستیم بتانرا پس باشیم آنرا مجاور گفت آیا

انھوں نے کہا ہم بتوں کو پوجتے ہیں پس ہم اسی کے ساتھ جمے ہوئے رہتے ہیں ۵ فرمایا: کیا

يَسْمَعُوْنَكُمْ اِذْ تَدْعُوْنَ ﴿٧٢﴾ اَوْ يَنْفَعُوْنَكُمْ اَوْ يَضُرُّوْنَ ﴿٧٣﴾ قَالُوْا

می شنوند شما را خواندن شما یا سود رسانند شما را یا زیاں رسانند گفتند

وہ تمہاری سنتے ہیں جب تم پکارتے ہو ۶ یا تمہیں نفع پہنچاتے ہیں یا نقصان پہنچاتے ہیں ۷ انھوں نے کہا

بَلْ وَجَدْنَا اٰبَآءَنَا كَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ ﴿٧٤﴾ قَالَ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا

بلکہ یافتیم ما پدران خود را ایچنیں میکنند گفت آیا دیدید شما آنچہ

بلکہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایسا ہی کرتے پایا ۸ فرمایا: کیا تم نے دیکھا

كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ﴿٧٥﴾ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمُ الْاَقْدَمُوْنَ ﴿٧٦﴾ فَاِنَّهُمْ

بودید شما می پرستید شما و پدران شما پیشینان پس ایشان

جسکی تم لوگ پرستش کرتے ہو ۹ تم اور تمہارے اگلے باپ دادا ۱۰ پس وہ سب

عَدُوٌّ لِّیْۤ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٧٧﴾ الَّذِيْ خَلَقَنِيْ فَهُوَ يَهْدِيْنِ ﴿٧٨﴾

دشمنانند مرا اگر پروردگار عالمیا آنکہ بیا فرید مرا پس او راہ نماید مرا

میرے دشمن ہیں مگر عالمین کا رب ۱۱ وہ جس نے مجھے پیدا کیا پس وہی مجھے راہ دکھاتا ہے

۱ مروی ہے کہ فرعون کے ساتھیوں میں صرف یہ لوگ ایمان لائے تھے آسیہ فرعون کی بیوی' ایک وہ شخص جو اپنا ایمان کو چھپائے ہوئے تھا یعنی حذقیل اور اسکی بیوی اور مریم بنت ناموسیا' یہ مریم وہی عورت ہے جس نے حضرت یوسف علیہ السلام کی قبر کی نشاندھی کی تھی۔ (مظہری)

۲ یعنی قوم نے واضح نشانی دیکھنے کے بعد بھی کفر کا ارتکاب کیا اس لئے اللہ تعالیٰ انھیں بتا رہا ہے کہ وہ اب بھی زبردست قادر ہے کہ قوم کو ایمان نہ لانے کی بناء پر ہلاک کر دے لیکن اس کے باوجود اپنی کمالِ رحمت و وسعت اور اپنے وجود فضل کے سبب تم پر اپنی رحمت کو باقی رکھ رہا ہے۔ (تفسیر کبیر)

۳ یہاں سے دوسرا قصہ شروع ہو رہا ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے متعلق ہے۔ جاننا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس سورت کی ابتدا میں یہ بیان فرمایا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قوم کے کفر کے سبب سخت حزن میں ہیں' اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ بیان ہوا تا کہ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی ملے' اس کے بعد اب حضرت ابراہیم علیہ السلام کا حزن بیان ہو رہا ہے کہ ان کے چچا اور قوم نے آگ میں ڈالا اور کس قدر آپ کو ستایا' تا کہ اس واقعہ کو سن کر مزید آپ کو تسلی ہو کہ قوم کی جانب سے ایذا رسانی کا عمل صرف میرے ساتھ نہیں ہے بلکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ بھی تھا۔ (تفسیر کبیر)

۴ آپ نے یہ سوال اپنے اب [چچا] اور رشتہ داروں سے کیا کہ تم لوگ کس چیز کی عبادت کرتے ہو؟ آپ نے یہ سوال جاننے کے باوجود کیا [کیونکہ آپ کو معلوم تھا کہ قوم بتوں کی عبادت کرتی ہے] تا کہ ان کی بیوقوفی ظاہر کر دی جائے کہ یہ لوگ ایسی چیز کی عبادت کرتے ہیں جو انھیں نفع نہیں پہنچا سکتی۔ (صفوۃ التفاسیر) ۵ یعنی ہم بتوں کی عبادت کرتے ہیں اور ہم اسی کی عبادت پر قائم رہیں گے کسی صورت انکی عبادت چھوڑ نہیں سکتے ہیں۔ قوم نے یہ بات فخریہ کہی ورنہ جواب میں اتنا کہہ دینا کافی تھا کہ ہم بتوں کی عبادت کرتے ہیں۔ (صفوۃ التفاسیر) ۶ یعنی جب تم اپنی حاجتوں کیلئے ان بتوں کو پکارتے ہو تو کیا یہ بت تمہاری پکار کا جواب دیتے ہیں۔ (روح البیان) ۷ تم ان بتوں کی عبادت کرتے ہو' کیا تمہیں عبادت کے صلے میں فائدہ پہنچاتے ہیں' یا اگر تم ان کی عبادت نہ کرو تو ترکِ عبادت پر تمہیں نقصان پہنچاتے ہیں؟ (روح البیان) ۸ قوم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی باتوں کا یہ جواب دیا گویا کہ قوم نے بتوں کی عبادت چھوڑنے سے انکار کر دیا اور یہ کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ان بتوں کی عبادت کرتے ہوئے پایا تھا۔ (ابن جریر) ۹ یہ بتاؤ کہ کیا باطل میں تغیر و تبدل نہیں آسکتا ہے؟ وہ قدیم ہو یا حادث [اس لئے کیا تم اپنے باپ دادا کی گمراہی کی پیروی کرو گے یا میں جو سچا دین لے کر آیا ہوں اس کی پیروی کرو گے؟] (غرائب القرآن) ۱۰ پس ان کاموں کا مقدم ہونا انکی صحت کی دلیل نہیں ہے اور نہ ہی تقدم کی وجہ سے باطل حق میں تبدیل ہو سکتا ہے۔ (بیضاوی) ۱۱ اپنا دشمن کہنے سے درپردہ یہ مراد ہے کہ وہ تمہارے دشمن ہیں تم کو ان کی پوجا کرنے سے ایسا ضرر پہنچے گا جو کسی شخص کو اپنے دشمن سے بھی نہیں پہنچتا۔ واضح رہے کہ جمادات کی طرف دشمن ہونے کی نسبت مجازی ہے۔ (مظہری) ۱۲ ابتدائے ایجاد سے انتہا یعنی موت تک پوری زندگی اللہ تعالیٰ تخلیقی و تدریجی رہنمائی فرماتا رہتا ہے تا کہ انسان مفید حیات چیزوں کو حاصل کرتا رہے اور ضرر رساں چیزوں سے بچتا رہے' رحم کے اندر بچہ ماں کا فضول خون ناف کے ذریعے سے چوسنا شروع کرتا ہے اور اس سفر کی انتہا داخلۂ جنت ہے یہ ساری رہنمائی اللہ تعالیٰ ہی کرتا ہے۔ (مظہری)

وَالَّذِیْ هُوَ یُطْعِمُنِیْ وَیَسْقِیْنِ ﴿۷۹﴾ وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ

و آنکه او میخوراند مرا و می آشامد و چوں بیمار شوم پس او

اور وہ جو مجھے کھلاتا ہے اور پلاتا ہے ١ اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہی مجھے

یَشْفِیْنِ ﴿۸۰﴾ وَالَّذِیْ یُمِیْتُنِیْ ثُمَّ یُحْیِیْنِ ﴿۸۱﴾ وَالَّذِیْۤ

شفا دہد مرا و آنکه بمیراند مرا پس زنده گرداند مرا و آنکه

شفا دیتا ہے ۲ اور وہ جو مجھے وفات دیگا پھر مجھے زندہ کریگا ۳ اور وہ جس کی جانب

اَطْمَعُ اَنْ یَّغْفِرَ لِیْ خَطِیْٓـَٔتِیْ یَوْمَ الدِّیْنِ ﴿۸۲﴾ رَبِّ

طمع میدارم آنکه بیامرزد مرا گناه مرا روزے جزا اے پروردگار من

میں امید رکھتا ہوں کہ میری خطا کو جزا کے دن معاف فرمائیگا ۴ اے میرے رب!

هَبْ لِیْ حُكْمًا وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ ﴿۸۳﴾ وَاجْعَلْ لِّیْ

بخش مرا حکمی و در رسان مرا بشایستگان و گردان مرا

مجھے حکمت عطا فرما اور مجھے نیک لوگوں کے پاس پہنچا دے ۵ اور میرے لئے

لِسَانَ صِدْقٍ فِی الْاٰخِرِیْنَ ﴿۸۴﴾ وَاجْعَلْنِیْ مِنْ وَّرَثَةِ

زبان راست در پیشینان و گردان مرا از وارثان

آنے والوں میں ذکر خیر جاری کر دے ٦ اور مجھے جنتِ نعیم کے وارثوں میں

جَنَّةِ النَّعِیْمِ ﴿۸۵﴾ وَاغْفِرْ لِاَبِیْۤ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الضَّآلِّیْنَ ﴿۸٦﴾

بہشت با نعمت و بیامرز مر پدرا مرا ہر آئنه او ہست از گمراہان

کر دے ۷ اور میرے باپ کو بخش دے بیشک وہ گمراہوں میں سے ہے ۸

وَلَا تُخْزِنِیْ یَوْمَ یُبْعَثُوْنَ ﴿۸۷﴾ یَوْمَ لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ ﴿۸۸﴾

و رسوا مساز مرا روزیکه بر انگیخته شود روزیکه سود نکند مال و نه پسران

اور مجھے رسوا نہ فرمانا جس روز سب اٹھائے جائیں گے ۹ جس روز نہ مال نفع دیگا اور نہ اولاد ۱۰

١ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے رب کے مستحق عبادت ہونے کیلئے چار اوصاف بیان کئے ہیں۔ پہلی صفت: اس آیت سے پہلی والی آیت میں تھی کہ ہمارا رب وہ ہے جس نے ہمیں پیدا کیا اور ہماری رہنمائی فرمائی۔ دوسری صفت: اس آیت کریمہ میں بیان ہو رہی ہے۔ جن جن چیزوں سے انسان نفع حاصل کرتا ہے وہ تمام چیزیں اس میں شامل ہیں' اللہ تعالی ہی کھلاتا اور پلاتا ہے کا مطلب یہ ہے کہ جب اس نے کھانے پینے کی اشیاء پیدا فرمائی تو انسان کے اندر کھانے پینے کی قوت اور شہوت بھی پیدا کی تا کہ انسان کھانے پینے کی چاہت اور قوت رکھے۔ (تفسیر کبیر)

۲ تیسری صفت: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تیسری صفت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ جب میں بیمار ہوتا ہوں تو اللہ مجھے شفا دیتا ہے' یہ نہیں فرمایا کہ جب وہ رب مجھے بیمار کرتا ہے' اسکی چند وجوہ ہیں (۱) بیماری کے اسباب میں سے کثیر اسباب انسان کی جانب تفریط کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں مثلاً زیادہ کھانا' زیادہ پینا وغیرہ۔ اس بناء پر بیماری کی نسبت اپنی جانب کی (۲) شفا محبوب ہے اور یہ نعمت کے اصول میں سے ہے اور مرض ناپسندیدہ ہے اور یہ نعمت میں سے نہیں ہے' حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مقصد ہے نعمت گنتی کرانا اور مرض جب نعمت میں سے نہیں ہے تو اس لئے اسکی اضافت اپنی جانب کرلی۔ (تفسیر کبیر)

۳ چوتھی صفت: اس آیت کریمہ میں چوتھی صفت بیان ہو رہی ہے' مطلب یہ ہے کہ وہی رب ہے جو دنیا میں موت دے کر دنیا کے آفات اور بلیات سے نجات دیتا ہے۔ (تفسیر کبیر)

۴ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی خطا کا اقرار بطور انکسار نفس کیا' یا اس سے مقصود تھا اپنی امت کو تعلیم دینا کہ گناہوں سے بچتے رہیں اور جو گناہ ان سے صادر ہو جائے اس کی معافی کی درخواست کریں' یا یوں کہا جائے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے رخصت پر عمل کیا [ناجائز کام تو نہیں کیا] لیکن عزیمت کو ترک کر دیا [بلندی مرتبہ جس کام کا تقاضا کرتی تھی وہ نہیں کیا] اور عزیمت کو ترک کرنے کی صرف یہ وجہ تھی کہ امت پر بار نہ پڑ جائے جس کا اٹھانا لوگوں کیلئے دشوار ہو اس پر آپ نے رخصت پر عمل کیا تا کہ امت کو عمل میں سہولت رہے اور یہ ترک عزیمت کے عمل سے استغفار ہے۔ (مظہری) ۵ یعنی اپنی معرفت' اپنے حدود کی معرفت اور اپنے احکام کی معرفت عطا فرما' یہ قول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ہے' حضرت مقاتل کہتے ہیں کہ اس سے علم وفہم مراد ہے' حضرت کلبی کہتے ہیں کہ نبوت ورسالت مراد ہے۔ وَاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ: یعنی مجھ سے پہلے جتنے انبیاء گذر چکے درجہ میں انکے ساتھ شامل فرما' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اہل جنت کے ساتھ مجھے ملا۔ (القرطبی) ٦ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ ایسی زبان عطا فرما جس سے لوگوں کا اجتماع ہو جائے۔ حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ اس سے ثنائے حسن مراد ہے' اللہ تعالی نے آپ کی دعا قبول فرمائی اس کے بعد ہر امت کے لوگوں نے آپ کی ملت کو تھاما اور اسکی تعظیم کی' ہمارے نبی ﷺ بھی ملت حنیفہ کو لیکر آئے۔ (القرطبی) ۷ یعنی مجھے آخرت میں ان سعداء کے ساتھ رکھنا جو جنات خلد کی میراث کے مستحق ہوں۔ (صفوۃ التفاسیر) ۸ اللہ تعالی نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تمام دعاؤں کو قبول فرمایا سوائے اس ایک دعا کے جس میں انھوں نے اپنے اب یعنی چچا کیلئے مغفرت کی دعا کی۔ (صاوی) ۹ جن امور میں مجھ سے تفریط ہو جائے ان میں مجھے اپنے عتاب سے رسوا نہ کرنا۔ (بیضاوی) ۱۰ یعنی جو لوگ آپکا انکار کریں گے ان کو مال اور اولاد نفع نہ دیگی۔ (ابن جریر)

اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ﴿۸۹﴾ وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ

مگر کسیکہ بیاید بخدا بدلے پاک و نزدیک کردہ شود بہشت

مگر جو اللہ کے حضور پاک دل کے ساتھ آئے ۱ اور قریب کر دی جائیگی جنت

لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۹۰﴾ وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِلْغٰوِيْنَ ﴿۹۱﴾ وَقِيْلَ لَهُمْ

برائے پرہیزگاران و ساختہ شود دوزخ برائے گمراہان و گفتہ شود ایشانرا

پرہیزگاروں کیلئے ۲ اور ظاہر کیا جائیگا جہنم گمراہوں کیلئے ۳ اور ان سے کہا جائیگا

اَيْنَمَا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ﴿۹۲﴾ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ هَلْ يَنْصُرُوْنَكُمْ

کجا اند آنچہ بودید می پرستید بجز خدای آیا یاری دہند شما را

کہاں ہیں وہ جن کی تم پرستش کرتے تھے ۴ اللہ کے سوا' کیا وہ تمہاری مدد کریں گے

اَوْ يَنْتَصِرُوْنَ ﴿۹۳﴾ فَكُبْكِبُوْا فِيْهَا هُمْ وَالْغَاوٗنَ ﴿۹۴﴾ وَجُنُوْدُ

یا نگاہدارندہ خود را پس بروے افگندہ شوند دراں ایشاں و گمراہان و لشکر

یا اپنی حفاظت کریں گے ۵ پس چہرے کے بل اس میں گرائے جائیں گے وہ سب اور گمراہ ہونے والے ۶ اور

اِبْلِيْسَ اَجْمَعُوْنَ ﴿۹۵﴾ قَالُوْا وَهُمْ فِيْهَا يَخْتَصِمُوْنَ ﴿۹۶﴾ تَاللّٰهِ

ابلیس ہمہ گویند و ایشاں دراں دشمنی میکنند بخدای

ابلیس کے سارے لشکر ۷ وہ سب اس میں جھگڑا کرینگے اور کہیں گے ۸ اللہ کی قسم

اِنْ كُنَّا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۹۷﴾ اِذْ نُسَوِّيْكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۸﴾

کہ بودیم ما در گمراہی پیدا آنوقت کہ برابری میکردیم پروردگار عالمیان

کہ ہم کھلی گمراہی میں تھے ۹ جب عالمین کے رب کے برابر ٹھہراتے تھے ۱۰

وَمَآ اَضَلَّنَآ اِلَّا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۹۹﴾ فَمَا لَنَا مِنْ شٰفِعِيْنَ ﴿۱۰۰﴾ وَلَا

و گمراہ نکردند ما را مگر گمراہان پس نیست ہیچ شفاعت کنندہ و نہ

اور ہمیں گمراہ نہ کیا مگر گمراہ لوگوں نے ۱۱ پس نہیں ہے کوئی ہماری شفاعت کرنے والا ۱۲ اور نہ

تفسیر اظہار العرفان

۱ قلبِ سلیم کے بارے میں اختلاف ہے (۱) حضرت قتادہ وغیرہ فرماتے ہیں جو دل شک اور شرک سے پاک ہو (۲) حضرت سعید بن میتب کہتے ہیں کہ مؤمن کے دل کو قلبِ سلیم کہا جاتا ہے اس لئے کہ کافر اور منافق کے دل مریض ہوتے ہیں (۳) حضرت ابوعثمان سیاری کہتے ہیں کہ جو دل بدعت سے خالی ہو اور سنت کی جانب مطمئن ہو (۴) حضرت حسن کہتے ہیں کہ جو دل مال اور بنین کی آفت سے محفوظ ہو (۵) حضرت جنید کہتے ہیں کہ جو دل اللہ کے خوف سے ڈرتا ہو (۶) حضرت ضحاک کہتے ہیں کہ جو دل خالص [اللہ کے ذکر کیلئے] ہو یہ سارے اقوال اگرچہ مختلف ہیں لیکن ان تمام کا ماحاصل یہی ہے کہ قلبِ سلیم وہ دل ہے جو اوصافِ ذمیمہ سے پاک اور اوصافِ جمیلہ سے متصف ہو۔ (القرطبی)

۲ حضرت زجاج کہتے ہیں کہ جنت انکے داخل ہونے کیلئے قریب کردی جائے گی۔ (القرطبی)

۳ یعنی جہنم ان کافروں کے واسطے ظاہر کردی جائیگی جنہوں نے ہدایت کو چھوڑ کر گمراہی کو اپنایا۔ اہل جہنم کیلئے جہنم کو انکے داخل ہونے سے پہلے ظاہر اس لئے کردی جائیگی تا کہ انکے اندر خوف اور حزن جہنم میں داخل ہونے سے پہلے ہی پیدا ہو جائے جیسے اہل جنت' جنت میں داخل ہونے سے پہلے جنت کو دیکھ کر خوش ہونگے۔ (القرطبی)

۴ مشرکین سے کہا جائیگا کہاں ہیں وہ تمہارے معبودان جن کی تم عبادت کرتے تھے آج اللہ کے عذاب سے بچانے کیلئے تمہارے پاس کیوں نہیں آرہے ہیں' یا تم ان سے مدد لینے کیلئے انکے پاس کیوں نہیں جارہے ہو؟ (صفوۃ التفاسیر) ۶ یعنی انھیں سروں کے بل جہنم میں ڈال دیا جائیگا' حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ انھیں باندھ کر جہنم میں ڈال دیا جائیگا' طبری کہتے ہیں کہ ان کے بعض کو بعض پر پھینکا جائیگا۔ (صفوۃ التفاسیر) ۷ یعنی جنات اور انسانوں میں سے اس کے تمام متبعین کو' بعض کے نزدیک جنودِ ابلیس سے مراد ہے ابلیس کی ذریت۔ (مظہری) ۸ دوزخ کے اندر جھگڑتے ہوئے کہیں گے' هُمْ کی ضمیر پجاریوں اور بتوں سب کی طرف لوٹ رہی ہے اللہ تعالیٰ اسوقت بتوں کو گویا بنادیگا اور وہ اپنے پجاریوں سے جھگڑیں گے۔ (مظہری) ۹ ہم قسم کھاتے ہیں کہ واضح گمراہی میں تھے اور حق ظاہر سے دور تھے۔ (صفوۃ التفاسیر) ۱۰ یہ خطاب ان بتوں سے نہیں ہے' یا یہ ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جہنم میں ان بتوں کو زندہ کردے اور ان بتوں کی عبادت کرنے والے اسے دیکھ کر یہ کہیں' لیکن یہ صورت بھی جائز نہیں ہے اس لئے کہ ان بتوں کا اس میں کیا قصور ہے۔ اقرب یہ ہے کہ جب یہ لوگ ان بتوں کی صورتوں کو دیکھیں گے گناہ کے اعتراف کے طور پر مخاطب کی صورت میں کہیں گے۔ (تفسیر کبیر) ۱۱ اس آیت کریمہ میں خطاب حقیقت میں ہے اس سے ان لوگوں کا ارادہ کرینگے جو انھیں اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر بتوں کی عبادت کی جانب بلاتے تھے' خواہ وہ جنات میں سے ہوں یا انسانوں میں سے' جیسے ایک موقع پر ان بتوں کے پجاریوں کا یہ کہنا قرآن نے نقل کیا ہے رَبَّنَا اِنَّا اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا یعنی اے ہمارے رب! ہم نے اپنے سرداروں اور اپنے بڑے لوگوں کی پیروی کی پس انھوں نے ہمیں [سیدھے] راستے سے ہٹایا۔ (تفسیر کبیر) ۱۲ ہم ان بتوں کو یہ سمجھ کر پوجتے تھے کہ یہ اللہ کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کرینگے جیسے ہم مؤمن کو دیکھتے تھے کہ وہ لوگ ملائکہ اور انبیاء کو اپنا شفیع خیال کرتے تھے [کفار مسلمانوں کے عقیدے سے ناواقفیت کی بناء پر ایسا کہیں گے' مؤمنین انبیاء اور ملائکہ کی عبادت نہیں کرتے تھے بلکہ ان کی تعظیم بجالاتے تھے اور کفار بتوں کی عبادت کر کے انکو شفیع مانتے تھے جسکی شریعت میں ممانعت ہے] (تفسیر کبیر)

صَدِيقٍ حَمِيمٍ ﴿١٠١﴾ فَلَوْ أَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿١٠٢﴾

دوستی مهربان پس کاشکے بودی ما را باز گشتنی پس می بودیم از مؤمنان

کوئی دوست مہربان ۱ پس کاش کہ ہمارے لئے دوبارہ جانا ہوتا تو ہم مؤمنین میں سے ہوتے ۲

إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً ۖ وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُم مُّؤْمِنِينَ ﴿١٠٣﴾ وَ

هر آئنه دریں نشانه است و نبودند اکثر ایشاں مومنان و

بیشک اس میں نشانی ہے، اور ان کے اکثر مؤمنین نہ تھے ۳ اور

إِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿١٠٤﴾ كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوحٍ الْمُرْسَلِينَ ﴿١٠٥﴾

هر آئنه پروردگار تو اوست غالب مهربان تکذیب کردند قوم نوح پیغمبرانرا

بیشک تمہارا رب وہی غالب مہربان ہے ۴ نوح کی قوم نے پیغمبروں کو جھٹلایا ۵

إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ نُوحٌ أَلَا تَتَّقُونَ ﴿١٠٦﴾ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ

چوں گفت ایشانرا برادر ایشاں نوح پرہیزید هر آئنه من شما را فرستاده

جب کہا ان سے انکے برادر نوح نے تم سب ڈرو ۶ بیشک میں تمہارے لئے رسول

أَمِينٌ ﴿١٠٧﴾ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ﴿١٠٨﴾ وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ

با امانت پس بترسید از خدای و فرمانبرید مرا و نمی خواهم شما را برو

امین ہوں ۷ پس اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو ۸ اور میں نہیں چاہتا تم سے اس پر

مِنْ أَجْرٍ ۖ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٠٩﴾ فَاتَّقُوا

هیچ مزدے نیست مزدی من مگر بر پرہیزگار عالمیان بترسید

کوئی اجر، نہیں ہے میرا اجر مگر عالمین کے رب پر ۹ پس اللہ سے ڈرو

اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ﴿١١٠﴾ قَالُوا أَنُؤْمِنُ لَكَ وَاتَّبَعَكَ

از خدای و فرمانبرید مرا گفتند آیا ایمان آریم ترا و پیروی کردند ترا

اور میری اطاعت کرو ۱۰ انھوں نے کہا: کیا ہم ایمان لائیں حالانکہ تمہاری پیروی ۱۱

۱ شافعین کو جمع اور صدیقین کو مفرد ذکر کرنے کی چند وجوہ ہوسکتی ہیں (۱) عام طور پر سفارشی تو بہت ہو جاتے ہیں اور سچا دوست کم ہی ملتا ہے (۲) جتنی کوشش متعدد سفارشی کرتے ہیں ان سب سے زیادہ لگن کے ساتھ ایک دوست کوشش کرتا ہے (۳) صدیق کا اطلاق واحد پر بھی ہوتا ہے اور جمع پر بھی (۴) صدیق اصل میں جنین اور صہیل کی طرح مصدر ہے بطور صفت استعمال کیا گیا ہے اور مصدر میں واحد کا کوئی امتیاز نہیں ہے بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ مصادر کی جمع نہیں آتی۔ حَمِیْمٌ بمعنی قریب۔ کافروں کے کلام کا مطلب یہ ہوگا کہ آج نہ ہمارا کوئی سچا دوست ہے نہ قرابتدار جو ہماری سفارش کرے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اَلْاَخِلَّاءُ یَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ یعنی اس روز گہرے دوست بھی ایک دوسرے کے دشمن ہو جائیں گے ہاں متقی [باہم دشمن نہ ہونگے] حضرت جابر ﷜ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ آدمی جنت کے اندر کہے گا میرا فلاں دوست کہاں گیا اس وقت اس جنتی کا دوست جہنم میں ہوگا اور اللہ حکم دیگا اسکے دوست کو دوزخ سے نکال کر جنت میں لے جاؤ اس کے بعد جو لوگ دوزخ میں رہ جائیں گے وہ کہیں گے فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِیْنَ وَلَا صَدِیْقٍ حَمِیْمٍ ۔ حضرت حسن فرماتے ہیں کہ اپنے مؤمن دوستوں کی تعداد زیادہ کرو کیونکہ قیامت کے روز وہ شفاعت کریں گے۔ (مظہری)

۲ اگر ہمارے لئے دنیا میں لوٹنا ہوتا تو ہم جا کر اللہ پر ایمان لاتے، اچھے اعمال کرتے اور اپنے رب کی اطاعت کرتے۔ (صفوۃ التفاسیر)

۳ یعنی ابراہیم کے قصہ میں عظیم الشان نشانی ہے جو شخص بصیرت اندوز نظر رکھتا ہو اور درسِ عبرت حاصل کرنا چاہتا ہو اس کیلئے اس قصہ میں [توحید، الوہیت اور ربوبیت کی] واضح دلیل موجود ہے۔ قصہ کے بیان کرنے میں ترتیب کلام کتنا عمدہ ہے اور کتنا حسین ہے اسلوب تقریر، اصولِ علوم دینیہ کی طرف کیسے لطیف اشارات ہیں اور ان اشارات کے اندر کتنا علمی خزانہ مخفی ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کیسی خوبصورتی کیساتھ دعوت دی، مخالفت بھی کی تو کتنی خوبصورتی کے ساتھ، حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی قوم پر کس قدر مہربان تھے، بیان قرآنی میں اسکی کیسی اعلیٰ تصویر پیش کی گئی ہے اور نفس واقعہ کی کیسی تصویر کشی کی گئی ہے، وعدہ و وعید کو بھی بطور نقل بیان کیا ہے لیکن در پردہ، تاکہ سننے والے گوش قبول سے اسکو سنیں اور نفرت نہ کریں پھر اس بیان میں رسول اللہ ﷺ کی صداقت کیلئے بھی واضح دلیل اور کھلا ثبوت موجود ہے۔ (مظہری) ۴ یعنی اپنے دشمنوں سے بدلہ لینے اور اپنے دوستوں پر مہربانی کرنے پر۔ (صفوۃ التفاسیر) ۵ یہ اس سورت میں تیسرا قصہ ہے جو بیان ہو رہا ہے اللہ تعالیٰ اپنے محبوب ﷺ کو مزید تسلی دینے کیلئے حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ بیان فرما رہا ہے کیونکہ آپ نے اپنی قوم کو ساڑھے نو سو برس تک دعوت دی لیکن قوم نے اس کے باوجود آپ کو جھٹلایا۔ (تفسیر کبیر) ۶ کیونکہ آپ اسی قوم میں سے تھے اس لئے اَخُوْهُمْ کہا گیا کیونکہ عرب میں یَا اَخَا بَنِیْ تَمِیْمٍ کہتے ہیں تو اس سے مراد یہ ہے کہ اے ان میں سے ایک۔ (تفسیر کبیر) ۷ یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو کچھ میں پہنچا رہا ہوں اس میں سچا ہوں۔ (القرطبی) ۸ اللہ کے عذاب سے ڈر کر اسکی اطاعت کرو۔ (القرطبی) ۹ یعنی مجھے تمہارے مال کی کوئی ہوس نہیں ہے۔ (القرطبی) ۱۰ تاکید کیلئے اس آیت کو مکرر فرمایا۔ (بیضاوی) ۱۱ جس کی عزت بھی کم ہو اور مال بھی اسکے پاس کم ہو اسے ارزل کہتے ہیں۔ (بیضاوی)

الْاَرْذَلُوْنَ ﴿١١١﴾ قَالَ وَمَا عِلْمِيْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿١١٢﴾ اِنْ

ارذلان گفت نیست دانش من بآنچہ بودند میکردند نیست

کمینوں نے کی کہا: وہ سب جو کچھ کرتے تھے مجھے اسکا علم نہیں ١ نہیں ہے

حِسَابُهُمْ اِلَّا عَلٰى رَبِّيْ لَوْ تَشْعُرُوْنَ ﴿١١٣﴾ وَمَآ اَنَا بِطَارِدِ

حساب ایشاں مگر بر پروردگار من اگر دانید و نیستم من رانندہ

انکا حساب مگر میرے رب پر اگر تم سمجھو ٢ اور میں (اپنے پاس سے) مؤمنوں کو

الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١١٤﴾ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿١١٥﴾ قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ

مؤمنان نیستم من مگر بیم کنندہ بیدا گفتند اگر باز نکنی

ہٹانے والا نہیں ہوں ٣ نہیں ہوں میں مگر کھلا ڈرانے والا ٤ انھوں نے کہا اگر تم باز نہ آئے

يٰنُوْحُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمَرْجُوْمِيْنَ ﴿١١٦﴾ قَالَ رَبِّ اِنَّ قَوْمِيْ

اے نوح البتہ باشی از راندگان گفت اے پروردگار من ہر آئنہ قوم من

اے نوح تو ضرور تم سنگسار والوں میں سے ہو گے ٥ عرض کی اے میرے رب! بیشک میری قوم نے

كَذَّبُوْنِ ﴿١١٧﴾ فَافْتَحْ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُمْ فَتْحًا وَّنَجِّنِيْ وَمَنْ مَّعِيَ

تکذیب کردند مرا پس حکم کن میان من و میان ایشاں فتح و برہان مرا و ہر کہ با من است

مجھے جھٹلایا ٦ پس تو فیصلہ فرما دے میرے اور ان کے درمیان فتح کا اور مجھے نجات دے اور اسے جو میرے ساتھ

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١١٨﴾ فَاَنْجَيْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ فِي الْفُلْكِ

از مومنان پس برہانیدیم او را و ہر کہ با اوست در کشی

اہل ایمان میں سے ہیں ٧ پس ہم نے انھیں نجات دی اور جو ان کے ساتھ کشتی میں

الْمَشْحُوْنِ ﴿١١٩﴾ ثُمَّ اَغْرَقْنَا بَعْدُ الْبٰقِيْنَ ﴿١٢٠﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ

پُر از مردم پس غرق کردیم با بعد دیگرانرا ہر آئنہ دریں

بھرے ہوئے لوگ تھے ٨ پھر ہم نے اسکے بعد دوسروں کو غرق کیا ٩ بیشک اس میں

النصف

١ حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا مجھے اللہ تعالیٰ نے انکے اعمال کے علم کا مکلف نہیں بنایا ہے بلکہ مجھے تو اسکا مکلف بنایا ہے کہ میں ان سب کو ایمان کی طرف بلاؤں، مطلب یہ ہے کہ قوم کے لوگوں نے یہ کہنا شروع کر دیا تھا کہ یہ کمزور لوگ جو آپ پر ایمان لا رہے ہیں دراصل عزت اور مال کے لالچ میں ایمان لا رہے ہیں اس کے جواب میں حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا کہ میں ان ایمان لانے والوں کے باطنی معاملات پر مکلف نہیں ہوں بلکہ میری جانب تو ان کا ظاہر ہے' ایک قول یہ بھی ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے ان سے یہ کہا تھا کہ مجھے نہیں معلوم کہ اللہ تعالیٰ انھیں ہدایت دیگا' یا انکے کرتوت کی بناء پر انھیں گمراہ کر دیگا۔ (القرطبی)

٢ یعنی ان کے اعمال اور ایمان کا حساب تو ہمارے رب پر ہے۔ مروی ہے کہ ایک شخص نے سفیان سے پوچھا کہ ایک عورت زنا کرے پھر زنا سے پیدا ہونے والے بچے کو بھی قتل کر دے اور وہ عورت مسلمان ہو تو کیا جہنم سے وہ عورت بچ سکتی ہے؟ تو آپ نے جواب میں یہی آیت تلاوت فرمادی۔ (القرطبی)

٣ طرد کہتے ہیں علی سبیل الاستخفاف کسی کو دور کرنا' حضرت نوح علیہ السلام نے انھیں جواب دیا کہ میں کسی مؤمن کو اپنے پاس سے ہٹانے والا نہیں، حضرت ابن عطاء کہتے ہیں کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ جو اپنے رب کی طرف رجوع کر چکے میں ان سے اعراض کرنے والا نہیں۔ (روح البیان)

٤ یہ کلام گویا غریب مسلمانوں کو اپنے پاس سے نہ نکالنے کی علت ہے مقصد یہ ہے کہ مجھے تو سب لوگوں کو' خواہ عزت والے ہوں یا رذیل نچلے طبقے والے' کفر و معصیت سے منع کرنے' عذابِ خدا سے ڈرانے اور اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے کیلئے بھیجا گیا ہے دولت مندوں کو ساتھ لینے کیلئے غریبوں کو اپنے پاس سے ہٹا دینا میرے لئے کس طرح جائز ہو سکتا ہے؟ میرا فریضہ تو سب کو کھول کر ڈرانا ہے' حضرت ضحاک نے مبین کی تشریح میں کہا' واضح دلیل کیساتھ میں عذابِ خدا سے ڈرانے والا ہوں تم لوگوں کو راضی کرنے کیلئے غریبوں کو نکال دینا میرے لئے جائز نہیں۔ (مظہری) ٥ یعنی اے نوح! اگر تم ہمارے معبودوں اور ہمارے دین کو برا کہنا نہیں چھوڑو گے تو ہم تمہیں سنگسار کر دینگے، حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ مَرْجُوْمِیْنَ کا مطلب یہ ہے کہ ہم تمہیں پتھروں سے ماریں گے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت مقاتل کہتے ہیں کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ ہم تمہیں مقتولین میں سے کر دینگے، حضرت ثمالی کہتے ہیں کہ سورہ مریم کے سوا قرآن میں جہاں بھی مَرْجُوْمِیْنَ کا لفظ آیا ہے وہ قتل کے معنی میں آیا ہے۔ (القرطبی) ٦ قوم نے جب حضرت نوح علیہ السلام کو قتل کی دھمکی دی اور آپ نے قوم کے ایمان نہ لانے پر اپنے آپ کو مایوس پایا تو اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی' اے میرے رب! بیشک میری قوم نے مجھے جھٹلایا اور مجھ پر ایمان لانے سے انکار کیا۔ (صفوۃ التفاسیر) ٧ یعنی ہمارے درمیان جو جس چیز کا مستحق ہے اس کیلئے وہی فیصلہ فرما' تاویلات میں ہے کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ اپنے فضل کے ابواب میں سے اس کیلئے دروازہ کھول جو تیرے فضل کا مستحق ہے اور اپنے عدل کے ابواب میں سے اس کیلئے عدل کا دروازہ کھول جو عدل کا مستحق ہے' حضرت ابن شیخ کہتے ہیں کہ اس آیت میں حکم سے مراد اس نافرمان قوم پر اپنا عذاب نازل فرمانا ہے۔ (روح البیان) ٨ یعنی ہم نے نوح اور ان کیساتھ کشتی میں مردوں اور عورتوں میں سے جو مؤمنین اور حیوان سوار تھے ان سب کو نجات دی۔ (صفوۃ التفاسیر) ٩ یعنی نوح علیہ السلام اور جو ایمان لائے تھے انکی نجات کے بعد باقی سب کو غرق کر دیا۔ (القرطبی)

لَاٰیَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۱۲۱﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ

نشانه است و نبودند اکثر ایشاں مومنان و ہر آئنہ پروردگار تو اوست

نشانی ہے اور ان کے اکثر مؤمنین نہ تھے ١ اور بیشک تمہارا رب وہی

الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ﴿۱۲۲﴾ كَذَّبَتْ عَادُ ِۨالْمُرْسَلِیْنَ ﴿۱۲۳﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ

غالب مہربان تکذیب کردند عاد پیغمبرانرا چوں گفت ایشانرا

غالب مہربان ہے ٢ عاد نے پیغمبروں کو جھٹلایا ٣ جب کہا ان سے

اَخُوْهُمْ هُوْدٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۲۴﴾ اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ ﴿۱۲۵﴾

برادر ایشاں ہود آیا پرہیز نمی کنید ہر آئنہ من مر شما را فرستادہ با امانت

ان کے برادر ہود نے کیا تم ڈرتے نہیں ہو ٤ بیشک میں تمہارے لئے رسولِ امین ہوں ٥

فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوْنِ ﴿۱۲۶﴾ وَمَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ

پس بترسید از خدای و فرمانبرید مرا و نمی خواہم از شما برو ہیچ مزدی

پس اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو ٦ اور میں نہیں چاہتا تم سے اس پر کوئی اجر

اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۲۷﴾ اَتَبْنُوْنَ بِكُلِّ

نیست مزد من مگر بر پروردگار عالمیان آیا بنا کنید بہمہ

نہیں ہے میرا اجر مگر عالمین کے رب پر ٧ کیا تم ہر اونچی جگہ پر بیکار یادگار

رِیْعٍ اٰیَةً تَعْبَثُوْنَ ﴿۱۲۸﴾ وَتَتَّخِذُوْنَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ ﴿۱۲۹﴾

موضع بلند نشانہ بازی کنید و فرا گیرید حوضہاے آب شاید کہ شما جاوید خواہید

بنائے پھرتے ہو ٨ اور تم پانی کے حوض بناتے ہو (گویا) کہ تم ہمیشہ رہنا چاہتے ہو ٩

وَاِذَا بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ جَبَّارِیْنَ ﴿۱۳۰﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوْنِ ﴿۱۳۱﴾

و چوں حملہ آرید میگیرید بسختی متکبرانید بترسید از خدای و فرمانبرید مرا

اور جب حملہ آور ہوتے ہو تو بڑی سختی سے پکڑتے ہو ١٠ پس اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو ١١

منزل ۵

ع ١٨ ـ ١٠

تفسیر اظہار العرفان

١ یعنی تفکر اور تدبر کرنے والوں کیلئے اس میں بڑی نشانی ہے، لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے ہیں۔ (صفوۃ التفاسیر)

٢ یعنی اے محمد ﷺ آپ کا رب ہی غالب ہے اور اپنے بندوں پر رحیم بھی ہے اس حیثیت سے کہ انھیں عذاب دینے میں عجلت نہیں کرتا ہے۔ (صفوۃ التفاسیر)

٣ یہاں سے اللہ تعالیٰ اس سورت میں چوتھا قصہ بیان فرما رہا ہے اور وہ حضرت ھود علیہ السلام کا ہے۔ (تفسیر کبیر)

٤ جب تم لوگ اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت کرتے ہو تو کیا اللہ کے عذاب سے ڈرتے نہیں ہو؟ (صفوۃ التفاسیر)

٥ یعنی میں وحی پر امین ہوں اور دین کے معاملے میں تمہارے لئے ناصح ہوں۔ (صفوۃ التفاسیر)

٦ اس آیت کریمہ کو اللہ تعالیٰ نے تنبیہ کی خاطر مکرر فرمایا۔ (صفوۃ التفاسیر)

٧ یعنی تبلیغِ دعوت پر میں تم سے مال طلب نہیں کرتا ہوں۔ (صفوۃ التفاسیر)

٨ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے رِیْعٍ کا ترجمہ کیا ہے اونچا مقام' بلند جگہ۔ حضرت ضحاک اور حضرت مقاتل نے ترجمہ کیا ہے ہر راستہ میں' حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ اس سے مراد دو پہاڑوں کے درمیان کا راستہ ہے' حضرت مجاہد کے دوسرے قول میں اسکا ترجمہ منظر ہے. تَعْبَثُوْنَ: یعنی فضول کام کرتے ہو آخرت میں انکا کوئی فائدہ نہیں بلکہ دنیا میں بھی بیکار ہیں' یا آیت سے مراد مسافروں کیلئے بنائے جانے والے نشان' چونکہ قوم عاد والے ستاروں کو دیکھ کر اپنی سفری راہیں پہچان لیتے تھے اس لئے فرمایا کہ تم یہ بیکار کام کرتے ہو' بعض اہل تفسیر نے کہا کہ عاد کی قوم والے اونچے مقامات پر عمارتیں بناتے تھے تاکہ اوپر بیٹھ کر آنے جانے والے راہ گیروں کو دیکھیں اور ان سے ہنسی مذاق کریں۔ حضرت سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ قوم عاد والے کبوتر بازی کرتے تھے' کبوتروں کیلئے انھوں نے برج بنا رکھے تھے حضرت ھود علیہ السلام نے ان کے اس فعل کو پسند نہیں کیا اور ان برجوں کے بنانے کو لغو قرار دیا اس کی دلیل یہ ہے کہ آیت میں تَعْبَثُوْنَ آیا ہے یعنی تم لوگ ان سے کھیلتے ہو۔ (مظہری) ٩ حضرت ابوالبشر انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ جب کسی بندہ کی ذلت چاہتا ہے تو وہ بندہ اپنا مال عمارت بنانے میں خرچ کرتا ہے' حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر عمارت اپنے مالک کیلئے وبال ہے سوائے اس کے جو ایسی ہو آپ نے یہ فرماتے وقت اپنی ہتھیلی سے اشارہ کیا تھا' حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ باہر نکلے [بازار کو گئے] ایک گول اونچے گنبد نما مکان کو دیکھ کر فرمایا: یہ کس کا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا یہ فلاں انصاری کا ہے آپ خاموش ہو گئے مگر یہ بات اپنے دل میں لئے رہے جب اسکا مالک رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ اس وقت لوگوں کے مجمع میں تشریف فرما تھے اس شخص نے سلام کیا آپ نے منہ پھیر لیا ایسا کئی مرتبہ ہوا وہ شخص سمجھ گیا کہ رسول اللہ ﷺ مجھ سے ناراض ہیں اعراض برت رہے ہیں' صحابہ سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کا رخ مجھے غیر غیر دکھائی دیتا ہے کیا وجہ ہے؟ صحابہ نے کہا آپ ﷺ باہر تشریف لے گئے تھے اور تمہارے بنائے ہوئے گنبد کو بھی دیکھا تھا یہ سنتے ہی وہ شخص فوراً لوٹ پڑا اور جا کر گنبد کو ڈھا کر زمین کے برابر کر دیا اس کے بعد رسول اللہ ﷺ پھر ایک روز باہر تشریف لے گئے اور گنبد دکھائی نہ دیا تو فرمایا وہ گنبد کیا ہوا' صحابہ نے واقعہ بتایا تو آپ نے فرمایا سنو ہر عمارت اپنے مالک کیلئے وبال ہوگی سوائے اسکے جو ضروری ہو اسکے بغیر چارہ نہ ہو۔ (مظہری) ١٠ یعنی تم وہ قتل غضب پر کرتے ہو۔ (القرطبی) ١١ اللہ سے ڈر کر برے اعمال چھوڑ دو۔ (صفوۃ التفاسیر)

وَاتَّقُوا الَّذِيْٓ اَمَدَّكُمْ بِمَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳۲﴾ اَمَدَّكُمْ بِاَنْعَامٍ

و بترسید از آنخدائیکہ امداد کرد شما را بآنچہ می دانید امداد کرد شما را بچہار پایان

اور اس خدا سے ڈرو جس نے تمہاری مدد کی جسے تم (خوب) جانتے ہو ۱ تمہاری مدد کی چوپائے

وَّبَنِيْنَ ﴿۱۳۳﴾ وَجَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿۱۳۴﴾ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ

و پسران و بوستانہا و چشمہا ہر آئنہ من می ترسم بر شما از عذاب

اور اولاد سے ۲ اور باغوں اور چشموں سے ۳ بیشک میں ڈرتا ہوں تم پر بڑے

يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۳۵﴾ قَالُوْا سَوَآءٌ عَلَيْنَآ اَوَعَظْتَ اَمْ لَمْ تَكُنْ

روز بزرگ گفتند برابر است بر ما یا پند وہی آیا نباشی

دن کے عذاب سے ۴ انھوں نے کہا برابر ہے ہم پر کہ تم نصیحت کرو یا تم

مِّنَ الْوٰعِظِيْنَ ﴿۱۳۶﴾ اِنْ هٰذَآ اِلَّا خُلُقُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۳۷﴾ وَمَا

از پند دہندگانند ایں مگر عادت پیشینان و نیستم

نصیحت دینے والوں میں سے نہ ہو ۵ نہیں ہے یہ مگر اگلوں کی عادت ۶ اور ہم

نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ﴿۱۳۸﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاَهْلَكْنٰهُمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ

ما عذاب کردہ شدہ پس تکذیب کردند او را پس ہلاک کردیم ایشانرا ہر آئنہ دریں

عذاب کئے ہوئے نہیں ہیں ۷ پس انھوں نے اسے جھٹلایا تو ہم نے انھیں ہلاک کیا بیشک اس میں

لَاٰيَةً ۭ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۹﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ

نشانہ و نبودند اکثر ایشاں مومنان و ہر آئنہ پروردگار تو اوست

نشانی ہے' اور ان کے اکثر مومنین نہ تھے ۸ اور بیشک تمہارا رب وہی

لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۴۰﴾ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۴۱﴾ اِذْ قَالَ

غالب مہربان تکذیب کردند ثمود پیغامبرانرا چوں گفت

غالب مہربان ہے ۹ ثمود نے پیغمبروں کو جھٹلایا ۱۰ جب کہا

۱ اس آیت میں دوبارہ تقوی کا حکم دیا اور جو خداداد نعمتیں ان کو معلوم تھیں ان کی عطا کو حکم تقوی کی علت قرار دیا اور اس بات پر تنبیہ بھی کی اگر تقوی رکھو گے تو امداد ہمیشہ جاری رہی گی اور تقوی چھوڑ دو گے تو امداد بھی منقطع کر دی جائیگی۔ اَلَا تَتَّقُوْنَ میں کافروں کے حکم پر اجمالی دلالت نہیں اور بِمَا تَعْلَمُوْنَ میں خداداد نعمتوں کا مجمل اظہار ہے۔ (مظہری)

۲ اب ان انعامات کی تفصیل بیان ہو رہی ہے تا کہ نصیحت اندوزی اور ترغیب تقوی مبالغہ کے ساتھ ہو جائے۔ (مظہری)

۳ یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہیں اصولِ خیرات عطا فرمائی یعنی مواشی' اولاد' باغات اور چشمے پس جو تمہیں نعمتیں کھلاتا پلاتا ہے وہی ذات ہے جس کی تم بندگی بجالاؤ اور شکر ادا کرو اور اسکے کفر سے اپنے آپ کو بچاؤ (صفوۃ التفاسیر)

۴ میں تمہارے بارے میں ڈرتا ہوں کہ کہیں تم ان نعمتوں کی ناشکری کر کے اس کے ساتھ کسی اور کو شریک نہ کر بیٹھو اور اس طرح سخت عذاب کے مستحق ہو جاؤ' اللہ تعالیٰ نے ترغیب وترہیب کے ذریعے اپنی جانب ان لوگوں کو بلایا۔ (صفوۃ التفاسیر)

۵ یعنی ہمارے نزدیک آپ کا نصیحت کرنا اور نہ کرنا برابر ہے آپ جو کہتے ہیں ہمیں اسکی کوئی پرواہ نہیں ہے۔ ابو حیان کہتے ہیں کہ ان لوگوں نے وعظ ونصیحت کو ہلکا جانا اور اسکی توہین کی اور جن چیزوں سے انھیں ڈرایا گیا انھوں نے اسکی کوئی پرواہ نہیں کی اور اللہ کے نبی کو جھوٹا قرار دیا۔ (صفوۃ التفاسیر)

۶ مطلب یہ ہے کہ ہمارا جو مذہب اور دین ہے یہی دین ہمارے اسلاف کا تھا اور ہم ان کے پیرو ہیں' یا یہ مطلب ہے کہ زندگی اور موت کی رفتار پہلے زمانے سے یوں ہی چلی آرہی ہے سب لوگ پیدا ہوتے اور مرتے رہے ہیں۔ کسائی، ابوجعفر اور ابوعمرو کی قرأت میں لفظ خُلُقُ کی بجائے خُلْقُ بسکون لام آیا ہے اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ تم ہم کو جو وعظ ونصیحت کر رہے ہو یہ تو پہلے لوگوں کی من گھڑت باتیں اور جھوٹ ہے اور خلق کا معنی ہے خود کسی بات کو گھڑنا' آیت میں آیا ہے وَتَخْلُقُوْنَ اِفْكًا یعنی تم خود جھوٹ گھڑتے ہو' یا یہ مطلب ہے کہ پہلے لوگوں سے یہ طریقہ چلا آرہا ہے وہ پیدا ہوتے اور مرتے رہے ہیں ہم بھی پیدا ہوئے اور انکی طرح مرجائیں گے۔ نہ وہ مرکر اٹھے اور نہ ان کا حساب ہوا' نہ ہم مرکر دوبارہ اٹھیں گے نہ ہمارے اعمال کا حساب ہوگا۔ (مظہری)

۷ یعنی نہ دوبارہ اٹھنا ہے' نہ جزا ہے' نہ حساب ہے اور نہ عذاب ہے۔ (صفوۃ التفاسیر) ۸ پس انھوں نے اپنے رسول ہود کو جھٹلایا تو ہم نے اس قوم کو سخت ہوا کے ذریعے ہلاک کردیا۔ ابن کثیر کہتے ہیں کہ سخت سردی والے روز اللہ تعالیٰ نے اس قوم پر تیز ہوا بھیجی جس سے وہ لوگ ہلاک ہوگئے۔ (صفوۃ التفاسیر) ۸ اس آخری جملہ میں اس جانب اشارہ ہے کہ اگر قوم عاد کا بیشتر یا نصف حصہ مؤمن ہوجاتا تو ان پر عذاب نہ آتا اور قریش جو ایسے عذاب سے محفوظ ہیں وہ مؤمنوں کی برکت سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَنِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ ..... لَعَذَّبْنَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا یعنی اگر مؤمن مرد اور مؤمن عورتیں نہ ہوتیں تو ہم ان کافروں کو دردناک عذاب یقیناً دیتے۔ (مظہری) ۹ اے محمد ﷺ! آپ کا رب اپنے دشمنوں سے زبردست انتقام لینے والا ہے اور اپنے مؤمنین بندوں پر مہربان ہے۔ (صفوۃ التفاسیر) ۱۰ یہاں سے اللہ تعالیٰ اس سورت میں پانچواں قصہ بیان فرما رہا ہے جو حضرت صالح علیہ السلام کا ہے۔ (تفسیر کبیر)

لَهُمْ اَخُوْهُمْ صٰلِحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۴۲﴾ اِنِّیْ لَکُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ ﴿۱۴۳﴾

ایشانرا برادر ایشاں صالح آیا نمی پرہیزید ہر آئنہ من مر شما را فرستادہ ام با امانت

ان سے انکے برادر صالح نے کیا تم ڈرتے نہیں ہو ۱ بیشک میں تمہارے لئے رسول امین ہوں ۲

فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوْنِ ﴿۱۴۴﴾ وَمَآ اَسْـَٔلُکُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ

پس بترسید از خدای و فرمانبرید مرا و نمی خواہم از شما برو ہیچ مزدی

پس اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو ۳ اور میں نہیں چاہتا تم سے اس پر کوئی اجر

اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۴۵﴾ اَتُتْرَکُوْنَ فِیْ مَا

نیست مزد من مگر بر پروردگار جہانیان آیا می خواہید گذاشت در آنچہ

نہیں ہے میرا اجر مگر عالمین کے رب پر ۴ کیا تم اس میں چھوڑ دیئے جاؤ گے جو کچھ

هٰهُنَآ اٰمِنِیْنَ ﴿۱۴۶﴾ فِیْ جَنّٰتٍ وَّعُیُوْنٍ ﴿۱۴۷﴾ وَّزُرُوْعٍ وَّ

ہستند آنجا ایمن در بوستانہا و چشمہا و کشتہا و

یہاں ہے اطمینان سے ۵ باغوں اور چشموں میں ٦ اور کھیتوں اور

نَخْلٍ طَلْعُهَا هَضِیْمٌ ﴿۱۴۸﴾ وَتَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا

خرمانیانشگوفہ آں نازکست و می تراشید از کوہ ہا خانہا

کھجوروں میں جس کا شگوفہ نازک ہے ۷ اور تم پہاڑوں میں گھر تراشتے ہو

فٰرِهِیْنَ ﴿۱۴۹﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوْنِ ﴿۱۵۰﴾ وَلَا تُطِیْعُوْٓا اَمْرَ

در حالتیکہ ماہرید پس بترسید از خدای و فرمانبرید مرا و فرمان مبرید کار

ماہرین کی طرح ۸ پس اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو ۹ اور حکم نہ مانو کافروں

الْمُسْرِفِیْنَ ﴿۱۵۱﴾ الَّذِیْنَ یُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ وَلَا یُصْلِحُوْنَ ﴿۱۵۲﴾

کافرانرا آنانکہ فساد کنند در زمین و بصلاح نمایند

کے کام کا ۱۰ وہ لوگ جو زمین میں فساد کرتے ہیں اور اصلاح نہیں کرتے ہیں ۱۱

تفسیر اظہار العرفان

۱ کیا تم لوگ اللہ تعالیٰ کے عذاب اور اس کے انتقام سے ڈرتے نہیں ہو، تم اسے چھوڑ کر کسی اور کی عبادت کرتے ہو۔(صفوۃ التفاسیر)

۲ پس تمہارے درمیان میری شہرت امانت کے اعتبار سے ہے۔(روح البیان)

۳ اس لئے تم لوگ میری اطاعت کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔(روح البیان)

۴ پس میں تم سے اس نصیحت اور دعوت پر کچھ نہیں مانگتا بلکہ میرا اجر تو اس کے پاس ہے جس نے مجھے تمہاری جانب بھیجا ہے۔(روح البیان)

۵ جاننا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت صالح علیہ السلام کے قصہ کو نقل فرماتے ہوئے یہ بیان کیا ہے کہ آپ نے اپنی قوم کو چند امور کے ساتھ خطاب فرمایا (۱) کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ تمہیں اپنے شہروں میں امن کے ساتھ چھوڑ دیا جائیگا اور تم اس میں کھاتے پیتے رہو گے تمہارے لئے جزا کا کوئی گھر نہ ہوگا؟(تفسیر کبیر)

٦ اس آیت میں اجمالاً اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو بیان کیا گیا ہے۔(تفسیر کبیر)

۷ یعنی کھیتیاں اور کھجور کے درخت جن کے گچھے خوب گوندھے ہوئے ہیں۔ هَضِیْمٌ: ایک روایت کے اعتبار سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اسکا ترجمہ کیا ہے لطیف، دوسری روایت حضرت ابو العالیہ کی ہے جس میں آیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اسکا ترجمہ کیا ہے مفید، پختہ، حضرت عکرمہ نے اسکا ترجمہ کیا ہے نرم، حضرت حسن نے ترجمہ کیا ہے لٹکتا ہوا، حضرت مجاہد نے کہا کہ خوشئہ کھجور جب خشک ہو جاتا ہے تو اس کو هَشِیْمٌ کہتے ہیں اور جب تر و تازہ ہوتا ہے تو وہ هَضِیْمٌ ہو جاتا ہے، حضرت ضحاک اور حضرت مقاتل نے کہا کہ تہ بر تہ قطار پر چڑھی ہوئی مراد ہے، کثیر اہل لغت کہتے ہیں هَضِیْمٌ وہ گچھا ہے جو برآمد ہونے سے پہلے اندر ہی اندر باہم چسپاں ہوتا ہے، ازہری نے کہا بعض بعض کے اندر گھسا ہوتا ہے، بعض نے کہا کہ هَضِیْمٌ بمعنی ہاضم ہے کھانے کو ہضم کرنے والا ہے، بہر حال ان تمام معانی کا مجموعہ لطافت کے اندر ہے [اسی لئے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اسکا ترجمہ "لطیف" کیا ہے] (مظہری) ۸ فٰرِهِیْنَ بمعنی پتھر تراشنے میں ماہر۔ حضرت عکرمہ نے اسکا ترجمہ کیا ہے خوش عیش، آرام میں، حضرت قتادہ نے کہا کہ اپنی صنعت کاری پر مغرور، حضرت سدی نے اسکا ترجمہ کیا ہے متحیر، فَارِهِیْنَ سے مراد ہے حریص، حضرت ابو عبیدہ نے کہا کہ اپنی صنعت پر اترانے والے، مگن، مطلب یہ ہے تم لوگ اس نعمت پر اترانے والے ہو، مگن ہو اور غرور کی وجہ سے قبول حق سے سرتابی کرنے والے ہو۔(مظہری) جاننا چاہیئے کہ ان آیات کا ظاہر دلالت کرتا ہے کہ قومِ ھود پر لذتِ خیالیہ غالب تھی اور اس کی بناء پر انھوں نے اپنے آپ کو بلند سمجھا، جبکہ قومِ صالح پر لذاتِ حسیہ غالب تھی اور یہ لوگ کھانے، پینے اور عمدہ مکان بنانے میں منہمک تھے۔ واضح رہے کہ ان دو لذتوں میں سے ہر لذت غافلین اہل دنیا کی علامت ہے۔ اس کے اوپر اہل عقبیٰ کی لذت ہے جو اہل بیدار کی علامت ہے اور یہ لذتِ قلبیہ ہے۔(روح البیان) ۹ یعنی اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرو اور میں جو نصیحت تمہیں کرتا ہوں اس پر عمل کرو۔(صفوۃ التفاسیر) ۱۰ یعنی مجرمین کے حکم کی پیروی نہ کرو۔(صفوۃ التفاسیر) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مُسْرِفِیْنَ کی تفسیر مشرکین کی ہے۔(مظہری) ۱۱ حضرت مقاتل کہتے ہیں کہ وہ نو آدمی تھے جنہوں نے اونٹنی کو قتل کیا تھا، زمین میں فساد کرتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے ملک میں بگاڑ پیدا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کر کے سنوار پیدا نہیں کرتے۔(مظہری)

قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ ﴿١٥٣﴾ مَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۚ

گفتند جز ایں نیست کہ تو از جادوانی نیستی تو مگر آدمی مانند ما

انھوں نے کہا اسکے سوا کچھ نہیں ہے کہ تم جادو کئے ہوئے ہو انہیں ہو تم مگر ہماری مثل آدمی

فَاْتِ بِاٰيَةٍ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿١٥٤﴾ قَالَ هٰذِهٖ

پس بیار نشانہ اگر ہستی تو از راست گویان گفت ایں

پس لاؤ نشانی اگر تم سچ کہنے والوں سے ہو ٢ فرمایا: یہ

نَاقَةٌ لَّهَا شِرْبٌ وَّلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿١٥٥﴾ وَلَا تَمَسُّوْهَا

ناقہ است مرانرا آشامیدنی و مر شما را آشامیدنی روز دانستہ شدہ و مرسانیدویرا

ناقہ ہے اس کیلئے پینا ہے (ایک دن) اور تمہارے لئے یوم معلوم کا پینا ہے ٣ اور نہ چھونا اسے

بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿١٥٦﴾ فَعَقَرُوْهَا فَاَصْبَحُوْا

بدی پس بگیرد شما را از عذاب روز بزرگ پس پی زدند آنرا پس گشتند

برائی سے پس تمہیں بڑے دن کا عذاب پکڑے گا ٤ پس اسکی کونچیں کاٹ دیں تو

نٰدِمِيْنَ ﴿١٥٧﴾ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۭ

پشیمانان پس بگرفت ایشانرا عذاب ہر آئنہ دریں نشانہ است

پچھتانے والے ہو گئے ٥ پس انھیں عذاب نے پکڑ لیا بیشک اس میں نشانی ہے

وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٥٨﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ

و نبودند اکثر ایشاں مومنان۔ و ہر آئنہ پروردگار تو اوست غالب

اور ان کے اکثر مؤمنین نہ تھے ٦ اور بیشک تمہارا رب وہی غالب

الرَّحِيْمُ ﴿١٥٩﴾ كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطِ ِۨ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٦٠﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ

مہربان تکذیب کردند قوم لوط فرستادگانرا چوں گفت ایشانرا برادر ایشاں

مہربان ہے ٧ لوط کی قوم نے پیغمبروں کو جھٹلایا ٨ جب کہا ان سے ان کے برادر

ع ١٩ ١٢

تفسیر اظہار العرفان

١ حضرت مجاہدوغیرہ کے قول کے مطابق مُسَحَّرِیْنَ سحر سے ہے مطلب یہ ہے کہ قوم نے کہا کہ اے صالح! آپ پر جادو کیا گیا ہے اس لئے آپ کی عقل زائل ہوگئی ہے کیونکہ آپ بھی ہماری طرح ایک بشر ہیں اس لئے کسی اور کو رسول بنا کر بھیجا جانا چاہیئے تھا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ آپ کھانے پینے سے بہلا دیئے گئے ہیں۔(القرطبی)

٢ اس میں دو احتمالات ہیں (١) آپ ہماری طرح ایک بشر ہیں اس لئے آپ نبی کیسے ہو سکتے ہیں' انکا یہ کلام اس قبیل سے ہے کہ انبیاء اگر اپنی قوم میں سچے ہونگے تو وہ ضرور ملائکہ کے جنس میں سے ہونگے (٢) قوم کی مراد یہ ہے کہ اے صالح! آپ ہماری طرح ایک بشر ہیں اور آپ نے نبوت کا دعوی کیا ہے اس لئے اس دعوی پر دلیل کا ہونا ضروی ہے۔(تفسیر کبیر)

٣ حضرت صالح علیہ السلام نے قوم کو جو جواب دیا وہ جواب اس آیت کریمہ میں ہے۔ مروی ہے کہ قوم نے حضرت صالح علیہ السلام سے یہ مطالبہ کیا کہ اس پہاڑ سے ایک حاملہ اونٹنی نشانی کے طور پر نکل آئے اس کے بعد ایک بچہ جنے' حضرت صالح علیہ السلام بیٹھ کر تفکر کرنے لگے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آکر آپ سے کہا کہ دو رکعت نماز ادا کیجئے اور اونٹنی کے بارے میں اللہ تعالی سے سوال کیجئے چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا پس ایک اونٹنی پہاڑ سے نکل آئی اور آپ کے سامنے بیٹھ گئی اور ایک بچہ جنا۔ حضرت صالح علیہ السلام نے قوم کو دو امور کے بارے میں وصیت فرمائی۔ (١) لَهَا شِرْبٌ وَّلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ: حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ ایک روز اونٹنی پانی پیتی تھی اور ایک روز قوم پانی پیتی تھی' پوری قوم جتنا پانی ملا کر استعمال کرتی تھی اونٹنی تنہا تمام پانی کو پی جاتی تھی۔(تفسیر کبیر) ٤ (٢) یہ دوسری وصیت ہے جو آپ نے اونٹنی کے بارے میں اپنی قوم کو فرمائی، اور وہ یہ ہے کہ نہ اسے مارنا اور نہ اسکی کونچیں کاٹنا اگر تم نے ایسا کیا تو تم پر اللہ کا عذاب آجائیگا۔(تفسیر کبیر) ٥ پھر جب اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں اور عذاب کے آنے کا یقین ہو گیا تو پچھتانے لگے، اللہ تعالی نے انھیں تین روز تک مہلت دی ہر روز عذاب آنے کی علامت ظاہر فرمائی۔ ان کی ندامت اس لئے کام نہ آئی کہ یہ لوگ معائنہ عذاب کے قریب ہو گئے تھے، ایک قول یہ بھی ہے کہ ان لوگوں کی ندامت نے انھیں فائدہ اس لئے نہ دیا کہ انھوں نے توبہ نہیں کی تھی بلکہ حضرت صالح علیہ السلام کو تلاش کیا تا کہ معاذ اللہ انھیں قتل کر دیں حالانکہ قوم کو عذاب آنے کا یقین ہو چکا تھا۔(القرطبی) ٦ کہا گیا ہے کہ حضرت صالح علیہ السلام کی امت میں سے صرف دو ہزار آٹھ سو مرد اور عورتوں نے ایمان قبول کیا' ایک قول یہ بھی ہے کہ چار ہزار لوگوں نے ایمان قبول کیا تھا' حضرت کعب کہتے ہیں کہ حضرت صالح علیہ السلام کی قوم بارہ ہزار قبائل پر مشتمل تھی اور ہر قبیلہ عورتوں اور بچوں کے سوا بارہ ہزار نفوس پر مشتمل تھا۔(القرطبی) ٧ یعنی اللہ تعالی اپنے دشمنوں سے بدلہ لینے میں سخت اور اپنے مؤمنین بندوں پر مہربان ہے۔(صفوۃ التفاسیر) ٨ یہاں سے اس سورت میں چھٹا قصہ بیان ہو رہا ہے اور وہ قصہ حضرت لوط علیہ السلام کا ہے [واضح رہے کہ اس آیت میں بھائی سے مراد وطنی بھائی یا ساتھی ہے۔ حضرت لوط علیہ السلام نہ نسب میں ان لوگوں کے ساتھ شریک تھے نہ مذہب میں اس لئے نہ اخوت نسبی مراد ہے نہ دینی برادری] (تفسیر کبیر) یعنی اہل سدوم اور اسکے پیروکاروں نے حضرت لوط علیہ السلام' حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان انبیائے کرام علیہم السلام کو جھٹلایا جو ان دونوں سے پہلے گذر چکے تھے۔(روح البیان)

لُوۡطٌ اَلَا تَتَّقُوۡنَ ﴿۱۶۱﴾ اِنِّیۡ لَکُمۡ رَسُوۡلٌ اَمِیۡنٌ ﴿۱۶۲﴾ فَاتَّقُوا

لوط آیا نمی ترسید ہر آئنہ من مر شما را فرستادہ ام با امانت پس بترسید

لوط نے کیا تم نہیں ڈرتے ہو ا بیشک میں تمہارے لئے رسولِ امین ہوں ۲ پس ڈرو

اللّٰہَ وَ اَطِیۡعُوۡنِ ﴿۱۶۳﴾ وَ مَاۤ اَسۡـَٔلُکُمۡ عَلَیۡہِ مِنۡ اَجۡرٍ ۚ اِنۡ

از خدای فرمانبرید مرا و نمی خواہم از شما برو ہیچ مزدی نیست

اللہ سے اور میری اطاعت کرو ۳ اور میں نہیں چاہتا تم سے اس پر کوئی اجر' نہیں ہے

اَجۡرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۱۶۴﴾ اَتَاۡتُوۡنَ الذُّکۡرَانَ

مزد من مگر بر پروردگار عالمیان آیا می آئید بمردان

میرا اجر مگر عالمین کے رب پر ۴ کیا تم لوگ سارے جہاں کے لوگوں

مِنَ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۱۶۵﴾ وَ تَذَرُوۡنَ مَا خَلَقَ لَکُمۡ رَبُّکُمۡ مِّنۡ

از عالمیان و میگذارید آنچہ آفرید برای شما پروردگار شما از

میں مردوں ہی کے پاس جاتے ہو ۵ اور تمہارے واسطے تمہارے رب نے (جو) تمہاری بیویاں پیدا کیں

اَزۡوَاجِکُمۡ ؕ بَلۡ اَنۡتُمۡ قَوۡمٌ عٰدُوۡنَ ﴿۱۶۶﴾ قَالُوۡا لَئِنۡ لَّمۡ تَنۡتَہِ

زنان شما بلکہ شما گروہی از حد گذشتگانید گفتند اگر باز نا گشتی

انھیں چھوڑ دیتے ہو بلکہ تم حد سے گذرنے والے ہو ۶ انھوں نے کہا: اگر تم باز نہ آئے

یٰلُوۡطُ لَتَکُوۡنَنَّ مِنَ الۡمُخۡرَجِیۡنَ ﴿۱۶۷﴾ قَالَ اِنِّیۡ لِعَمَلِکُمۡ مِّنَ

اے لوط ہر آئنہ باشی از بیروں شدگان گفت ہر آئنہ من مر عمل شما را از

اے لوط تو بیشک تم نکالے ہوئے ہو گے ۷ فرمایا: بیشک میں تمہارے عمل کیلئے دشمنوں میں سے ہوں ۸

الۡقَالِیۡنَ ﴿۱۶۸﴾ رَبِّ نَجِّنِیۡ وَ اَہۡلِیۡ مِمَّا یَعۡمَلُوۡنَ ﴿۱۶۹﴾ فَنَجَّیۡنٰہُ

دشمنانم اے پروردگار من برہان مرا و اہل مرا ازانچہ میکنند پس برہانیدیم او را

اے میرے رب! تو مجھے نجات دے اور میرے اہل کو اس سے جو وہ کرتے ہیں ۹ پس ہم نے انھیں نجات دی

۱ یعنی تم لوگ اللہ تعالیٰ کے عذاب اور اس کے انتقام سے ڈرتے نہیں ہو کہ اللہ کو چھوڑ کر کسی اور کی عبادت اور پرستش کرتے ہو۔ (صفوۃ التفاسیر)

۲ اس سے پہلے حضرت صالح علیہ السلام، حضرت ھود علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کے بارے میں بھی یہی الفاظ گذرے ہیں [جس سے معلوم ہو رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تمام نبی پیامِ الٰہی کو انتہائی امانتداری کے ساتھ پہنچاتے رہے ہیں اور اس پیامِ الٰہی کے پہنچانے میں ذرہ برابر بھی خیانت سے کام نہیں لیا] (صفوۃ التفاسیر)

۳ اسی قسم کے الفاظ دیگر انبیائے کرام علیہم السلام کے بارے میں منقول ہیں جس سے معلوم ہو رہا ہے کہ سارے رسولوں کی دعوت اور غایت ایک ہی ہے اور ان سب کی دعوت کی اصل وحی الٰہی ہے۔ (صفوۃ التفاسیر)

۴ یعنی تبلیغ اور تعلیم پر میں تم سے کوئی اجر طلب نہیں کرتا ہوں۔ (روح البیان)

۵ یعنی سارے جہان سے ہٹ کر سب کے خلاف تم مردوں سے لواطت کرتے ہو دنیا میں کوئی مخلوق بھی اس عمل میں تمہاری شریک نہیں ہے کوئی بھی یہ حرکت نہیں کرتا' اس مطلب پر عالمین سے مراد ہوگا ہر جماع کرنے والا [خواہ آدمی ہو یا کوئی اور] یا یہ مطلب ہے کہ آدمیوں میں سے تم ہی مردوں سے لواطت کرتے ہو اور کوئی آدمی ایسا نہیں کرتا' اس پر عالمین سے مراد آدمی ہونگے۔ (مظہری)

۶ مطلب یہ ہے کہ تمہاری بیویوں کا جو مقام اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے بنایا ہے تم اس کو چھوڑے رکھتے ہو [عورتوں سے صنفی مجامعت نہیں کرتے بلکہ ان سے بھی لواطت کرتے ہو] وہ لوگ عورتوں سے بھی لواطت کرتے تھے جیسے رافضی کرتے ہیں۔ اسوقت مِنْ تبعیضیہ ہوگا بمعنی تمہاری بیویوں کا جو حصۂ جسم اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے پیدا کیا ہے اس کو چھوڑے رکھتے ہو۔ اس مطلب پر آیت سے عورتوں کے ساتھ لواطت کرنے کی حرمت پر استدلال کیا جا سکتا ہے خواہ بیویاں ہوں یا باندیاں۔ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ عٰدُوْنَ: یعنی شہوت رانی میں حلال سے حرام کی طرف تجاوز کرتے ہو شہوت کو پورا کرنے میں تم تمام لوگوں کی حد بندیوں سے آگے بڑھنے والے بلکہ جانوروں سے بھی اس معاملہ میں بڑھکر ہو' یا یہ مطلب ہے کہ گناہوں میں تم حد سے بڑھے ہوئے ہو' یا یہ مطلب ہے کہ اس نالائق حرکت کرنے کی وجہ سے تم اس بات کے مستحق ہو کہ تم کو حد سے تجاوز کرنے والا کہا جائے۔ (مظہری) حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص اپنی عورت کے پچھلے مقام کی طرف آئے تو وہ اس چیز سے بیزار ہے جسے اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اتارا اور اللہ تعالیٰ اسکی جانب نظرِ رحمت نہیں فرمائیگا۔ (روح البیان) ۷ قوم نے جواب کے طور پر یہ کہا کہ اے لوط! اگر تم ہماری برائی کرنا نہیں چھوڑو گے تو ہم اپنے درمیان سے تمہیں نکال دینگے اور اپنے شہر سے تمہیں جلا وطن کر دینگے جیسے ہم نے تم سے پہلے کیا تھا بس ہماری طرف سے تم جلا وطنی کا وعدہ اپنے لئے سمجھ لو۔ (صفوۃ التفاسیر) ۸ یعنی تمہارے عمل سے مجھے سخت نفرت ہے اسی لئے بستی سے نکالے جانے کی دھمکی کی پرواہ نہیں ہے۔ مِنَ الْقَالِیْنَ کہنے میں قَالِیْ کہنے سے زیادہ زور ہے کیونکہ اسکا مطلب یہ ہے کہ تمہارے عمل سے نفرت کرنے والی جماعت میں میں شامل ہوں اور اس گروہ میں مشہور ہوں۔ قَالِیْ بمعنی بغض رکھنے والا۔ (مظہری) ۹ حضرت لوط علیہ السلام کو جب معلوم ہو گیا کہ میری نصیحت و دعوت کا ان لوگوں پر کوئی اثر نہیں پڑیگا [آئندہ ان کے ساتھ رہنا بیکار ہے] تو آپ نے دعا کی کہ مجھے ان سے الگ کر دیا جائے تا کہ ان پر آنے والے عذاب سے محفوظ رہوں۔ (مظہری)

وَاَهْلَهٗٓ اَجْمَعِيْنَ ﴿١٧٠﴾ اِلَّا عَجُوْزًا فِي الْغٰبِرِيْنَ ﴿١٧١﴾ ثُمَّ دَمَّرْنَا

و اہل او ہمہ مگر پیرہ زنی در باقی ماندگان پس ہلاک کردیم

اور ان کے سب اہل کو ١ مگر ایک بڑھیا جو پیچھے رہنے والوں میں سے تھی ٢ پھر ہم نے ہلاک کیا

الْاٰخَرِيْنَ ﴿١٧٢﴾ وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ۚ فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿١٧٣﴾

دیگرانرا و بارانیدیم ما بر ایشاں باران پس بد است باران بیم کنندگان

دوسروں کو ٣ اور ہم نے ان پر (پتھروں کی) بارش برسائی پس کیا ہی بری بارش ہے ڈرائے ہوئے لوگوں (کیلئے) ٤

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۭ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٧٤﴾ وَ

ہر آئنہ دریں نشانہ ست و نبودند اکثر ایشاں مؤمنان و

بیشک اس میں نشانی ہے اور ان کے اکثر مؤمنین نہ تھے ٥ اور

اِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿١٧٥﴾ كَذَّبَ

ہر آئنہ پروردگار تو اوست غالب مہربان تکذیب کردند

بیشک تمہارا رب وہی غالب مہربان ہے ٦

اَصْحٰبُ لْئَيْكَةِ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٧٦﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ شُعَيْبٌ اَلَا

یارانِ ایکہ پیغمبرانرا چوں گفت ایشانرا شعیب آیا نمی

اصحابِ ایکہ نے پیغمبروں کو جھٹلایا ٧ جب کہا ان سے شعیب نے کیا

تَتَّقُوْنَ ﴿١٧٧﴾ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿١٧٨﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿١٧٩﴾

پرہیزید ہر آئنہ من مر شما را فرستادہ ام با امانت پس بترسید از خدای و فرمانبرید مرا

تم ڈرتے نہیں ہو ٨ بیشک میں تمہارے لئے رسولِ امین ہوں ٩ پس اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو ١٠

وَمَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰي رَبِّ

و نمی خواہم از شما برو ہیچ مزدی نیست مزد من مگر بر پروردگار

اور میں نہیں چاہتا تم سے اس پر کوئی اجر، نہیں ہے میرا اجر مگر عالمین ١١

١ یعنی آپ کے اہل بیت اور جن لوگوں نے آپ کی پیروی کی۔ (روح البیان)

٢ عَجُوْزًا سے مراد حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی ہے اس کا نام والھہ تھا۔ (روح البیان) حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی پیچھے پیچھے چلی تو تھی لیکن اپنی قوم کی طرف راغب اور ان کے عمل کو پسند کرتی تھی اس لئے ایک پتھر راستہ میں اسے بھی لگ گیا اور وہ مر گئی۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ وہ حضرت لوط علیہ السلام کے ساتھ بستی سے نکلی ہی نہ تھی جو لوگ بستی میں باقی تھے انہی میں وہ بھی شامل تھی۔ (مظہری)

٣ باقی کو ہم نے سخت ہلاکت کے ساتھ ہلاک کر دیا۔ (صفوۃ التفاسیر)

٤ یعنی ہم نے ان پر آسمان سے پتھروں کی بارش کی اور جن لوگوں نے انبیاء کو جھٹلایا ان کے حق میں بارش کس قدر بری تھی۔ (صفوۃ التفاسیر)

٥ حضرت لوط علیہ السلام کی نافرمان قوم پر پتھروں کی بارش برسانا ان لوگوں کیلئے عبرت ہے جو ان کے بعد ہونگے تا کہ وہ لوگ اس قبیح فعل سے اپنے آپ کو بچائیں، واضح رہے کہ حضرت لوط علیہ السلام کی دو بیٹیاں اور دو داماد کے سوا کوئی اور مؤمن نہ تھا۔ (روح البیان)

٦ یعنی اللہ تعالیٰ دشمن پر قہر نازل کرتا ہے اور اپنے نیک بندوں کی مدد فرماتا ہے' یا یہ مطلب ہے کہ تنبیہ اور ارشاد سے پہلے اللہ تعالیٰ عذاب نہیں فرماتا' اہل عذاب کو عذاب کرنا اور اہل ثواب کو ثواب عطا فرمانا اس کی رحمت کے کمال میں سے ہے' کیا آپ کو نہیں معلوم کہ جس ہاتھ کے زہریلے جراثیم بدن کے دوسرے حصے کی جانب پھیل رہے ہوں اس حصے کو کاٹ دینا سلامتی بدن کا سبب ہے پس عالم بمنزلہ جسد کے ہے' اہل فساد بمنزلہ اس ہاتھ کے ہے جس میں زہریلے جراثیم ہوں اس لئے اہل فساد کے ازالہ میں عذاب کا نازل کرنا راحت ہے' اگر اللہ تعالیٰ قہر و غضب میں نہ ہوتا تو حدود رکھنے کا فائدہ نہ ہوتا' اسی لئے کہا گیا ہے کہ حدود کو قائم کرنا زمانے کے ناراض ہونے سے بہتر ہے۔ حضرت ادریس علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جو شخص ایسی جگہ رہتا ہو جہاں سلطانِ قاہر' عادل قاضی' طبیب' عالم' بازار اور نہر جاری نہ ہو تو تحقیق اس نے اپنے آپ کو ضائع کر دیا۔ (روح البیان) ٧ یہاں سے اللہ تعالیٰ ساتواں قصہ بیان فرما رہا ہے جو حضرت شعیب علیہ السلام کا ہے۔ مروی ہے کہ اصحابِ ایکہ وہ لوگ ہیں جو ایک گھنی جھاڑی کے پاس رہتے تھے۔ سوال: جس طرح اس سے پہلے انبیائے کرام علیہم السلام کے قصص کو بیان کرتے ہوئے اَخُوْهُمْ کہا گیا اسی طرح حضرت شعیب علیہ السلام کے لئے اَخُوْهُمْ کیوں نہیں کہا گیا؟ جواب: حضرت شعیب علیہ السلام چونکہ اصحابِ ایکہ کی قوم میں سے نہ تھے اس لئے اَخُوْهُمْ ان کیلئے نہ کہا گیا۔ حدیث شریف میں ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام مدین کی قوم میں سے تھے اللہ تعالیٰ نے انہیں اصحابِ ایکہ کی جانب بھیجا۔ (تفسیر کبیر) ٨ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کی تبلیغ اور طرزِ تبلیغ کو ایک ہی عبارت میں نقل کیا۔ (مظہری) ٩ کیونکہ سب نے ہی اللہ تعالیٰ سے ڈرنے، اس کی اطاعت کرنے اور اس کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرنے کا حکم دیا۔ (مظہری) ١٠ یعنی کیا تم اللہ تعالیٰ کے عذاب اور اس کے انتقام سے نہیں ڈرتے ہو کہ غیر کو اس کی عبادت میں شریک کرتے ہو۔ (صفوۃ التفاسیر) ١١ تمام انبیائے کرام علیہم السلام نے تبلیغ رسالت کا معاوضہ طلب نہ کرنے کا اظہار کیا اور سب ہی نے اپنی دعوت کا ثواب اللہ کے ذمے قرار دیا۔ (مظہری)

الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۸۰﴾ اَوْفُوا الْكَیْلَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُخْسِرِیْنَ ﴿۱۸۱﴾

عالمیان تمام پیمائید پیمانہ و مباشید از زیانکاران

کے رب پر پیمانہ پورا کرو اور کم ناپنے والوں میں سے نہ ہو جاؤ ۱؎

وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِیْمِ ﴿۱۸۲﴾ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ

و سنجید بمیزان راست و کم مکنید مردمانرا

اور درست ترازو سے تولو ۲؎ اور لوگوں کو انکی چیزیں کم نہ

اَشْیَآءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ ﴿۱۸۳﴾ وَ

چیزہاے ایشاں تباہی مجوئید در زمین تباہی و

دیا کرو اور زمین میں تباہی کی کوشش نہ کرو تباہی پھیلانے والوں (کی طرح) ۳؎ اور

اتَّقُوا الَّذِیْ خَلَقَكُمْ وَالْجِبِلَّةَ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۱۸۴﴾ قَالُوْۤا اِنَّمَاۤ

بترسید ازانکہ بیافرید شما را و گروہ پیشینان گفتند جز ایں نیست

ڈرو اس سے جس نے تمہیں اور اگلے گروہ کو پیدا کیا ۴؎ انھوں نے کہا: اسکے سوا کچھ نہیں ہے

اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِیْنَ ﴿۱۸۵﴾ وَمَاۤ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَاِنْ

کہ تو از جادوکارانی و نیستی تو مگر آدمی مانند ما و ہر آئنہ

کہ تم پر جادو کیا ہوا ہے ۵؎ اور نہیں ہو تم مگر ہماری مثل آدمی اور بیشک

نَّظُنُّكَ لَمِنَ الْكٰذِبِیْنَ ﴿۱۸۶﴾ فَاَسْقِطْ عَلَیْنَا كِسَفًا مِّنَ

گمانبریم ترا از تکذیب کنندگان پس فرود بر ما پارہ از

ہم خیال کرتے ہیں تمہیں جھوٹ کہنے والوں میں سے ۶؎ پس تم ہم پر آسمان کا ٹکڑا

السَّمَآءِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ﴿۱۸۷﴾ قَالَ رَبِّیْۤ اَعْلَمُ

آسمان اگر ہستی تو از راستگویان گفت پروردگار من دانا ست

گرا دو اگر تم سچ کہنے والوں میں سے ہو ۷؎ فرمایا: میرا رب خوب جانتا ہے

۱؎ حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کو چند چیزوں کا حکم دیا(۱) اَوْفُوا الْكَیْلَ الخ: کیل کی تین قسمیں ہیں ایک واف یعنی پورا ناپ دینا، دوم طفیف یعنی پیمانہ کم دینا، سوم زائد یعنی پیمانہ بڑھا کر دینا، ان تینوں میں سے حضرت شعیب علیہ السلام نے قوم کو واف یعنی پیمانہ پورا دینے کا حکم دیا اور قوم کو طفیف سے منع فرمایا لیکن تیسری قسم زائد کا ذکر نہیں ہے اس لئے اسے اگر کر لیا جائے تو احسن ہے اور اگر قوم ایسا نہ کرے تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ (تفسیر کبیر)

۲؎ اس آیتِ کریمہ میں یہ بیان ہے کہ پیمانہ پورا کس طرح دیا جائیگا۔ (تفسیر کبیر) (۱) اس آیتِ کریمہ میں دوسرا حکم بیان ہو رہا ہے جو حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کو دیا۔ یہ حکم ہر قسم کے حق کیلئے عام ہے کہ کسی کے حق کو ہضم نہ کرو اور ہر قسم کی ملکیت کیلئے عام ہے کہ کسی کی ملکیت میں سامان کو غصب نہ کرو اور اس میں بغیر مالک کی اجازت کے تصرف نہ کرو۔ وَلَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ: اس ٹکڑے میں تیسرا حکم بیان ہو رہا ہے جو حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کو دیا۔ اس فساد میں رہزنی، قتل وغارت اور کھیتوں کو تباہ کرنا وغیرہ شامل ہیں۔ وہ لوگ ان تمام قسم کے فساد کو اپناتے تھے اس لئے آپ نے اس سے منع فرمایا۔ (تفسیر کبیر) یعنی دانستہ تباہی نہ لاؤ، مطلب یہ ہے کہ قصداً بگاڑ پیدا نہ کرو، تباہی نہ پھیلاؤ اس سے معلوم ہوا کہ اگر نیت اصلاح کی ہو اور خرابی پیدا ہو جائے تو اس کو فساد فی الارض نہیں کہا جائیگا اور اس کا کوئی مواخذہ نہیں کسی نے کافر کو تیر مارا کافر نے مسلمان قیدی کو اپنے سامنے ڈھال کی طرح کر دیا اور مسلمان مارا گیا یا زخمی ہو گیا تو نہ دیت ہوگی، نہ قصاص، نہ کوئی تاوان۔ (مظہری)

۴؎ اس آیت کریمہ میں چوتھی بات حضرت شعیب علیہ السلام اپنی قوم کو بتا رہے ہیں مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اور ان لوگوں کو جو تم سے پہلے گذر چکے ہیں، پیدا کیا۔ (تفسیر کبیر) حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ اَلْجِبِلَّةُ بمعنی خلیقہ جیسے عرب کہتے ہیں جبل فلان علی کذا ای خلق یعنی فلاں کو اس پر پیدا کیا گیا۔ (القرطبی) مطلب یہ ہے کہ اس اللہ سے ڈرو جس نے تمہیں پیدا کیا اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا۔ (صفوۃ التفاسیر) ۵؎ قوم کے پاس حضرت شعیب علیہ السلام کی باتوں کا کوئی جواب نہ تھا لیکن پھر بھی قوم نے انکار کی گنجائش نکال لی اور یہ گنجائش دو طریقے سے نکالی ان میں سے ایک اس آیتِ کریمہ میں مذکور ہے۔ (تفسیر کبیر) یعنی اے شعیب آپ نہیں ہیں مگر جادو کئے ہوئے اور آپ پر خوب جادو کیا گیا ہے جس کی وجہ سے آپ کی عقل زائل ہو گئی۔ (صفوۃ التفاسیر) ۶؎ اس آیت کریمہ میں قوم کی جانب سے حضرت شعیب علیہ السلام کی باتوں سے انکار کرنے کی دوسری وجہ بیان ہو رہی ہے۔ (تفسیر کبیر) یعنی آپ ہماری طرح ایک انسان ہیں رسول نہیں ہیں اور ہم آپ کو کاذب خیال کرتے ہیں اس طرح کہ آپ نے ہمارے سامنے نبوت کا جھوٹا دعوی کیا ہے۔ (صفوۃ التفاسیر) ۷؎ اگر آپ نبوت کے دعوی میں سچے ہیں تو آسمان سے عذاب کا کوئی ٹکڑا ہم پر اتاریئے۔ علامہ رازی اس جگہ لکھتے ہیں کہ قوم نے حضرت شعیب علیہ السلام سے عذاب کا سوال اس لئے کیا تھا کہ انھوں نے یہ گمان کر رکھا تھا کہ یہ ہم پر عذاب نہیں اتار سکیں گے اس طرح ان کا کذب لوگوں کے سامنے ظاہر ہو جائیگا۔ (صفوۃ التفاسیر)

بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿١٨٨﴾ فَكَذَّبُوهُ فَأَخَذَهُمْ عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ

بآنچه میکنید پس تکذیب کنند او را پس بگرفت ایشانرا عذاب روز ظله

جو تم کرتے ہو ۱ پس انھوں نے اسے جھٹلایا تو انھیں ابر کے روز کے عذاب نے پکڑ لیا

إِنَّهُ كَانَ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿١٨٩﴾ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً

هر آئنه او هست آں عذاب روز بزرگ هر آئنه دریں نشانه ست

بیشک وہ بڑے دن کا عذاب تھا ۲ بیشک اس میں نشانی ہے

وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿١٩٠﴾ وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ

و نبود پیشترین ایشاں مومنان و هر آئنه پروردگار تو او ست غالب

اور انکے اکثر مؤمنین نہ تھے ۳ اور بیشک تمہارا رب وہی غالب

الرَّحِيمُ ﴿١٩١﴾ وَإِنَّهُ لَتَنْزِيلُ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٩٢﴾ نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ

مہربان و ہر آئنہ قرآن فرستادہ است پروردگار عالمیان فرستادہ شد باں روح

مہربان ہے ۴ اور بیشک قرآن عالمین کے رب کا بھیجا ہوا ہے ۵ اسے روح

الْأَمِينُ ﴿١٩٣﴾ عَلَىٰ قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ الْمُنْذِرِينَ ﴿١٩٤﴾ بِلِسَانٍ

با امانت بر دل تو تا باشی از بیم کنندگان بزبان

الامین لیکر آئے ۶ تمہارے دل پر تا کہ تم ڈرانے والوں میں سے ہو جاؤ ۷ کھلی

عَرَبِيٍّ مُبِينٍ ﴿١٩٥﴾ وَإِنَّهُ لَفِي زُبُرِ الْأَوَّلِينَ ﴿١٩٦﴾ أَوَلَمْ يَكُنْ

عربی بیدا و هر آئنه او در کتب پیشینان آیا نیست

عربی زبان میں ۸ اور بیشک اس کا ذکر اگلی کتابوں میں ہے ۹ کیا نہیں ہے

لَهُمْ آيَةً أَنْ يَعْلَمَهُ عُلَمَاءُ بَنِي إِسْرَائِيلَ ﴿١٩٧﴾ وَلَوْ نَزَّلْنَاهُ

ایشانرا نشانه آنکه میدانند آنرا دانایان بنی اسرائیل و اگر فرستادیم او را

ان کے واسطے یہ نشانی (کافی) کہ اسکو بنی اسرائیل کے علماء جانتے ہیں ۱۰ اور اگر ہم اسے اتارتے

۱ یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو خوب جانتا ہے پس اگر تم اسکے مستحق ہو گئے تو تمہیں ضرور عذاب دیگا اور وہ تمہیں عذاب دے کر ظالم نہیں ہوگا، اور اگر تم کسی اور عقاب کے مستحق ہوئے تو وہ اسکے حکم اور مشیت کی جانب ہے۔ (صفوۃ التفاسیر)

۲ مروی ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم نے جب انکار کیا اور حد سے تجاوز کیا تو اللہ تعالیٰ نے سات روز تک سخت گرمی میں رکھا' گرمی کی شدت کا یہ عالم تھا کہ کنواں اور چشموں کا پانی کھولنے لگا' گرمی سے تنگ آ کر وہ لوگ گھروں سے باہر آ گئے اور ہر ایک درخت کے سائے کی جانب بڑھا اچانک سیاہ بادل سرد کے ساتھ نمودار ہوا لوگ خوش ہو گئے اور ایک دوسرے کو آواز دینے لگے آؤ بادل کے سائے میں جمع ہوں کہ کچھ آرام محسوس کریں پھر جب سب لوگ بادل کے سائے میں جمع ہو گئے تو وہ بادل آگ برسانے لگا جس سے سب لوگ جل کر خاکستر ہو گئے۔ مروی ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام کو دو امتوں کی جانب بھیجا گیا ایک اصحاب مدین اور دوم اصحاب ایکہ۔ اصحاب مدین کو صیحہ اور رجفہ سے ہلاک کیا گیا اور اصحاب ایکہ کو یوم ظلہ یعنی بادل کے سائے میں آگ برسا کر ہلاک کیا گیا۔ (روح البیان)

۳ یعنی اس واقعہ میں درحقیقت عبرت اندوزی کی بڑی نشانی تھی۔ پیش کردہ ساتوں قصے مختصر طور پر رسول اللہ ﷺ کی تسلی کیلئے بیان کئے گئے تا کہ آپ صبر کریں اور سمجھ لیں کہ ہر پیغمبر کی قوم والوں کی طرف سے تکذیب ہوئی ہے اور سب پیغمبروں نے استقامت قائم رکھی آخر پیغمبر کے منکر ہلاک کر دیئے گئے اور پیغمبر اپنے ساتھیوں سمیت غالب رہے۔ اس میں رسول اللہ ﷺ کی تکذیب کرنے والوں کیلئے عذاب کی دھمکی بھی ہے۔ (مظہری) ۴ اللہ تعالیٰ اپنے دشمنوں سے بدلہ لینے میں بہت سخت ہے اور اپنے مؤمنین بندوں پر مہربان ہے۔ (صفوۃ التفاسیر) ۵ جب اللہ تعالیٰ انبیائے کرام علیہم السلام کے قصے بیان فرما چکا تو اب یہاں سے ان چیزوں کو بیان فرما رہا ہے جو حضرت محمد ﷺ کی نبوت پر دلالت کرتی ہیں۔ آیت میں تنزیل سے مراد قرآن ہے اور قرآن کی فصاحت ان کفار کیلئے معجز ہے کیونکہ وہ لوگ کوشش کے باوجود قرآن کی مثل ایک آیت بھی نہ لا سکے جس سے ثابت ہو گیا کہ قرآن مخلوق کی طرف سے نہیں ہے بلکہ رب العالمین کی طرف سے ہے۔ (تفسیر کبیر) ۶ آیت میں روح الامین سے مراد حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں' آپ کو روح اس لئے کہا جاتا ہے کہ آپ کی تخلیق روح سے ہوئی' یہ بھی کہا گیا ہے کہ دین کے باب میں آپ خلق کی نجات ہیں پس آپ اس روح کی طرح ہو گئے جس کے ساتھ حیات قائم رہتی ہے۔ آپ کو امین اس لئے کہا جاتا ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام کی جانب جو کچھ پہنچانا ہوتا آپ اس کیلئے امین ہیں۔ (تفسیر کبیر) ۷ یعنی جبرائیل علیہ السلام آ کر آپ کے سامنے تلاوت کرتے ہیں اور آپ کا دل اسے محفوظ کر لیتا ہے۔ (القرطبی) ۸ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اس سے قریش کی زبان مراد ہے تا کہ قریش کو یہ عذر نہ ہو کہ ہم وحی کی زبان کو نہیں سمجھتے ہیں۔ (مظہری) ۹ اکثر اہل تفسیر نے اس آیت کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ نزول قرآن کا ذکر کتب سابقہ میں کر دیا گیا ہے' حضرت مقاتل کہتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ کا ذکر گذشتہ کتابوں میں کر دیا گیا ہے۔ (مظہری) ۱۰ حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ علمائے بنی اسرائیل سے مراد حضرت عبداللہ بن سلام' حضرت سلمان اور اہل کتاب کے وہ علماء جو ایمان لائے، مراد ہیں۔ (القرطبی)

عَلٰى بَعْضِ الْاَعْجَمِیْنَ ﴿۱۹۸﴾ فَقَرَاَهٗ عَلَیْهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ

بر بعضے غیر عرب پس بخواندنی آں ؎بر ایشاں آنچہ بخواند بآں

غیر عرب کے بعض پر ؎ا اور وہ ان پر پڑھتے جب بھی

مُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۹۹﴾ كَذٰلِكَ سَلَكْنٰهُ فِیْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِیْنَ ﴿۲۰۰﴾

مومنان آنچنیں در می آریم آنرا در دلہاے مجرمان

ایمان لانے والے نہ ہوتے ؎۲ اسی طرح ہم اسے مجرموں کے دلوں میں لاتے ہیں ؎۳

لَا یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ حَتّٰى یَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِیْمَ ﴿۲۰۱﴾ فَیَاْتِیَهُمْ

نمی گرویدند بآں تا بہ بینند عذاب سخت پس بیامد بدیشاں

اس پر ایمان نہیں لائیں گے یہاں تک کہ سخت عذاب دیکھ لیں ؎۴ پس ان کے پاس

بَغْتَةً وَّهُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ ﴿۲۰۲﴾ فَیَقُوْلُوْا هَلْ نَحْنُ مُنْظَرُوْنَ ﴿۲۰۳﴾

ناگہان و ایشاں نمی دانند پس میگویند آیا ما منظرایم

اچانک آئیگا اور وہ جان بھی نہ سکیں گے ؎۵ پھر کہیں گے کیا ہمیں مہلت ملے گی

اَفَبِعَذَابِنَا یَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۲۰۴﴾ اَفَرَءَیْتَ اِنْ مَّتَّعْنٰهُمْ سِنِیْنَ ﴿۲۰۵﴾

آیا بعذاب ما شتاب میکردند آیا دیدے بر خور داری دہیم ایشانرا سالہا

کیا ہمارے عذاب میں جلدی کرتے ہیں ؎۷ کیا تو نے دیکھا کہ ہم انھیں چند سال برتنے دیں ؎۸

ثُمَّ جَآءَهُمْ مَّا كَانُوْا یُوْعَدُوْنَ ﴿۲۰۶﴾ مَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا

پس آمدند بدیشاں آنچہ بودند وعدہ دادہ شدند دفع نکند از ایشاں آنچہ

پھر ان پر وہ آئے جس کا وعدہ دیا گیا تھا ؎۹ نہیں ہٹائیگا ان سے وہ جسے

كَانُوْا یُمَتَّعُوْنَ ﴿۲۰۷﴾ وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْیَةٍ اِلَّا لَهَا

بودند بر خور داری یافتہ بودند و ہلاک نکردیم ما ہیچ دیہہ مگر آنرا

ان سب نے برتنے کے لئے پایا تھا ؎۱۰ اور ہم نے ہلاک نہ کیا کسی بستی کو مگر اس کیلئے

؎ا اَعْجَمِیْنَ اعجم کی جمع ہے اور اعجم اس شخص کو کہتے ہیں جو فصیح عربی اچھی نہ بول سکے خواہ نسباً عرب ہی ہو، اور عجمی کی نسبت عجم کی طرف ہے۔ عجمی اس شخص کو کہتے ہیں کہ جو نسباً غیر عربی ہو خواہ فصیح عربی بولتا ہو۔ اس تشریح لغوی کی بناء پر آیت کا معنی یہ ہوگا کہ اگر ہم یہ قرآن ایسے شخص پر نازل کرتے جس کی عربی زبان فصیح نہ ہوتی۔ (مظہری)

؎۲ یعنی اسے قرأتِ صحیحہ اور فصیحہ کے ساتھ کفارِ مکہ پر تلاوت کرے۔ واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ نے اعجازِ قرأت کو اعجاز مقرو کے ساتھ ملایا، اس کے باوجود کفارِ مکہ عناد اور تکبر کی وجہ سے ایمان نہیں لائے۔ (صفوۃ التفاسیر)

؎۳ یعنی اسی طرح ہم نے قرآن کو مجرمین کے قلوب میں داخل کیا کہ اس قرآن کو سنیں، اسے سمجھیں، اسکی فصاحت و بلاغت کو پہچانیں۔ اس قرآن کا اعجاز ان پر متحقق ہو گیا تھا لیکن ہٹ دھرمی کے پیش نظر وہ لوگ ایمان نہیں لائے۔ (صفوۃ التفاسیر)

؎۴ حضرت یحییٰ بن سلام کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان مجرمین کے دلوں میں تکذیب داخل کردی جس کی وجہ سے وہ لوگ ایمان نہیں لائے۔ (القرطبی)

؎۵ یعنی عذاب اچانک ان کے پاس آئیگا، حضرت حسن کہتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ قیامت اچانک ان کے پاس آئیگی۔ ایک شخص نے حضرت حسن سے کہا کہ اے ابو سعید! اس سے مراد یہ ہے کہ اچانک عذاب آئیگا، یہ سن کر آپ نے اسے ڈانٹا اور فرمایا کہ اچانک قیامت آئیگی۔ (القرطبی)

؎۶ ان لوگوں نے ایمان اور نیک اعمال کو چھوڑ دیا تھا اس لئے حسرت سے کہیں گے، کیا ہمیں مہلت ملے گی تا کہ ہم ایمان لائیں اور تصدیق کریں۔ ان کفار کا حال تو یہ تھا کہ جب نبی ﷺ نے ان سے عذاب کا وعدہ کیا تو جلدی کرنے لگے اور کہنے لگے کہ وہ عذاب کب آئیگا جس کا آپ نے ہم سے وعدہ کیا تھا۔ (روح البیان) ؎۷ یعنی نزولِ عذاب کے وقت یہ مہلت ملنے کے طلب گار ہونگے اور اب فوری عذاب کے خواستگار ہیں۔ بعض اہل تفسیر کا قول ہے کہ یہ آیت کافروں کے ان قول کی طرف اشارہ ہے جن میں بعض کافروں نے کہا تھا کہ اَنْزِلْ عَلَیْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ ''آپ ہم پر آسمان سے پتھروں کی بارش اتاریئے یا ہم پر کوئی سخت عذاب لائیے'' دوسری جگہ کافروں کے قول کو یوں نقل کیا کہ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا یعنی آپ جو وعدہ ہمیں دے رہے ہیں اسے لائیے۔ (مظہری) ؎۸ حقیقت میں کافروں کا عقیدہ تھا کہ عذاب ہرگز نہیں آئیگا اور ہم امن، چین اور سلامتی کے ساتھ طویل مدتوں تک چلیں گے اور مزے اڑاتے رہیں گے اسی لئے وہ عذاب آنے کی جلدی مچاتے تھے اور فوری عذاب کے خواستگار بنتے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کی عجلت پسندی کی تردید کردی، پھر بالفرض تسلیم کرتے ہوئے فرمایا اگر ہم ان کو برسوں کی زندگی اڑانے دیں اور ان پر عذابِ موعود آجائے تو کیا درازیٔ عمر اور تمتع اندوزی عذاب کو دفع کرنے میں کوئی کام آسکے گی؟ (مظہری) ؎۹ مطلب یہ ہے کہ جب عذاب الیم ان پر اچانک آپڑے گا اور یہ عذاب کو اپنے سامنے دیکھ لیں گے تو کہیں گے اب ہمیں کچھ مہلت مل جاتی لیکن ان کو مہلت نہیں دی جائیگی اور بالفرض اگر مہلت دی بھی جائے تو آپ غور کیجئے کہ اس مہلت دینے سے ان کو کیا فائدہ پہنچے گا، درازیٔ مہلت نہ ان کو دفع عذاب کا فائدہ دے سکے گی نہ تخفیفِ عذاب کا۔ (مظہری) ؎۱۰ یعنی اسوقت ان کو کیا چیز فائدہ دے گی لمبی زندگی یا مال و دولت کی کثرت۔ (صفوۃ التفاسیر)

مُنۡذِرُوۡنَ ﴿۲۰۸﴾ ذِكۡرٰى ۛ وَمَا كُنَّا ظٰلِمِيۡنَ ﴿۲۰۹﴾ وَمَا تَنَزَّلَتۡ

بیم کنندگان از برائے پند دادن و نبودیم ما ستمگاران و فرود نیابند

ڈرانے والے تھے ۱ نصیحت دینے کیلئے، اور ہم ظلم کرنے والے نہ تھے ۲ اور لیکر نہ اترے

بِهِ الشَّيٰطِيۡنُ ﴿۲۱۰﴾ وَمَا يَنۡۢبَغِىۡ لَهُمۡ وَمَا يَسۡتَطِيۡعُوۡنَ ﴿۲۱۱﴾

باآں دیوان و نسزد ایشانرا و نمی توانستند

اسے شیاطین ۳ وہ اس لائق نہیں اور نہ وہ اسکی طاقت رکھتے ہیں ۴

اِنَّهُمۡ عَنِ السَّمۡعِ لَمَعۡزُوۡلُوۡنَ ﴿۲۱۲﴾ فَلَا تَدۡعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا

ایشاں از شنیدن دور کردگانند پس مخواں با خدای خدایان

اسے تو سننے سے دور کر دیئے گئے ہیں ۵ پس تو نہ پکار اللہ کے ساتھ دوسرے خداؤں کو

اٰخَرَ فَتَكُوۡنَ مِنَ الۡمُعَذَّبِيۡنَ ﴿۲۱۳﴾ وَاَنۡذِرۡ عَشِيۡرَتَكَ

دیگر پس باشی از عذاب کردہ شدگان و بیم کن خویشان

کہ تو عذاب کئے ہوئے میں سے ہو گا ۶ اور ڈراؤ اپنے رشتہ داروں کو

الۡاَقۡرَبِيۡنَ ﴿۲۱۴﴾ وَاخۡفِضۡ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ

نزدیک خود و فرا گیر بال خود را ہر کہ پیروی کند ترا از

جو قریب تر ہیں ۷ اور ان کیلئے اپنے بازوؤں کو پھیلاؤ جو تمہاری پیروی کرتے ہیں

الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ﴿۲۱۵﴾ فَاِنۡ عَصَوۡكَ فَقُلۡ اِنِّىۡ بَرِىۡٓءٌ مِّمَّا

مومنان پس اگر نافرمانی کنند ترا پس بگو ہر آئنہ من بیزارم از آنچہ

مؤمنین میں سے ۸ پس اگر تمہاری نافرمانی کریں تو کہہ دو بیشک میں بیزار ہوں اس سے جو

تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۲۱۶﴾ وَتَوَكَّلۡ عَلَى الۡعَزِيۡزِ الرَّحِيۡمِ ﴿۲۱۷﴾ الَّذِىۡ يَرٰٮكَ

میکردید و توکل کن بر خداوند غالب مہربان آنکہ می بیند ترا

تم عمل کرتے ہو ۹ اور بھروسہ کرو صاحب غالب مہربان پر ۱۰ وہ جو تمہیں دیکھتا ہے

منزل ۵

۱ یعنی بستیوں میں سے کسی بستی کو اور امتوں میں سے کسی امت کو ہم نے ہلاک نہیں کیا مگر رسولوں کو بھیج کر اپنی حجت پہنچانے کے بعد۔ (صفوۃ التفاسیر)

۲ ان بستیوں کی ہلاکت ان کے غیر کیلئے نصیحت اور عبرت ہو جائے اور وہ لوگ ان کی مثل نافرمانی کرنے سے بچیں۔ وَمَا كُنَّا ظٰلِمِيۡنَ: یعنی ان بستیوں کو ہلاک کرنے اور ان امتوں کو ہلاک کرنے کی وجہ سے ہم ظالم نہیں ہیں اس لئے کہ ہم نے رسولوں کو بھیج کر انھیں سب کچھ بتا دیا تھا۔ (صفوۃ التفاسیر)

۳ جاننا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے جب حضرت محمد ﷺ کی نبوت کے صدق پر اس حیثیت سے حجت قائم فرمائی کہ یہ قرآن رب العالمین کی جانب سے نازل کردہ ہے اور اسے ان لوگوں نے فصاحت و بلاغت کے ذریعے پہچانا، اور اس لئے بھی کہ یہ قرآن متقدمین کے قصوں پر بھی بغیر کسی فرق کے مشتمل ہے۔ ان کفار کو یہ بھی معلوم تھا کہ آپ کبھی تعلم میں مصروف نہیں ہوئے اور نہ ہی ایسی کسی مجلس میں جو تعلم کا فائدہ دیتی ہو۔ اب ان امور کے پیش نظر کفار کہنے لگے کہ یہ کیوں نہیں ہوسکتا کہ جن اور شیاطین کی طرف سے القا ہو جس طرح کاہنوں پر القا ہوتا ہے۔ بس اللہ تعالیٰ اب یہاں سے کفار کے اس نظریئے کی تردید فرما رہا ہے اور وہ اس طرح کہ [نبی ﷺ کی ولادت باسعادت کے بعد سے] شیاطین کا آسمان پر جا کر کلام سننے کا سلسلہ روک دیا گیا تھا اور جب بھی شیاطین جانے کی کوشش کرتے ہیں تو انھیں آگ کی چنگاری سے مارا جاتا ہے لہذا شیاطین سے کاہنوں کی طرح کا علم ممنوع ہو گیا اب جو قرآن کی شکل میں نازل ہو رہا ہے یہ وحی الٰہی ہے اور جس پر اتر رہا ہے وہ اللہ تعالیٰ کا نبی ہے۔ (تفسیر کبیر) ۴ یعنی یہ نہ صحیح ہے اور نہ یہ ہوسکتا ہے کہ اس قرآن کو شیاطین لے کر آئیں۔ (صفوۃ التفاسیر) ۵ جب سے نبی کریم ﷺ کی بعثت ہوئی ہے اس وقت سے شیاطین کو چوری چھپے کلام سننے سے روک دیا گیا، اور اب ان کے اور سماعت کے درمیان ملائکہ اور آگ کے انگارے حائل ہیں ایسی صورت میں وہ قرآن کو لیکر کیسے آسکتے ہیں۔ ابن کثیر کہتے ہیں کہ یہ ممانعت تین وجوہ سے ہے (۱) شیاطین چاہتے ہیں کہ بندوں کو گمراہ کر دیا جائے اور ان سے فساد کرایا جائے، جبکہ قرآن نور، ہدایت اور برہانِ عظیم ہے (۲) شیاطین اگر قرآن کو لاتے تو وہ سب اس میں تبدیل و تحریف کر ڈالتے، جبکہ اس قرآن کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے خود لی ہے (۳) شیاطین اگر قرآن کو لاتے تو اس کیلئے ضروری تھا کہ آسمان پر جا کر پہلے اسے سنتے، جبکہ اللہ تعالیٰ نے آسمان کو چوکیداروں اور آگ سے بھر دیا تھا۔ (صفوۃ التفاسیر) ۶ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ [بظاہر خطاب رسول اللہ ﷺ کو ہے لیکن حقیقت میں] اس سے دوسروں کو ڈرانا مقصود ہے (مظہری) ۷ حضرت ابوہریرہ ؓ سے مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے قریش کو بلایا تو عام و خاص سب ہی جمع ہو گئے تو فرمایا: اے بنی کعب! اپنے آپ کو جہنم سے بچاؤ، اے بنی مرہ! اپنے آپ کو جہنم سے بچاؤ، اے بنی عبدالشمس! اپنے آپ کو جہنم سے بچاؤ، اے بنی عبد مناف! اپنے آپ کو جہنم سے بچاؤ، اے بنی ہاشم! اپنے آپ کو جہنم سے بچاؤ الخ (القرطبی) ۸ مقصد یہ ہے کہ مؤمنین کو ایمان کے شرف سے مشرف فرمایئے۔ (بیضاوی) ۹ اگر تم نے میری پیروی نہ کی تو میں تمہارے کردار سے بیزار ہوں۔ (بیضاوی) ۱۰ جو آپ کی نافرمانی کر رہے ہیں آپ کو اللہ تعالیٰ ان سے بچائے گا۔ (بیضاوی)

حِيْنَ تَقُوْمُ ﴿٢١٨﴾ وَتَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ ﴿٢١٩﴾ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ

ہنگامی کہ برخیزید و گشتن ترا در سجدہ کنان ہر آئنہ اوست

اسوقت جب تم کھڑے ہوتے ہو ١ اور تمہارا پھرنا سجدہ کرنے والوں میں ٢ بیشک وہی

الْعَلِيْمُ ﴿٢٢٠﴾ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ عَلٰى مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيٰطِيْنُ ﴿٢٢١﴾ تَنَزَّلُ

شنوا دانا آیا خبر دہم شما را بر ہر کہ فرود آیند دیوان

سننے والا جاننے والا ہے ٣ کیا میں تمہیں خبر دوں جس پر شیاطین اترتے ہیں ٤

عَلٰى كُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ ﴿٢٢٢﴾ يُّلْقُوْنَ السَّمْعَ وَاَكْثَرُهُمْ كٰذِبُوْنَ ﴿٢٢٣﴾

فرود آیند بر ہر دروغگوی بزکار فرود آرند گوش را و اکثر ایشاں

اترتے ہیں ہر جھوٹ بولنے والے گنہگار پر ٥ کان لگائے ہوئے رہتے ہیں اور ان کے اکثر

وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ﴿٢٢٤﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِيْ كُلِّ

تکذیب کنندگان و شاعران مشرک پیروی ایشاں کنند مشرکان آیا نمی بنی کہ ایشاں در

جھٹلانے والے ہیں ٦ اور مشرکوں کے شاعر کی پیروی تو مشرکین ہی کرتے ہیں ٧ کیا تم نے نہ دیکھا کہ وہ سب

وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ ﴿٢٢٥﴾ وَاَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ ﴿٢٢٦﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ

ہر وادی سرگردانند و آنکہ میگویند آنچہ نکنند

ہر وادی میں سرگرداں پھرتے ہیں ٨ اور یہ کہ وہ سب کہتے ہیں جو کرتے نہیں ہیں ٩

اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّانْتَصَرُوْا مِنْۢ

مگر آنانکہ گرویدند و کردند نیکیہا و یاد کردند خدایرا بسیار

مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے اور اللہ کا خوب ذکر کئے اور جب

بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا ۗ وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ﴿٢٢٧﴾

و انتقام کشیدند از پس آنچہ ستم کردند و زود بدانند آنانکہ ستم کردند بکدام مقام باز گردانیدہ شوند

ان پر ظلم کیا گیا تو اسکے بعد بدلہ لیا اور بہت جلد جان لینگے وہ لوگ جنہوں نے ظلم کیا کہ کس جانب پھریں گے ١٠

ع ١١ ٢٦ ١٥

١ یعنی جب آپ اپنے بستر سے یا اپنی مجلس سے تنہا کھڑے ہوتے ہیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس سے مراد ہے کہ جب آپ تنہا نماز پڑھتے ہیں (صفوۃ التفاسیر)

٢ یعنی نماز کے اندر قیام، رکوع اور سجود کی طرف تمہارے منتقل ہونے کو، حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ آپ جو نمازیوں کی طرف نظر گھماتے پھراتے ہیں اللہ تعالیٰ اس کو دیکھتا ہے۔ بات یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ جس طرح سامنے سے دیکھتے ہیں اسی طرح پشت کے پیچھے کی چیز کو بھی دیکھتے تھے، حضرت حسن کہتے ہیں کہ تقلب سے مراد ہے تصرف یعنی مؤمنوں میں تمہاری آمد ورفت کو دیکھتا ہوں، حضرت سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ سَاجِدِیْنَ سے مراد ہیں انبیاء یعنی جیسے انبیاء کے حالات تھے وہ چلتے پھرتے اور مختلف احوال رکھتے تھے اسی طرح مختلف احوال میں تمہارے تصرف کو بھی اللہ دیکھتا ہے۔ حضرت عطاء کی روایت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ایک قول آیا ہے کہ تقلب سے مراد ہے آباء واجداد کی پشتوں میں منتقل ہونا یعنی ایک نبی سے نور محمدی کا دوسرے نبی کی پشت میں منتقل ہو کر آنا لیکن اس تفسیر پر رسول اللہ ﷺ کی کوئی خاص مدح نہ ہوگی کیونکہ آباء واجداد میں ایک سے دوسرے کی طرف منتقل ہونا تو رسول اللہ ﷺ ہی کیلئے مخصوص نہ تھا تمام قریش بلکہ تمام انسان یونہی پشت در پشت منتقل ہوتے چلے آئے ہیں۔ زیادہ مناسب یہ ہے کہ تقلب سے مراد ہو پاک عبادت گذار مردوں کی پشت سے مقدس پاک دامن عورتوں کی رحموں میں آپ کا منتقل ہوتے رہنا یعنی مؤحد، مؤمن مردوں کی پشتوں سے مؤمنہ، موحدہ عورتوں کی رحموں کی طرف انتقال۔ اس تفسیر سے آیت پر استدلال کیا جاسکے گا اس امر پر کہ نبی کریم ﷺ کے سارے آباء واجداد مؤمن تھے کَذَا قَالَ السیوطی۔ (مظہری) مطلب یہ ہے کہ مؤمنین کے اصلاب اور ارحام میں آپ کے تقلب کو اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے یہاں تک کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عبداللہ تک آپ کے تمام آباء واجداد مؤمنین تھے۔ (صاوی) ٣ جو کچھ وہ لوگ کہہ رہے ہیں اللہ اسے سنتا ہے اور جو کچھ وہ لوگ چھپا رہے ہیں اللہ اسے جانتا ہے۔ (صفوۃ التفاسیر) ٤ اس آیت میں ان لوگوں کا رد ہے جنہوں نے یہ کہا تھا کہ اس قرآن کو شیاطین نے اتارا ہے۔ (صفوۃ التفاسیر) ٥ یعنی ہر جھوٹے فاجر پر شیاطین اترتے ہیں۔ (صفوۃ التفاسیر) ٦ یعنی آسمان سے باتوں کو سن کر آتے اور زمین پر کاہنوں سے کہہ دیتے تھے پھر کاہن ان سنی ہوئی باتوں میں اپنی طرف سے جھوٹ ملا کر بتاتے تھے، یہاں تک کہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ شیطان ایک حق کا کلمہ آسمان سے سن کر آتا تو کاہن اس میں ایک سو جھوٹ ملا کر لوگوں کو بتاتے تھے (صفوۃ التفاسیر) ٧ اکثر مفسرین کہتے ہیں کہ آیت میں وہ شعراء امراء مراد ہیں جو کافروں کی حمایت میں رسول اللہ ﷺ کی ہجو کرتے تھے، یہ شعراء جھوٹی غلط سلط باتیں کہتے اور دعویٰ کرتے تھے کہ جیسا محمد (ﷺ) کہتے ہیں ویسا ہم بھی کہتے ہیں، یہ لوگ اشعار سناتے اور ان کی قوم کے کچھ گمراہ لوگ جمع ہوجاتے اور رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کے متعلق ان شاعروں کی ہجائیہ اشعار سنتے اور پھر نقل کرتے تھے۔ (مظہری) ٨ یعنی ہر اس شخص کو جو لغو باتوں کو سنتے ہیں اور حق باتوں کو نہیں سنتے ہیں (القرطبی) ٩ ان میں سے اکثر جھوٹ کہتے ہیں (القرطبی) ١٠ اس آیت میں مؤمنین شعراء کا استثناء ہے یعنی وہ لوگ جو صالحین ہیں اور کثرت سے اللہ کا ذکر کرتے ہیں ان کے اشعار توحید اور ثناء پر مشتمل ہوتے ہیں۔ (بیضاوی)

سُوْرَةُ النَّمْلِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ ثَلٰثٌ وَّتِسْعُوْنَ اٰيَةً وَّسَبْعُ رُكُوْعَاتٍ

سورہ نمل مکی ہے اور اس میں ۹۳ آیات اور ۷ رکوع ہیں ۱؎

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

بنام خدای بخشندہ مہربان

اللہ کے نام سے (جو بہت) رحم والامہربان (ہے)

طٰسٓ تِلْكَ اٰيٰتُ الْقُرْاٰنِ وَكِتَابٍ مُّبِيْنٍ ① هُدًى

این آیت قرآنست و کتاب بیدا راه نماینده

یہ قرآن کی آیتیں ہیں اور روشن کتاب کی ۲؎ راہ دکھاتی ہے

وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ② الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ

و مژده دہنده مر مؤمنانرا آنانکه بر پادارند نماز را

اور مؤمنوں کو خوشخبری دیتی ہے ۳؎ وہ لوگ جو نماز قائم رکھتے ہیں

وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ③ اِنَّ

و بدہند زکوة را و ایشاں بآخرت ایشاں بیگمانند ہر آئنہ

اور زکوة دیتے ہیں اور وہ سب آخرت پر یقین رکھتے ہیں ۴؎ بیشک

الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ زَيَّنَّا لَهُمْ اَعْمَالَهُمْ فَهُمْ

آنانکہ نمی کردند باآخرت بیاراستیم برائے ایشاں کردارہاے ایشاں پس ایشاں

وہ لوگ جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے ہیں ہم نے ان کے واسطے آراستہ کیا ان کے کردار کو پس وہ سب

يَعْمَهُوْنَ ④ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْعَذَابِ وَهُمْ

سر گردانند آنگروہ آنانند ایشانراست بدی عذاب و ایشاں

سرگرداں پھرتے ہیں ۵؎ یہی گروہ ہے جن کیلئے برا عذاب ہے اور وہ سب

۱؎ ۴۶۹۹ حروف اور ۱۱۰۹ کلمات ہیں (غرائب القرآن) اس سورت میں اصول عقیدہ یعنی توحید، رسالت اور بعث بعد الموت کا بیان ہے، اس سورت میں انبیاء علیہم السلام کے قصص بیان کیے گئے ہیں ان میں سے بعض قصے مختصر ہیں اور بعض قصے تفصیل سے بیان ہوئے چنانچہ حضرت موسیٰ، حضرت صالح اور حضرت لوط علیہم السلام کے قصص اجمالی ہیں جبکہ حضرت داؤد علیہ السلام اور آپ کے صاجزادے حضرت سلیمان علیہ السلام کا قصہ تفصیل سے بیان ہوا، ان کے واقعات میں صاحب جاہ وسلطنت کیلئے دقیق قسم کی رہنمائی موجود ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنی سلطنت کو دعوت الی اللہ کیلئے وسیلہ بنایا پس آپ نے کسی بھی جابر حاکم اور کافر بادشاہ کو نہیں چھوڑا مگر اسے ایک اللہ کی جانب بلایا، یہی وجہ تھی کہ حضرت بلقیس بتوں کی عبادت کو چھوڑ کر ایک اللہ کی جانب آئی اور مسلمان ہو کر اس قدر اللہ کی عبادت و ریاضت میں مشغول ہو گئیں کہ مستجاب الدعوات ہو گئیں، اس سورت کا نام ''سورۃ النمل'' اس لئے ہے کہ اس میں چونٹیوں کا قصہ بیان کیا گیا ہے۔ (صفوة التفاسیر)

۲؎ کِتَابٍ مُّبِيْنٌ سے مراد لوح محفوظ ہے جس کے اندر ہر ہونے والی چیز کا ادراک ہے، یا کِتَابٍ مُّبِيْنٍ سے قرآن ہی مراد ہے قرآن حلال وحرام کے احکام کو کھول کر بیان کرنے والا ہے اور چونکہ معجز ہے اس لئے اپنے صحیح ہونے کو بھی واضح طور پر بیان کر رہا ہے۔ قرآن اور کتاب صفت کے صیغے بھی ہیں جو چیز پڑھی جائے وہ قرآن ہے اور جو چیز لکھی جائے وہ کتاب ہے اور یہ دونوں اللہ تعالیٰ کی کتاب کے علم یعنی خصوصی نام بھی ہیں۔ (مظہری)

۳؎ اس تخصیص میں اختلاف ہے کہ قرآن کو مؤمنین کے واسطے ہدایت اور بشارت کیوں قرار دیا گیا ہے (۱) قرآن اہل ایمان کو جنت کی جانب رہنمائی کرتا ہے اور جنت کی بشارت دیتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے فَسَيُدْخِلُهُمْ فِيْ رَحْمَةٍ مِّنْهُ وَفَضْلٍ وَّيَهْدِيْهِمْ اِلَيْهِ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا'' پس بہت جلد انھیں اپنی طرف سے رحمت اور فضل میں داخل فرمائیگا اور انھیں ہدایت دیگا اپنی طرف سیدھی راہ کی'' پس اسی وجہ سے مؤمنین کو خاص کیا ہے (۲) ھدی بمعنی دلالت ہے اللہ تعالیٰ نے چونکہ ہدایت کے ساتھ بشریٰ بھی ذکر فرمایا ہے اور بشارت تو صرف مؤمنین کیلئے ہوتی ہے اس لئے هُدًى وَّ بُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ فرمایا۔ (تفسیر کبیر) ۴؎ اقرب یہ ہے کہ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ سے پنجگانہ نماز مراد ہیں، اسی طرح یہاں زکوة سے مراد زکوة واجبہ ہے۔ واضح رہے کہ انسان کا کمال یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی معرفت حاصل کرے اور پھر اس کے حکم کے مطابق عمل کرے، حق کی معرفت کی بہت ساری قسمیں ہیں لیکن ان میں سے وہ جس سے نجات کا طریق مستفاد ہو مبدا اور معاد ہیں، اسی طرح خیر کی بھی بہت ساری اقسام ہیں لیکن ان میں سے اشرف دو قسم ہیں ایک طاعت بالنفس اور دوم طاعت بالمال، پس اللہ تعالیٰ نے يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ سے طاعت بالنفس کی جانب اشارہ فرمایا، وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ سے طاعت بالمال کی جانب اشارہ فرمایا اور وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ سے معاد کی جانب اشارہ فرمایا [گویا کہ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے کمالِ انسانیت کو بیان فرمایا ہے] (تفسیر کبیر) ۵؎ یعنی وہ لوگ جو معاد کی تصدیق نہیں کرتے ہیں وہ اپنے اعمالِ سیئہ کو اعمال حسنہ دیکھتے ہیں، يَعْمَهُوْنَ یعنی ایسے لوگ اپنے اعمال خبیثہ میں پھرتے رہیں گے، حضرت حسن کہتے ہیں کہ وہ لوگ اپنے اعمال کو دیکھ کر حیرت کرتے ہیں، حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ وہ کھیلتے ہیں۔ (القرطبی)

فِى الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ ۞ وَاِنَّكَ لَتُلَقَّى الْقُرْاٰنَ

در آخرت ایشانند زیانکاران و هر آئنه توتلقی کرده میشوی قرآن

آخرت میں نقصان اٹھانے والے ہونگے ۱ اور بیشک تم قرآن سکھائے جاتے ہو

مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ عَلِيْمٍ ۞ اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِاَهْلِهٖۤ اِنِّىْۤ اٰنَسْتُ

از نزدیک با حکمت دانا چوں گفت موسیٰ مر کسان۔ خود را هر آئنه من دیدم

حکمت والے علم والے کی طرف سے ۲ جب موسیٰ نے اپنی گھر والی سے کہا بیشک میں نے آگ دیکھی ہے

نَارًا ؕ سَاٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ اٰتِيْكُمْ بِشِهَابٍ قَبَسٍ

آتشی زود بیارم بشما ازاں خبری یا بیارم بشما شعله آتش

جلدی ہی میں تمہارے پاس وہاں سے کوئی خبر لاؤنگا یا میں تمہارے پاس آگ کا شعلہ لیکر آؤنگا

لَّعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ۞ فَلَمَّا جَآءَهَا نُوْدِىَ اَنْۢ بُوْرِكَ

شاید که شما تحصیل گرم شوید پس آنوقتیکه آمد بآں آواز داده شد آنکه برکت داده شد

شاید کہ تم گرمی حاصل کرو ۳ پس جس وقت اس آگ کے پاس آئے تو ندا دی گئی کہ برکت دی گئی

مَنْ فِى النَّارِ وَمَنْ حَوْلَهَا ؕ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ

هر که در آتش است و هر که گرداگرد او بود و پاکست خدای پروردگار

اسے جو اس آگ میں ہے اور جو اس کے گرداگرد ہے، اور پاک ہے اللہ عالمین کا

الْعٰلَمِيْنَ ۞ يٰمُوْسٰۤى اِنَّهٗۤ اَنَا اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۞ وَاَلْقِ

جهانیان اے موسیٰ که اوست منم خدای غالب با حکمت و بیفکن

رب ۴ اے موسیٰ! بیشک میں ہی اللہ ہوں غالب حکمت والا ہوں ۵ اور اپنے عصا کو ڈالو

عَصَاكَ ؕ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا

عصاے خود را پس چوں دید آنرا حرکت میکند گویا که آں ماریست روگردانیده

اور جب اسے حرکت کرتے ہوئے دیکھا گویا کہ وہ ایک سانپ ہے منہ پھیر کر چل دیئے

۱ سُوْءُ الْعَذَابِ کے بارے میں دو اقوال ہیں (۱) بدر کے روز ان کفار کا قتل کیا جانا اور قیدی بنایا جانا (۲) اس سے مطلق عذاب مراد ہے خواہ دنیا میں ہو یا آخرت میں واقع ہو۔ (تفسیر کبیر)

۲ یہ آیت کریمہ آنے والے قصوں کیلئے بساط اور تمہید ہے۔ سوال: جب مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ فرمایا تو عَلِيْمٍ اسکے بعد کیوں فرمایا؟ اس لئے کہ علم تو حکمت میں داخل ہے، حکمت کے بعد یہاں علم ذکر کرنے سے کیا فائدہ ہو رہا ہے؟ جواب: حکمت اس علم کو کہتے ہیں جو امورِ عملیہ پر مشتمل ہو اور علم عام ہے اس لئے کہ علم کبھی عملیہ ہوتا ہے اور کبھی نظری ہوتا ہے اور علومِ نظریہ، علومِ عملیہ سے اشرف ہیں پس حکمت کو ذکر کیا جو علومِ عملیہ پر مشتمل ہے پھر علیم ذکر کیا جو کمالِ علم تک پہنچاتا ہے۔ (تفسیر کبیر)

۳ یہاں سے اللہ تعالیٰ اس سورت میں پہلا قصہ بیان فرما رہا ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ہے۔ (تفسیر کبیر) اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا وہ قول نقل کیا ہے جسے آپ نے اپنی بیوی سے کہا تھا اور ظاہر ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عربی میں نہیں کہا ہوگا بلکہ اس کو اپنی زبان میں ادا کیا ہوگا جس کو قرآن کے اندر عربی عبارت میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا۔ اس میں دلیل ہے اس امر کی کہ حدیث کے معنی کو دوسرے الفاظ میں نقل کرنا [اور یہ کہنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا فرمایا] جائز ہے۔ شِهَابٌ بھڑکتی آگ کا شعلہ۔ قَبَسٌ بڑی آگ میں سے لیا ہوا ایک شعلہ۔ بغوی نے لکھا ہے کہ شِهَابٌ اور قَبَسٌ دونوں قریب المعنیٰ ہیں قَبَسٌ اس لکڑی کو کہتے ہیں جس کے ایک سرے میں آگ لگی ہوئی ہو اور دوسرے سرے میں آگ نہ ہو۔ (مظہری)

۴ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو ندا دی اور اپنا کلام سنایا، بعض علماء نے لکھا ہے کہ وہ آگ نہ تھی اللہ تعالیٰ کا نور جلوہ افروز تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو آگ خیال کیا تھا۔ حضرت ابو موسیٰ نے فرمایا: ہمارے درمیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پانچ باتیں بیان فرمائیں، فرمایا: اللہ سوتا نہیں نہ اس کیلئے سونا سزاوار ہے، وہی ترازو کے پلڑے کو اوپر نیچے کرتا ہے اس کے سامنے رات کے اعمال دن کے اعمال سے پہلے اور دن کے اعمال رات کے اعمال سے پہلے پیش کئے جاتے ہیں، اس کا حجاب نور ہے اگر کھل جائے تو اسکی ذات کے چمکارے وہاں تک مخلوق کو سوختہ کر دیں جہاں تک اسکی نظر کی رسائی ہو یعنی سارے جہان کو جلا ڈالے۔ حضرت سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ بعینہٖ آگ تھی۔ یہ آیت آیات متشابہات میں سے ہے جیسا کہ دوسری آیت میں آیا ہے هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّاۤ اَنْ يَّاْتِيَهُمُ اللّٰهُ فِىْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ. وہ صرف اس بات کا انتظار کر رہے ہیں کہ اللہ غمام کے سائبانوں میں ان کے پاس آ پہنچے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ بُوْرِكَتِ النَّارُ یعنی آگ کو برکت دی گئی۔ مطلب یہ ہوگا کہ جو آگ میں ہیں یعنی ملائکہ اور آگ کے گرد ہیں یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام سب کو برکت دی گئی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے موسیٰ علیہ السلام کیلئے اس لفظ میں پیامِ برکت تھا جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ملائکہ کی زبانی پیامِ برکت و رحمت دیا گیا تھا اور ملائکہ نے کہا: رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ. (مظہری) ۵ یعنی میں قوی، قادر اور ایسا غالب ہوں کہ جس پر کوئی غلبہ حاصل نہیں کر سکتا اور ایسا حکیم ہوں جس کا ہر فعل حکمت اور تدبیر کے ساتھ ہے۔ (صفوۃ التفاسیر)

وَلَمْ يُعَقِّبْ ۚ يٰمُوْسٰى لَا تَخَفْ ۖ اِنِّىْ لَا يَخَافُ لَدَىَّ

و باز نگشت اے موسیٰ مترس ہر آئنہ من نمی ترسد نزد من

اور مڑ کر بھی نہیں (دیکھا) اے موسیٰ! نہ ڈرو، بیشک میرے حضور پیغمبر

الْمُرْسَلُوْنَ ۝١٠ اِلَّا مَنْ ظَلَمَ ثُمَّ بَدَّلَ حُسْنًا بَعْدَ سُوْٓءٍ

فرستادگان مگر کسیکہ ستم کند پس بدل کند نیکوی پس بدی

نہیں ڈرتے ١ مگر وہ جو ظلم کرے پھر گناہ کے بعد نیکی سے بدل دے

فَاِنِّىْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝١١ وَاَدْخِلْ يَدَكَ فِىْ جَيْبِكَ

پس من آمرزندہ مہربانم و در دست خود در گریبان خود

تو میں بخشنے والا مہربان ہوں ٢ اور اپنے ہاتھ کو اپنے گریبان میں ڈالو

تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ ۖ فِىْ تِسْعِ اٰيٰتٍ اِلٰى

بیروں آمد سفید از بے عیب در نہ نشانہا بسوے

سفید بے عیب ہو کر نکلے گا (یہ دو معجزے) منجملہ نو نشانیوں میں سے ہیں

فِرْعَوْنَ وَقَوْمِهٖ ۚ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ۝١٢

فرعون و گروہ او ایشاں بودند گروہی تباہکاران

فرعون اور اسکے گروہ کی جانب جاؤ وہ سب تباہی پھیلانے والے گروہ ہیں ٣

فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ اٰيٰتُنَا مُبْصِرَةً قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ

پس آمد بدیشاں آیات ما ہویدا گفتند ایں جادو نیست

پس جب ان کے پاس ہماری واضح نشانیاں آئیں تو انھوں نے کہا: یہ کھلا جادو

مُّبِيْنٌ ۝١٣ وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا

بیدا و منکر شدند بداں و بیگمان بودند تنہاے ایشاں بستم

ہے ٤ اور ان (معجزات) کے منکر ہوئے ازروئے ظلم و تکبر حالانکہ ان کے دلوں میں یقین تھا

١ یعنی جب میرا قرب مل جاتا ہے اور میری بارگاہ میں پیغمبر آجاتے ہیں تو [حالتِ قرب میں] پھر کسی خوف ناک چیزوں سے نہیں ڈرتے، یہ آخری جملہ عدم خوف کی علامت ہے مطلب یہ ہے کہ جو پیغمبر میرا پیام مخلوق کو پہنچاتے ہیں وہ صرف مجھ سے ڈرتے ہیں اور میرے سوا کسی سے نہیں ڈرتے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا اَنَا اَخْشَاكُمْ بِاللّٰهِ۔ بظاہر اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبر سب سے زیادہ ڈرتے ہیں لیکن آیت کا جو مطلب ہم نے بیان کیا اس کی روشنی میں حدیث کا مطلب بھی واضح ہو گیا، یا یہ مطلب ہے کہ نبیوں پر جس وقت وحی نازل ہوتی ہے تو اس وقت وہ اتنے مستغرق ہو جاتے ہیں کہ ان کو مطلقاً کوئی خوف نہیں رہتا۔ (مظہری)

٢ کچھ علماء آیت میں موجود استثناء کو متصل مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس میں قبطی کو قتل کرنے کی طرف اشارہ ہے، بعض علماء کہتے ہیں کہ استثناء منقطع ہے کیونکہ پیغمبروں سے ظلم کا صدور ممکن نہیں، اسوقت مطلب اس طرح ہو گا لیکن پیغمبروں کے علاوہ جس نے گناہ کیا ہو پھر توبہ کر لی ہو تو اللہ غفور رحیم ہے اس کو معاف کر دیگا لیکن ایسے شخص کو اللہ کے سوا دوسروں کا خوف ہو جاتا ہے، بعض علماء کا خیال ہے کہ اِلَّا اس جگہ وَلَا [اور نہیں] کے معنی میں ہے مطلب یہ ہو گا کہ میرے پاس پہنچ کر نہ پیغمبر خوف کرتے ہیں اور نہ وہ صلحائے مؤمنین جو پیغمبر نہیں اور ان سے کوئی گناہ ہو جاتا ہے تو وہ توبہ کر لیتے ہیں اور اپنے اعمال کو درست کر لیتے ہیں وہ بھی بے گناہ کی طرح ہو جاتے ہیں ان کو بھی کوئی خوف نہیں ہوتا اس توجیہ پر مطلق خوف کی نفی ہو گی صرف مخلوق سے ڈرنے کی نفی نہ ہو گی۔ (مظہری)

٣ یعنی یہ بھی نو نشانیوں میں شامل ہے۔ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ کا مطلب یہ ہے کہ یہ برص یا آفت کی وجہ سے ایسا نہیں ہو رہا ہے نو نشانیاں یہ ہیں۔ عصا، ید بیضاء، دیہات میں خشک سالی، نقصِ ثمرات، طوفان، ٹڈی، جوئیں، مینڈک اور خون۔ (روح البیان) مطلب یہ ہے کہ ان نو نشانیوں کو لیکر فرعون کی جانب جاؤ۔ کہا گیا ہے کہ وہ نشانیاں جسے حضرت موسیٰ علیہ السلام لیکر اپنی قوم کی جانب گئے تھے ان کی تعداد گیارہ ہیں (١) عصا (٢) ید بیضا (٣) فلق یعنی دریا کو دو ٹکڑے کرنا (٤) طوفان (٥) ٹڈی (٦) مینڈک (٧) خون (٨) نافرمانوں کا چہرہ مسخ ہو جانا (٩) دیہاتوں میں خشک سالی (١٠) جوئیں اور نقصِ ثمرات۔ (تفسیر کبیر) اِلٰى فِرْعَوْنَ وَ قَوْمِهٖ: یعنی اے موسیٰ! تمہیں فرعون اور اسکی قوم کی جانب بھیجا جا رہا ہے کیونکہ فرعون اور اسکی قوم میری اطاعت سے نکل گئی ہے۔ (القرطبی) ٤ جب ان لوگوں نے کھلے معجزات کو دیکھ لیا تو کہنے لگے کہ یہ تو کھلا جادو ہے اس طرح انھوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا انکار کر دیا۔ (صفوۃ التفاسیر) خلاصۂ مطلب یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم ملا اپنی لاٹھی زمین پر پھینک دو، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی لاٹھی زمین پر پھینک دی اور وہ سانپ بن گئی اور تیزی کے ساتھ دوڑنے لگی، اس کے بعد حکم ملا کہ اپنا ہاتھ گریبان کے اندر کر کے نکالو وہ سفید بے داغ نکلے گا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس حکم کی تعمیل کی اور ہاتھ اندر سے گورا چمکیلا بے داغ نکلا، اس کے بعد حکم ملا کہ یہ دونوں نشانیاں لے کر مع نو نشانیوں کے فرعون اور اس کی قوم کے پاس جاؤ وہ بدکار لوگ ہیں، موسیٰ علیہ السلام گئے اور معجزات پیش کئے تو فرعون اور اس کے ساتھیوں نے انکار کی گنجائش نکالتے ہوئے کہا کہ یہ کھلا جادو ہے۔ (مظہری) حق سے انکار کر کے ان لوگوں کی عادت چلی آرہی تھی کہ اسکی تکذیب کرتے تھے اور اس قسم کے معجزات پر جادو کا الزام لگاتے تھے۔ (القرطبی)

وَعَلُوًّا ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿١٤﴾ وَ

و بزرگی پس بنگر چگونه بود سر انجام تباهکاران و

پس دیکھو! کیسا ہوا فساد کرنے والوں کا انجام ۱ اور

لَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ عِلْمًا ۚ وَقَالَا الْحَمْدُ لِلّٰهِ

هر آئنه دادیم ما داؤد و سلیمان را دانش و گفتند حمد مر خدایرا

بیشک ہم نے داؤد اور سلیمان کو علم عطا کیا اور دونوں نے کہا: تمام خوبیاں اللہ کیلئے ہے

الَّذِيْ فَضَّلَنَا عَلٰى كَثِيْرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٥﴾

آنکه فضیلت دادیم ما بر بسیارے از بندگان خود مومنان

جس نے ہمیں اپنے بہت سے ایمان والے بندے پر فضیلت دی ۲

وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ وَقَالَ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ

و میراث برد سلیمان از داؤد و گفت اے مردمان

اور سلیمان داؤد کا وارث ہوئے اور کہا اے لوگو!

عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ وَاُوْتِيْنَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ ۭ اِنَّ

آموخته شده ایم گفتار مرغان و داده شدیم از هر چیزے هر آئنه

ہمیں پرندوں کی بولی سکھائی گئی ہے اور ہمیں ہر چیز عطا کی گئی ہے بیشک

هٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِيْنُ ﴿١٦﴾ وَحُشِرَ لِسُلَيْمٰنَ جُنُوْدُهٗ

این عطا افزونی آشکارا و حشر کرده سلیمان لشکر خود را

یہ کھلا فضل ہے ۳ اور جمع کئے گئے سلیمان کیلئے انکے لشکر

مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالطَّيْرِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ﴿١٧﴾ حَتّٰٓى اِذَآ اَتَوْا

از دیوان و آدمیان و مرغان پس ایشاں پراگنده شدند تا چوں آمدند

جنوں اور آدمیوں اور پرندوں میں سے پس وہ سب بکھر جاتے تھے ۴ یہاں تک کہ جب

منزل ۵

۱ یعنی انھوں نے کفر کیا اور ان معجزات کو جھٹلایا حالانکہ ان کے قلوب مطمئن تھے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے جادو کے قبیل سے نہیں ہے اس لئے انھوں نے ظلماً اور حق سے تکبر کرتے ہوئے انکار کیا۔ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ: یعنی اے سننے والا دیکھ اور فکر کی آنکھوں سے غور کر کہ سرکشوں کا انجام کیسا برا ہوا' دنیا میں انھیں غرق کیا گیا اور آخرت میں انھیں جلایا جائیگا۔ ابن کثیر کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے خطاب کو پھیرا اور گویا کہ یوں فرمایا: اے محمد ﷺ کے جھٹلانے والو! اے ان چیزوں کا انکار کرنے والو! جنہیں وہ اپنے رب کی طرف سے لیکر آئے تمہارا حشر ان سے بھی برا ہوگا اس لئے کہ محمد ﷺ موسیٰ علیہ السلام سے اشرف اور اعظم ہیں اور آپکی دلیل موسیٰ علیہ السلام کی دلیل سے اقویٰ ہے۔ (صفوۃ التفاسیر)

۲ یہاں سے اللہ تعالیٰ اس سورت میں دوسرا قصہ بیان فرما رہا ہے اور وہ حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا ہے۔ فَضَّلَنَا عَلٰى كَثِيْرٍ الخ: اس میں چند ابحاث ہیں (۱) ان بہت سے لوگوں پر آپ کو فضیلت دی گئی جنہیں ان کی طرح کا علم عطا نہیں کیا گیا (۲) اس آیت کریمہ میں علم کے علو مرتبہ کو بیان کیا گیا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو ایسی بادشاہت عطا فرمائی جو ان کے علاوہ کسی اور کو نہیں ملی لیکن ان کا شکر بادشاہت پر ایسا نہیں ہے جیسا شکر علم پر ہے۔ (۳) انھوں نے اپنے آپکو کل پر فضیلت نہیں دی اور ان کا یہ عمل حسن تواضع پر دلالت کرتا ہے (۴) ظاہر یہ ہے کہ یہ فضیلت علم کی وجہ سے ہے پھر علم باللہ اور علم بصفاتہ سارے علوم پر اشرف ہیں پس ضروری ہوا کہ یہ شکر نہ ہو مگر اسی علم پر۔ (تفسیر کبیر)

۳ کلبی کہتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے ۱۹ لڑکے تھے پس آپ نے اپنی نبوت اور بادشاہت کے درمیان سلیمان علیہ السلام کو وارث بنایا' مال کی وراثت کو اپنی تمام اولاد میں برابر تقسیم فرمایا' حضرت ابن عطیہ کہتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام بنی اسرائیل میں سے تھے اور آپ بہت بڑی سلطنت کے مالک تھے۔ آپ نے اپنی بادشاہت اور نبوت کے درجے میں حضرت سلیمان علیہ السلام کو وارث کیا' یہ ایسا ہی ہے جیسے ہمارے نبی ﷺ کا فرمان ہے اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاءِ۔ یعنی علماء انبیاء کے وارث ہیں۔ اس میں یہ بھی آپ نے ارشاد فرمایا کہ اِنَّا مَعْشَرَ الْاَنْبِيَاءِ لَا نُوْرِثُ یعنی ہم گروہِ انبیاء وارث نہیں بناتے [انبیاء مال وزر کا وارث نہیں بناتے اس لئے کہ وہ اپنے پاس مال جمع ہی نہیں کرتے ہیں] اشہر اقوال کے مطابق حضرت زکریا علیہ السلام وہ ہیں جنہوں نے مال کا وارث بنایا۔ حضرت مقاتل کہتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام بادشاہت اور قضا کے اعتبار سے حضرت داؤد علیہ السلام سے اعظم تھے اور حضرت داؤد علیہ السلام بندگی کے بجا لانے کے اعتبار سے حضرت سلیمان علیہ السلام سے ارشد تھے' اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کیلئے جن' انس' چرند اور پرند کو مسخر کیا تھا۔ واضح رہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد جو بھی نبی تشریف لائے کسی قوم کی جانب انھیں مبعوث کیا ہو یا نہ کیا ہو اہر ایک حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت پر تھے۔ یہ سلسلہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک جاری رہا پھر منسوخ ہو گیا۔ وَقَالَ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ الخ: مروی ہے کہ ایک روز حضرت سلیمان علیہ السلام بیٹھے ہوئے تھے کہ وہاں سے پرندوں کا گذر ہوا تو پرندوں نے آپ کا طواف شروع کر دیا' آپ نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا کہ جانتے ہو یہ پرندے کیا کہہ رہے ہیں؟ پھر آپ نے فرمایا کہ یہ پرندے مجھے ان الفاظ کے ساتھ سلام کہہ رہے ہیں اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا الْمَلِكُ الْمُسَلَّطُ وَالنَّبِيُّ لِبَنِيْ اِسْرَائِيْلَ. (القرطبی) ۴ یعنی ان سب کو ایک جگہ جمع کیا گیا۔ (بیضاوی)

عَلٰى وَادِ النَّمْلِ ۙ قَالَتْ نَمْلَةٌ يّٰۤاَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا

بر وادی نمل گفت مورچہ اے مورچگان در آئید

چیونٹیوں کی وادی میں آئے تو کہا ایک چیونٹی نے اے چیونٹیو! داخل ہو جاؤ

مَسٰكِنَكُمْ ۚ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمٰنُ وَجُنُوْدُهٗ ۙ وَ

در مسکنہاے خود در ہم نشکند سلیمان و لشکر او و

اپنے گھروں میں (کہیں) سلیمان اور انکا لشکر تمہیں کچل نہ ڈالیں اور

هُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۸﴾ فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا وَقَالَ

و ایشاں نمی دانستند پس تبسم کرد در حالت تعجب از گفتار او و گفت

انھیں معلوم تک نہ ہو[۱] پس انکی بات پر تبسم فرمایا تعجب کی حالت میں اور عرض کی

رَبِّ اَوْزِعْنِيْۤ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْۤ اَنْعَمْتَ

اے پروردگار من الہام دہ مرا آنکہ شکر نعمت خود را آنکہ انعام کردی

اے میرے رب! مجھے توفیق دے کہ میں تیری نعمت کا شکر ادا کروں جو تو نے مجھ پر انعام کیا

عَلَيَّ وَعَلٰى وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ

بر من و بر پدر و مادر من و آنکہ بکنم نیکی پسندی آنرا

اور میرے ماں باپ پر اور یہ کہ میں نیک کام کروں جسے تو پسند فرمائے

وَاَدْخِلْنِيْ بِرَحْمَتِكَ فِيْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۹﴾ وَ

و در آر مرا برحمت خود در بندگان خود نیکوکاران و

اور مجھے اپنی رحمت سے اپنے نیک بندوں میں داخل فرما[۲] اور

تَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَا لِيَ لَاۤ اَرَى الْهُدْهُدَ ۖ اَمْ كَانَ

جست مرغانرا پس گفت چیست مرا نمی بینم ہدہد یا ہست

پرندوں کا جائزہ لیا تو فرمایا: کیا ہوا مجھے کہ میں ہُدہُد کو نہیں دیکھ رہا ہوں یا

تفسیر اظہار العرفان

[۱] حضرت کعب کا بیان ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام جب تخت پر سوار ہوتے تو اہل و عیال کو، نوکروں چاکروں کو اور لاؤ لشکر کو بھی سوار کر لیتے تھے، سالن پکانے کے برتن اور روٹیاں پکانے کے آہنی تنور بھی ساتھ ہوتے تھے، اتنی بڑی بڑی نو دیگیں بھی ہوتی تھیں کہ ایک دیگ میں دس اونٹوں کا گوشت آ جائے، چوپایوں کیلئے میدان بھی اپنے سامنے بنواتے تھے، سفر کے دوران آسمان و زمین کے درمیان چوپائے اپنے میدانوں میں دوڑتے تھے اور باورچی کھانے پکانے میں مصروف رہتے تھے، ہوا ان سب کو لے کر چلتی تھی ایک بار اصطخر سے یمن جاتے ہوئے مدینہ منورہ کے اوپر سے بھی گذرے اور فرمایا: یہ نبی آخر الزماں کی ہجرت گاہ ہے خوشخبری ہے اس کیلئے جو ان پر ایمان لائے، کعبہ کے اوپر سے بھی گذرے تو کعبہ کے گرد اگر بت نظر آئے جن کی پوجا کی جاتی تھی جب حضرت سلیمان علیہ السلام کعبہ سے آگے بڑھ گئے تو کعبہ رونے لگا۔ اللہ تعالیٰ نے کعبہ کے پاس وحی بھیجی کہ تیرے رونے کا سبب کیا ہے؟ کعبہ نے کہا: اے میرے رب! مجھے اس بات نے رلایا کہ تیرا یہ نبی تھا اور تیرے دوستوں کی جماعت تھی یہ لوگ میری طرف سے گذرے اور میرے پاس نماز نہیں پڑھی حالانکہ میرے آس پاس تجھے چھوڑ کر پوجا کی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ تو نہ رو، کچھ مدت کے بعد میں تجھے سجدہ کرنے والوں سے بھر دونگا اور تیرے اندر قرآن نازل کرونگا اور تیرے اندر آخری زمانہ میں ایک نبی پیدا کرونگا، میں اپنے انبیاء میں سے زیادہ نبی آخر الزماں سے محبت رکھتا ہوں تیرے اندر اپنی مخلوق سے ایسے لوگ آباد کرونگا جو میری عبادت کریں گے اور میں اپنے بندوں پر ایک فرض حج مقرر کر دونگا وہ اتنی تیزی سے تیرے قریب پہنچیں گے جیسے گدھ اپنے آشیانوں کی طرف جاتے ہیں وہ تیرے ایسے مشتاق ہونگے جیسے اونٹنی کو اپنے بچے کی طرف اور کبوتری کو اپنے انڈے کی طرف اشتیاق ہوتا ہے میں تجھے بتوں اور شیطانوں کے پجاریوں سے پاک کر دونگا۔ پھر حضرت سلیمان علیہ السلام وادی سدیر کی طرف سے گذرے، یہ وادی طائف کا حصہ ہے وہاں آپ کا گذر وادی نمل پر ہوا۔ حضرت کعب کہتے ہیں کہ یہ وادی طائف میں تھی، حضرت قتادہ اور حضرت مقاتل کہتے ہیں کہ وہ شام میں ایک زمین تھی، بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ اس وادی میں جن رہتے تھے اور وہاں کی چیونٹیاں ان کی سواریاں تھیں، فرق حمیدی کہتے ہیں کہ اس وادی کی چیونٹیاں مکھیوں کی طرح تھیں۔ قَالَتْ نَمْلَةٌ: حضرت ضحاک کہتے ہیں کہ اس چیونٹی کا نام طاحیہ تھا، حضرت مقاتل کہتے ہیں کہ اسکا نام حذمی تھا (مظہری) [۲] یعنی حضرت سلیمان علیہ السلام مسکراتے ہوئے ہنس پڑے، آپ نے چیونٹی کی بات سن لی اور اس کا مطلب بھی سمجھ لیا، مطلب سمجھ کر خوش ہوئے اور اس بات سے بھی ان کو مسرت ہوئی کہ ایک چیونٹی نے آپ کو اور آپ کی فوج کو عادل سمجھا یہ تمام باتیں سمجھ کر آپ خوش ہوئے اور مسکرا دیئے۔ ضَاحِكًا یعنی حضرت سلیمان علیہ السلام کا تبسم ضحک کی حد تک پہنچ گیا [گویا ہنس دیئے] حضرت زجاج کہتے ہیں کہ انبیاء کی ہنسی اکثر بصورتِ تبسم ہی ہوتی ہے یہ بھی ہوسکتا ہے کہ شروع میں مسکرائے ہوں پھر ہنس دیئے ہوں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کبھی بھر پور ہنستے نہیں دیکھا کہ آپ کے حلق کا کوا نظر آ گیا ہو آپ صرف مسکرا دیا کرتے تھے۔ حضرت عبد اللہ بن حارث بن جزء کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ کسی کو مسکراتے ہوئے نہیں دیکھا۔ اَوْزِعْنِيْ: بعض اہل تحقیق نے لکھا ہے کہ اسکا معنی یہ ہے کہ اے میرے رب! تو مجھے ایسا کر دے کہ میں کفر سے اپنے نفس کو روکے رکھوں۔ (مظہری)

مِنَ الْغَآئِبِیْنَ ۞ لَاُعَذِّبَنَّهٗ عَذَابًا شَدِیْدًا اَوْ

از غالب شدگان البتہ عذاب کنم او را عذابے سخت یا

وہ غائب ہونے والوں سے ہے ا ضرور میں اسے سخت سزا دونگا یا

لَاْاَذْبَحَنَّهٗٓ اَوْ لَیَاْتِیَنِّیْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ ۞ فَمَكَثَ

ذبح کنم او را یا بیاید بمن حجتی بیدا پس درنگ کرد

میں اسے ذبح کروں گا یا میرے پاس روشن دلیل لائے ۲ پس آپ نے تھوڑی ہی دیر توقف کیا تھا (کہ ہدہد آگیا)

غَیْرَ بَعِیْدٍ فَقَالَ اَحَطْتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ وَ جِئْتُكَ

نہ دور زمانے پس گفت دیدم آنچہ تو ندیدہ آنرا و آوردم بتو

اور عرض کی میں نے وہ کچھ دیکھا ہے جسے آپ نے ابھی نہیں دیکھا اور میں آپ کے پاس

مِنْ سَبَاٍۭ بِنَبَاٍ یَّقِیْنٍ ۞ اِنِّیْ وَجَدْتُّ امْرَاَةً

از شہر سبا بخبری محقق ہر آئنہ من یافتم زنے را

شہر سبا کی ایک یقینی خبر لیکر آیا ہوں ۳ بیشک میں نے ایک عورت کو پایا (جو)

تَمْلِكُهُمْ وَ اُوْتِیَتْ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ وَّ لَهَا عَرْشٌ

پادشاہی کند ایشانرا و دادہ شدہ است از ہر چیزے و مر آنرا تختی

ان پر بادشاہی کر رہی ہے اور ہر چیز دی گئی ہے اور اس کے پاس ایک بڑا تخت

عَظِیْمٌ ۞ وَجَدْتُّهَا وَ قَوْمَهَا یَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ

بزرگ و یافتم آنرا و قوم آنرا سجدہ میکنند مر آفتاب را

ہے ۴ اور میں نے اسے اور اسکی قوم کو سورج کو سجدہ کرتے ہوئے پایا

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ زَیَّنَ لَهُمُ الشَّیْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ

بجز خدای و آراست ایشانرا دیو کردار ہاے ایشاں پس باز داشتند

اللہ کے سوا اور ان کیلئے شیطان نے ان کے کردار کو آراستہ کیا ہے پس روک دیا

ا یعنی پرندوں کے متعلق تفتیش کی اور ان کو طلب کیا۔ تَفَقَّدَ کا معنی ہے گم شدہ چیز کا ڈھونڈنا' غرض پرندوں کی تفتیش کے بعد ہُد ہُد کو غیر حاضر پایا' ہد ہد کو تلاش کرنے کی وجہ یہ تھی کہ حضرت سلیمان علیہ السلام جب کسی منزل پر اترتے تھے تو دھوپ سے بچانے کیلئے پرندے پورے لشکر پر سایہ کر لیتے تھے اور ہد ہد اوپر چڑھ کر زمین کو دیکھتا تھا اور زمین کے اندر پانی تلاش کرتا تھا اور پانی کا دور یا قریب ہونا معلوم کرتا تھا کیونکہ اس کو زمین کے اندر کی چیزیں اسی طرح نظر آتی تھیں جیسے شیشہ کے اندر چیزیں دکھائی دیتی ہیں۔ پانی جہاں نظر آجاتا وہاں جاکر چونچ سے زمین کو کریدتا تھا پھر جنات پہنچ کر زمین کو کھود کر پانی برآمد کر لیا کرتے تھے۔ حضرت سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جب یہ بیان کیا تو نافع بن ازرق نے کہا: اے بیان کرنے والے! دیکھ کیا کہہ رہا ہے؟ [سمجھ کے بات کر] ایک بچہ جب جال بچھا کر اس پر مٹی ڈال دیتا ہے [اور اس پر دانہ بکھیر دیتا ہے] تو ہد ہد کو جال نظر نہیں آتا اور آکر پھنس جاتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا تیرا برا ہو جب تقدیری حکم ہو جاتا ہے تو کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ (مظہری)

۲ یہ آیت دلالت کر رہی ہے کہ حد گناہ کی مقدار پر ہے نہ کہ جسم کی مقدار پر۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے یہاں پرندوں کی سزا یہ تھی کہ اس کے پَر اکھاڑ دیے جاتے تھے' یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ کے یہاں کی سزا یہ تھی کہ اسکی ضدوں کے ساتھ اس کو رکھ دیا جاتا [مثلاً مور کو کبوتر کیساتھ ہدہد کو گدھ یا کسی اور جانور کے ساتھ] بعض نے یہ کہا کہ اسے تنگ پنجرے میں قید کر دیا جاتا، ایک قول یہ بھی ہے کہ پَروں کو نوچ کر دھوپ میں ڈال دیا جاتا تھا۔ (القرطبی) ۳ حضرت سلیمان علیہ السلام کے خوف سے ہدہد جلد واپس آگیا' سبا یمن کے ایک شہر کا نام ہے جس کا صنعاء سے فاصلہ تین دن کی مسافت ہے۔ (القرطبی) ۴ ملکہ سبا کا نام بلقیس بنت شراحیل تھا اس کا باپ بہت بڑا بادشاہ تھا جس کے ۳۹ آباء و اجداد بادشاہ ہو کر گذرے تھے' وہ خود چالیسواں تھا ملک یمن پر حکومت کرتا تھا اور سرحدی ہمسرانہ بادشاہوں میں سے کسی کو اپنا ہمسر نہیں جانتا تھا اسی لئے اس نے ہر بادشاہ کی بیٹی سے نکاح کرنے سے انکار کر دیا تھا آخر اس کا نکاح [خاندان جنات میں] ایک پری سے ہو گیا جس کا نام ریحانہ بنت سکن تھا اس پری کے پیٹ سے بلقیس بن شراحیل پیدا ہوئی سوائے بلقیس کے شراحیل کا اور کوئی بچہ نہ ہوا۔ حدیث میں آیا ہے کہ بلقیس کے ماں باپ میں سے کوئی ایک جنات میں سے تھا۔ باپ کے مرنے کے بعد بلقیس نے ملکہ بننے کی خواہش ظاہر کی اور اپنی حکومت کا اعلان کر دیا' قوم میں سے کچھ لوگوں نے مان لیا اور کچھ لوگوں نے مخالفت کی۔ مخالفین نے ایک اور شخص کو بادشاہ بنا لیا قوم دو فرقوں میں بٹ گئی یمن کی مملکت بھی دو ٹکڑے ہو گئے جس مرد کو بادشاہ بنایا گیا تھا اس نے لوگوں سے بہت برا سلوک کیا رعیت کی عورتوں پر دست درازی کرنے لگا لوگوں نے اس کو معزول کرنا چاہا لیکن اس کی طاقت زیادہ تھی کچھ بس نہ چلا۔ آخر میں ملکہ بلقیس نے اپنی چالاکی سے اس بادشاہ کو قتل کر کے اس کے سر کو دروازے پر لٹکا دیا پھر بلقیس بالاتفاق ملکہ بن گئی۔ وَلَهَا عَرْشٌ عَظِیْمٌ: تخت سونے کا بنا ہوا' یاقوت سرخ' زبرجد سبز اور موتیوں سے مرصع جس کے پائے یاقوت اور زمرد کے تھے اس کے اوپر سات کمرے تھے اور ہر کمرہ کا دروازہ علیحدہ تھا جو بند رہتا تھا' اسکا طول ۸۰ ہاتھ اور عرض ۴۰ ہاتھ تھا۔ (مظہری)

عَنِ السَّبِيلِ فَهُمْ لَا يَهْتَدُونَ ﴿٢٤﴾ أَلَّا يَسْجُدُوا

از راہ پس ایشاں راہ نیابند چرا سجدہ نمیکنند

انھیں (سیدھی) راہ سے پس وہ سب راہ نہیں پاتے ۱؎ کیوں نہیں سجدہ کرتے

لِلَّهِ الَّذِي يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ

مر خدا راست آنکہ بیروں آرد پوشیدہ را در آسمانہا و زمین

اللہ کیلئے جو آسمانوں اور زمین میں پوشیدہ (چیزوں) کو نکالتا ہے

وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُونَ وَمَا تُعْلِنُونَ ﴿٢٥﴾ اللَّهُ لَا إِلَٰهَ

و میداند آنچہ پنہاں کنید و آنچہ آشکارا کنید اللہ است نیست معبودی

اور جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو اور جو تم ظاہر کرتے ہو ۲؎ اللہ (وہ) جسکے سوا کوئی معبود

إِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ ۩ ﴿٢٦﴾ قَالَ سَنَنْظُرُ أَصَدَقْتَ

السجدة

مگر او پروردگار عرش بزرگ گفت زود بنگریم آیا راست گفتی

نہیں ہے وہ بڑے عرش کا رب ہے ۳؎ فرمایا: بہت جلد ہم دیکھیں گے آیا تو نے سچ کہا ہے

أَمْ كُنْتَ مِنَ الْكَاذِبِينَ ﴿٢٧﴾ اذْهَبْ بِكِتَابِي هَٰذَا

یا ہستی تو از دروغگویان برو برد نوشتہ مرا ایں

یا تو جھوٹ کہنے والوں میں سے ہے ۴؎ میرا یہ خط لے کر جا

فَأَلْقِهْ إِلَيْهِمْ ثُمَّ تَوَلَّ عَنْهُمْ فَانْظُرْ مَاذَا يَرْجِعُونَ ﴿٢٨﴾

پس بیفکن بدیشاں پس روگردان از ایشاں پس بنگر بچہ خبر باز گردند

اور ان پر ڈال دے پھر ان سے الگ ہٹ اور دیکھ کیا جواب دیتے ہیں ۵؎

قَالَتْ يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ إِنِّي أُلْقِيَ إِلَيَّ كِتَابٌ كَرِيمٌ ﴿٢٩﴾ إِنَّهُ

گفت بلقیس اے گروہ ہر آئنہ افگندہ شدہ است بسوے من نوشتہ بزرگ ہر آئنہ او

بلقیس نے کہا اے گروہ! بیشک میری جانب ایک عزت والا خط ڈال دیا گیا ہے ۶؎ بیشک وہ

۱؎ کہا گیا ہے کہ یہ لوگ سورج کی پرستش کرتے تھے اس لئے کہ یہ لوگ زنادقہ تھے' یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ لوگ مجوسی تھے اور آگ کی پرستش کرتے تھے' یہ لوگ توحید کے راستے سے دور تھے اس لئے کہ شیطان نے برے اعمال کو ان کیلئے مزین کر رکھا تھا۔ (القرطبی)

۲؎ لیکن کیا وہ لوگ سورج کو سجدہ کرتے ہیں اور اللہ جو سب سے بڑا خالق ہے اسے سجدہ نہیں کرتے ہیں اور وہ اللہ جو عالم علوی اور عالم سفلوی کی ہر چیز کو جانتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ آسمان اور زمین کی ہر چھپی ہوئی چیز کو جانتا ہے۔ (صفوۃ التفاسیر)

۳؎ یعنی اللہ ہی عظمت وجلال کے اعتبار سے متفرد ہے وہی عرش کریم کا رب ہے جو سجدہ اور عبادت کا مستحق ہے' یہاں ذکر میں عرش کو اس لئے خاص کیا ہے کہ عرش اعظم مخلوقات ہے۔ (صفوۃ التفاسیر)

۴؎ ہدہد کے اس واقعہ میں یہ دلیل ہے کہ امام کو چاہیئے کہ اپنی رعیت کو قبول کرے اور ظاہری احوال کے پیش نظر حد اس سے اٹھالے کیونکہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہدہد کے عذر کو قبول کیا۔ حدیث شریف میں ہے کہ عذر پیش کرنے والے سے زیادہ اللہ تعالی کے نزدیک کوئی پسندیدہ نہیں ہے۔ (القرطبی)

۵؎ اس کے بعد لوگوں نے پانی کا پتہ بتایا اور لوگوں نے گڑھے کھود کر پانی خود بھی پیا اور جانوروں کو بھی پلایا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایک خط اس طرح لکھا' بندۂ خدا سلیمان بن داؤد کی طرف سے بلقیس ملکہ سبا کے نام بسم اللہ الرحمن الرحیم سلام ہو اس پر جو ہدایت پر چلے' امابعد مجھ پر فخر نہ کرو اور میرے پاس اطاعت گذار ہو کر آؤ، ابن جریج کہتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اتنے ہی الفاظ لکھے جتنے اللہ نے اپنی کتاب میں نازل کئے ہیں' حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ انبیاء کی تحریریں ایسی ہی مختصر ہوتی ہیں وہ کلام کو طول نہیں دیتے نہ زیادہ بات لکھتے ہیں۔ خط لکھ کر حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس پر مشک چسپاں کیا اور اس پر مُہر لگا کر ہدہد کے حوالہ کیا۔ حسب حکم ہدہد خط لے کر بلقیس کے پاس پہنچا' بلقیس اس وقت صنعاء سے تین منزل پر مقام مآرب میں تھی ہدہد ملکہ کے قصر میں پہنچا تو دروازہ سب مقفل پائے اور کنجیاں ملکہ نے اپنے سرہانے رکھ لی تھیں' غرض ہدہد کسی طرح بلقیس کے پاس پہنچ گیا بلقیس چت لیٹی سو رہی تھی ہدہد نے خط اس کے سینہ پر رکھ دیا۔ (مظہری) ۶؎ ابن زید کا بیان ہے کہ سورج کے رخ پر ایک روشن دان تھا اور سورج سامنے سے نکلتا تھا جونہی ملکہ روشن دان سے اسکی طرف دیکھتی اور سورج نظر آتا فوراً اسکو سجدہ کرتی تھی ہدہد اس دریچہ میں گھس گیا اور دونوں بازو پھیلا کر روشندان کو بند کر دیا سورج حسب معمول اونچا ہوا لیکن روشندان بند ہونے کی وجہ سے اس کو پتہ نہ چلا جب دیر ہوگئی تو اٹھ کر سورج کو دیکھنے لگی ہدہد نے فوراً خط اس کی طرف پھینک دیا بلقیس پڑھی ہوئی تھی خط لے کر مُہر دیکھی مُہر دیکھتے ہی لرز گئی کیونکہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی حکومت کا نقشہ مہر میں موجود تھا سمجھ گئی کہ جس نے یہ خط بھیجا ہے وہ مجھ سے بڑا بادشاہ ہے ہدہد خط پھینک کر کچھ پیچھے ہٹ گیا بلقیس نے خط پڑھا پھر جا کر تخت پر بیٹھی اور اپنی قوم کے سرداروں کو جمع کیا یہ سردار بارہ ہزار تھے ہر سردار کے ماتحت ایک لاکھ سپاہی تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ بلقیس کے ساتھ ایک لاکھ اقیال تھے اور ہر قیل کے پاس ایک لاکھ فوج تھی' قیل بمعنی نواب۔ حضرت قتادہ وغیرہ کہتے ہیں کہ مشورہ کمیٹی ۳۱۳ آدمیوں کی تھی ہر ممبر شوری کے تحت دس دس ہزار سپاہی تھے۔ (مظہری)

مِنۡ سُلَيۡمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِۙ ﴿۳۰﴾

از مسلمان ست و ہر آئنہ مضمونش آنکہ بنام خدای بخشندہ مہربان

سلیمان کی جانب سے ہے اور اسکا مضمون یہ ہے کہ اللہ کے نام سے (جو) بہت رحم والا مہربان (ہے)۔ ۱

اَلَّا تَعۡلُوۡا عَلَىَّ وَاۡتُوۡنِىۡ مُسۡلِمِيۡنَ ﴿۳۱﴾ قَالَتۡ يٰۤاَيُّهَا الۡمَلَؤُا

کہ بزرگی مکنید بر من و بیائید بمن مسلمان شدہ گفت اے گروہ

کہ مجھ پر سرکشی نہ کرو اور میرے پاس مسلمان ہو کر آؤ ۲ کہا: اے گروہ

اَفۡتُوۡنِىۡ فِىۡۤ اَمۡرِىۡ‌ۚ مَا كُنۡتُ قَاطِعَةً اَمۡرًا حَتّٰى تَشۡهَدُوۡنِ ﴿۳۲﴾

فتوی دہید مرا درکار من نیستم من برندہ کاری را تا شما حاضر شوید

مجھے میرے کام میں رائے دو نہیں ہوں میں فیصلہ کرنے والی جب تک تم سامنے حاضر نہ رہو ۳

قَالُوۡا نَحۡنُ اُولُوۡا قُوَّةٍ وَّاُولُوۡا بَاۡسٍ شَدِيۡدٍ ۙ وَّالۡاَمۡرُ

گفتند ما خداوندان قوتیم و خداوند کار زار سخت و کار

انھوں نے کہا: ہم صاحبِ قوت اور بڑی سخت لڑائی والے ہیں؛ اور معاملہ کا فیصلہ

اِلَيۡكِ فَانۡظُرِىۡ مَاذَا تَاۡمُرِيۡنَ ﴿۳۳﴾ قَالَتۡ اِنَّ الۡمُلُوۡكَ

بسوے تو پس مہلت دہ مرا تا چہ فرمائید گفت ہر آئنہ پادشاہان

تیری ہی جانب ہے پس تجھے اختیار ہے کہ تو کیا حکم دیتی ہے ۴ کہا: بیشک بادشاہان

اِذَا دَخَلُوۡا قَرۡيَةً اَفۡسَدُوۡهَا وَجَعَلُوۡۤا اَعِزَّةَ اَهۡلِهَاۤ

چوں در آئید بدیہی تباہ سازد آنرا و کروند عزیز آں دیہہ

جب داخل ہوتے ہیں کسی بستی میں تو اسے تباہ کر دیتے ہیں اور اس بستی کے عزت والوں کو

اَذِلَّةً‌ ۚ وَكَذٰلِكَ يَفۡعَلُوۡنَ ﴿۳۴﴾ وَاِنِّىۡ مُرۡسِلَةٌ اِلَيۡهِمۡ بِهَدِيَّةٍ

خوار و اینچنیں میکنند و ہر آئنہ من فرستادہ ام بدیشاں بہدیہ

ذلیل کر دیتے ہیں اور (یہ بھی) ایسا ہی کرینگے ۵ اور بیشک میں بھیجنے والی ہوں ان کی جانب ایک تحفہ

۱ یعنی یہ خط سلیمان کی جانب سے ارسال کردہ ہے پھر جب بلقیس نے خط کھولا تو اس میں بسم اللہ الرحمن الرحیم پایا، جس سے بلقیس کو اشارہ دیا گیا کہ اللہ ہی ہم سب کا رب ہے لہٰذا اسکی توحید کی جانب تم آؤ اور اس کے حکم کی اطاعت کرو۔ (صفوۃ التفاسیر)

۲ مجھ پر تکبر نہ کرو جیسے بادشاہان کرتے ہیں بلکہ میرے پاس مؤمنین میں سے ہو کر آؤ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ تو موحدین میں سے ہو کر میرے پاس آ، حضرت سفیان کہتے ہیں کہ تو اطاعت کرنیوالی ہو کر میرے پاس آ۔ (صفوۃ التفاسیر)

۳ یہ آیت دلالت کر رہی ہے کہ انسان کو آپس میں مشورہ کرنا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے فرمایا: وَشَاوِرۡهُمۡ فِى الۡاَمۡرِ: ''اور ان سے معاملات میں مشورہ کیجئے''۔ یہ مشورہ ایک دوسرے کے خیالات سے مستفید ہونے کیلئے ہوتا ہے یا پھر اپنے دوستوں کی مدارات کیلئے۔ اللہ تعالیٰ نے فضلاء کی تعریف کی ہے ارشاد ہوتا ہے۔ وَاَمۡرُهُمۡ شُوۡرٰى بَيۡنَهُمۡ ''اور ان کا معاملہ آپس کے مشورہ سے ہوتا ہے'' اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مشاورت امر قدیم ہے۔ (القرطبی)

۴ قُوَّةٍ یعنی لڑنے کی قوت، بَاۡسٍ شَدِيۡدٍ یعنی لڑائی کے وقت سخت طاقتور، حضرت مقاتل کہتے ہیں کہ قُوَّةٍ سے مراد ہے تعداد کی کثرت، اور بَاۡسٍ سے مراد شدت شجاعت۔ بلقیس نے اہل دربار سے صلح یا جنگ دونوں کا مشورہ لیا تھا لڑائی صلح کے مقابلے میں مشکل اور سخت کام ہے جنگ کی صورت میں اہل دربار نے تعمیل حکم کا اقرار کیا۔ برخلاف ان یہودیوں کے جنھوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا فَاذۡهَبۡ اَنۡتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَاۤ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوۡنَ ۔ ''تم اور تمہارا خدا پس دونوں جا کر لڑو ہم یہیں بیٹھیں ہیں''، جب بلقیس کے حکم پر انھوں نے لڑنے کا اظہار کر دیا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ صلح کا اگر حکم ہوا تو ہم اس کی تعمیل بدرجۂ اولیٰ کریں گے آپ کو دونوں باتوں کا اختیار ہے۔ مَاذَا تَاۡمُرِيۡنَ: یعنی آپ خود دیکھ لیں اور سوچ لیں کہ دونوں میں سے کون سی چیز آپ کیلئے مفید ہے جنگ یا صلح، بہر حال ہم آپ کے فیصلہ پر چلنے کیلئے تیار ہیں۔ (مظہری) اس آیت میں اشارہ ہے کہ اہل مشاورت مشورہ کے وقت رئیس پر کوئی حکم نہ جمائے بلکہ اپنے رئیس کو اختیار دے۔ بلقیس نے جب محسوس کیا کہ یہ لوگ جنگ اور صلح دونوں جانب مائل ہیں اور ہماری کامیابی جنگ میں نہیں ہے اس لئے بلقیس نے قوم کو صلح کی جانب مائل کیا۔ (روح البیان) ۵ ملکہ نے کہا کہ بادشاہ جب کسی بستی میں جبراً داخل ہوتے ہیں تو اس کو تباہ کر دیتے ہیں اور وہاں کے معزز باشندوں کو ذلیل کر دیتے ہیں [ان کا مال لوٹتے ہیں گھروں کو اجاڑتے ہیں تا کہ ان کا رعب اور اقتدار قائم ہو جائے] اور اگر یہ لوگ بھی غالب آ گئے تو ایسا ہی کریں گے۔ بلقیس نے عام بادشاہوں کا عمومی ضابطہ بیان کر کے اول قوم کو مبہم طور پر جنگ سے ڈرایا پھر آخری فقرہ کہہ کر صراحت کر دی کہ ان لوگوں سے بھی مجھے یہی خطرہ ہے۔ كَذٰلِكَ يَفۡعَلُوۡنَ کا ایک ترجمہ یہ بھی کیا گیا ہے کہ بادشاہ ایسا ہی کرتے رہتے ہیں ان کا دستور ہی یہی ہے، یا یہ مقولہ اللہ تعالیٰ کا ہے کہ اللہ نے بلقیس کے قول کی تصدیق فرمادی کہ ہاں بادشاہوں کا یہی طریقۂ عمل ہے۔ ملکہ کے اس قول سے معلوم ہو رہا ہے کہ بلقیس صلح کو مناسب خیال کرتی تھی۔ (مظہری) ابن شجرہ کہتے ہیں کہ یہ بلقیس کا قول ہے۔ مطلب یہ ہے کہ سلیمان بھی ہمارے شہر میں داخل ہو کر ایسا ہی کریں گے [اس لئے ان سے صلح ہی بہتر ہے] (القرطبی)

فَنٰظِرَةٌۢ بِمَ يَرْجِعُ الْمُرْسَلُوْنَ ۝٣٥ فَلَمَّا جَآءَ سُلَيْمٰنَ قَالَ

پس درنگریده ام بچه چیز باز کردند پیغمبران پس چوں آمد سلیمان گفت

پھر دیکھونگی کہ قاصد کیا چیز لیکر لوٹتے ہیں ۱ پس جب وہ سلیمان کے پاس آیا تو کہا

اَتُمِدُّوْنَنِ بِمَالٍ فَمَآ اٰتٰىنِۦَ اللّٰهُ خَيْرٌ مِّمَّآ اٰتٰىكُمْ

آیا مدد دہید مرا پس آنچہ داد مرا خدای بہتر است از آنچہ داد شما را

کیا تم مجھے مال سے مدد دیتے ہو پس اللہ نے مجھے جو کچھ دیا ہے وہ اس سے بہتر ہے جو تمہیں دیا

بَلْ اَنْتُمْ بِهَدِيَّتِكُمْ تَفْرَحُوْنَ ۝٣٦ اِرْجِعْ اِلَيْهِمْ فَلَنَاْتِيَنَّهُمْ

بلکہ شما بہدیہ خود شادمان شوید باز گرد بدیشاں پس دہیم ایشانرا

بلکہ تم اپنے تحفہ پر خوش ہوتے ہو ۲ لوٹ جا انکی جانب پس ہم ان پر ایک لشکر لائیں گے

بِجُنُوْدٍ لَّا قِبَلَ لَهُمْ بِهَا وَلَنُخْرِجَنَّهُمْ مِّنْهَآ اَذِلَّةً وَّهُمْ

بلشکرے طاقت مقابلت نیست ایشانرا بآں و بیروں کنیم ایشانرا ازاں خواری و ایشاں

جن کی طاقت کا مقابلہ ان کے پاس نہیں ہے اور ہم انھیں اس سے ذلیل کر کے نکالیں گے اور وہ سب

صٰغِرُوْنَ ۝٣٧ قَالَ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَيُّكُمْ يَاْتِيْنِيْ بِعَرْشِهَا

خوارانندہ گفت اے گروہ آیا شما بیائید بمن آں

خوار ہونے والے ہیں ۳ فرمایا: اے گروہ! تم میں کون ہے جو میرے پاس اس کے تخت کو لائے

قَبْلَ اَنْ يَّاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ ۝٣٨ قَالَ عِفْرِيْتٌ مِّنَ الْجِنِّ

پیش ازانکہ بیاید بمن مسلمان شدہ گفت دیو پلید از جینان

اس سے قبل کہ وہ میرے پاس مسلمان ہو کر آئے ۴ جنوں میں سے ایک پلید جن نے کہا

اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ ۚ وَاِنِّيْ عَلَيْهِ

من بیارم بتو آنرا پیش ازانکہ بر پا شوید و از جای تو و من برو

میں تمہارے پاس اسے اس سے پہلے کہ آپ (مجلس ختم کر کے) اپنی جگہ سے کھڑے ہوجائیں لے آؤنگا اور میں اس پر

تفسیر اظہار العرفان

۱ مطلب یہ ہے کہ میں اپنے پاس سے کچھ تحفہ دیکر قاصدوں کو روانہ کرونگی۔ بغوی نے لکھا ہے کہ بلقیس ہدیہ بھیج کر حضرت سلیمان علیہ السلام کی جانچ کرنا چاہتی تھی کہ بادشاہ ہیں یا نبی اگر بادشاہ ہونگے تو ہدیہ قبول کرلیں گے اور لشکر کشی نہیں کرینگے اور نبی ہوں گے تو ہدیہ کو رد کردینگے اور بغیر اتباع ایمانی کے راضی نہ ہونگے۔ اس کے بعد ہدیہ میں ملکہ نے کچھ غلام اور کچھ باندیاں بھیجیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ سب کو ایک ہی طرح کا لباس پہنا دیا تاکہ لڑکے اور لڑکی کی شناخت نہ ہوسکے' حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ دوسو غلام اور دوسو باندیاں بھیجیں تھیں' حضرت مجاہد اور حضرت مقاتل کہتے ہیں کہ باندیوں کو غلاموں کا لباس اور غلاموں کو باندیوں کا لباس پہنا دیا تھا' حضرت سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ سونے کی اینٹ' ریشم اور دیبا کے ساتھ بھیجی تھی' بعض نے کہا کہ سونے کی چار اینٹیں بھیجی تھیں' بلقیس نے اپنے نمائندہ سے کہہ دیا کہ سلیمان سے جاکر یہ کہنا کہ اگر آپ نبی ہیں تو باندیوں کو غلاموں سے الگ چھانٹ دیجئے اور بغیر کھولے بتائیے کہ ڈبہ میں کیا ہے اور جب وہ بتادیں تو کہنا کہ اگر آپ نبی ہیں تو اس موتی میں ٹھیک سوراخ کردیجئے اور سوراخ دار پوتھ میں دھاگہ ڈال دیجئے، پھر قاصد سے یہ بھی کہہ دیا کہ تم اس بات کا اندازہ کرنا کہ وہ کس طور پر پیش آتے ہیں اگر غصہ کی نظر سے تم کو دیکھیں تو سمجھ لینا کہ وہ بادشاہ ہیں تم ہرگز خوف زدہ نہ ہونا' اور اگر کشادہ پیشانی اور مہربانی سے پیش آئیں تو سمجھ لینا وہ نبی مرسل ہیں ان کی بات سمجھنا اور ادب کے ساتھ جواب دینا۔ غرض بلقیس کے قاصد سارے تحفے لے کر روانہ ہوگئے ادھر ہدہد نے جلد جاکر حضرت سلیمان علیہ السلام کو اس واقعہ کی اطلاع دیدی۔ (مظہری) ۲ حضرت سلیمان علیہ السلام نے سونے چاندی کی اینٹیں بچھانے کا حکم جس وقت دیا تھا اسوقت بلقیس کی بھیجی ہوئی اینٹوں کی گنتی کے مطابق جگہ خالی چھوڑ دی تھی۔ قاصدوں نے جب اینٹوں کی جگہ خالی دیکھی اور باقی زمین پر فرش پایا تو ان کو اندیشہ ہوا کہ کہیں ہم پر اینٹیں اٹھالینے کی تہمت نہ لگائے اس لئے خالی جگہ پر اینٹیں پھینک دیں' پھر شیاطین کو دیکھ کر خوف زدہ ہوگئے ان سے کہا گیا کہ آگے بڑھو ڈر کی کوئی بات نہیں ہے قاصد تمام جن وانس پرند اور چرند کے دستوں سے گذر کر حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے جاکھڑے ہوئے آپ نے انکو کشادہ روئی کے ساتھ اچھی نظروں سے دیکھا اور فرمایا کیا بات ہے؟ قاصد نے ساتھ لائی ہوئی چیزیں پیش کردی اور ملکہ کا خط بھی دیدیا آپ نے خط غور سے پڑھا اور فرمایا ڈبہ کہاں ہے؟ قاصد نے پیش کردیا۔ آپ نے ڈبہ کو ہلایا اتنے میں جبرائیل آگئے اور ڈبہ کے اندر جو چیز تھی بتادی۔ (مظہری) ۳ وہب بن منبہ وغیرہ کا بیان ہے کہ جب وفد یمن حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس سے لوٹ کر بلقیس کے پاس پہنچا تو بلقیس نے کہا واللہ میں تو پہلے ہی پہچان چکی تھی کہ وہ بادشاہ نہیں ہیں' اس کے بعد بلقیس نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس پیام بھیجا کہ میں خود اپنی قوم کے سرداروں کے ساتھ آپ کے پاس آرہی ہوں اور دیکھوں گی کہ جس دین کی طرف آپ ہم کو بلارہے ہیں وہ کیا ہے۔ (مظہری) ۴ حضرت سلیمان علیہ السلام نے یہ ارادہ کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے دعوئ نبوت کی سچائی کیلئے جو عجائبات عطا کئے تھے ان میں سے بعض عجائبات کو بلقیس اور اس کے ساتھیوں کو دکھایا جائے اور بلقیس کا امتحان لیا جائے کہ وہ اپنے تخت کو پہچانتی ہے یا نہیں۔ قَبْلَ اَنْ يَّاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ کی قید اس لئے کہ اگر وہ مسلمان ہوکر آتی تو بغیر اسکی اجازت کے تخت اٹھانا جائز نہ ہوتا۔ (بیضاوی)

لَقَوِيٌّ اَمِيْنٌ ﴿٣٩﴾ قَالَ الَّذِيْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ

توانا با امانتم گفت آنکہ نزد او دانستن از کتاب

قوت والا امانتدار ہوں ١ عرض کی اس نے جس کے پاس کتاب کا علم تھا کہ

اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَدَّ اِلَيْكَ طَرْفُكَ ۭ فَلَمَّا

من بیارم بتو آں پیش ازانکہ باز گردد بتو چشم تو پس چوں

میں اسے آپکے پاس پلک جھپکنے سے پہلے لا دونگا پس جب

رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّيْ ۣۖ

دید آنرا قرار گرفتہ نزدیک او گفت ایں از بخشایش پروردگار من است

اسے اپنے پاس رکھا ہوا دیکھا تو کہا یہ میرے رب کے فضل سے ہے

لِيَبْلُوَنِيْٓ ءَاَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ ۭ وَمَنْ شَكَرَ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ

تا بیاز ماید مرا آیا لشکر کنم یا ناسپاسی کنم و ہر کہ شکر کند پس جزا ایں نیست کہ شکر کند

تا کہ مجھے آزمائے کہ میں شکر کرتا ہوں یا ناشکری، اور جو شکر کرے تو اسکے سوا کچھ نہیں ہے کہ شکر کرتا ہے

لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ رَبِّيْ غَنِيٌّ كَرِيْمٌ ﴿٤٠﴾ قَالَ نَكِّرُوْا لَهَا

برائے خود و ہر کہ نگردد پس ہر آئنہ پروردگار من بے نیاز است نیکو گفت متغیر سازید

اپنے لئے، اور جو ناشکری کرے تو بیشک میرا رب بے نیاز کرم والا ہے ٢ کہا متغیر کر دو

عَرْشَهَا نَنْظُرْ اَتَهْتَدِيْٓ اَمْ تَكُوْنُ مِنَ الَّذِيْنَ لَا

برائے آں تخت آں تا بنگریم آیا راہ یابد یا باشد از آنانکہ

اس کیلئے اس کے تخت کو تا کہ ہم دیکھیں آیا راہ پاتی ہے یا ان میں سے ہوتی ہے جو

يَهْتَدُوْنَ ﴿٤١﴾ فَلَمَّا جَاۗءَتْ قِيْلَ اَهٰكَذَا عَرْشُكِ ۭ

راہ نیابند پس چوں آمد گفتہ شد آیا اینچنیں است تخت تو

راہ پانے والے نہیں ٣ پس جب وہ آئی تو (اس سے) کہا گیا کیا ایسا ہی ہے تیرا تخت

١ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام ہر صبح کو اجلاس کرتے تھے جو دوپہر تک جاری رہتا تھا، حضرت وہب نے اس دیو کا نام لوزی بتایا ہے، بعض لوگوں نے ذکوان اور بعض نے صخر جنی کہا ہے۔ یہ دیو ایک پہاڑ کی طرح تھا بقدر حد نگاہ اس کا ایک قدم پڑتا تھا۔ (مظہری)

٢ اس شخص کے بارے میں اختلاف ہے کہ وہ شخص ملائکہ میں سے تھا یا انسانوں میں سے، پھر اس میں دو اقوال ہیں کہ وہ جبرائیل علیہ السلام تھے یا کوئی اور فرشتہ۔ جنہوں نے کہا کہ وہ انسانوں میں سے تھا تو پھر اس کے تعین میں بھی دو اقوال ہیں (١) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ حضرت خضر علیہ السلام تھے (٢) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ وہ آصف بن برخیا حضرت سلیمان علیہ السلام کے وزیر تھے یہ شخص صدیق تھا اور اسمِ اعظم جانتا تھا پس جب بھی وہ دعا کرتا تو اللہ تعالیٰ اسمِ اعظم کی برکت سے اسکی دعا کو قبول فرمالیتا تھا، یہ قول مشہور ہے (٣) حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ وہ انسانوں میں سے کوئی ایک شخص تھا جو اسم اعظم جانتا تھا (٤) حضرت ابن زید کہتے ہیں کہ وہ جزیرہ فی البحر کا ایک صالح شخص تھا اسی دن نکل کر وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی زیارت کر رہا تھا (٥) وہ شخص حضرت سلیمان علیہ السلام خود تھے۔ (تفسیر کبیر) کلبی کہتے ہیں کہ آصف بن برخیا نے سجدہ میں گر کر اللہ کا اسم اعظم پڑھ کر دعا کی فوراً ہی بلقیس کا تخت اندر ہی اندر چل دیا یہاں تک کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی کرسی کے پاس برآمد ہوگیا۔ بعض اہل روایت کا کہنا ہے کہ یہ مسافت دو مہینے کی راہ کے برابر تھی۔ آصف نے دعا مانگی تھی علماء کا اس کے تعین میں اختلاف ہے (١) حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ کہا تھا (٢) کلبی کہتے ہیں کہ یَا حَيُّ یَا قَيُّوْمُ کہا تھا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بھی یہی قول ہے (٣) زہری کہتے ہیں کہ یَا اِلٰهَنَا وَاِلٰهُ كُلِّ شَيْءٍ اِلٰهًا وَّاحِدًا لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اِيْتِنِيْ بِعَرْشِهَا کہا تھا. فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ الخ: حضرت سلیمان علیہ السلام نے اسکو تخت لانے کا حکم دیا انھوں نے اللہ کا اسمِ اعظم پڑھکر دعا کی تخت میں حرکت پیدا ہوئی اور زمین کے اندر ہی اندر وہ آکر سلیمان ں کے تخت کے پاس برآمد ہوگیا، آپ نے اتنی جلدی اپنے پاس رکھا دیکھا تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ اللہ کے مخلص بندوں کا یہی طریقہ ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کھا کر شکر ادا کرنے والا صابر روزہ دار کی مثل ہے۔ (مظہری) اس آیت کریمہ میں نبی کریم ﷺ کے اس فرمان کی جانب بھی اشارہ ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ دنیا ایک لمحہ ہے اور بہت کم لوگ اسے سمجھ پائے۔ اس آیت کریمہ میں اولیاء اللہ کی کرامات کی جانب بھی اشارہ ہے کہ کراماتِ اولیاء حق ہیں۔ (روح البیان) ٣ کعب وغیرہ کا بیان ہے کہ شیاطین وغیرہ کو یہ اندیشہ تھا کہ سلیمان علیہ السلام بلقیس سے عقد نہ کرلیں اگر ایسا کرلیا تو جنات کے سارے راز وہ سلیمان علیہ السلام سے کہہ دے گی اس لئے حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے بلقیس کی مذمت کرنے لگے کہ اسکی عقل میں کچھ کمزوری ہے، اس کے دونوں قدم گدھے کے کھر کی طرح ہیں، اسکی پنڈلیوں پر بال ہیں۔ اسی اطلاع کی بنیاد پر حضرت سلیمان علیہ السلام نے تخت کی صورت کو بدل ڈالنے کا حکم دیا تا کہ بلقیس کی عقل کی جانچ ہو جائے اور پنڈلیاں دیکھنے کیلئے ایک شیشہ گھر بنانے کا حکم دیا۔ مروی ہے کہ حسب حکم تخت کے نچلے حصے کو بالائی اور بالائی حصہ کو نچلا کر دیا گیا اور سرخ جواہر کی جگہ سبز جواہر جڑ دیئے گئے اور سبز کی جگہ سرخ۔ (مظہری)

قَالَتْ كَاَنَّهٗ هُوَ ۚ وَ اُوْتِيْنَا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهَا وَ كُنَّا

گفت گویا ایں آنست و دادہ شد ما را دانش پیش ازیں و بودیم ما

کہا: گویا یہ وہی ہے، اور ہمیں اس سے پہلے علم دیا گیا اور ہم

مُسْلِمِيْنَ ۝٤٢ وَ صَدَّهَا مَا كَانَتْ تَّعْبُدُ مِنْ دُوْنِ

گردن نہادگان و باز داشت آنرا آنچہ بود پرستد بجز

گردن رکھنے والے ہوئے ۱ اور روکا اسے جسکی وہ پرستش کرتی تھی

اللّٰهِ ؕ اِنَّهَا كَانَتْ مِنْ قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ ۝٤٣ قِيْلَ لَهَا ادْخُلِي

خدای اینہا بودند از قوم کافران گفتہ شد آنرا در آئید

اللہ کے سوا، وہ قوم کافرین میں سے تھی ۲ کہا گیا اس سے داخل ہو جاؤ

الصَّرْحَ ۚ فَلَمَّا رَاَتْهُ حَسِبَتْهُ لُجَّةً وَّ كَشَفَتْ عَنْ

دریں قصر پس چوں دید آنرا پنداشت آنرا آب بسیار و برکشید از

اس قصر میں پس جب اسے دیکھا تو اسے گہرا پانی گمان کیا اور اپنی

سَاقَيْهَا ؕ قَالَ اِنَّهٗ صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنْ قَوَارِيْرَ ؕ قَالَتْ

ساق آں گفت کہ آں عرصہ سادہ است از آبگینہا گفت

دونوں پنڈلیاں کھول دیں کہا (سلیمان نے) کہ وہ ایک سادہ صحن ہے شیشوں سے جڑا ہوا، کہا (بلقیس نے)

رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ وَ اَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمٰنَ لِلّٰهِ رَبِّ

اے پروردگار من ہر آئنہ ستم کردم بر خود و اسلام آوردم بس سلیمان مر خدایرا ست پروردگار

اے میرے رب! بیشک میں نے اپنے اوپر ظلم کیا اور اسلام لائی سلیمان کے ساتھ اللہ کیلئے جو

الْعٰلَمِيْنَ ۝٤٤ ع وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا اِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا

عالمیان و ہر آئنہ فرستادیم ما بسوے ثمود برادر ایشاں صالح

عالمین کا رب ہے ۳ اور بیشک ہم نے ثمود کی جانب ان کے برادر صالح کو بھیجا

۱ بلقیس جب آئی تو تخت دکھا کر اس سے پوچھا گیا کہ کیا یہ تیرا تخت ہے، بلقیس نے جواب دیا کہ اس تخت کو اس سے مشابہت ہے گویا کہ بلقیس نے نہ تخت کا اقرار کیا اور نہ اسکا انکار کیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کا جواب سن کر اسکے کمالِ عقل کو سمجھ لیا۔ حضرت عکرمہ کہتے ہیں کہ بلقیس بہت سمجھدار عورت تھی اس لئے جواب میں كَاَنَّهٗ هُوَ کہا۔ مقاتل کہتے ہیں کہ بلقیس نے تخت کو پہچان لیا تھا لیکن جواب ایسا دیا کہ لوگ شبہ میں پڑ جائیں جس طرح ان لوگوں نے بلقیس کو شبہ میں ڈالنے کیلئے تخت میں تبدیلی کی، اگر بلقیس سے یوں سوال کیا جاتا۔ "اَهٰذَا عَرْشُكِ" تو جواب میں بلقیس ضرور نَعَمْ هُوَ کہتی۔ کہا گیا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کے آنے سے پہلے اس کے تخت کو اپنے پاس اس لئے منگوایا تھا تا کہ اس پر یہ بات ظاہر ہو جائے کہ جنات اور شیاطین آپ کے تابع ہیں۔ اس سے فائدہ یہ ہوگا کہ بلقیس آپکی نبوت کی حقانیت کو پہچانے گی اور آپ پر ایمان لائیگی۔ وَاُوْتِيْنَا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهَا۔ ایک قول کے مطابق یہ بلقیس کے قول میں سے ہے مطلب یہ ہے کہ ہمیں علم عطا کیا گیا ہے کہ ہم آپکی نبوت کی حقانیت کو پہچانیں۔ دوسرا قول یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے قول میں سے ہے مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے ہمیں علم عطا فرمایا ہے۔ (القرطبی)

۲ حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کو سورج کی پوجا سے منع کر دیا۔ بلقیس ایسی قوم میں سے تھی جو آفتاب کی پجاری تھی اسی آفتاب پرست قوم میں وہ پلی بڑھی تھی اس لئے سورج کی پوجا کے سوا وہ کسی اور کی عبادت سے واقف نہ تھی اس کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام نے چاہا کہ بلقیس کے قدموں اور پنڈلیوں کی حالت کا انکشاف کسی تدبیر سے خود ہی ہو جائے، انکشاف کی درخواست نہ کرنی پڑے، اس لئے آپ نے شیطانوں کو حکم دیا کہ ایک شیش محل یا شیشہ گھر تیار کریں جو سفیدی میں پانی معلوم ہو بعض نے کہا کہ شیشہ کا صحن خانہ تیار کرنے کا حکم دیا جس کے نیچے پانی ہی پانی رکھا اور پانی میں مینڈک اور طرح طرح کی مچھلیاں چھوڑ دیں پھر اس صحن کے سامنے اپنا تخت بچھوا دیا اور اس پر رونق افروز ہوئے۔ (مظہری) ۳ بلقیس جب آئی اور اس صحن کو دیکھا تو رکا ہوا پانی خیال کیا اور پنڈلیوں سے کپڑا اٹھا دیا تا کہ پانی میں گھس کر حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس پہنچ جائے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اسکی طرف دیکھا تو پنڈلیاں اور قدم بہت ہی خوبصورت دکھائی دیئے البتہ پنڈلیوں پر بال تھے آپ نے دیکھ کر نظر پھیر لی۔ علماء نے اسی جگہ سے یہ مسئلہ اخذ کیا کہ اگر اجنبی عورت کو نکاح کا پیام دینا ہو تو اس کو دیکھ لینا جائز ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے جب کوئی کسی عورت کو نکاح کا پیام دے اور وہ حصہ بدن [چہرہ وغیرہ] دیکھنا ممکن ہو جس کو دیکھ کر نکاح کر سکے تو ایسا کر لے۔ قَالَتْ رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ الخ: یعنی جب بلقیس صحن میں پہنچی تو خیال کیا کہ سلیمان مجھے غرق کرنا چاہتے ہیں اس سے تو قتل ہونا آسان ہے پھر جب حقیقت ظاہر ہوگئی تو کہنے لگی میں نے سلیمان پر بدگمانی کر کے اپنے اوپر ظلم کیا اب میں نے توبہ کی اور اسلام لے آئی۔ مسلمان ہونے کے بعد بلقیس کے احوال کو علماء نے مختلف طور پر بیان کیا ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس سے نکاح کر لیا تھا۔ ایک شخص نے ابن عیینہ سے یہی دریافت کیا تو ابن عیینہ نے کہا کہ بلقیس کا واقعہ اَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمٰنَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ پر ختم ہو گیا یعنی ہم کو اس سے زیادہ علم نہیں۔ (مظہری) آپ نے اس سے نکاح کر لیا تھا اور ہر مہینے تین دن کیلئے بلقیس کے پاس جاتے تھے۔ (جلالین)

اَنِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ فَاِذَا هُمۡ فَرِيۡقٰنِ يَخۡتَصِمُوۡنَ ﴿۴۵﴾ قَالَ

آنکہ پرستید خدایرا پس چوں ایشاں دوگروہند خصومت میکردند گفت

کہ اللہ ہی کی عبادت کرو پس وہ سب دو گروہ ہو گئے جھگڑا کرتے ہوئے ۱ فرمایا:

يٰقَوۡمِ لِمَ تَسۡتَعۡجِلُوۡنَ بِالسَّيِّئَةِ قَبۡلَ الۡحَسَنَةِ‌ ۚ لَوۡ

اے قوم من چرا شتاب میکنید بدی پیش از نیکی

اے میری قوم! کیوں جلدی کرتے ہو برائی میں بھلائی سے پہلے

لَا تَسۡتَغۡفِرُوۡنَ اللّٰهَ لَعَلَّكُمۡ تُرۡحَمُوۡنَ ﴿۴۶﴾ قَالُوا اطَّيَّرۡنَا

چرا استغفار نمی کنید خدایرا شاید کہ شما رحمت کردہ شوید گفتند فال بد گرفتیم

کیوں استغفار نہیں کرتے ہو اللہ سے شاید کہ تم پر رحم کیا جائے ۲ انھوں نے کہا برا شگون لیا ہے ہم نے

بِكَ وَبِمَنۡ مَّعَكَ‌ ؕ قَالَ طٰٓئِرُكُمۡ عِنۡدَ اللّٰهِ‌ بَلۡ اَنۡتُمۡ

بتو و ہر کہ باتست گفت فال بد شما نزد خدا ست بلکہ شما

تجھ سے اور جو تیرے ساتھ ہے' فرمایا: تمہاری بدشگونی اللہ کے پاس ہے بلکہ تم

قَوۡمٌ تُفۡتَنُوۡنَ ﴿۴۷﴾ وَكَانَ فِى الۡمَدِيۡنَةِ تِسۡعَةُ رَهۡطٍ

گروہی آزمودہ شدید و بودند در شہر نہ نفر از اشراف قوم

آزمائے ہوئے گروہ ہو ۳ اور شہر میں نو اشخاص اشرافِ قوم میں سے تھے

يُّفۡسِدُوۡنَ فِى الۡاَرۡضِ وَلَا يُصۡلِحُوۡنَ ﴿۴۸﴾ قَالُوۡا تَقَاسَمُوۡا

تباہی کنند در زمین و بصلاح نیاوردند گفتند سوگند خوردند

زمین میں فساد کرتے ہیں اور اصلاح نہیں کرتے ۴ انھوں نے اللہ کی قسم کھا کر کہا کہ ضرور

بِاللّٰهِ لَـنُبَيِّتَـنَّهٗ وَاَهۡلَهٗ ثُمَّ لَـنَقُوۡلَنَّ لِوَلِيِّهٖ مَا شَهِدۡنَا

بخدا تا شبخون کنیم او را و اہل او را باز میگوئیم ولی خون او را حاضر نبودیم

ہم شب خون ماریں گے ان پر اور انکے گھر والوں پر پھر ہم انکے ولی سے کہیں گے اسکے خون کے وقت ہم حاضر نہ تھے

۱ یہاں سے اللہ تعالیٰ اس سورت میں تیسرا قصہ بیان فرما رہا ہے جو حضرت صالح علیہ السلام کا ہے۔ (تفسیر کبیر) حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ حضرت صالح علیہ السلام کی قوم دوگروہ میں بٹ گئی تھی ایک گروہ مومن ہوا، اور دوسرا گروہ کافر رہا۔ کہا گیا ہے کہ آپ کی قوم میں سے ہر گروہ یہ دعوی کرتا تھا کہ ہم حق پر ہیں اور ہمارے سوا سب باطل ہیں۔ (القرطبی)

۲ حضرت صالح علیہ السلام جب اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی توحید پر دلائل دے دیکر تھک گئے اور قوم تھی کہ ماننے کیلئے تیار ہی نہیں تھی تو آپ نے ان سے عذاب کا وعدہ فرمالیا اس پر قوم کہنے لگی: اِئْتِنَا بِعَذَابِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ''آپ اللہ کا عذاب ہمارے پاس لائیے اگر آپ سچ کہنے والوں میں سے ہیں''، قوم نے یہ جملہ استہزاء کے طور پر کہا۔ اس پر حضرت صالح علیہ السلام نے ان سے کہا: لِمَ تَسْتَعْجِلُوْنَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اپنی نعمت کی جانب جانے کی قوت عطا کی ہے اس لئے تم اسکے عذاب کی کیوں جلدی کرتے ہو۔ واضح رہے کہ یہاں سیئہ سے مراد عذاب اور حسنہ سے مراد ثواب ہے۔ (تفسیر کبیر)

۳ کشف الاسرار میں ہے کہ اہل عرب کے اعتقادات میں سے یہ بھی ہے کہ کوئی وحشی جانور یا پرندہ اگر اس جانب سے آواز نکالے تو یہ ہو جائیگا اور اگر اس جانب سے آواز نکالے تو ایسا ہو جائیگا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے۔ حضرت عکرمہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے ساتھ جا رہے تھے تو ایک پرندہ چیخا' قوم میں سے ایک شخص نے کہا کہ خیر ہے۔ یہ سن کر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: نہ خیر ہے نہ شر ہے۔ ابن الملک کہتے ہیں کہ اہل جاہلیت میں سے کوئی شخص اگر کسی کام کا قصد کرتا اور اسی دوران اسکے بائیں طرف سے کوئی پرندہ آجاتا' یا اور کوئی جانور تو اسے بدفالی خیال کرتے تھے۔ (روح البیان) قوم نے حضرت صالح علیہ السلام اور آپ کے ساتھیوں کے بارے میں کہا کہ ہم تم کو اور تمہارے ساتھیوں کو منحوس سمجھتے ہیں جب سے تم نے یہ نیا مذہب نکالا ہے ہمارے اندر پھوٹ پڑ گئی ہے، ہم پر مصائب کا نزول ہونے لگا ہے، ہم بارش سے محروم ہو کر قحط میں مبتلا ہو گئے ہیں یہ سارے دکھ اور تکلیفیں تمہارے اور تمہارے ساتھیوں کی نحوست کی وجہ سے ہیں۔ قَالَ طٰٓئِرُكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ: حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم کو یہ جواب دیا کہ تمہاری نحوست کا سبب اللہ کے علم میں ہے۔ طَائِرٌ بمعنی نحوست' لیکن یہاں مراد نحوست کا سبب ہے، جس کی وجہ سے یہ خرابیاں آئیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ تم پر یہ نحوست تمہارے کفر کے سبب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ بعض اہل علم نے کہا کہ نحوست کو طائر کہنے کی یہ وجہ ہے کہ سفر کے وقت پرندوں کے ایک خاص رفتار سے گذرنے اور آواز نکالنے کو اہل عرب برا شگون سمجھتے تھے۔ اسی عقیدہ کی بناء پر لفظ طائر سے بطور استعارہ نحوست مراد لی جاتی تھی۔ (مظہری) ۴ یعنی حضرت صالح علیہ السلام کے شہر حجر میں اشراف کی اولاد میں سے نو اشخاص تھے۔ حضرت ضحاک کہتے ہیں کہ یہ نو افراد اہل شہر کے بڑے لوگوں میں سے تھے جو خود بھی زمین میں فساد کرتے تھے اور ماتحتوں کو بھی فساد کرنے کا حکم دیتے تھے' یہ لوگ بڑے پتھر کے پاس بیٹھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اس پتھر کو ان پر الٹ دیا، حضرت عطاء بن ابی رباح کہتے ہیں کہ یہ لوگ دنانیر اور دراہم قرض دیتے تھے اور پھر اسی قرض سے فائدہ اٹھاتے ہوئے لوگوں کو فساد پر اکساتے تھے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کے مطابق ان کے نام یہ ہیں دعما' دعیم' ھرما' ھریم' داب' صواب' ریاب' مسطح' قدار۔ (القرطبی)

مَهْلِكَ اَهْلِهٖ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۴۹﴾ وَمَكَرُوْا مَكْرًا وَّمَكَرْنَا

ہلاک کردند کسان او را و ہر آئنہ ما راستگویان و مکر کردند مکری و مکر کردیم ما

انکی قوم نے ہلاک کیا ہوگا اور بیشک ہم سچ کہنے والے ہیں ۱ اور انھوں نے دشمنی کی اور ہم نے بھی دشمنی

مَكْرًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۵۰﴾ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ

مکری و ایشاں نمی دانستند پس بنگر چگونہ بود سر انجام

کی اور وہ سب جانتے نہیں ہیں ۲ پس دیکھو کیسا انجام ہوا

مَكْرِهِمْ ۙ اَنَّا دَمَّرْنٰهُمْ وَقَوْمَهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۵۱﴾ فَتِلْكَ

مکر ایشاں کہ ہلاک کردیم ایشانرا و قوم ایشاں ہمہ پس آنست

انکی دشمنی کا کہ ہم نے ہلاک کیا انھیں اور انکی سب قوم کو ۳ پس یہ وہ ہیں

بُيُوْتُهُمْ خَاوِيَةًۢ بِمَا ظَلَمُوْا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ

خانہاے ایشاں خالی بسبب آنچہ ستم کردند ہر آئنہ دریں نشانہ ست مر قومیرا

کہ جن کے مکانات انکے ظلم کی وجہ سے خالی پڑے ہیں بیشک اس میں نشانی ہے اس قوم کیلئے

يَّعْلَمُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَاَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿۵۳﴾

میدانند و برہانیدیم ما آنانکہ گرویدند و بودند پرہیز میکردند

جو جانتی ہے ۴ اور ہم نے نجات دی ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور پرہیزگاری کرتے تھے ۵

وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ وَاَنْتُمْ

و لوط چوں گفت مر قوم خود را آیا می آئید بکار زشت و شما

اور لوط نے جب اپنی قوم سے کہا کیا تم برے کام کی جانب جان بوجھ

تُبْصِرُوْنَ ﴿۵۴﴾ اَئِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ

می بینید آیا شما می آئید بمردان از روے شہوت بجز

کر آتے ہو ۶ کیا تم مردوں کے پاس شہوت کے ساتھ آتے ہو

۱ ایک دوسرے کے سامنے قسم کھا کر کہنے لگے کہ ہم ضرور صالح اور ان کے اہل کو قتل کریں گے پھر ان کے ولی سے کہیں گے کہ ہم تو ان کی قتل کی جگہ پر تھے ہی نہیں۔ نہ ہمیں ان کے قتل کے بارے میں کچھ معلوم ہے اور نہ ہی ان کے اہل کے قاتل کے بارے میں علم ہے۔ وَاِنَّا لَصَادِقُوْنَ: یعنی ہم قسم کھاتے ہیں کہ ایسا ضرور کریں گے۔ (صفوۃ التفاسیر)

۲ یعنی انھوں نے غداری کی کہ شب خون مار کر صالح کو قتل کرڈالنے کا باہم مشورہ طے کرلیا۔ واضح رہے کہ ان نو افراد کو کس طرح ہلاک کیا گیا اس کے متعلق روایات میں اختلاف ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو حضرت صالح علیہ السلام کے مکان کی حفاظت کیلئے بھیج دیا جب ان نو آدمیوں نے تلواریں سونت کر حضرت صالح علیہ السلام کے گھر پر چڑھائی کی تو ملائکہ نے ان پر پتھر برسائے، پتھر کو دیکھتے تھے مگر پتھر مارنے والا کوئی نظر نہ آتا تھا آخر سب وہیں ڈھیر ہو گئے۔ حضرت مقاتل کہتے ہیں کہ ایک پہاڑ کے دامن میں اکھٹے ہونے کیلئے بیٹھے تا کہ سب مل کر حضرت صالح علیہ السلام کے مکان پر پہنچیں لیکن اللہ نے وہ پہاڑی ان پر گرادی اور وہ سب مر گئے۔ حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایک چٹان سے ان کو ہلاک کردیا ایک چٹان نے ان کو آلیا۔ (مظہری) سدی کہتے ہیں کہ وہ سب ایک بڑے گڑھے کے کنارے بیٹھے تھے اللہ تعالیٰ نے ان سب کو اس گڑھے میں گرا کر ہلاک کردیا۔ (القرطبی)

۳ کہا گیا ہے کہ پوری قوم کو حضرت جبرائیل علیہ السلام کی چیخ سے ہلاک کیا گیا۔ اظہر قول یہ ہے کہ ان نو افراد کو اللہ تعالیٰ نے الگ عذاب سے ہلاک کیا پھر باقی لوگوں کو صیحہ سے ہلاک کیا گیا۔ (القرطبی) ۴ پس ان کے مکانات اور شہر ان کے ظلم اور کفر کے سبب ویران ہو گئے کیونکہ کہ ان کے رہنے والوں کو ہلاک کردیا گیا۔ اس لئے اس ہلاکت میں بڑی عبرت ہے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کا علم رکھنے والوں کیلئے نصیحت بھی ہے۔ (صفوۃ التفاسیر) ۵ یعنی جو لوگ حضرت صالح علیہ السلام پر ایمان لائے اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرے۔ کہا گیا ہے کہ حضرت صالح علیہ السلام پر تقریباً چار ہزار لوگ ایمان لائے تھے' باقی لوگ اپنے باطل دین پر قائم رہے تھے۔ حضرت صالح علیہ السلام کی قوم نے اونٹنی کی کونچوں کو بدھ کے روز کاٹا تھا اور ان کی ہلاکت اتوار کو ہوئی، پہلے روز سرخ بادل آیا' دوسرے روز زرد اور تیسرے روز سیاہ بادل آیا۔ حضرت مقاتل کہتے ہیں کہ اسی سیاہ بادل میں سے حضرت جبرائیل علیہ السلام کی چیخ آئی۔ حضرت صالح علیہ السلام اپنے ماننے والوں کو لیکر حضر موت کی طرف چلے گئے، جیسے ہی اس شہر میں داخل ہوئے ویسے ہی آپ کا انتقال ہو گیا۔ اسی بناء پر اس شہر کا نام حضر موت رکھا گیا۔ حضرت ضحاک کہتے ہیں کہ پھر ان چار ہزار اہل ایمان نے ایک شہر بنایا جس کا نام حاضورا رکھا۔ (القرطبی) ۶ یہاں سے اللہ تعالیٰ اس سورت میں چوتھا واقعہ بیان فرما رہا ہے اور وہ حضرت لوط علیہ السلام کا ہے۔ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ: اس میں چند وجوہ ہیں (۱) اس سے مراد یہ ہے کہ تم خود بھی جانتے ہو کہ یہ برا عمل ہے اور تم سے پہلے مخلوق میں سے کسی نے بھی اس فعل کو نہیں اپنایا (۲) نافرمانی کے آثار تم لوگ دیکھ رہے ہو اور پھر اس نافرمانی کی وجہ سے تم پر اللہ کا جو عذاب اترنے والا ہے اسے بھی محسوس کر رہے ہو۔ (تفسیر کبیر) وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ: حالانکہ تم اس خرابی کو جانتے ہو جو کسی کام کی برائی سے واقف ہو اور پھر اس کام کو کرے تو اسکا یہ عمل انتہائی قبیح ہوگا، یا یہ مطلب ہے کہ بے حیائی کا کام تم ایک دوسرے کی نظروں کے سامنے کرتے ہو ان لوگوں کا یہ طریقہ تھا کہ لوگوں کی موجودگی میں سب کے سامنے ایسے برے کام کرتے تھے۔ (مظہری)

دُوْنِ النِّسَآءِ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ﴿۵۵﴾ فَمَا كَانَ

زنان بلکه شما گروہی نادانید پس نبود

عورتوں کو چھوڑ کر بلکہ تم جاہل گروہ ہو ۱ پس

جَوَابَ قَوْمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْۤا اَخْرِجُوْۤا اٰلَ لُوْطٍ مِّنْ

جواب قوم او مگر آنکه گفتند بیروں کنید کسان لوط از

انکی قوم کا جواب نہ تھا مگر یہ کہا کہ لوط کے گھرانے کو اپنی بستی سے نکال دو

قَرْيَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ ﴿۵۶﴾ فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَهْلَهٗۤ

دیهه خود هر آئنه ایشاں مردمانند پاکیزگی کنند پس برہانیدیم او را و اہل او را

بیشک یہ ایسے لوگ ہیں جو پاکیزگی چاہتے ہیں ۲ پس ہم نے نجات دی انھیں اور ان کے اہل کو

اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۫ قَدَّرْنٰهَا مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿۵۷﴾ وَاَمْطَرْنَا

مگر زن او را قضا کردیم از باقی ماندگان و بارانیدیم بر ایشاں

سوائے ان کی عورت کے، ہم نے پیچھے رہ جانے والوں میں سے لکھ دیا تھا ۳ اور ہم نے ان پر (پتھروں کی) بارش

عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ۚ فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿۵۸﴾ ع

بارانی پس بد است باران بیم کنندگان بگو

برسائی پس ڈرائے ہوئے کی بارش کیا ہی بری ہے ۴ آپ فرما دیجئے

قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ

حمد مر خدا است و سلام بر بندگان خود آنکه برگزید

حمد ہے اللہ کیلئے ہے اور سلام اس کے بندوں پر جسے اس نے چنا

اصْطَفٰى ؕ ءٰۤاللّٰهُ خَيْرٌ اَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۵۹﴾

آیا خدا بہتر است یا آنچه انباز آرند

کیا اللہ بہتر ہے یا وہ جسے وہ لوگ شریک ٹھہراتے ہیں ۵

ع ۴ / ۱۹

۱ اس آیت میں قوم لوط کی بدکاری کا بیان ہے کہ شہوت رانی کیلئے مردوں پر آتے ہیں عورتوں کو چھوڑ کر، حالانکہ عورتیں اس کام کیلئے پیدا کی گئی ہیں۔ اس آیت میں اس امر پر تنبیہ ہے کہ جماع کا اصل مقصد طلب نسل ہے نہ کہ محض تقاضائے شہوت۔ (مظہری)

۲ ان مجرمین قوم کے پاس حضرت لوط علیہ السلام کی باتوں کا کوئی جواب نہ تھا بلکہ انھوں نے جواب میں یہ کہنا شروع کر دیا کہ لوط اور اسکے ماننے والوں کو شہر بدر کر دیا جائے۔ (صفوۃ التفاسیر)

۳ یعنی ہم نے انھیں اور ان کے اہل کو عذاب سے نجات دی سوائے ان کی بیوی کے، وہ تو ہلاک ہونے والوں میں سے تھی۔ (صفوۃ التفاسیر)

۴ ابن عطیہ کہتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ رجم فی اللوطی کے باب میں ان فقہائے کرام کیلئے اصل ہے جنہوں نے کہا کہ لوطی کو رجم کیا جائیگا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انکی معصیت کی بناء پر انھیں رجم کیا، امام مالک فرماتے ہیں کہ فاعل اور مفعول دونوں کو رجم کیا جائیگا، امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک اسکا حکم زنا کی طرح ہے یعنی شادی شدہ کو رجم کیا جائیگا اور کنوارے کو سو کوڑے لگائے جائیں گے، امام ابو حنیفہ کے نزدیک حد نہیں ہے مگر تعزیر ہے آپ فرماتے ہیں لواطت اتنی قبیح نہیں ہے کہ اسکا بدلہ قتل ہو یا زنا کی مثل ہو ہاں البتہ اٹھنے والے فتنہ کے سدباب کیلئے تعزیر کی جائیگی۔ اس آیت کریمہ میں اس جانب اشارہ بھی ہے کہ ہر وہ قوم جو صراط مستقیم سے پھسل جائے وہ فحش ہے اور اسکی ظاہری نشانی یہ ہے کہ وہ شریعتِ مطہرہ کے ان امور کی جانب بڑھے گا جسے شریعت نے منع کیا ہو، اور باطنی علامت یہ ہے کہ دنیا اور اسکی لذتوں کی محبت اس کے دل میں ہوگی۔ حدیث شریف میں ہے کہ تم اپنے رب کی دلیل پر ہو جب تک کہ تم [اپنے گناہوں] کا اظہار نہ کرو، نشہ دو ہیں سکرۃ الجہل اور دنیا کی محبت کا نشہ۔ بعض اہل کبار نے فرمایا کہ صدق اور وصول کی تین علامات ہیں (۱) دنیا و مافیھا کی قدر و منزلت اس کے دل میں نہ ہو یہاں تک کہ سونا چاندی اسکے نزدیک مٹی کی حیثیت رکھتے ہوں (۲) مخلوق کی رویت کو اپنے دل سے نکال دے یہاں تک کہ وہ کسی کی مدح اور ذم کی جانب متوجہ نہ ہو گویا کہ وہ اموات میں سے ہے جو تنہا زمین پر پڑا ہے (۳) سیاستِ نفس کے احکام یہاں تک کہ ایسے شخص کو بھوک سے خوشی حاصل ہوتی ہو اور شہوت کو چھوڑ کر ایسی خوشی محسوس کرتا ہو جیسے دنیادار پیٹ بھر کر اور شہوت کو پا کر خوشی محسوس کرتا ہے۔ یہاں یہ بات واضح رہے کہ ایک صالحہ جمیلہ عورت شہوات کے قبیل سے نہیں ہے بلکہ اسبابِ تصفیہ اور دنیا کی سعادات میں سے ہے۔ جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مرد کیلئے سعادتیں پانچ ہیں (۱) اسکی بیوی اس سے موافقت رکھتی ہو (۲) اس کی اولاد نیک ہوں (۳) اسکا بھائی متقین میں سے ہو (۴) اسکا ہمسایہ صالحین میں سے ہو (۵) اسکا رزق اس کے شہر میں سے ہو۔ (روح البیان) ۵ حضرت مقاتل کہتے ہیں کہ اَلَّذِيْنَ اصْطَفٰى سے مراد انبیاء و مرسلین ہیں کیونکہ انھیں کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس سے مراد اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، کلبی کہتے ہیں کہ تمام امتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انھیں اپنی معرفت اور طاعت کیلئے چنا۔ قُلْ کے خطاب کے بارے میں دو اقوال ہیں ایک قول یہ ہے کہ قوم کی ہلاکت کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے لوط! کہو اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الخ۔ دوسرا قول یہ ہے کہ نہیں یہ خطاب مگر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے اور یہ اولیٰ ہے۔ (القرطبی)

اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ

پاکیست که آفرید آسمانہا و زمین و فرستاد شما را از آسمان

یا وہ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور تمہارے لئے آسمان سے

السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ حَدَآئِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ ۚ مَا كَانَ

آبے پس برو یانیدیم ما بداں آب بوستانہا خداوند خوبے نبود

پانی اتارا پس ہم نے اس پانی سے رونق والے باغات اُگائے تمہارے پاس

لَكُمْ اَنْ تُنْۢبِتُوْا شَجَرَهَا ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ بَلْ هُمْ قَوْمٌ

شما را آنکه برویانید درختان آں آیا خدای با خدایست بلکه ایشاں گروہی

انکے درختوں کو اُگانے کی طاقت نہ تھی کیا کوئی معبود ہے اللہ کے ساتھ' بلکہ یہی گروہ

يَّعْدِلُوْنَ ؕ ﴿۶۰﴾ اَمَّنْ جَعَلَ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّجَعَلَ خِلٰلَهَآ

عدل کنند پاکیست که گرداند زمین را قرار گاہ و پیدا کرد میان زمین

(اللہ کے) برابر قرار دیتا ہے [1] یا وہ جس نے زمین کو قرار گاہ بنائی اور زمین کے درمیان

اَنْهٰرًا وَّجَعَلَ لَهَا رَوَاسِيَ وَجَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ

جوبہا و گردانید دراں کوہ ہا کرد میان دو دریا

نہریں بنائیں اور اس میں پہاڑوں کو بنایا اور دو دریا کے درمیان

حَاجِزًا ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۶۱﴾ اَمَّنْ

حجاب آیا خدائی با خدا ست بلکه اکثر ایشاں نمیدانند یاکیست

حجاب بنایا کیا کوئی معبود ہے اللہ کے ساتھ' بلکہ ان کا اکثر جانتے نہیں ہیں [2] یا وہ

يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَ

که اجابت کند بیچارہ را چوں بخواند او را و بردارد بدیرا و

جو جواب دیتا ہے لاچار کو جب اسے پکارے اور برائی اٹھا دیتا ہے اور

تفسیر اظہار العرفان

[1] ابو حاتم کہتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ تمہارے معبود بہتر ہیں یا وہ جس نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا' یہ بھی کہا گیا ہے کہ مطلب یہ ہے کہ تم اپنے بتوں کی عبادت کرتے ہو وہ بہتر ہے یا اس کی عبادت بہتر ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا۔ البھــجة بمعنی خوبصورت منظر۔(القرطبی) حَـدَائِقَ حدیقة کی جمع ہے بمعنی باغات' فراء نے کہا کہ حدیقہ اس باغ کو کہتے ہیں جس کی بونڈری بھی ہو اگر احاطہ نہ ہو تو اس کو حدیقہ نہیں کہا جائیگا۔ فَـاَنْۢبَتْنَا بِـهٖ: پہلے اپنی ذات کو بصیغۂ غائب ذکر کیا تھا اور بصیغۂ متکلم کی جانب انتقال فرمایا اس لئے کہ سننے والے متنبہ ہو جائیں اور ان کو دماغ کی بیداری کے ساتھ یہ بات معلوم ہو جائے کہ تمہارے درختوں کا مادہ ایک جیسا ہے پھر ہر درخت کی طبیعت دوسرے کی طبیعت سے جدا اور ایک کی نوع دوسرے کی نوع سے مختلف پھر ان سب مختلف الانواع اور متباعد الطبائع درختوں کو اکھٹا کر کے شاداب تر و تازہ اور پررونق باغ بنانا سوائے اللہ کے کسی اور کا کام نہیں۔ تم ایک درخت بھی پیدا نہیں کر سکتے۔ قَـوْمٌ يَّعْدِلُوْنَ: جو خالق نہیں ان کو کفار مکہ خالق کے برابر قرار دیتے ہیں' یا یہ مطلب ہے کہ توحید سے اعراض کرتے ہیں حق سے پھر رہے ہیں۔ (مظہری)

[2] جاننا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں زمین کے چار منافع بیان فرمائے ہیں (۱) جَـعَـلَ الْاَرْضَ قَـرَارًا: کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو ہموار بنایا تا کہ انسان اس پر قرار پا سکے' دوم یہ کہ زمین کو نہ تو پتھروں کی طرح سخت بنایا اور نہ اسے گارے کی طرح نرم بنایا بلکہ ان دونوں کے درمیان رکھا تا کہ انسان اس سے فائدہ حاصل کر سکے' سوم یہ کہ زمین کو اللہ تعالیٰ نے کثیف بنایا تا کہ نور اس میں قرار پا سکے اگر زمین میں نور قرار نہ پا سکتا تو انسان اس زمین کی سخت سردی کی وجہ سے اس پر زندہ نہیں رہ سکتا تھا' چہارم یہ کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو ساکن کیا ورنہ انسان کیلئے زمین پر قرار پکڑنا مشکل ہو جاتا۔ (۲) وَجَـعَـلَ خِلٰلَهَـا اَنْهٰرًا: جاننا چاہئے کہ زمین سے جو پانی ہمارے لئے برآمد ہوتا ہے اسکی چار قسمیں ہیں۔ ایک چشمے کا پانی' دوم تالاب کا پانی' سوم نہر کا پانی اور چہارم کنویں کا پانی۔ (۳) وَجَـعَلَ لَهَا رَوَاسِيَ: اس سے مراد ہے جبال یعنی پہاڑ۔ واضح رہے کہ اکثر چشمے' بادل اور معدنیات پہاڑوں میں پائے جاتے ہیں یا پہاڑوں کے قریب۔ چشمے تو اس لئے پائے جاتے ہیں کہ زمین جب ایسے علاقے میں نرم ہوتی ہے تو اس سے بخارات کا خروج ہوتا ہے اور پھر وہ بخارات چشمے کی شکل میں ہمیں پانی مہیا کرتے ہیں۔ بادل اس لئے پائے جاتے ہیں کہ پہاڑوں کی بلندی کے سبب اس کے اوپر کا حصہ سرد ہوتا ہے بایں سبب بادل ان پہاڑوں کے اوپر جمع ہوتے ہیں۔ معدنیات اس لئے پائے جاتے ہیں کہ پہاڑوں میں بخارات پائے جاتے ہیں اس لئے معدنیات اپنی بقا کیلئے ان بخارات کے محتاج ہیں۔ (۴) وَجَـعَـلَ بَيْـنَ الْبَـحْـرَيْنِ حَاجِزًا: دو سمندروں کے درمیان حجاب اس لئے قائم فرمایا تا کہ نمکین پانی میٹھے پانی میں مل کر اسے فاسد نہ کر دے پس انسان کے انتفاع کیلئے ان کے درمیان ایک حجاب قائم کر دیا۔ واضح رہے کہ اسی طرح انسان کے دل میں بھی دو سمندر ہیں ایک ایمان اور حکمت کا سمندر' دوم طغیان اور شہوت کا سمندر' اور اس نے اپنی توفیق سے ان دونوں کے درمیان ایک حجاب قائم کر رکھا ہے تا کہ ایک دوسرے کو فاسد نہ کر دے۔ (تفسیر کبیر)

يَجۡعَلُكُمۡ خُلَفَآءَ الۡاَرۡضِ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ قَلِيۡلًا مَّا

گرداند شما را خلیفہائے زمین آیا خدای با خدا ست اندکے آنچہ

تمہیں زمین کے نائبین بناتا ہے کیا کوئی معبود ہے اللہ کے ساتھ' بہت کم

تَذَكَّرُوۡنَ ﴿۶۲﴾ اَمَّنۡ يَّهۡدِيۡكُمۡ فِىۡ ظُلُمٰتِ الۡبَرِّ وَالۡبَحۡرِ

پند گیرید یاکیست کہ راہ نماید شما را در تاریکیہاے بیابان و دریا

تم نصیحت حاصل کرتے ہو! یا وہ جو تمہیں خشکی اور دریا کے اندھیروں میں راہ دکھاتا ہے

وَمَنۡ يُّرۡسِلُ الرِّيٰحَ بُشۡرًاۢ بَيۡنَ يَدَىۡ رَحۡمَتِهٖ ؕ ءَاِلٰهٌ

و کیسکہ میفرستد بادہا را مژدہ دہندہ از رحمت او آیا خدای

اور کون ہے وہ جو اسکی (باراں) رحمت کے آگے ہواؤں کو خوشخبری لیکر بھیجتا ہے کیا کوئی معبود ہے

مَّعَ اللّٰهِ ؕ تَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشۡرِكُوۡنَ ﴿۶۳﴾ اَمَّنۡ يَّبۡدَؤُا الۡخَلۡقَ

با خدا ست برتر است خدای از آنچہ انبار گیرند یا آنکہ بیافرید آفرینش

اللہ کے ساتھ' اللہ اس سے برتر ہے جو شریک ٹھہراتے ہیں ٢ یا وہ جو خلق کو پیدا فرماتا ہے

ثُمَّ يُعِيۡدُهٗ وَمَنۡ يَّرۡزُقُكُمۡ مِّنَ السَّمَآءِ وَالۡاَرۡضِ ؕ ءَاِلٰهٌ

باز آرد او را و ہر کہ روزی دہد شما را از آسمان و زمین آیا خدای

پھر اسے دوبارہ لائیگا اور وہ جو تمہیں آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے کیا کوئی معبود ہے

مَّعَ اللّٰهِ ؕ قُلۡ هَاتُوۡا بُرۡهَانَكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ ﴿۶۴﴾

با خدا ست بگو بیارید حجت خود را اگر ہستید شما را ستگویان

اللہ کے ساتھ' آپ فرما دیجئے اپنی دلیل لاؤ اگر تم سچ کہنے والے ہو ٣

قُلۡ لَّا يَعۡلَمُ مَنۡ فِى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ الۡغَيۡبَ

بگو نمیداند ہر کہ در آسمانہا و زمین است پوشیدہ را

آپ فرما دیجئے جو آسمانوں اور زمین میں ہے (ان میں سے کوئی بھی) غیب نہیں جانتا

تفسیر اظہار العرفان

١ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس سے صاحب ضرورت مراد ہے' سدی کہتے ہیں کہ مضطر وہ شخص ہے جو ہر جانب سے بے بس ہو' ذوالنون کہتے ہیں کہ یہ وہ شخص ہے جو ماسوا اللہ کے ہر ایک سے تعلق کاٹ دیتا ہے' سہل بن عبداللہ کہتے ہیں کہ یہ وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کیلئے ہاتھ بلند کرتا ہے لیکن اس کے پاس اسکے اعمال کا کوئی وسیلہ نہیں ہوتا ہے۔ مروی ہے کہ مالک بن دینار کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے کہا کہ آپ ہمارے لئے دعا کیجئے اس لئے کہ میں لاچار ہوں' آپ نے فرمایا کہ تب تو ضرور اس سے دعا کراؤنگا اس لئے کہ وہ تو لاچار کی دعا کو سنتا ہے۔ حضرت ابوبکرہ ﷺ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مضطر کی دعا کے بارے میں فرمایا: ''اے اللہ! میں تیری رحمت سے امید رکھتا ہوں پس تو ایک لحہ کیلئے بھی مجھے میرے نفس کی طرف سپرد نہ فرما اور میرے کل احوال کی اصلاح فرما تیرے سوا کوئی معبود نہیں'' واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ نے لاچار کی دعا قبول فرمانے کی ضمانت لے لی ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ انسان کو جب اسکی جانب ضرورت ہوتی ہے تو یہ ضرورت اس انسان میں اخلاص پیدا کرتی ہے اور جب انسان کے اندر اخلاص آ جائے تو وہ اللہ کے سوا ہر چیز سے اپنے دل کو خالی کر لیتا ہے' یہ صورت مؤمن میں پائی جائے یا کافر میں' فرمانبردار میں پائی جائے یا فاسق و فاجر میں۔ اسی بناء پر قرآن مجید میں مشرکین کے بارے میں ارشاد ہوا کہ جب تم کشتی میں ہوتے ہو اور اس کشتی کو موافق ہوا لے کر جاتی ہے تو تم خوش ہوتے ہو' اچانک تمہاری کشتی موج میں ہر جانب سے پھنس جاتی ہے اور تم کو یقین ہو جاتا ہے کہ اب ہم گھر چکے ہیں تو خالص اسی کا ہو کر دعا کرتے ہو اور کہتے ہو اگر تو ہمیں اس مصیبت سے نجات دیگا تو ہم ضرور تیرا شکر ادا کرینگے۔ پھر جب نجات پا کر لاچاری کی کیفیت سے نکل جاتے ہیں تو پھر شرک کرنے لگ جاتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ تین دعا مستجاب ہوتی ہیں اور ان کے مستجاب ہونے پر کوئی شک نہیں ہے۔ مظلوم کی دعا' مسافر کی دعا اور والدین کی دعا اپنے ولد پر۔ نبی کریم ﷺ نے جب حضرت معاذ ﷺ کو یمن کی سرزمین کی طرف متوجہ کیا تو آپ نے فرمایا: مظلوم کی دعا سے اپنے آپ کو بچانا اس لئے کہ اسکے اور اللہ کے درمیان کوئی حجاب نہیں رہتا ہے۔ حضرت ابوذر ﷺ کی روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس [مظلوم] کی دعا نہیں رد کی جاتی ہے اگرچہ کافر کے منہ ہی سے کیوں نہ نکلے۔ (القرطبی) ٢ یعنی جب تم رات کو سفر کرتے ہو تو خشکی اور سمندر میں ہونے والی تاریکیوں میں ستاروں اور زمین کے نشانہائے راہ کے ذریعے کون تم کو راہ دکھاتا ہے؟ یہاں رحمت سے مراد بارش ہے۔ تَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشۡرِكُوۡنَ یعنی وہ اللہ جو قادر و خالق ہے ان کافروں کے شرک سے پاک ہے وہ برتر ہے۔ یہ جو عاجز مخلوق کو عبادت میں اسکا شریک قرار دیتے ہیں اللہ اس سے بالا ہے۔ (مظہری) ٣ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ حشر و نشر سے متعلق بیان فرما رہا ہے۔ واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی توحید پر پانچ طرح کے دلائل بیان فرمائے ہیں۔ [پہلی دلیل جو آسمانوں سے متعلق ہے' دوسری دلیل جو زمین سے متعلق ہے' تیسری دلیل مخلوق کی اپنے رب کی طرف حاجت سے متعلق ہے' چوتھی دلیل احتیاج خلق سے متعلق ہے لیکن خاص حاجت اور خاص وقت میں ہے اور پانچویں دلیل حشر و نشر سے متعلق ہے] (تفسیر کبیر)

اِلَّا اللّٰهُ ؕ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ﴿۶۵﴾ بَلِ ادّٰرَكَ

مگر خدای ونمی دانستند بکدام وقت بر انگیختہ خواہند شد بلکہ متوجہ شد

مگر اللہؔ اور وہ سب یہ بھی نہیں جانتے کہ کس وقت اٹھائیں جائیں گے ۱ بلکہ

عِلْمُهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ ۫ بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْهَا ۫ بَلْ هُمْ مِّنْهَا

دانش ایشاں در آخرت بلکہ ایشاں در شبہ ازاں بلکہ ایشاں ازاں

ان کا علم آخرت کے بارے میں متوجہ ہوا بلکہ وہ سب اس میں شبہ میں ہیں بلکہ وہ سب اس سے

عَمُوْنَ ﴿۶۶﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا وَّ اٰبَآؤُنَآ

کوران و گفتند کافران آیا چوں بودیم خاک و پدران ما

اندھے ہیں ۲ اور کافروں نے کہا کیا جب ہم اور ہمارے باپ دادا مٹی ہو جائینگے

اَئِنَّا لَمُخْرَجُوْنَ ﴿۶۷﴾ لَقَدْ وُعِدْنَا هٰذَا نَحْنُ وَاٰبَآؤُنَا

آیا ما بیروں شدگانیم ہر آئنہ وعدہ دادیم ایں را ما و پدران ما

(تو) کیا ہم نکالے ہوئے ہونگے ۳ بیشک ہم کو اور ہمارے باپ دادا کو اس سے پہلے

مِنْ قَبْلُ ۙ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۶۸﴾ قُلْ

پیش ازیں نیست ایں مگر افسانہا پیشینان بگو

اسکا وعدہ دیا گیا نہیں ہے یہ مگر اگلوں کی کہانیاں ۴ آپ فرما دیجئے

سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ

سیر کنید در زمین پس بنگرید چگونہ بود سرا انجام

زمین میں سیر کرو اور دیکھو کیسا انجام ہوا

الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۶۹﴾ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُنْ فِيْ ضَيْقٍ

مجرمان واندوہ مخور بر ایشاں و مباش در تنگدلے

مجرموں کا ۵ اور غم نہ کھاؤ ان پر اور نہ تنگ دل ہو

ع ۵ ۸ ۱

۱ کہا گیا ہے یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب مشرکین نے آپ ﷺ سے قیامت کے بارے میں سوال کیا۔ (القرطبی) اِلَّا اللّٰهُ یعنی صرف اللہ تعالیٰ ہی ان تمام باتوں کو جانتا ہے اور ملائکہ اور جن وانس کیلئے غیب ہے، ہاں اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو غیب کی باتیں اپنے خاص بندوں کو بتا دے۔ [اس کی عبارت یہ ہے] لٰكِنَّ يَعْلَمُ مَا غَابَ عَنْهُمْ وَغَيْرُهُ تَعَالٰى لَا يَعْلَمُ اِلَّا بِاِعْلَامِهٖ ۔ میں کہتا ہوں ممکن ہے کہ آیت کا مطلب یہ ہو "جو آسمانوں اور زمین میں ہے ان میں سے کوئی بھی غیب نہیں جان سکتا مگر اللہ کی تعلیم سے"۔ (مظہری) فقیر کہتا ہے جو یہ کہے کہ اللہ کے نبی غیب نہیں جانتے تو تحقیق وہ اپنے اس قول میں خطا پر ہے [روح البیان کی عبارت یہ ہے] مَنْ قَالَ اِنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ لَا يَعْلَمُ الْغَيْبَ فَقَدْ اَخْطَأَ. (روح البیان)

۲ مطلب یہ ہے کہ آخرت میں جب قیامت کا معائنہ کر لینگے اسوقت ان کا علم مکمل ہو جائیگا، مؤمنوں کو دنیا میں وقوع قیامت کا علم تو حاصل ہو ہی چکا اور کافروں کیلئے بھی بایں معنیٰ حصول علم قیامت ہو گیا کہ وقوع قیامت کا قطعی دلائل سے ثبوت ہو گیا۔ بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْهَا: رسول اللہ ﷺ کا قیامت کی خبر دینا علم قطعی کا موجب ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی صداقت معجزات سے ثابت ہے لیکن کافروں کو اس قطعیت کے باوجود قیامت کے وجود میں شک ہے، یہ شک میں پڑے ہوئے ہیں۔ بعض اہل تفسیر نے یہ مطلب بیان کیا ہے کہ کیا ان کا علم قیامت کے معاملے میں مکمل ہو گیا ہے؟ ان کو پورا پورا علم حاصل ہو گیا ہے ایسا نہیں ہوا علم قیامت ان کو حاصل نہیں؛ ابھی یہ علم قیامت تک نہیں پہنچ سکے قیامت کا وجود ان کی علمی رسائی سے خارج ہے۔ بَلْ هُمْ مِّنْهَا عَمُوْنَ: یہاں نابینائی سے مراد ہے دل کی نابینائی۔ شروع میں اللہ تعالیٰ نے غیب کی نفی کی پھر اسکی تاکید نفی شعور سے کردی کہ ان کو اپنے مآل کا شعور بھی نہیں ہے پھر اس سے بھی اعراض کر کے صراحت کی کہ دلیل اور آیات کے ذریعہ سے صرف ان کو اتنا علم ہے کہ قیامت ہوگی اور ضرور ہو گی لیکن کب ہوگی یہ کسی آیت یا دلیل نے نہیں بتلایا۔ پھر اس سے بھی ترقی کے طور پر فرمایا کہ باوجود یہ کہ ثبوت قیامت کے دلائل موجود ہیں مگر یہ لوگ شک میں پڑے ہیں اور ایسے متحیر ہیں جیسے کوئی دلیل نہ پانے والا متحیر ہوتا ہے۔ اب یہ اپنے شک کو دور کر ہی نہیں سکتے، پھر اس سے بھی آگے ترقی کے طور پر فرمایا کہ یہ لوگ بالکل اندھے ہیں تحیر سے بھی بڑھکر نابینائی کے درجہ میں پہنچ چکے ہیں ان کے دل کور بصیرت ہو چکے ہیں اس لئے ان کو دلائل نظر نہیں آتے۔ (مظہری) ۳ جاننا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے جب حالِ مبدا پر کلام فرمالیا تو اب اس کے بعد حالِ معاد پر کلام فرما رہا ہے اس لئے کہ معاد میں شک بھی درحقیقت کمالِ قدرت میں شک ہے یا پھر کمالِ علم میں۔ جب اللہ تعالیٰ کیلئے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ ہر ممکنات پر قادر ہے اور وہ ہر معلومات کا عالم ہے تو اس ذات کیلئے یہ بھی ثابت ہے کہ وہ مکلفین کے اجزائے بدن میں سے ہر جزء کی تمیز پر بھی قادر ہے اور دوبارہ اسے زندہ کر کے اٹھانے پر بھی قادر ہے۔ (تفسیر کبیر) ۴ یعنی محمد ﷺ بھی دوبارہ اٹھنے کا وعدہ ہمیں ایسا ہی دے رہے ہیں جیسے ہمارے اگلے باپ دادا سے وعدہ کیا گیا تھا۔ (صفوۃ التفاسیر) ۵ عبرت کی نظر سے ان جھٹلانے والوں کو دیکھو۔ مطلب یہ ہے کہ ان کفار سے فرمایئے کہ زمین میں سیر کر کے دیکھو کہ رسولوں کے جھٹلانے والوں کو اللہ نے کیسے ہلاک کیا گویا کہ اس آیت میں کفار کیلئے وعید ہے۔ (صفوۃ التفاسیر)

مِمَّا يَمْكُرُوْنَ ۝٧٠ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ

از آنچه مکر کنند میگویند کے باشد ایں وعدہ اگر

اس سے جو وہ مکر کرتے ہیں ا اور کہتے ہیں یہ وعدہ کب (پورا) ہو گا اگر

كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝٧١ قُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ رَدِفَ لَكُمْ

هستید راستگویان بگو شاید آنکه باشد پیوند بشما

تم سچ کہنے والے ہو ۲ آپ فرما دیجئے شاید یہ کہ تم جس (عذاب) کی جلدی

بَعْضُ الَّذِيْ تَسْتَعْجِلُوْنَ ۝٧٢ وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ فَضْلٍ

بعضے آنکه شتاب میکنید و ہر آئنہ پروردگار تو خداوند فضل است

مچا رہے ہو اس میں سے کچھ قریب آ گیا ہو ۳ اور بیشک تمہارا رب لوگوں پر فضل والا ہے

عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ ۝٧٣ وَاِنَّ رَبَّكَ

بر مردمان و لیکن اکثر ایشاں شکر نمی گویند و ہر آئنہ پروردگار تو

لیکن ان کا اکثر شکر نہیں کرتے ہیں ۴ اور بیشک تمہارا رب

لَيَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۝٧٤ وَمَا مِنْ

میداند آنچه پوشد سینہاے ایشاں و آنچه آشکارا کنند و نیست ہیچ

جانتا ہے جو ان کے سینے میں پوشیدہ ہیں اور جو وہ ظاہر کرتے ہیں ۵ اور نہیں ہے کوئی

غَآئِبَةٍ فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝٧٥

پوشیده در آسمان و زمین مگر کتاب بیدا

پوشیدہ (بات) آسمانوں اور زمین میں مگر کتاب روشن میں (موجود) ہے ۶

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَقُصُّ عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَكْثَرَ

ہر آئنہ ایں قرآن قصہ کند بر بنی اسرائیل اکثر

بیشک یہ قرآن بنی اسرائیل پر ظاہر کرتا ہے اکثر

تفسیر اظہار العرفان

۱ بغوی نے لکھا ہے کہ مکہ میں جو لوگ رسول اللہ ﷺ کا مذاق اڑاتے تھے ان کے متعلق اس آیت کا نزول ہوا یعنی آپ کو مکمل کامیابی ہو گی [ان کی خفیہ سازشوں کی آپ بالکل فکر نہ کریں] (مظہری) یعنی آپ مشرکین کی تکذیب اور ان کے اصرار پر غمگین نہ ہوں اس لئے کہ یہ پیدا ہی اس لئے کئے گئے ہیں۔ واضح رہے کہ لَا تَحْزَنْ میں نہی تحصیل حزن کے بارے میں نہیں ہے اس لئے کہ حزن انسان کے اختیار کے تحت میں نہیں ہے لیکن نہی حقیقت میں ان چیزوں کے بارے میں ہے جن کے سبب انسان کے اندر حزن پیدا ہوتا ہے۔ (روح البیان)

۲ مشرکین استہزاء کے طور پر کہتے تھے کہ وہ عذاب ہم پر کب آئیگا جس کا آپ ہم سے وعدہ کرتے ہیں اگر آپ نے سچ کہا ہے تو وہ عذاب ہم پر آنا چاہیئے۔ (صفوۃ التفاسیر)

۳ یعنی بلا مہلت فوراً تم کو پہنچ جائے اس عذاب سے مراد جنگِ بدر کا عذاب ہے۔ علّامہ بیضاوی نے لکھا ہے کہ عَسٰی، لَعَلَّ اور سَوْفَ بادشاہوں کے وعدہ آگین کا کلام میں در حقیقت قطعیت اور یقین ہی کا معنی رکھتا ہے اپنے وقار کے اظہار کیلئے وہ شکیہ الفاظ کہتے ہیں ایسے الفاظ کہنے سے ان کا اشارہ اس طرف ہوتا ہے کہ ان کا ایماء بھی صراحت کی طرح قطعی واجب العمل ہے۔ اللہ تعالیٰ کے کلام میں وعدہ و وعید کے موقع پر ان شکیہ الفاظ کا استعمال قطعیت کو ظاہر کرتا ہے یہی مطلب ہے کہ اس شخص کے قول کا کہ اللہ تعالیٰ کے کلام میں عَسٰی اور لَعَلَّ کا استعمال وجوب وقوع کیلئے ہوتا ہے یعنی وعدۂ ثواب کے موقع پر شکی الفاظ مفید جزم یقین ہوتے ہیں۔ وعید عذاب تو مؤمن کیلئے بدل سکتی ہے اور معافی ہو سکتی ہے ہاں کافر مستحق عفو نہیں ہے۔ فرعون کے متعلق حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ھارون علیہ السلام کو حکم دیا گیا تھا فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى ”پس تم دونوں فرعون سے نرم کلام کہنا شاید کہ وہ نصیحت پکڑے یا ڈرے“ اس آیت کا تعلق مبحث وعید سے نہیں ہے اس لئے فرعون نصیحت پذیر نہ ہوا نہ اس کو کوئی خوف ہوا۔ (مظہری) کہا گیا ہے کہ موت قیامت کا بعض ہے اور اسکا جزء ہے۔ خبر میں ہے کہ جو مرے تو تحقیق اس کی قیامت قائم ہو گئی۔ یہ اس لئے ہے کہ موت دنیا کے زمانوں میں سے آخری اول زمانہ ہے اس لئے قیامت کے زمانہ سے موت کے زمانے کا اتصال ایسا ہی ہے جیسے کہ قیامت قائم ہو گئی ہو۔ (روح البیان) ۴ یعنی وہ ایسا مہربان ہے کہ مؤمن کو اگر چاہے گا بخش دیگا اور کافر کو عذاب دینے میں جلدی نہیں کرتا [تا کہ اس کو توبہ کا موقع مل جائے] اسی لئے اس نے مکہ والوں پر عذاب نازل کرنے میں جلدی نہیں کی، حضرت مقاتل نے آیت کی اس طرح تفسیر کی، اکثر لوگ شکر یہ ادا نہیں کرتے یعنی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا حق نہیں پہچانتے نعمت کی قدر دانی نہیں کرتے اسی لئے جلد عذاب آنے کے خواستگار ہوتے ہیں۔ (مظہری) ۵ یعنی اللہ تعالیٰ ضرور جانتا ہے جو وہ چھپاتے ہیں اور جو رسول اللہ ﷺ سے عداوت ظاہر کرتے ہیں اور جو رسول اللہ ﷺ کے خلاف مکر کرتے ہیں پس عنقریب اللہ تعالیٰ انھیں اسکی سزا دیگا۔ (صفوۃ التفاسیر) ۶ یعنی کوئی انسان سے غایتِ خفا میں نہیں یا انسان پر مخفی نہیں مگر اللہ تعالیٰ کو اسکا علم ہے اور اس کے احاطہ میں ہے، لوح محفوظ میں اس کے پاس ثابت ہے اس لئے تم کوئی چیز اس سے چھپا نہیں سکتے ہو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ آسمانوں اور زمین میں کوئی پوشیدہ نہیں یا کوئی ظاہر نہیں مگر اسکا علم اللہ کے پاس ہے۔ (صفوۃ التفاسیر)

الَّذِیْ هُمْ فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ ۝۷۶ وَ اِنَّهٗ لَهُدًی وَّ رَحْمَةٌ

آنکہ ایشاں دراں خلاف میکنند و ہر آئنہ او راہ نمایندہ و رحمتی است

ان باتوں (کی حقیقت) جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں ۱ اور بیشک وہ راہ دکھانے والا اور رحمت ہے

لِّلْمُؤْمِنِیْنَ ۝۷۷ اِنَّ رَبَّکَ یَقْضِیْ بَیْنَهُمْ بِحُکْمِهٖ ۚ وَهُوَ

مومنانرا ہر آئنہ پروردگار تو حکم کند میان ایشاں بحکم خود و اوست

مومنوں کیلئے ۲ بیشک تمہارا رب ان کے درمیان اپنے حکم سے فیصلہ فرماتا ہے اور وہی

الْعَزِیْزُ الْعَلِیْمُ ۝۷۸ فَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰهِ ؕ اِنَّکَ عَلَی الْحَقِّ

غالب دانا پس توکل کن بر خدای ہر آئنہ تو بر راستی

غالب جاننے والا ہے ۳ پس اللہ پر بھروسہ کرو بیشک تو کھلا حق پر

الْمُبِیْنِ ۝۷۹ اِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ

بیدا ہر آئنہ تو نشنوی مردگانرا و نشنوی کرانرا

ہے ۴ بیشک آپ مردوں کو نہیں سنا پاتے ہیں اور نہ بہرے کو سنا پاتے ہیں

الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِیْنَ ۝۸۰ وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِی الْعُمْیِ

خواندن چوں رو گردانند پشت و نیستی تو راہ نمایندہ کورانرا

(اپنی) پکار جب وہ پیٹھ دیکر پھریں ۵ اور آپ اندھوں کو راہ دکھانے والے نہیں ہیں

عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ؕ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ یُّؤْمِنُ بِاٰیٰتِنَا فَهُمْ

از گمراہی ایشاں نشنوی مگر آنکہ ایمان آرد بآیات ما پس ایشاں

انکی گمراہی سے آپ نہیں سناتے مگر انکو جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں پس وہ سب

مُّسْلِمُوْنَ ۝۸۱ وَاِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَیْهِمْ اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً

گردن نہاد گانند و چوں واقع شود گفتار بر ایشاں بیروں آریم برائے ایشاں دابہ

گردن رکھنے والے ہیں ۶ اور جب ان پر وعدہ پورا ہوگا تو ہم ان کیلئے زمین سے چلنے والا

۱ جاننا چاہئے کہ جب اللہ تعالیٰ مبدا اور معاد کے اثبات میں کلام فرما چکا تو اب اس کے بعد ان امور کو بیان فرما رہا ہے جو نبوت سے متعلق ہیں اور حضرت محمد ﷺ کی نبوت کے اثبات میں قرآن سب سے عمدہ ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے اسی کو بیان فرمایا۔ قرآن چند وجوہ سے معجزہ ہے ان میں سے پہلی وجہ اس آیت میں بیان کی گئی ہے اور وہ یہ ہے کہ قرآن کریم میں جو قصے بیان ہوئے ہیں وہ تورات اور انجیل میں بیان کئے گئے واقعات کے موافق ہیں۔ اس زمانے کے مشرکین کو یہ بھی علم تھا کہ نبی کریم ﷺ امی ہیں آپ کسی ایسے علماء کے پاس بھی نہیں گئے تھے جو ان واقعات کو جانتے تھے اور نہ ہی آپ نے تعلم حاصل فرمایا' ایسی صورت میں صرف یہی ہو سکتا ہے کہ ان واقعات کی صحیح خبر اللہ تعالیٰ دے رہا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو ہی وحی کے ذریعے خبر دیتا ہے۔ (تفسیر کبیر)

۲ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ دوسری وجہ بیان فرما رہا ہے اور وہ یہ کہ بعض لوگوں نے کہا کہ جب ہم قرآن کریم میں غور و فکر کرتے ہیں تو اس میں توحید' حشر اور نشر پر دلائل عقلیہ بھی پاتے ہیں اور اس قرآن میں وہ شریعت پاتے ہیں جو انسان کے عقل کے عین مطابق ہے' ہم اس قرآن کو تناقض سے پاک پاتے ہیں گویا کہ اس طریقے پر یہ قرآن ان کیلئے ہدایت اور رحمت ہوا۔ تیسری وجہ یہ بھی اسی آیت میں بیان کی گئی اور وہ یہ کہ قرآن فصاحت اور بلاغت کے اس مقام پر ہے کہ کفار کوشش کے باوجود اس جیسا کلام نہ لا سکے۔ (تفسیر کبیر)

۳ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ اپنے رسول حضرت محمد ﷺ کی رسالت پر مزید دلیل قائم فرما رہا ہے اور وہ اس طرح کہ قرآن اگرچہ بنی اسرائیل پر ان قصوں کو بیان فرماتا ہے جن میں وہ اکثر اختلاف کرتے تھے لیکن قرآن کو تم فقط اسی قید میں نہیں پاؤ گے بلکہ تمہارا رب اپنے حکم سے ان کے درمیان فیصلہ بھی فرماتا ہے گویا یہ ان کیلئے ایک طرح کا زجر ہے۔ (تفسیر کبیر) ۴ یعنی آپ اپنے معاملات کو اسی کے سپرد کر دیجئے اور اسی پر بھروسہ کیجئے اس لئے کہ وہی آپ کا ناصر ہے۔ اِنَّکَ عَلَی الْحَقِّ الْمُبِیْنِ یعنی آپ کا حق ہونا ظاہر ہے۔ کہا گیا ہے کہ جو غور و فکر کریگا اس کیلئے آپ کا حق ہونا ظاہر ہوگا۔ (القرطبی) ۵ یعنی آپ کفار کو نہیں سنا سکتے اس لئے کہ ان لوگوں نے غور و فکر کو چھوڑ رکھا ہے' اس لئے ایسے ہو گئے جیسے وہ موتی جس کیلئے نہ حس ہو اور نہ عقل' یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ ان لوگوں کیلئے ہے جن کے بارے میں معلوم تھا کہ یہ لوگ ایمان نہیں لائیں گے۔ وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ: یعنی کفار نصیحت قبول نہ کرنے کی بناء پر بمنزلہ صم یعنی بہرے ہو گئے جب ان کو بھلائی کی جانب بلایا جاتا ہے تو یہ لوگ اس سے اعراض کرتے ہیں اور پیٹھ دے کر ایسے پھرتے ہیں جیسے کہ انھوں نے سنا ہی نہیں ہے۔ واضح رہے کہ مردے کو سنانے کے متعلق صحیح روایات موجود ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے غزوہ بدر میں قتل ہونے والے کفار کو اپنا کلام سنایا۔ (القرطبی) ۶ یعنی آپ تدبر اور افہام کے طور پر اپنا کلام سناتے مگر مؤمنین کو' اسی طرح آپ کی دعوت کا جواب نہیں دیتے مگر اہل ایمان' اور وہ یہ لوگ ہیں جنہوں نے آپ کے حکم کی پیروی کی اور اپنے چہرے کو رحمان کیلئے جھکایا۔ واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو موتی سے تشبیہ دی اور جو آپ کے کلام کو سنتے تھے لیکن اسے قبول نہ کرتے تھے' پھر اندھے اور بہرے سے تشبیہ دی گئی اگرچہ ان کے حواس صحیح تھے۔ (صفوۃ التفاسیر)

يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَفَزِعَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ

روزیکہ دمیدہ شود در صور پس بترسند کسانیکہ در آسمانہاست و ہر کہ

جس روز صور میں پھونکا جائیگا تو ڈر جائیں گے جو آسمانوں میں ہے اور جو

فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ؕ وَكُلٌّ اَتَوْهُ دٰخِرِيْنَ ﴿۸۷﴾

در زمین است مگر کسیکہ خواہد خدا و ہمہ آید پیش خدا ذلیلان

زمین میں ہے مگر جسے اللہ چاہے' اور سب اللہ کے حضور عاجزوں (کی طرح) آئیں گے ۱؎

وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّهِيَ تَمُرُّ مَرَّ

و بنی کوہ ہا را پنداری آنہانرا مردہ و آں میرود رفتن

اور تم پہاڑوں کو دیکھ کر مضبوط جمے ہوئے خیال کرتے ہو اور وہ (قیامت کے روز) چلتے ہونگے بادلوں

السَّحَابِ ؕ صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اَتْقَنَ كُلَّ شَيْءٍ ؕ اِنَّهٗ

ابر بکرد خدای آنانکہ استوار ہر چیز کہ او

کی طرح (یہ بھی) اللہ کی صنعت ہے جس نے ہر چیز کو مضبوط بنائی بیشک وہ

خَبِيْرٌۢ بِمَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۸۸﴾ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ

دانا ست بآنچہ میکنید ہر کہ بیاید بہ نیکی پس او را بہتر است

جانتا ہے جو تم کرتے ہو ۲؎ جو نیکی لائے پس اس کیلئے اس سے بہتر (جزا) ہے

مِّنْهَا ۚ وَهُمْ مِّنْ فَزَعٍ يَّوْمَئِذٍ اٰمِنُوْنَ ﴿۸۹﴾ وَمَنْ جَآءَ

ازاں و ایشاں از ترس آنروز ایمنند و ہر کہ بیاید

اور وہ اس روز کے خوف سے امن میں ہونگے ۳؎ اور جو بدی لائے

بِالسَّيِّئَةِ فَكُبَّتْ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ ؕ هَلْ

بہدی پس نگوں کردہ شود رویہاے ایشاں در آتش آیا جزا دادہ شوید

پس ان کے چہرے آگ میں اوندھا کئے جائیں گے کیا بدلہ دیا جائیگا تمہیں ۴؎

تفسیر اظہار العرفان

۱؎ جاننا چاہئے کہ اس آیت کریمہ میں قیامت قائم ہونے کی دوسری علامت بیان ہورہی ہے۔ وَيَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ: اس میں چند وجوہ ہیں (۱) صور کوئی ایسی شے ہے جو بغل سے مشابہ ہوگی۔ حضرت اسرافیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس میں پھونکیں گے جب لوگ اس کی آواز سنیں گے تو اسکی شدت کو ان کی طبیعت برداشت نہیں کر سکے گی اور موت واقع ہو جائیگی، یہی اکثر مفسرین کا قول ہے (۲) مردوں کو پکار کیلئے جو آواز نکالی جائیگی اس آواز کا نام صور ہے اس آواز پر مردے قبروں سے اس طرح نکلیں گے جیسے جنگ کے نقارہ کو سن کر لشکر نکلتے ہیں۔ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ: اس سے مراد یہ ہے کہ جن ملائکہ کے دل کو اللہ تعالیٰ ثابت رکھے گا وہ حضرت جبرائیل' حضرت میکائیل' حضرت اسرافیل اور حضرت عزرائیل علیہم السلام ہیں' یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے شہداء مراد ہیں' حضرت ضحاک کہتے ہیں حور' داروغہ' جہنم اور حاملین عرش مراد ہیں (تفسیر کبیر) ایک قول یہ بھی ہے کہ اس سے مراد مؤمنین ہیں کیونکہ اس کے بعد ارشاد ہو رہا ہے مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا وَهُمْ مِّنْ فَزَعٍ يَّوْمَئِذٍ اٰمِنُوْنَ. (القرطبی)

۲؎ اس آیت کریمہ میں قیامت قائم ہونے کی تیسری علامت بیان ہورہی ہے اور وہ یہ ہے کہ تم پہاڑوں کو چلتے ہوئے دیکھوگے۔ (تفسیر کبیر)

۳؎ جاننا چاہیئے کہ جب اللہ تعالیٰ نے قیامت کی علامت کو بیان فرمادیا تو اب قیامت قائم ہونے کے بعد مکلفین کے جو احوال ہونگے ان کو بیان فرمارہا ہے۔ مکلف مطیع ہوگا یا عاصی۔ پس مکلف مطیع جو نیکیاں لے کر آئیگا اس کیلئے دو امر ہیں (۱) ان کیلئے بہتر بدلہ ہوگا۔ سوال: بندہ جو نیکیاں لے کر آئیگا اس میں اللہ تعالیٰ کی معرفت بھی ہوگی اور ان نیکیوں کا بدلہ کھانا پینا ہوگا پس یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ کھانا پینا اللہ تعالیٰ کی معرفت سے بہتر ہو؟ جواب: ثواب عمل سے بہتر اس اعتبار سے ہوگا کہ ثواب دائمی ہے اور عمل غیر دائمی تھا اس لئے کہ عمل بندہ کا فعل ہے اور ثواب اللہ تعالیٰ کا فعل ہے (۲) ان کیلئے اس دن امن ہوگا جبکہ کافرین قیامت کی ہولناکیوں سے جزع فزع کررہے ہونگے۔ ایسا نہیں ہے کہ قیامت کی ہولناکیاں مومن اور کافر کیلئے برابر ہوں۔ (تفسیر کبیر) ابومعشر نے کہا کہ ابراہیم بلا استثناء قسم کھا کر کہتے تھے کہ اَلْحَسَنَةِ سے مراد لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہے' حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ اخلاص مراد ہے' بعض علماء کہتے ہیں کہ ہر طاعت مراد ہے۔ حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مراد ہے' حضرت علی بن حسین بن علی کہتے ہیں کہ ایک شخص جہاد کرتا تھا جب وہ جہاد سے فارغ ہوکر تنہا ہوتا تو لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ کہتا۔ پس جب وہ روم کی سرزمین پر تھا تو سفید لباس میں ملبوس ایک گھوڑ اسوار آیا اور کہا: اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے یہ وہی کلمہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے حسنہ فرمایا ہے۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کچھ وصیت فرمایئے۔ آپ نے فرمایا: اللہ نے فرمایا ہے کہ اللہ سے ڈرو اور جب تم کوئی برا عمل کرو تو اسکے فوراً بعد کوئی نیکی کرو اس لئے کہ نیکی گناہ کو مٹادیتی ہے۔ میں نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا لا الہ الا اللہ حسنات میں سے ہے۔ آپ نے فرمایا: افضل حسنات میں سے ہے۔ (القرطبی) ۴؎ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہاں سیئہ سے مراد ہے شرک۔ حضرت ضحاک کہتے ہیں کہ ایسے شخص کو منہ کے بل جہنم میں ڈال دیا جائیگا۔ هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ: یہ اللہ تعالیٰ کے فرمان میں سے ہوگا یا پھر ملائکہ کا قول ہوگا۔ (القرطبی)

مِّنَ الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ ۙ اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا لَا يُوْقِنُوْنَ ﴿۸۲﴾ وَ

از زمین سخن گوید ایشانرا ہر آئنہ مردمان بودند بآیات ما یقین نمیداراند

نکالیں گے جو ان سے کلام کریگا بیشک لوگ ہماری آیتوں پر یقین نہیں رکھتے تھے ۱

يَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ فَوْجًا مِّمَّنْ يُّكَذِّبُ

و روزیکہ حشر کنیم از ہر امتی گروہی ازانکہ تکذیب کردید

اور جس روز ہم ہر امتی میں سے ایک گروہ اٹھائیں گے جو ہماری آیتوں کو جھٹلاتا تھا

بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ﴿۸۳﴾ حَتّٰۤى اِذَا جَآءُوْ قَالَ اَكَذَّبْتُمْ

بآیات ما پس ایشانرا برانید تا چوں آیند گوید خدای آیا تکذیب کردید

پس وہ سب روکے جائینگے ۲ یہاں تک کہ جب سب آ جائیں گے تو اللہ فرمائیگا کیا تم نے

بِاٰيٰتِىْ وَلَمْ تُحِيْطُوْا بِهَا عِلْمًا اَمَّاذَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۸۴﴾

بآیات من و ندانستند بآں دانشی آیا چوں بودید میگردید

میری آیتوں کی تکذیب کی اور تم نے اسے کسی علم سے نہ جانا تم کیا کیا عمل کرتے تھے ۳

وَوَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ بِمَا ظَلَمُوْا فَهُمْ لَا يَنْطِقُوْنَ ﴿۸۵﴾

و واقع شود قول بر ایشاں بسبب آنکہ ستم کردند پس ایشان سخن نگویند

اور ان پر بات پوری ہو گئی اس سبب جو انھوں نے ظلم کیا پس وہ بات نہیں کرینگے ۴

اَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا الَّيْلَ لِيَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ

آیا نہ بینند ہر آئنہ ما گردانیدیم شب را تا آرام گیرند دراں و روز را

کیا انھوں نے نہ دیکھا بیشک ہم نے رات بنائی تا کہ وہ اس میں آرام کریں اور

مُبْصِرًا ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۸۶﴾ وَ

روشن ہر آئنہ دریں نشانہا ست مر قومیرا کہ میگرویدند و

دن کو روشن بیشک اس میں نشانیاں ہیں ایسی قوم کیلئے جو ایمان رکھتی ہو ۵ اور

۱ لوگ اس دابہ کے بارے میں چند طریقوں سے کلام کرتے ہیں (۱) اس کے جسم کی مقدار کے بارے میں: حدیث شریف میں ہے کہ اس کا طول ساٹھ ہاتھ ہوگا' یہ بھی مروی ہے کہ اسکا سر بادل تک پہنچ رہا ہوگا' حضرت ابو ہریرہ ﷺ کی روایت میں ہے کہ ایک سینگ سے دوسرے سینگ کے درمیان سوار کیلئے ایک فرسخ کا فاصلہ ہوگا (۲) اسکی خلقت کی کیفیت کے بارے میں: مروی ہے کہ اسکی چار ٹانگیں ہونگیں، جسم پر رواں ہوگا اور اسکے دو پر ہونگے' ابن جریج نے اس کی خلقت کی صفت یوں بیان کی ہے کہ سر بیل کی طرح' آنکھ خنزیر کی طرح' کان ہاتھی کی طرح' سینگ بارہ سنگوں کی طرح' سینہ شیر کی طرح' رنگ چیتے کی طرح' اسکی کمر گائے کی طرح' اسکی دم مینڈھا کی طرح اور اسکی ٹانگیں اونٹ کی طرح۔ (۳) اسکے نکلنے کی کیفیت کے بارے میں: حضرت علی ﷺ فرماتے ہیں کہ یہ تین دنوں کیلئے نکلے گا پس اس کے بعد لوگوں کو نظر نہیں آیگا' حضرت حسن کہتے ہیں کہ اسکا خروج مکمل نہیں ہوگا مگر تین روز کیلئے۔ (۴) موضع خروج کے بارے میں: نبی ﷺ سے سوال کیا گیا کہ دابہ کہاں سے نکلے گا؟ آپ نے فرمایا: سب سے بڑھ کر حرمت والی مسجد سے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ مقام صفا سے نکلے گا اور عربی میں کلام کریگا (۵) اسکے خروج کی تعداد کے بارے میں مروی ہے کہ تین مرتبہ نکلے گا ایک بار یمن سے برآمد ہوگا' دوسری مرتبہ صفا سے نکلے گا۔ اس کے ساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی ہوگی' حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا سے مؤمن کی دونوں آنکھوں کے درمیان نشان لگائیگا اور کافر کی ناک پر سیاہ نشان لگائیگا۔ (تفسیر کبیر)

۲ فوج بمعنی جماعت گروہ' امت اس جگہ بمعنی قرن [ہر پیغمبر کی امت جو اس پیغمبر کے دوران نبوت کی ہو] یہ وہ وقت ہوگا جب اللہ تعالیٰ حضرت آدم علیہ السلام کو حکم دیگا اپنی نسل میں دوزخ کا حصہ بھیجو۔ یُوْزَعُوْنَ: روکے جائیں گے یعنی اولین وآخرین سب کو ایک جگہ روکا جائیگا تا کہ سب جمع ہو جائیں۔ علامہ بیضاوی نے لکھا ہے کہ روکے جانے کا مطلب یہ ہے کہ ان کی تعداد بہت ہوگی اور ان کے کنارے بہت دور دور ہونگے۔ (مظہری) ۳ یعنی کیا تم نے یونہی سطحی طور پر رائے قائم کرلی تھی اور آیات کی حقیقت پر غور نہیں کیا تھا کہ تم کو انکی حقیقت معلوم ہو جاتی اور تم ان کا علمی احاطہ کر لیتے' یا یہ مطلب ہے کہ تم نے میری آیات کی تکذیب کردی اور یہ پورے طور پر نہیں جانا کہ آیات مستحق تصدیق ہیں یا سزا اور تکذیب۔ (مظہری) ۴ یعنی ان کے شرک کے سبب ان پر عذاب واجب ہوگیا اب ان کی طرف سے کوئی عذر اور کوئی حجت قبول نہیں کی جائیگی، اکثر مفسرین کرام کہتے ہیں کہ فَهُمْ لَا يَنْطِقُوْنَ کا مطلب یہ ہے کہ ان کے منہ پر مہر لگا دی جائیگی [اس لئے وہ کلام ہی نہ کرسکیں گے] (القرطبی) ۵ کیا انھوں نے اللہ تعالیٰ کی قدرت کو نہ دیکھا؟ کہ غور وفکر کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے رات کو تاریک بنایا تا کہ اس میں سو کر اپنی تھکاوٹ کو دور کریں اور دن کو روشن بنایا تا کہ اس میں پھر کر اپنے لئے معاش اور رزق تلاش کرسکیں۔ پس رات اور دن کی تقلیب میں' نور سے ظلمت اور ظلمت سے نور کی طرف یہ سب اللہ تعالیٰ کی قدرت کے دلائل میں سے ہیں۔ ایمان لانے والی قوم اس پر غور وفکر کرتی ہے۔ (صفوۃ التفاسیر)

اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۰﴾ اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ رَبَّ

مگر آنچہ بودید میکردید جز ایں نیست کہ فرمودہ شدم آنکہ پرستم پروردگار

مگر جو تم کرتے تھے اسکے سوا کچھ نہیں ہے کہ مجھے حکم ہوا کہ میں اس شہر کے رب کی

هٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِىْ حَرَّمَهَا وَلَهٗ كُلُّ شَىْءٍ وَّاُمِرْتُ

ایں شہر آنکہ حرام کرد آنرا و مر او را ہمہ چیز و فرمودہ شدم

عبادت کروں جس نے اسے حرمت والا بنایا اور اسی کیلئے سب کچھ ہے اور مجھے حکم ہوا ہے

اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۹۱﴾ وَاَنْ اَتْلُوَا الْقُرْاٰنَ فَمَنِ

آنکہ باشم از مسلمانان و آنکہ بخوانم قرآنرا پس ہر کہ

کہ میں مسلمانوں میں سے رہوں ۱ اور یہ کہ میں قرآن تلاوت کروں پس جس نے

اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِىْ لِنَفْسِهٖ وَمَنْ ضَلَّ

راہ یابد پس جز ایں نیست راہ یابد برائے خود و ہر کہ گمراہ شود

راہ پائی تو اسکے سوا کچھ نہیں ہے کہ راہ پاتا ہے اپنے لئے، اور جو گمراہ ہو

فَقُلْ اِنَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ﴿۹۲﴾ وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ سَيُرِيْكُمْ

پس بگو جز ایں نیست من از بیم کنندگانیم و بگو حمد مر خدایراست زود بنمائی شما را

تو آپ فرما دیجئے اسکے سوا کچھ نہیں ہے کہ میں ڈرنے والوں میں سے ہوں ۲ اور آپ فرما دیجئے حمد اللہ کیلئے ہے بہت

اٰيٰتِهٖ فَتَعْرِفُوْنَهَا ؕ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۳﴾

آیات خود پس بشناسید آنرا و نیست پروردگار تو بے خبر از آنچہ میکنید

جلد وہ تمہیں اپنی نشانیاں دکھائیگا پس تم اسے پہچان لوگے اور نہیں ہے تمہارا رب بے خبر اس سے جو تم کرتے ہو ۳

ع ۷ / ۱۱ / ۹

سُوْرَةُ الْقَصَصِ مَكِّيَّةٌ وَّهِىَ ثَمَانٌ وَّ ثَمَانُوْنَ اٰيَةً وَّتِسْعُ رُكُوْعَاتٍ

سورہ قصص مکی ہے اور اس میں ۸۸ آیات اور ۹ رکوع ہیں ۴

تفسیر اظہار العرفان

۱ یہاں شہر سے مراد مکہ ہے۔ مراد یہ ہے کہ وہ رب ایسا ہے کہ اس نے اس شہر کو حرم بنا دیا' یہ مکمل مقامِ امن ہے یہاں کسی پر ظلم نہیں کیا جاتا ہے نہ کسی کا خون بہایا جاتا ہے نہ کسی کو لوٹا جاتا ہے' نہ یہاں کے شکار کو بھڑکا کر نکالا جاتا ہے' نہ یہاں کے درخت اور گھاس کاٹنے کی اجازت ہے۔ حقیقت میں اللہ تعالٰی کی اس صفت کا ذکر کے قریش کو اللہ تعالٰی کی یاد دلائی گئی ہے کہ اس نے تمام فتنوں' فسادوں اور بدامنیوں سے تمہارے مسکن کو محفوظ رکھا ہے جو سارے عرب میں پھیلے ہوئے ہیں۔ (مظہری)

۲ اَتْلُوَا' یا تلاوت سے ہے یعنی تبلیغ ودعوت کی غرض سے پڑھکر سناؤ' یا تِلْوٌ سے مشتق ہے اور تِلْوٌ کا معنی ہے اتباع کرنا یعنی اس قرآن کی پیروی کرو [اس کے بتائے ہوئے راستے پر چلو] علامہ بیضاوی نے لکھا ہے کہ اللہ تعالٰی نے اول مبدء ومعاد اور قیامت کے احوال لوگوں کیلئے بیان فرما دیئے اس کے بعد اپنے رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا کہ آپ ان کو یہی بات سنا دیجئے۔ اب رسول اللہ ﷺ کے ذمے تبلیغ ودعوت کا فریضہ تو باقی نہیں صرف یہی کام رہ گیا ہے کہ اپنے رب کی عبادت میں مستغرق ہو جائیں اور ہر وقت اسی کی یاد میں لگے رہیں۔ فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِىْ لِنَفْسِهٖ: یعنی کسی کو ہدایت یاب بنانے کا ذمہ دار میں نہیں کسی کی گمراہی کا وبال مجھ پر نہیں پڑیگا میرا کام صرف پہنچا دینا ہے کسی کے ہدایت یاب نہ ہونے اور راہِ راست پر نہ چلنے کی باز پرس مجھ سے نہیں ہوگی اور یہ بھی کہہ دیجئے کہ سب خوبیاں اللہ ہی کے لئے ہیں۔ آپ کی دعوت وتبلیغ سے جو شخص راہ یاب ہو جائیگا تو اس کا فائدہ خود اسی کو ہوگا آپ پر احسان جتانے کا اس کو حق نہیں اور جو راہ راست سے بھٹکے گا سیدھا راستہ کھو دیگا اور تبلیغ ودعوت کے بعد بھی راہ حق پر نہ چلے گا اسکا وبال اسی پر ہوگا۔ آپ کہہ دیجئے کہ میرا کام صرف ڈرانا ہے۔ (مظہری) ۳ یعنی اس کی نعمتوں اور ہدایت پر حمد کہو۔ اللہ تعالٰی عنقریب تمہارے اپنے نفوس میں اور تمہارے غیر میں اپنی نشانیاں دکھائیگا۔ (القرطبی) نشانیوں سے مراد ہے دنیا میں نمودار ہونے والی آیاتِ قدرت جو رسول اللہ ﷺ کی نبوت کی آیات صداقت ہیں جیسے بدر کی لڑائی میں کافروں کا مارا جانا' قید ہونا' فرشتوں کا نازل ہو کر مسلمانوں کی مدد کرنا' کافروں کے چہروں کو زخمی کرنا' پشت پر ضربیں لگانا' چاند کا پھٹنا' کنکریوں کا تسبیح پڑھنا اور آخری زمانہ میں دابۃ الارض کا برآمد ہونا (مظہری) ۴ سورہ قصص مکی ہے سوائے اس آیت کے اِنَّ الَّذِىْ فَرَضَ الخ۔ اس میں ۵۸۰۰ حروف اور ۱۴۴۱ کلمات ہیں۔ (غرائب القرآن) اس سورت میں توحید' رسالت اور دوبارہ اٹھنے سے متعلق بحث ہے' اس سورت کی ابتدا فرعون کی سرکشی' تکبر اور فساد فی الارض سے ہے' اس کے بعد کلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت اور انکی والدہ سے متعلق ہے' پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بلوغت' قبطی کو گھونسا مارنے' مدین کی جانب ہجرت کرنے' حضرت شعیب علیہ السلام کی صاحبزادی سے آپ کا نکاح' مصر کی جانب اللہ تعالٰی کا پیغام لے کر جانے' حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قوم کے ساتھ سلامتی کے ساتھ دریا پار ہونے اور فرعون کے غرق ہونے اور پھر حضرت محمد ﷺ کی رسالت سے کفار نے جو اعراض کیا ان تمام کا بیان ہے' اس سورت کو قصص اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ تفصیل سے بیان ہوا ہے۔ (صفوۃ التفاسیر)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ۝

بنام خدای بخشندہ مہربان

اللہ کے نام سے (جو بہت) مہربان رحم والا (ہے)

طٰسٓمّٓ ۝۱ تِلۡكَ اٰيٰتُ الۡكِتٰبِ الۡمُبِيۡنِ ۝۲ نَتۡلُوۡا عَلَيۡكَ مِنۡ

ایں آیاتہاے کتاب روشن است میخوانیم بر تو از

یہ روشن کتاب کی آیتیں ہیں ۱ ہم تم پر

نَّبَاِ مُوۡسٰى وَفِرۡعَوۡنَ بِالۡحَقِّ لِقَوۡمٍ يُّؤۡمِنُوۡنَ ۝۳ اِنَّ

خبر موسیٰ و فرعون براستی مر قومیرا کہ میگرویدند ہر آئنہ

موسیٰ اور فرعون کی خبر ٹھیک ٹھیک بیان کرتے ہیں ایسی قوم کیلئے جو ایمان رکھتی ہو ۲ بیشک

فِرۡعَوۡنَ عَلَا فِى الۡاَرۡضِ وَجَعَلَ اَهۡلَهَا شِيَعًا

فرعون برتری جست در زمین و گردانید اہل آں گروہ گروہ

فرعون نے (مصر) کی زمین میں برتری پائی اور وہاں کے لوگوں کو گروہ گروہ کر دیا

يَّسۡتَضۡعِفُ طَآئِفَةً مِّنۡهُمۡ يُذَبِّحُ اَبۡنَآءَهُمۡ وَيَسۡتَحۡىٖ

زبون گرفت گروہی از ایشاں میکشد پسران ایشاں و زندہ

ان میں سے ایک گروہ (بنی اسرائیل کو) کمزور کرتا تھا انکے بیٹوں کو قتل کرتا تھا اور زندہ چھوڑتا تھا

نِسَآءَهُمۡ‌ ؕ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الۡمُفۡسِدِيۡنَ ۝۴ وَنُرِيۡدُ اَنۡ نَّمُنَّ

زنان ایشاں کہ او بود از فساد کنندگان و میخواستیم آنکہ منت نہیم

ان کی عورتوں کو، بیشک وہ فساد کرنے والوں میں سے تھا ۳ اور ہم چاہتے ہیں کہ احسان کریں

عَلَى الَّذِيۡنَ اسۡتُضۡعِفُوۡا فِى الۡاَرۡضِ وَنَجۡعَلَهُمۡ اَئِمَّةً

بر آنانکہ زبون گرفتہ بودند در زمین و سازیم ایشانرا پیشوایان

ان لوگوں پر جو زمین میں کمزور کئے گئے تھے اور ان کو پیشوا بنائیں ۴

منزل ۵

تفسیر اظہار العرفان

۱ تِلۡكَ سے اس سورت کی آیت کی طرف اشارہ ہے اور کِتَابُ مُّبِيۡنُ سے لوح محفوظ مراد ہے' یا وہ کتاب مراد ہے جسے حضرت محمد ﷺ پر اتارنے کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کتاب کے ساتھ مبین کی صفت اس لئے ہے کہ اس میں حلال وحرام کا واضح بیان موجود ہے' یا اس لئے کہ اس کی فصاحت اور قدر واضح ہے کہ خود ظاہر ہو رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے نہ کہ بندوں کا کلام یا اس لئے کہ اس کتاب میں حضرت محمد ﷺ کی نبوت کی سچائی واضح طور پر بیان کی گئی ہے' یا اس لئے کہ اس میں اولین وآخرین کی خبریں واضح طور پر بیان کی گئی ہیں' یا اس لئے کہ اس کتاب کی شان یہ ہے کہ اہل ضلال کے شبہات سے پاک ہے۔ (تفسیر کبیر)

۲ یعنی جبرائیل علیہ السلام کی زبان سے اس لئے کہ وہی حضرت محمد ﷺ پر تلاوت کرتے تھے اور آپ ﷺ پھر اسے یاد فرما لیتے تھے۔ لِقَوۡمٍ يُّؤۡمِنُوۡنَ: اس میں دو وجوہ ہیں (۱) اس کے نزول سے اللہ تعالیٰ ارادہ فرماتا ہے کہ کون اس پر ایمان نہیں لاتا ہے' مؤمنین کا خاص طور پر ذکر اس لئے فرمایا کہ ان آیات پر یہی ایمان لاتے ہیں اور اس سے نفع حاصل کرتے ہیں جیسے ایک جگہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے هُدًى لِّلۡمُتَّقِيۡنَ یعنی یہ قرآن پرہیزگاروں کیلئے ہدایت ہے (۲) اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ اس کی تلاوت میں صلاح وہی ان کا ایمان ہے۔ (تفسیر کبیر)

۳ عَلَا یعنی مغرور' متکبر اور جابر بن گیا تھا۔ شِيَعًا: فرقے فرقے کہ سب فرعون کے تابع تھے' فرعون جو کام لینا چاہتا تھا وہ کرتے تھے' یا یہ مطلب ہے کہ اس نے رعایا کے الگ الگ فرقے بنا رکھے تھے ایک گروہ یعنی قبطیوں کو اونچا بنا رکھا تھا اور دوسرے گروہ یعنی بنی اسرائیل کو نیچا' ان میں سے ایک جماعت یعنی بنی اسرائیل کو کمزور کر رکھا تھا اس حد تک کہ ان کے بیٹوں کو ذبح کر دیتا تھا اور ان کی عورتوں یعنی لڑکیوں کو زندہ رہنے دیتا تھا واقعی وہ بڑا مفسد تھا۔ يُذَبِّحُ اَبۡنَآءَهُمۡ: یعنی بنی اسرائیل کے نومولود بیٹوں کو قتل کرا دیتا تھا کیونکہ کسی کاہن نے اسے کہہ دیا تھا کہ بنی اسرائیل کے گروہ میں ایک لڑکا پیدا ہوگا جس کے ہاتھوں سے تمہاری حکومت کو زوال ہو جائیگا۔ وَيَسۡتَحۡىٖ نِسَآءَهُمۡ: یہاں عورتوں سے مراد ہیں نومولود لڑکیاں' لڑکوں کو قتل کر دینے اور لڑکیوں کو زندہ چھوڑ دینے کو ضعیف بنانا اس لئے قرار دیا کہ بنی اسرائیل اس مصیبت کو دفع کرنے سے عاجز تھے دفاع کی طاقت نہیں رکھتے تھے۔ كَانَ مِنَ الۡمُفۡسِدِيۡنَ: وہ یقیناً خود ہی تباہ کار اور برباد کن تھا کہ نسلِ انبیاء کو فنا کر دینے کی جرأت کی اور بے قصور بچوں کو قتل کرنے لگا خواہ کاہنوں نے سچ کہا ہو یا جھوٹ' بہر حال اگر وہ واقعی مفسد نہ ہوتا تو ایسا نہ کرتا' قتلِ اطفال سے اسکو کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا تھا۔ (مظہری) ۴ یعنی ہم چاہتے تھے کہ بنی اسرائیل کو فرعون کے ظلم اور دباؤ سے رہا کر دیں۔ حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ اَئِمَّةً سے مراد دینی پیشوا اور داعیان خیر ہیں' حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ اس سے والیان ملک اور بادشاہ مراد ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے متعلق ایک اور آیت میں فرمایا ہے وَجَعَلَكُمۡ مُّلُوۡكًا یعنی اور وہ تمہیں بادشاہ بنا دے۔ (مظہری) وَنَجۡعَلَهُمُ الۡوَارِثِيۡنَ: یعنی ان کمزوروں کو ہم فرعون اور اسکی قوم کی بادشاہت کے وارثین بنانا چاہتے ہیں کہ ان کی ہلاکت کے بعد انکی جائیداد کے مالک بن جائیں اور ان کے چھوڑے ہوئے مکانات میں رہائش پذیر ہو جائیں کیونکہ قبطی لوگ مصر کے خود ساختہ سردار بنے ہوئے تھے اور ان کے پاس بہت سارا مال وزر بھی تھا۔ (صفوۃ التفاسیر)

وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ ۝۵ۙ وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَ

و گردانیدیم ایشانرا وارثان و جای دہیم ایشانرا در زمین و

اور انھیں وارث بنائیں اور انھیں زمین میں جگہ دیں اور

نُرِيَ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا

بنمائیم فرعون وہامان و لشکرہاے ایشاں از ایشاں آنچہ بودند

فرعون اور ہامان اور اس کے لشکروں کو وہ چیز دکھائیں جس سے

يَحْذَرُوْنَ ۝۶ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّ مُوْسٰٓى اَنْ اَرْضِعِيْهِ ۚ

حذر میکردند و وحی کردیم ما بسوے مادر موسیٰ آنکہ شیردہ او را

وہ سب ڈرتے تھے ۱ اور ہم نے موسیٰ کی ماں کو الہام کیا کہ اسے دودھ پلا

فَاِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَاَلْقِيْهِ فِي الْيَمِّ وَلَا تَخَافِيْ وَلَا تَحْزَنِيْ ۚ

پس چوں بترسی بروپس بیفگن او را در دریا و مترس واندوہ مخور

پس جب تجھے ان پر خوف ہو تو انھیں دریا میں ڈال دے اور نہ ڈر اور نہ غم کھا بیشک ہم اسے

اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ وَجٰعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝۷ فَالْتَقَطَهٗٓ

ہر آئنہ ما باز گرداننده بسوے تو و گرداند اورا از فرستادگان پس فراگرفتند او را

تیری ہی جانب پھیرنے والے ہیں اور انھیں رسولوں میں سے کرینگے ۲ پس انھیں

اٰلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَّحَزَنًا ۭ اِنَّ فِرْعَوْنَ

کسان فرعون تا باشد ایشانرا دشمن واندوہ ہر آئنہ فرعون

فرعون کے گھر والوں نے اٹھا لیا تا کہ وہ ان کیلئے دشمن اور غم (کا باعث) بنے بیشک فرعون

وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا كَانُوْا خٰطِـِٕيْنَ ۝۸ وَقَالَتِ امْرَاَتُ

وہامان و لشکرہاے ایشاں بودند خطا کاران و گفت زن

اور ہامان اور اسکا لشکر خطاکار تھے ۳ اور کہا فرعون کی بیوی نے

۱ یعنی ہم نے مصر اور شام کے شہر میں انھیں جگہ دی کہ جس طرح چاہیں وہاں تصرف کریں۔ علامہ بیضاوی کہتے ہیں کہ تمکین کی اصل یہ ہے کہ کسی شے کو ایسی جگہ رکھنا جو اسکی قدرت میں ہو پھر یہ تسلیط سے مستعار ہو گیا۔ (صفوۃ التفاسیر)

۲ بغوی نے لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا نام یوحانذ بنت لاوی تھا اور لاوی حضرت یعقوب علیہ السلام کا بیٹا تھا۔ علماء کا اس امر پر اتفاق ہے کہ یہ وحی نبوت والی نہ تھی نہ کوئی عورت نبی ہوئی۔ حضرت قتادہ نے اس جگہ اَوْحَيْنَا کا ترجمہ کیا ہے ہم نے اسکے دل میں ڈال دیا۔ صوفیہ کی اصطلاح میں اسی کو الہام کہتے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے والدہ کا دودھ کتنی مدت پیا اس میں اختلاف ہے کسی نے آٹھ ماہ کہا ہے، کسی نے چار ماہ اور کسی نے تین ماہ کہا ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ آپ کو گود میں لئے آپ کو دودھ پلاتی رہتی تھیں اور آپ نہ روتے تھے اور نہ حرکت کرتے تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت کا زمانہ قریب آگیا تو آپکی والدہ نے ایک دایہ کو بلوایا یہ دایہ انہی دایوں میں سے تھی جو فرعون کی طرف سے بنی اسرائیل کی حاملہ عورتوں کیلئے مقرر تھیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کی دوست تھی، درد زہ ہوا تو اس دائی کو بلوایا وہ آگئی تو اس سے کہا میری جو حالت ہے تجھے معلوم ہے آج مجھے تیری دوستی سے فائدہ حاصل کرنا ہے۔ دائی اپنے کام میں لگ گئی جب موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے اور دائی کے ہاتھوں میں آگئے تو موسیٰ علیہ السلام کے دونوں آنکھوں کے بیچ سے ایک نور نکلتا دیکھ کر دائی حیرت زدہ ہوگئی اور موسیٰ علیہ السلام کی محبت اس کے دل میں جم گئی، دایہ آپ کی والدہ سے کہنے لگی تو نے جب بلوایا تھا اور میں تیرے پاس آئی تھی اس وقت میرے پیچھے تیرے بیٹے کو قتل کرنے والے لگے تھے لیکن اب میرے دل میں تیرے بیٹے کی محبت ایسی محسوس ہوتی ہے کہ ایسی محبت میں نے کسی کی نہیں پائی۔ اس لئے میں کہتی ہوں کہ اپنے بیٹے کی حفاظت کرنا، پھر دائی کو موسیٰ علیہ السلام کی ماں کے گھر سے نکلتے کسی جاسوس نے دیکھ لیا فوراً سب دروازے پر آگئے اور اندر داخل ہونا چاہا، بہن نے فوراً موسیٰ علیہ السلام کو ایک کپڑا میں لپیٹ کر تنور میں ڈال دیا تنور میں آگ روشن تھی۔ سرکاری آدمی اندر گھس آئے تنور بھڑک رہا تھا اور موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے چہرے پر کوئی تغیر نہ تھا نہ چہرے کے رنگ میں کوئی فرق آیا تھا نہ دودھ اترا تھا کہنے لگے یہاں دائی کیوں آئی تھی آپکی والدہ نے کہا وہ میری دوست ہے ملاقات کیلئے آئی تھی، غرض وہ لوگ واپس چلے گئے تو والدہ نے پوچھا بچہ کہاں ہے، موسیٰ علیہ السلام کی بہن نے کہا مجھے معلوم نہیں اتنے میں تنور سے بچہ کے رونے کی آواز آئی ماں نے جا کر دیکھا تو آگ موسیٰ علیہ السلام کیلئے ٹھنڈی پڑ چکی تھی بچہ کو اٹھایا پھر اللہ تعالیٰ نے اس کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ ایک صندوق لے کر موسیٰ کو اس میں رکھ کر دریا میں ڈال دے چنانچہ آپ کی والدہ نے ایسا ہی کیا۔ اُدھر فرعون، اسکی بیوی اور اسکی لڑکی دریائے نیل کے کنارے آکر بیٹھ گئے کہ اچانک دریا میں بہتا ہوا سامنے سے ایک صندوق نظر آیا اس صندوق کو کھولا تو اندر سے ایک نورانی بچہ برآمد ہوا، فرعون نے مارنا چاہا لیکن اسکی بیوی نے ایسا کرنے نہیں دیا۔ (مظہری) ۳ یعنی اس بچہ کو اٹھا لیا تا کہ دوسرے روز صبح کے وقت اسے دربار میں پیش کیا جائے اور اس کے بارے میں ایوان میں فیصلہ ہو۔ (صفوۃ التفاسیر)

فِرْعَوْنَ قُرَّتُ عَيْنٍ لِّيْ وَلَكَ ؕ لَا تَقْتُلُوْهُ ۖ عَسٰٓى

فرعون ایں پسر روشنی چشم مرا و ترا مکشید او را شاید

یہ لڑکا میری اور تیری آنکھوں کی روشنی ہے انھیں قتل نہ کرو شاید

اَنْ يَّنْفَعَنَآ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝٩ وَ

آنکہ سود رساند ما را یا فراگیریم او را فرزند و ایشاں نمیدانند و

کہ یہ ہمیں نفع پہنچائے یا ہم انھیں بیٹا بنائیں اور وہ جانتے نہیں تھے ۱ اور

اَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰى فٰرِغًا ؕ اِنْ كَادَتْ لَتُبْدِيْ

گشت دل مادر موسیٰ خالی ہر آئنہ نزدیک شد آشکار کند

موسیٰ کی ماں کا دل (ایسا) بے چین ہو گیا کہ بیشک قریب تھا کہ موسیٰ کا حال ظاہر کر دیتی

بِهٖ لَوْلَآ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰى قَلْبِهَا لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝١٠

باں اگر نبود کہ بند نہادیم ما بر دل ا وتا باشد از مومنان

اگر ہم اسکے دل کو مضبوط نہ کرتے تا کہ وہ یقین والوں میں سے ہو جائے ۲

وَقَالَتْ لِاُخْتِهٖ قُصِّيْهِ ۫ فَبَصُرَتْ بِهٖ عَنْ جُنُبٍ

و گفت مادر موسیٰ مر خواہر او را بر پے او برد پس بدید او را از کنارہ

اور کہا موسیٰ کی ماں نے انکی بہن سے ان کے پیچھے جا اور دیکھ انھیں کنارہ سے

وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝١١ ۙ وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ

و ایشاں نمی دانستند و حرام کردیم ما برو شیرداگان پیش ازیں

اور وہ سب جانتے نہیں تھے ۳ اور ہم نے ان پر دودھ پلانے والیوں کو پہلے ہی سے حرام کر دیا تھا

فَقَالَتْ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰٓى اَهْلِ بَيْتٍ يَّكْفُلُوْنَهٗ

پس گفت آیا دلالت کنم شما را بر اہل خانہ در پذیر او را

پس کہا کیا میں تمہیں بتا دوں ایسے اہل خانہ کے بارے میں جو انکی پرورش کرے

تفسیر اظہار العرفان

۱ حضرت وہب بن منبہ کہتے ہیں کہ جب فرعون کے سامنے صندوقچہ رکھا گیا اور لوگوں نے اس کو کھولا اور اس کے اندر سے حضرت موسیٰ علیہ السلام برآمد ہوئے تو فرعون نے آپ کو دیکھ کر کہا یہ تو عبرانی ہے دشمنوں میں سے ہے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ کر اسے غصہ آیا اور کہنے لگا یہ لڑکا کیسے بچ گیا فرعون نے ایک اسرائیلی عورت سے نکاح کر لیا تھا جس کا نام آسیہ بنتِ مزاحم تھا یہ عورت بہت نیک تھی اور انبیاء کی نسل سے تھی مسکینوں کیلئے تو موم تھی ان پر بڑا ترس کھاتی تھی بہت خیرات دیتی تھی جب آسیہ فرعون کے پاس بیٹھی ہوئی تھی تو اس نے فرعون سے کہا یہ لڑکا تو ایک سال سے زائد کا ہے اور آپ کا حکم اس سال لڑکوں کو قتل کرنے کا ہے اس لئے ان کو چھوڑ دیجئے۔ روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ آسیہ نے کہا یہ کسی اور ملک کا ہے بنی اسرائیل کا نہیں ہے۔

عَسٰٓى اَنْ يَّنْفَعَنَا: مطلب یہ ہے اس کے اندر برکت کے نشانات ہیں ہم کو ان سے فائدہ پہنچے گا' علامتیں موجود ہیں۔ آسیہ نے یہ بات اس لئے کہی کہ ان کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دونوں آنکھوں کے درمیان ایک نور چمکتا نظر آ گیا تھا۔ انگوٹھوں سے دودھ چوستے بھی انھوں نے دیکھ لیا تھا اور فرعون کی لڑکی بھی ان کے منھ کا لعاب لگانے سے اچھی ہو گئی تھی۔ ابن جریر نے بروایت محمد بن قیس مرفوع حدیث بیان کی ہے کہ فرعون نے کہا تھا کہ یہ تیری آنکھ کا ٹھنڈک ہو گا میری آنکھ کا ٹھنڈک نہیں ہے اگر وہ یوں کہہ دیتا کہ جیسے یہ تیری آنکھ کا ٹھنڈک ہو گا ویسے ہی میری آنکھ کی بھی ٹھنڈک ہو گا تو جس طرح اللہ تعالیٰ نے آسیہ کو ہدایت یافتہ کر دیا اسی طرح فرعون کو بھی ہدایت یافتہ بنا دیتا۔ (مظہری)

۲ حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ وغیرہ فرماتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کی یاد کے علاوہ اسکا دل ہر شے سے خالی ہو گیا۔ حضرت حسن یہ مطلب بیان کرتے ہیں کہ وہ اس الہام کو بھول گئی جو اللہ تعالیٰ نے اس کے دل میں پیدا کر دیا تھا کہ ان کو دریا میں ڈال دینا اور خوف وغم نہ کھانا' ہم انھیں پھر تمہاری جانب لوٹائیں گے اور ان کو مرسلین میں سے بنائیں گے پس شیطان نے وسوسہ ڈالا کہ اے موسیٰ کی ماں! تو یہ ناپسند کرتی ہے کہ تیرے بیٹے کو فرعون قتل کرے تو پھر تو اپنے ہاتھوں سے انھیں غرق کر رہی ہے' جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ تک یہ بات پہنچی کہ ان کا بیٹا فرعون کے ہاتھوں میں ہے تو انھوں نے بڑے غم کو بھلا دیا' حضرت ابوعبیدہ کہتے ہیں کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ غم اور حزن سے ان کا دل خالی ہو گیا اس لئے کہ معلوم ہو گیا تھا کہ غرق نہیں ہوئے۔ (القرطبی) یوسف بن حسین کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو دو حکم دیئے گئے تھے' دو چیزوں کی ممانعت کی گئی اور دو بشارتیں دی گئی تھیں لیکن ان کو کسی سے کوئی فائدہ اس وقت تک نہیں پہنچا جب تک اللہ تعالیٰ نے انکی حفاظت نہیں کی اور ان کے دل کو مضبوط نہ کیا اور بے چینی کو سکون سے نہ بدلا تا کہ وہ ان مؤمنوں میں سے ہو جائے جو اللہ تعالیٰ کے وعدہ پر پختہ بھروسہ رکھتے ہیں۔ فرعون کے بیٹا بنانے پر بھروسہ نہ رکھے۔ (مظہری) ۳ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن کا نام مریم بن عمران تھا جو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے نام کے موافق تھا' حضرت ضحاک کہتے ہیں کہ انکا نام کلثمہ تھا' سہیلی کہتے ہیں کہ ان کا نام کلثوم تھا۔ (القرطبی)

لَكُمْ وَهُمْ لَهٗ نٰصِحُوْنَ ﴿۱۲﴾ فَرَدَدْنٰهُ اِلٰۤى اُمِّهٖ كَیْ تَقَرَّ

مر شما را و ایشاں نیک خواہانند پس باز گردانیدیم او را بسوے مادر خود تا روشن شود

تمہارے لئے اور وہ سب نیک چاہنے والے ہیں! پس ہم نے انھیں انکی ماں کی طرف پھیر دیا تا کہ روشن ہو

عَیْنُهَا وَ لَا تَحْزَنَ وَ لِتَعْلَمَ اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّ لٰكِنَّ

چشم او واندوہ نخور و تا بداند آنکہ وعدۂ خدا راست و لیکن

اسکی آنکھ اور غم نہ کرے اور تا کہ جان لے کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے لیکن

اَكْثَرَهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳﴾ وَ لَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَ اسْتَوٰۤى اٰتَیْنٰهُ

اکثر ایشاں نمیدانند و آنوقت کہ رسید بقوت خود و راست شد دادیم او را

ان کا اکثر جانتا نہیں ہے ۲ اور جب اپنی قوت کو پہنچے اور درست ہو گئے تو ہم نے انھیں

حُكْمًا وَّ عِلْمًا ؕ وَ كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۱۴﴾ وَ دَخَلَ

نبوت و دانش و اینچنیں جزا دہیم نیکوکارانرا و در آمد موسیٰ

نبوت اور علم عطا کئے اور اسی طرح ہم بدلہ دیتے ہیں نیکوکار کو ۳ اور داخل ہوئے موسیٰ

الْمَدِیْنَةَ عَلٰى حِیْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا فَوَجَدَ فِیْهَا

بشہر مصر بر ہنگام غفلت از کسان آں پس یافتند دراں

مصر شہر میں اسوقت جب لوگ (نیند کی) غفلت میں پڑے تھے پس اس میں

رَجُلَیْنِ یَقْتَتِلٰنِ هٰذَا مِنْ شِیْعَتِهٖ وَ هٰذَا مِنْ

دو مرد خصومت میکردند ایں یکی از گروہ او و ایں یک از

دو مردوں کو لڑتے ہوئے پایا ایک ان کے گروہ سے تھا اور ایک

عَدُوِّهٖ ۚ فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِیْ مِنْ شِیْعَتِهٖ عَلَى الَّذِیْ مِنْ عَدُوِّهٖ ۙ

دشمنان او پس فریاد کرد بموسیٰ آنکہ از گروہ او بود بر آنانکہ

ان کے دشمنوں سے، پس موسیٰ سے فریاد کی وہ جو ان کے گروہ سے تھا اس پر جو

تفسیر اظہار العرفان

۱ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ فرعون کی بیوی چاہتی تھی کہ کسی طرح کسی دودھ پلانے والی کا دودھ موسیٰ علیہ السلام پی لیں چنانچہ ایک کے بعد ایک دودھ پلانے والیاں آئیں مگر موسیٰ نے کسی کے پستان کو منھ تک نہیں لگایا' موسیٰ علیہ السلام کی بہن یہ کیفیت دیکھتی رہی آٹھ راتیں یونہی گذر گئیں مگر آپ نے کسی دودھ پلانے والی کا دودھ نہیں پیا اور چلاتے رہے' جب آپ کی بہن نے وَهُمْ لَهٗ نَاصِحُوْنَ کہا تو لوگوں نے اس کو پکڑ لیا اور کہا معلوم ہوتا ہے کہ تو اس کے گھر والوں کو جانتی ہے بتا وہ کون ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام کی بہن نے کہا مجھے تو اس کے گھر والے معلوم نہیں میں نے یہ کہا تھا کہ وہ لوگ بادشاہ کے خیر خواہ ہیں' بعض روایات میں آیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی بہن سے جب باز پرس ہوئی تو اس نے کہا میں یہ بات بادشاہ کی خوشی کیلئے کہہ رہی تھی اور اس بات کو ظاہر کرنا تھا کہ ہمارا تعلق بادشاہ سے ہے' بعض اہل روایت نے لکھا ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن نے هَلْ اَدُلُّكُمْ کہا تو لوگوں نے کہا ایسا کون ہے؟ اس نے کہا میری ماں ہے' لوگوں نے پوچھا تیری ماں کا کوئی لڑکا ہے تو جواب دیا ھارون ہیں [حضرت ہارون علیہ السلام اس سال پیدا ہوئے تھے جس سال لڑکوں کو قتل نہیں کیا جاتا تھا] لوگوں نے کہا تو نے ٹھیک کہا اس کو ہمارے پاس لے آؤ۔ لڑکی نے اپنی ماں سے جا کر پوری بات کہہ دی اور ان کو اپنے ساتھ لے آئی موسیٰ علیہ السلام نے جو اپنی ماں کی خوشبو سونگھی تو پستان میں منہ لگا دیا اور پینے لگے اور اتنا پیا کہ دونوں کوکھیں بھر گئیں' سدی کہتے ہیں کہ ہر روز کی موسیٰ علیہ السلام کو دودھ پلانے کی اجرت ایک دینار ملتی تھی اور وہ اس لئے لے لیتی تھیں کہ وہ حربی کافر کا مال تھا۔ (مظہری)

۲ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ: اس میں چار وجوہ ہیں

(۱) اکثر لوگ اس عہد کو نہیں جانتے ہیں اس لئے کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی آیات سے اعراض کرتے ہیں (۲) حضرت ضحاک اور حضرت مقاتل کہتے ہیں کہ اہل شہر میں سے اکثر لوگ نہیں جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ سے موسیٰ کو لوٹانے کا وعدہ فرمایا تھا (۳) یہ تعریض کی طرح ہے کیونکہ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے آپ کی خبر سن کر خوشی کا اظہار کیا تھا (۴) مطلب یہ ہے کہ ہم نے موسیٰ کو اس لئے لوٹایا تا کہ تو جان لے کہ اللہ کا وعدہ حق ہے۔ (تفسیر کبیر) ۳ اَشُدَّهٗ سے مراد ہے ۳۴ سال اور اِسْتَوٰى سے مراد ہے ۴۰ سال۔ حُكْمًا سے مراد یہ ہے کہ نبوت سے پہلے ہم نے انھیں حکمت عطا کی' یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے فقہ فی الدین مراد ہے' محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو آپ کے دین اور آپ کے آباء واجداد کے دین کا علم عطا فرمایا۔ (القرطبی) اشد اور استوی میں چند طریقوں سے فرق ہے (۱) قوتِ جسمانیہ بدنیہ کے کمال کو اشد کہتے ہیں اور قوتِ عقلیہ کے کمال کو استوی کہتے ہیں (۲) اشد کمالِ قوت کو کہتے ہیں اور استوی کمالِ خلقت کو کہتے ہیں (۳) اشد بلوغ کو کہتے ہیں جبکہ استوی کمالِ خلقت کو کہتے ہیں (۴) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اشد ۱۸ اور ۳۳ سال کے درمیانی عمر کو کہتے ہیں جبکہ استوی ۳۳ سے ۴۰ سال تک کی عمر کو کہتے ہیں کیونکہ اس عمر میں بغیر زیادت اور نقصان کے انسان استوی کی کیفیت میں باقی رہتا ہے۔ (تفسیر کبیر)

فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى فَقَضٰى عَلَيْهِ ۖ قَالَ هٰذَا مِنْ عَمَلِ

از دشمنان او پس سیلے شد موسیٰ او را پس کشت او را گفت ایں

ان کے دشمنوں میں سے تھا' پس موسیٰ نے اسے گھونسا مارا تو (اس ایک گھونسا نے) اسے مار ڈالا کہا یہ

الشَّيْطٰنِ ۭ اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِيْنٌ ۝۱۵ قَالَ رَبِّ

از کردار شیطانست ہر آئنہ او دشمنی است گمراہ آشکار

شیطان کے کام سے ہے' بیشک وہ دشمن ہے کھلا گمراہ کرنے والا ہے ۱

اِنِّىْ ظَلَمْتُ نَفْسِىْ فَاغْفِرْ لِىْ فَغَفَرَ لَهٗ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ

گفت اے پروردگار من ہر آئنہ من ستم کردم بر خود پس بیامرز مرا پس بیامرزید او را کہ او

عرض کی اے میرے رب! بیشک میں نے ستم کیا اپنی جان پر پس تو معاف فرما مجھے پس انھیں معاف فرما دیا کہ وہ

الرَّحِيْمُ ۝۱۶ قَالَ رَبِّ بِمَآ اَنْعَمْتَ عَلَىَّ فَلَنْ اَكُوْنَ ظَهِيْرًا

آمر زندہ مہربانست گفت اے پروردگار من بآنچہ انعام کردی بر من پس نباشم

معاف فرمانے والا مہربان ہے ۲ عرض کی اے میرے رب! تو نے مجھ پر جو انعام کیا پس میں

لِّلْمُجْرِمِيْنَ ۝۱۷ فَاَصْبَحَ فِى الْمَدِيْنَةِ خَآئِفًا يَّتَرَقَّبُ

ہم پشت مجرمان پس بامداد کرد در شہر ترسان انتظار میبرد

مجرموں کا مددگار نہیں بنونگا ۳ پس صبح کی شہر میں ڈرتے ہوئے انتظار کرتے ہوئے

فَاِذَا الَّذِى اسْتَنْصَرَهٗ بِالْاَمْسِ يَسْتَصْرِخُهٗ ۭ قَالَ لَهٗ

پس آنکہ طلب یاری او کردہ بود دیروز باز فریاد میکند گفت او را

پس جس نے مدد طلب کی تھی گذشتہ روز پھر فریاد کر رہا ہے' کہا اس سے

مُوْسٰٓى اِنَّكَ لَغَوِىٌّ مُّبِيْنٌ ۝۱۸ فَلَمَّآ اَنْ اَرَادَ اَنْ يَّبْطِشَ

موسیٰ ہر آئنہ تو مردی گمراہی آشکار پس چوں خواست آنکہ بگیرد

موسیٰ نے بیشک تو کھلا گمراہ ہے ۴ پس جب چاہا کہ پکڑ لے

۱ کہا گیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب ان چیزوں کو پہچان لیا جو ان کے دین میں حق میں سے تھیں تو آپ نے قوم فرعون کے دین پر عیب لگایا اور یہ بات جب پھیل گئی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قوم نے ڈرایا دھمکایا اس لئے آپ شہر میں ڈرتے ہوئے داخل ہوتے تھے۔ عَلٰى حِيْنِ غَفْلَةٍ کے بارے میں چند اقوال ہیں (۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس سے قیلولہ کا وقت مراد ہے' آپ ہی سے ایک اور روایت ہے کہ اس سے مغرب اور عشاء کے درمیان کا وقت مراد ہے (۲) حضرت ابن جبیر اور حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ اس سے ظہر کا وقت مراد ہے۔ (القرطبی) واقعہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کا بیٹا کہا جاتا تھا آپ کی سواری فرعون کی سواری کی طرح ہوتی تھی اور لباس بھی فرعون کے ہی جیسا شاہانہ ہوتا تھا ایک روز فرعون سوار ہو کر نکلا موسیٰ علیہ السلام اس وقت موجود نہ تھے جب واپس آئے تو فرعون جا چکا تھا آپ اس کے پیچھے سوار ہو کر روانہ ہو گئے، منف میں پہنچے تو دوپہر کا وقت ہو گیا اس وقت راستوں میں کوئی نہ تھا۔ فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِىْ الخ: اسرائیلی نے قبطی کے مقابلہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مدد مانگی، موسیٰ علیہ السلام کو سخت غصہ آ گیا قبطی اسرائیلی کو پکڑے ہوئے تھا اور اتنی بات جانتا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کی نظر میں محترم ہیں اور موسیٰ علیہ السلام بھی اس کی پاسداری کرتے ہیں اور عام لوگ اتنا ہی جانتے تھے کہ موسیٰ علیہ السلام کو ایک اسرائیلی خاتون نے دودھ پلایا ہے اس لئے موسیٰ بنی اسرائیل کا لحاظ رکھتے تھے۔ آپ نے فرعون کے آدمی سے کہا کہ چھوڑ دے [وہ شاہی سپاہی تھا] اس نے کہا ہم تو اس کو اس لئے پکڑ رہے ہیں کہ یہ لکڑیاں اٹھا کر آپ کے والد کے باورچی خانہ میں پہنچا دے' موسیٰ علیہ السلام اس سے جھگڑنے لگے فرعونی بولا اب تو میں نے یہ ارادہ کر لیا ہے کہ یہ لکڑیاں تیرے اوپر لاد کر پہنچاؤں گا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام قد آور بھی تھے اور بہت زیادہ طاقتور بھی آپ نے اس کو ایک گھونسا رسید کر دیا وہ فوراً مر گیا۔ قَالَ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس فعل کو شیطانی حرکت اس لئے قرار دیا کہ اس وقت آپ کو کافروں کے قتل کرنے کا حکم نہیں تھا اور ان لوگوں کے اندر آپ محفوظ بھی تھے ان میں سے کسی کو اچانک قتل کر دینا آپ کیلئے جائز نہ تھا لیکن یہ قتل خطأً تھا قصداً نہ تھا اس لئے اس کو عصمتِ انبیاء کے خلاف قرار نہیں دیا جا سکتا۔ (مظہری) ۲ حضرت موسیٰ علیہ السلام استغفار اس لئے کر رہے ہیں کہ کسی نبی کیلئے یہ مناسب نہیں ہے کہ بغیر حکم الٰہی کے کسی کو قتل کرے' اور اس لئے بھی کہ انبیاء لوگوں میں سب سے زیادہ شفیق ہوتے ہیں' حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سمجھ گئے تھے کہ اب ان کا رب یہاں سے ہجرت کرنے کا حکم دے گا اس لئے آپ اپنے رب سے مغفرت طلب کرنے لگے۔ (القرطبی) ۳ یعنی معرفت' حکمت اور توحید کی نعمتوں کے سبب میں مجرمین کا معاون نہیں ہونگا۔ (القرطبی) ۴ کہا گیا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ صبح اس حال میں کی کہ قتلِ نفس کے مواخذہ کا خوف تھا' یہ بھی کہا گیا ہے کہ صبح اس حال میں کی کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہے' حضرت سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ صبح اس حال میں کی کہ تلف کا خوف تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام باہر نکلے تا کہ کوئی خبر معلوم ہو لیکن اس وقت سوائے اسرائیلی کے اور کسی کو اس قتل کا علم نہ تھا۔ (القرطبی)

بِالَّذِیْ هُوَعَدُوٌّ لَّهُمَا ۙ قَالَ یٰمُوْسٰۤى اَتُرِیْدُ اَنْ تَقْتُلَنِیْ

آنکسی را کہ او دشمن است ایشانرا گفت اے موسی آیا میخواہی آنکہ بکشی مرا

اس شخص کو جو دشمن ہے ان دونوں کیلئے، کہا اے موسیٰ! کیا تو چاہتا ہے کہ تو قتل کرے مجھے

كَمَا قَتَلْتَ نَفْسًۢا بِالْاَمْسِ ۖۗ اِنْ تُرِیْدُ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ

چنانکہ بکشتی نفسی را دیروز نمیخواہی مگر آنکہ باشی

جیسے تو نے قتل کیا ایک شخص کو گذشتہ روز' تم نہیں چاہتے ہو مگر یہ کہ تم ہو جاؤ

جَبَّارًا فِی الْاَرْضِ وَمَا تُرِیْدُ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْمُصْلِحِیْنَ ﴿۱۹﴾

گردنکش در زمین و نمی خواہی آنکہ باشی از شایستگاران

طاقتور زمین میں اور نہیں چاہتے کہ تم ہو جاؤ اصلاح کرنے والوں میں سے ۱

وَجَآءَ رَجُلٌ مِّنْ اَقْصَا الْمَدِیْنَةِ یَسْعٰى ۫ قَالَ یٰمُوْسٰۤى

و آمد مردے از دور تر شہر بشتابد گفت اے موسی

اور آیا ایک شخص شہر کے دور سے دوڑتا ہوا کہا اے موسیٰ

اِنَّ الْمَلَاَ یَاْتَمِرُوْنَ بِكَ لِیَقْتُلُوْكَ فَاخْرُجْ اِنِّیْ لَكَ

ہر آئنہ قوم مشورت میکنند بتو تا بکشند ترا پس بیروں رو ہر آئنہ من ترا

بیشک قوم مشورہ کر رہی ہے آپ کے بارے میں کہ قتل کر ڈالیں تمہیں پس نکل جائیے بیشک میں آپ کیلئے

مِنَ النّٰصِحِیْنَ ﴿۲۰﴾ فَخَرَجَ مِنْهَا خَآئِفًا یَّتَرَقَّبُ ۫ قَالَ

از نصیحت کنندگانم بیروں رفت ازاں ترسان انتظارمیبرد گفت

خیر خواہ میں سے ہوں ۲ پس نکل گئے اس شہر سے ڈرتے ہوئے انتظار کرتے ہوئے عرض کی

رَبِّ نَجِّنِیْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۲۱﴾ ع وَلَمَّا تَوَجَّهَ

پروردگار من برہاند مرا از قوم ستمگاران و آنوقتیکہ متوجہ شد

اے میرے رب! تو نجات دے مجھے ظالم قوم سے ۳ اور جس وقت کہ متوجہ ہوئے

ع ۲ ۸ ۵

تفسیر اظہار العرفان

۱ هُوَ عَدُوٌّ لَّهُمَا یعنی قبطی جو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور دوسرے اسرائیلی کا دشمن بایں معنی تھا کہ ان کے مذہب سے اس کا مذہب جدا تھا' یا یوں کہا جائے کہ تمام قبطی بنی اسرائیل کے دشمن تھے اور اسرائیلی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ہاتھ بڑھتا دیکھ کر خیال کیا کہ موسیٰ مجھے پکڑنا چاہتے ہیں کیونکہ موسیٰ علیہ السلام کو وہ غصہ میں دیکھ ہی چکا تھا اور آپ کا یہ قول اِنَّكَ لَغَوِیٌّ مُّبِیْنٌ بھی سن چکا تھا یہ خیال کر کے "قَالَ یٰمُوْسٰى" یعنی اسرائیلی نے کہا' یا قبطی نے کہا کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قول اِنَّكَ لَغَوِیٌّ مُّبِیْنٌ سے اس کو یہ شبہ ہو گیا تھا کہ موسیٰ نے اس اسرائیلی کی حمایت میں کل قبطی کو قتل کیا ہے اول قول زیادہ واضح ہے۔ قبطی نے جب اسرائیلی کا یہ قول سنا کہ اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مخاطب کر کے کہا: اَتُرِیْدُ اَنْ تَقْتُلَنِیْ كَمَا قَتَلْتَ نَفْسًا بِالْاَمْسِ ۔ تو سمجھ گیا کہ کل جو قبطی مارا گیا تھا اس کو قتل موسیٰ علیہ السلام نے کیا ہے اور فوراً فرعون کو جا کر اطلاع دیدی' فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کا حکم دیدیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے لوگوں کے اقوال سن لئے تھے کہ عام لوگ کہہ رہے تھے کہ موسیٰ نے قتل کیا ہے اور یہ اطلاع فرعون کے پاس بھیج دی گئی تھی اور لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قتل کے درپے ہو گئے تھے۔ (مظہری)

۲ اکثر اہل تفسیر نے کہا کہ وہ شخص حزقیل بن صبورا تھا جو آلِ فرعون میں سے مؤمن ہو گئے تھے اور فرعون کے چچا زاد بھائی تھے' یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ طالوت تھے' حضرت قتادہ نے اس کا نام شمعون بتایا ہے۔ مروی ہے کہ فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قتل کر دینے کا حکم دیدیا تو ایک شخص نے پہلے آ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس خبر سے آگاہ کر دیا۔ (القرطبی)

۳ اس آیت سے معلوم ہو رہا ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام اللہ کے سوا مخلوق سے بھی ڈرتے ہیں حالانکہ لَا یَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ قرآن کی نصِ قطعی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اپنی جان کا خوف فطری چیز ہے اور فطری چیز منافی نبوت نہیں۔ انبیاء جو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے، اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی کے اظہار و اشاعت میں ذاتی ضرر پہنچنے سے وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے ان کو کسی کی' سوائے اللہ کے پرواہ نہیں ہوتی۔ انبیاء کے علاوہ دوسرے لوگ آدمیوں سے ایسا ہی ڈرتے ہیں جیسا اللہ سے ڈرنا چاہیئے بلکہ اللہ تعالیٰ کے خوف سے بھی زیادہ ان کو بندوں کا ڈر ہوتا ہے۔ انسانوں کے ہاتھوں پہنچنے والی تکلیف وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کے برابر جانتے ہیں۔ قَالَ رَبِّ نَجِّنِیْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ: یعنی مجھ تک ان کی رسائی نہ ہو میں ان کی گرفت سے باہر ہو جاؤں۔ فرعون کو جب موسیٰ علیہ السلام کے فرار ہونے کی اطلاع ملی تو اس نے گرفتاری کیلئے سپاہیوں کا ایک دستہ بھیج دیا اور حکم دیا کہ سوار ہو کر مختلف راستوں کو جاؤ کیونکہ موسیٰ کو تو اصل شاہراہ معلوم نہیں ہے۔ (مظہری) بعض اہل عارفین کہتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ کے بارے میں یہ ارادہ فرماتا ہے کہ اسے مخلوق سے الگ کر دے تو کوئی ایسا واقعہ رونما فرما دیتا ہے جس کے سبب وہ بندہ من دون اللہ [اللہ کے سوا ہر چیز] سے فرار ہو کر اِلَى اللّٰهِ [اللہ کی طرف] پہنچتا ہے پس حضرت موسیٰ علیہ السلام جب امتحان سے خائف ہو کر اللہ تعالیٰ کی طرف دوڑ پڑے تو رحمٰن کے جمال کو پایا۔ (روح البیان)

تِلۡقَآءَ مَدۡيَنَ قَالَ عَسٰى رَبِّىۡۤ اَنۡ يَّهۡدِيَنِىۡ سَوَآءَ

بدیدن مدین گفت شاید پروردگار من آنکہ نماید مرا برابر است

مدین کی جانب تو کہا قریب ہے کہ میرا رب دکھائیگا مجھے سیدھی

السَّبِيۡلِ ﴿۲۲﴾ وَلَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدۡيَنَ وَجَدَ عَلَيۡهِ اُمَّةً

راہ و آنوقت کہ برسید بآب مدین و یافت برو گروہی

راہ ۱ اور جسوقت کہ آئے مدین کے پانی کے پاس اور پایا اس پر ایک گروہ کو

مِّنَ النَّاسِ يَسۡقُوۡنَ ۖ وَوَجَدَ مِنۡ دُوۡنِهِمُ امۡرَاَتَيۡنِ

از مردمان آب میدہند و یافت بجز ایشاں دو زن

لوگوں میں سے پانی پلا رہے ہیں، اور پایا ان کے سوا دو عورتوں کو

تَذُوۡدٰنِ‌ۚ قَالَ مَا خَطۡبُكُمَا‌ ؕ قَالَتَا لَا نَسۡقِىۡ حَتّٰى يُصۡدِرَ

میرا پند گوسفندانرا گفت چیست حال شما گفتند آب نمہ دہیم تا وقتیکہ باز گردانند

روک رہی ہیں جانوروں کو، کہا کیا حال ہے تم دونوں کا، ان دونوں نے کہا ہم پانی نہیں پلاتے تا وقتیکہ پھر جائیں

الرِّعَآءُ ۖ وَاَبُوۡنَا شَيۡخٌ كَبِيۡرٌ ﴿۲۳﴾ فَسَقٰى لَهُمَا ثُمَّ تَوَلّٰۤى اِلَى

شبانان رمہائے خود را و پدر ما پیر بزرگست پس آب داد ایشانرا پس باز گشت بسوے

(پانی پلا کر) چرواہے، اور ہمارے والد بہت بوڑھے ہیں ۲ پس پانی پلا دیا ان دونوں کے جانوروں کو پھر واپس پلٹے

الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ اِنِّىۡ لِمَاۤ اَنۡزَلۡتَ اِلَىَّ مِنۡ خَيۡرٍ فَقِيۡرٌ ﴿۲۴﴾

سایہ پس گفت اے پروردگار من ہر آئنہ من بدانچہ فرستی بمن از نیکی محتاجم

سایہ کی طرف، پس عرض کی اے میرے رب! بیشک میں جو تو اتارے میری جانب بھلائی سے میں محتاج ہوں ۳

فَجَآءَتۡهُ اِحۡدٰٮهُمَا تَمۡشِىۡ عَلَى اسۡتِحۡيَآءٍ قَالَتۡ اِنَّ

پس آمد موسیٰ یکی از ایشاں میرفت بطریق شرم گفت ہر آئنہ

پس آئی موسیٰ کے پاس ان دونوں میں سے ایک چلتی ہوئی شرم کے طور پر، کہا بیشک

تفسیر اظہار العرفان

۱ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب اپنی قوم کے پاس سے نکلے تو آپ کے پاس راستے کیلئے سامان تھا نہ سواری تھی اور نہ کوئی ایسا شخص تھا جو آپ کے ساتھ مدین تک راہ دکھاتا ہوا جاتا۔ مدین ایک بستی کا نام ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صاحبزادے کے نام پر آباد کی گئی تھی۔ مروی ہے کہ دورانِ سفر حضرت موسیٰ علیہ السلام درختوں کے پتے کھاتے رہے اور اس قدر چلتے رہے کہ دونوں پیروں کے جوتے نکل کر گر پڑے، ابو مالک کہتے ہیں کہ فرعون نے ہر راستہ پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی گرفتاری کیلئے سپاہی بیٹھا رکھے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام راستے سے واقف نہ تھے پس ایک فرشتہ گھوڑے پر سوار ہو کر، ہاتھ میں نیزہ لیئے آیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ آپ میرے پیچھے چلیئے پس آپ اس فرشتہ کے پیچھے چلنے لگے، اس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کی رہنمائی فرمائی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ فرشتہ نے اپنا نیزہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیدیا اور یہی نیزہ عصائے موسیٰ ہوا۔ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ مدین میں بکریاں چرانے کیلئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عصا لیا تھا یہی اکثر مفسرین کا قول ہے اور یہی اصح ہے، حضرت مقاتل اور حضرت سدی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی جانب حضرت جبرائیل علیہ السلام کو بھیجا تھا۔ واضح رہے کہ مدین اور مصر کے درمیان آٹھ منزل کا فرق تھا اور مدین فرعون کی سلطنت سے باہر تھا۔ (القرطبی)

۲ وَاَبُوۡنَا شَيۡخٌ كَبِيۡرٌ: یہ جواب بظاہر سوال کے مطابق معلوم نہیں ہوتا لیکن حقیقت میں سوال ہی کا جواب ہے کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مقصد تھا بکریوں کو روکے رکھنا کا سبب دریافت کرنا باوجودیکہ پانی موجود تھا اور پلانے کی ضرورت بھی تھی عورتوں نے سبب بیان کر دیا کہ ہم کمزور عورتیں ہیں مردوں میں دقت کے ساتھ گھس کر آگے بڑھنا ہماری طاقت سے باہر ہے پھر ہم کو مردوں سے اختلاط کرنے میں شرم بھی آتی ہے، باپ بہت زیادہ بوڑھے ہوگئے ہیں وہ خود یہ کام نہیں کر سکتے۔ شیخ کبیر کا کیا نام تھا، بغوی نے لکھا ہے کہ مجاہد، ضحاک، سدی اور حضرت حسن کے نزدیک یہ بزرگ حضرت شعیب علیہ السلام تھے، وہب اور سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ شیرون کا نام تھا جو حضرت شعیب علیہ السلام کے بھائی کا بیٹا تھا، حضرت شعیب کی وفات تو اس واقعہ سے پہلے نابینا ہونے کی حالت میں ہو چکی تھی اور آپ کو مقام ابراہیم اور زمزم کے درمیان دفن کر دیا گیا تھا، بعض اہل علم کا قول ہے کہ ایک اور مردِ مؤمن تھا جو حضرت شعیب علیہ السلام پر ایمان لے آیا تھا۔ (مظہری)

۳ ابوبکر بن طاہر کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ سوال کیا کہ جو فضل اور غنا کو تو نے ہماری جانب اتارا ہے تا کہ میں تیرے سوا ہر ایک سے مستغنی ہو جاؤں [اس فضل وغنا کا واسطہ کہ تو ہمیں اس شدت بھوک میں کچھ کھلا] اہل تفسیر کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب علیہ السلام کے واسطہ سے آپ کو کھلایا۔ (القرطبی) علماء کے نزدیک لِمَاۤ اَنۡزَلۡتَ میں لام بمعنی الی ہے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ لام سببیہ ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک لقمہ طلب کیا تھا جس سے اپنی کمر سیدھی کر سکیں، امام باقر کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس وقت ایک چھوارے کے محتاج تھے اس لئے مِنۡ خَيۡرٍ فَقِيۡرٌ فرمایا، حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ آپ نے سوائے خیر کے اور کچھ نہیں مانگا۔ (مظہری)

اِنَّ اَبِیۡ یَدۡعُوۡكَ لِیَجۡزِیَكَ اَجۡرَ مَا سَقَیۡتَ لَنَا ؕ فَلَمَّا جَآءَهٗ

پدر من میخواند ترا تا پاداش دہد ترا مزد آنکہ آب دادی ما را پس چوں آمد او

میرا باپ بلاتا ہے تمہیں تا کہ بدلہ دے تمہیں اس مزدوری کا جو پانی دیا تم نے ہمیں، پس جب آئے ان کے پاس

وَقَصَّ عَلَیۡهِ الۡقَصَصَ ۙ قَالَ لَا تَخَفۡ ٝ نَجَوۡتَ مِنَ

و خواند برو قصہ خود را گفت مترس رہائی یافتی از

اور بتایا انھیں اپنا قصہ تو کہا خوف نہ کر تم نے رہائی پا لی

الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِیۡنَ ﴿۲۵﴾ قَالَتۡ اِحۡدٰىهُمَا یٰۤاَبَتِ اسۡتَاۡجِرۡهُ ۫

قوم ستمگاران گفت یکی از ایشاں اے پدر من بمزد گیر او را

ظلم کرنے والی قوم سے[1] کہا ان دونوں میں سے ایک نے اے میرے باپ! اجرت پر رکھ لو انھیں

اِنَّ خَیۡرَ مَنِ اسۡتَاۡجَرۡتَ الۡقَوِیُّ الۡاَمِیۡنُ ﴿۲۶﴾ قَالَ اِنِّیۡۤ

ہر آئنہ مزد کسیکہ مزد گیرد توانا با امانت است گفت ہر آئنہ من

بیشک بہتر مزدور وہ ہے جو طاقتور امانت دار ہو[2] کہا بیشک میں

اُرِیۡدُ اَنۡ اُنۡكِحَكَ اِحۡدَی ابۡنَتَیَّ هٰتَیۡنِ عَلٰۤی اَنۡ

میخواہم آنکہ بزنی دہم ترا یکی ازیں دو دختر ہر کدام را خواہی بر آنکہ

چاہتا ہوں کہ ایک لڑکی نکاح میں تمہیں دوں ان دو لڑکیوں میں سے جسے تم چاہو اس پر کہ

تَاۡجُرَنِیۡ ثَمٰنِیَ حِجَجٍ ۚ فَاِنۡ اَتۡمَمۡتَ عَشۡرًا فَمِنۡ عِنۡدِكَ ۚ

اجارہ دہی خود را بمن ہشت سال پس اگر تمام کنی دہ سال پس از نزدیک تست

ملازمت میں دو اپنے آپکو میرے پاس آٹھ سال، پس اگر تم پورے دس برس کرو تو یہ تمہاری طرف سے ہے

وَمَاۤ اُرِیۡدُ اَنۡ اَشُقَّ عَلَیۡكَ ؕ سَتَجِدُنِیۡۤ اِنۡ شَآءَ اللّٰهُ

و نمی خواہم آنکہ رنج نہم بر تو زود باشد کہ یابی مرا اگر خواستی خدا

اور میں نہیں چاہتا کہ مشقت ڈالوں تم پر، قریب ہے کہ آپ مجھے پائیں گے اگر اللہ نے چاہا[3]

[1] مروی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب یہ بات سنی تو جانے کا ارادہ نہیں کیا لیکن بھوکے تھے مجبوراً جانا پڑا، عورت آگے آگے چلی اور موسیٰ علیہ السلام اس کے پیچھے پیچھے، ہوا کے جھونکے سے عورت کی پنڈلی سے کپڑا ہٹ جاتا تھا اور پنڈلی کھل جاتی تھی موسیٰ علیہ السلام کو یہ بات بری محسوس ہوئی آپ نے عورت سے کہا تم میرے پیچھے چلو [میں آگے چلوں گا] اگر صحیح راستہ سے ہٹوں تو بتا دینا عورت نے ایسا ہی کیا۔ حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس پہنچے تو اس وقت شام کے کھانے کیلئے تیار بیٹھے تھے، حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا جوان بیٹھو اور کھانا کھاؤ۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں۔ شعیب علیہ السلام نے کہا کیوں؟ کیا بھوک نہیں لگی ہے؟ موسیٰ علیہ السلام نے کہا کیوں نہیں مگر مجھے اندیشہ ہے کہ یہ کھانا اس نیکی کی مزدوری ہو جو میں نے عورتوں کے مویشیوں کو پانی پلانے کی شکل میں کی تھی اور میں ایسے خاندان کا فرد ہوں جو کوئی عمل آخرت مزدوری کیلئے نہیں کرتے۔ شعیب علیہ السلام نے کہا جوان بخدا یہ بات نہیں ہے بلکہ میرا اور میرے باپ دادا کا معمول ہی یہ ہے کہ ہم مہمان کی میزبانی کرتے ہیں اور کھانا کھلاتے ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام بیٹھ کر کھانے لگے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ نے جس نبی کو مبعوث فرمایا اس نے بکریاں ضرور چرائیں، صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! کیا آپ نے بھی؟ فرمایا میں اہل مکہ کی بکریاں چند قیراط پر چراتا تھا۔ (مظہری)

[2] یعنی جس کو آپ کام پر رکھیں اس کا کام پورا کرنے کی طاقت رکھنا اور امانتدار ہونا ضروری ہے، بہترین کارگذار وہی ہے جو طاقتور اور امانتدار ہو۔ خطیب نے اپنی تاریخ میں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس لڑکی سے اس کے باپ نے پوچھا تجھے اس کی قوت اور امانت کا علم کیسے ہوا؟ لڑکی نے کہا کنویں کے منہ سے اتنا بھاری پتھر اٹھا دیا جس کو دس آدمیوں سے کم نہیں اٹھاتے یہ تو اس کی طاقت ہے اور امین ہونے کا یہ ثبوت ہے اس نے مجھ سے پیچھے رہنے کو کہا تھا تا کہ ہوا کی وجہ سے میری پنڈلی پر اس کی نظر نہ پڑے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تین آدمی بڑے زیرک اور ہوشیار تھے۔ شعیب علیہ السلام کی لڑکی، یوسف علیہ السلام کا ساتھی جس نے کہا تھا عَسٰۤی اَنۡ یَّنۡفَعَنَاۤ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جنہوں نے اپنی زندگی میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنا دیا۔ (مظہری) [3] شعیب جبائی نے ان لڑکیوں کے نام صفورا اور لیا بتایا ہے، ابن اسحاق نے صفورا اور شرقا بتایا ہے۔ وہب بن منبہ کہتے ہیں کہ بڑی لڑکی کا موسیٰ علیہ السلام سے نکاح ہوا تھا، اکثر اہل علم کہتے ہیں کہ چھوٹی سے نکاح ہوا تھا جس کا نام صفورا تھا یہی لڑکی موسیٰ علیہ السلام کو بلانے گئی تھی۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم سے دریافت کیا جائے کہ موسیٰ علیہ السلام کا نکاح کس لڑکی سے ہوا تھا تو تم کہہ دینا چھوٹی سے ہوا تھا وہی موسیٰ کے پاس آئی تھی اور اسی نے کہا تھا یٰۤاَبَتِ اسۡتَاۡجِرۡهُ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے چھوٹی سے ہی نکاح کیا تھا۔ فراء نے کہا کہ نکاح کے عوض آٹھ سال بکریاں چرانا طے پایا۔ فَاِنۡ اَتۡمَمۡتَ عَشۡرًا فَمِنۡ عِنۡدِكَ یعنی اگر تم دس سال پورے کرو تو یہ تمہاری طرف سے حسن سلوک ہوگا۔ (مظہری)

مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۲۷﴾ قَالَ ذٰلِكَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ ؕ اَيَّمَا الْاَجَلَيْنِ

از نیکوران گفت این است میان من و میان تو کدام ازین دو مدت

نیکوں میں سے۔ کہا یہ ہے میرے اور آپ کے درمیان (معاہدہ) ان دو مدتوں میں سے

قَضَيْتُ فَلَا عُدْوَانَ عَلَیَّ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ

بگذارم پس نیست تعدی بر من و خدای بر آنچه میگوییم

جو میں پورا کر دوں پس نہیں ہے تعدی مجھ پر' اور اللہ اس پر جو ہم کہہ رہے ہیں

وَكِيْلٌ ﴿۲۸﴾ فَلَمَّا قَضٰى مُوْسَى الْاَجَلَ وَسَارَ بِاَهْلِهٖۤ

نگہبانست پس چوں بگذارد موسی مدت خود را و ببرد کسان خود را

نگہبان ہے ۱؎ پس جب پوری کر دی موسیٰ نے اپنی مدت کو اور چلے اپنی بیوی کو لے کر

اٰنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا ۚ قَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْۤا اِنِّیْۤ

بدید از طرف کوہ طور آتشی گفت مر اہل او را درنگ کنید کہ من

تو کوہِ طور کی طرف سے ایک آگ دیکھی کہا اپنی بیوی سے ٹھہرو کہ میں

اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّیْۤ اٰتِیْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ جَذْوَةٍ مِّنَ

دیدم آتشی شاید کہ من بیارم بشما ازاں خبری یا پارہ از

نے دیکھی ہے ایک آگ شاید کہ میں لاؤں تمہارے لئے وہاں سے کوئی خبر یا ٹکڑا

النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ﴿۲۹﴾ فَلَمَّاۤ اَتٰىهَا نُوْدِیَ

آتش شاید کہ شما گرم شوید. پس چوں آمد بداں آتش ندا کردہ شد

آگ کا شاید کہ تم گرم ہو جاؤ ۲؎ پس جب آئے اس آگ کے پاس تو ندا کی گئی

مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْاَیْمَنِ فِی الْبُقْعَةِ الْمُبٰرَكَةِ

از کنارہ وادی ایمن در جای گاہ با برکت

وادی کے داہنے کنارہ سے برکت والی جگہ میں

تفسیر اظہار العرفان

۱؎ حضرت شعیب علیہ السلام نے اہل مدین کے مؤمنین کو جمع کیا اور اپنی بیٹی صفورا کا نکاح موسیٰ علیہ السلام سے کر دیا' حضرت موسیٰ علیہ السلام گھر میں داخل ہوئے اور بکریاں چرانے کا کام شروع کر دیا اور دس سال تک بکریاں چراتے رہے۔ مروی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب دس سال پورے کر لئے تو حضرت شعیب علیہ السلام نے آپ سے کہا کہ آپ اس کمرے میں داخل ہو کر ایک عصا لے لیں' آپ کے پاس انبیاء کے عصا تھے' حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک عصا لیا جسے حضرت آدم علیہ السلام جنت سے لے کر زمین پر آئے تھے۔ انبیائے کرام علیہم السلام یکے بعد دیگرے اس کے وارث ہوتے رہے یہاں تک کہ وہ عصا حضرت شعیب علیہ السلام تک پہنچا' حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب اس عصا کو ہاتھ لگایا تو خوف کے مارے فوراً چھوڑ دیا' یونہی سات مرتبہ ہوا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام سمجھ گئے کہ اس عصا میں کوئی خاص بات ہے۔ (روح البیان)

۲؎ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب دس سال پورے کر لئے تو حضرت شعیب علیہ السلام رو پڑے اور کہا اے موسیٰ! تم ہمارے پاس سے کیسے جاؤ گے حالانکہ میں بہت کمزور بوڑھا ہوں' حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ میں اپنی ماں' خالہ' بھائی ہارون اور بہن سے کافی لمبا جدا رہا یہ سب فرعون کی مملکت میں ہیں۔ حضرت شعیب علیہ السلام کھڑے ہوئے اور ہاتھ پھیلا کر اللہ سے یوں دعا کی: اے میرے رب! ابراہیم خلیل' اسماعیل صفی' اسحاق ذبیح' یعقوب کظیم اور یوسف صدیق کے واسطہ سے میری قوت اور بصارت کو لوٹا دے' حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس دعا پر امین کہی پس اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی اور آپ کی قوت و بصارت کو لوٹا دیا پھر حضرت شعیب علیہ السلام نے رخصت سے پہلے اپنی بیٹی کو وصیت فرمائی۔ وَسَارَ یعنی حضرت موسیٰ حضرت شعیب علیہ السلام سے اجازت لے کر مصر کی جانب چل پڑے۔ (روح البیان) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب مدت پوری کر لی اور حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی بیٹی ان کو دیدی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی بیوی سے کہا تم اپنے والد سے کہو کہ کچھ بکریاں ہم کو دیدیں' بیوی نے جا کر اپنے باپ سے بکریاں طلب کی۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا کہ اس سال جو دو رنگا بچہ ہوگا وہ تم دونوں کا ہوگا۔ حضرت شعیب علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حسن خدمات کا بدلہ دینا چاہتے تھے اور اپنی لڑکی پر بتقاضائے خون مرحمت کرنے کے خواہشمند تھے اسی لئے اپنی لڑکی سے فرمایا اس سال جو نر مادہ چت کبری بچے پیدا ہونگے وہ میں تم کو دونگا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خواب میں بتا دیا کہ بکریوں کے پیاؤ پر پانی میں لاٹھی ماریں' حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بیدار ہو کر پانی میں لاٹھی ماری پھر بکریوں کو وہی پانی پلایا جس جس بکریوں نے وہ پانی پیا اس کا بچہ ابلق ہی پیدا ہوا۔ حضرت شعیب علیہ السلام سمجھ گئے کہ یہ خداداد نصیب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کیلئے یہ رزق بھیجا ہے چنانچہ آپ نے اپنا قول پورا کیا۔ جاتے ہوئے راستہ میں طور کے قریب جب صحراء میں پہنچے اور راہ تاریک تھی' موسم سرما کی سردی بھی سخت تھی اس لئے اپنی بیوی سے کہا کہ تم یہیں ٹھہرو میں تمہارے لئے آگ کا انتظام کرتا ہوں۔ جَذْوَةٍ اس جلتی ہوئی لکڑی کو کہتے ہیں جس کا کچھ حصہ جل چکا ہو۔ (مظہری)

مِنَ الشَّجَرَةِ اَنْ يّٰمُوْسٰٓى اِنِّيْٓ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۳۰﴾

از میان درخت آنکه اے موسی ہر آئنہ منم خدای پروردگار عالمیان

درخت کے درمیان سے کہ اے موسیٰ بیشک میں ہی اللہ ہوں سارے جہان کا رب [۱]

وَاَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ؕ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ

و آنکہ بیفگن عصای خود را پس چوں دید عصا را کہ حرکت میکند

اور یہ کہ ڈال دو اپنے عصا کو' پس جب دیکھا عصا کو کہ حرکت کر رہا ہے

وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ ؕ يٰمُوْسٰٓى اَقْبِلْ وَلَا تَخَفْ ۫

گویا کہ آں ماریست روگردانیدن و باز نگشت اے موسی پیش ای و مترس

گویا کہ وہ سانپ ہے تو منھ پھیر کر چل دیئے اور مڑے نہیں' اے موسیٰ! سامنے آ اور نہ ڈر

اِنَّكَ مِنَ الْاٰمِنِيْنَ ﴿۳۱﴾ اُسْلُكْ يَدَكَ فِيْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ

ہر آئنہ تو از امان یافتگانی در آر دست خود را در گریبان خود بیروں آمد

بیشک تو امان پانے والوں میں سے ہے [۲] داخل کر اپنے ہاتھ کو اپنے گریبان میں نکلے گا

بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ ۫ وَّاضْمُمْ اِلَيْكَ جَنَاحَكَ

سفید شدہ از بے علتی و جمع کن بسوے خود بال خود را

سفید ہو کر بے عیب اور ملا اپنی طرف اپنے بازوؤں کو

مِنَ الرَّهْبِ فَذٰنِكَ بُرْهَانٰنِ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰى فِرْعَوْنَ

از ترس پس ایں ہر دو نشانہ اند از پروردگار تو بسوے فرعون

خوف سے (بچنے کیلئے) پس یہ ہر دو نشانی ہے تیرے رب کی طرف سے فرعون

وَمَلَا۟ئِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿۳۲﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّيْ

و گروہ او ایشاں بودند گروہی تباہکاران گفت اے پروردگار من کہ من

اور اس کے گروہ کی جانب، وہ سب تباہکار لوگ ہیں [۳] عرض کی اے میرے رب! بیشک میں نے

[۱] مہدوی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے عرش کے اوپر سے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا لیکن اس کلام کو درخت سے سنایا۔ اللہ تعالیٰ کیلئے انتقال اور زوال جائز نہیں ہے کیونکہ یہ مخلوقات کی صفات کے مشابہ ہے۔ امت کا اس پر اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور دیگر برگزیدہ ہستیاں خواہ ملائکہ میں سے ہوں اپنے کلام سے خاص فرمایا۔ حضرت ابو المعالی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنا کلام سنایا اور علم ضروری عطا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کا کلام ہر جانب سے آپ تک پہنچ رہا تھا' جہتوں میں سے کسی ایک جہت سے یہ کلام نہیں سنا گیا بلکہ ہر جانب سے یہ کلام سنایا گیا۔ مِنَ الشَّجَرَةِ: یہ درخت وادی کے کنارے پر تھا' حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ ایک سرسبز درخت تھا جو چمک رہا تھا' حضرت قتادہ' کلبی اور مقاتل کہتے ہیں کہ وہ عوجہ کا درخت تھا' وہب کہتے ہیں کہ علیق کا درخت تھا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ عذب کا درخت تھا۔ (القرطبی) واضح رہے کہ اس جگہ اِنَّهُ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ فرمایا' سورہ طٰہٰ میں اَنَا رَبُّكَ فرمایا اور سورہ نمل میں اَنَ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ فرمایا۔ مقصد سب کا ایک ہے اختلافِ الفاظ کی وجہ یا تو یہ ہے کہ یہ روایت بالمعنی ہے یعنی الفاظ مختلف و متعدد ہیں معنی ایک ہے جو تمام الفاظ سے ادا ہو رہا ہے' یا یوں کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر تو اپنی تمام صفات مذکورہ بیان فرمائی تھیں لیکن قرآن مجید میں جب ان کا ذکر کیا تو مختلف مقامات میں مختصر طور پر کیا۔ یہ اختصار بعض دوسری عبارتوں میں بھی آیا ہے جن کا تعلق ایک ہی واقعہ سے ہے جیسے سورہ طٰہٰ میں فرمایا فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى' اور سورہ نمل میں فرمایا بُوْرِكَ مَنْ فِي النَّارِ وَمَنْ حَوْلَهَا۔ (مظہری) [۲] جاننا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عصا زمین پر رکھنے کا حکم دیا اس کے بارے میں مختلف اقوال ہیں (۱) حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس انبیائے کرام علیہم السلام کے بہت سارے عصا رکھے ہوئے تھے آپ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا جب آپ رات کے وقت اس کمرے میں داخل ہوں تو ان بہت سارے عصا میں سے کوئی ایک عصا آپ لے لیں' چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس عصا کو اٹھایا جسے لے کر حضرت آدم علیہ السلام جنت سے باہر تشریف لائے (۲) حضرت شعیب علیہ السلام کے بھائی کے بیٹے کے یہاں ۱۳ عصا تھے اور ان کی گیارہ اولاد ذکور میں سے تھیں' حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک روز گھر تشریف لائے اور گھر میں اپنی زوجہ کو نہیں پایا تو سیدھے کمرے میں گئے اور ایک عصا لے کر بکریاں چرانے کیلئے نکل گئے اُدھر جب بیوی نے آکر دیکھا کہ اس خاص عصا کو لے کر حضرت موسیٰ علیہ السلام بکریاں چرانے نکل گئے ہیں تو اس کی خبر اپنے والد ماجد حضرت شعیب علیہ السلام کو دی۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا کہ بیٹی تمہارا شوہر موسیٰ نبی ہیں (۳) نکاح کے بعد جب صبح کے وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام بکریاں چرانے کیلئے جانے لگے تو حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا کہ آپ اپنے ساتھ اس عصا کو لے لیں۔ (تفسیر کبیر) [۳] یعنی اپنی قمیض کے گریبان میں اپنے ہاتھ کو ڈالو اور پھر اسے نکالو گے تو ہاتھ ایسا روشن ہوگا گویا کہ چاند کا ایک ٹکڑا ہے۔ آیت میں جناح سے مراد ہاتھ ہے کیونکہ ہاتھ انسان کیلئے پرندوں کے پَر کی طرح ہے۔ (صفوة التفاسیر)

قَتَلْتُ مِنْهُمْ نَفْسًا فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ ﴿۳۳﴾ وَ اَخِیْ
کشتم از ایشاں نفسے را پس میترسم آنکہ بکشند مرا و برادر من
قتل کیا تھا ان میں سے ایک شخص کو پس میں ڈرتا ہوں کہ وہ سب مجھے قتل کر دینگے ۱ اور میرا بھائی
هٰرُوْنُ هُوَ اَفْصَحُ مِنِّیْ لِسَانًا فَاَرْسِلْهُ مَعِیَ رِدْاً
ہارون او فصیح تر است از من جہت زبان پس بگرست او را با من مددگار
ہارون وہ فصیح تر ہے مجھ سے زبان کے اعتبار سے پس تو بھیج اسے میرے ساتھ مددگار
يُّصَدِّقُنِیْۤ ۫ اِنِّیْۤ اَخَافُ اَنْ يُّكَذِّبُوْنِ ﴿۳۴﴾ قَالَ سَنَشُدُّ
تا تصدیق کنند مرا ہر آئنہ من میترسم آنکہ تکذیب کنند مرا گفت زود باشد کہ سخت کنیم
تا کہ تصدیق کریں میری' بیشک میں ڈرتا ہوں کہ جھٹلائیں گے مجھے ۲ فرمایا: قریب ہے کہ ہم مضبوط کرینگے
عَضُدَكَ بِاَخِيْكَ وَنَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطٰنًا فَلَا يَصِلُوْنَ
بازوئے تو بہ برادر تو بدہیم مر شما را غلبہ پس نرسند
تیر بازو کو تیرے بھائی سے اور ہم عطا فرمائیں گے تم دونوں کو غلبہ پس وہ سب نہ پہنچا سکیں گے
اِلَيْكُمَا ۚۛ بِاٰيٰتِنَاۤ ۚۛ اَنْتُمَا وَمَنِ اتَّبَعَكُمَا الْغٰلِبُوْنَ ﴿۳۵﴾ فَلَمَّا
بسوے شما بآیات ما شما و ہر کہ پیروی کند شما را غلبہ کنندگانید پس چوں
تم دونوں کو کچھ نقصان' ہماری نشانیوں کے سبب' تم دونوں اور جو کوئی پیروی کرے تمہاری غلبہ پانے والے ہونگے ۳ پس جب
جَآءَهُمْ مُّوْسٰی بِاٰيٰتِنَا بَيِّنٰتٍ قَالُوْا مَا هٰذَاۤ اِلَّا
آمد بدیشاں موسیٰ بآیات ما روشن گفتند چیست ایں مگر
لے کر آئے ان کے پاس موسیٰ ہماری روشن نشانیاں تو انھوں نے کہا نہیں ہے یہ مگر
سِحْرٌ مُّفْتَرًى وَّمَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِیْۤ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِیْنَ ﴿۳۶﴾
جادوی بر بافتہ و نشنودیم ما بایں در پدران ما پیشینان
ایک جادو بنایا ہوا اور ہم نے نہ سنا اسے اپنے اگلے باپ دادا میں ۴

۱ یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی اے میرے رب! بیشک میں نے آل فرعون میں سے ایک قبطی کو قتل کیا ہے اس لئے مجھے ڈر ہے کہ وہ لوگ مجھے اس الزام میں قتل کر ڈالیں گے۔ مفسرین کرام کہتے ہیں کہ اس سے وہی قبطی مراد ہے جسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مکہ مارا تھا تو وہ مر گیا تھا۔ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ کہہ کر اپنے رب سے مزید قوت طلب کی [یہ نہیں ہے کہ آپ نے فرعون تک اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانے سے انکار کیا ہو] (صفوۃ التفاسیر)

۲ جبائی کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون علیہ السلام کے بارے میں جو سوال کیا تھا یہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کے ہی حکم سے تھا آپ کو اس سے کوئی غرض نہ تھی کہ ہارون علیہ السلام نبوت کیلئے موزوں ہیں یا نہیں۔ اس پر یہ بھی احتمال ہے کہ آپ نے حضرت ہارون علیہ السلام کو اپنے ساتھ بھیجنے کی درخواست مطلق نہیں کی بلکہ اس معنی کے ساتھ مشروط تھی کہ اے اللہ اگر ہمارے ساتھ ہارون کو بھیجنے میں کوئی حکمت ہے تو بھیج دے جیسے عام طور پر دعا کرنے والا کرتا ہے۔ سدی کہتے ہیں کہ دو نبی اور دو نشانیاں ایک نبی اور ایک آیت سے زیادہ قوی ہیں' قاضی کہتے ہیں کہ دو نبی اور دو معجزے کا زیادہ قوی ہونا عادت کی جہت سے ہے ورنہ من حیث الدلالت ایک معجزہ ہے اور دو معجزے' ایک نبی اور دو نبی میں کوئی فرق نہیں ہے اس لئے کہ ان دونوں میں سے کسی ایک کی جانب بھی بندہ التفات کریگا تو اسے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہوگی اور اگر التفات نہیں کریگا تو اس کی حالت اپنی جگہ برقرار رہے گی' لیکن یہ اس وقت ہے جب کہ دو معجزے ہوں اور ان دونوں کی دلالت ایک ہو پس اگر دو ایسے معجزے ہوں کہ ان میں سے ایک دوسرے کی تصدیق کرتا ہو اور ایک معجزہ پر جو شبہ وارد ہوتا ہو' دوسرا معجزہ اس شبہ کو دور کرتا ہو تو اس کا حکم الگ ہے۔ (تفسیر کبیر) ۳ کشف الاسرار میں ہے کہ جب یہ مناجات پوری ہوگئی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام وہاں سے لوٹ پڑے۔ علماء کے درمیان اختلاف ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام وہاں سے لوٹ کر اپنی زوجہ کی جانب گئے یا کوہ طور سے سیدھے مصر فرعون کے پاس پہنچے ایک گروہ کا کہنا ہے کہ وہاں سے سیدھے مصر پہنچے اور اپنے اہل وعیال کو اسی بیابان میں چھوڑ دیا آپ کے اہل وعیال مصر اور مدین کے درمیان بیابان میں ۳۰ روز تک رہے' اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اہلیہ اور آپ کے فرزند مدین حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس واپس آگئے۔ دوسرے گروہ کا کہنا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب مناجات سے فارغ ہوئے تو اسی رات اپنے اہل وعیال کے پاس پہنچ گئے آپ کی بیوی نے پوچھا اے موسیٰ! کیا آپ آگ لے کر آگئے؟ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا میں آگ تلاش کرنے گیا تھا لیکن میں وہاں نور' پیغمبری اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے شرافت وکرامت لے کر آیا ہوں۔ اس کے بعد مصر کی جانب چل پڑے، جب شہر کے قریب پہنچے تو رات کا وقت تھا' بھائی' بہن اور آپ کے والد اس دنیا سے گذر چکے تھے آپ گھر پہنچ کر سب سے پہلے شام کی نماز ادا کرتے ہیں۔ (روح البیان) ۴ یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کے پاس براہین ساطعہ اور معجزات قاطعہ اور ایسی دلیل لے کر آئے جو آپ کی سچائی پر دلالت کرتی ہو' اس کے جواب میں قوم نے الزام لگایا کہ آپ کھلے جادوگر ہیں اور یہ سب کچھ افترا ہے۔ (صفوۃ التفاسیر)

وَقَالَ مُوْسٰى رَبِّيْٓ اَعْلَمُ بِمَنْ جَآءَ بِالْهُدٰى مِنْ

و گفت موسیٰ پروردگار من دانا تر است بہر کہ آمد بہدایت از نزدیک

اور فرمایا موسیٰ نے میرا رب خوب جانتا ہے جو ہدایت اس کے پاس

عِنْدِهٖ وَمَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ

او و ہر کہ باشد او را سرا نجام آخرت کہ او نرہاند

سے لیکر آیا اور جس کیلئے آخرت کا گھر ہوگا' کہ وہ نجات نہیں دیتا ہے

الظّٰلِمُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَاُ مَا عَلِمْتُ

ستمگارانرا و گفت فرعون اے گروہ ندانستہ ام

ظالموں کو ۱ے اور کہا فرعون نے اے گروہ! میں نہیں جانتا

لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ ۚ فَاَوْقِدْ لِيْ يٰهَامٰنُ عَلَى

مر شما را ہیچ خدای بجز من پس افزو آتش برائے من اے ہامان بر

تمہارے لئے کوئی خدا اپنے سوا' پس آگ روشن کر میرے لئے اے ہامان

الطِّيْنِ فَاجْعَلْ لِّيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْٓ اَطَّلِعُ اِلٰٓى اِلٰهِ

گل پس بنا کن برائے من کوشکے شاید کہ من دیدہ و رشوم بسوے خدا

مٹی پر پھر بنا میرے لئے ایک محل شاید کہ میں دیکھ سکوں موسیٰ کے

مُوْسٰى ۙ وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۳۸﴾ وَاسْتَكْبَرَ

موسیٰ و ہر آئنہ گمانبرم او را از دروغگونست و سرکشی کرد

الٰہ کی طرف' اور بیشک میں گمان کرتا ہوں انھیں جھوٹ کہنے والوں میں سے ۲ے اور سرکشی کی

هُوَ وَجُنُوْدُهٗ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ

او و لشکر او در زمین بناحق و گمان داشتند کہ ایشاں

اس نے اور اس کے لشکر نے زمین میں ناحق اور گمان کیا کہ وہ سب

۱ے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب قوم کی جانب سے عناد محسوس کیا تو آپ نے یہ بات کہی جس کا ذکر آیت کریمہ میں ہے۔ حجتوں میں سے یہ سب سے ظاہر حجت ہے اسی بناء پر جب آپ نے قوم سے کہا کہ میرا رب خوب جانتا ہے اُسے جو ہدایت لے کر اس کے پاس سے آیا ہے، قوم نے اس پر کوئی اعتراض قائم نہیں کیا۔ آپ نے اپنے اس قول میں وعید اور تخویف کو بھی ملایا اور کہا وَمَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ ۔ عَاقِبَةُ الدَّارِ سے عاقبت محمود مراد ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان دلالت کرتا ہے اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ جَنّٰتُ عَدْنٍ ۔ اسی طرح دوسری آیت میں ارشاد ہے وَسَيَعْلَمُ الْكُفّٰرُ لِمَنْ عُقْبَى الدَّارِ ۔ واضح رہے کہ دار سے مراد دنیا ہے لیکن عاقبت دار سے مراد یہ ہے کہ عبد کیلئے رحمت اور رضوان سے مُہر لگانا اور ملائکہ کا موت کے وقت بشارت دینا۔ ایک قول یہ ہے کہ عَاقِبَةُ الدَّارِ کا اطلاق عاقبت محمودہ اور عاقبت مذمومہ دونوں پر صحیح ہے اس لئے کہ دنیا کا خاتمہ بعض کیلئے خیر کیساتھ ہوتا ہے اور بعض کیلئے شر کے ساتھ ہوتا ہے۔ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ: مطلب یہ ہے نجات' منافع اور فوز کے اعتبار سے ظالمین کامیاب نہیں ہو سکتے ہیں بلکہ انھیں ان تینوں کی ضد حاصل ہوگی۔ اس ٹکڑے سے عناد رکھنے والی قوم کو نہایت زجر ہے۔ (تفسیر کبیر)

۲ے ہامان فرعون کا وزیر تھا فرعون نے اس کو پختہ اینٹیں بنانے کا حکم دیا' بعض لوگ کہتے ہیں کہ فرعون نے ہی سب سے پہلے پختہ اینٹیں بنوا کر عمارت بنوائی۔ صَرْحًا: بہت اونچا محل۔ اَطَّلِعُ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى: فرعون کا خیال تھا کہ اگر موسیٰ کا خیال کردہ خدا ہوگا تو آسمان میں ہوگا۔ لَاَظُنُّهٗ: میں موسیٰ کو یقیناً جھوٹ خیال کرتا ہوں یعنی اس دعوی میں کہ آسمان و زمین کا ایک خالق ہے فرعون دہریہ تھا اس کا عقیدہ نہ تھا کہ تمام ممکنات کا موجد ایک واجب ہے اس کا یہ بھی خیال تھا کہ جو بادشاہ سب پر تسلط رکھتا ہو اور قوت کے ذریعے سب پر غالب آجائے وہی رعایا کا خدا اور پرستش کا مستحق ہوتا ہے۔ بغوی نے لکھا ہے کہ اہل تفسیر کہتے ہیں کہ ہامان نے بکثرت راجوں اور مزدوروں کو جمع کیا یہاں تک کہ مزدوروں کے علاوہ پچاس ہزار معمار اکھٹے ہو گئے، اینٹیں پکانے والے' لکڑی کا کام کرنے والے' کیلیں بنانے والے اور دوسرے کارگذار ان کے علاوہ تھے' چنانچہ سب نے مل کر اتنی مضبوط اور اونچی عمارت بنادی کہ کسی شخص کی عمارت [اس زمانہ میں] اتنی اونچی نہیں بنی تھی۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی آزمائش کرنا چاہتا تھا' عمارت سے فارغ ہو کر فرعون اور اس کے ساتھی اوپر چڑھ گئے فرعون نے اوپر چڑھ کر تیر اندازوں کو حکم دیا کہ اوپر کی طرف تیر چھوڑیں' تیر اندازوں نے اوپر کی طرف تیر پھینکے' تیر خون آلود ہو کر واپس لوٹے فرعون بولا کہ میں نے موسیٰ کے خدا کو قتل کر دیا' فرعون کو خچر پر سوار کر کے اوپر چڑھایا گیا تھا' اللہ تعالیٰ نے غروب آفتاب کے وقت جبرائیل علیہ السلام کو بھیجا جبرائیل علیہ السلام نے اپنا ایک پَر خچر پر مارا جس سے اس کے تین ٹکڑے ہو گئے ایک ٹکڑا فرعون کے لشکر پر گرا جس سے لاکھوں آدمی مارے گئے ایک ٹکڑا سمندر میں جا گرا اور ایک ٹکڑا مغرب میں۔ جن جن لوگوں نے عمارت بنانے میں کچھ بھی کام کیا تھا سب ہلاک ہو گئے۔ (مظہری)

امن خلق ۲۰ — ۹۰۹ — القصص ۲۸

اِلَيۡنَا لَا يُرۡجَعُوۡنَ ﴿۳۹﴾ فَاَخَذۡنٰهُ وَجُنُوۡدَهٗ فَنَبَذۡنٰهُمۡ فِى

بسوے ما باز نمی گردند بگرفتیم او و لشکر او را پس در افگندیم ایشانرا در

ہماری جانب نہیں لوٹائے جائیں گے ؎۱ پس ہم نے پکڑا اسے اور اس کے لشکر کو اور ہم نے ڈال دیا اسے

الۡيَمِّ‌ۚ فَانۡظُرۡ كَيۡفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيۡنَ ﴿۴۰﴾ وَجَعَلۡنٰهُمۡ

دریا پس بنگر چگونه بود سر انجام ستمگاران و ساختیم ایشانرا

دریا میں، پس دیکھو کیسا انجام ہوا ظالموں کا ؎۲ اور ہم نے بنایا اسے

اَٮِٕمَّةً يَّدۡعُوۡنَ اِلَى النَّارِ‌ۚ وَيَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ لَا يُنۡصَرُوۡنَ ﴿۴۱﴾

پیشوا میخوانند بسوے آتش و روز قیامت یاری داده شوند

پیشوا بلاتے ہیں دوزخ کی طرف اور قیامت کے روز مدد نہیں کئے جائیں گے ؎۳

وَاَتۡبَعۡنٰهُمۡ فِىۡ هٰذِهِ الدُّنۡيَا لَعۡنَةً‌ ۚ وَيَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ

و پیروی کردیم ایشانرا دریں دنیا لعنت و روز قیامت

اور ہم نے پیچھے لگا دی ان کے اس دنیا میں لعنت اور قیامت کے روز

هُمۡ مِّنَ الۡمَقۡبُوۡحِيۡنَ ﴿۴۲﴾ وَلَقَدۡ اٰتَيۡنَا مُوۡسَى الۡكِتٰبَ

ایشاں از دور ساختگان باشند و ہر آئنه دادیم ما موسی را کتاب

وہ سب (رحمت) سے دور کئے ہوئے ہونگے ؎۴ اور بیشک ہم نے موسیٰ کو کتاب دی

مِنۡۢ بَعۡدِ مَاۤ اَهۡلَكۡنَا الۡقُرُوۡنَ الۡاُوۡلٰى بَصَآٮِٕرَ لِلنَّاسِ

از پس آنچه ہلاک کردیم ما قرنہاے اولی را پیغامہاے روشن است

بعد اس کے کہ ہم نے ہلاک کیا اگلی بستیوں کو روشن پیغامات ہیں

وَهُدًى وَّرَحۡمَةً لَّعَلَّهُمۡ يَتَذَكَّرُوۡنَ ﴿۴۳﴾ وَمَا كُنۡتَ بِجَانِبِ

و راه نماینده و رحمت شاید که ایشاں پند گیرند و نبودی تو بجانب

اور ہدایت اور رحمت شاید کہ وہ سب نصیحت پکڑیں ؎۵ اور تو نہ تھا

منزل ۵

؎۱ حق بمعنی استحقاق، بڑا ہونا اسی کو زیبا ہوتا ہے جس سے بڑا اور اسکے برابر بلکہ اس کی نسبت سے کچھ کم بھی کوئی دوسرا بڑا نہ ہو اور ایسا صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اس کی بڑائی سے کسی کی بڑائی کی کوئی نسبت ہی نہیں ہے، نہ زیادتی کی، نہ برابری کی اور نہ کمی کی۔ درحقیقت وہی بڑا ہے کبریائی کے آخری درجہ پر پہنچا ہوا، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: بڑائی میری چادر ہے اور بزرگی میرا ازار یعنی عظمت و کبریائی میرا ہی لباس ہے جو شخص بھی اس لباس کو مجھ سے کھینچے گا [اور اتار کر خود پہننا چاہے گا] میں اس کو دوزخ میں پھینک دونگا۔ (مظہری)

؎۲ یعنی ہم نے فرعون اور اس کے لشکر کو ان کے کفر اور سرکشی کی وجہ سے دریا میں ڈبو دیا۔ اس آیت کریمہ میں آخذ یعنی پکڑنے والے کی تعظیم شان ہے اور ماخوذ یعنی جسے پکڑا گیا ہو اس کی تحقیر شان ہے۔ فرعون کا لشکر باوجودیکہ کثیر تھا اللہ تعالیٰ نے تنکوں کی طرح انھیں پانی میں بہا دیا۔ (روح البیان) واضح رہے کہ فرعون کا لشکر دو لاکھ چھ ہزار افراد پر مشتمل تھا ان سب کو بحر مالح میں اللہ تعالیٰ نے غرق کر دیا، حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ مصر کے پیچھے ایک دریا تھا جس کا نام اساف تھا اس دریا میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو ہلاک کیا، حضرت وہب اور سدی کہتے ہیں کہ دریائے قلزم کے کنارے جس جگہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو غرق کیا اسے بطنِ مَرِیرہ کہا جاتا تھا اور اب اس کا نام غصبان ہے، حضرت مقاتل کہتے ہیں کہ نہرِ نیل میں ان لوگوں کو قتل کیا گیا۔ (القرطبی)

؎۳ یعنی یہ لوگ کفر میں جن کی پیروی کرتے ہیں پس ان پیشواؤں کے ذمہ ان کا اپنا گناہ بھی ہوگا اور ان لوگوں کا گناہ بھی جن لوگوں سے اپنی پیروی کرواتے تھے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی قوم میں سے بے وقوف کو ان کا سردار بنایا پس وہ سردار انھیں جہنم کی جانب بلاتے ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایسے کو سردار بنایا جسے دیکھ کر اہل بصیرت عبرت اور نصیحت حاصل کرتے ہیں۔ (القرطبی) ؎۴ لَعۡنَةً یعنی رحمت سے دور کر دیا، یا لعنت کرنے والوں کی لعنت ان کے پیچھے لگا دی کہ اللہ تعالیٰ، ملائکہ اور مؤمن بندے ان پر لعنت کرتے رہیں گے۔ اَلۡمَقۡبُوۡحِيۡنَ: یعنی رحمت سے دور ملعون لوگوں میں سے۔ حضرت ابوعبیدہ نے اس کا ترجمہ کیا ہے ہلاک کردہ لوگوں میں سے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا بگڑی ہوئی صورتوں والوں میں سے جنکے چہرے کالے، آنکھیں نیلی ہیں۔ عرب کہتے ہیں قَبَّحَهُ اللّٰهُ یعنی اللہ تعالیٰ نے اس کی صورت بگاڑ دی اور ہر بھلائی سے دور کئے ہوئے کو بھی کہتے ہیں۔ (مظہری) ؎۵ اس آیت میں کتاب سے مراد توریت ہے اللہ تعالیٰ نے توریت کی صفت میں ارشاد فرمایا کہ یہ بصائر للناس ہے اس حیثیت سے کہ دین کے باب میں اس میں مسائل ہیں اور ہدایت اس اعتبار سے کہ ان مسائل پر یہ کتاب دلالت کرتی ہے اور اس حیثیت سے کہ اس کتاب میں بیان کردہ مسائل پر عمل کرنے سے کامیابی حاصل ہوگی اور آخرت میں اللہ تعالیٰ اس کا بدلہ عطا فرمائیگا۔ اور رحمت ہے، اسے رحمت اس لئے بھی کہا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کی بندگی بجالاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب سے توریت اتری اسوقت سے اللہ تعالیٰ نے کسی بستی والوں کو نہ آسمان کے عذاب سے ہلاک کیا اور نہ زمین کے عذاب سے سوائے اس قریہ والوں کے جنہیں مسخ کر دیا گیا تھا۔ (تفسیر کبیر)

اَلْغَرْبِيِّ اِذْ قَضَيْنَآ اِلٰى مُوْسَى الْاَمْرَ وَمَا كُنْتَ مِنَ

غربی چوں حکم کردیم ما بسوے موسیٰ وحی را و نبودی تو از

(طور) کے مغرب کی جانب جب ہم نے حکم بھیجا موسیٰ کی جانب وحی کا اور تو نہ تھا

الشّٰهِدِيْنَ ﴿۴۴﴾ وَلٰكِنَّآ اَنْشَاْنَا قُرُوْنًا فَتَطَاوَلَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ ۚ

گواہان و لیکن ما بیافریدیم قرنہاے گذشتہ پس دراز گشت بر ایشاں عمر

حاضروں میں سے ۱؎ لیکن ہم نے پیدا کی گذشتہ بستیوں کو پس دراز ہوئی ان پر عمر،

وَمَا كُنْتَ ثَاوِيًا فِيْٓ اَهْلِ مَدْيَنَ تَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۙ

و نبودی تو مقیم در اہل مدین بخوانید بر ایشاں آیات خود

اور تو نہ تھا مقیم اہل مدین میں پڑھتے ہوئے ان پر ہماری آیات

وَلٰكِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ﴿۴۵﴾ وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّوْرِ

و لیکن ما بودیم فرستادگان و نبودی تو بطرف کوہ طور چوں

لیکن ہم ہوئے رسولوں کو (بھیجنے والے) ۲؎ اور تو نہ تھا کوہِ طور کے کنارے جب

اِذْ نَادَيْنَا وَلٰكِنْ رَّحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰهُمْ

آواز دادیم او را و لیکن رحمت از پروردگار تو تا بیم کنی قومیرا آنچہ داد ایشانرا

ہم نے آواز دی انھیں لیکن تمہارے رب کی رحمت ہے تا کہ تو ڈرائے ایسی قوم کو جنہیں دے گیا

مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَلَوْلَآ

ہیچ بیم کنندہ پیش از تو شاید کہ ایشاں پندگیرند و اگر نہ

کوئی ڈرانے والا تجھ سے پہلے شاید کہ وہ سب نصیحت پکڑیں ۳؎ اور اگر نہ ہوتا

اَنْ تُصِيْبَهُمْ مُّصِيْبَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ فَيَقُوْلُوْا

آنست کہ رسید ایشانرا مصیبتی بآنچہ پیش فرستادہ است دستہاے ایشاں پس گویند

یہ کہ پہنچتی انھیں کوئی مصیبت جو پہلے بھیجا ہے ان کے ہاتھوں نے تو کہتے

۱؎ یعنی موسیٰ علیہ السلام کی جگہ سے غربی کی جانب، مطلب یہ ہے کہ طور کے غربی جانب۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس سے مراد وہ مقام ہے جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے کلام کیا تھا۔ وَمَا كُنْتَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ: یعنی آپ علیہ السلام ان لوگوں میں نہ تھے جو موسیٰ کے پاس وحی آنے کے شاہد تھے، یا اس وقت موجود تھے جب موسیٰ علیہ السلام پر نزولِ وحی ہو رہا تھا۔ اَلشّٰهِدِيْنَ سے مراد وہ ۷۰ آدمی ہیں جن کو حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے ساتھ طور پر لے گئے تھے، مطلب یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے واقعات لوگوں کے سامنے بیان کرنا تمہارے لئے بغیر وحی اور اطلاع غیبی کے ممکن نہیں یہ تمہارا ایک معجزہ ہے جو تمہارے دعویٰ نبوت کو ثابت کر رہا ہے۔ (مظہری)

۲؎ یعنی ہم نے تمہارے پاس وحی بھیجی کیونکہ انقطاع پیغمبری کا زمانہ طویل ہو گیا تھا علوم مٹ چکے تھے شریعتیں بگڑ چکی تھیں خبروں میں اختلاف و تعارض اس وجہ سے ہو گیا تھا کہ ہم نے موسیٰ کے بعد مختلف قرون پیدا کر دیئے مدت طویل ہو گئی اس لئے باہم اختلاف ہو گیا اور ایک دوسرے کو کاذب قرار دینے لگے۔ بغوی نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت کچھ عہد لئے تھے اور آپ پر ایمان لانے کا وعدہ کیا تھا لیکن جب مدت دراز ہو گئی اور ایک قرن کے بعد دوسری قرن پیہم گذرتی چلی گئی تو لوگ ان عہدوں کو بھول گئے اور وفائے عہد سے غافل ہو گئے۔ اس تفسیر پر آیت کا مطلب اس طرح ہو گا جب آپ کی بابت ہم نے موسیٰ سے عہد لیا تھا اس وقت آپ موجود نہ تھے نہ آپکی درخواست پر ایسا کیا گیا تھا بلکہ ہم نے اپنی مہربانی سے خود ہی ایسا کیا تھا تا کہ آئندہ طویل زمانہ گذرنے کے بعد تمہارے مخالفوں کو عذر کا موقع نہ رہے اور جب ہم نے قرن در قرن پیدا کر دیئے تو مدت دراز ہو گئی اور یہ لوگ بھول گئے۔ اسی مفہوم کی ایک اور آیت آئی ہے فرمایا وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ۔ (مظہری) ۳؎ مفسرین کرام نے اِذْ نَادَيْنَا میں چند وجوہ ذکر کئے ہیں (۱) ہم نے موسیٰ سے کہا: وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ سے اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ تک (۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے تمہاری امت کو ان کے آباء کے اصلاب میں خطاب کیا کہ "اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں نے تمہاری دعا، دعا کرنے سے پہلے قبول کر لی۔ میں نے تمہارے دعا مانگنے سے پہلے تمہیں عطا کیا اور تمہاری مغفرت طلب کرنے سے پہلے میں نے تمہیں معاف کیا" اللہ تعالیٰ نے یہ ندا اس وقت فرمائی جب حضرت موسیٰ علیہ السلام ۷۰ آدمیوں کو لے کر میقات کی طرف گئے تھے (۳) حضرت وہب کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کا ذکر فرمایا تو موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی اے میرے رب! اس امت کو مجھے دکھا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم اس امت کے دور کو نہیں پا سکتے ہو ہاں اگر چاہو تو میں اس امت کی آواز کو تمہیں سنا دوں، موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی مولا کیوں نہیں ضرور ان کی آواز سنا، پس اللہ تعالیٰ نے ندا فرمائی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت! پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت نے اپنے آباء کے اصلاب میں سے آواز کیساتھ جواب دیا اللہ تعالیٰ نے اس آواز کو موسیٰ علیہ السلام کو سنایا (۴) حدیث میں ہے کہ مخلوق کی پیدائش سے ایک ہزار سال پہلے اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا پھر اسے عرش پر رکھ دیا پھر اس امت کو خطاب فرمایا۔ (تفسیر کبیر)

رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ وَ

اے پروردگار ما چرا نہ فرستادہ بسوے ما فرستادہ پس متابعت کردے آیات ترا و

اے ہمارے رب! کیوں نہیں بھیجا تو نے ہماری جانب کوئی رسول پس ہم پیروی کرتے تیرے آیات کی اور

نَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۷﴾ فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا

بودے از مسلمانان پس آنوقتیکہ آمد بدیشاں راست از نزدیک ما

ہوتے ہم مسلمانوں میں سے ۱ پس جس وقت آیا ان کے پاس حق ہمارے پاس سے

قَالُوْا لَوْلَآ اُوْتِيَ مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى ۭ اَوَلَمْ يَكْفُرُوْا

گفتند چرا دادہ نشد مانند آنچہ دادہ شدہ است موسی آیا نگرویدند

تو انھوں نے کہا کیوں نہ دیا گیا اسکی مثل جو دیا گیا موسی کو، کیا منکر نہ ہوئے تھے

بِمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ ۚ قَالُوْا سِحْرٰنِ تَظٰهَرَا ۣ وَقَالُوْٓا

بآنچہ دادہ شد موسی پیش ازیں گفتند دو خداوند سحراند ہم پشت شدند و گفتند

اسکے جو دیا گیا تھا موسی کو اس سے پہلے انھوں نے کہا دو جادوگر ہیں ہم پشت ہوئے اور کہا

اِنَّا بِكُلٍّ كٰفِرُوْنَ ﴿۴۸﴾ قُلْ فَاْتُوْا بِكِتٰبٍ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ هُوَ

ما بہر یک کافرانیم بگو بیارید بکتاب از نزدیک خدای اوست

ہم ہر ایک کا انکار کرتے ہیں ۲ آپ فرما دیجئے لاؤ کوئی کتاب اللہ کے پاس سے وہ ہو

اَهْدٰى مِنْهُمَآ اَتَّبِعْهُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۴۹﴾ فَاِنْ لَّمْ

راہ نمایندہ ازیں دو کہ پیروی کنم اگر ہستید شما راستگویان پس اگر

زیادہ رہنمائی کرنے والی ان دونوں سے کہ میں پیروی کرونگا اگر تم سچ کہنے والے ہو ۳ پس اگر

يَسْتَجِيْبُوْا لَكَ فَاعْلَمْ اَنَّمَا يَتَّبِعُوْنَ اَهْوَآءَهُمْ ۭ وَمَنْ اَضَلُّ

اجابت نکنند ترا پس بدان جز ایں نیست کہ پیروی کنند آرزوہاے ایشاں و ہر کہ گمراہ شد

وہ قبول نہ کریں تمہارا فرمانا تو جان لو اسکے سوا کچھ نہیں ہے کہ وہ سب پیروی کرتے ہیں اپنی خواہشوں کی؛ اور کون گمراہ ہوگا

تفسیر اظہار العرفان

۱ اس سے مراد قریش ہیں' یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے یہود مراد ہیں اور مُصِيْبَةٌ سے عقوبت اور سزا مراد ہے۔ آیت میں ہاتھ کا ذکر خصوصیت کے ساتھ اس لئے فرمایا کہ انسان اپنے اعضاء میں سے سب سے زیادہ ہاتھوں سے کماتا ہے۔ اس آیتِ کریمہ سے حجت قائم کرتے ہیں کہ عقل ہونے کی وجہ سے انسان پر ایمان اور شکر واجب ہے اس لئے کہ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ عذاب کیلئے سبب ہے اور بعثتِ رسل کے پہلے واقعات کو بھی عذاب کا سبب قرار دیا ہے۔ (القرطبی)

۲ یعنی کفار مکہ نے کہا کہ جس طرح موسیٰ علیہ السلام پر یکبارگی توریت نازل ہوئی اسی طرح قرآن آپ پر ایک ہی بار میں کیوں نہیں اتار دیا جاتا ہے۔ کلبی کہتے ہیں کہ قریش نے یہود کی جانب کچھ لوگوں کو بھیجا تا کہ جا کر ان سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور آپ کے بارے میں معلومات حاصل کی جائیں۔ یہودیوں نے جواب دیا کہ ہم اپنی توریت میں آپ کی نعت اور صفت پاتے ہیں۔ جب قریش یہود کے پاس سے یہ جواب لے کر واپس لوٹے تو قریش نے کہا کہ ہمارے نزدیک تو موسیٰ علیہ السلام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم دونوں جادوگر ہیں' دوسرے گروہ کا کہنا ہے کہ یہود نے مشرکین کو سکھایا تھا کہ جا کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کہو کہ جس طرح موسیٰ علیہ السلام پر توریت ایک ہی مرتبہ میں نازل ہوئی ویسے ہی آپ پر کوئی کتاب ایک ہی مرتبہ کیوں نازل نہیں ہو جاتی ہے؟ سِحْرَانِ: اس میں تین اقوال ہیں (۱) اس سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اس وقت یہ قول مشرکین عرب کا ہوگا (۲) اس سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام ہیں اس وقت یہ قول ابتدائے رسالت میں یہود کا ہوگا (۳) حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں یہ قول آج کل کے یہود کا ہے۔ (القرطبی) اَوَلَمْ يَكْفُرُوْا: یہ قول کس کی جانب لوٹ رہا ہے اس میں اختلاف ہے (۱) یہود نے جب قریش کو سکھایا تھا کہ تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ سوال کرو تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا ان لوگوں نے یعنی یہود نے اس سے انکار کر دیا جو موسیٰ علیہ السلام کو دیا گیا تھا (۲) کفار مکہ نے آج محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر اپنی طرف سے خود ساختہ سوالات پیدا کر لئے ہیں اور جو لوگ موسیٰ کے زمانے میں تھے ان لوگوں نے بھی موسیٰ کی نبوت سے متعلق اپنی جانب سے ایسے ہی سوالات اختراع کر لئے تھے گویا کہ اللہ تعالیٰ نے کفر میں ان دونوں کو ایک کر دیا (۳) کلبی کہتے ہیں کہ یہ کلام مشرکین کی جانب لوٹ رہا ہے کیونکہ علمائے یہود نے جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت توریت کے مطابق بتا دی تو انھوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ جس طرح موسیٰ علیہ السلام جادوگر تھے ویسے ہی محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی جادوگر ہیں اس پر اللہ تعالیٰ نے اَوَلَمْ يَكْفُرُوْا بِمَا اُوْتِيَ مُوْسٰى فرمایا (۴) حضرت حسن کہتے ہیں کہ اہل عرب کے ایام میں سے موسیٰ علیہ السلام کا یوم اصل تھا اسی اعتبار سے اللہ تعالیٰ نے یہ جملہ ارشاد فرمایا (۵) جو قول میرے نزدیک اظہر ہے اور وہ یہ ہے کہ کفار قریش اور اہل مکہ تمام نبیوں کی نبوت کے منکر تھے پھر انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معجزات طلب کئے اور اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ جملہ ارشاد فرمایا۔ (تفسیر کبیر) ۳ یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ فرما دیجئے کہ اے گروہ مشرکین تحقیق تم نے ان دونوں کتابوں یعنی توریت اور قرآن کا انکار کیا ہے اور تم نے جادوگر کہا ہے اس لئے اگر تم اپنے دعویٰ میں سچے ہو تو کوئی ایسی کتاب لاؤ جو پیروی کے لائق ہو۔ (القرطبی)

مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي

از کسیکہ پیروی کند آرزوہاے او بے راہ نمودنی از خدای ہر آئنہ خدای راہ نمایندہ

اس شخص سے بڑھکر جو پیروی کرے اپنی خواہش کی اللہ کی ہدایت کے بغیر' بیشک اللہ راہ نہیں دکھاتا ہے

الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۚ ۵۰ وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ

قوم ستمگاران و ہر آئنہ پیوند دادیم ایشانرا گفتار شاید کہ ایشاں

ظالم قوم کو ا اور بیشک ہم نے ملائی ان کیلئے بات شاید کہ وہ سب نصیحت پکڑیں ۲ وہ لوگ جنہیں ہم نے

ع ۵ / ۸ / ۸

يَتَذَكَّرُوْنَ ؕ ۵۱ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ هُمْ بِهٖ

پند گیرند آنانکہ دادیم ایشانرا کتاب پیش از و ایشاں باں

اس سے پہلے کتاب دی وہ سب اس پر

النصف

يُؤْمِنُوْنَ ۵۲ وَاِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖٓ اِنَّهُ الْحَقُّ

میگرویدند و چوں خواندہ شود بر ایشاں گویند گرویدیم ما باں کہ او راست است

ایمان لاتے ہیں ۳ اور جب پڑھی جاتی ہے ان پر تو کہتے ہیں ہم ایمان لائے اس پر کہ وہ حق ہے

مِنْ رَّبِّنَآ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِيْنَ ۵۳ اُولٰٓئِكَ يُؤْتَوْنَ

از پروردگار ما ہر آئنہ ما بودیم پیش از و گرویدگان آنگروہ دادہ شدند

ہمارے رب کی طرف سے بیشک ہم تھے اس سے پہلے گردن جھکانے والوں میں سے ۴ یہی گروہ ہے کہ دیا جائیگا

اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوْا وَيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ

مزد خود دوبارہ بآنچہ صبر کروند و دفع کنند بہ نیکی

ان کا اجر دو بار اس سبب جو انھوں نے صبر کیا اور ہٹاتے ہیں نیکی سے

السَّيِّئَةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۵۴ وَاِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ

بدیرا و از آنچہ روزی دادیم ایشانرا نفقہ کنند و چوں بشنوندے بے ہودہ را

برائی کو اور اس میں سے جو رزق ہم نے دیا انھیں خرچ کرتے ہیں ۵ اور جب سنتے ہیں بے ہودہ

تفسیر اظہار العرفان

۱ یہاں چند اشارات ہیں (۱) راستے دو ہیں ایک قرأت' درس' سماع اور مطالعہ کا' اور دوسرا راستہ ریاضت' مجاہدہ' تزکیہ اور تحلیہ کا ہے اور یہ راستہ اللہ تعالیٰ کی جانب اَهْدٰى ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "جو میری جانب ایک بالشت بڑھتا ہے میں اس کی جانب ایک ہاتھ بڑھتا ہوں" (۲) ظالمین وہ لوگ ہیں جو انبیاء کی پیروی کو چھوڑ کر اپنی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں۔ بعض کا کہنا ہے کہ انسان کیلئے ھوی کے ساتھ تین احوال ہیں اول: انسان پر ھوی غالب ہو اور وہ اپنی ھوی کے ماتحت ہو۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اَفَرَاَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ یعنی کیا تم نے نہ دیکھا جس نے اپنی خواہش سے معبود بنالئے۔ دوم: وہ انسان کہ کبھی وہ ھوی پر غالب ہو جاتا ہے اور کبھی ھوی اس پر غالب ہو جاتی ہے ایسے لوگوں سے متعلق نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جَاهِدُوْٓا اَهْوَاءَ كُمْ كَمَا تُجَاهِدُوْنَ اَعْدَاءَ كُمْ۔ یعنی تم اپنی خواہشات سے جہاد کرو جیسے تم اپنے دشمن سے جہاد کرتے ہو۔ سوم: وہ انسان جو اپنی ھوی پر غالب رہے اور ھوی ان پر غالب نہ ہو سکے جیسے انبیائے کرام علیہم السلام اور اولیاء کی صفت۔ (روح البیان)

۲ یعنی ان کے بعض کو بعض کے بعد بھیجا اور ہم نے ایک رسول کے بعد دوسرے رسول کو مبعوث کیا' ابن زید کہتے ہیں کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ ہم نے انھیں آخرت کی خبر سے دنیا کی بھلائی پہنچائی۔ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نصیحت کرتے ہیں تو اس نصیحت کے سبب وہ لوگ ایمان لاتے ہیں۔ (القرطبی)

۳ آیت میں یہ بتانا مقصود ہے کہ بنی اسرائیل میں سے ہم نے جنہیں اس قرآن سے پہلے کتاب دی وہ لوگ اس قرآن پر بھی ایمان رکھتے ہیں جیسے عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اور سلمان فارسی رضی اللہ عنہ، اس میں وہ لوگ بھی داخل ہیں جو علمائے نصاریٰ میں سے ایمان لائے ان کی تعداد چالیس ہے۔ یہ لوگ حضرت جعفر بن ابی طالب کے ساتھ مدینہ منورہ تشریف لائے۔ حبشہ سے ۳۲ افراد آئے اور آٹھ ملکِ شام سے آئے یہ سب کے سب نصاریٰ کے ائمہ میں سے تھے۔ (القرطبی) ابن جریر نے علی بن رفاعہ سے روایت کی ہے کہ اہل کتاب میں سے دس کو لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے جن میں ایک رفاعہ یعنی راوی کا باپ تھا ان کے اسلام لانے پر یہ آیت نازل ہوئی۔ حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ ہم کہتے تھے کہ یہ آیت اہل کتاب کے چند آدمیوں کے بارے میں نازل ہوئی جو حق پر تھے اور جب اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا تو وہ آپ پر بھی ایمان لے آئے ان میں سے حضرت عثمان حضرت عبداللہ بن سلام بھی ہیں (لباب النقول فی اسباب النزول) ۴ یعنی جب ان کے سامنے قرآن کی تلاوت کی جاتی ہے تو اس قرآن میں جو کچھ ہے اس کی تصدیق کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس قرآن کے نزول سے پہلے ہم موحدین میں سے تھے۔ (صفوۃ التفاسیر) ۵ حدیث شریف میں ہے کہ تین شخص ہیں جنہیں دو اجر دیئے جائیں گے ایک وہ شخص جو اہل کتاب میں سے ہو اپنے نبی پر بھی ایمان لائے اور نبی ﷺ کو پائے تو ان پر بھی ایمان لائے، آپ کی پیروی کرے اور آپ کی باتوں کی تصدیق کرے' دوسرا وہ غلام جو اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرے اور اپنے آقا کا بھی حق ادا کرے تیسرا وہ شخص جس کے پاس باندی ہو اور وہ اس کی بہترین پرورش کر کے آزاد کرے اور پھر اس سے نکاح کرلے۔ (القرطبی)

اَعْرَضُوْا عَنْهُ وَقَالُوْا لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ز سَلٰمٌ
روگردانند از و گویند ما راست کارہاے ما و شما را ست کردارہاے شما سلام باد
تو منھ پھیر لیتے ہیں اس سے اور کہتے ہیں ہمارے لئے ہے ہمارا کردار اور تمہارے لئے ہے تمہارا کردار، سلام ہو

عَلَيْكُمْ ز لَا نَبْتَغِى الْجٰهِلِيْنَ ﴿۵۵﴾ اِنَّكَ لَا تَهْدِىْ مَنْ
بر شما نمی جوئیم ناداہان ہر آئنہ تو راہ نہ نمائی ہر کرا
تم پر ہم نہیں چاہتے ہیں نادانوں کو ۱ بیشک تم راہ نہیں دکھاتے ہو جسے

اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ ج وَهُوَ اَعْلَمُ
دوست داری و لیکن خدای راہ نماید ہر کرا خواہد و او دانا تر است
تم چاہو لیکن اللہ ہدایت فرماتا ہے جسے چاہے اور وہ سب سے زیادہ جانتا ہے

بِالْمُهْتَدِيْنَ ﴿۵۶﴾ وَقَالُوْٓا اِنْ نَّتَّبِعِ الْهُدٰى مَعَكَ نُتَخَطَّفْ
براہ یافتگان و گویند اگر پیروی کردیم راہ ارشاد را ب اتو بودہ شویم
راہ پانے والوں کو ۲ اور کہتے ہیں اگر ہم پیروی کریں ہدایت کی تمہارے ساتھ تو ہمیں اچک لئے جائیں گے

مِنْ اَرْضِنَا ط اَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا يُّجْبٰٓى اِلَيْهِ
از زمین خود آیا جای ندادیم ایشانرا حرمی با ایمنی کشیدہ میشود بسوے او
ہماری زمین سے، کیا ہم نے جگہ نہ دی انھیں ایک امن والی حرم میں ان کی جانب

ثَمَرٰتُ كُلِّ شَىْءٍ رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۵۷﴾
میوہا ہمہ چیز روزی از نزدیک ما و لیکن اکثر ایشاں نمیدانند
ہر چیز کے پھل ہماری طرف سے بطورِ روزی دی جاتی ہے لیکن ان کا اکثر جانتا نہیں ہے ۳

وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ م بَطِرَتْ مَعِيْشَتَهَا ج فَتِلْكَ
و بسیار ہلاک کردیم از دیہہ کافر شدند در زندگانی پس آنست
اور بہت سے شہر کو ہم نے ہلاک کئے جو کافر ہوئے زندگی میں، پس وہ ہیں

۱ بغوی نے لکھا ہے کہ مشرکین مؤمنین (اہل کتاب) کو گالیاں دیتے اور کہتے تھے تم ہلاک ہو جاؤ تم نے اپنا مذہب چھوڑ دیا مؤمنین ان سے منھ پھیر لیتے اور کوئی جواب نہ دیتے۔ سلام علیکم اس سے مراد سلام تحیت و دعا نہیں بلکہ سلامِ متارکہ مراد ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ہم گالیاں نہیں دینگے برا نہیں کہیں گے تم کو جواب نہیں دینگے۔ لَا نَبْتَغِى الْجَاهِلِيْنَ یعنی ہم جاہلوں کا دین نہیں چاہتے تمہارے مذہب کو پسند نہیں کرتے، بعض کے نزدیک یہ مطلب ہے کہ ہم جاہلوں کے ساتھ رہنا نہیں چاہتے، بغوی نے لکھا ہے کہ یہ حکم اسوقت تھا جب جہاد کا حکم نہیں ہوا تھا۔ میں کہتا ہوں بغوی کا یہ قول واقعہ نزول کے مطابق نہیں ہے کیونکہ اس آیت کا نزول حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کے حق میں ہوا۔ یہ حضرات تو ہجرت کے بعد اسلام لائے تھے یا ان حبشیوں کے بابت ہوا جو حضرت جعفر بن ابی طالب کے ساتھ نجاشی کے پاس سے آئے تھے ان کی آمد بھی ۶ ہجری میں غزوۂ خیبر کے وقت ہوئی تھی، یا چالیس نجرانیوں اور آٹھ شامیوں کے متعلق نزول ہوا۔ یہ واقعہ بھی ہجرت کے بعد کا ہے اور اس وقت کا ہے جب جہاد کا حکم آچکا تھا۔ (مظہری)

۲ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا [ابو طالب] سے فرمایا کہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھ لیں تا کہ قیامت کے دن میں آپ کی شہادت دے سکوں۔ انھوں نے کہا اگر مجھے قریشی عورتوں کی طعنہ زنی کا خوف نہ ہوتا کہ میں نے موت کے ڈر سے کلمہ پڑھا ہے تو میں یہ کلمہ پڑھ کر آپ کی آنکھیں ٹھنڈی کرتا اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ حضرت ابو سعید کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اس آیت کے بارے میں پوچھا کہ کیا یہ آیت ابو جہل اور ابو طالب کے بارے میں نازل ہوئی تو انھوں نے کہا ہاں۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) ۳ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ قریش کے چند آدمیوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اگر ہم آپ کی پیروی کرلیں تو لوگ ہمیں اچک لیں گے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) اس آیت کریمہ کے نزول کے وقت روم اور ایران میں جنگ برپا تھی جس کی وجہ سے وہ تمام راستے بند ہو گئے تھے جن کے ذریعے سے چین و ہندوستان اور روم، یونان اور شام کے مابین تجارت ہوتی تھی صرف ایک راستہ باقی تھا جو قبائل عرب کے علاقوں سے گذرتا تھا قریش مکہ چونکہ کعبہ کے متولی تھے اور قبائل عرب انکا احترام کرتے تھے اس لئے وہ اس راستے سے بلا روک ٹوک گذر سکتے تھے چنانچہ انھوں نے اس بین الاقوامی تجارت پر قبضہ کرلیا اور اس پر اپنی اجارہ داری قائم کرلی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور اہل مکہ کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی تو ان کو یہ خوف لاحق ہوگیا کہ اگر ہم نے یہ دین قبول کرلیا تو جو شرک کے سراسر خلاف ہے تو مشرکین عرب ہمارے دشمن ہو جائیں گے اور ہمارا وہ تجارتی قافلہ جو ان کے علاقوں سے گذرتا ہے بند ہو جائیگا اور ہماری تجارت ٹھپ ہو جائیگی لہذا قریش کے چند آدمیوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اگر ہم آپ کی پیروی کرلیں تو لوگ ہمیں اچک لیں گے یعنی ہماری یہ بین الاقوامی تجارت ہم سے چھین لی جائیگی قریش مکہ کے اسلام قبول کرنے میں جو امور مانع تھے ان میں سے ایک یہ امر بھی ہے جو ان لوگوں نے پیش کیا۔ (حاشیہ لباب النقول)

مَسٰكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَنْ مِّنْ بَعْدِهِمْ اِلَّا قَلِيْلًا ؕ وَكُنَّا نَحْنُ

مسکنہاے ایشاں نہ نشتند از پس ایشاں مگر اندکے و بودیم ما

ان کے ٹھکانے نہ بسے ان کے بعد مگر تھوڑے اور ہم

الْوٰرِثِيْنَ ﴿۵۸﴾ وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى حَتّٰى

وارثان و نیست پروردگار تو ہلاک کنندہ اہل آں تا وقتیکہ

وارث ہیں ۱ اور نہیں ہے تمہارا رب ہلاک کرنیو الا شہر کے رہنے والوں کو جب تک

يَبْعَثَ فِيْٓ اُمِّهَا رَسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۚ وَمَا كُنَّا

بر انگیختہ در اصل آں فرستادہ کہ بخوانند بر ایشاں آیات ما و میستیم ما

نہ مبعوث فرما دے انکی اصل میں رسول جو ان پر ہماری آیتیں تلاوت کرے اور ہم نہیں ہیں

مُهْلِكِي الْقُرٰٓى اِلَّا وَاَهْلُهَا ظٰلِمُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ

ہلاک کنندہ اہل آں مگر اہل آں ستمگار بودند و آنچہ دادہ شد از

ہلاک کرنے والے اس شہر کو مگر ان کے رہنے والے ظالم تھے ۲ اور جو چیز تمہیں دی گئی

شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَزِيْنَتُهَا ۚ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ

چیزے پس بر خودداری زندگانی دنیا و آرائش آں و آنچہ نزد خدای

پس وہ دنیا کی زندگی کا برتنا ہے اور اس کی آرائش ہے اور جو اللہ کے پاس ہے

خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۰﴾ اَفَمَنْ وَّعَدْنٰهُ وَعْدًا حَسَنًا

بہتر و پایندہ تر است آیا نمیدانید آیا کسیکہ وعدہ دادیم وعدۂ نیکو

وہ بہتر اور زیادہ باقی رہنے والا ہے کیا تم عقل نہیں رکھتے ہو۳ تو کیا جسے ہم نے اچھا وعدہ دیا

فَهُوَ لَاقِيْهِ كَمَنْ مَّتَّعْنٰهُ مَتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ثُمَّ هُوَ

پس او در یابندہ آنست مانند کسیکہ بر خوددرای دادیم بر خودداری زندگانی دنیا پس او

تو وہ اسے ملنے والا ہے (اس شخص کی) طرح جسے ہم نے برتنے دیا دنیا کی زندگی میں پھر وہ

منزل ۵

ع ۶ ۹ ۱۰

تفسیر اظہار العرفان

۱ یعنی بہت سی بستی والوں کو ہم نے غارت کر دیا جن کی حالت تمہاری حالت کی طرح تھی، بَطِرَتْ: جو نازاں تھی، مغرور تھی، اتراتی تھی، یعنی ان کے باشندے اپنی خوش عیشی کے زمانے میں اتراتے تھے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے شکر گذار نہ تھے، حضرت عطاء کہتے ہیں کہ وہ سب عیش وغرور میں پڑے ہوئے تھے، اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا رزق کھاتے تھے، مزے اڑاتے تھے، بت پرستی کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں غرق تھے۔ (مظہری) لَمْ تُسْكَنْ مِّنْ بَعْدِهِمْ اِلَّا قَلِيْلًا: اس میں دو احتمال ہیں (۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ان بستیوں میں کوئی آباد نہ ہوا مگر مسافر اور گذرنے والے ایک دن یا چند گھنٹے ٹھہر جاتے تھے (۲) ہلاک شدگان کے گناہوں کی نحوست انکی بستیوں میں باقی رہی اس لئے ان کے بعد جو کوئی بھی آباد ہونے کی کوشش کرتا تو وہ اپنی کوشش میں کامیاب نہیں ہوتا۔ وَكُنَّا نَحْنُ الْوٰرِثِيْنَ: یعنی ان بستی والوں کی ہلاکت کے بعد ہم اس کے وارث ہوئے اس لئے کہ جب شے کیلئے مالک معین نہ ہو تو اس شے کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی میراث ہے کیونکہ اسکی بنائی ہوئی مخلوق کی فنا کے بعد وہی باقی رہنے والا ہے۔ (تفسیر کبیر)

۲ جب اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا کہ ان بستی والوں کو انکی نافرمانی کے سبب ہلاک کیا گیا تو سائل کی جانب سے دو سوال ابھر آئے (۱) حضرت محمد ﷺ کی بعثت سے پہلے کے کفار کو اللہ تعالیٰ نے کیوں ہلاک نہیں کیا کیونکہ وہ سب بھی تو کفر وعناد اور نافرمانی میں مبتلا تھے۔ جواب: آیت میں اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ عدمِ بعثت قوم کیلئے عذر کے قائم مقام ہے اس لئے ضروری تھا کہ انھیں بعثت کے بعد ہلاک کیا جائے (۲) حضرت محمد ﷺ کی بعثت کے بعد کفار نے جب کفر وعناد کو اپنایا اور آپ کے پیغام کو ٹھکرایا تو اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو کیوں نہیں ہلاک کیا؟ جواب: وَمَا كُنَّا مُهْلِكِي الْقُرٰٓى اِلَّا وَاَهْلُهَا ظٰلِمُوْنَ میں اس کا جواب موجود ہے اور وہ اس طرح کہ اہل مکہ کو باوجود نافرمانی اور کفر وعناد کے ہلاک اس لئے نہیں کیا گیا کہ ان میں سے بعض ایمان لے آئے اور ان میں سے بعض کے بارے میں اللہ تعالیٰ جانتا تھا کہ عنقریب وہ ایمان لے آئیں گے اور ان میں سے کچھ ایسے تھے جس کے بارے میں رب تعالیٰ کو علم تھا کہ یہ اگرچہ ایمان نہیں لائیں گے مگر ان کی اولاد ایمان لے آئے گی۔ (تفسیر کبیر) فِيْٓ اُمِّهَا: یعنی ان سب سے بڑی بستی میں، واضح رہے کہ بڑی بستی کو بعثت رسول کیلئے اس لئے خاص کیا کہ عموماً پیغمبروں کو سرداروں کے پاس ہدایت کیلئے [پہلے] بھیجا گیا کیونکہ عوام تو کفر وایمان میں خواص کے تابع ہوتے ہیں اس لئے رسول اللہ ﷺ نے ہرقل کو نامہ مبارک بھیجا تھا جس میں لکھا کہ اسلام لاؤ سالم رہو گے ورنہ تم پر رعایا کا وبال گناہ ہوگا اور سردار لوگ عام طور پر بڑے شہروں میں رہتے ہیں اور مرکزی مقامات ہی میں ان کے مکانات ہوتے ہیں۔ (مظہری) ۳ یعنی تم لوگ اپنی مدت حیات میں ان چیزوں سے نفع حاصل کر لو پھر تم سے یہ ساری چیزیں جدا ہو جائیں گی، یا تم ان ساری چیزوں سے جدا ہو جاؤ گے۔ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى: یعنی افضل اور ہمیشہ رہنے والا ہے، اس سے مراد آخرت کا گھر ہے اور آخرت کے گھر سے مراد جنت ہے۔ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ یعنی تمہیں اتنی بھی عقل نہیں ہے کہ باقی فانی سے افضل ہوتا ہے۔ (القرطبی)

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ ﴿٦١﴾ وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ

روز قیامت از حاضر شدگانست و روزیکه آواز دہد ایشانرا پس گوید

قیامت کے روز حاضر کیا ہوا ہو گا ۱ اور جس روز ندا کریگا انھیں تو فرمائیگا

اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿٦٢﴾ قَالَ الَّذِيْنَ

کجا اند شریکان من آنانکہ بودید شما گمان میبردید گفتند آنانکہ

کہاں ہیں میرے وہ شریک جنھیں تم گمان کرتے تھے ۲ کہا ان لوگوں نے جن پر

حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَغْوَيْنَا اَغْوَيْنٰهُمْ

واجب شد بر ایشاں گفتار اے پروردگار ما آنگروہ آنانند گمراہ کردیم ما کہ گمراہ کردیم ایشانرا

واجب ہوا قول اے ہمارے رب! یہ ہیں وہ گروہ جنھیں ہم نے گمراہ کیا' ہم نے گمراہ کیا انھیں

كَمَا غَوَيْنَا تَبَرَّاْنَآ اِلَيْكَ مَا كَانُوْٓا اِيَّانَا يَعْبُدُوْنَ ﴿٦٣﴾ وَ

ہمچنانکہ خود گمراہ خوار کردہ بودیم بتو نبودند کہ ما را میپرستندند و

جیسے ہم نے اپنے آپ کو گمراہ کیا تھا' ہم بیزار ہوکر تیری طرف رجوع لائے کہ ہم کو وہ سب نہیں پوجتے تھے ۳ اور

قِيْلَ ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ وَرَاَوُا

گفتہ شد بخوانید شریکان خود را پس بخوانند ایشانرا پس اجابت نکنند مر ایشانرا و بینند

کہا جائیگا بلاؤ اپنے شریکوں کو پس وہ سب بلائیں گے انہیں تو جواب نہیں دینگے انہیں اور دیکھیں گے

الْعَذَابَ لَوْ اَنَّهُمْ كَانُوْا يَهْتَدُوْنَ ﴿٦٤﴾ وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ

عذاب اگر ایشاں بودند کہ راہ یافتندے و تروزیکہ آواز دہد ایشانرا

عذاب کو' اگر وہ سب ہوتے راہ پائے ہوئے (تو کیا ہی اچھا تھا) ۴ اور جس روز آواز دیگا انھیں

فَيَقُوْلُ مَاذَآ اَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿٦٥﴾ فَعَمِيَتْ عَلَيْهِمُ

پسگوید چہ جواب دادید فرستادگانرا پس پوشیدہ شود بر ایشاں

تو کہے گا کیا جواب دیا تم نے رسولوں کو ۵ پس پوشیدہ ہونگیں ان پر

۱ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ آیت حمزہ بن عبدالمطلب اور ابوجہل بن ہشام کے بارے میں نازل ہوئی، حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ نبی ﷺ اور ابوجہل کے بارے میں نازل ہوئی، حضرت محمد بن کعب کہتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ عام مؤمن اور کافر کے بارے میں نازل ہوئی۔ جملہ کلام یہ کہ اس آیت کا نزول ہر اس کافر کیلئے ہوا جو دنیا میں عافیت کے ساتھ نفع اٹھاتا ہو لیکن وہ آخرت میں آگ میں ڈالا جائیگا، اور ہر اس مؤمن کیلئے جو دنیا کی بلا پر صابر رہے اور اللہ تعالیٰ کے وعدے پر راسخ العقیدہ رہے اور اس کیلئے آخرت میں جنت ہے۔ (القرطبی)

۲ یہاں اللہ تعالیٰ ان چیزوں کو بیان فرمارہا ہے کہ جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ قیامت کے روز کافروں سے سوال کریگا انکی تعداد تین ہے۔ ایک تو اسی آیت کریمہ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کافروں سے پوچھے گا کہاں ہیں وہ شرکاء جنھیں تم میرا شریک گمان کرتے تھے۔ واضح رہے کہ قیامت کے روز کفار پہچان جائیں گے کہ وہ لوگ جن بتوں کی عبادت کرتے تھے وہ سب جھوٹے خدا تھے اور ساتھ ہی ساتھ وہ لوگ توحید اور نبوت کی حقانیت کو بھی پہچان جائیں گے اس لئے ان سے پوچھا جائیگا کہ کہاں ہیں وہ سارے بت جنھیں تم عبادت میں شریک ٹھہراتے تھے۔ (تفسیر کبیر)

۳ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ کفار کے جواب کو بیان فرمارہا ہے کہ وہ لوگ کیا جواب دینگے۔ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ: اس کے بارے میں اختلاف ہے کہ یہ کون لوگ ہیں جن پر قول ثابت ہوا۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ وہ سردارانِ قوم ہیں جو لوگوں کو گمراہی کی جانب بلاتے تھے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد شیاطین ہیں۔ (تفسیر کبیر) ۴ اس آیت کریمہ میں دوسرا سوال ہے جو کافروں سے کیا جائیگا یعنی ان سے کہا جائیگا کہ اب تم اپنے بتوں کو مدد کیلئے پکارو' مطلب یہ ہے کہ اگر یہ لوگ بتوں کو مدد کیلئے پکاریں گے تو ان بتوں کی جانب سے کوئی مدد نہیں آئیگی اور ان کے بارے میں عذاب ثابت ہو گا۔ لَوْ اَنَّهُمْ كَانُوْا يَهْتَدُوْنَ: (۱) حضرت ضحاک اور حضرت مقاتل کہتے ہیں کہ اس سے مراد تابع اور متبوع ہیں یعنی جب یہ دونوں دنیا میں ہدایت یافتہ ہوتے تو آخرت میں عذاب نہ دیکھتے (۲) اگر دنیا میں ہدایت یافتہ ہوتے تو انھیں یقین ہوتا کہ عذاب حق ہے (۳) جب وہ لوگ آخرت میں عذاب دیکھیں گے تو تمنا کریں گے کہ کاش دنیا میں ہدایت یافتہ ہوتے (۴) اگر ہدایت یافتہ ہوتے تو عذاب ہٹانے کیلئے آج ایک حیلہ ہو جاتا۔ (تفسیر کبیر) ۵ اس آیت کریمہ میں اس تیسرے سوال کا ذکر ہے جو اللہ تعالیٰ کفار سے فرمائیگا۔ قاضی کہتے ہیں کہ یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ جبریہ کا قول غلط ہے۔ (تفسیر کبیر) یعنی اللہ تعالیٰ ان کفار سے پوچھے گا کہ جن نفوس کو میں نے اپنا پیغام دیکر بھیجا تھا تم نے انھیں کیا جواب دیا تھا؟ (القرطبی) اس آیت کریمہ میں مشرکین کیلئے ایک دوسری توبیخ ہے اللہ تعالیٰ ان سے پوچھے گا کہ تم نے میرے رسولوں کی تصدیق کی تھی یا تکذیب' ان دونوں میں سے کیا جواب تم نے دیا؟ (صفوۃ التفاسیر) اول الذکر سوال زجری سوال تھا جو شرک کے متعلق تھا اور یہ دوسرا سوال پیغمبروں کے انکار سے تعلق رکھتا ہے۔ (مظہری)

الْاَنْبَآءُ يَوْمَئِذٍ فَهُمْ لَا يَتَسَآءَلُوْنَ ﴿۶۶﴾ فَاَمَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَ

خبر های آنروز پس ایشاں نپرسند پس اما هر که توبه کرد

خبریں اس روز پس وہ سب اس روز پوچھ گچھ نہیں کرینگے [۱] پس وہ جس نے توبہ کی

عَمِلَ صَالِحًا فَعَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ مِنَ الْمُفْلِحِيْنَ ﴿۶۷﴾

و بگرود و بکند نیکی پس شاید آنکه باشد از رستگاران

اور ایمان لایا اور اچھا کام کیا قریب ہے کہ وہ سب فلاح پانے والوں میں سے ہوں [۲]

وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ ۗ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ ۗ سُبْحٰنَ

و پروردگار تو می آفریند آنچه خواهد و برگزیدند نبود ایشانرا اختیاری پاکست

اور تمہارا رب پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے اور پسند فرماتا ہے، نہیں ہے ان کیلئے کچھ اختیار، پاک ہے

اللّٰهِ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۶۸﴾ وَرَبُّكَ يَعْلَمُ مَا تُكِنُّ

خدای و بر تر است از آنچه شرک آرند و پروردگار تو میداند آنچه باشد

اللہ اور برتر ہے اس سے جو شرک وہ سب لاتے ہیں [۳] اور تمہارا رب جانتا ہے جو

صُدُوْرُهُمْ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ﴿۶۹﴾ وَهُوَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۗ

سینہائے ایشاں و آنچه آشکار کنند و او است خدای نیست معبودی مگر او

ان کے سینوں میں ہے اور جو کچھ ظاہر کرتے ہیں [۴] اور وہی ہے اللہ نہیں ہے کوئی معبود مگر وہ،

لَهُ الْحَمْدُ فِى الْاُوْلٰى وَالْاٰخِرَةِ ۫ وَلَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۷۰﴾

او را ست حمد در دنیا و آخرت و مرا او راا ست حکم و بسوے او باز کردید

اسی کیلئے حمد ہے دنیا اور آخرت میں، اور اسی کیلئے حکم ہے اور اسی کی طرف تم سب لوٹائے جاؤ گے [۵]

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الَّيْلَ سَرْمَدًا اِلٰى

بگو چوں می بینید اگر گرداند خدا بر شما شب را پاینده تا

آپ فرما دیجئے کیا تمہیں معلوم ہے اگر اللہ تم پر ہمیشہ رات کر دے

[۱] یعنی جواب دینے کے سلسلے میں وہ اندھوں کی طرح ہو جائیں گے جن کو کوئی راستہ نہیں سوجھتا پس وہ بھی اسی طرح کچھ بتانے سے عاجز ہو جائیں گے۔ دنیا میں جو وجوہ بیان کی جاتی ہیں وہ عارضی ہوتی ہیں بیرونی تاثرات کا نتیجہ ہوتی ہیں قیامت کے روز بیرونی اغوا ختم ہو چکا ہوگا اور کوئی خارجی حیلہ گری موجود نہ ہوگی اس لئے کوئی جواب دے نہ سکیں گے۔ اَلْاَنْبَآءُ: اس سے مراد پیغمبروں کو جھوٹ قرار دینے کا عذر: حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ اس سے دلائل مراد ہیں مطلب یہ ہے کہ وہ کچھ نہ کر سکیں گے اور کوئی دلیل پیش نہیں کر سکیں گے کیونکہ ان کے پاس کوئی دلیل ہی نہیں ہو گی۔ (مظہری)

[۲] جاننا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے جب کفار کے عذاب کو بیان فرمالیا اور کفار کیلئے توبیخ کے قائم مقام جو چیزیں تھیں ان کو بھی بیان فرمالیا تو اب اس کے بعد ان لوگوں کا ذکر ہو رہا ہے جو دنیا کی زندگی میں توبہ کر لیتے ہیں تا کہ اس بیان سے لوگوں کیلئے ترغیب ہو جائے اور جو لوگ کفر پر قائم ہیں ان کیلئے زجر ہو جائے۔ (تفسیر کبیر)

[۳] کہا گیا ہے کہ ولید بن مغیرہ نے جب یہ کہا: لَوْ لَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ یعنی یہ قرآن ان دو بڑی بستیوں میں سے کسی شخص پر کیوں نہیں اتارا گیا۔ اس قول کا جواب اللہ تعالیٰ نے اسی آیت کریمہ میں دیا، یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس آیت کریمہ میں یہود کو جواب دیا گیا ہے جب انھوں نے کہا کہ اگر محمد ﷺ کی طرف جبرائیل کے علاوہ کوئی اور فرشتہ وحی لے کر آتا تو ہم ضرور اس پر ایمان لاتے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ تمہارا رب اپنی خلقت میں سے جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور ان میں سے اپنی طاعات کیلئے جسے چاہتا ہے پسند کرتا ہے، یحییٰ بن سلام کہتے ہیں کہ تمہارا رب اپنی خلقت میں سے جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور ان میں سے جسے چاہتا ہے اپنی نبوت کیلئے پسند فرماتا ہے، نقاش بیان کرتے ہیں کہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ تمہارا رب اپنی مخلوق میں حضرت محمد ﷺ کو پیدا فرماتا ہے اور انھیں اپنے دین کی مدد کیلئے چن لیتا ہے۔ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ: مطلب یہ ہے کہ اختیار اللہ ہی کو ہے اور وہ اپنے افعال کی حکمت کو خوب جانتا ہے اس کی خلقت میں کسی کو اختیار نہیں ہے۔ ثعلبی کہتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر انھیں کوئی اختیار نہیں ہے یہ قول اصوب ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ: ''اور نہ کسی مسلمان مرد نہ مسلمان عورت کو پہنچتا ہے کہ جب اللہ و رسول کچھ حکم فرما دیں تو انھیں اپنا معاملہ کا کچھ اختیار رہے''، بعض علماء کہتے ہیں کہ کسی کیلئے مناسب نہیں ہے کہ وہ امور دنیا میں سے کسی امر کی جانب بڑھے جب تک کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اس معاملہ میں اختیار طلب نہ کر لے۔ اسی بناء پر حکم ہے کہ کام شروع کرنے سے پہلے استخارہ کی دو رکعت نماز ادا کر لے۔ مروی ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے انس جب کسی کام کا ارادہ کرو تو اپنے رب سے سات مرتبہ استخارہ کرو تم دیکھو تمہارا دل کس جانب جاتا ہے پس بھلائی اس میں ہے۔ (القرطبی)

[۴] یعنی رسول اور مؤمنین کیلئے جو عداوت تم چھپا کر رکھتے ہو اللہ تعالیٰ اسے خوب جانتا ہے۔ (صفوۃ التفاسیر) [۵] یعنی وہی اللہ مستحق عبادت ہے اس کے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں ہے۔ (صفوۃ التفاسیر)

يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِضِيَآءٍ ؕ

روز قیامت کیست خدای بجز خدای بیارد برائے شما روشنی

قیامت کے روز تک تو کون ہے خدا اللہ کے سوا جو تمہارے لئے روشنی لائے

اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ ﴿۷۱﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ

آیا نمی شنوید بگو چہ می بیند اگر سازد خدای بر شما

کیا تم سنتے نہیں ہو ۱ آپ فرما دیجئے کیا تمہیں معلوم ہے اگر اللہ تم پر

النَّهَارَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ

روز را پاینده یا روز قیامت کیست خدای بجز

ہمیشہ دن کر دے قیامت کے روز تک تو کون ہے خدا

اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُوْنَ فِيْهِ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۷۲﴾

خدای بیارد بشما بشب کہ آرام گیرید دراں آیا نمی بینید

اللہ کے سوا جو لائے تمہارے لئے رات جس میں تم آرام کرتے ہو کیا تم نہیں دیکھتے ہو ۲

وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا

و از رحمت خود گردانید برائے شما شب و روز را تا آرام یابید

اور اپنی رحمت سے تمہارے لئے رات اور دن لائے تا کہ تم آرام پاؤ

فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۷۳﴾

دراں و تا بجوئید از بخشایش او و شاید کہ شما شکر کنید

اس میں اور تا کہ تلاش کرو اسکا فضل اور شاید کہ تم شکر ادا کرو ۳

وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ

و روزیکہ آواز دہد ایشانرا پس گوید کجا اند شریکان من آنانکہ

اور جس روز آواز دیگا انھیں تو کہے گا کہاں ہیں میرے شریک جنھیں

۱ جاننا چاہئے کہ جب اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمالیا کہ حمد کا مستحق وہی ہے تو اب یہ بیان فرما رہا ہے کہ وہ حمد کا مستحق کیوں ہے ان میں سے بعض کو بیان فرما رہا ہے۔ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ متنبہ فرما رہا ہے کہ رات اور دن میری دو نعمتیں ہیں اس لئے کہ انسان ان دونوں میں اپنی حاجت پوری کرتا ہے اگر دن میں روشنی نہ ہو تو بندہ اپنے کام کاج کس طرح کریگا اور بندہ کام کاج نہیں کرسکتا ہے جب تک کہ وہ اپنی تھکاوٹ کے بعد آرام نہ کرے اور رات میں اگر اندھیرا نہ ہو تو بندہ آرام کیسے کریگا۔ جنت میں چونکہ کام کاج نہیں ہوگا اس لئے تھکاوٹ بھی نہ ہوگی اس لئے جنت میں رات کی حاجت نہ ہوگی بلکہ اس میں روشنی اور لذت ہونگی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ واضح کر دیا کہ ان دونوں پر اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی قادر نہیں ہے۔ واضح رہے کہ اس آیت کریمہ کے اختتام پر اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ ہے جبکہ اس کے بعد والی آیت کے اختتام پر اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ہے۔ پہلی آیت میں غرض یہ ہے کہ بندہ جو سنے اس سے انتفاع حاصل کرے اور دوسری آیت کی غرض یہ ہے کہ بندہ جو کچھ سنے اس پر غور و فکر کرے، اس وجہ سے اختتام کے کلمات میں فرق ہے۔ کلبی کہتے ہیں کہ اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ بمعنی اَفَلَا تُطِيْعُوْنَ ہے یعنی کیا تم اس کی اطاعت نہیں کرتے اور اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ کا مطلب یہ ہے کہ تم جو خطا اور گمراہی پر ہو کیا اسے دیکھتے نہیں ہو۔ (تفسیر کبیر)

۲ رات کی صفت تَسْكُنُوْنَ فِيْهِ بیان فرمائی لیکن روشنی کی صفت کوئی ذکر نہیں فرمائی کیونکہ روشنی بجائے خود بڑی نعمت ہے رات ایسی چیز نہیں ہے، پھر روشنی کے فوائد اتنے ہیں جن کا بیان نہیں کیا جاسکتا ہے۔ (مظہری)

۳ امام الحرمین اور دوسرے فضلاء وغیرہ فرماتے ہیں کہ اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ سورج ایک قوم کے پاس سے غروب ہوتا ہے تو دوسری قوم کے پاس طلوع ہوتا ہے، رات ایک قوم کے پاس لمبی ہوتی ہے تو دوسری قوم کے پاس چھوٹی ہوتی ہے اور خطِ استوا کے پاس رات اور دن برابر ہوتے ہیں۔ شیخ ابو حامد سے پوچھا گیا کہ بلغار یہ شہر کے لوگ نماز کس طرح ادا کریں اس لئے کہ وہاں سورج اتنی دیر کیلئے غروب ہوتا ہے جتنا وقت ہمارے یہاں مغرب اور عشاء کے درمیان ہوتا ہے اس کے بعد سورج پھر طلوع ہو جاتا ہے۔ آپ نے یہ جواب دیا کہ اس شہر سے سب سے زیادہ جو شہر قریب ہوگا اسی شہر کے اعتبار سے نماز روزہ کا حکم ہوگا [مطلب یہ ہے کہ رات اور دن کے چوبیس گھنٹے فرض کر لئے جائیں گے اب جس گھنٹے میں قریب کے شہر کے لوگ نماز پڑھتے ہونگے اس گھنٹے میں شہر کے لوگ بھی نماز پڑھیں گے گویا کہ ایسے شہر کے لوگوں کی نماز، روزہ وقت کے اعتبار سے دوسرے شہر کے تابع کیا جائیگا] اکثر فقہاء کے نزدیک اصح یہ ہے کہ اسی شہر کے لوگ رات اور دن کے گھنٹے فرض کرلیں گے اور گھنٹے کے اعتبار سے ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور فجر پڑھیں گے [فقہائے کرام کے اس نظریئے میں قریب کے شہر کا اعتبار نہیں کیا جائیگا] جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ ایک دن سال کے برابر ہوگا اور ایک دن مہینہ کے برابر ہوگا اور ایک دن ہفتہ کے برابر ہوگا۔ ظاہر ہے اس زمانے میں لوگ گھنٹوں کے اندازے سے نماز روزہ ادا کریں گے۔ (روح البیان)

كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿۷۴﴾ وَنَزَعْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا

بودید مشا کوران و بیوں آریم از ہر امتی گواہی

تم لوگ شریک گمان کرتے تھے ۱ اور ہم نکالیں گے ہر امتی میں سے ایک گواہ

فَقُلْنَا هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ فَعَلِمُوْٓا اَنَّ الْحَقَّ لِلّٰهِ وَضَلَّ

پس گفتیم ما بیائید بحجت خود پس بدانید آنکہ راست است مر خدایرا و گم شد

پس ہم فرمائیں گے لاؤ اپنی حجت تو جان لیں گے یہ کہ حق ہے اللہ کیلئے اور گم ہو جائیں گے

عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۷۵﴾ ع اِنَّ قَارُوْنَ كَانَ مِنْ

از ایشاں آنچہ بودند افترا میکردند ہر آئنہ قارون بود از

ان سے جو وہ سب افترا کرتے تھے ۲ بیشک قارون

قَوْمِ مُوْسٰى فَبَغٰى عَلَيْهِمْ وَاٰتَيْنٰهُ مِنَ الْكُنُوْزِ مَآ

قوم موسی پس ستم کرد بر ایشاں و دادیم او را از گنجہا آنچہ

موسی کی قوم میں سے تھا پس اس نے ظلم کیا ان پر اور ہم نے دیئے اس کو خزانوں سے جس کی

اِنَّ مَفَاتِحَهٗ لَتَنُوْٓاُ بِالْعُصْبَةِ اُولِى الْقُوَّةِ اِذْ

کلید ہاے آں بود گرانی میکرد جماعتی را خداوند توانای چون

چابیاں بھاری تھیں تمھاری ایک طاقتور جماعت پر جب

قَالَ لَهٗ قَوْمُهٗ لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ ﴿۷۶﴾

گفت او را قوم شادی مکن ہر آئنہ خدای دوست ندارد شادمانانرا

کہا اس سے اس کی قوم نے خوشی میں مت اترا بیشک اللہ دوست نہیں رکھتا ہے اترانے والوں کو ۳

وَابْتَغِ فِيْمَآ اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَلَا تَنْسَ

و طلب کن در آنچہ داد ترا خدای سرای آخرت و فراموش مکن

اور طلب کر اس (مال) میں جسے تجھے اللہ نے دیا آخرت کا گھر اور فراموش نہ کر

۱ جاننا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے اولاً مشرکین کے طریقہ کی مذمت فرمائی' پھر توحید اور اس کے دلائل کو ذکر کیا اس کے بعد پھر دوسری مرتبہ مشرکین کے طریقے کی مذمت کی جا رہی ہے اور آخرت میں ان کے احوال بیان کئے جا رہے ہیں۔ (تفسیر کبیر)

۲ حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ یہاں شَهِيْدًا سے مراد نبی ہے' یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ لوگ بتوں کی عبادت کئے جانے سے انکار کریں گے تو ان پر اللہ تعالیٰ اسے گواہ لائیگا۔ اول قول اظہر ہے۔ (القرطبی)

۳ بغوی نے لکھا ہے کہ قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کے چچا کا بیٹا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے باپ کا نام عمران تھا اور قارون کا باپ یصہر تھا اور عمران و یصہر دونوں قاہت بن لاوی بن یعقوب علیہ السلام کے بیٹے تھے۔ ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کا چچا اور عمران کا بھائی تھا اور قارون و عمران دونوں یصہر بن قاہت کے بیٹے تھے اور بنی اسرائیل میں کوئی بھی قارون سے زیادہ توریت کا قاری نہ تھا مگر سامری کی طرح یہ بھی منافق ہو گیا' جلال الدین محلی نے لکھا ہے کہ قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کے چچا کا بیٹا بھی تھا اور خالہ کا بیٹا بھی۔ فَبَغٰى عَلَيْهِمْ الخ: مروی ہے کہ فرعون کی طرف سے قارون کو بنی اسرائیل کا سردار بنا دیا گیا تھا جس کی وجہ سے وہ بنی اسرائیل پر ظلم کرنے لگا' حضرت ضحاک کہتے ہیں کہ قارون نے شرک کر کے قوم کے خلاف بغاوت کی۔ حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کے چچا یعنی آپ کے باپ کے بھائی کا بیٹا تھا اور بنی اسرائیل کے ساتھ دریا پار کرنے میں وہ بھی شریک تھا اور بڑا خوش آواز تھا لیکن سامری کی طرح اللہ تعالیٰ کا دشمن منافق ہو گیا اللہ تعالیٰ نے اس کو غارت کر دیا اور کئے کی پوری سزا دی' مال و اولاد کی کثرت کی وجہ سے وہ مغرور بن گیا تھا لیکن سورۂ مؤمن کی آیت وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَقَارُوْنَ فَقَالُوْا سٰحِرٌ كَذَّابٌ فرعون وہامان کی طرح قارون بھی کافر تھا نہ ظاہر میں ایمان لایا تھا نہ باطن میں۔ شہر بن حوشب نے کہا [غرور تکبر کا مظاہرہ کرنے کیلئے] قارون نے اپنے کپڑوں کی لمبائی دوسروں کے مقابلے میں ایک بالشت بڑھائی تھی یعنی اس کے کپڑے نیچے لٹکتے تھے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اپنا کپڑا تکبر سے نیچے لٹکا کر چلتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی طرف رحمت کی نظر نہیں کریگا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اپنی چادر غرور کی وجہ سے کھینچتا چلتا ہے اللہ تعالیٰ [قیامت کے دن رحمت کی] نظر سے اس کی طرف نہیں دیکھے گا۔ مِنَ الْكُنُوْزِ: جمع کردہ اموال کے ذخیرے۔ مَفَاتِحَهٗ: مالوں کے صندوق کی کنجیاں۔ خیثمہ نے کہا کہ میں نے انجیل میں دیکھا تھا کہ قارون کے خزانوں کی کنجیاں ساٹھ خچروں کا بوجھ ہوتی تھیں کوئی کنجی ایک انگلی سے بڑی نہ تھی اور ہر ایک کنجی ایک خزانے کی تھی' یہ بھی کہا جاتا ہے کہ قارون جہاں جاتا تھا اپنے خزانوں کی کنجیاں اپنے ساتھ اٹھا کر لے جاتا تھا وہ کنجیاں لوہے کی تھیں جب بوجھ زیادہ ہونے لگا تو اس نے لکڑیاں کی کنجیاں بنوالیں پھر ان کنجیوں کا بار بھی زیادہ ہو گیا تو گائے کے چمڑے کی کنجیاں ایک ایک انگلی کے برابر تیار کرالیں۔ (مظہری)

نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَاَحْسِنْ كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ

بہره از خود را از دنیا و نیکوئی کن ہمچنانکہ نیکوئی کرده است خدای بتو

اپنے حصہ کو دنیا میں اور بھلائی کر جیسی کہ اللہ نے کی ہے تجھ پر

وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْاَرْضِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۷۷﴾

و مجوئی تباہی در زمین ہر آئنہ خدای دوست ندارد و فساد کنندگانرا

اور نہ تلاش کر تباہی زمین میں' بیشک اللہ دوست نہیں رکھتا ہے فساد کرنے والوں کو ۱ کہا اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ

قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِيْ ؕ اَوَلَمْ يَعْلَمْ اَنَّ

گفت جز ایں نیست کہ داده شدم او را بر داشتی نزدیک من آیا ندانستہ است ہر آئنہ

مجھے دیا گیا ہے اسے ایک علم کی بنا پر جو میرے پاس ہے' کیا اسے معلوم نہیں ہے بیشک

اللّٰهَ قَدْ اَهْلَكَ مِنْ قَبْلِهٖ مِنَ الْقُرُوْنِ مَنْ هُوَ

خدای ہر آئنہ ہلاک کرد پیش از و از قرنہا کہ او

اللہ نے ہلاک کیا اس سے پہلے بستیوں کو کہ وہ

اَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَّاَكْثَرُ جَمْعًا ؕ وَلَا يُسْئَلُ عَنْ ذُنُوْبِهِمُ

سخت تر است از و از روئے قوت و بیشتر از روے جمع و پرسیده نخواہد شد از گناہان ایشاں

وہ سب اس سے زیادہ طاقتور اور مالدار تھے اور نہ پوچھا جائیگا انکے گناہوں کے بارے میں

الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۷۸﴾ فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ فِيْ زِيْنَتِهٖ ؕ قَالَ الَّذِيْنَ

گنہگاران پس بیروں آمد بر قوم خود در آرایش خویش گفتند آنانکہ

گنہگاروں سے ۲ پس نکلا اپنی قوم پر اپنی زینت میں' کہا انھوں نے جو

يُرِيْدُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا يٰلَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ

میخواہند زندگانی دنیا کاشکے بودی ما را مانند آنچہ داده شد

چاہتے ہیں دنیا کی زندگی کاش کہ ہمارے پاس بھی ہوتا اسکی مثل جو دیا گیا ہے

۱ یعنی اللہ تعالیٰ نے دنیا میں تمہیں جو عطا فرمایا ہے اس کے ذریعے آخرت طلب کرو' ایک مؤمن کی شان بھی یہی ہے کہ وہ دنیا کی منفعت پر آخرت کو ترجیح دیتے ہے۔ وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ نہ ضائع کر اپنی عمر کو اور دنیا میں آخرت کیلئے نیک عمل کر۔ پس انسان کا نصیب اس کی عمر ہے اور انسان اس میں عمل صالح کرتا ہے۔ حضرت حسن اور حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ دنیا میں تمہارے لئے جو حلال حصہ ہے اسے ضائع نہ کرو بلکہ اس حصہ سے نفع حاصل کرو۔ ان دونوں مفہوم کو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس قول میں جمع فرمادیا ہے کہ ''اپنی دنیا کی کھیتی کیلئے اس طرح (پُرسکون سے کوشش) کرو گویا کہ تم اس میں ہمیشہ رہو گے اور آخرت کیلئے عمل (میں اتنی جلدی) کرو گویا کہ کل تمہیں موت آ جائیگی'' حضرت امام مالک کہتے ہیں کہ نصیب سے مراد ہے بلا اسراف کھانا پینا۔ کہا گیا ہے کہ اس سے مراد کفن ہے اس وقت مطلب یہ ہوگا کہ فراموش نہ کر بیٹھو کہ تم تمام مال اس دنیا میں چھوڑ کر چلے جاؤ گے صرف تم اپنے ساتھ اپنا نصیب یعنی اپنا کفن لے کر جاؤ گے۔ وَاَحْسِنْ كَمَا اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ: مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور اسی کی عبادت کرو جیسا کہ اس نے تم پر انعام کیا۔ حدیث شریف میں ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے سوال کیا کہ احسان کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ تو اللہ کی اس طرح عبادت کر گویا کہ تو اسے دیکھ رہا ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ اس سے مراد ہے مساکن کے ساتھ صلہ رحمی کرنا۔ ابن عربی کہتے ہیں کہ اس میں بہت سے اقوال ہیں لیکن ان سب اقوال کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہی میں استعمال کرنا چاہیئے۔ (القرطبی) ۲ قوم والوں نے قارون سے کہا تھا وَاَحْسِنْ كَمَا اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ' قارون نے اس کا تردیدی جواب یہ دیا۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ نے میرے ساتھ کوئی احسان نہیں کیا مجھے اس کا استحقاق تھا اس کی کوئی مہربانی نہیں جس کا شکریہ ادا کرنا مجھ پر لازم ہو اور اس کے بندوں سے بھلائی کرنا مجھ پر فرض ہو جائے مجھے جو کچھ عزت مال اور جو سیادت ملی وہ میرے علم کی وجہ سے ہے۔ بعض علماء نے کہا علم سے مراد ہے کیمیا گری۔ حضرت سعید بن مسیب کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کیمیا بنانا جانتے تھے آپ نے علم کیمیا کا ایک حصہ یوشع بن نون کو سکھادیا' ایک تہائی حصہ کالب بن یوقنا کو اور ایک تہائی قارون کو۔ قارون نے یوشع اور کالب کو فریب دے کر وہ حصہ بھی معلوم کرلیا جو انھوں نے سیکھا تھا اس طرح پورا علم کیمیا اس کو حاصل ہو گیا اس کی مالداری کا یہی سبب تھا۔ بعض اہل علم کہتے ہیں کہ قارون نے جو لفظ علم بولا تھا اس سے اس کی مراد یہ تھی کہ میں تجارت کے گر جانتا ہوں' کاشتکاری کے فن سے خوب واقف ہوں اور کمائی کے دوسرے راستے مجھے معلوم ہیں انہی ذرائع سے میرے پاس مال آیا ہے۔ حضرت سہل کہتے ہیں کہ جس نے اپنے کو دیکھا یعنی اترایا اس نے فلاح نہیں پائی۔ خوش نصیب وہ ہے جس نے اپنے اوپر نظر نہ ڈالی اور نظر غرور سے اپنے افعال کو نہیں دیکھا۔ اور بدبخت وہ ہے جسکی نظر میں اس کے اعمال وافعال پسندیدہ بنا کر دکھادیئے گئے ہوں اور وہ ان پر فخر کرنے لگا ہو۔ (مظہری)

قَارُوْنُ ۙ اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ﴿۷۹﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ

قارونرا هر آئنه او خداوند بهره بزرگست و گفتند آنانکه داده شد علم

قارون کو' بیشک وہ بڑا نصیب والا ہے ۱ اور کہا ان لوگوں نے جنہیں دیا گیا علم

وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ۚ وَلَا

وائے شما را ثواب خدا بهتر است هر کرا بگرود و بکند نیکی و

خرابی ہو تمہاری اللہ کا ثواب بہتر ہے اس کیلئے جو ایمان لائے اور اچھا کام کرے اور

يُلَقّٰىهَآ اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ ﴿۸۰﴾ فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ ۣ قف

تلقین نکند مگر صبر کنندگان پس فرو بردیم او را و سرای او را زمین

نہیں پاتے ہیں اسے مگر صبر کرنے والے ۲ پس ہم نے دھنسا دیا اسے اور اس کے گھر کو زمین میں

فَمَا كَانَ لَهٗ مِنْ فِئَةٍ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۗ وَ

پس نبود او را هیچ گروهی که یاری کنند او را بجز خدای و

پس نہ تھا اس کیلئے کوئی گروہ جو مدد کرتا اسکی اللہ کے سوا اور

مَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِيْنَ ﴿۸۱﴾ وَاَصْبَحَ الَّذِيْنَ تَمَنَّوْا

نبود از باز دارنده عذاب و بامداد کردند آنانکه آرزو بردند

نہ تھا عذاب کو روکنے والوں میں سے ۳ اور صبح کی ان لوگوں نے جنہوں نے آرزو کی تھی

مَكَانَهٗ بِالْاَمْسِ يَقُوْلُوْنَ وَيْكَاَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ

منزلت او را دیروز میگویند و ای بدانکه خدای کشاده کند روزی

اس کے مرتبہ کی گذشتہ کل' کہتے ہیں خرابی ہے اللہ کشادہ فرماتا ہے رزق کو

لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ ۚ لَوْلَآ اَنْ مَّنَّ اللّٰهُ

هر کرا خواهد بندگان خود و تنگ کند اگر نه آنست منت نهاد خدای

جس کیلئے چاہتا ہے اپنے بندوں میں سے اور تنگ فرماتا ہے' اگر احسان نہ فرماتا اللہ

۱ حضرت ابراہیم نخعی کہتے ہیں کہ قارون اور اسکی قوم والے سبز سرخ لباس پہن کر نکلے' ابن زید کہتے ہیں کہ قارون ستر ہزار آدمیوں کو جوزعفرانی لباس پہنے ہوئے تھے ساتھ لے کر نکلا' حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ قارون اپنے ساتھیوں کو جوزعفرانہ لباس میں تھے اور سفید خچروں پر سوار تھے جن پر ارغوانی رنگ کی زینیں کسی ہوئی تھیں ساتھ لے کر نکلا۔ (مظہری)

۲ یعنی ان لوگوں نے کہا جو دنیا کے احوال سے واقف تھے اور جن کے نزدیک آخرت کے مقابلے میں دنیا کی کوئی قیمت نہ تھی۔ (غرائب القرآن)

۳ اہل روایت نے لکھا ہے کہ بنی اسرائیل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کے بعد قارون سب سے بڑا عالم تھا اور توریت کا سب سے بڑا قاری تھا' سب سے زیادہ حسین خوش آواز اور مالدار بھی تھا لیکن اس نے سرکشی کی اور حدود خداوندی سے آگے بڑھ گیا سرکشی اور نافرمانی کی ابتدا اس واقعہ سے ہوئی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے پاس وحی بھیجی کہ اپنی قوم کو حکم دے دو کہ ہر شخص اپنی چادر کے چاروں کونوں پر ایک ایک نیلا آسمانی رنگ کا دھاگہ باندھ لیں تا کہ دھاگہ کو دیکھ کر آسمانی رنگ ان کی نظر کے سامنے آجائے اور آسمانی رنگ کو دیکھ کر آسمان کی طرف نگاہ اٹھائیں اور ان کو یاد آجائے کہ اس آسمان سے اللہ تعالیٰ نے اپنا کلام اتارا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا اے میرے رب! کیا تیرا حکم اس طرح نہیں پورا ہوسکتا کہ وہ اپنی پوری چادریں نیلے رنگ میں رنگ لیں کیونکہ بنی اسرائیل ان دھاگوں کو حقارت کی نظر سے دیکھیں گے۔ فرمایا موسیٰ میرا چھوٹا حکم بھی چھوٹا نہیں ہوتا اگر وہ میرا چھوٹا حکم بھی نہیں مانیں گے تو بڑا حکم بدرجۂ اولیٰ نہیں مانیں گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو جمع کیا اور انھیں اللہ تعالیٰ کا حکم سنایا۔ بنی اسرائیل نے حکم کی تعمیل کی لیکن قارون نے حکم ماننے سے انکار کر دیا اور غرور سے کہنے لگا ایسا عمل تو آقا اپنے غلاموں کے ساتھ کرتے ہیں تا کہ ان کے غلام دوسرے غلاموں سے الگ ہو جائیں' قارون کی نافرمانی اور سرکشی کا یہی آغاز تھا۔ قارون کی سرکشی کو دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ جو اس کے ساتھ رہنا چاہے وہ اس کے ساتھ رہے اور جو میرا ساتھ دینا چاہے وہ اس کے پاس سے الگ ہو جائے۔ یہ سنتے ہی سب لوگوں نے قارون کا ساتھ چھوڑ دیا سب اس سے جدا ہو گئے صرف دو آدمی اس کے ساتھ رہ گئے پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے [زمین کو حکم دیا اور] فرمایا: اے زمین! ان کو لے لے زمین نے ان کے قدم کھینچ لئے۔ ایک روایت میں ہے کہ وہ اپنے تخت پر اس وقت موجود تھا زمین نے اس کے تخت کو نگل لیا پھر آپ نے زمین کو حکم دیدیا کہ اسکو بھی لے لے زمین نے گھٹنوں تک ان کو نگل لیا پھر آپ نے فرمایا: ان کو لے' زمین نے کمر تک ان کو نگل لیا' پھر آپ نے فرمایا: زمین ان کو لے' زمین نے ان کو گلے تک نگل لیا۔ قارون اس کے ساتھی برابر موسیٰ علیہ السلام سے منت وزاری کرتے رہے اور قارون برابر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا اور قرابت کا واسطہ دیتا رہا یہاں تک کہ ستر بار واسطہ دیا لیکن شدت غضب کی وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کی طرف کوئی التفات نہیں کی' اور زمین نے سب کو پورا نگل لیا۔ (مظہری)

عَلَيْنَا لَخَسَفَ بِنَا ۖ وَيْكَأَنَّهُ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُونَ ﴿۸۲﴾ تِلْكَ

بر ما فرو بردی بما وای بدانکه خدای نرہاند کافرانرا نیست

ہم پر تو دھنسا دیا جاتا ہمیں بھی، خرابی ہے اللہ نجات نہیں دیتا ہے کافروں کو ۱

الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا

ایں سرای آخرت ساختیم آنرا مر آنانرا کہ نمی خواہند برتری

یہ آخرت کا گھر ہے ہم نے بنایا اسے ان لوگوں کیلئے جو نہیں چاہتے ہیں برتری

فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا ۚ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۸۳﴾

در زمین و نہ فساد و سر انجام مر پرہیزگارانرا

زمین میں اور نہ فساد اور (اچھی) عاقبت پرہیزگاروں کیلئے ہے ۲

مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ خَيْرٌ مِّنْهَا ۚ وَمَنْ جَاءَ

ہر کہ بیاید بہ نیکی پس او را ست بہتر ازاں و ہر کہ آمد

جو کوئی نیکی لائے تو اس کیلئے اس سے بہتر ہے اور جو کوئی

بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَى الَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ اِلَّا

ببدی پس پاداش دادہ نشود آنانکہ کردند بدیہا مگر

بدی لائے تو بدلہ نہ دیا جائیگا ان لوگوں کو جنہوں نے برا کام کیا مگر

مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۸۴﴾ اِنَّ الَّذِيْ فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ

آنچہ بودند میکردند ہر آئنہ آنانکہ فرض کرد بر تو قرآن

جتنا وہ سب کرتے تھے ۳ بیشک وہ جس نے فرض کیا تم پر قرآن

لَرَآدُّكَ اِلٰى مَعَادٍ ۚ قُلْ رَّبِّيْ اَعْلَمُ مَنْ جَاءَ بِالْهُدٰى

البتہ باز گرداننده بسوے باز گشت بگو پروردگار من دانا تر است ہر کہ آمد بہدایت

ضرور لوٹانے والا ہے تمہیں پھرنے کی جگہ کی طرف، آپ فرمادیجئے میرا رب زیادہ جانتا ہے اسے جو لائے کہ کون

۱ یعنی رزق کی فراخی اور تنگی دونوں اللہ تعالیٰ کی مشیت سے وابستہ ہیں نہ رزق کی فراخی عند اللہ معزز ہونے کی علامت ہے [کہ کافر کو نہ ملے] نہ رزق کی تنگی اللہ تعالیٰ کی طرف بے عزتی کا نشان ہے [کہ مؤمن صالح کا رزق تنگ نہ ہو] (مظہری)

۲ دار آخرت سے مراد جنت ہے، حضرت ابن جریج اور حضرت مقاتل کہتے ہیں کہ یہ گھر اس کیلئے ہے جو ایمان اور مؤمنین پر تکبر نہیں کرتے، حضرت عکرمہ وغیرہ فرماتے ہیں کہ وَلَا فَسَادًا سے مراد یہ ہے کہ ناحق کسی کے مال کو نہیں لیتے ہیں، کلبی کہتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ غیر اللہ کی عبادت کی جانب نہیں بلاتے ہیں، یحیٰی بن سلام کہتے ہیں کہ اس سے انبیاء اور مؤمنین کا قتل مراد ہے۔ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ: حضرت ضحاک کہتے ہیں کہ اس سے جنت مراد ہے، حضرت ابومعاویہ کہتے ہیں کہ لَا يُرِيْدُ عُلُوًّا کے مصداق وہ لوگ ہیں جو اپنی ذلت کے خوف سے جزع نہیں کرتے اور اپنی عزت کو نہیں چھوڑتے ایسے ہی لوگ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بلند ہیں۔ مروی ہے کہ ایک روز حضرت علی بن حسین سواری پر سوار ہو کر مساکین کے پاس سے گذرے اس وقت وہ لوگ کچھ کھا رہے تھے، آپ نے انکو سلام کیا تو ان لوگوں نے سلام کا جواب دے کر آپ کو بھی کھانے کی دعوت دی اور یہی آیت تلاوت کی، یہ سن کر آپ سواری سے نیچے اترے اور انکے ساتھ کھانے میں شریک ہو گئے پھر آپ نے فرمایا کہ تم لوگوں نے مجھے کھانے کو کہا سو میں نے کھالیا اسکے بعد آپ سوار ہو کر گھر گئے اور ان تمام مساکین کے کھانے، پہننے اور نقدی کا انتظام کر دیا۔ ایک قول یہ ہے کہ کہ اَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ کا لفظ ثواب اور عقاب دونوں کو شامل ہے، مطلب یہ ہے کہ جن لوگوں نے تقوی کو اختیار کیا وہ اس گھر سے نفع حاصل کریگا اور جس نے تقوی کو اختیار نہیں کیا وہ اس گھر سے نفع حاصل نہیں کریگا۔ (القرطبی) ۳ جاننا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے جب یہ بیان فرمادیا کہ آخرت کا گھر ان لوگوں کیلئے نہیں ہے جو زمین میں تکبر اور فساد کرتے ہوں بلکہ آخرت کا گھر متقین کیلئے ہے۔ تو اب یہ بیان ہو رہا ہے جو انھیں حاصل ہوگا۔ مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ خَيْرٌ مِّنْهَا: اس میں چند احتمالات ہیں (۱) مطلب یہ ہے کہ جو کوئی نیکی لائیگا اس کیلئے وہ کلمہ خیر ہوگا جس کا بیان پہلے ہو چکا (۲) اسے ایسی چیز حاصل ہوگی جو اس نیکی سے افضل ہوگی مطلب یہ ہے کہ انھیں ان کے خواب سے زیادہ نیکی دی جائیگی۔ سوال: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ وَاِنْ اَسَاْتُمْ فَلَهَا "اگر تم نیکی کروگے تو نیکی اپنے لئے کروگے اور اگر بدی کروگے تو اپنے لئے کروگے" اس آیت میں احسان دو مرتبہ آیا ہے جبکہ اساءت یعنی بدی کا ذکر ایک ہی مرتبہ آیا ہے، اور مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ خَيْرٌ مِّنْهَا الخ آیت میں سیئہ کا لفظ دو مرتبہ آیا ہے اور احسان کا ذکر ایک ہی مرتبہ ہے، کیا سبب ہے؟ جواب: چونکہ یہ مقام دار آخرت کے بارے میں محل ترغیب ہے اور معصیت چھوڑنے کیلئے زجر میں مبالغہ مناسب رہتا ہے اس لئے اس آیت میں سیئہ کا لفظ دو مرتبہ آیا ہے۔ [تاکہ زجر میں مبالغہ ہو جائے] جبکہ اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ الخ والی آیت حال کی شرح مقصود ہے اس لئے اس آیت میں ان کے محاسن کے ذکر میں مبالغہ کیا گیا۔ (تفسیر کبیر)

وَمَنْ هُوَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۸۵﴾ وَمَا كُنْتَ تَرْجُوْٓا اَنْ يُّلْقٰٓى
و ہر کہ او در گمراہی بیداست و نبودی تو امید داشتہ آنکہ فرستادہ شود
ہدایت لاتا ہے اور کون کھلی گمراہی میں ہے ۱ اور تم امید نہ رکھتے تھے کہ بھیجی جائیگی
اِلَيْكَ الْكِتٰبُ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ ظَهِيْرًا
بسوے تو کتاب مگر رحمت از پروردگار تو پس مباش یاری دہندہ
تمہاری طرف کتاب مگر تمہارے رب کی رحمت سے پس نہ ہونا مدد دینے والا
لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿۸۶﴾ وَلَا يَصُدُّنَّكَ عَنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ بَعْدَ اِذْ
مر کافرانرا و باز ندارد کافران ترا از آیات خدای بعد ازانکہ
کافروں کو ۲ اور نہ روکیں کافرین تمہیں اللہ کی آیات سے بعد اس کے کہ
اُنْزِلَتْ اِلَيْكَ وَادْعُ اِلٰى رَبِّكَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ
فرود آوردہ شد بتو و بخواں بسوے پروردگار تو و مباش از
اتاری گئی تمہاری طرف اور بلاؤ اپنے رب کی طرف اور نہ ہو جانا
الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۸۷﴾ وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ
مشرکان و مخواں با خدای خدایان دیگر نیست معبودی مگر او
مشرکوں میں سے ۳ اور نہ پکارو اللہ کے ساتھ دوسرے خداؤں کو نہیں ہے کوئی معبود مگر وہی
كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ لَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۸۸﴾
ہر چیز فانی است مگر ذات او و را ست حکم و بسوے او باز گردید
ہر چیز فانی ہے مگر اسکی ذات (فانی نہیں ہے) اسی کیلئے ہے حکم اور اسی کی طرف تم سب لوٹائے جاؤ گے ۴
سُوْرَةُ الْعَنْكَبُوْتِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ تِسْعٌ وَّسِتُّوْنَ اٰيَةً وَّسَبْعُ رُكُوْعَاتٍ
سورہ عنکبوت مکی ہے اور اس میں ۶۹ آیات اور ۷ رکوع ہیں ۵

۱ حضرت مقاتل کہتے ہیں کہ نبی ﷺ غار سے مدینہ منورہ کی جانب رات کے وقت نکلے تھے اور وہ بھی اس راستے پر نہیں جس راستے سے عام طور پر لوگ جاتے تھے تا کہ کسی کو خبر نہ ہو جائے پس جب آپ اسی عام راستے کی جانب لوٹے اور مقامِ جحفہ میں اترے تو مکہ کے راستے کو پہچان لیا اور آپ کے دل میں مکہ کی چاہت ہوئی پس اسوقت حضرت جبرائیل علیہ السلام یہی آیت لے کر آپ کے پاس آئے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ آیت جحفہ میں نازل ہوئی، مکی ہے نہ مدنی۔ واضح رہے کہ اس سورت کا اختتام اس بشارت پر ہو رہا ہے کہ آپ مکہ میں دوبارہ تشریف لائیں گے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس آیتِ کریمہ میں آپ کو جنت کی بشارت دی جا رہی ہے لیکن اول قول اکثر مفسرین کرام کا ہے۔ (القرطبی)

۲ مطلب یہ ہے کہ آپ کی جانب کتاب اس لئے اتاری جا رہی ہے تا کہ رحم کیا جائے۔ (غرائب القرآن)

۳ اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ سے فرما رہا ہے کہ آپ کے رب نے جو کتاب کی آیات آپ پر نازل فرمائیں ہیں اس کی تبلیغ سے یہ مشرکین آپ کو نہ روک دیں کیونکہ یہ لوگ آپ سے یہ مطالبہ کر رہے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کی طرح یکبارگی آپ پر قرآن کیوں نہ اتارا گیا۔ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ: اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ مشرکین کو اپنے رب کی جانب بلانا نہ چھوڑیں۔ (ابن جریر)

۴ یعنی اللہ کے ساتھ کسی غیر کو عبادت میں شامل نہ کر اس لئے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ: حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ اس کا مطلب اِلَّا هُوَ ہے یعنی اس کے سوا ہر ایک فانی ہونے والا ہے، حضرت صادق کہتے ہیں کہ اس سے اللہ کا دین مراد ہے، حضرت ابو العالیہ اور حضرت ابو سفیان کہتے ہیں کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ اسکے سوا کسی کا قصد نہ کرنا چاہیئے۔ نیکیوں میں اسی کا قصد کرنا چاہیئے۔ (القرطبی) ۵ اس میں کل ۴۵۹۵ حروف اور ۱۹۸۱ کلمات ہیں۔ (غرائب القرآن) اس سورت کا موضوع بھی عقیدہ ہے، عقیدے کے بڑے اصول میں سے وحدانیت، رسالت، بعث بعد الموت اور جزا کو خصوصیت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، اس سورت میں ایمان کو خصوصیت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ اہل ایمان کو مصیبت میں مبتلا کرنا سنتِ الٰہی ہے، مسلمان چونکہ مکہ میں مختلف آلام میں مبتلا تھے اس لئے اللہ تعالیٰ اس سورت میں ان مسلمانوں کو تسلی دے رہا ہے، اس سورت کی ابتدا ہی میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو یہ باور کرایا کہ تمہیں ضرور بالضرور آزمایا جائیگا، پھر اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کی آزمائش کا ذکر فرمایا کہ وہ لوگ کیسی کیسی تکالیف میں مبتلا ہوئے لیکن پیغام پہنچانے کے سلسلے میں ذرہ برابر بھی سستی کا مظاہرہ نہیں کیا، سب سے پہلے حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ بیان ہوا، پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا، پھر حضرت لوط علیہ السلام کا پھر حضرت شعیب علیہ السلام کا قصہ بیان ہوا، اس سورت میں بعض سرکش قوموں کا ذکر کیا گیا ہے جیسے عاد، ثمود، قارون، ہامان وغیرہم اس سورت کا نام "عنکبوت" اس لئے رکھا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس سورت میں بتوں کی مثال مکڑی کے جالوں سے دی کہ یہ بت جن کی یہ لوگ عبادت کرتے ہیں کتنے کمزور ہیں۔ (صفوۃ التفاسیر)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ○

بنام خدای بخشندہ مہربان

اللہ کے نام سے (جو بہت) رحم والا مہربان (ہے)

الٓمّٓ ۚ ① اَحَسِبَ النَّاسُ اَنۡ يُّتۡرَكُوۡۤا اَنۡ يَّقُوۡلُوۡۤا اٰمَنَّا وَهُمۡ

منم خدای آیا وَنداشتند مردمان آنکہ فرو گذاشتہ شوند آنکہ میگویند گرویدیم ما و ایشاں

کیا گمان کیا لوگوں نے یہ کہ چھوڑ دیئے جائیں گے اتنا کہنے پر کہ ہم ایمان لائے اور وہ سب

لَا يُفۡتَنُوۡنَ ② وَلَقَدۡ فَتَنَّا الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ فَلَيَعۡلَمَنَّ

آزمودہ نشوند و ہر آئنہ آزمودیم آنانکہ پیش از ایشاں بودند پس البتہ ظاہر کرد

آزمائے نہ جائیں گے [1] اور بیشک ہم نے آزمایا ان لوگوں کو جو ان سے پہلے تھے تو ضرور ظاہر فرمائیگا

اللّٰهُ الَّذِيۡنَ صَدَقُوۡا وَلَيَعۡلَمَنَّ الۡكٰذِبِيۡنَ ③ اَمۡ حَسِبَ

خدای آنانکہ راست گفتند و البتہ ممیز سازد دروغ گویانرا آیا پنداری

اللہ ان لوگوں کو جنہوں نے سچ کہا اور ضرور الگ فرمائیگا جھوٹوں کو [2] کیا گمان کیا

الَّذِيۡنَ يَعۡمَلُوۡنَ السَّيِّاٰتِ اَنۡ يَّسۡبِقُوۡنَا ؕ سَآءَ مَا

آنانکہ میکردند بدیہا آنکہ پیش گیرند برؔ ما بد است آنچہ

ان لوگوں نے جو برا کام کرتے ہیں یہ کہ ہم سے آگے بڑھ جائینگے (اور ہم ان سے انتقام نہ لیں گے) برا ہے جو

يَحۡكُمُوۡنَ ④ مَنۡ كَانَ يَرۡجُوۡا لِقَآءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ

حکم میکنند ہر کہ باشد امید دارد بدیدن خدای پس البتہ مدت

حکم لگاتے ہیں [3] جو کوئی امید رکھتا ہو اللہ سے ملنے کی تو ضرور اللہ کی میعاد آنے والی ہے

اللّٰهِ لَاٰتٍ ؕ وَهُوَ السَّمِيۡعُ الۡعَلِيۡمُ ⑤ وَمَنۡ جَاهَدَ فَاِنَّمَا يُجَاهِدُ

خدای البتہ آیندہ است و اوست شنوای دانا و ہر کہ جہاد کند پس جز ایں نیست جہاد کند

اور وہی سننے والا جاننے والا ہے [4] اور جو کوئی کوشش کرے پس اسکے سوا کچھ نہیں ہے کہ وہ کوشش کرتا ہے

[1] یہ آیت مکہ کے ان آدمیوں کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے اسلام قبول کیا تو اصحابِ رسول ﷺ نے مدینے سے انھیں لکھ بھیجا کہ تمہارا اسلام اس وقت تک قبول نہ ہوگا جب تک کہ تم ہجرت نہ کرو' چنانچہ وہ ہجرت کے ارادے سے مکے سے مدینے کی طرف چل پڑے، لیکن مشرکین ان کا پیچھا کر کے انھیں واپس مکہ لے گئے اس پر ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ اس آیت کے نزول کے بعد [جس میں فرمایا گیا ہے کہ کیا لوگوں نے سمجھ رکھا ہے کہ بس وہ اتنا کہہ دینے پر چھوڑ دیئے جائیں گے کہ ہم نے اسلام قبول کیا اور انھیں آزمایا نہ جائیگا] اصحابِ رسول ﷺ نے ان کو لکھ بھیجا کہ تمہارے بارے میں یہ یہ کچھ نازل ہوا ہے۔ جب انھیں یہ خبر ملی تو کہنے لگے کہ اب ہم مکہ سے کوچ کرتے ہیں' اگر اس دفعہ بھی ہمارے پیچھے کوئی آیا تو ہم اس سے دو دو ہاتھ دکھائیں گے یہ کہہ کر وہ روانہ ہوگئے۔ قریش نے پھر ان کا تعاقب کیا لیکن اس دفعہ انھوں نے قریش کا مقابلہ کیا جس میں مرنے والے مارے گئے اور بچنے والے زندہ بچ گئے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں آیت ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيۡنَ هَاجَرُوۡا مِنۡۢ بَعۡدِ مَا فُتِنُوۡا نازل ہوئی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) اس آیت کریمہ کے فوائد معنویہ میں ہے کہ خلقت کا اصل مقصد عبادت ہے اور عبادت میں اعلیٰ مقصد محبت الٰہی کا حصول ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ بندہ عبادت کے ذریعے مجھ سے قریب ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ پھر میں اس بندے سے محبت کرنے لگتا ہوں۔ پس جس کا دل جتنا زیادہ اللہ تعالیٰ کی محبت سے لبریز ہوگا وہ اتنا ہی اللہ کے نزدیک درجہ میں اعلیٰ ہوگا۔ واضح رہے کہ دل کے لئے زبان ترجمان ہے' اور زبان کیلئے اعضاء مصدقات میں سے ہیں اور ان مصدقات کیلئے [عبادت] مزکیات میں سے ہے۔ پس بندہ جب زبان سے کہتا ہے میں ایمان لایا تو گویا کہ وہ یہ دعویٰ کر رہا ہے اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت ہے اس لئے اس محبت کیلئے شہود یعنی گواہ کا ہونا ضروری ہے' جب بندہ شریعت مطہرہ کے اوامر و نواہی پر عمل کرتا ہے تو وہ اپنے دعوائے محبت پر دلیل پیش کرتا ہے۔ (تفسیر کبیر) [2] یعنی ہم نے ماضی میں لوگوں کو آزمایا جیسے ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو آگ میں ڈال کر۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! لوگوں میں سب سے زیادہ بلا میں کون ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا: انبیاء' پھر امثل یعنی اولیاء پھر امثل یعنی عام مؤمنین' ہر شخص علی حسب دین آزمایا جائیگا اگر وہ اپنے دین میں پختہ ہوگا تو ان پر بلائیں بھی اسی طرح سخت آئیں گی، اگر دین میں کمزور ہوگا تو اس کی آزمائش بھی ویسی ہی ہوگی یہاں تک کہ زمین پر چلنا متروک ہو جائیگا اور جو خطا زمین پر ہے [اسے بھی چھوڑ دیگا] (القرطبی) [3] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس سے مراد ولید بن مغیرہ' ابوجہل' اسود' عاص بن ہشام' شیبہ' عتبہ' ولید بن عتبہ' عتبہ بن ابی معیط' حنظلہ بن ابی سفیان اور عاص بن وائل ہیں۔ (القرطبی) [4] مطلب یہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھتا ہو اسے چاہئے کہ دنیا میں مجاہدہ اور اطاعتِ الٰہی پر صبر کرے یہاں تک کہ جب اللہ سے ملاقات کرے تو اللہ تعالیٰ اسے صبر کا بدلہ عطا فرمائے۔ (صفوۃ التفاسیر)

لِنَفۡسِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِىٌّ عَنِ الۡعٰلَمِيۡنَ ۞ وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا

برا خود هر آئنه خدای بی نیاز است از عالمیان و آنانکه گرویدند

اپنے لئے، بیشک اللہ بے نیاز ہے عالمین سے ۱؎ اور وہ لوگ جو ایمان لائے

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَـنُكَفِّرَنَّ عَنۡهُمۡ سَيِّاٰتِهِمۡ وَلَـنَجۡزِيَنَّهُمۡ

و کردند نیکیها هر آئنه محو کنیم از ایشاں بدیهاے ایشاں و پاداش دادیم ایشانرا

اور اچھے کام کئے بیشک ہم مٹا دینگے ان سے ان کی برائیوں کو اور ہم بدلہ دینگے انھیں

اَحۡسَنَ الَّذِىۡ كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ ۞ وَوَصَّيۡنَا الۡاِنۡسَانَ

به نیکو ترین آنچه بودند میکردند و وصیت کردیم آدمیرا

سب سے اچھا جو وہ کرتے تھے ۲؎ اور ہم نے نیکی کی وصیت کی آدمی کو

بِوَالِدَيۡهِ حُسۡنًا ؕ وَاِنۡ جَاهَدٰكَ لِتُشۡرِكَ بِىۡ مَا

بمادر و پدر خود نیکوئی و اگر کوشش کنند با تو شرک که آری بمن آنچه

ان کے ماں باپ کے بارے میں اور اگر وہ کوشش کریں تجھ سے کہ شریک ٹھہرا میرے ساتھ جس کا

لَـيۡسَ لَكَ بِهٖ عِلۡمٌ فَلَا تُطِعۡهُمَا ؕ اِلَىَّ مَرۡجِعُكُمۡ فَاُنَبِّئُكُمۡ

نیست ترا باں دانش پس فرمان مبر از ایشاں بسوے منست باز گشت شما پس خبر کنم شما را

نہیں ہے تیرے پاس علم تو ان دونوں کی اطاعت نہ کرنا' میری ہی طرف تمہارا لوٹنا ہے پس میں خبر دونگا تمہیں

بِمَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ۞ وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

بآنچه بودید شما میکردید و آنانکه گرویدند و کردند نیکیها

اس کی جو تم کرتے تھے ۳؎ اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے

لَـنُدۡخِلَـنَّهُمۡ فِى الصّٰلِحِيۡنَ ۞ وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ يَّقُوۡلُ

هر آئنه در آریم ایشانرا در نیکو کاران و از مردمان کیست که میگوید

بیشک ہم داخل کریں گے انھیں نیکوکار میں ۴؎ اور لوگوں میں سے کچھ وہ ہیں جو کہتے ہیں

۱؎ یہ آیت اور اس سے پہلی والی آیت بتا رہی ہے کہ بندے کو عمل صالح کی کثرت کرنی چاہئے اور اللہ تعالیٰ پر مکمل یقین رکھنا چاہیئے اس لئے کہ جو بادشاہِ [حقیقی] کی وجہ سے کوئی کام کرے اور وہ یہ یقین کر لے کہ وہ اسے دیکھ رہا ہے ایسی صورت میں بندے کا عمل عمدہ ہوگا اور اس کا یقین بھی پختہ ہوگا۔ واضح رہے کہ اس آیت کریمہ میں بشارت بھی ہے اور انذار بھی۔ انذار تو اس اعتبار سے کہ اللہ تعالیٰ عالمین سے غنی یعنی بے پرواہ ہے اس لئے اگر وہ اپنے عذاب سے اپنے بندوں کو ہلاک کر دے تو اس پر کچھ نہیں ہے اس لئے کہ وہ غنی ہے اور یہ خوفِ عظیم کا سبب ہے۔ بشارت اس اعتبار سے ہے کہ جب وہ عالمین سے غنی ہے تو اپنے بندوں میں سے کسی ایک کو جمیع ما خلق عطا کر دے تو اس سے کوئی پوچھنے والا نہیں ہے پس اس اعتبار سے یہ بشارت ہے۔ (تفسیر کبیر)

۲؎ اس آیت کریمہ سے پہلا فائدہ تو یہ حاصل ہوا کہ اعمال ایمان کی تعریف میں داخل نہیں ہے اس لئے کہ عطف تغایر کا تقاضا کرتا ہے۔ دوسرا فائدہ یہ حاصل ہوا کہ اعمال ان چیزوں میں داخل ہے جو ایمان کیلئے مقصود ہیں اس لئے کہ گناہوں کا معاف کیا جانا اور اچھے کاموں پر بدلہ دیا جانا ایمان ہی پر معلق ہے اور ایمان ہی کا ثمر ہے۔ واضح رہے کہ ایمان تصدیق کا نام ہے جیسا کہ ارشاد ہے وَمَا اَنۡتَ بِمُؤۡمِنٍ لَّنَا یعنی آپ ہماری تصدیق نہیں کریں گے۔ شریعتِ مطہرہ کے اعتبار سے ایمان اُسے کہتے ہیں کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور جو کچھ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا علی سبیل التفصیل اس کی تصدیق کرنا' اگر مفصل یہ معلوم ہو جائے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے اور یہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے ورنہ علی سبیل الاجمال تصدیق کرنا۔ ہمارے نزدیک عمل صالح ہر وہ کام ہے جس کے کرنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہو' اور جس کام سے روکا گیا ہو وہ کام کا کرنا عمل صالح نہیں ہے بلکہ اسے چھوڑ دینا ہی عملِ صالح ہے۔ (تفسیر کبیر) ۳؎ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ام سعد نے [اپنے بیٹے سعد سے] کہا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے [ماں باپ سے] نیک سلوک کرنے کا حکم نہیں دیا ہے؟ خدا کی قسم! میں کھانا پینا چھوڑ دونگی تا آنکہ مجھے موت آجائے یا تم کفر اختیار کر لو۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ہی سے یہ روایت بھی ہے کہ جمیع امت کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مصیبت پر صبر نہیں کرتے مگر صدیق۔ (القرطبی) یہ آیت کریمہ اس پر دلیل ہے کہ کفر میں والدین کی اطاعت جائز نہیں ہے اس لئے کہ والدین کے ساتھ احسان اللہ تعالیٰ کے حکم کے بموجب واجب ہے پس اگر بندہ والدین کے کہنے پر اللہ تعالیٰ کی عبادت کو چھوڑ دیگا تو حقیقتاً وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کو چھوڑے گا اس لئے اس باب میں والدین کی اطاعت نہیں کی جائیگی [کیونکہ جس سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت چھوٹے اس میں مخلوق کی اطاعت نہیں کی جائیگی خواہ ماں باپ ہوں' یا استاد و امیر ہوں۔ اس لئے ارشاد ہوا لَا طَاعَةَ لِمَعۡصِيَةِ الۡخَالِقِ یعنی خالق کی معصیت کیلئے کسی کی اطاعت نہیں کی جائیگی] (تفسیر کبیر) ۴؎ یعنی ہم صالحین کی جماعت میں ملا کر ضرور جنت میں داخل کرینگے۔ (صفوۃ التفاسیر)

تفسیر اظہار العرفان

اٰمَنَّا بِاللّٰهِ فَاِذَاۤ اُوْذِیَ فِی اللّٰهِ جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ

گرویدیم ما بخدا پس چوں ایذا داده شود در راه خدای گرداند عذاب مردمان

ہم ایمان لائے اللہ پر پس جب ایذا دی جاتی ہے اللہ کی راہ میں تو کر دیتے ہیں لوگوں کے عذاب کو

كَعَذَابِ اللّٰهِؕ وَلَىٕنْ جَآءَ نَصْرٌ مِّنْ رَّبِّكَ لَیَقُوْلُنَّ اِنَّا

مانند عذاب خدای و اگر بیاید یاری از پروردگار تو البتہ گویند ہر آئنہ ما

اللہ کے عذاب کی مثل اور اگر آئے مدد تمہارے رب کی طرف سے تو ضرور کہیں گے بیشک ہم

كُنَّا مَعَكُمْؕ اَوَلَیْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِمَا فِیْ صُدُوْرِ الْعٰلَمِیْنَ ⑩

بودیم با شما آیا نیست خدای دانا تر بآنچہ در سینہاے عالمیانست

تمہارے ساتھ تھے کیا نہیں ہے اللہ خوب جاننے والا جو کچھ عالمین کے سینوں میں ہے [1]

وَلَیَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَیَعْلَمَنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ ⑪

و ہر آئنہ میداند خدا آنانکہ گرویدند و البتہ میداند منافقانرا

اور بیشک اللہ جانتا ہے ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور ضرور جانتا ہے منافقوں کو [2]

وَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّبِعُوْا سَبِیْلَنَا

و گفتند آنانکہ نگرویدند مر آنانرا کہ گرویدند پیروی کردید راه ما را

اور کہا ان لوگوں نے جنہوں نے کفر کیا ان لوگوں سے جو ایمان لائے تم پیروی کرو ہماری راہ کی

وَلْنَحْمِلْ خَطٰیٰكُمْؕ وَمَا هُمْ بِحٰمِلِیْنَ مِنْ خَطٰیٰهُمْ مِّنْ شَیْءٍؕ

و برادریم گناہان شما و نیستند ایشاں بردارندگان از گناہان ایشاں از چیزی

اور ہم اٹھائیں گے تمہارے گناہوں کو اور نہیں ہیں وہ سب اٹھانے والے ان کے گناہوں سے کوئی چیز

اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ⑫ وَلَیَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ وَاَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْؗ

ایشاں تکذیب کنندگانند و البتہ بردارند بار گران ایشاں و بار دیگر با بار گران خود

وہ سب تکذیب کرنے والے ہیں [3] اور ضرور اٹھائیں گے اپنے بوجھ اور اپنے بوجھ کے ساتھ دوسرے بوجھ

[1] اس جگہ اُوْذِیَ فِی اللّٰہِ ہے اور دوسری جگہ اُوْذُوْا فِیْ سَبِیْلِیْ ہے۔ ان دونوں کے فرق میں باریک نکتہ یہ ہے کہ یہاں اللہ تعالیٰ مؤمن صابر کے شرف کو بیان فرمارہا ہے اور منافق و کافر کی مذمت فرمارہا ہے جبکہ دوسری جگہ یہ بیان ہو رہا ہے کہ اہل ایمان کو میری راہ میں تکلیف دی جاتی ہے تا کہ میری راہ کو چھوڑ دے لیکن اہل ایمان اذیت و تکلیف کے باوجود میری راہ کو نہیں چھوڑتے ہیں جبکہ منافق اور کافر کو اگر تکلیف دی جائے تو اپنے نفس کی حفاظت کی خاطر میری راہ کو چھوڑ دیتے ہیں۔ جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ كَعَذَابِ اللّٰهِ: علامہ زمخشری کہتے ہیں کہ لوگوں کے تکلیف پہنچانے کے سبب ایمان سے اس طرح پھر جاتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے انسان کفر سے پھر جاتا ہے۔ یہ مطلب بھی بیان کیا گیا ہے کہ لوگوں کے تکلیف دینے پر آہ و بکا ایسے کرتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ کے عذاب دینے پر آہ بکا کیا جاتا ہے۔ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ لوگوں کی ایذا رسانی جو کمزور اور ختم ہو جانے والی ہے اسے اللہ تعالیٰ کے اس عذاب کی طرح ٹھہراتے ہیں جو دردناک اور دائمی ہے۔ وَلَىٕنْ جَآءَ نَصْرٌ مِّنْ رَّبِّكَ: اس ٹکڑے میں مِنْ رَّبِّكَ فرمایا مِنَ اللّٰهِ نہیں فرمایا گیا اس لئے کہ اسم جلالت یعنی اللہ ہیبت اور عظمت پر دلالت کرتا ہے جبکہ ''رب'' ایسا اسم ہے جو اس کی شفقت اور رحمت پر مدلول ہے پس نصرت کے موقع پر ایسا لفظ مناسب رہتا ہے جو رحمت اور مہربانی پر دلالت کرے اور عذاب کے وقت ایسا لفظ مناسب ہوتا ہے جو ہیبت اور عظمت پر دلالت کرے، پیچھے چونکہ عذاب کا ذکر تھا اس لئے وہاں مِنَ اللّٰهِ ارشاد ہوا، اور یہاں نصرت اور مہربانی کا ذکر ہے اس لئے مِنْ رَّبِّكَ ارشاد ہوا۔ (تفسیر کبیر)

[2] حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جو مکہ میں مشرکین کی جانب لوٹے۔ (القرطبی) [3] جب اللہ تعالیٰ نے تین گروہ کے حالات کو بیان فرمادیا تو اب اس آیت کریمہ میں یہ بیان ہو رہا ہے کہ کافران لوگوں کو جو اللہ پر ایمان لائے کفر اور فتنہ کی جانب بلاتے ہیں، یہ بھی بیان ہوا کہ ان کیلئے بڑا عذاب ہے۔ کافرین مؤمنین سے کہتے تھے کہ تم لوگ ذلت اور رسوائی پر کیوں صبر کرتے ہو، اپنے آپ سے ذلت اور عذاب کو کیوں نہیں ہٹا دیتے ہو اور ہماری موافقت کیوں نہیں کر لیتے ہو؟ اہل ایمان اس کا جواب یہ دیتے تھے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے خوف آتا ہے، کافرین یہ جواب مؤمنین سے سن کر کہتے کہ تم اپنا مذہب چھوڑ کر ہماری پیروی کرو، اس کے بعد جو خطا بھی ہوگی ہم اس کی ذمہ داری لیتے ہیں۔ وَلْنَحْمِلْ خَطٰیٰكُمْ کا مطلب یہ ہے کہ تم لوگ اگر ہماری پیروی کرو گے تو ہم تمہاری ہر طرح کی خطا اور بوجھ اٹھانے کے واسطے تیار ہیں۔ (تفسیر کبیر) حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ یہ بات کفار مکہ نے کہی تھی، حضرت مقاتل کہتے ہیں کہ ابوسفیان نے مؤمنوں سے کہا تھا کہ ہمارے دین پر اور ہمارے باپ دادا کے مذہب پر چلو، کفر کو اختیار کرنے کی جرأت پیدا کرنے کیلئے انھوں نے ایسا کہا تھا۔ فراء کہتے ہیں کہ وَلْنَحْمِلْ لفظ کے اعتبار سے امر کا صیغہ ہے لیکن معنی کے لحاظ سے جزا ہے یعنی اگر ہماری راہ پر چلو گے تو ہم تمہارے گناہ [قیامت کے دن بشرطیکہ وہ دن آئے] اپنے اوپر اٹھائیں گے۔ (مظہری)

وَلَيُسْـَٔلُنَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَمَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۳﴾ وَلَقَدْ

و هر آئنه پرسیده شوید روز قیامت از آنچه بودند افترا میکردند و هر آئنه

اور بیشک پوچھے جائیں گے قیامت کے دن جو کچھ سب افترا کرتے تھے ۱ اور بیشک

اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَلَبِثَ فِيْهِمْ اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا

فرستادیم ما نوح قوم خود پس درنگ کرد در ایشاں ہزار سال مگر

ہم نے بھیجا نوح کو ان کی قوم کی طرف پس ٹھہرے ان میں ہزار سال مگر

خَمْسِيْنَ عَامًا ۭ فَاَخَذَهُمُ الطُّوْفَانُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۴﴾ فَاَنْجَيْنٰهُ

پنجاه سال پس بگرفت ایشاں را طوفان و ایشاں ستمگاراند پس برهانیدیم او را

پچاس سال (کم) پس پکڑ لیا انھیں طوفان نے اور وہ سب ظالم تھے ۲ پس ہم نے نجات دی انھیں

وَاَصْحٰبَ السَّفِيْنَةِ وَجَعَلْنٰهَآ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۵﴾ وَاِبْرٰهِيْمَ

و یاران کشتی را و گردانیدیم آنرا نشانه مر عالمیانرا و ابراهیم

اور کشتی والوں کو اور ہم نے اسے نشانی بنائی عالمین کیلئے ۳ اور ابراہیم

اِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ

چوں گفت مر قوم خود را پرستید خدایرا و بترسید از و ایں بهتر است شما را اگر

جب کہا اپنی قوم سے پوجو اللہ کو اور ڈرو اس سے اور یہ بہتر ہے تمہارے لئے اگر

كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۶﴾ اِنَّمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا

هستید شما میدانید جز ایں نیست پرستید بجز خدا بت مادگانرا

تم جانتے ہو ۴ اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ تم پوجتے ہو اللہ کے سوا بتوں کو

وَّتَخْلُقُوْنَ اِفْكًا ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

و می بافید دروغے هر آئنه آنانکه پرستید بجز خدای

اور باندھتے ہو جھوٹ، بیشک وہ جنہیں تم پوجتے ہو اللہ کے سوا

تفسیر اظہار العرفان

۱ حضرت ابوامامہ باہلی کہتے ہیں کہ قیامت کے روز ایک شخص کو لایا جائیگا اور وہ کثیر نیکیوں والا ہوگا پس پے در پے حقدار آتے جائیں گے اور اس کی نیکیوں سے ہر حقدار کو اس کا حق دلایا جائیگا یہاں تک کہ اس شخص کی نیکیاں ختم ہو جائینگی؛ پھر حقدار اپنا حق طلب کریں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائیگا اس حقدار کو اس کا حق دیا جائے ملائکہ عرض کریں گے الٰہی اس کی نیکیاں اب باقی نہیں رہیں؛ اللہ تعالیٰ فرمائیگا کہ مظلوم کے گناہوں سے لے کر اس شخص پر ڈال دو؛ پھر اللہ کے رسول ﷺ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔ حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ جو شخص گمراہی کی طرف بلائے اس کا گناہ اس پر ہے اور ان لوگوں کا گناہ بھی جو اس گمراہی پر عمل کریں بغیر ان کے گناہوں کے کمی کے۔ اس کی نظیر قرآن کریم میں بھی موجود ہے۔ لِيَحْمِلُوْٓا اَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ وَمِنْ اَوْزَارِ الَّذِيْنَ يُضِلُّوْنَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ "تا کہ وہ سب اٹھائیں مکمل بوجھ قیامت کے روز اور ان لوگوں کے بوجھ جنہیں بغیر علم کے گمراہ کیا" حدیث شریف میں بھی اس کی نظیر موجود ہے "جو شخص اسلام میں کوئی برا طریقہ ایجاد کرے تو اس پر اسکا گناہ ہے اور جو لوگ اس کے بعد اس برے طریقے پر عمل کرینگے ان کا گناہ بھی، عمل کرنے والوں کے گناہ میں بغیر کوئی کمی کئے"۔ (القرطبی)

۲ فَلَبِثَ دلالت کر رہا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام پیغمبر بنائے جانے کے بعد اپنی قوم میں نوسو پچاس برس رہے۔ طوفان: جو چیز حد سے زیادہ گردش کرے خواہ ہوا ہو، یا پانی، یا اور کچھ اس کو طوفان کہتے ہیں۔ عظیم سیلاب طوفان ہے زیادہ تند و تیز آندھی طوفان ہے۔ اس جگہ طوفانِ آبی مراد ہے طوفان نے قوم نوح کو آ پکڑا جس میں سب ڈوب گئے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ چالیس سال کی عمر میں حضرت نوح علیہ السلام نے اعلانِ نبوت فرمایا پھر ساڑھے نوسو برس تک قوم کو ہدایت فرماتے رہے اور طوفان کے بعد ساٹھ برس تک زندہ رہے جب لوگوں کی نسلیں بڑھ گئیں اور پھیل گئیں اور آپ کی عمر ایک ہزار برس ہوگئی تو آپ کی وفات ہوگئی؛ حضرت وہب کہتے ہیں کہ حضرت نوح علیہ السلام کی عمر ایک ہزار چار سو برس ہوئی، آخر موت کے فرشتہ نے آکر پوچھا اے درازترین عمر والے پیغمبر آپ نے دنیا کو کیسا پایا؛ فرمایا ایسے جیسے ایک مکان ہو جس کے دو دروزے رکھے ہوں میں ایک دروازہ سے داخل ہوا اور دوسرے دروازہ سے باہر نکل گیا۔ (مظہری) ۳ جَعَلْنٰهَا یعنی ہم نے اس کشتی کو نشانی بنائی، یا اس سے مراد عقوبت ہے یا اس سے نجات مراد ہے۔ (القرطبی) یعنی اللہ تعالیٰ نے بعد والوں کیلئے کشتی کو عبرت بنا دیا۔ ابوالليث اپنی تفسیر میں کہتے ہیں کہ وہ کشتی جودی پہاڑ پر نبی ﷺ کی ہجرت کے قریب تک باقی رہی تھی؛ طوفانِ نوح اور ہجرت کے درمیان تین ہزار نوسو چھتر سالوں کا فاصلہ ہے۔ یہ کشتی دیکھنے والوں کیلئے علامت اور عبرت رہی اور جس نے کشتی کو نہیں دیکھا تھا تو اس تک اس کشتی کی خبر پہنچی تھی۔ (روح البیان) ۴ ابن کثیر کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے عبد، اپنے رسول اور اپنے خلیل ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں خبر دے رہا ہے کہ آپ نے اپنی قوم کو ایک خدا کی جانب بلایا اور اسی ایک کی عبادت کا حکم دیا اور تقوی میں اخلاص پیدا کرنے کا حکم دیا۔ (صفوۃ التفاسیر)

لَا يَمْلِكُوْنَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ وَ

مالک نیستند مر شما را روزی پس بجوئید نزد خدای روزی و

مالک نہیں ہیں تمہارے لئے روزی کا پس تلاش کرو اللہ کے پاس روزی اور

اعْبُدُوْهُ وَاشْكُرُوْا لَهٗ ؕ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝۱۷ وَاِنْ تُكَذِّبُوْا

پرستید ا ورا و شکر کنید بسوے او باز گردید و اگر تکذیب کردند

پوجو اسی کو اور شکر کرو اسکا' اسی کی جانب تم لوٹائے جاؤ گے ۱ اور اگر تم جھٹلاؤ

فَقَدْ كَذَّبَ اُمَمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ؕ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ

پس ہر آئنہ تکذیب کردند گروہی پیش از شما و نیست بر فرستادہ مگر رسانیدنی

تو بیشک جھٹلا چکا ایک گروہ تم سے پہلے' اور نہیں ہے رسول پر مگر

الْمُبِيْنُ ۝۱۸ اَوَلَمْ يَرَوْا كَيْفَ يُبْدِئُ اللّٰهُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ؕ

بیدا آیا نمی بینند چگونہ گرداند خدای آفریدن باز گرداند او را

کھلا پہنچانا ۲ کیا انھوں نے نہ دیکھا کیسے بناتا ہے اللہ مخلوق کو پھر لوٹائیگا اسے

اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝۱۹ قُلْ سِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا

ہر آئنہ ایں بر خدا آسانست بگو سیر کنید در زمین پس بنگرید

بیشک یہ اللہ پر آسان ہے ۳ آپ فرما دیجئے سیر کرو زمین میں اور دیکھو

كَيْفَ بَدَاَ الْخَلْقَ ثُمَّ اللّٰهُ يُنْشِئُ النَّشْاَةَ الْاٰخِرَةَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

چگونہ بیا فرید آفرینش پس خدای ظاہر گرداند آفریدن دیگر ہر آئنہ خدای

کیسے پیدا فرمایا مخلوق کو پھر اللہ ظاہر فرمائیگا دوسری تخلیق کو' بیشک اللہ

عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۲۰ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَرْحَمُ مَنْ

بر ہمہ چیز توانا ست عذاب کند ہر کرا خواہد و رحم کند ہر کرا

تمام چیز پر قادر ہے ۴ عذاب دیتا ہے جسے چاہے اور رحم فرماتا ہے جس پر چاہے

۱ ابلغ طریقے سے اللہ تعالیٰ مشرکین کے مذہب کے بطلان کو بیان فرما رہا ہے اور وہ اس طرح کہ معبود کی عبادت چند امور کیلئے کی جاتی ہے (۱) اس کی عبادت اس لئے کی جاتی ہو کہ وہ بذاتہ عبادت کا مستحق ہو جیسے غلام اپنے آقا کی خدمت اس لئے کرتا ہے کہ اس آقا نے اسے خریدا ہے اور اسے بھوک کے وقت کھانا کھلاتا ہے (۲) یا تو اس لئے کہ فی الحال اس کیلئے نافع ہو جیسے کوئی غلام آقا کے علاوہ کسی اور کی خدمت اس لئے کرتا ہے کہ اسے اس خدمت کے عوض پیسے ملیں گے اسی قبیل سے ہے کہ انسان کسی کو تنخواہ پر رکھتا ہے (۳) یا پھر اسکے لئے آئندہ نافع ہو جیسے کسی غیر کی خدمت اس امید سے کرتا ہو تا کہ مستقبل میں اس سے نفع حاصل کرے (۴) یا اس کے خوف سے اس کی بندگی کرتا ہو پس حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب اِنَّمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا فرمایا تو اس جانب اشارہ ہے کہ یہ بت کسی صورت بھی عبادت کے لائق نہیں ہیں اس لئے کہ یہ اوثان ہیں اور ان کیلئے کوئی شرف نہیں ہے۔ پھر جب اِنَّ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ الخ فرمایا تو اس جانب اشارہ فرمایا کہ وہی ہر صورت عبادت کا مستحق ہے اور "الرِّزْقَ" سے اس جانب اشارہ کیا گیا کہ حصولِ منفعت اسی سے وابستہ ہے۔ (تفسیر کبیر)

۲ جب اللہ تعالیٰ نے اپنی توحید کو بیان فرما لیا تو اب اس کے بعد تہدید بیان فرما رہا ہے۔ وَاِنْ تُكَذِّبُوْا: اس کے خطاب میں دو احتمالات ہیں (۱) یہ خطاب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم سے ہے یہاں بطور حکایت نقل کیا گیا ہے (۲) یہ خطاب نبی کریم ﷺ کی قوم سے ہے اور اس کا مقصد یہ ہے کہ آپ کی قوم کو نصیحت حاصل ہوتا' کہ آپ کی قوم تکذیب سے پاک رہے۔ (تفسیر کبیر) اس آیت کریمہ میں رسول اللہ ﷺ کو تسلی دی گئی ہے اور صبر کی جانب دعوت دی گئی ہے اور مخالفین کو زجر کیا گیا ہے۔ (روح البیان) ۳ آیت کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ اے اہل مکہ! اے اہل قریش! کیا تمہیں علماء نے خبر نہیں دی کہ کیسے تمہیں پیدا کیا گیا؟ (روح البیان) یعنی تکذیب کی تخلیق کی کوئی ایسی حالت ہی نہیں ہے کہ انھوں نے ابتدائی تخلیق کو نہ دیکھا ہو' كَيْفَ يُبْدِئُ یعنی کیا انھوں نے اپنی ابتدائی تخلیق کی کیفیت کو نہیں دیکھا ضرور دیکھا ہے لیکن عبرت حاصل نہیں کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو نطفہ سے' پھر بستہ خون سے' پھر گوشت کی بوٹی سے بنایا' پھر بچہ بنا کر باہر لے آتا ہے پھر وقت موت تک اس کے حالات نو بنو بدلتے رہتے ہیں یہاں تک کہ موت آجاتی ہے۔ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ: اعادہ سے مراد ہے مرنے کے بعد دوبارہ زندگی عطا کرنا' اعادہ کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ سبزہ اور پھل وغیرہ اللہ تعالیٰ دوبارہ ویسے ہی پیدا کر دیتا ہے جیسے گذشتہ سال پیدا کئے تھے۔ یہ [اعادہ] اللہ تعالیٰ کیلئے آسان ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ایسا کرنے میں کسی چیز کا محتاج نہیں ہے نہ ایسا کرنے سے اللہ تعالیٰ کو تھکان ہوتی ہے۔ (مظہری) ۴ دوبارہ زندہ کئے جانے کا انکار کرنے والوں سے کہہ دیجئے کہ زمین میں سیر کرو اور اس کی قدرت کا نظارہ کرو کہ اللہ تعالیٰ نے کیسی کیسی چیزیں پیدا کیں' مختلف زبانیں' مختلف رنگ اور مختلف طبائع ہیں۔ (صفوۃ التفاسیر)

يَّشَآءُ ۚ وَاِلَيْهِ تُقْلَبُوْنَ ﴿٢١﴾ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِى الْاَرْضِ

خواہد و بسوے ا وباز گردید و نیستند شما عاجز کنندہ در زمین

اور اسی کی طرف تم پھیرے جاؤ گے ا اور نہیں ہو تم عاجز کرنے والے زمین میں

وَلَا فِى السَّمَآءِ ۡ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّ

و نہ در آسمان و نیست شما را بجز خدای ہیچ دوستی و

اور نہ آسمان میں' اور نہیں ہے تمہارے لئے اللہ کے سوا کوئی دوست اور

لَا نَصِيْرٍ ﴿٢٢﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَلِقَآئِهٖ

نہ یاری دہندہ و آنکہ نگرویدند بآیات خدا و بدیدن او

نہ مدد کرنے والا ۲ اور وہ جو ایمان نہ لائے اللہ کی آیتوں پر اور اسکی ملاقات پر

اُولٰٓئِكَ يَئِسُوْا مِنْ رَّحْمَتِيْ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿٢٣﴾

آنگروہ نا امید شوند از رحمت من و آنگروہ ایشانراست عذاب سخت

یہی گروہ ہے کہ نا امید ہوئے میری رحمت سے اور یہی گروہ ہے کہ ان کیلئے سخت عذاب ہے ۳

فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوا اقْتُلُوْهُ اَوْ حَرِّقُوْهُ

پس نبود جواب قوم او مگر آنکہ گفتند بکشید او را یا بسوزید او را

پس نہ تھا جواب ان کی قوم کا مگر یہ کہ کہا قتل کرو انھیں یا جلا دو انھیں

فَاَنْجٰىهُ اللّٰهُ مِنَ النَّارِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿٢٤﴾

پس برہانید او را خدای از آتش ہر آئنہ دریں نشانہاست مر قوم را کہ میگرویدند

پس اللہ نے انھیں آگ سے نجات دی بیشک اس میں نشانیاں ہیں ایسی قوم کیلئے جو ایمان لاتی ہو ۴

وَقَالَ اِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا ۙ مَّوَدَّةَ بَيْنِكُمْ

و گفت جز ایں نیست فرا گرفتید خدا مادگانرا دوستی میان شما

اور فرمایا اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ تم نے بنا لئے ہیں اللہ کے سوا بتوں کو' دوستی ہے تمہارے درمیان

منزل ۵

ا یہاں تعذیب کو ذکر میں مقدم کیا جبکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میری رحمت میرے غضب پر سبقت لے گئی۔ ہم کہتے ہیں کہ یہاں تعذیب کو رحمت پر مقدم کرنے کی دو وجہیں ہیں (۱) اس آیت سے پہلے کفار کا ذکر ہوا تھا اس لئے اس ذکر کی مناسبت سے یہی بہتر تھا کہ تعذیب کو پہلے بیان کیا جائے تا کہ یہ اشارہ بھی ہو جائے کہ کفار عذاب کے مستحق ہیں (۲) یہاں رحمت کا ذکر تبعاً واقع ہوا تا کہ تنہا عذاب کا ذکر نہ ہو جائے [اور جس چیز کا تبعاً ذکر ہوتا ہے عام طور سے وہ بعد ہی میں ہوتی ہے اس لئے یہاں رحمت تعذیب کے بعد ہے] واضح رہے کہ یہ آیت گناہگاروں کو ڈرانے کیلئے اور مؤمنوں کو خوش کرنے کیلئے ہے (تفسیر کبیر)

۲ یعنی تم بھاگ کر زمین میں چھپ جاؤ' یا زمین کی غاروں میں گھس جاؤ تب بھی قضائے خداوندی سے باہر نہیں ہو سکتے' یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وَلَا فِى السَّمَاءِ کا مطلب ہو وَلَا مَنْ فِى السَّمَاءِ یعنی اللہ کے ان ملائکہ کو بھی عاجز نہیں بنا سکتے جو آسمان میں ہیں جیسے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا شعر ہے فَمَنْ يَّهْجُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ مِنْكُمْ ☆ وَيَمْدَحُهٗ وَيَنْصُرُهٗ سَوَاءٌ ۔ ترجمہ: تم میں سے جو لوگ رسول اللہ ﷺ کی ہجو کریں اور وہ لوگ جو رسول اللہ ﷺ کی مدح اور مدد کریں دونوں فریق رسول اللہ ﷺ کیلئے برابر ہیں [مطلب یہ ہے کہ آپ کو کوئی ضرر پہنچا سکتا ہے نہ نفع' کسی کی ہجو سے آپ کا کوئی نقصان نہیں اور کسی کی تعریف سے آپ کو کوئی فائدہ نہیں] (مظہری)

۳ اللہ تعالیٰ نے جب دو اصل کو بیان فرمایا یعنی توحید اور اعادہ اور پھر ان دونوں پر دلائل قائم ہو گئے اور منکرین کی مذمت بھی کر دی گئی تو اب اللہ تعالیٰ ارشاد فرما رہا ہے وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَلِقَائِهٖ: منکرینِ خدا کی طرف اشارہ ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ کیلئے ہر چیز میں نشانی موجود ہے وہ اللہ ایک ہے پس اگر کوئی اسکے ساتھ شرک کرے تو گویا وہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کا منکر ہے۔ اُولٰٓئِكَ يَئِسُوْا مِنْ رَّحْمَتِيْ: جب انھوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک کیا تو اپنے آپ کو محل رحمت سے نکال لیا اس لئے کہ جس کیلئے ایک جہت ہو تو اسکی حاجت پوری ہو جاتی ہے اور جب بہت سی جہات ہوں تو محل رحمت باقی نہیں رہتی' مشرکین نے جب بہت سے جھوٹے خدا بنا لئے تو یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہو گیا ہو۔ (تفسیر کبیر) پس مؤمن کو چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہو اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بے خوف نہ ہو' ان دونوں میں سے ہر ایک کفر ہے بلکہ خوف کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے امید بھی رکھنا چاہیئے۔ کافر اس کے دل میں نہ امید ہوتی ہے اور نہ خوف ہوتا ہے۔ (روح البیان)

۴ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچایا اور اس کی وحدانیت پر دلیل دی تو قوم نے اس کے جواب میں کہا کہ انھیں یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کو قتل کر ڈالو' فَاَنْجٰىهُ اللّٰهُ مِنَ النَّارِ: کیفیتِ نجات میں عقلاء کے مابین اختلاف ہے' بعض کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آگ کو سرد کر کے نجات دی اور یہ قول اصح ہے اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے موافق ہے يَا نَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا۔ بعض کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام میں وہ کیفیت پیدا فرما دی جس سے آگ سرد ہو گئی' بعض کہتے ہیں کہ دونوں اپنی حالت پر تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے آگ کو حکم دیا کہ ابراہیم کو اذیت نہ پہنچانا۔ (تفسیر کبیر)

فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُمْ
در زندگانی دنیا باز روز قیامت نگردد بعضے شما را
دنیا کی زندگی میں، پھر قیامت کے روز انکار کریگا تمہارا بعض

بِبَعْضٍ وَّيَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا ۙ وَّمَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَمَا
ببعضے و لعنت کند بعض شما را و جای شما آتش است و نیست
بعض کا اور لعنت کریگا تمہارا بعض بعض کو، اور تمہارا ٹھکانا آگ ہے اور نہیں ہوگا

لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ۝۲۵ فَاٰمَنَ لَهٗ لُوْطٌ ۘ وَقَالَ اِنِّيْ مُهَاجِرٌ
شما را از یارانے پس گروید او را و گفت ہر آئنہ من ہجرت کنندہ ام
تمہارے لئے مددگاروں میں سے کوئی ا پس ایمان لائے اس پر لوطؑ اور کہا بیشک میں ہجرت کرنے والا ہوں

اِلٰى رَبِّيْ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۲۶ وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَ
بسوے پروردگار من کہ اوست غالب با حکمت و بخشیدیم او را اسحاق و
اپنے رب کی طرف کہ وہی غالب حکمت والا ہے ۲ اور ہم نے انھیں اسحاق اور

يَعْقُوْبَ وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ وَ
یعقوب و کردیم مادر فرزندان خود نبوت و کتاب و
یعقوب عطا کئے اور ہم نے (قائم) رکھا انکے فرزندوں میں نبوت اور کتاب (کے سلسلے کو) اور

اٰتَيْنٰهُ اَجْرَهٗ فِي الدُّنْيَا ۚ وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝۲۷
دادیم او را مزد او در دنیا و ہر آئنہ او در آخرت از نیکوکارانست
ہم نے عطا فرمایا اسکا اجر دنیا میں، اور بیشک وہ آخرت میں نیک لوگوں میں سے ہونگے ۳

وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ ۡ مَا
و لوط چوں گفت مر قوم خود را کہ شما می آئید بفاحشہ آنچہ
اور لوط جب کہا اپنی قوم سے کہ تم آتے ہو بے حیائی کی طرف، جسے

۱ حضرت ابراہیم علیہ السلام جب آگ سے باہر تشریف لائے تو کفار کو وعظ و نصیحت کرنے لگے اور ان سے فرمایا کہ جب میں نے تمہارے مذہب کے فساد کو تم پر خوب ظاہر کر دیا ہے تو تمہارے پاس اس کے سوا کوئی اور کیا جواب ہو سکتا ہے کہ ہمارے باپ دادا نے ان بتوں کی عبادت کی اس لئے ہم بھی اس کی عبادت کرتے ہیں۔ واضح رہے کہ اس آیت سے پہلے ارشاد ہے کہ وَمَا لَكُمْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ یعنی واحد کا صیغہ ہے جبکہ اس آیتِ کریمہ میں وَمَا لَكُمْ مِنْ نّٰصِرِيْنَ یعنی جمع کا صیغہ ہے۔ اس میں حکمت یہ ہے کہ جب ان لوگوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جلانے کا ارادہ کیا تو انھوں نے کہا ہماری مدد ہمارے معبود کرینگے جیسا کہ ارشاد ہے حَرِّقُوْهُ وَانْصُرُوْٓا اٰلِهَتَكُمْ یعنی انھیں جلاؤ اور اپنے معبودوں سے مدد لو۔ پس ارشاد ہوا کہ تم نے یہ دعوی کیا تھا کہ یہ معبودانِ باطلہ ہمارے مددگار ہونگے حالانکہ قطعاً یہ تمہارے مددگار نہیں ہونگے جب کہ اس سے پہلی آیت میں انھوں نے [مطلقاً] مدد کئے جانے کا دعوی کیا تھا اس لئے واحد کا صیغہ لاکر جنس کی نفی کر دی گئی (تفسیر کبیر)

۲ حضرت ابراہیم علیہ السلام جب آگ سے باہر تشریف لائے تو سب سے پہلے حضرت لوط علیہ السلام نے آپ کی تصدیق فرمائی۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر حضرت لوط علیہ السلام ایمان لائے اور حضرت لوط علیہ السلام آپ کی بہن کے بیٹے تھے، اسی طرح حضرت سارہ آپ پر ایمان لائیں اور حضرت سارہ آپ کے چچا کی بیٹی تھیں۔ وَقَالَ اِنِّيْ مُهَاجِرٌ اِلٰى رَبِّيْ: یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قول ہے۔ حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کوفہ کی ایک بستی کوثا سے حران کی طرف ہجرت کی پھر ملک شام کی طرف، کلبی کہتے ہیں کہ آپ نے حران سے فلسطین کی جانب ہجرت کی اور آپ پہلے ہیں جنہوں نے کفر کی سرزمین سے ہجرت کی، مقاتل کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جس وقت ہجرت کی اس وقت آپ کی عمر مبارک ۷۵ سال تھی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اِنِّيْ مُهَاجِرٌ اِلٰى رَبِّيْ حضرت لوط علیہ السلام کا قول ہے۔ حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ سب سے پہلے جنہوں نے اللہ عز وجل کیلئے اپنے اہل وعیال کیساتھ ہجرت کی وہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہیں۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنے ساتھ رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ کو حبشہ کی جانب لیکر گئے، ان کی اس ہجرت کو رسول اللہ ﷺ سے مخفی رکھا گیا، قریش میں سے ایک عورت رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں آئی اور کہا کہ اے محمد ﷺ! میں نے آپ کے داماد کو دیکھا اور ان کے ساتھ انکی عورت بھی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کس حال میں تم نے ان دونوں کو دیکھا؟ وہ عورت کہنے لگی وہ خود پیدل چل رہے تھے اور انکی عورت سواری پر تھی، یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ان دونوں کی مدد فرمائے بیشک عثمان لوط علیہ السلام کے بعد پہلے ہیں جنہوں نے اپنے اہل کے ساتھ ہجرت کی۔ اِلٰى رَبِّيْ کا مطلب ہے اِلٰى رِضَاءِ رَبِّيْ یعنی اپنے رب کی رضا کی جانب۔ (القرطبی) ۳ یعنی ابراہیم جب اپنی قوم سے جدا ہو گئے تو ہم نے انھیں ولد صالح عطا فرمایا اور وہ حضرت اسحاق علیہ السلام ہیں اور ان کے بیٹے حضرت یعقوب علیہ السلام ہیں۔ (صفوۃ التفاسیر)

سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۸﴾ اَئِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ
پیشی گرفتہ بآں ہیچ یکی از عالمیان آیا شما می آئید
تم سے پہلے عالمین میں سے کسی نے بھی نہ کیا ۱ کیا تم آتے ہو

الرِّجَالَ وَتَقْطَعُوْنَ السَّبِيْلَ ۙ وَتَاْتُوْنَ فِيْ نَادِيْكُمُ
بمردمان و می برید راہ را و می آئید در مجلس خویش
مردوں کے پاس اور تم کاٹتے ہو راہ کو اور کرتے ہو اپنی مجلس میں

الْمُنْكَرَ ؕ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوا ائْتِنَا بِعَذَابِ
زشت پس نبود جواب قوم او مگر آنکہ گفتند بیائید بما عذاب
بری بات پس نہ تھا جواب ان کی قوم کا مگر یہ کہا کہ لاؤ ہمارے پاس اللہ کا

اللّٰهِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۲۹﴾ قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ
خدای اگر ہستی تو از راستگویان گفت اے پروردگار من یاری دہ مرا
عذاب اگر تم سچ کہنے والوں میں سے ہو ۲ عرض کی اے میرے رب تو مدد فرما میری

عَلَى الْقَوْمِ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۳۰﴾ وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَاۤ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى ۙ
بر قوم تباہکاران و آنوقتیکہ آمدند فرشتگان ما باابراہیم بمژدہ
ایسی قوم پر جو تباہکار ہیں ۳ اور جسوقت آئے ہمارے فرشتے ابراہیم کے پاس خوشخبری لیکر

قَالُوْۤا اِنَّا مُهْلِكُوْۤا اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ ۚ اِنَّ اَهْلَهَا كَانُوْا
گفتند ہر آئنہ ما ہلاک کنندہ ایم اہل ایں دیہہ ہر آئنہ اہل آں بودند
کہا بیشک ہم ہلاک کرنے والے ہیں اس شہر والوں کو بیشک اس کے رہنے والے

ظٰلِمِيْنَ ﴿۳۱﴾ قَالَ اِنَّ فِيْهَا لُوْطًا ؕ قَالُوْا نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَنْ فِيْهَا ۫
ستمگاران گفت ہر آئنہ دراں لوط است گفتند ما دانا ترم ہر کہ دراں است
ظالم ہیں ۴ کہا بیشک اس میں لوط ہیں کہا (فرشتوں نے) ہم خوب جانتے ہیں جو اس میں ہے

تفسیر اظہار العرفان

۱ آیت میں فعلِ [لواطت] کو فاحشہ کیوں کہا گیا؟ پس ہم کہتے ہیں کہ فاحشہ وہ ہے جس کا قبیح ہونا ظاہر ہو۔ پھر جاننا چاہیئے کہ شہوت اور غضب صنعت قبیح سے اس وقت ہیں جب یہ کسی مصلحت کے بغیر ہوں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو انسان میں بغیر مصلحت کے پیدا نہیں فرمایا ہے پس شہوت فرجیہ کی مصلحت یہ ہے اس کے ذریعے نوع [چاہے نوع انسان ہو یا نوع حیوان یا کوئی اور نوع ہو] کی بقا ہو یہ مصلحت حاصل نہ ہوگی مگر ولد کے وجود سے اور اسکی بقاء باپ کے بعد۔ اگر باپ سے پہلے بیٹا ہلاک ہو جائے تو کہا جائیگا کہ ایک نوع فنا ہوگئی۔ (تفسیر کبیر)

۲ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے اللہ تعالیٰ کا فرمان وَتَاْتُوْنَ فِيْ نَادِيْكُمُ الْمُنْكَرِ کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ وہ آنے جانے والوں پر غُلیل مارتے تھے اور ان کا مذاق بناتے تھے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قوم لوط کے لوگ اپنی مجالس میں بیٹھتے اور ہر ایک کے پاس ایک پیالہ ہوتا اور اس پیالہ میں ٹھیکریاں ہوتی تھیں جب کوئی شخص وہاں سے گذرتا تو انھیں ٹھیکری مارتے جسے ٹھیکری لگ جاتی اسی کے ساتھ فحش کام کرتے تھے۔ حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ وہ لوگ اپنی مجالس میں ہی مردوں کے پاس آتے تھے اور ایک دوسرے کو دیکھتے تھے۔ (القرطبی) قاسم بن محمد کہتے ہیں کہ وہ جلسوں میں بیٹھ کر آواز کے ساتھ ریاح خارج کرتے تھے۔ حضرت عبد اللہ بن سلام فرماتے ہیں کہ وہ ایک دوسرے پر تھوکتے تھے۔ حضرت مکحول کہتے ہیں کہ قوم لوط کی بری حرکتوں میں سے یہ باتیں تھیں کہ وہ گھاس چباتے تھے مہندی سے انگلیاں رنگتے، لنگیاں کھول دیتے' سیٹیاں بجاتے' کنکریاں مارتے اور بدفعلیاں کرتے تھے۔ امام بغوی نے لکھا ہے کہ روایت میں آیا ہے کہ قوم لوط والے اپنی مجلسوں میں بیٹھے ہوتے ہر شخص کے پاس ایک پیالہ ہوتا جس میں کچھ کنکریاں ہوتی تھیں کوئی مسافر ادھر سے گذرتا تو آپس میں کہتے تھے [اپنے شکار کو] لو چنانچہ ہر شخص مسافر کو نشانہ بنا کر کنکری مارتا تھا جس کی کنکری مسافر کو لگ جاتی وہی مسافر کا مستحق قرار پاتا تھا اول اس کا سب سامان چھین لیتا پھر اس کے ساتھ بدفعلی کرتا تھا اور تین درہم اس کو دے کر چلتا کر دیتا تھا۔ ان کا سرپنچ تین درہم دینے کا فیصلہ کرتا تھا۔ (مظہری) ۳ یعنی حضرت لوط علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اے اللہ ان لوگوں کو ہلاک فرما اور ان پر میری مدد فرما' بیشک یہ لوگ بیوقوف اور مفسد ہیں۔ ان سے صلاح کی امید نہیں کی جا سکتی ہے' یہ لوگ گمراہی اور فساد میں غرق ہیں۔ امام رازی فرماتے ہیں کہ انبیائے کرام علیہم السلام میں سے کوئی نبی بھی کسی قوم کی ہلاکت کیلئے دعا نہیں کرتے مگر جب انھیں معلوم ہو جاتا کہ ان کے وجود سے خیر معدوم ہو چکا ہے۔ (صفوۃ التفاسیر) ۴ حضرت لوط علیہ السلام نے جب قوم کی ہلاکت کیلئے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کو قبول فرما کر ملائکہ کو حکم دیا کہ قوم لوط کو جا کر ہلاک کر دو' پس ملائکہ مبشرین اور منذرین بن کر آئے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس پاکیزہ اولاد کی بشارت لے کر آئے اور اہل قریہ یعنی حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کیلئے منذرین [ڈرانے والے] بن کر آئے۔ (تفسیر کبیر)

لَنُنَجِّيَنَّهٗ وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۫ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿۳۲﴾ وَلَمَّآ

البتہ نجات دہیم او را و اہل او مگر زن او بود از باقی ماندگان و

ضرور ہم نجات دیں گے ان کے گھر والوں کو مگر اس کی عورت کو کہ رہ جانے والوں میں سے تھی ۱ اور

اَنْ جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِيْٓءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا

آنوقتیکہ آمدند فرستادگان ما پیش لوط اندوہناک شد بدیشا و تنگ شد بدیشاں جہت دل

جب ہمارے فرشتے لوط کے پاس آئے تو لوط کے پاس غمگین ہوئے انکے سبب اور ان (کی مہمانی) سے دل تنگ

وَّقَالُوْا لَا تَخَفْ وَلَا تَحْزَنْ ۫ قف اِنَّا مُنَجُّوْكَ وَاَهْلَكَ اِلَّا

و گفتند مترس و اندوہ مخور ہر آئنہ ما نجات دہیم ترا و اہل تو مگر

ہوئے انکے سبب اور انھوں نے کہا نہ ڈریئے اور غم نہ کھایئے' بیشک ہم نجات دینگے آپ کو اور آپ کے گھر والوں کو مگر

امْرَاَتَكَ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿۳۳﴾ اِنَّا مُنْزِلُوْنَ عَلٰٓى

زن تو بودند از پس ماندگان ہر آئنہ ما فرود آرندہ ایم بر

آپ کی عورت رہ جانے والوں میں سے ہو گی ۲ بیشک ہم اتارنے والے ہیں

اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۳۴﴾

اہل ایں دیہہ عذابے از آسمان بآنچہ بودند فسق میکردند

اس شہر والوں پر آسمان سے عذاب اس سبب جو فسق وہ سب کرتے تھے ۳

وَلَقَدْ تَّرَكْنَا مِنْهَآ اٰيَةًۢ بَيِّنَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَاِلٰى

و ہر آئنہ بگذاشتیم ما ازاں ۔ نشانہ روشن مر قومیرا کہ میدانند و بسوے

اور بیشک ہم نے چھوڑ رکھی اس سے روشن نشانی جاننے والی قوم کیلئے ۴ اور مدین

مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۙ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ

مدین برادر ایشاں شعیب پس گفت اے قوم من پرستید خدا را

کی طرف ان کے برادر شعیب کو' پس آپ نے فرمایا اے میری قوم پوجو اللہ کو

۱ یعنی ایسے لوگ بھی وہاں موجود ہیں جو ظالم نہیں ہیں' یہ ملائکہ کے قول پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اعتراض کیا' یا یہ بطور معارضہ فرمایا [کہ کافروں اور بدکاروں کا وہاں ہونا ضرور موجب عذاب ہے لیکن] ان کے پیغمبر لوط علیہ السلام بھی وہاں موجود ہیں جن کی موجودگی مانع عذاب ہے. لَنُنَجِّيَنَّهٗ وَاَهْلَهٗ: ہم ان کو اور ان کے گھر والوں کو ضرور بچا لینگے۔ ملائکہ کی طرف سے یہ قول حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اعتراض کو تسلیم کرنے پر دلالت کر رہا ہے لیکن اسی کے ساتھ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے علم سے زیادہ علم کا اظہار بھی ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بات کا پورا جواب بھی اسی سے ہو گیا کہ [آپ فکر نہ کریں] ہم لوط اور لوط کے گھر والوں کے علاوہ دوسرے لوگوں کو غارت کر دینگے۔ یا یوں کہا جائے کہ بستی والوں کی تباہی کا وقت مقرر کر دیا کہ جب لوط اور ان کے ساتھیوں کو ہم وہاں سے نکال لیں گے اس وقت بستی کو غارت کر دیں گے۔ (مظہری)

۲ پھر ملائکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس سے حضرت لوط علیہ السلام کے پاس بشری صورت میں آئے چونکہ یہ سب کے سب خوبصورت شکل میں آئے تھے اس لئے حضرت لوط علیہ السلام کو یہ خدشہ لاحق ہوا کہ کہیں قوم ان کے ساتھ برا سلوک نہ کرے اس وجہ سے آپ غمگین ہو گئے اسی کیفیت کو وَضَاقَ بِهٖ ذَرْعًا سے کنایۃً بیان کیا گیا ہے۔ سوال: یہی ملائکہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے تو ارشاد ہوا وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ [بغیر اَنْ کے] اور یہی ملائکہ جب حضرت لوط علیہ السلام کے پاس آئے تو ارشاد ہوا وَلَمَّآ اَنْ جَآءَتْ رُسُلُنَا [اَنْ کے ساتھ] اس میں کیا حکمت ہے؟ جواب: ملائکہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے تو سب سے پہلے آپ کو بشارت دی پھر کچھ دیر کے بعد کہا کہ ہم قوم لوط کو ہلاک کرنے آئے ہیں اور جب یہی ملائکہ حضرت لوط علیہ السلام کے پاس گئے تو حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کی عادت کی وجہ سے فوراً ان ملائکہ کے آنے پر خوف لاحق ہوا' اس لئے اتصال پیدا کرنے کیلئے یہاں وَلَمَّا جَآءَتْ کی بجائے وَلَمَّآ اَنْ جَآءَتْ ارشاد ہوا۔ (تفسیر کبیر) ۳ اس میں اختلاف ہے کہ آسمان سے ان پر کیا چیز اتار کر ہلاک کیا گیا۔ بعض نے کہا کہ آسمان سے ان پر پتھروں کی بارش برسائی گئی، یہ بھی کہا گیا ہے کہ آسمان سے آگ برسائی گئی، ایک قول یہ بھی ہے کہ انھیں دھنسا دیا گیا تھا۔ (تفسیر کبیر) ۴ یعنی اس بستی کو جس میں سیاہ پانی ہے اور جو قدس اور کرک کے درمیان واقع ہے۔ جاننا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کی نجات کو آیہ یعنی نشانی بتایا ارشاد ہوا فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَصْحٰبَ السَّفِيْنَةِ وَجَعَلْنٰهَآ اٰيَةً۔ اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نجات کو ایۃ یعنی نشانی بتایا ارشاد ہوا فَاَنْجٰىهُ اللّٰهُ مِنَ النَّارِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ ۔ اور اس آیت کریمہ میں قوم لوط کی ہلاکت کو آیہ یعنی نشانی بتایا۔ ان تینوں کو نشانیاں قرار دینے کی وجہ یہ ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ میں چلے گئے لیکن آگ نے ذرہ برابر بھی آپ کو نقصان نہیں پہنچایا' حضرت نوح علیہ السلام کو جودی پہاڑ پر اتار کر نجات دینا ایک امر عجیب ہے' اس لئے نشانی کہا اور اس جگہ یعنی قوم لوط کی ہلاکت اور ان میں سے حضرت لوط علیہ السلام کو نجات دینا ایک نشانی ہے۔ نکتہ: اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی نجات دینے اور ہلاک کرنے دونوں میں ہے لیکن نجات دینے کی نشانی کو مقدم رکھا اس لئے کہ یہ رحمت کی نشانی ہے۔ (تفسیر کبیر)

وَ ارْجُوا الْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿۳۶﴾

و امید میدارید امروز باز پسن را و تباہی مجوئید در زمین فساد کنان

اور امید رکھو پچھلے دن پر اور تباہی کی کوشش مت کرو زمین میں فساد کرتے ہوئے

فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ

پس تکذیب کردند پس بگرفتیم ایشانرا بزلزلہ پس گشتند در سرائے خود

پس انھوں نے جھٹلایا تو ہم نے پکڑا انھیں زلزلہ سے پس ہو گئے اپنے گھر میں

جٰثِمِيْنَ ﴿۳۷﴾ وَعَادًا وَّثَمُوْدَا۟ وَقَدْ تَّبَيَّنَ لَكُمْ مِّنْ مَّسٰكِنِهِمْ

مردہ شدہ و عاد و ثمود ہر آئنہ بیان کرد برائے شما از مسکنہاے ایشاں

مردہ ۲ اور عاد اور ثمود کو اور بیشک بیان کیا تمہارے لئے ان کے ٹھکانوں کو

وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ

و بیار است برائے ایشاں دیو کردار ہاے ایشاں پس باز داشت ایشاں از راہ

اور مزین کیا ان کیلئے شیطان نے ان کے کردار کو اور روکا انھیں راہ سے

وَكَانُوْا مُسْتَبْصِرِيْنَ ﴿۳۸﴾ وَقَارُوْنَ وَفِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ

و بودند بینایان و قارون و فرعون ہامان

اور وہ سب دیکھنے والے تھے ۳ اور قارون اور فرعون اور ہامان

وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ فَاسْتَكْبَرُوْا فِي

و ہر آئنہ آمد بدیشاں موسی بمعجزہا پس تکبر کردند در

اور بیشک ان کے پاس موسیٰ معجزوں کے ساتھ آئے پس انھوں نے تکبر کیا

الْاَرْضِ وَمَا كَانُوْا سٰبِقِيْنَ ﴿۳۹﴾ فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ

زمین و نبودند پیشی کنندگان پس ہمہ گرفتیم ما بگناہ خود

زمین میں اور وہ سب نکل جانے والے نہ تھے ۴ پس ہم نے ہر ایک کو ان کے گناہ کے سبب پکڑا

تفسیر اظہار العرفان

۱ مفسرین کرام کا مدین کے بارے میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ مدین ایک شخص کا نام ہے اور اسی شخص کے نام سے وہ قبیلہ مشہور ہو گیا جیسے تمیم، قیس وغیرہ۔ بعض کہتے ہیں کہ پانی کا نام ہے اسی نام سے قوم مشہور ہو گئی، لیکن اول قول اصح ہے۔ سوال: ایمان توحید کے بغیر مکمل نہیں ہوتا ہے اس لئے عبادت کا حکم دینا ایسی قوم کیلئے مفید نہ ہوگا اس لئے کہ اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے اور اس کے ساتھ غیر کی عبادت بھی کرے تو وہ مشرک ہے پس آیت میں صرف اُعْبُدُ اللّٰہَ پر اقتصار کیسے کیا؟ جواب: میں کہتا ہوں کہ یہ عبادت الٰہی کا حکم توحید کا فائدہ دے رہا ہے اور وہ اس طرح کی ایک شخص زید اور عمرو کی خدمت کرنے کے اعتبار سے دیکھ رہا ہو پھر اس شخص سے کہا جائے کہ تو عمرو کی خدمت کر تو اسکا مطلب یہ ہوگا کہ زید کی خدمت سے منھ پھیر لے اور عمرو کی خدمت اپنائے یا یوں سمجھیئے کہ ایک شخص کے پاس ایک دینار ہو اور وہ اسے زید کو دینا چاہتا ہو پس اگر اس سے کہا جائے کہ تو اسے عمرو کو دیدے تو اس حکم سے یہ کہا جائیگا کہ دینار زید کو مت دے بلکہ عمرو کو دے۔ بس اب اُعْبُدُ اللّٰہَ کو یوں سمجھیئے کہ مشرکین غیر اللہ کی عبادت میں مشغول تھے حضرت شعیب علیہ السلام نے ان سے کہا کہ تم لوگ اللہ کی عبادت کرو پس اس حکم سے یہ سمجھا جائیگا کہ غیر اللہ کی عبادت مت کرو صرف ایک خدا وحدہ لاشریک کی عبادت کرو [لہذا اُعْبُدُ اللّٰہَ میں توحید کا حکم بھی ہے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حکم بھی] (تفسیر کبیر)

۲ یعنی انھوں نے اپنے رسول حضرت شعیب علیہ السلام کو جھٹلایا پس اللہ تعالیٰ نے ان کو رجفہ سے ہلاک کر دیا (صفوۃ التفاسیر)

۳ مقاتل، قتادہ اور کلبی نے وَکَانُوْا مُسْتَبْصِرِیْنَ کی تشریح میں کہا کہ وہ لوگ اپنے مذہب کو اور حق سے گمراہ ہونے کو پسند کرتے تھے اور اپنے آپ کو راہِ راست پر خیال کرتے تھے اس تشریح کی بناء پر آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ اپنی نظر میں [اپنے دین کے معاملے میں] بڑے ہوشیار تھے۔ فراء نے مستبصر ہونے کا یہ معنی بیان کیا ہے کہ وہ لوگ اہل دانش و ہوش تھے، بصیرت مند تھے، غور و فکر کر سکتے تھے لیکن انھوں نے غور و فکر سے کام نہیں لیا۔ یہ مطلب بھی بیان کیا گیا ہے کہ ان پر واضح کر دیا گیا تھا کہ ان پر عذاب ضرور آئیگا، پیغمبر کے اقوال سے ان پر ظاہر ہو چکا تھا کہ [اگر وہ تائب نہ ہونگے تو] عذاب میں مبتلا ہونگے لیکن وہ اپنے افکار و اطوار پر جمے رہے اور اسکے نتیجہ میں تباہ کر دیئے گئے۔ (مظہری) آیت میں قارون کو فرعون اور ہامان پر شرفِ نسب کی بناء پر مقدم کیا گیا ہے اس آیت میں کفار قریش کیلئے تنبیہ ہے کہ وہ اپنے شرفِ نسب کی بناء پر عذاب سے رہائی نہیں پا سکتے ہیں جیسے قارون نے شرفِ نسب کی بناء پر نجات نہیں پائی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کے پاس دلائل واضحہ اور معجزاتِ باہرہ لے کر آئے لیکن قوم نے حق قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ یہاں ارض سے مراد مصر کی زمین ہے۔ وَمَا کَانُوْا سَابِقِیْنَ: اللہ تعالیٰ نے ہلاک کرنے کا جو حکم صادر فرمایا تھا یہ لوگ اس حکم سے بچ نہ سکے بلکہ حکم ہلاکت نے ان سب کو آلیا۔ امام راغب فرماتے ہیں کہ سبق کا مطلب ہے چلنے میں پہل کرنا۔ (روح البیان)

فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا ۚ

پس ازا یشاں کسے بود کہ فرستادیم ما برو بادی سخت

پس ان میں سے کوئی وہ ہے کہ ہم نے بھیجی اس پر سخت ہوا

وَمِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ ۚ

و از ایشاں کسیکہ بگرفت او را عذاب صیحہ

اور ان میں سے کوئی وہ ہے جسے پکڑا چنگھاڑ کے عذاب نے

وَمِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ ۚ

و از ایشاں کیست کہ فرو بردیم او را بزمین

اور ان میں سے کوئی وہ ہے کہ ہم نے اسے زمین میں دھنسا دیا

وَمِنْهُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا ۚ وَمَا كَانَ

و از ایشاں کیست کہ غرق کردیم ما و نبود

اور ان میں سے کوئی وہ ہے کہ ہم نے غرق کیا اور

اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا

خدای کہ ستم کند ایشانرا و لیکن بودند

اللہ ان پر ظلم نہیں کرتا تھا لیکن وہ اپنے اوپر

اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝۴۰ مَثَلُ الَّذِيْنَ

بر خود ایشاں ستم میکردند مثل آنانکہ

خود ظلم کرتے تھے [۱] مثال انکی جنہوں نے

اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ

فرا گرفتند بجز خدای دوستان مانند

اللہ کے سوا اولیاء بنا لئے

تفسیر اظہار العرفان

[۱] یعنی ان مجرموں میں سے ہر ایک کو ان کے گناہ کے سبب ہلاک کیا اور ان کی خطا کے سبب ان کا انجام کیا۔ ابن کثیر کہتے ہیں کہ ان کے جرم کی مناسبت سے ان کی سزا مقرر کی گئی۔ (صفوۃ التفاسیر) فَمِنْهُمْ مَنْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا: اس سے مرا قوم لوط ہے' وَمِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ اس سے مراد قوم مدین وثمود ہیں' وَمِنْهُمْ مَنْ خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ: اس سے مراد قوم قارون ہے' وَمِنْهُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا جیسے قوم نوح' فرعون اور اس کی قوم۔ (بیضاوی) حضرت لوط علیہ السلام کو بحر مردار کی ساحلی بستیوں کی جانب ہدایت کیلئے بھیجا گیا تھا جن میں سب سے بڑی بستی سدوم تھی۔ عموماً لوگ لواطت' رہزنی اور ناپ تول کی کمی میں مبتلا تھے لوگوں نے تصدیق نہ کی' ایمان نہ لائے اور سرکشی کی۔ حجت تمام ہونے کے بعد ان پر عذابِ الٰہی نازل ہوا۔ آبادیوں کو الٹ دیا گیا اوپر سے نوکیلی کنکریوں کی بارش ہوئی۔ حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی بھی بدکیش تھی وہ بھی ہلاک ہوگئی اہل ایمان کو بچالیا گیا[قومِ ثمود] یہاں یہ بات واضح رہے کہ ان کے طریقۂ ہلاک کو قرآن نے کہیں رجفہ [زلزلہ] کہیں صاعقہ[کڑک] کہیں صیحہ[چیخ] سے تعبیر کیا ہے اور کہیں صرف عذاب بتایا ہے یہ ایک ہی حقیقت کی مختلف تعبیرات ہیں۔ ایک گرجتی ہوئی بجلی جب پوری قوت کے ساتھ لرزہ فگن انداز میں کسی مقام پر گرے تو بیک وقت زلزلہ' کڑک اور چیخ سب کچھ ہے' بعض مفسرین نے یہاں زلزلہ مراد لیا ہے اس لئے قرینِ قیاس ہے کہ یہ آتش فشاں زلزلہ ہو کیونکہ جغرافیہ دانان قدیم وجدید کا اس پر اتفاق ہے کہ ارضِ ثمود آتش فشاں مادہ سے بھری ہوئی ہے۔[قارون] بنی اسرائیل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ایک مالدار سردار تھا۔ اس نے ۲۵۰ سرداروں کو ملا کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کوہِ طور پر جانے کے بعد حضرت ہارون علیہ السلام پر چڑھائی کی تھی اور عہدۂ کہانت یعنی بنی اسرائیل کی مذہبی سیادت کا خواستگار تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بددعا سے زمین میں مکان سمیت دھنس گیا۔[قومِ نوح] حضرت نوح علیہ السلام کی بددعا سے عراق میں ایسا طوفان آیا کہ ان کے ساتھیوں کے علاوہ ہر جاندار غرق ہوگیا' پھر حضرت نوح علیہ السلام کی نسل سے دنیا آباد ہوئی۔ اسی بناء پر آپکو آدمِ ثانی کہا جاتا ہے۔ آپ حضرت آدم علیہ السلام کی دسویں نسل میں تھے(۱) آدم (۲) شیث (۳) انوش (۴) قینان (۵) مہلائل (۶) یارو (۷) ادریس (۸) متوشالح (۹) لامک (۱۰) نوح۔[فرعون] اس سے مراد شاہِ مصر کی ذات ہوتی ہے جیسے خلافت عثمانی کے زمانہ میں بابِ عالی سے مراد خلیفہ کی ذات ہوتی تھی۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں فرعون کا نام اپوفس تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی جس فرعون نے پرورش کی تھی اسکا نام رعمیس دوئم تھا[اسکی اور اسکی قوم کی ہلاکت کا واقعہ بڑا مشہور ہے] (خازن وغیرہ)

تفسیر اظہار العرفان

كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ ۚ اِتَّخَذَتْ بَيْتًا ۭ وَاِنَّ

خانه عنکبوتست که فرا گیرد خانه او

(ایسی ہے) جیسے مکڑی کے گھر کی طرح ہے کہ جسے اس نے بنایا

اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ ۘ لَوْ كَانُوْا

و هر آئنه ست ترین خاہا عنکبوتست اگر بودند دانستند

اور بیشک سب سے کمزور ہے گھروں میں مکڑی کا گھر، اگر وہ سب جانتے ۱

يَعْلَمُوْنَ ۝۴۱ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ

هر آئنه خدای میداند آنچه میخوانند

بیشک اللہ جانتا ہے جسے وہ سب پکارتے ہیں

دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۴۲

بجز او از چیزے و اوست غالب با حکمت

اسکے سوا کسی شے کو، اور وہی غالب حکمت والا ہے ۲

وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ۚ وَمَا يَعْقِلُهَآ

و ایں مثلہا بیان کردیم برائے مردمان و نمیداند آنرا

اور یہ مثالیں ہم بیان کرتے ہیں لوگوں کیلئے اور نہیں سمجھتے اسے

اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ ۝۴۳ خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ

مگر دانایان بیافرید خدای آسمانہا و زمین

مگر علم والے ۳ پیدا کیا اللہ نے آسمانوں اور زمین کو

بِالْحَقِّ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۝۴۴ ع

براستی هر آئنه دریں نشانه است مر مؤمنانرا

حق کیساتھ، بیشک اس میں نشانی ہے مؤمنوں کیلئے ۴

۱ یعنی جو کافر بتوں پر بھروسہ رکھتے ہیں اور انھوں نے بتوں کو اپنا محل اعتماد قرار دے رکھا ہے ان کی مثال کمزوری اور ضعف کے لحاظ سے ایسی ہے جیسے مکڑی نے اپنا جالا بنایا ہو، بلکہ مکڑی کے جالے سے بھی زیادہ ان کا محل اعتماد کمزور ہے مکڑی کا جالا پھر بھی کوئی حقیقت رکھتا ہے اور اس کا کچھ فائدہ مکڑی کو پہنچتا ہے۔ بت پرستوں کی حالت اس سے بھی گئی گذری ہے۔ مطلب یہ ہے کہ بت پرستوں کے مذہب کی مثال مکڑی کے جالے کی طرح ہے۔ یا یہ مطلب ہے کہ جن کافروں نے اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کو کارساز بنا رکھا ہے اہل توحید کے مقابلے میں ان کی حالت ایسی ہے جیسے اس مکڑی کی جس نے اپنا گھر کسی آدمی کے گھر کے مقابلے میں بنایا۔ (مظہری) عنکبوت ایک معروف حیوان ہے اس کی آٹھ ٹانگیں اور چھ آنکھیں ہیں (صاوی) فراء کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی مثال اس آیتِ کریمہ میں دی ہے جو معبودِ برحق کو چھوڑ کر بہت سارے ایسے معبودوں کی پرستش کرتے ہیں جو نہ انھیں نفع دے سکیں اور نہ انھیں نقصان پہنچا سکیں جس طرح مکڑی کا گھر نہ اسے سردی سے بچا سکتا ہے اور نہ گرمی سے بچا سکتا ہے۔ اس گھر میں مکڑی صحیح طور پر ٹھہر بھی نہیں سکتی ہے۔ حضرت ضحاک کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ مثال انکی کمزوری کی بناء پر دی ہے۔ جس طرح مکڑی کا گھر کمزور ہوتا ہے اسی طرح یہ بت بھی کمزور ہیں۔ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ: یعنی کاش کہ یہ لوگ جس طرح مکڑی کے گھر کی کمزوری کو جانتے ہیں اسی طرح ان بتوں کی کمزوری کو بھی جان لیتے۔ عطاء خراسانی کہتے ہیں کہ مکڑی نے دو مرتبہ اپنا جالا بنایا ایک مرتبہ حضرت داوٗد علیہ السلام کے لئے جب جالوت آپ کو ڈھونڈ رہا تھا۔ دوسری مرتبہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم [جب غارِ ثور میں تھے] کیلئے جالا بنایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ گھر سے مکڑی کے جالا کو صاف کردیا کرو اس لئے کہ اس سے فقر آتا ہے اور ایسی چٹائی بچھانے سے منع فرماتے تھے جس پر جالا ہو۔ (القرطبی) ۲ یعنی اللہ کے سوا وہ جس چیز کو پوجتے ہیں اللہ تعالیٰ واقف ہے۔ مَا يَدْعُوْنَ میں مَا اگر مصدریہ مانا جائے تو اس وقت مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ان کی عبادتِ غیر اللہ کو جانتا ہے۔ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ: یہ سابق کلام کی علت ہے ایک غالب حکیم ہستی کے ساتھ ایسی چیز کو عبادت میں شریک کرنا جو بالکل ہیچ اور بے مقدار ہیں انتہائی حماقت ہے اللہ قادر مطلق ہے ہر چیز پر اس کو قدرت تامہ حاصل ہے عالم کل بھی ہے اس کے مقابلے میں بے جان جماد کوئی ہستی نہیں رکھتا بالکل معدوم کی طرح ہے۔ ایسا محیط کل علم رکھنے والا قادر مطلق یقیناً منکروں کو سزا دینے پر قدرت رکھتا ہے۔ (مظہری) ۳ یعنی ان مثالوں کو راسخ فی العلم اور اشیاء میں علی استطاعت غور وفکر کرتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی جانب سے [ایک خاص] عقل عطا فرمائی پس ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر عمل کرتے ہیں اور ایسی چیزوں سے بچتے ہیں جس کے اپنانے سے اللہ ناراض ہوتا ہے۔ عالم حقیقت میں وہ ہے جسے اس کا علم معاصی یعنی گناہوں سے بچالے پس عاصی یعنی گناہوں کا مرتکب جاہل ہوتا ہے اگرچہ وہ صورتاً عالم ہو۔ سوال: وَمَا يَعْلَمُهَا اِلَّا الْعَاقِلُوْنَ کیوں نہ کہا گیا کیونکہ عقل علم پر مقدم ہوتی ہے؟ جواب: عقل ایک آلہ ہے جس کے ذریعے انسان غور وفکر کر کے اشیاء کا ادراک کرتا ہے اور غور وفکر اور اشیاء کے معانی کے وصول کا راستہ ممکن نہیں ہے مگر علم کے ذریعے [اس لئے اِلَّا الْعَالِمُوْنَ فرمایا] ۴ یعنی آسمانوں اور زمین کی پیدائش حق کے ساتھ ہے اسے محض کھیل کود کیلئے پیدا نہیں فرمایا اس لئے ان دونوں کی خلقت میں مصدقین کیلئے دلائل اور علامات ہیں۔ (صفوۃ التفاسیر)

اُتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ ؕ

بخواں آنچه وحی کرده شد بتو از کتاب و بر پادارید نماز را هر آئنه نماز باز دارد از

پڑھیئے جو وحی کی گئی آپکی طرف کتاب سے اور نماز قائم کیجئے بیشک نماز باز رکھتی ہے

اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ؕ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ وَاللّٰهُ

زشتی و بدی و هر آئنه یاد کردن خدای بزرگست و خدای میداند آنچه

بے حیائی اور بدی سے، اور بیشک اللہ کو یاد رکھنا سب سے بڑا ہے، اور اللہ جانتا ہے جو

يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَلَا تُجَادِلُوْٓا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ

میکنید و خصومت مکنید با اہل کتاب مگر بخصلتی که آں نیکوتر است

تم کرتے ہو اور نہ جھگڑو اہل کتاب سے مگر ایسے طریقے سے جو سب سے بہتر ہے،

اَحْسَنُ ۖ اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ وَقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ

مگر آنانکه ستم کردند از ایشاں و بگوئید گرویدیم ما بآنکه فرستاده شد

مگر ان میں سے وہ لوگ جنہوں نے ظلم کیا اور کہو ہم ایمان لائے اس پر جو ہماری طرف اتارا گیا

اِلَيْنَا وَاُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَاِلٰهُنَا وَاِلٰهُكُمْ وَاحِدٌ وَّنَحْنُ لَهٗ

بسوے ما و فرستاده بسوے شما و خدای ما و خدای شما یگانه است و ما او را

اور جو تمہاری طرف اتارا گیا اور ہمارا معبود اور تمہارا معبود ایک ہے اور ہم اسی کیلئے

مُسْلِمُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ ؕ فَالَّذِيْنَ

مسلمانیم و ہمچنیں فرستادیم ما بتو کتاب پس آنانکه

گردن جھکانے والے ہیں ۲ اور اسی طرح ہم نے تمہاری طرف کتاب بھیجی پس وہ لوگ

اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ۚ وَمِنْ هٰٓؤُلَآءِ مَنْ يُّؤْمِنُ

دادیم ایشانرا کتاب میگرویدند بآں و ازیں گروه عرب که بکند بگرود

جنہیں ہم نے کتاب دی اس پر ایمان لاتے ہیں اور اس گروه عرب میں کچھ ہیں جو ایمان لاتے ہیں

۱ یعنی اگر آپ کو ان کے کفر پر افسوس ہے تو آپ اس کی تلاوت کیجئے جو آپ کی جانب وحی کی گئی ہے تاکہ نوح اور لوط وغیرہ کے حالات کو پڑھکر آپ کو تسلی حاصل ہو کہ میرے پیغام پہنچانے پر ان کے ساتھ کیسا سلوک کیا گیا۔ اسی بناء پر اُتْلُ فرمایا اُتْلُ عَلَیْهِمْ نہیں فرمایا۔ واضح رہے کہ [باعتبار تکرار کے] کتب کی تین اقسام ہیں (۱) ایک وہ کتاب ہے، جس کی قرأت کی تکرار صرف غیر کیلئے ہوتی ہے جیسے قصص، جو شخص کسی حکایت کو ایک مرتبہ پڑھ لیتا ہے دوبارہ اسے نہیں پڑھتا مگر دوسرے کیلئے، اسی طرح یہ سلسلہ آگے بڑھتا ہے (۲) کتاب کی دوسری قسم وہ ہے جسے انسان بار بار اپنے لئے پڑھتا ہے جیسے نحو فقہ وغیرہ۔ (۳) کتاب کی تیسری قسم وہ ہے جسے انسان بار بار اپنے لئے پڑھتا اور غیر کیلئے بھی پڑھتا ہے جیسے مواعظ حسنہ۔ (تفسیر کبیر) اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ: اس سے مراد پنجگانہ نماز ہے کہ ایک نماز سے دوسری نماز کے درمیان گناہوں کو اللہ تعالیٰ معاف فرما دیتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ بتاؤ کہ تم میں سے کسی ایک کے دروازے پر نہر جاری ہو اور وہ اس میں روزانہ پانچ مرتبہ غسل کرتا ہو تو اس کے جسم پر میل میں سے کچھ باقی رہے گا؟ صحابہ نے عرض کی اس کے جسم پر میل میں سے کچھ بھی باقی نہ رہے گا۔ آپ نے فرمایا یہی مثال پانچ وقت کے نمازوں کی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے خطاؤں کو معاف فرما دیتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہاں صلوۃ سے مراد قرآن ہے اس اعتبار سے مطلب یہ ہوگا کہ وہ قرآن جسے تم نماز میں پڑھتے ہو تمہیں برائی، منکرات، زنا اور معاصی سے بچاتا ہے۔ حضرت حماد بن سلیمان، ابن جریج اور کلبی کہتے ہیں کہ بندہ جب تک نماز میں ہوتا ہے نہ برائی کی جانب جاتا ہے اور نہ منکرات کی جانب، گویا جب تک نمازی نماز سے منسلک رہتا ہے اسوقت تک نماز اسے برائی سے بچاتی رہتی ہے۔ (القرطبی) ۲ مطلب یہ ہے کہ کافروں کی بداخلاقی کے مقابلہ میں تم نرمی سے کام لو، مباحثہ کے وقت وہ غضبناک ہو جائیں تو تم تحمل کرو، وہ شور وغل کریں تو تم ان کی خیر خواہی کرو۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ اہل کتاب یعنی یہودی عبرانی میں توریت پڑھتے تھے اور مسلمانوں کے سامنے اسکی تشریح عربی میں کرتے تھے اس لئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم اہل کتاب کی نہ تصدیق کرو نہ تکذیب اور کہو ہم ایمان لائے اس کتاب پر جو ہماری طرف اتاری گئی اور اس پر جو تمہاری طرف اتاری گئی۔ حضرت ابو نملہ انصاری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک یہودی آیا اور اسی وقت ایک جنازہ بھی اُدھر سے گذرا۔ یہودی نے کہا: محمد ﷺ کیا یہ میت کلام کرتی ہے؟ آپ نے فرمایا مجھے نہیں معلوم۔ یہودی بولا یہ کلام کرتی ہے اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اہل کتاب اگر تم سے کچھ بیان کریں تو تم اس کی تصدیق نہ کرو نہ تکذیب اور کہو اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ۔ یعنی ہم اللہ پر، اسکی کتابوں پر اور اسکے رسولوں پر ایمان لائے۔ اب اگر وہ بات صحیح ہے تو تم نے اسکی تکذیب نہیں کی اور اگر غلط ہے تو تم نے اسکی تصدیق نہیں کی۔ (مظہری)

بِهٖؕ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَاۤ اِلَّا الْكٰفِرُوْنَ ۝٤٧ وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا
بآں و منکر نشود بآیات ما مگر کافران و نبودی تو بخوانی
اس پر اور ہماری آیتوں کا انکار نہیں کرتے مگر کافرین ۱ اور تم اس سے پہلے
مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ
پیش از و ہیچ کتابے و نہ مینویسی بدست خود آنکہ در شک افتادند
کوئی کتاب نہ پڑھتے تھے اور اپنے ہاتھ سے نہ لکھتے تھے جب تو شک میں پڑ جاتے
الْمُبْطِلُوْنَ ۝٤٨ بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ
تباہکاران بلکہ او نشانہاے روشن است در سینہاے آنانکہ
فسادی لوگ ۲ بلکہ وہ روشن نشانیاں ہیں ان کے سینوں میں جنہیں
اُوْتُوا الْعِلْمَؕ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَاۤ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ ۝٤٩ وَقَالُوْا
دادہ شدند دانش و منکر نشوند بآیات ما مگر ستمگاران و گفتند
علم دیا گیا اور ہماری آیتوں کا انکار نہیں کرتے مگر ظلم کرنے والے ۳ اور انھوں نے کہا ان پر انکے رب کی طرف سے
لَوْلَاۤ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖؕ قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ
چرا نہ فرستادہ شد برو نشانہا از پروردگار او بگو جز ایں نیست نشانہا
نشانیاں کیوں نہ اتاری گئیں آپ فرما دیجئے اسکے سوا کچھ نہیں ہے کہ نشانیاں
عِنْدَ اللّٰهِؕ وَاِنَّمَاۤ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝٥٠ اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّاۤ
نزد خدای و جز ایں نیست من بیم کنندہ ام بیدا آیا بس نیست ایشانرا کہ ما
اللہ کے پاس ہیں، اور اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ میں کھلا ڈرانے والا ہوں ۴ کیا انھیں کافی نہیں ہے کہ ہم نے
اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ
فرستادیم بر تو قرآنرا خواندہ شود بر ایشاں ہر آئنہ دریں
تم پر قرآن کو اتارا جو ان پر پڑھا جاتا ہے بیشک اس میں

۱ یعنی جس طرح تم سے پہلے کتاب اتاری اسی طرح تم پر بھی کتاب اتاری۔ فَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ: مفسرین کرام کا اس میں اختلاف ہے کہ اس سے کون لوگ مراد ہیں بعض نے کہا کہ اس سے عبداللہ بن سلام ﷛ وغیرہ ہیں۔ وَمِنْ هٰٓؤُلَآءِ سے مراد اہل مکہ ہیں اور بعض مفسرین کرام کہتے ہیں کہ پہلی جگہ اہل کتاب سے مراد وہ لوگ ہیں جو حضرت محمد ﷺ کے زمانہ اقدس سے پہلے گذر چکے تھے اور دوسری جگہ اہل کتاب کے وہ لوگ مراد ہیں جو حضرت محمد ﷺ کے زمانۂ اقدس میں موجود تھے اور یہ تفسیر اقرب ہے۔ (تفسیر کبیر)

۲ قَبْلِهٖ کی ضمیر کتاب یعنی قرآن کی جانب راجع ہے مطلب یہ ہے کہ اے محمد ﷺ! آپ اس قرآن سے پہلے پڑھتے نہیں تھے بلکہ ہم نے اس قرآن کو آپ کی جانب غایتِ اعجاز میں اتارا، اور اس میں غیوب بھی رکھے اگر آپ پہلے سے کتاب پڑھتے ہوتے اور آپ لکھتے بھی ہوتے تو یہ ضرور شک کرتے۔ حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ اہل کتاب اپنی کتاب میں پاتے تھے کہ محمد ﷺ نہ لکھتے ہونگے اور نہ پڑھتے ہونگے پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ حضرت نحاس کہتے ہیں کہ اس میں اس بات پر دلیل ہے کہ وہ نبی آخر الزماں ﷺ قریش میں سے ہونگے اس لئے کہ قریش نہ لکھتے تھے اور نہ پڑھتے تھے اور نہ ہی کسی اہل کتاب سے وہ لوگ میل جول رکھتے تھے۔ اس کے باوجود جب نبی کریم ﷺ انبیائے کرام علیہم السلام اور گذری ہوئیں امتوں کے بارے میں خبر دے رہے تھے تو اب ان کو اس میں شک کی گنجائش نہ تھی۔ حضرت شعبی کہتے ہیں کہ نبی ﷺ کا وصال نہیں ہوا یہاں تک کہ آپ نے لکھا۔ حضرت براء ﷛ صلح حدیبیہ کے بارے میں بتاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے حضرت علی ﷛ سے فرمایا کہ "لکھو ہمارے درمیان کے معاہدے کو بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ هٰذَا مَا قَاضٰى عَلَيْهِ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ: یعنی محمد رسول اللہ ﷺ نے یہ فیصلہ کیا ہے۔ مشرکین کہنے لگے کہ اگر ہم آپ کو اللہ کا رسول مان لیتے تو ہم آپ کی پیروی نہ کر لیتے' دوسری روایت میں ہے کہ ہم آپ کی بیعت نہ کر لیتے' اس لئے آپ [محمد ﷺ کی بجائے] محمد بن عبداللہ لکھیئے۔ آپ نے حضرت علی ﷛ فرمایا کہ اسے مٹا دو' حضرت علی ﷛ نے عرض کی! اللہ کی قسم [مجھ میں اتنی طاقت نہیں کہ] میں اسے مٹا دوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے وہ جگہ دکھاؤ پس جب اس جگہ کی نشاندہی کی گئی تو آپ نے اسے مٹا دیا۔ ہمارے علماء کہتے ہیں کہ اس حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ آپ نے رسول اللہ ﷺ کے کلمہ کو مٹا کر اپنے ہاتھ سے اس جگہ "بن عبداللہ" لکھا۔ (القرطبی) ۳ مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ قرآن کریم کے خصائص میں سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے تبدل اور تغیر سے محفوظ فرما دیا ہے اور یہ حفاظت دو طریقے سے ہے ایک یہ کہ سطروں میں محفوظ فرمایا دوم یہ کہ سینوں میں محفوظ فرمایا۔ حضرت حسن کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس امت کو یہ انعام عطا فرمایا کہ ان کے سینوں میں قرآن کی حفاظت فرماتا ہے جبکہ اس سے پہلے جتنی کتابیں تھیں اسے دیکھ کر ہی ان کے ماننے والے پڑھ سکتے تھے صرف نبی ان کتابوں کے حافظ ہوتے تھے۔ (صفوۃ التفاسیر) ۴ جیسے حضرت صالح ﷵ کی اونٹنی' حضرت موسیٰ ﷵ کا عصا اور حضرت عیسیٰ ﷵ کا دستر خوان۔ (بیضاوی)

لَرَحْمَةً وَّذِكْرٰى لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۵۱﴾ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ بَيْنِيْ

رحمت است و پند مر قومیرا کہ میگروند بگو بس است بخدای میان من

رحمت ہے اور نصیحت ایسی قوم کیلئے جو ایمان لاتی ہو[۱] آپ فرما دیجئے کافی ہے اللہ میرے

وَبَيْنَكُمْ شَهِيْدًا ۚ يَعْلَمُ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۗ

و میان شما گواہ میداند آنچہ در آسمانہا و زمین است

اور تمہارے درمیان گواہ[۲] جانتا ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہے

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْبَاطِلِ وَكَفَرُوْا بِاللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ

و آنانکہ گرویدند باطل و نگرویدند بخدا آنگروہ ایشانند

اور وہ لوگ جو باطل پر ایمان لائے اور اللہ پر ایمان نہیں لائے وہی گروہ

الْخٰسِرُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ۗ وَلَوْلَآ اَجَلٌ

زیانکاران و بشتابند ترا بعذاب و اگر نہ مدتے است

نقصان اٹھانے والے ہیں [۲] اور جلدی کرتے ہیں تم سے عذاب کی اور اگر نہ ہوتی ایک مدت

مُّسَمًّى لَّجَآءَهُمُ الْعَذَابُ ۗ وَلَيَاْتِيَنَّهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ

شمردہ البتہ آمد بدیشان عذاب نا گہاں و ایشاں

شمار کی ہوئی تو ضرور ان پر اچانک عذاب آتا اور وہ سب

لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۵۳﴾ يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ۗ وَاِنَّ جَهَنَّمَ

نمی دانند شتاب کنند از تو بعذاب و ہر آئنہ دوزخ

نہ جان سکتے [۳] تم سے عذاب کی جلدی کرتے ہیں اور بیشک دوزخ

لَمُحِيْطَةٌ ۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ﴿۵۴﴾ يَوْمَ يَغْشٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ

فرو گرفتہ است کافرانرا روزیکہ فرو گیرد ایشانرا عذاب از

گھیرے ہوئے ہے کافروں کو [۴] جس روز انھیں عذاب پکڑ لیگا

تفسیر اظہار العرفان

[۱] مروی ہے کہ مسلمانوں میں سے چند آدمی چند کتابیں اٹھالائے جن میں انھوں نے یہودیوں سے سنی ہوئی کچھ باتیں لکھی ہوئی تھیں اس پر نبی ﷺ نے فرمایا کہ وہ قوم کتنی گمراہ ہے جس کے افراد ان باتوں کو چھوڑ کر جو ان کا نبی ان کی طرف لایا ہو ان باتوں کی طرف لپکیں جو دوسروں کا نبی دوسرے لوگوں کی طرف لایا ہو اس پر یہ آیت انزل ہوئی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) علامہ شہاب الدین آلوسی نے امام زہری کے حوالے سے لکھا ہے کہ ایک دفعہ ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا حضرت یوسف علیہ السلام کے قصوں پر مشتمل ایک کتاب لے آئیں اور رسول اللہ ﷺ کے سامنے پڑھنے لگیں اس پر آپ کا چہرہ متلون ہوگیا اور فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر میری موجودگی میں تم میں یوسف علیہ السلام آ جائیں تو تم مجھے چھوڑ کر ان کے پیچھے لگ جاؤ گی اور گمراہی کا راستہ اختیار کرلوگی حالانکہ میں تمام نبیوں میں سے تمہارا نبی ہوں اور تم تمام امتوں میں سے میری امت ہو۔ (حاشیہ لباب النقول)

[۲] جو لوگ آپ کو جھٹلاتے ہیں آپ ان سے کہہ دیجئے کہ میرے لئے اللہ ہی کی گواہی کافی ہے کہ میں اس کا رسول ہوں اور یہ قرآن اس کی کتاب ہے۔ يَعْلَمُ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ: یعنی اللہ پر کوئی شے مخفی نہیں ہے یہ جملہ اللہ تعالیٰ کی گواہی کی صحت پر دلیل ہے کیونکہ علمِ باری تعالیٰ کے وہ لوگ بھی مقر تھے۔ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْبَاطِلِ: یحییٰ بن سلام کہتے ہیں کہ یہاں باطل سے مراد ابلیس ہے، ابن شجرہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد بتوں کی عبادت ہے۔ (القرطبی)

[۳] نضر بن حارث نے کہا تھا کہ "اے اللہ! اگر تیری طرف سے حق ہے تو ہم پر اوپر سے پتھروں کی بارش کردے" اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی۔ اَجَلٌ مُّسَمًّى کی تشریح میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا مطلب یہ ہے کہ اگر آپ سے میرا وعدہ نہ ہوتا کہ آپ کی قوم کو عذاب نہیں دونگا اور ان کی جڑ نہیں اکھاڑونگا بلکہ قیامت تک کیلئے ان کے عذاب کو ملتوی رکھوں گا تو عذاب آچکا ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ بلکہ قیامت کی گھڑی ان کے عذاب کیلئے مقرر ہے۔ حضرت ضحاک کہتے ہیں کہ اس سے مدتِ عمر مراد ہے جب وہ مر جائیں گے تو عذاب میں مبتلا ہو جائیں گے بعض لوگوں نے کہا کہ جنگِ بدر مراد ہے۔ (مظہری) وَلَيَاْتِيَنَّهُمْ بَغْتَةً: مفسرین کرام کا اس میں اختلاف ہے کہ یہاں بَغْتَةً سے کیا مراد ہے۔ بعض کا کہنا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اچانک اللہ تعالیٰ کا عذاب ان پر آئیگا، اس لئے کہ وہ لوگ عذاب کے بارے میں ہی سوال کر رہے تھے۔ بعض کا کہنا ہے کہ اس سے مراد اجل یعنی موت ہے اس لئے کہ موت کے بعد معائنہ ہوگا گویا کہ ہر دو تفسیر کے مطابق عذاب اچانک آنے کی خبر دی جارہی ہے یا موت کے اچانک آجانے کی خبر دی جارہی ہے۔ وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ: یہ جملہ بَغْتَةً کی تاکید ہے یعنی موت یا عذاب اتنا اچانک آئیگا کہ انھیں خبر تک نہ ہوگی۔ (تفسیر کبیر) [۴] مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ عذاب کی اتنی جلدی کیسے کر رہے ہیں جبکہ حال یہ ہے کہ اللہ کا عذاب ان کافروں کو گھیرے ہوئے ہے اس لئے یہ لوگ عذاب سے بچ کر نکل نہیں سکتے ہیں۔ (صفوۃ التفاسیر)

فَوۡقِهِمۡ وَمِنۡ تَحۡتِ اَرۡجُلِهِمۡ وَيَقُوۡلُ ذُوۡقُوۡا مَا

بالاے ایشاں و از زیر پایہاے ایشاں و گوید خدای بچشید آنچہ

ان کے اوپر سے اور ان کے پاؤں کے نیچے سے اور فرمائے گا (اللہ) چکھو جو

كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۵۵﴾ يٰعِبَادِىَ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِنَّ اَرۡضِىۡ

بودید شما میکردند اے بندگان من آنانکہ گرویدند ہر آئنہ زمین من

تم سب کرتے تھے ۱؎ اے میرے بندو! جو ایمان لائے بیشک میری زمین

وَاسِعَةٌ فَاِيَّاىَ فَاعۡبُدُوۡنِ ﴿۵۶﴾ كُلُّ نَفۡسٍ ذَآئِقَةُ

کشادہ است پس مرا پرستش نمائید ہر تنی چشیدہ

کشادہ ہے پس میری ہی عبادت کرو ۲؎ ہر جان موت کا ذائقہ چکھنے والی ہے

الۡمَوۡتِ ۛ ثُمَّ اِلَيۡنَا تُرۡجَعُوۡنَ ﴿۵۷﴾ وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا

مرگ است باز بسوے ما ست باز گشتید و آنانکہ گرویدند و کردند

پھر ہماری طرف ہی تم سب لوٹائے جاؤ گے ۳؎ اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور

الصّٰلِحٰتِ لَنُبَوِّئَنَّهُمۡ مِّنَ الۡجَنَّةِ غُرَفًا تَجۡرِىۡ مِنۡ

نیکیہا ہر آئنہ فرود آریم ایشانرا از بہشت بمنزلہاء بلند میرود از

اچھے کام کئے ہم ضرور انھیں جنت کے بالا خانوں میں داخل کرینگے جنکے نیچے نہریں

تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَا ؕ نِعۡمَ اَجۡرُ الۡعٰمِلِيۡنَ ﴿۵۸﴾ الَّذِيۡنَ

زیر آں جوبہا ہمیشہ باشند دراں نیکو است مزد کار کنندگان آنانکہ

جاری ہونگیں اس میں ہمیشہ رہیں گے کیا ہی اچھا اجر ہے کام کرنے والوں کا ۴؎ وہ لوگ جنہوں نے

صَبَرُوۡا وَعَلٰى رَبِّهِمۡ يَتَوَكَّلُوۡنَ ﴿۵۹﴾ وَكَاَيِّنۡ مِّنۡ دَآبَّةٍ

صبر کردند و بر پروردگار توکل میکنند و بسا از جنبیدہا

صبر کیا اور اپنے رب ہی پر بھروسہ کرتے ہیں ۵؎ اور کتنے ہی ہلنے والے ہیں

۱؎ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ یہ بتا رہا ہے کہ جہنم کافروں کو کس طرح گھیرے میں لیگی۔ فرمایا کہ انکے اوپر اور انکے نیچے سے عذاب انھیں گھیر لیگا اور انکی ہر جہت سے بھی گھیرہ کریگا اسوقت اللہ تعالیٰ ان کافروں سے فرمائیگا کہ دنیا میں جو استہزاء اور برے اعمال کرتے تھے اسکے بدلے میں اب مزہ چکھو۔ (صفوۃ التفاسیر)

۲؎ حضرت مقاتل اور کلبی کہتے ہیں کہ یہ آیت ان مؤمنین کو ہجرت کی ترغیب دلانے کی خاطر نازل ہوئی جو مکہ میں تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان مؤمنین کو خبر دی کہ اس کی زمین کافی وسیع ہے اس لئے اگر کافرین تمہیں مکہ میں ستا رہے ہیں تو تم یہاں سے نکل کر ایسی سرزمین کی جانب کوچ کر جاؤ جہاں پر اللہ کے نیک بندے رہتے ہوں تاکہ تم وہاں رہ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت بآسانی کرسکو' گویا یہ ان سے کہا جارہا ہے کہ اگر تم مکہ میں اظہارِ ایمان کے بارے میں تنگ ہو تو مدینہ کی جانب ہجرت کر جاؤ وہاں کی سرزمین اظہارِ توحید کیلئے وسیع ہے۔ حضرت ابن جبیر اور عطاء کہتے ہیں کہ جب زمین میں ظلم اور منکرات ہوتے ہیں تو وہاں کیلئے یہ آیت مترتب ہوگی اور اس پر اس زمین سے بلد حق کی جانب ہجرت ضروری ہے۔ حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی زمین وسیع ہے اس لئے تم ہجرت کرو اور جہاد کرو' حضرت مطرف بن شخیر کہتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ میری رحمت وسیع ہے' انہی سے ایک اور روایت ہے کہ میرا رزق بہت وسیع ہے اس لئے تم اسے زمین میں تلاش کرو' یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ جنت کی زمین وسیع ہے۔ (القرطبی)

۳؎ جب اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کو ہجرت کا حکم دیا تو یہ حکم مؤمنین پر اس لئے گراں گزرا کہ ہجرت کی وجہ سے وطن بھی چھوڑنا پڑیگا اور بھائیوں کی جدائی بھی برداشت کرنی پڑیگی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ آیت میں بتا رہا ہے جن اسباب کے پیشِ نظر تم لوگ ہجرت کو ناپسند کر رہے ہو وہ اسباب تو بہرحال ہو کر ہی رہیں گے کیونکہ ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے اور موت دوستوں سے جدا کرنے والی ہے پس بہتر ہے کہ جدائی اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہوجائے تاکہ تمہیں اس پر بدلہ بھی مل جائے۔ ثُمَّ اِلَيۡنَا تُرۡجَعُوۡنَ: مطلب یہ ہے کہ جب تم مجھ سے اپنا تعلق جوڑلو گے تو تمہاری موت میری جانب رجوع ہوگی اور یہ موت نہیں ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَلَا تَحۡسَبَنَّ الَّذِيۡنَ قُتِلُوۡا فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ اَمۡوَاتًا ط بَلۡ اَحۡيَآءٌ۔ ''جو لوگ اللہ کی راہ میں شہید کردیئے جائیں انھیں مردہ ہرگز گمان نہ کرنا بلکہ وہ زندہ ہیں'' نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مؤمنین مرتے نہیں ہیں بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر کی جانب منتقل ہوجاتے ہیں۔ (تفسیر کبیر) ۴؎ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کافرین کے مقابلے میں مؤمنین کیلئے جنت اور اس کی نعمتوں کو بیان فرما رہا ہے۔ کافروں کیلئے ارشاد ہوا تھا اِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيۡطَةٌ بِالۡكَافِرِيۡنَ۔ اب یہاں مؤمنوں کیلئے ارشاد ہو رہا ہے فِى الۡجَنَّةِ غُرَفًا تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ یعنی جنت میں ان کیلئے ایسے کمرے ہیں کہ جن کے نیچے نہریں جاری ہونگیں۔ (غرائب القرآن) ۵؎ یعنی وہ لوگ جو مشرکین کی اذیت اور دین کیلئے ہجرت پر صبر کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی پر [حقیقی] بھروسہ نہیں کرتے ہیں۔ (بیضاوی)

لَا تَحْمِلُ رِزْقَهَا ۖ اللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَاِيَّاكُمْ ۖ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿٦٠﴾

بر نمیدارد روزی خود را خدای روزی دہد آنرا و شما را و او است شنوای دانا

جو اپنا رزق اٹھاتے نہیں پھرتے (بلکہ) اللہ انھیں اور تمہیں رزق دیتا ہے اور وہی سننے والا جاننے والا ہے ۱

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَسَخَّرَ

و اگر پرسی ایشانرا کہ آفرید آسمانہا و زمین و مسخر کرد

اور اگر تم ان سے پوچھو کس نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو اور چاند اور سورج کو (کس نے) مسخر کیا

الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۚ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿٦١﴾ اَللّٰهُ يَبْسُطُ

آفتاب و ماہ را ہر آئنہ گویند خدا ست پس کجا گردانیدہ شود اللہ است کشادہ کند

تو ضرور کہیں گے اللہ نے، پس کہاں پھرے جاتے ہیں ۲ اللہ کشادہ فرماتا ہے

الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ

روزی ہر کرا خواہد از بندگان خود و تنگ کند او را ہر آئنہ خدای

روزی کو جس کیلئے چاہے اپنے بندوں میں سے اور تنگ فرماتا ہے جس کیلئے چاہے، بیشک اللہ

بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿٦٢﴾ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ نَّزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ

ہمہ چیز دانا ست و اگر پرسی ایشانرا کہ فرستاد از آسمان

ہر چیز کا جاننے والا ہے ۳ اور اگر تم ان سے پوچھو کس نے آسمان سے

مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُوْلُنَّ

آبے پس زندہ گردانیدہ بداں زمین از پس موت آں البتہ گویند

پانی اتارا پھر اس کے سبب زمین کو اس کے مرنے کے بعد (کس نے) زندہ کیا تو ضرور کہیں گے

اللّٰهُ ۭ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿٦٣﴾ وَمَا هٰذِهِ

خدا ست بگو حمد مر خدایراسے بلکہ ایشاں نمیدانند و نیست ایں

اللہ نے، آپ فرما دیجئے حمد اللہ کیلئے ہے، بلکہ ان کا اکثر جانتے نہیں ہیں ۴ اور نہیں ہے یہ

۱ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ [شہر سے] باہر نکلا حتی کہ آپ مدینے کے باغات میں سے ایک باغ میں داخل ہوگئے اور کھجوریں چُن چُن کر کھانے لگے۔ آپ نے پوچھا کہ اے ابن عمر! تم کیوں نہیں کھاتے؟ میں نے عرض کیا کہ [یا رسول اللہ ﷺ] مجھے اشتہا (کھانے کی خواہش) نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے تو بھوک لگ رہی ہے میں نے چار روز سے کھانا نہیں کھایا اور نہ ہی مجھے ملا ہے حالانکہ میں اگر چاہوں اور اللہ تعالیٰ سے مانگوں تو وہ مجھے قیصر و کسریٰ جیسے خزانے عطا فرما دے۔ اے ابن عمر! جب تم کسی قوم کو دیکھتے ہو جو اپنے لئے رزق جمع کر لیتی ہے لیکن پھر بھی ان کا یقین پختہ نہیں ہوتا تو تمہیں ان کا یہ فعل کیسا لگتا ہے؟ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ خدا کی قسم! ابھی ہم ایک دوسرے سے جدا بھی نہیں ہوئے تھے کہ یہ آیت نازل ہوگئی۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے دنیا کے خزانوں کا اذن نہیں دیا اور نہ خواہشات کی پیروی کرنے کا، میں نہ تو درہم و دنیا جمع کرتا ہوں اور نہ کل کیلئے رزق جوڑ کر رکھتا ہوں۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) یہ ارشاد نبوی عزیمت اور توکل کے طور پر ہے ورنہ سال بھر کا نفقہ جمع کرنے کی اجازت ہے۔ بخاری کی روایت ہے کہ ازواجِ مطہرات کو فتح خیبر کے بعد سال بھر کا نفقہ دیا جانے لگا لہذا یہ روایت یا تو اوائل دور اسلام کی ہے یا زُہد و توکل کی ترغیب کیلئے۔ جائز طریقہ سے نفقہ جمع کرنے پر پابندی لگانا مقصود نہیں۔ (حاشیہ لباب النقول)

۲ اس آیت کریمہ میں کلام کو پھر مشرکین کی توبیخ کی جانب پھیر دیا گیا کہ اے محبوب آپ ان سے پوچھئے آسمانوں، زمین، سورج اور چاند کا بنانے والا کون ہے؟ تو ضرور ان کی جانب سے جواب آئیگا اللہ ہی۔ (صفوۃ التفاسیر) ۳ ایک حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میرے کچھ مؤمن بندے مجھ سے بابِ عبادت میں داخل ہونے کی دعا کرتے ہیں مگر باب عبادت میں داخل ہونے سے ان کو روک دیتا ہوں تا کہ ان میں اس سے غرور نہ آجائے جوان کو تباہ کردے، میرے کچھ بندے ایسے ہیں کہ دولت ہی ان کے ایمان کو دوست رکھتی ہے اگر میں ان کو مفلس کردوں تو افلاس ان کے ایمان کو بگاڑ دے اور میرے کچھ بندے ایسے ہیں کہ ان کے ایمان کو سنبھالے رکھنے والا صرف افلاس ہوتا ہے اگر میں ان کو دولت مند بنادوں تو دولت انکے ایمان کو بگاڑ دے اور میرے کچھ بندے ایسے ہیں کہ تندرستی ہی ان کے ایمان کو صحیح رکھنے والی ہے اگر میں ان کو بیمار کردوں تو بیماری ان کے ایمان کو بگاڑ دے اور میرے کچھ بندے ایسے ہین کہ ان کے ایمان کی درستی صرف بیماری سے ہوتی ہے اگر میں ان کو تندرست کردوں تو صحت ان کے ایمان کو بگاڑ دے، میں بندوں کے دلوں کی حالت کو جانتا ہوں اور اسی علم کے مطابق اپنے بندوں کا انتظام کرتا ہوں، بلاشبہ میں جاننے والا اور خبر رکھنے والا ہوں۔ (مظہری) ۴ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ رزق کا سبب بیان فرمارہا ہے رزق اللہ تعالیٰ ہی دیتا ہے لیکن اس کا سبب بادلوں سے بارش کا برسنا ہے۔ (تفسیر کبیر)

اَلْحَیٰوۃُ الدُّنْیَآ اِلَّا لَھْوٌ وَّلَعِبٌ ؕ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَۃَ

زندگانی دنیا مگر مشغولے و بازے و ہرآئنہ سرای آخرت

دنیا کی زندگی مگر ایک کھیل اور تماشا اور بیشک آخرت کا گھر

لَھِیَ الْحَیَوَانُ ۘ لَوْ کَانُوْا یَعْلَمُوْنَ ﴿۶۴﴾ فَاِذَا رَکِبُوْا فِی

آں حیات است اگر نبودند میدانند پس چوں گشتند در

وہی حیات (ابدی) ہے اگر وہ سب جانتے [1] پس جب کشتی میں سوار ہوتے ہیں

الْفُلْکِ دَعَوُا اللّٰہَ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ ۚ فَلَمَّا نَجّٰھُمْ

کشتی بخوانند خدایرا خالص کنندگانند برائے او دین پس آنوقتیکہ برہاند ایشانرا

تو اللہ کو خالص اسی کے دین کا ہو کر پکارتے ہیں پھر جسوقت کہ نجات انھیں دے دیتا ہے

اِلَی الْبَرِّ اِذَا ھُمْ یُشْرِکُوْنَ ﴿۶۵﴾ لِیَکْفُرُوْا بِمَآ اٰتَیْنٰھُمْ ۚ

بسوے بیابان چوں ایشاں انبار گیرند تا کافر شوند بآنچہ دادیم ایشانرا و تا بر خورند

خشکی کی جانب تو اب وہ سب شرک کرنے لگتے ہیں [2] تا کہ ناشکری کریں اسکی جو ہم نے انھیں دی اور تا کہ نفع

وَلِیَتَمَتَّعُوْا ٛ فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ ﴿۶۶﴾ اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا

پس زود بدانند آیا ندیدند ہر آئنہ ما کردیم حرمی را با ایمنی

اٹھائیں پس بہت جلد جان لیں گے [3] کیا انھوں نے نہ دیکھا بیشک ہم نے حرم کو امن والا بنایا

وَّیُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِھِمْ ؕ اَفَبِالْبَاطِلِ یُؤْمِنُوْنَ

و ربودہ میشود مردمان از گردا گرد آیا بباطل میگرویدند

اور لوگ اس کے ارد گرد سے اچک لئے جاتے ہیں تو کیا باطل پر ایمان رکھتے ہیں

وَبِنِعْمَۃِ اللّٰہِ یَکْفُرُوْنَ ﴿۶۷﴾ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی

و نعمتہاے خدای کافر میشوند و کیست ستمگار تر ازانکہ افترا کند بر

اور اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کرتے ہیں [4] اور کون ہے اس سے بڑا ظالم جو اللہ پر جھوٹ کا افترا کرے

[1] حق سے منہ موڑ کر باطل کی جانب متوجہ ہونا لعب ہے اور صرف حق سے اعراض کرنا لہو ہے پس دنیا لعب اس اعتبار سے ہے کہ انسان اس دنیا میں باطل کی جانب متوجہ ہوتا ہے اور لہو اس اعتبار سے ہے کہ حق سے منہ موڑتا ہے۔ (تفسیر کبیر) اس آیت کریمہ میں دنیا کی حقارت کی جانب اشارہ ہے اور کیوں نہ ہو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسکی حیثیت مکھی کے ایک پَر سے زیادہ نہیں ہے۔ واضح رہے کہ لہو ولعب بچوں اور سفہاء کے کاموں میں سے ہے عقلمندوں کے کاموں میں سے نہیں ہے اسی بناء پر نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "نہ میں لہو ولعب والا ہوں اور نہ لہو ولعب مجھ سے ہے" پس عاقل پر لازم ہے کہ اپنے آپ کو لہو ولعب سے بچائے۔ یہ زندگی ان لوگوں کی نظر میں لہو ولعب ہے جو حیات طیبہ اور اصل زندگی سے نا آشنا ہیں۔ (روح البیان)

[2] یعنی جب کشتیوں پر سوار ہوتے ہیں اور کشتیاں موجوں میں پھنس جاتی ہیں تو اپنی نیت کی سچائی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو پکارتے ہیں اور بتوں کی عبادت بھی چھوڑ دیتے ہیں اور انھیں پکارنا بھی چھوڑ دیتے ہیں، پھر جب اللہ تعالیٰ نجات دے کر خشکی تک پہنچا دیتا ہے تو پھر یہ لوگ شرک کی جانب لوٹ جاتے ہیں جس پر ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے۔ (القرطبی)

[3] یہ امر بمعنی تہدید ہے [کفر کا حکم دینا مقصود نہیں ہے بلکہ کفر کے برے نتیجہ سے ڈرانا مقصود ہے] جیسے اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ اِنِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ یعنی جو کچھ چاہو کرو میں تمہارے اعمال کو دیکھ رہا ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ اب وہ اللہ کے احسان کا انکار کردیں کہ اللہ نے ان کو ڈوبنے سے بچالیا۔ بعض اہل تفسیر کے نزدیک لِیَکْفُرُوْا میں لام کا معنی ہے تا کہ۔ مطلب یہ ہوگا کہ وہ شرک اس لئے کرتے ہیں تا کہ اللہ نے جو ان کو ڈوبنے سے نجات دیدی اس کا انکار کردیں، یا یہ مطلب ہے کہ شرک کا نتیجہ صرف یہ ہے کہ اللہ کی نعمت کا انکار کردیں اور فوری طور پر اس دنیا میں کچھ تمتع اندوز ہو جائیں آخرت میں اس کا کوئی فائدہ نہیں۔ اس کے برخلاف اہل ایمان کی حالت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جب ان کو نجات عطا فرماتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کا شکر ادا کرتے ہیں اور نجات کو مزید طاعت کا ذریعہ بناتے ہیں۔ (مظہری)

[4] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ کفار نے کہا اے محمد! (ﷺ) آپ پر ایمان لانے میں ہمیں کوئی امر مانع نہیں سوائے اس کے کہ اگر ہم آپ پر ایمان لے آئیں تو لوگ ہمیں اچک لیں گے کیونکہ ہم تعداد میں اعراب کی نسبت بہت کم ہیں جونہی آپ کے دین میں ہماری شمولیت کی خبر پہنچے گی وہ ہم کو اچک لیں گے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) حضرت عبدالرحمٰن بن زید کہتے ہیں کہ یہ مکہ ہے اور یہاں اللہ تعالیٰ نے قریش کو امن عطا فرمایا۔ وَیُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِھِمْ: حضرت ضحاک کہتے ہیں کہ یہ لوگ ایک دوسرے کو قتل کرتے تھے۔ خطف کہتے ہیں تیزی سے لینے کو۔ اَفَبِالْبَاطِلِ یُؤْمِنُوْنَ: حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ یہاں باطل سے مراد شرک ہے، یحییٰ بن سلام کہتے ہیں کہ اس سے مراد ابلیس ہے۔ وَبِنِعْمَۃِ اللّٰہِ یَکْفُرُوْنَ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی عافیت ہے۔ (القرطبی)

اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهٗ ؕ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿۶۸﴾

خدای دروغرا یا تکذیب کند براستی آنوقتیکه آمد او را آیا نیست در دوزخ جای کافرانرا

یا حق کو جھٹلائے جب انکے پاس آئے کیا دوزخ میں کافروں کا ٹھکانا نہیں ہے ۱ اور وہ لوگ جنہوں نے

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۶۹﴾

و آنانکه کردند در کار ما هر آئنه راه نمایم ایشانرا راهہاے خود و هر آئنه خدای با نیکوکارانست

ہماری راہ میں کوشش کی ہم ضرور انھیں اپنے راستے کی رہنمائی کریں گے اور بیشک اللہ نیکوکار کیساتھ ہے ۲

سُوْرَةُ الرُّوْمِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ سِتُّوْنَ اٰيَةً وَّسِتُّ رُكُوْعَاتٍ

سورہ روم مکی ہے اور اس میں ۶۰ آیات اور چھ رکوع ہیں ۳

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بنام خدای بخشندہ مہربان

اللہ کے نام سے (جو بہت) رحم والا مہربان (ہے)

الٓمّٓ ﴿۱﴾ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ﴿۲﴾ فِيْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ

مغلوب شدند رومیان در نزدیکترین زمین و ایشاں از پس

رومی مغلوب ہوئے ۴ قریب ترین زمین میں اور وہ سب اپنی

غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ ﴿۳﴾ فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ ؕ لِلّٰهِ الْاَمْرُ

مغلوب شدن ایشاں زود باشد کہ ایشاں غالب شوند درمیان سہ و نو سالہا مر خدایراست فرمان

مغلوبیت کے بعد جلد غالب ہونگے ۵ تین اور نو سالوں کے درمیان میں' اللہ ہی کیلئے

مِنْ قَبْلُ وَمِنْۢ بَعْدُ ؕ وَيَوْمَئِذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۴﴾

پیش ازیں و از پس آں و آںروز شاد شوند مؤمنان

اس سے پہلے اور اس کے بعد (غرض ہر زمانے میں) اختیار ہے اور اس دن مؤمنین خوش ہونگے ۶

۱ مطلب یہ ہے کہ جب انھوں نے اللہ تعالیٰ پر دروغ بندی کی اور حق کی تکذیب کردی تو کیا جہنم کے اندر یہ قیام اور قرار کے مستحق نہیں ہیں؟ (مظہری)

۲ سدی وغیرہ کہتے ہیں کہ یہ آیت جہاد فرض ہونے سے قبل نازل ہوئی' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ابراہیم بن ادھم کہتے ہیں کہ یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جو نہ جاننے کے باوجود عمل کی کوشش کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جو شخص کچھ جان کر اس پر عمل کرے تو اللہ تعالیٰ اسے اسکا علم عطا فرمادیگا جس کا علم اس کے پاس پہلے نہ ہو۔ (القرطبی)

۳ اس میں ۳۵۳۴ حروف اور ۸۱۹ کلمات ہیں (غرائب القرآن)

۴ حضرت ابوسعید ؓ سے مروی ہے کہ جنگ بدر کے ایام میں ایرانی' رومیوں پر غالب آگئے تو مسلمان دل گرفتہ ہوگئے اس پر آیات الٓمّٓ غُلِبَتِ الرُّوْمُ تا بِنَصْرِ اللّٰهِ نازل ہوئیں۔ ابن شہاب کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے [مکہ سے] نکلنے سے پہلے ہمیں معلوم ہوا کہ مشرکین مکہ مسلمانوں سے کہتے ہیں کہ رومیوں پر جو اہل کتاب ہونے کے مدعی ہیں' مجوسی غالب آگئے ہیں اور تمہارا دعوی یہ تھا کہ تم اس کتاب کی برکت سے جو تمہارے نبی پر اتری ہے ہم پر غالب آجاؤ گے پھر کیا وجہ ہے کہ مجوسی رومیوں پر غالب آگئے ہیں حالانکہ وہ اہل کتاب ہیں؟ پس اسی طرح ہم بھی تم پر غالب آجائیں گے جیسے ایرانی رومیوں پر غالب آگئے ہیں۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) ساتویں صدی عیسوی کی ابتدا میں فوکاس' نامی ایک شخص نے قیصر روم ماریس کے خلاف علم بغاوت بلند کیا اور تخت سلطنت پر قابض ہوگیا۔ برسر اقتدار آتے ہی پہلے اس نے قیصر روم کے بیٹوں کو اسکے سامنے قتل کرادیا پھر اس کی بیوی اور بیٹیوں کو مرواڈالا۔ اس زمانے میں ایران کی سلطنت پر خسرو پرویز قابض تھا جو مذہبا مجوسی تھا' وہ قیصر ماریس کو اپنا مجازی باپ سمجھتا تھا کیونکہ اسی کی مدد سے اس نے ایران کے تخت کو حاصل کیا تھا لہذا خسرو نے اپنے محسن کا انتقام لینے کیلئے سلطنت روم پر حملہ کردیا اور فوکاس کے فوجوں کو پے درپے شکست دیتا ہوا انطاکیہ تک جا پہنچا یہ وہ زمانہ تھا جب مشرکین مکہ کے ظلم وجور سے تنگ آکر مسلمان حبشہ کی طرف ہجرت کرگئے تھے اسی زمانے میں مشرکین مسلمانوں سے کہتے تھے کہ جس طرح آتش پرست مجوسیوں نے اہل کتاب نصرانیوں پر فتح پائی ہے اسی طرح ہم بت پرست بھی تمہیں جو اہل کتاب ہونے کے مدعی ہو فنا کردینگے اسی اثناء میں سورہ روم نازل ہوئی جس میں فرمایا گیا کہ اگرچہ قریبی زمین میں رومی مغلوب ہوگئے ہیں لیکن چند ہی سال کے اندر وہ غالب آجائیں گے اور اس دن مسلمان بھی اللہ تعالیٰ کی بخشی ہوئی فتح پر خوشیاں منارہے ہوں گے۔ (حاشیہ لباب النقول) ۵ روم کے اعیانِ سلطنت نے جب دیکھا کہ فوکاس میں ایرانی فوجوں کا مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں ہے تو انھوں نے اسے معزول کرکے افریقہ کے گورنر ہرقل کو قیصر بنادیا اور اس نے برسر اقتدار آتے ہی فوکاس کیساتھ وہی سلوک کیا جو اس نے قیصر روم ماریس اور اسکے بچوں کے ساتھ کیا تھا۔ فوکاس کی موت کے بعد خسرو پرویز نے مذہب کے نام پر جنگ جاری رکھی۔ (حاشیہ لباب النقول) ۶ بِضْعٌ کا اطلاق تین سے نو تک ہوتا ہے۔ [مطلب یہ ہے کہ تین سے نو سالوں کے درمیان ہی تم روم فتح کروگے] (صفوة التفاسير)

بِنَصۡرِ اللّٰهِ ؕ يَنۡصُرُ مَنۡ يَّشَآءُ ؕ وَهُوَ الۡعَزِيۡزُ الرَّحِيۡمُ ۙ﴿۵﴾ وَعۡدَ

بیاری کردن خدای کند هر کرا خواہد و اوست غالب مہربان وعدۂ

اللہ کی مدد کرنے سے، جس کی چاہتا ہے مدد کرتا ہے اور وہی غالب مہربان ہے ا اللہ کا

اللّٰهِ ؕ لَا يُخۡلِفُ اللّٰهُ وَعۡدَهٗ وَلٰـكِنَّ اَكۡثَرَ النَّاسِ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ﴿۶﴾

خدای خلاف نکند خدای وعدہ خود را و لیکن اکثر مردمان نمیدانند

وعدہ (اور) اللہ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا ہے لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں ۲

يَعۡلَمُوۡنَ ظَاهِرًا مِّنَ الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا ۖۚ وَهُمۡ عَنِ الۡاٰخِرَةِ

میدانند ظاہر از زندگانی دنیا و ایشاں از آخرت

دنیا کی زندگی کے ظاہر کو جانتے ہیں اور وہ سب آخرت سے

هُمۡ غٰفِلُوۡنَ ﴿۷﴾ اَوَلَمۡ يَتَفَكَّرُوۡا فِىۡۤ اَنۡفُسِهِمۡ ۗ مَا خَلَقَ اللّٰهُ

ایشاں بے خبراند آیا تفکر نمیکنند در تنہاے ایشاں نیافرید خدای

بے خبر ہیں ۳ کیا انھوں نے اپنے آپ میں غوروفکر نہ کیا کہ اللہ نے نہیں پیدا کئے

السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ وَمَا بَيۡنَهُمَاۤ اِلَّا بِالۡحَـقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ

آسمانہا و زمین و آنچہ میان ایشاں ست مگر براستی و وقتی شمردہ

آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ اسکے درمیان ہے مگر حق کے ساتھ اور ایک شمار کئے ہوئے وقت کیساتھ

وَاِنَّ كَثِيۡرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَآئِ رَبِّهِمۡ لَـكٰفِرُوۡنَ ﴿۸﴾

و ہر آئنہ بسیاری از مردمان بدیدن پروردگار خود کافراند

اور بیشک لوگوں میں سے بہت سے لوگ اپنے رب کی ملاقات سے انکار کرتے ہیں ۴

اَوَلَمۡ يَسِيۡرُوۡا فِى الۡاَرۡضِ فَيَنۡظُرُوۡا كَيۡفَ كَانَ عَاقِبَةُ

آیا سیر نکردند در زمین پس بنگرند چگونہ بود سرانجام

کیا انھوں نے زمین میں سیر نہ کی تا کہ دیکھتے کیسا انجام ہوا

ا اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مصدر کو فعل پر مقدم رکھا کیونکہ بِنَصۡرِ اللّٰهِ پہلے ہے اس کے بعد یَنۡصُرُ ہے جبکہ دوسری جگہ مصدر کو بعد میں ذکر فرمایا فعل کو پہلے ذکر فرمایا۔ ارشاد ہوا وَاَیَّدَکَ بِنَصۡرِہٖ ۔اس کی وجہ یہ ہے کہ اس جگہ یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ نصرت اللہ تعالیٰ کے دست قدرت میں ہے اگر وہ چاہتا ہے تو مدد فرماتا ہے اگر نہیں چاہتا ہے تو مدد نہیں فرماتا ہے۔ اس آیت کریمہ میں نصرت اور اسکا وقوع مقصود نہیں ہے بلکہ اظہار نعمت ہے اور جس جگہ فعل کو مصدر پر مقدم فرمایا اس جگہ وقوع نصرت مراد ہے۔ وَهُوَ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ: اس جگہ اللہ تعالیٰ کی دو صفتوں کا اظہار ہے اس لئے کہ اگر اس نے اپنے دوست کی مدد نہ کی اور دشمن کو اپنے دوست پر مسلط فرمادیا ہو تو جان لینا چاہئے کہ وہ اپنے دوست سے بدلہ لینے میں غالب ہے اور اگر اس نے اپنے دوست کی مدد کی تو جان لینا چاہئے کہ یہ اس کی رحمت میں سے ہے۔ (تفسیر کبیر)

۲ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام صدق پر مبنی ہے لیکن کفار جانتے نہیں ہیں۔ (القرطبی)

۳ اس آیت کریمہ میں ان کے جاننے کی مقدار بتائی جا رہی ہے یعنی یہ لوگ اپنی معیشت اور اپنی دنیا کا علم رکھتے ہیں کب کھیتی باڑی کریں گے، کیسے درخت لگائیں گے اور کیسے عمارتیں بنائیں گے۔ حضرت ضحاک کہتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ لوگ محلات بنانے نہروں کی کھدائی اور درخت لگانے کا فن جانتے تھے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ شیاطین آسمان سے چوری چھپے سن آتے اور اپنی جانب سے اس میں مزید اضافہ کر کے دنیاوی امور کو ان کے سامنے پیش کردیتے۔ (القرطبی)

۴ یعنی کیا انھوں نے اپنے علم کو صرف ظاہری دنیا پر منحصر کر رکھا ہے اور دلوں کے اندر باطن پر غور نہیں کیا کہ ان پر دنیا کے اندرونی گوشوں کا انکشاف ہوتا، یا یہ مطلب ہے کہ انھوں نے اپنے نفسوں سے متعلق غور نہیں کیا باوجودیکہ ان کے نفوس ان سے اتنے قریب ہیں کہ دوسری کوئی چیز ان سے قریب نہیں، اپنے نفس کے اندر غور کرنے والے کو وہ انکشاف ہوتے ہیں جو سارے عالم امکان پر غور کرنے والے کو ہوتے ہیں انسان عالم صغیر ہے [اور عالم کبیر کا نمونہ ہے] اگر وہ اپنے دلوں میں غور کرتے تو ان کو معلوم ہو جاتا اور وہ کہہ اٹھتے کہ "اللہ نے آسمان وزمین اور ان کی درمیانی کائنات کو برحق ہی پیدا کیا"۔ یعنی بے کار لاحاصل بغیر کسی کامل حکمت کے پیدا نہیں کئے اور ان کی تخلیق دوامی نہیں ہے بلکہ ان کی تخلیق ایک خاص مدت کیلئے ہے اس کے بعد قیامت آجائیگی۔ اور حساب کا وقت آپہنچے گا اور سزا وجزا دی جائیگی۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اَفَحَسِبۡتُمۡ اَنَّمَا خَلَقۡنٰكُمۡ عَبَثًا وَّاَنَّكُمۡ اِلَيۡنَا لَا تُرۡجَعُوۡنَ ۔ کیا تم یہ خیال کئے ہوئے ہو کہ ہم نے تم کو فضول پیدا کیا اور ہماری طرف تم کو لوٹایا نہیں جائیگا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی طرف بازگشت نہ ہو اور اللہ تعالیٰ سب کو یوں ہی چھوڑ دے تو تخلیق بے کار لاحاصل ہو جائے گی۔ نظام عالم پر غور کرنے والے جانتے ہیں کہ اس کا خالق حکیم ہے اور حکیم بے کار کام نہیں کرتا، تخلیق عالم کی حکمت خالق کی ذات وصفات کی معرفت ہے۔ اس کائنات پر غور کرنے والا ہی آخرت کو جانتا ہے۔ (مظہری)

اَلَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَانُوْۤا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّ اَثَارُوا

آنانکہ پیش از ایشاں بودند سخت تر از ایشاں از روئے قوت و نشانہا

ان لوگوں کا جو ان سے پہلے تھے وہ سب قوت میں ان سے زیادہ تھے اور انھوں نے زمین

الْاَرْضَ وَعَمَرُوْهَاۤ اَكْثَرَ مِمَّا عَمَرُوْهَا وَجَآءَتْهُمْ

زمین و عمارت کردند بیشتر از آنچہ عمارت کردند و آمد بدیشاں

نرم کی (زراعت کیلئے) اور عمارت تعمیر کی اس سے زیادہ جو انھوں نے عمارت بنائی اور ان کے پاس

رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ؕ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْۤا

پیغمبران ایشاں بمعجزہا پس نیست خدای کہ ستم کند ایشانرا و لیکن بودند

ان کے رسول معجزوں کے ساتھ آئے پس نہیں ہے اللہ (کیلئے مناسب) کہ ظلم کرے ان پر لیکن

اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ؕ ۝۹ ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِيْنَ اَسَآءُوا

بر خود ایشاں ستم میکردند پس ہست سرا نجام آنانکہ بد کردند

اپنے آپ پر وہ سب ظلم کرتے تھے [1] پھر ان لوگوں کا انجام جنھوں نے برا کیا

السُّوْۤاٰى اَنْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَكَانُوْا بِهَا يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝۱۰

نتیجۂ بدتر آنکہ تکذیب کردند بآیات خدای و بودند بداں استہزاء کردند

بدتر ہے کہ انھوں نے اللہ کی آیتوں کو جھٹلایا اور ان کے ساتھ استہزاء کرتے تھے [2]

اَللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝۱۱

خدای می آفریند آفرینش باز زندہ کند باز بسوے اوست باز گشتید

اللہ مخلوق کو پیدا فرماتا ہے پھر زندہ فرمائیگا پھر اسی کی طرف تم سب لوٹائے جاؤ گے [3]

وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُبْلِسُ الْمُجْرِمُوْنَ ۝۱۲ وَلَمْ يَكُنْ

و روزیکہ برپا شود قیامت خاموش شوند مشرکان و نباشد

اور جس دن قیامت قائم ہو گی تو مشرکین نااُمید ہو جائیں گے [4] اور نہ ہونگے

[1] یعنی یہ لوگ باہر سفر پر جا چکے ہیں اور انھوں نے دیکھ لیا ہے کہ ان سے پہلے والے کفار جنھوں نے تکذیب کی تھی تباہ کر دیئے گئے۔ پچھلے کافروں کے فرسودہ نشانات یہ دیکھ چکے ہیں۔ واضح رہے کہ اہل مکہ ایسی زمین پر آباد تھے جہاں کوئی کھیتی باڑی نہیں ہو سکتی تھی بالکل وادی غیر ذی زرع تھی' اِدھر اُدھر ان کا پھیلاؤ نہ تھا۔ آیت میں ایک طرح کا طعن ہے کہ وہ دنیا پر فریفتہ ہیں' غرور سے سرمست ہیں باوجودیکہ ان کا حال کمزور ہے دنیا کی فراخی ان کو حاصل نہیں۔ دنیا نام ہے وسعتِ ملک کا' تسلط کا' تعمیرات کی کثرت کا اور اِن [اہل مکہ] کو کچھ بھی میسر نہیں' ان کی بستی میں کسی چیز کی پیداوار نہیں اگر موسم گرما اور موسم سرما میں یمن و شام کا سفر نہ کریں اور وہاں سے غلہ کپڑا نہ لائیں تو بھوکے ننگے مر جائیں ان تمام باتوں کے باوجود اپنی حقیر دنیا پر پھولے نہیں سماتے۔ (مظہری)

[2] مطلب یہ ہے کہ ان بدکاروں کا انجام برا ہوا۔ انھوں نے اللہ کے احکام کی تکذیب کی یعنی بدکاریوں نے ان کو اس بات پر آمادہ کر دیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کے منکر ہو جائیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مؤمن جب گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر سیاہی کا ایک نقطہ پیدا ہو جاتا ہے پھر اگر وہ توبہ کر لیتا ہے اور گناہ سے نکل جاتا ہے اور مغفرت کا طلبگار ہو جاتا ہے تو [دل سے وہ سیاہ نقطہ دور ہو جاتا ہے] دل صاف ہو جاتا ہے اور اگر مزید گناہ کرتا رہے تو سیاہی کا نکتہ بھی بڑھتا رہتا ہے یہاں تک کہ [پورے] دل پر سیاہی چڑھ جاتی ہے یہی وہ زنگ ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ: بلکہ جو اعمال وہ کرتے تھے ان کا زنگ ان کے دلوں پر چڑھ گیا۔ یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ ان گناہگاروں کا انجام یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر چھاپ لگا دی یہاں تک کہ انھوں نے اللہ کے احکام کی تکذیب کی۔ (مظہری) كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ: کلبی کہتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ انھوں نے حضرت محمد ﷺ اور قرآن کو جھٹلایا' حضرت مقاتل کہتے ہیں کہ ان لوگوں نے عذاب کو جھٹلایا کہ ان پر اتریگا' حضرت ضحاک کہتے ہیں کہ ان لوگوں نے حضرت محمد ﷺ کے معجزات کو جھٹلایا۔ (القرطبی) [3] یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے لوگوں کو پیدا فرمایا پھر ان کے انتقال کے بعد دوبارہ پیدا فرمائیگا پھر تم سب حساب اور جزا کیلئے اسی کی جانب لوٹائے جاؤ گے۔ (صفوۃ التفاسیر) [4] یعنی جب قیامت قائم ہو جائیگی اور لوگوں کو حساب کیلئے جمع کر لیا جائیگا اس وقت مجرمین خاموش ہو جائیں گے اور ان کی ساری حجتیں ختم ہو جائیگی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ يُبْلِسُ الْمُجْرِمُوْنَ کا یہ مطلب ہے کہ مجرمین ہر جانب سے مایوس ہو جائیں گے، حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ اس روز مجرمین [بتوں کی] برائیاں ظاہر کریں گے، علامہ قرطبی کہتے ہیں کہ اس روز مجرمین خاموش ہو جائیں گے۔ (صفوۃ التفاسیر) یعنی مجرمین اس روز خاموش ہونگے، متحیر ہونگے اور مایوس ہونگے۔ (بیضاوی)

لَهُمْ مِّنْ شُرَكَآئِهِمْ شُفَعٰٓؤُا وَكَانُوْا بِشُرَكَآئِهِمْ كٰفِرِيْنَ ﴿۱۳﴾

برای ایشاں از انبازاں ایشاں و بوودند بداں انبازان ایشاں کافران

ان کیلئے ان کے شرکاء سفارشی اور وہ سب اپنے شرکاء کے منکر ہو جائیں گے ۱

وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَّتَفَرَّقُوْنَ ﴿۱۴﴾ فَاَمَّا

و روزیکہ برپا شود قیامت آنروز پراگندہ کردند پس اما

اور جس روز قیامت قائم ہو گی اس روز الگ ہو جائیں گے ۲ پس

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَهُمْ فِيْ رَوْضَةٍ يُّحْبَرُوْنَ ﴿۱۵﴾

آنانکہ گرویدند و کردند نیکہا پس ایشاں در مرغزاری شاد باشند

وہ لوگ جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے پس وہ سب سبزہ زار میں خوش کئے جائیں گے ۳

وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَلِقَآئِ الْاٰخِرَةِ

و اما آنانکہ نگرویدند و تکذیب کردند بآیات ما و بدیدار آخرت

اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلایا

فَاُولٰٓئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ ﴿۱۶﴾ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ

پس آنگروہ در عذاب حاضر شدگانند پس پاکست خدای

پس وہی گروہ عذاب میں حاضر کئے جائیں گے ۴ پس اللہ کی پاکی بیان کرو

حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي

ہنگامی کہ شبانگاہ در می آئید و ہنگامی کہ بامداد در آئید و او راست حمد در

جس وقت کہ شام میں تم داخل ہوتے ہو اور جس وقت کہ صبح میں داخل ہوتے ہو ۵ اور اسی کیلئے

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِيًّا وَّحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ ﴿۱۸﴾

آسمانہا و زمین و آخر روز و ہنگام ظہر

آسمانوں اور زمین میں اور دن کے آخر اور ظہر کے وقت حمد ہے ۶

منزل ۵

۱ یعنی جن بتوں کی یہ لوگ عبادت اس امید سے کرتے تھے کہ یہ بت ان کی سفارش کریں گے آج یہ بت ان کی شفاعت نہیں کر رہے ہونگے اور ایک دوسرے سے بیزار ہونگے۔ (صفوۃ التفاسیر)

۲ اب اس آیت کریمہ میں دوسرا حکم بیان ہو رہا ہے اور وہ ہے افتراق کا یعنی جدائی کا حکم۔ دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ یعنی اے مجرمو! آج کے دن جدا ہو جاؤ۔ گویا کہ جدائی کی حالت مایوسی کی حالت پر مترتب ہے۔ مطلب یہ ہے کہ پہلے وہ ایک دوسرے سے مایوس ہونگے پھر ایک دوسرے سے بیزار ہو کر جدا ہو جائیں گے ایک گروہ جنتی ہوگا اور ایک گروہ جہنمی ہوگا۔ واضح رہے کہ قیامت قائم ہونا چونکہ ایک ہولناک معاملہ ہے اس لئے ڈرانے میں تاکید پیدا کرنے کی غرض سے "وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ" کو مکرر کیا گیا۔ اسی قبیل سے ہے کہ خطباء لوگوں میں اللہ تعالیٰ کے خوف کو برقرار رکھنے کیلئے قیامت کی ہولناکیوں کو بار بار بیان کرتے ہیں۔ (تفسیر کبیر)

۳ فِيْ رَوْضَةٍ: جنت کے چمن میں جہاں نہریں بہتی ہونگیں اور پھول کھلے ہونگے۔ يُحْبَرُوْنَ کا ترجمہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کیا "ان کی عزت کی جائیگی" حضرت مجاہد اور حضرت قتادہ نے اس کا ترجمہ کیا "وہ سب عیش میں ہونگے" حضرت ابو عبیدہ نے کہا وہ سب خوش ہونگے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضرت ابو موسیٰ ﷺ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ آپ میری قرأت کو سن رہے ہیں تو میں تحبیر سے کام لیتا یعنی مزید خوش آواز سے پڑھتا۔ حضرت یحییٰ بن کثیر کہتے ہیں کہ يُحْبَرُوْنَ جنت کے آسمان کا نام ہے امام اوزاعی کہتے ہیں کہ يُحْبَرُوْنَ گانا ہے جب جنت والے کچھ طرب حاصل کرنا چاہتے ہیں [گانا سننا چاہتے ہیں] تو اللہ تعالیٰ جنت کی ہوا کو جس کو عفافہ کہا جاتا ہے حکم دیتا ہے اور عفافہ حسب حکم تازہ موتیوں کے نیستاں میں داخل ہو کر اس کو حرکت دیتی ہے اور نیستاں کے درخت باہم لگ کر بجتے ہیں جس سے اہل جنت کو سماع کا لطف آتا ہے۔ جب وہ درخت بجتے ہیں تو جنت کا ہر درخت ورق پوش ہو جاتا ہے۔ حضرت ابو امامہ ﷺ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو بندہ بھی جنت میں داخل ہوگا اس کے سرہانے اور پائتانے دو [دو] حوریں بیٹھی ایسی خوش آوازی سے گائیں گی جو کسی جن یا انسان نے نہ سنی ہوگی۔ وہ شیطانی گانا نہ ہوگا بلکہ اللہ کی حمد و تقدیس ہوگی۔ حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ جو لوگ اپنی آواز کو اور کانوں کو بے ہودہ گانوں اور شیطانی مزامیر سے پاک رکھتے ہیں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ انکو مشکی باغوں میں قیام پذیر کریگا اور فرشتوں کو حکم دیگا میرے بندوں کو میری ثناء و تمجید سناؤ اور ان کو اطلاع دے دو کہ آئندہ ان کو نہ کسی طرح کا خوف ہوگا نہ یہ غمگین ہونگے۔ (مظہری) ۴ یعنی وہ لوگ جنہوں نے قرآن کا انکار کیا اور دوبارہ اٹھائے جانے کو جھٹلایا۔ (صفوۃ التفاسیر) ۵ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کو عبادت کرنے کا حکم دیا ہے خاص طور پر ان اوقات میں نماز کا۔ (القرطبی) ۶ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ آیت اور اس سے پہلی آیت دونوں میں نماز کے پانچ اوقات کا بیان ہے۔ (القرطبی)

يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَيُحْيِ

بیروں آید زندہ از مردہ و بیروں آرد مردہ را از زندہ و زندہ کند

زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے اور زمین کو

الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ وَكَذَٰلِكَ تُخْرَجُونَ ﴿١٩﴾ وَمِنْ

زمین از پس مرگ آں و اینچنیں بیروں آوردہ شوید و از

اس کے مرنے کے بعد زندہ فرماتا ہے اور اسی طرح تم نکالے جاؤ گے ۱ اور

آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَكُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ إِذَا أَنْتُمْ بَشَرٌ

آیات او آنست کہ بیافرید شما را از خاک پس اکنوں شما مردمانید

اسکی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ تمہیں مٹی سے پیدا کیا پس جبھی تم سب چلتے پھرتے انسان ہو ۲

تَنْتَشِرُونَ ﴿٢٠﴾ وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ

پراگندہ شوید و از نشانہاے او آنست کہ بیافرید شما را از تنہاے شما

اور اسکی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہارے لئے تمہاری جانوں سے

أَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً ۚ

صنعفا تا میل کنید بسوے ایشاں و گردانید میان شما دوستی و رحمت

جوڑے بنائے تا کہ تم انکی طرف خواہش کرو اور تمہارے درمیان دوستی اور رحمت پیدا کی

إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ﴿٢١﴾ وَمِنْ آيَاتِهِ

ہر آئنہ دریں نشانہا ست مر قومیرا کہ فکر کنند و از آیات او

بیشک اس میں نشانیاں ہیں ایسی قوم کیلئے جو فکر کرتی ہو ۳ اور اسکی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ

خَلْقُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافُ أَلْسِنَتِكُمْ

بیافرید آسمانہا و زمین و اختلاف زبانہاے شما

اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور تمہاری زبانوں اور رنگوں کے

تفسیر اظہار العرفان

۱ جب انسان صبح کے وقت سو کر اٹھتا ہے تو گویا وہ مرنے کے بعد پھر زندہ ہو رہا ہے اور عشاء کے وقت جب سونے جاتا ہے تو گویا کہ وہ زندگی سے موت کی جانب جا رہا ہے۔ مفسرین کرام کا اس میں اختلاف ہے کہ ''زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے'' کا کیا مطلب ہے۔ اکثر مفسرین کا کہنا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ انڈہ سے چوزہ نکالتا ہے اور مرغی سے انڈہ نکالتا ہے' اسی طرح حیوان نطفہ سے ہے اور نطفہ حیوان سے ہے۔ بعض مفسرین کا کہنا ہے کہ اس سے یہ مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ کافر سے مؤمن نکالتا ہے اور مؤمن کو کافر سے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اس سے یہ مراد ہو کہ اللہ تعالیٰ سونے والے کو بیدار کرتا ہے اور بیدار کو سلاتا ہے۔ (تفسیر کبیر)

۲ اللہ تعالیٰ اس آیت کریمہ میں زندہ کرنے اور موت دینے کی قدرت کو بیان فرما رہا ہے اور یہ بیان فرما رہا ہے کہ اس نے انسان کو مٹی سے پیدا کیا۔ یہاں یہ سوال ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا فرمایا اور ہم سب کو حضرت آدم سے پیدا فرمایا پھر آیت میں خَلَقَكُمْ مِنْ تُرَابٍ یعنی تم سب کو مٹی سے پیدا کیا' کیسے ارشاد ہوا؟ اسکا جواب دو طرح سے ہے (۱) چونکہ انسان کی اصل مٹی سے ہے اس لئے اصل کا اعتبار کرتے ہوئے خَلَقَكُمْ مِنْ تُرَابٍ فرمایا گیا (۲) ہر انسان کی پیدائش مٹی سے ہے حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش مٹی سے تو ظاہر ہے۔ باقی ہم سب کی پیدائش مٹی سے اس طرح ہے کہ ہمیں نطفہ سے بنایا اور نطفہ کو غذا سے اور غذا کو مٹی سے۔ حکماء کہتے ہیں کہ انسان عناصرِ اربعہ سے مرکب ہے اور وہ مٹی' پانی' ہوا اور آگ ہیں۔ حکماء کہتے ہیں کہ انسان کے خمیر میں مٹی ثبات کیلئے ہے' پانی' انسان کے استمساک کیلئے ہے' ہوا انسان کے استقلال کیلئے ہے اور آگ انسان کو پختہ بنانے کیلئے ہے۔ (تفسیر کبیر) ۳ مِنْ أَنْفُسِكُمْ: بعض مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ یہاں حضرت حواء مراد ہیں کیونکہ انھیں حضرت آدم علیہ السلام کے جسم سے پیدا کیا گیا' لیکن صحیح یہ ہے کہ ''مِنْ جِنْسِكُمْ'' یعنی تمہاری جنس سے پیدا کرنا مراد ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ یعنی تحقیق تمہارے پاس تمہاری جنس میں سے ایک عظیم رسول تشریف لائے۔ آیت میں موجود لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا خود اس معنی پر دلالت کر رہا ہے کیونکہ انسان اپنے جیسے انسان ہی سے قرار پاتا ہے۔ وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً: اس میں مفسرین کرام کے چند اقوال ہیں (۱) مودہ سے مراد جماع ہے اور رحمت سے مراد بچہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے دلیل قائم کرتے ہوئے۔ ذِكْرُ رَحْمَةِ رَبِّكَ عَبْدَهُ زَكَرِيَّا یعنی تیرے رب کی رحمت کا ذکر [جو اس نے] اپنے بندے زکریا [پر کی تھی] (۲) محبت اپنے نفس کی حاجت کی حالت ہے اور رحمت اپنے ساتھی کی حالت کا نام ہے۔ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ: یعنی ازواج کو پیدا کرنا اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے' یہ بھی احتمال ہے کہ ان کے درمیان مودت کو نشانی قرار دیا گیا ہو۔ پس انسان کو چاہیئے کہ اس میں غور و فکر کرے اس لئے کہ انسان کو والدین سے پیدا کرنا کمالِ قدرت پر دلالت کرتا ہے' اسی طرح ایک انسان کے دل میں دوسرے انسان کی مہربانی کا پایا جانا یہ سب اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے۔ (تفسیر کبیر)

وَ اَلۡوَانِكُمۡ ؕ اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلۡعٰلِمِيۡنَ ﴿۲۲﴾ وَمِنۡ اٰيٰتِهٖ

و رنگہاے شما ہر آئنہ دریں نشانہاست مر عالمیانرا و از آیات او

اختلاف کو بیشک اس میں نشانیاں ہیں جاننے والوں کیلئے ا اور اسکی نشانیوں میں سے

مَنَامُكُمۡ بِالَّيۡلِ وَالنَّهَارِ وَابۡتِغَآؤُكُمۡ مِّنۡ فَضۡلِهٖ ؕ

خواب شما ست بشب و روز و جستن شما از فضل او

ہے تمہارا رات اور دن میں سونا اور تمہارا اس کے فضل کو تلاش کرنا

اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوۡمٍ يَّسۡمَعُوۡنَ ﴿۲۳﴾ وَمِنۡ اٰيٰتِهٖ

ہر آئنہ دریں نشانہاست مر قومیرا کہ میشوند و از آیات او

بیشک اس میں نشانیاں ہیں ایسی قوم کیلئے جو سنتی ہو ۲ اور اسکی نشانیوں میں سے ہے کہ

يُرِيۡكُمُ الۡبَرۡقَ خَوۡفًا وَّطَمَعًا وَّيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً

می نماید شما را برق را براے ترسانیدن و در طمع افگندن و فرو فرستد از آسمان آبے

وہ تمہیں ڈرانے اور امید میں ڈالنے کیلئے بجلی دکھاتا ہے اور آسمان سے پانی اتارتا ہے

فَيُحۡىٖ بِهِ الۡاَرۡضَ بَعۡدَ مَوۡتِهَا ؕ اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوۡمٍ

پس زندہ کند باٰں زمین از پس مردن آں ہر آئنہ دریں نشانہاست مر قومیرا کہ

پس اس سے زمین کو اس کے مرنے کے بعد زندہ کرتا ہے بیشک اس میں نشانیاں ہیں ایسی قوم کیلئے جو

يَّعۡقِلُوۡنَ ﴿۲۴﴾ وَمِنۡ اٰيٰتِهٖۤ اَنۡ تَقُوۡمَ السَّمَآءُ وَالۡاَرۡضُ

میدانند و از آیات او آنکہ بایستد آسمان و زمین

جانتی ہو ۳ اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ آسمان اور زمین اسکے حکم سے

بِاَمۡرِهٖ ؕ ثُمَّ اِذَا دَعَاكُمۡ دَعۡوَةً ۖ مِّنَ الۡاَرۡضِ ۖ اِذَاۤ اَنۡتُمۡ تَخۡرُجُوۡنَ ﴿۲۵﴾

بامر او پس چوں خواند شما را خواندنے از زمین چوں شما بیروں آئید

قائم ہے پس جب تمہیں زمین سے ایک پکار کے ذریعے بلائیگا تو تم سب نکل پڑو گے ۴

تفسیر اظہار العرفان

ا جب اللہ تعالیٰ نے تخلیق انسان کے دلائل کو بیان فرمالیا تواب آفاق کے دلائل کو بیان فرمارہا ہے ان میں سب سے زیادہ آسمانوں اور زمین کی خلقت ظاہر ہے۔(تفسیر کبیر) اِخۡتِلَافُ اَلۡسِنَتِكُمۡ سے مراد ہے زبانوں اور بولیوں کا اختلاف۔ اللہ تعالیٰ نے ہر قوم کو ایک خاص زبان سکھادی اور اس میں خاص الفاظ القاء کر دیئے اور اس زبان کے بولنے پر اسکو قدرت عطا کی' یا زبانوں کے اختلاف سے مراد ہے بولنے کے طریقوں اور آوازوں کی کیفیتوں کا اختلاف کہ ایک کی آواز دوسرے سے مختلف ہے۔ ایک کا دوسرے سے اشتباہ نہیں ہوتا۔ اَلۡوَانُكُمۡ سے مراد جلد' بدن کے رنگ کا اختلاف۔ کسی کا رنگ کالا ہے کسی کا گورا وغیرہ وغیرہ' یا اختلافِ الوان سے مراد ہے ہر شخص کے اعضاء کا تشخص' اعضاء کی ہیئت' اعضاء کی ساخت' اعضاء کے رنگ اور حلیہ کا اختلاف۔ یہ اختلاف ایسا ہے کہ کوئی دوسرے سے مشابہ نہیں۔ یہ سارے اختلاف ہر ذی عقل کیلئے قدرت کی نشانیاں ہیں نہ کسی فرشتہ سے یہ پوشیدہ ہیں نہ جنات سے' نہ انسانوں سے۔(مظہری)

۲ ابتغاء کا مفعول محذوف ہے یعنی معاش ومعاد کو طلب کرنا' اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ نفسیاتی قوتوں کے آرام اور طبعی قوتوں کو قوی بنانے کیلئے رات میں اور دن میں تمہارا سونا اللہ تعالیٰ کی حکمت اور قدرت کی نشانی ہے' یا یہ مطلب ہے کہ رات میں تمہارا سونا اور دن میں روزی کو طلب اور تلاش کرنا قدرت ومصلحت کی نشانی ہے۔ واضح رہے کہ دو حروف عطف کے ساتھ دو فعلوں کو دو اوقات کے ساتھ ملا دیا تا کہ اس بات پر تنبیہ ہو جائے کہ اگرچہ ایک فعل دن کے ساتھ اور ایک فعل رات کے ساتھ [عادتًا] مخصوص ہے لیکن ہر کام ہر وقت ہو سکتا ہے [رات کو کمائی اور دن کو نیند بھی ہو سکتی ہے] اس کی تائید دوسری آیات سے بھی ہوتی ہے جو اسی مضمون کی حامل ہیں۔(مظہری) ۳ حضرت قتادہ اور حضرت ضحاک فرماتے ہیں کہ برق یعنی بجلی مسافر کیلئے خوف ہے اور مقیم کیلئے طمع۔ حضرت یحییٰ بن سلام کہتے ہیں کہ بجلی کی آواز انسان کیلئے باعث خوف ہے اور خود بجلی انسان کیلئے طمع ہے کیونکہ اس میں بارش ہوتی ہے' ابن بحر کہتے ہیں کہ بجلی' باعث خوف اس طرح ہے کہ کہیں کھیتی کو تباہ نہ کر ڈالے اور طمع اس اعتبار سے ہے کہ بارش ہو گی کھیتوں کو زندگی ملے گی' بجلی انسان کیلئے اس وقت باعث خوف ہے جب اس میں پانی نہ ہو اور اگر اس میں پانی ہو تو انسان کیلئے طمع ہے۔(القرطبی) ۴ چھ دلائل ذکر کئے گئے ان میں سے چار میں اِنَّ فِیۡ ذَالِکَ لَاٰیَاتٍ ہے جبکہ اول یعنی وَمِنۡ اٰیَاتِہٖۤ اَنۡ خَلَقَکُمۡ مِّنۡ تُرَابٍ میں اور آخری دلیل یعنی وَمِنۡ اٰیَاتِہٖۤ اَنۡ تَقُوۡمَ السَّمَاءُ وَالۡاَرۡضُ میں اِنَّ فِیۡ ذَالِکَ لَاٰیَاتٍ نہیں ہے۔ اول میں تو اس لئے نہیں ہے کہ اول کے بعد دوسری دلیل ازواج کی تخلیق کے بارے میں ہے اور پہلی دلیل خود اسکی اپنی ذات کی تخلیق کے بارے میں ہے اس لئے دونوں کے اختتام پر اِنَّ فِیۡ ذَالِکَ ہے۔ اسی طرح آخری دلیل میں ہے کہ اس سے پہلی دلیل اسکی مناسبت سے ہے اس لئے یہاں نہیں ہے جبکہ اس سے پہلے ہے۔(تفسیر کبیر)

وَلَهٗ مَنۡ فِی السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ کُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوۡنَ ﴿۲۶﴾ وَهُوَ

و مر او را ست هر که در آسمانها و زمین همه مر او را فرمانبردار شد و اوست

اور اسی کیلئے ہے جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہے' ہر ایک اسی کے فرمانبردار ہیں [۱] اور وہی ہے

الَّذِیۡ یَبۡدَؤُا الۡخَلۡقَ ثُمَّ یُعِیۡدُهٗ وَهُوَ اَهۡوَنُ عَلَیۡهِ ؕ

آنکه بیافریند آفرینش باز زنده کند او را و آں آسان ست برو

جو مخلوق کو پیدا فرماتا ہے پھر اس کو زندہ فرمائیگا اور وہ اس پر آسان ہے

وَلَهُ الۡمَثَلُ الۡاَعۡلٰی فِی السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ۚ وَهُوَ

و مر او را ست صفت اعلیٰ در آسمانها و زمین و اوست

اور اسی کیلئے اعلیٰ صفت آسمانوں اور زمین میں ہے اور وہی

الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ ﴿۲۷﴾ ؑ ضَرَبَ لَکُمۡ مَّثَلًا مِّنۡ اَنۡفُسِکُمۡ ؕ هَلۡ

غالب با حکمت بیان کرد برائے شما مثلے از تنہاے شما آیا

غالب حکمت والا ہے [۲] تمہارے واسطے ایک مثال تمہاری جانوں سے بیان کی کیا

لَّکُمۡ مِّنۡ مَّا مَلَکَتۡ اَیۡمَانُکُمۡ مِّنۡ شُرَکَآءَ فِیۡ مَا رَزَقۡنٰکُمۡ

شما را از آنچه مالک شده است دستہاے شما از انبازان در آنچه روزی دادیم شما را

تمہارے لئے اس میں جو روزی ہم نے تمہیں دی ہے تمہارے کوئی غلام یا لونڈی شریک ہے

فَاَنۡتُمۡ فِیۡهِ سَوَآءٌ تَخَافُوۡنَهُمۡ کَخِیۡفَتِکُمۡ اَنۡفُسَکُمۡ ؕ کَذٰلِکَ

پس شما دراں یکساں باشید ترسید از ایشاں مانند ترسیدن شما تنہاے شما اینچنیں

پس تم سب اس میں برابر ہو (کیا) تم ان سے ایسے ڈرتے ہو جیسے تم آپس میں ڈرتے ہو اسی طرح

نُفَصِّلُ الۡاٰیٰتِ لِقَوۡمٍ یَّعۡقِلُوۡنَ ﴿۲۸﴾ بَلِ اتَّبَعَ الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡۤا

بیان کنیم نشانها مر قومیرا میدانند بلکه پیروی کردند ستمگاران

ہم بیان کرتے ہیں نشانیوں کو ایسی قوم کیلئے جو جانتی ہو [۳] بلکہ ظالموں نے

تفسیر اظہار العرفان

[۱] حضرت ابوسعید خدری ﷛ فرماتے ہیں کہ قرآن میں جہاں جہاں قنوت کا لفظ آیا ہے وہ سب طاعت کے معنی میں ہے۔ حضرت نحاس کہتے ہیں کہ اسکا مطلب ہے خوب طاعت کرنے والے' یہ بھی کہا گیا ہے کہ قَانِتُوْنَ کا مطلب ہے کہ وہ سب عبودیت کا اقرار کرتے ہیں قول سے یا دلالت سے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ سب نماز پڑھتے ہیں' حضرت ربیع بن انس کہتے ہیں کہ وہ سب قیامت کے روز کھڑے ہونے والے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے یَوْمَ یَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔ ''جس روز لوگ کھڑے ہونگے رب العالمین کے حضور'' یعنی حساب کیلئے، حضرت حسن کہتے ہیں کہ کُلٌّ لَّهٗ قَانِتُوْنَ کا مطلب یہ ہے کہ ہر ایک اس گواہی کے ساتھ قائم ہے کہ وہ اس کا بندہ ہے' حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ قَانِتُوْنَ کا مطلب ہے مُخْلِصُوْنَ یعنی وہ سب اخلاص والے ہیں (القرطبی)

[۲] حضرت عکرمہ روایت کرتے ہیں کہ کفار کو اس پر تعجب ہوا کہ اللہ تعالیٰ مردے کو زندہ کر کے کھڑا کریگا! اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) حضرت ابوعبیدہ کہتے ہیں کہ آیت میں موجود اَهْوَنُ بمعنی هَیِّنٌ ہے مطلب یہ ہے کہ دوبارہ پیدا کرنا اللہ تعالیٰ کیلئے آسان ہے۔ وَلَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰی یعنی اللہ تعالیٰ کیلئے آسمانوں اور زمین میں اعلیٰ وصف ہے' آیت میں موجود مثل سے مراد وصف ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِیْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ یعنی اس جنت کی صفت جسے متقین کیلئے تیار کی گئی ہے۔ حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ اَلْمَثَلُ الْاَعْلٰی سے مراد لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہنا ہے مطلب یہ ہوگا کہ جو وحدانیت کے ساتھ متصف ہے وہ ارفع ہے' حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی گواہی دینا۔ (القرطبی)

[۳] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اہل شرک ان الفاظ سے تلبیہ کہتے تھے لَبَّیْکَ اَللّٰهُمَّ لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ اِلَّا شَرِیْکًا هُوَ لَکَ وَمَا مَلَکَ. اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) جب اللہ تعالیٰ نے دوبارہ زندہ کرنے اور اس پر اپنی قدرت کو بیان فرمالیا تو اب یہ بیان فرمارہا ہے کہ پوری مخلوق اس کیلئے مملوک ہے اور مملوک وہ ہوتا ہے جو اپنے آقا کے مال میں شریک ہوتا ہے اور نہ اسکی حرمت میں شریک ہوتا ہے پس یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں کو تم اس کے ساتھ شریک ٹھہراؤ، اور یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت کی طرح تم ان کی عظمت کو ثابت کرو یہاں تک کہ تم اس کے بندوں کی عبادت شروع کردو۔ مِنْ اَنْفُسِکُمْ: مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے نفس سے ہی تمہیں مثال دی ساتھ اس کے کہ تمہارا نفس حقیر' کمزور اور عاجز ہے تم اپنے اس نفس کو اس ذات پر کیسے قیاس کرتے ہو جو عظمت والا' کمال والا اور قدرت والا ہے۔ واضح رہے کہ اس آیت کریمہ میں ہر اعتبار سے غیر اللہ کی عبادت کی نفی کی گئی ہے اس لئے کہ جب کوئی بھی اس کے ساتھ شریک ہونے کے لائق نہیں ہے تو کوئی بھی اس کے سوا عبادت کے لائق نہیں ہے۔ کَذٰلِکَ نُفَصِّلُ الْاٰیَاتِ لِقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ: یعنی جو دلائل' براہین قاطعہ' امثلہ اور حکایات ہم نے بیان کی ہیں یہ سب عقل رکھنے والی قوم کیلئے نشانیاں ہیں۔ (تفسیر کبیر)

اَهْوَآءَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ فَمَنْ يَّهْدِيْ مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ ۭ وَمَا لَهُمْ

آرزوہای ایشاں بنا دانش پس ہر کہ راہ نماید مرا ہر کرا گمراہ کرد خدای و نیست ایشانرا

بغیر علم کے اپنی خواہشوں کی پیروی کی پس (اسے) کون راہ دکھائیگا جسے اللہ گمراہ کرے اور نہیں ہیں ان کیلئے

مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۲۹﴾ فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ۭ فِطْرَتَ

ہیچ یارانے پس راست دار روے خود را براے دین راست دین

کوئی مددگار ۱ پس اپنے چہرے کو دین حق کیلئے سیدھا رکھو اللہ

اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ۭ لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ۭ

خدای آنکہ بیافرید مردمانرا براں تبدیل ندہید مر خلق خدایرا

کا دین وہ ہے جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا اللہ کی خلقت کو تبدیل نہ کرنا

ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ۙ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۰﴾

اینست دین راست و لیکن اکثر مردمان نمیدانند

یہی ہے سیدھا دین لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں ۲

مُنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ وَاتَّقُوْهُ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا

باز گردانندگانند بسوے او و بترسید از و بر پادارید نماز را و مباشید

اسی کی طرف رجوع لاتے ہوئے اور اسی سے ڈرو اور نماز قائم رکھو اور نہ ہو جاؤ

مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۳۱﴾ مِنَ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا

از مشرکان از آنانکہ جدا کردند دین خود را و بودند

مشرکوں سے ۳ ان لوگوں میں سے جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑا ٹکڑا کر دیا اور

شِيَعًا ۭ كُلُّ حِزْبٍۢ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ﴿۳۲﴾ وَاِذَا مَسَّ

گروہ گروہ ہر گروہی بآنچہ نزدیک ایشانست شادمان و چوں برسد

فرقوں میں بٹ گئے ہر فرقہ جو اس کے پاس ہے خوش ہے ۴ اور جب

تفسیر اظہار العرفان

۱ یعنی حجت قائم ہو جانے کے بعد بھی یہ لوگ بتوں کی عبادت نہیں چھوڑ رہے ہیں یہ سوائے نفسانی خواہشات کے اور کیا ہو سکتا ہے؟ فَمَنْ يَّهْدِيْ مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ یعنی جسے اللہ تعالیٰ [اس کے کرتوں کی بناء پر] گمراہ کرے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں ہے۔ (القرطبی)

۲ فطرت سے مراد اسلام ہے۔ آیت میں براہ راست خطاب رسول اللہ ﷺ کو اور آپ کے ذیل میں ساری امت کو ہے۔ فطرت کہنے کی وجہ یہ ہے کہ ساری مخلوق کیلئے اطاعت الٰہی لازم ہے، بعض علماء کے نزدیک فطرت سے وہ وعدہ مراد ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام اور آپ کی ساری نسل سے کیا تھا اور فرمایا تھا اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں، قَالُوْا بَلٰى تو سب نے جواب دیا کیوں نہیں تو ہی ہمارا رب ہے۔ ہر بچہ جو پیدا ہوتا ہے اسی ازلی اقرار پر پیدا ہوتا ہے یہی حنفیت ہے جس پر سارے انسانوں کی تخلیق ہوتی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہر بچہ فطرت پر ہی پیدا ہوتا ہے پھر اس کے ماں باپ اس کو یہودی اور عیسائی یا مجوسی بنا لیتے ہیں جیسے چوپائے سے چوپایہ سالم پیدا ہوتا ہے کیا تم کسی کو پیدائشی نکٹا، بوچا پاتے ہو، پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔ لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ: یعنی دین خدا کو تبدیل نہ کرو۔ حضرت مجاہد اور حضرت ابراہیم نخعی کہتے ہیں کہ فطرۃ اللہ پر مضبوطی سے قائم رہو اسکی پیروی کرو اور توحید کو شرک سے نہ بدلو، ایک روایت میں آیا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مبارک نے حدیث كُلُّ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ کی تشریح میں کہا کہ ہر بچہ کو اس سرشت پر پیدا کیا جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے یعنی بموجب علم الٰہی ہر بچہ کو خوش نصیب یا بدنصیب پیدا کیا گیا ہے، آخر میں ہر آدمی اس سعادت یا شقاوت کی طرف لوٹ جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس کی سرشت میں پیدا کر دی ہے اور اس کا عمل آخر میں فطرت کے مطابق ہو جاتا ہے اس مطلب پر آیت لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ کا معنی یہ ہوگا کہ جس سعادت یا شقاوت پر انسان کی فطری تخلیق ہوئی ہے وہ بدل نہیں سکتی، سعید شقی نہیں ہو سکتا اور شقی سعید نہیں بن سکتا۔ (مظہری) ۳ مُنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ کے معنی میں اختلاف ہے کہا گیا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ سب توبہ اور اخلاص کے ساتھ اسی کی جانب لوٹنے والے ہیں، حضرت عبد الرحمٰن بن زید کہتے ہیں کہ وہ سب اسی کی اطاعت کرتے ہیں، یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ سب اپنے گناہوں سے توبہ کر کے اسی کی جانب لوٹتے ہیں۔ (القرطبی) ۴ حضرت ابو ہریرہ، حضرت عائشہ اور حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں اس امت کے اہل ھوا اور اہل بدعت ہیں جنہوں نے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، حضرت ربیع بن انس کہتے ہیں کہ اس سے مراد یہود و نصاری ہیں جنہوں نے اپنے دین میں تفرقہ ڈالا۔ وَكَانُوْا شِيَعًا: کلبی کہتے ہیں کہ شِيَعًا سے مراد فرقے ہیں، مقاتل کہتے ہیں کہ اس سے مراد ادیان ہیں۔ كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ: وہ سب اپنے اپنے کاموں پر خوش ہیں اس لئے کہ ان پر حق ظاہر نہیں ہوا کہ وہ لوگ حق پر اپنے کاموں کی بناء کرتے۔ کہا گیا ہے کہ یہ فرائض کے نزول سے پہلے تھا، ایک قول یہ بھی ہے کہ عاصی اپنی معصیت پر خوش ہوتا ہے جبکہ یہ شیطان کی جانب سے ہوتی ہے۔ (القرطبی)

النَّاسَ ضُرٌّ دَعَوْا رَبَّهُمْ مُّنِيبِينَ إِلَيْهِ ثُمَّ إِذَآ أَذَاقَهُمْ

مردمانرا رنجی بخوانند پروردگار خود را باز گشتگان بسوے او پس بچشاند ایشانرا

لوگوں کو تکلیف پہنچے تو اپنے رب کو پکارتے ہیں اسی کی طرف رجوع لاتے ہوئے پھر جب انھیں

مِّنْهُ رَحْمَةً إِذَا فَرِيقٌ مِّنْهُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُونَ ﴿۳۳﴾ لِيَكْفُرُوا

از خود رحمت چوں گروہی از ایشاں پروردگار خود ایشاں انباز گیرند تا نگرویدند

اپنی رحمت سے چکھاتا ہے تو ایک گروہ ان میں سے اپنے رب کیساتھ شریک ٹھہراتا ہے ۱ تا کہ ناشکری کریں

بِمَآ آتَيْنٰهُمْ فَتَمَتَّعُوا فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ ﴿۳۴﴾ أَمْ أَنْزَلْنَا

بآنچہ دادیم ایشانرا پس بر خورید پس زود بدانید آیا فرستادیم ما

جو ہم نے انھیں دی پس فائدہ اٹھا لو اور بہت جلد تم جان لو گے ۲ کیا ہم نے

عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا فَهُوَ يَتَكَلَّمُ بِمَا كَانُوا بِهِ يُشْرِكُونَ ﴿۳۵﴾ وَإِذَآ

بر ایشاں حجتی پس او سخن گوید بآنچہ بودند بداں انباز آوردند و چوں

ان پر کوئی حجت اتاری جو (اس کو) بیان کرتی ہے جسے یہ لوگ شریک ٹھہرا رہے ہیں ۳ اور جب

أَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً فَرِحُوا بِهَا وَإِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ

بچشانیم مردمانرا رحمت شاد شوند بآں و اگر برسد بدیشاں بدیہا

ہم لوگوں کو رحمت سے چکھاتے ہیں تو اس سے خوش ہو جاتے ہیں اور اگر انہیں برائی پہنچے

بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ إِذَا هُمْ يَقْنَطُونَ ﴿۳۶﴾ أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ

بآنچہ پیش فرستادہ است دستہاے ایشاں چوں ایشاں ناامید میشوند آیا ندیدند آنکہ

اسکے سبب جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجا تو وہ سب ناامید ہو جاتے ہیں ۴ کیا انھوں نے نہ دیکھا کہ

اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ إِنَّ فِي ذٰلِكَ

خدای کشادہ کند روزی ہر کرا خواہد و تنگ کند ہر آئنہ دریں

اللہ روزی کشادہ فرماتا ہے جس کیلئے چاہے اور تنگ فرماتا ہے، بیشک اس میں

تفسیر اظہار العرفان

۱ جب توحید کو دلیل اور مثل کے ذریعے بیان فرمالیا تو اب یہ بیان ہورہا ہے کہ ان مشرکین پر ایک ایسی حالت بھی آتی ہے جب وہ اللہ تعالیٰ کو ایک مانتے ہیں اگر چہ دوسری حالت میں وہ سب منکر ہوجاتے ہیں جب کسی مصیبت میں ہر جانب سے مایوس ہوجاتے ہیں تو ہر ایک سے منقطع ہوکر صرف اللہ تعالیٰ کی جانب متوجہ ہوجاتے ہیں پھر جب اللہ تعالیٰ اس مصیبت سے نجات دیتا ہے تو پھر یہ شرک کی جانب لوٹ جاتے ہیں۔ اَذَاقَهُمْ: اس میں اس جانب اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے بہت کم انھیں دیتا ہے اس لئے کہ ذوق قلیل کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اگر کوئی شخص پیٹ بھر کر کھائے تو یہ نہیں کہا جائیگا کہ اس نے چکھا۔ (تفسیر کبیر) رحمت سے مراد شدت وتنگ حالی سے خلاصی اور سرسبزی ہے۔ يُشْرِكُونَ یعنی رحمت تو رب کرتا ہے اور جب خلاصی مل جاتی ہے تو خلاصی دینے میں ساجھی قرار دیتے ہیں دوسروں کو۔ حضرت زید بن خالد جہنی ﷺ کی روایت ہے کہ حدیبیہ میں رات کو بارش ہوئی صبح کو رسول اللہ ﷺ نے ہم کو نماز پڑھائی۔ نماز ختم کرنے کے بعد لوگوں کی جانب رخ کر کے فرمایا: کیا تم کو معلوم ہے کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا؟ صحابہ نے جواب دیا اللہ جانے اور اللہ کا رسول۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا صبح کو میرے بندوں میں سے کوئی مؤمن رہا کوئی کافر یعنی میری نعمت کا منکر ہوگیا جس نے کہا اللہ کے فضل اور اسکی رحمت سے ہم پر بارش ہوئی وہ مجھ پر ایمان رکھتا ہے اور ستاروں کا منکر ہے اور جس نے کہا ہم پر فلاں ستارے کے نکلنے سے بارش ہوئی وہ میرا منکر ہے اور ستاروں پر یقین رکھنے والا ہے۔ حضرت ابوہریرہ ﷺ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب بھی اللہ اوپر سے برکت یعنی بارش نازل فرماتا ہے تو انسانوں کا ایک گروہ اللہ کی رحمت کا منکر ہوجاتا ہے۔ بارش نازل تو کرتا ہے اللہ اور وہ کہتا ہے کہ فلاں فلاں ستاروں کی وجہ سے یہ بارش ہوئی۔ (مظہری) ۲ اس آیت کریمہ میں تہدید ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيَكْفُرْ: یعنی جس کا دل چاہے ایمان لائے اور جس کا دل چاہے کفر کرے۔ (القرطبی) ۳ مطلب یہ ہے کہ کیا ہم نے ان مشرکین پر ان کے شرک کیلئے کوئی حجت اتاری، یا آسمان سے کوئی کتاب اتاری جو ان کے شرک پر گواہی دے اور ان کی جانب سے کلام کرے اور معاملہ ایسا نہیں ہے جیسا کہ وہ لوگ خیال کرتے ہیں۔ اس آیت کا مفاد یہ ہے کہ ان کے پاس شرک کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ (صفوۃ التفاسیر) ۴ یعنی جب ہم انسان پر وسعت وعافیت کی نعمت اتارتے ہیں تو یہ انسان خوش ہوتا ہے اور جب ان کے گناہوں کے سبب ان پر بلاء اور عقوبت اتارتے ہیں تو پھر یہ رحمت اور کشادگی سے مایوس ہوجاتا ہے۔ ابن کثیر کہتے ہیں کہ اس آیت میں انسان کی ناشکری کا بیان ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری کرتا ہے ہاں جسے اللہ تعالیٰ محفوظ فرمالے وہ اس ناشکری کے مرض میں مبتلا نہیں ہوتے ہیں۔ انسان کو جب نعمت دی جاتی ہے تو انسان خوش ہوتا ہے اور جب اسے مصیبت دی جاتی ہے تو انسان مایوسی کا اظہار کرنے لگتا ہے اور اپنے اوپر کی رحمت سے مایوس ہوجاتا ہے۔ (صفوۃ التفاسیر)

تفسیر اظہار العرفان

لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ﴿۳۷﴾ فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّهٗ وَ الْمِسْكِیْنَ

نشانہاست مر قومیرا کہ میگرویدند پس بدہ خداوند قرابت حق او را و مسکینان

نشانیاں ہیں ایسی قوم کیلئے جو ایمان رکھتی ہو۔ا پس رشتہ داروں کو ان کا حق دو اور مسکینوں

وَ ابْنَ السَّبِیْلِ ؕ ذٰلِكَ خَیْرٌ لِّلَّذِیْنَ یُرِیْدُوْنَ وَجْهَ

در راہ گذربانان بہتر است مر آنانکہ میخواہند رضاے

اور مسافروں کو ٢ یہ بہتر ہے ان لوگوں کیلئے جو اللہ کی رضا چاہتا ہو

اللّٰهِ٘ وَ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَ مَاۤ اٰتَیْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّیَرْبُوَاۡ

خدایرا و آنگروہ ایشانند رستگاران و آنچہ میدہید از ربا تا بیفزاید

اور وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں ٢ اور تم جو سود دیتے ہو تا کہ

فِیْۤ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا یَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَ مَاۤ اٰتَیْتُمْ

در مالہاے مردمان پس زیادہ نمی شود نزد خدای و آنچہ میدہید

لوگوں کے اموال میں اضافہ ہو تو (یاد رکھو) اللہ کے نزدیک بڑھتا نہیں ہے اور

مِّنْ زَكٰوةٍ تُرِیْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ ﴿۳۹﴾

از زکوۃ میخواہید ثواب خدای پس آنگروہ ایشانند صاحبان دو چند

تم لوگ اللہ کے ثواب (کی نیت سے) جو زکوۃ دیتے ہوتو (ایسے ہی) گروہ دونا اجر والے ہیں ٣

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ یُمِیْتُكُمْ ثُمَّ یُحْیِیْكُمْ ؕ

اللہ است آنکہ بیافرید شما را باز روزی داد شما را باز بمیراند شما را باز زندہ کند شما را

اللہ ہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا پھر تمہیں روزی دی پھر تمہیں موت دیگا پھر تمہیں زندہ فرمائیگا

هَلْ مِنْ شُرَكَآىِٕكُمْ مَّنْ یَّفْعَلُ مِنْ ذٰلِكُمْ مِّنْ شَیْءٍ ؕ

آیا ہست از انبازان شما ہر کہ بکند از ایں از چیزی

کیا تمہارے شریکوں میں کوئی (ایسا ہے) جو ان میں سے کچھ بھی کر دکھائے

ا یعنی کوئی وجہ نہیں ہے کہ فراخی حالت میں تو اترانے لگیں اور ناشکری کریں اور تنگ حال میں ناامید ہو جائیں اللہ تعالیٰ کی طرف نہ لوٹیں اور گناہوں اور گناہوں پر پشیمان ہوکر توبہ نہ کریں اور گناہوں کو نہ چھوڑیں اور مومنوں کی طرح صبر نہ کریں اور مصیبت پڑنے پر ثواب کی امید نہ رکھیں۔ ان سب باتوں میں اہل ایمان کیلئے نشانیاں ہیں۔ (مظہری)

٢ اس میں خطاب نبی ﷺ سے ہے لیکن مراد امت ہے اس لئے کہ ارشاد ہو رہا ہے ''یہ ان لوگوں کیلئے بہتر ہے جو اللہ کی رضا کا ارادہ رکھتے ہیں'' علماء کا اس میں اختلاف ہے ایک قول یہ ہے کہ آیت مواریث سے منسوخ ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ منسوخ نہیں ہے اور یہی صحیح ہے۔ حضرت مجاہد اور حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ صلۂ رحمی اللہ تعالیٰ کی جانب سے فرض ہے' حضرت مجاہد تو یہاں تک کہتے ہیں کہ صلہ رحمی کے بغیر صدقہ قبول نہیں کیا جاتا ہے۔ (القرطبی)

٣ ربوا سے مراد لین دین میں ایک طرف سے وہ زیادتی جو شرعاً حرام کردی گئی ہے یا وہ مباح عطیہ ہے جو بطور ہدیہ ہو' جس کو دینے کی غرض یہ ہو کہ اس سے زیادہ واپس مل جائیگا۔ اس تشریح میں عطیہ کو ربوا کہنا مآل کے اعتبار سے یعنی وہ زیادتی جو عطیہ کا اصل مقصد ہے۔ بغوی نے لکھا ہے کہ آیت کے معنی میں علمائے تفسیر کا اختلاف ہے۔ حضرت سعید بن جبیر اور اکثر اہل تفسیر نے یہ مطلب بیان کیا ہے کہ جو شخص کسی کو کچھ عطیہ اس لالچ میں دیتا ہے کہ وہ لوٹا کر اس سے زیادہ دیدے تو گویا شرعاً یہ فعل جائز ہے لیکن ایسے دینے کا قیامت میں کوئی ثواب نہیں ملے گا۔ فَلَا یَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ کا یہی مطلب ہے۔ رسول اللہ ﷺ کیلئے یہ عمل بھی ناجائز تھا اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ سے فرمایا: وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ ''اور احسان مت کرو کثرت طلب کرنے کی غرض سے''۔ حضرت ضحاک کہتے ہیں کہ اس سے مراد وہ آدمی ہے جو اپنے کسی رشتہ دار اور دوست کو اسکا مال بڑھانے کیلئے کچھ دیتا ہے رضائے خداوندی کا حصول اس کے پیش نظر نہیں ہوتا۔ حضرت شعبی کہتے ہیں کہ اس سے مراد وہ شخص ہے جو دوسرے آدمی کے ساتھ چمٹا رہتا ہے اس کی خدمت کرتا ہے اور سفر میں بھی اس کے ساتھ رہتا ہے وہ آدمی اپنی تجارت کے نفع میں اسکا کوئی حصہ مقرر کردیتا ہے تا کہ وہ کام میں مالک کا ہاتھ بٹاتا رہے ایسے دینے کا آخرت میں کوئی حاصل نہیں کیونکہ رضائے رب مطلوب نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اعمال کا دارومدار نیت پر ہے۔ جس شخص کی جو نیت ہوگی وہی اس کو ملے گا جس شخص نے ہجرت اللہ اور رسول کیلئے کی ہوگی اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کیلئے ہوگی یعنی وہ ثواب کا مستحق ہوگا اور جس شخص نے دنیا پانے یا عورت سے نکاح کرنے کیلئے کی ہوگی اس کی ہجرت [اللہ اور اس کے رسول کیلئے نہیں] اسی چیز کیلئے قرار پائے گی جس کیلئے اس نے کی ہوگی۔ اَلْمُضْعِفُوْنَ یعنی ایسے لوگوں کو ثواب چند گنا ملے گا ایک نیکی کا ثواب دس گنے سے لے کر سات سو گنے تک اور اس سے بھی زیادہ جس کی کوئی حد نہیں اور زکوۃ دینے کی برکت سے ان کے مالوں میں بھی ترقی ہوگی۔ زجاج کہتے ہیں کہ اہل زکوۃ مضعف اجر و ثواب ہیں۔ (مظہری)

سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۴۰﴾ ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ

پاکست او و بر تر است از آنچه انباز گیرند آشکارا شد تباہی در بیابان

پاک ہے وہ اور برتر ہے اس سے جو شرک وہ سب کرتے ہیں ۱؎ خشکی اور دریا میں

وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيْقَهُمْ بَعْضَ

و دریا بآں چہ کردہ است دستہاے مردمان تا بچشاند ایشانرا بعض

فساد ظاہر ہوا اس سبب جو لوگوں کے ہاتھوں نے کیئے تا کہ انھیں ان کے بعض

الَّذِيْ عَمِلُوْا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۴۱﴾ قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ

آنکہ کروند شاید کہ ایشاں باز گردند سیر کنید در زمین

کرتوتوں کا مزا چکھائے شاید کہ وہ سب باز آئیں ۲؎ آپ فرما دیجئے زمین میں سیر کرو

فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلُ ؕ كَانَ

پس بنگرید چگونہ بود سرا نجام آنانکہ پیش ازیں بودند

اور دیکھو کیسا انجام ہوا ان لوگوں کا جو ان سے پہلے تھے

اَكْثَرُهُمْ مُّشْرِكِيْنَ ﴿۴۲﴾ فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ الْقَيِّمِ

اکثر ایشاں مشرکان پس راست کن روے خدا را براے دین راست

ان کے اکثر مشرکین تھے ۳؎ پس اپنے چہرے کو دین حق کیلئے سیدھا کر لو

مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ يَوْمَئِذٍ

پیش ازانکہ بیاید روزیکہ نیست باز گردنی او را از خدای آنروز

اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جس کیلئے اللہ کی طرف سے ٹلنا نہیں ہے اس دن

يَّصَّدَّعُوْنَ ﴿۴۳﴾ مَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ ۚ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا

جدا شوند ہر کہ نگرود پس بروست کفر او و ہر کہ بکند نیکی

جدا جدا ہو جائیں گے ۴؎ جو کوئی کفر کرے تو اسی پر ہے اسکا کفر اور جو کوئی نیکی کرے

۱؎ یہاں سے کلام کو پھر مشرکین کی مذمت کی جانب پھیرا گیا اور انھیں بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ خالق، رزاق، محیت اور محی ہے، مشرکین سے علی جہت الاستفہام پوچھا گیا کہ تمہارے بتوں نے بتائے گئے امور میں سے کچھ انجام دیا ہے۔ (القرطبی)

۲؎ یعنی اموات کی کثرت، غرقابی، آگ لگانا اور جلانا، جنگ و جدال، مار دھاڑ، خون ریزی، ظلم، دکھ، ضرر، امراض اور گمراہی کی کثرت ہو گئی، سمندروں میں طوفان اور آندھیاں بکثرت آنے لگیں، سمندر کے جانور باہم لڑنے لگیں۔ بغوی نے لکھا ہے بر سے مراد ہے صحراء، بیابان اور بحر سے مراد ہے وہ شہر اور بستیاں جو نہروں اور دریاؤں کے کنارے پر آباد ہیں۔ حضرت عطیہ کہتے ہیں کہ روئے زمین پر جو شہر وغیرہ ہیں وہ بر ہیں اور، بحر تو معروف ہی ہے یعنی سمندر۔ بارش کی کمی کا اثر جس طرح خشکی پر پڑتا ہے اسی طرح سمندر پر بھی پڑتا ہے۔ بارش ہوتی ہے تو سمندر کی تہہ سے سیپ اوپر سطح پر آجاتی ہے اور منہ کھول دیتی ہے اس کے منہ میں جو بارش کا قطرہ پڑ جاتا ہے وہ موتی ہو جاتا ہے اگر بارش نہیں ہوتی تو سیپ اوپر نہیں آتی اور موتی نہیں بنتا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت مجاہد کا قول ہے کہ بر میں فساد سے مراد ہے حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے [قابیل] کا اپنے بھائی [ہابیل] کو قتل کر دینا اور، بحر میں فساد سے مراد ہے ظالم بادشاہ [جلندی] کا [حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں] کشتیوں کو چھین لینا۔ حضرت ضحاک کہتے ہیں کہ زمین پہلے سرسبز اور شاداب تھی جس درخت کے پاس آدمی جاتا تھا اس کو بارآور پاتا تھا اور سمندر کا پانی پہلے میٹھا تھا اور شیر گائے، بکری کو قتل کرنے کا ارادہ بھی نہیں کرتا تھا لیکن قابیل نے ہابیل کو قتل کر دیا تو زمین خشک ہو گئی درخت پُر خار ہو گئے اور سمندر کا پانی شور ہو گیا اور جانور ایک دوسرے کو پھاڑنے لگے۔ (مظہری) ۳؎ جب مشرکین کے احوال کے فساد کو بیان کر دیا گیا اور ان کی ہلاکت کے اسباب بھی بیان کر دیئے گئے تو اب یہ دعوت دی جا رہی ہے کہ زمین میں سیر کر کے جھٹلانے والی قوموں کے انجام دیکھو۔ كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّشْرِكِيْنَ: یہ ٹکڑا ابتدا ہے کہ ان اقوام میں سے اکثر کی ہلاکت شرک ظاہر کی بناء پر ہوئی اگرچہ بعض لوگوں کو فسق اور مکالفت کی بناء پر ہلاک کیا گیا جیسے ہفتہ کے روز شکار کرنے والوں کو۔ (تفسیر کبیر) ۴؎ اب یہاں سے اللہ تعالیٰ مؤمنین کو حق پر قائم رہنے کا حکم دے رہا ہے۔ آیت میں خطاب رسول اللہ ﷺ سے اس لئے ہے تاکہ مؤمنین اس کی فضیلت سے واقف ہو جائیں جس کا حکم انھیں دیا جا رہا ہے۔ اس لئے کہ اشرف الانبیاء کو اس کا حکم دیا گیا، اور مؤمنین کیلئے تکلیف میں مقام انبیاء ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے "بیشک اللہ نے اپنے بندوں میں سے مؤمنین کو اس کام کا حکم دیا جو اس نے اپنے بندوں میں سے مرسلین کو دیا"۔ لَا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ: یعنی اس روز عذاب کو اللہ تعالیٰ نہیں ہٹائے گا اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ دوسرے لوگ اس کے ہٹانے سے پہلے ہی عاجز ہونگے۔ (تفسیر کبیر)

فَلِاَنْفُسِهِمْ يَمْهَدُوْنَ ﴿٤٤﴾ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

پس برائے ایشاں می گسترند تا جزا دہد آنانکہ گرویدند و کردند

پس وہ اپنے لئے سامان تیار کرتے ہیں ۱ تا کہ ان لوگوں کو بدلہ دے جو ایمان لائے اور

الصّٰلِحٰتِ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ﴿٤٥﴾ وَمِنْ

نیکیہا از فضل . او ہر آئنہ او دوست ندارد کافرانرا و از

اچھے کام کئے اپنے فضل سے، بیشک وہ کافروں کو دوست نہیں رکھتا ہے ۲ اور

اٰيٰتِهٖٓ اَنْ يُّرْسِلَ الرِّيَاحَ مُبَشِّرٰتٍ وَّلِيُذِيْقَكُمْ مِّنْ

آیات او آنست کہ فرستاد بادہا را مژدہ دہندہ و تا بچشاند شما را از

اسکی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ ہواؤں کو خوشخبری کے واسطے بھیجتا ہے اور تا کہ تمہیں

رَّحْمَتِهٖ وَلِتَجْرِيَ الْفُلْكُ بِاَمْرِهٖ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ

رحمت خود و تا میرود کشتی بامر او و تا بجوئید از فضل او

اپنی رحمت سے چکھائے اور تا کہ کشتی اس کے حکم سے چلے اور تا کہ اس کے فضل کو تلاش کرو

وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿٤٦﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ رُسُلًا

و شاید کہ شما شکر گوئید و ہر آئنہ فرستادیم ما پیش از تو فرستادگان

اور شاید کہ تم شکر ادا کرو ۳ اور بیشک ہم نے تم سے پہلے رسولوں کو

اِلٰى قَوْمِهِمْ فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَانْتَقَمْنَا مِنَ الَّذِيْنَ

بسوے قوم خود پس آمدند ایشاں بمعجزہا پس انتقام کشیدیم از آنانکہ

ان کی قوم کی طرف بھیجا پس وہ سب ان کے پاس معجزات لیکر آئے پھر ہم نے بدلہ لیا ان لوگوں سے جو

اَجْرَمُوْا ؕ وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٤٧﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْ

کافر شدند و ہست سزاوار بر ما یاری دہندہ مومنانرا اللہ است آنکہ

منکر ہوئے اور ہمارے لئے مؤمنوں کی مدد کرنا مناسب تھا ۴ اللہ (ہی) ہے جو

۱ یعنی اس کے کفر کی سزا خود اسی کیلئے ہے اس طرح کہ جہنم میں ہمیشہ رہے گا، اور جو نیک عمل کریگا اس کا بدلہ آخرت میں ملیگا۔ قرطبی کہتے ہیں کہ ایسا شخص آخرت میں اپنے لئے جنت میں بستر لگا رہا ہے۔ (صفوۃ التفاسیر)

۲ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اعمالِ صالحہ سے زیادہ ان کو ثواب عطا فرمائیگا۔ آیت میں صرف ثواب اعمال کا ذکر کیا تا کہ اس جانب اشارہ ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ ثواب دینا ہی چاہتا ہے ہاں جو شخص خود انکار و کفر کر کے عذابِ آخرت کو پسند کرے تو اللہ بھی اس کو عذاب دیگا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے ایک نبی کے پاس وحی بھیجی کہ اپنی امت کے ان بندوں سے جو اطاعت گذار ہیں کہہ دو کہ اپنے اعمال پر بھروسہ نہ کریں کیونکہ قیامت کے دن میں جس بندے کو حساب دہی کیلئے کھڑا کرونگا اور اس کو عذاب دینا چاہوں گا تو عذاب دونگا اور اپنی امت کے گناہگاروں سے کہہ دو کہ وہ مایوس نہ ہوں میں بڑے بڑے گناہوں کو بخشش دیتا ہوں اور مجھے پرواہ نہیں ہوتی۔ حضرت واثلہ بن اسقع کہتے ہیں کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ایک ایسے بندے کو اٹھائیگا جسکا کوئی گناہ نہ ہوگا اور اس سے فرمائیگا بتا تجھے دو باتوں میں سے کونسی بات پسند ہے کیا تو اپنے اعمال کا بدلہ چاہتا ہے یا میرے فضل کا خواستگار ہے۔ بندہ عرض کریگا تو خوب واقف ہے کہ میں نے تیری نافرمانی نہیں کی۔ اللہ تعالیٰ فرمائیگا میرے بندے کے اعمال کا میری ایک نعمت سے مقابلہ کرو چنانچہ تمام نیکیوں کو اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت [مقابلے کے وقت] اپنے اندر سما لے گی اور کوئی نیکی باقی نہیں رہے گی آخر بندہ عرض کریگا تیرے فضل و رحمت سے [میں مغفرت کا طلبگار ہوں] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سیدھی چال رکھو اور لگے لگے چلو اور خوش ہو جاؤ کیونکہ جنت کے اندر کسی کو اس کے اعمال نہیں لے جائیں گے، صحابہ نے عرض کیا: کیا آپ بھی یا رسول صلی اللہ علیہ وسلم! [اپنے اعمال کی وجہ سے جنت میں نہیں جائیں گے] فرمایا اور نہ میں مگر یہ کہ اللہ مجھے اپنی مغفرت اور رحمت سے ڈھانپ لے۔ سوال: اگر یہ مضمون صحیح ہے تو پھر طاعت کی کیا ضرورت اور ترکِ معصیت کا کیا فائدہ؟ جواب: بندہ کی طرف سے اللہ تعالیٰ کی طاعت چاہتی ہے کہ اللہ بندے سے محبت کرے، اس لئے ارشاد ہوا "اے محبوب فرما دیجئے! اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو ایسا کرو گے تو اللہ تم سے محبت کریگا اور تمہارے گناہ معاف کر دیگا"۔ (مظہری) ۳ یعنی اللہ تعالیٰ کے کمالِ قدرت پر دلالت کرنے والی نشانیوں میں سے ہے کہ وہ بادلوں کو چلاتا ہے اور ان بادلوں سے بارش نازل کرتا ہے اور پھر ان بارشوں سے سبزہ اور رزق اگاتا ہے۔ (صفوۃ التفاسیر) ۴ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ جو مسلمان اپنے بھائی سے تکلیف کو ہٹاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر ہے کہ اس شخص سے قیامت کے روز جہنم کی آگ کو ہٹا دے پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔ (القرطبی)

يُرْسِلُ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا فَيَبْسُطُهٗ فِى السَّمَآءِ كَيْفَ

فرستد بادہا پس بر انگیزاند ابر را پس بگستراند آنرا در آسمانہا چگونہ

ہواؤں کو بھیجتا ہے پس بادلوں کو اڑائے پھرتی ہے پھر اسے آسمان میں جیسے چاہتا ہے پھیلاتا ہے

يَشَآءُ وَيَجْعَلُهٗ كِسَفًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ

خواہد و گرداند آنرا پارہ پارہ پس بینی بارانرا بیروں آرد از میان ابر

اور اسے ٹکڑا ٹکڑا کرتا ہے پس تو دیکھے گا بارشوں کو بادل کے درمیان سے نکل رہی ہے

فَاِذَآ اَصَابَ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿٤٨﴾

پس چوں برساند آنرا بہر کہ خواہد از بندگان او چوں ایشاں شاد شوند

پس جب اسے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے برساتا ہے تو وہ سب خوشیاں مناتے ہیں ۱

وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْهِمْ مِّنْ قَبْلِهٖ

و اگر بودند پیش از آنکہ فرستادہ شود بر ایشاں پیش ازو

اور اگرچہ اس سے پہلے ہی جو ان پر اترتی ہے اس کے شروع

لَمُبْلِسِيْنَ ﴿٤٩﴾ فَانْظُرْ اِلٰٓى اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ كَيْفَ يُحْىِ

نا امیدان پس بنگر بسوے آثار رحمت خدای چگونہ زندہ کند

ہی سے ناامید تھے ۲ پس دیکھو اللہ کی رحمت کے آثار کیسے زندہ فرماتا ہے

الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ اِنَّ ذٰلِكَ لَمُحْىِ الْمَوْتٰى ۚ وَهُوَ

زمین از پس مرگ آں. ہر آئنہ ایں زندہ کند مردگانرا و او

زمین کو اس کے مرنے کے بعد، بیشک یہ مردوں کو زندہ فرمائیگا اور وہی

عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ﴿٥٠﴾ وَلَئِنْ اَرْسَلْنَا رِيْحًا فَرَاَوْهُ

بر ہمہ چیز توانا ست و اگر فرستادیم ما باد را پس بیند آنرا

ہر چیز پر قادر ہے ۳ اور اگر ہم ہوا بھیجیں تو وہ سب اسے زرد دیکھیں

۱ حضرت وہب بن منبہ کہتے ہیں کہ طوفان نوح کے بعد زمین نے اللہ تعالیٰ سے شکایت کی اس لئے کہ اس طوفان میں اللہ تعالیٰ نے زمین پر پانی کو بغیر وزن اور بغیر ناپ کے اتارا تاکہ پانی اللہ تعالیٰ کے غضب پر دلالت کرتے ہوئے زمین میں سوراخ پیدا کر دے اور اس کے چہرے کو نوچ ڈالے۔ زمین کے شکایت کرنے پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مجھے خوب معلوم ہے کہ میں نے تم پر کیا بھیجا پس اب میں پانی کیلئے چھلنی بناؤنگا تاکہ پانی تیرے چہرے کو نہ نوچے اور تیرے اندر سوراخ نہ کرے پس اللہ تعالیٰ نے بادل کو پانی کیلئے چھلنی بنایا۔ (روح البیان) یعنی ہوا رسول اللہ ﷺ کیلئے امید اور باعث تسلی بن کر آئی اور آپ کیلئے نصرت کا وعدہ لے کر آئی اور کافروں کیلئے وعید بن کر آئی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آیت میں ہوا چلنے کی حکمت بیان فرمائی اور بتایا کہ ہوا بادلوں کو حرکت دیتی ہے اور بادل میں موجود پانی نکالتی ہے۔ (صفوۃ التفاسیر)

۲ مفسرین کرام کا اس میں اختلاف ہے کہ بعض نے کہا کہ یہ آیت ماقبل کی تاکید کیلئے ہے جیسے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں ہے فَكَانَ عَاقِبَتَهُمَآ اَنَّهُمَا فِى النَّارِ خَالِدَيْنِ فِيْهَا ۔ ''پس ان دونوں کا انجام یہ ہوا کہ جہنم میں ہمیشہ رہیں گے''، بعض نے کہا کہ آیت میں بارش کے نزول سے پہلے کی کیفیت بیان ہو رہی ہے۔ اس وقت آیت کا تفسیری معنی یہ ہوگا کہ وہ سب ہواؤں کو بھیجنے سے پہلے ناامید تھے، اس لئے کہ ہواؤں کو بھیجنے کے بعد تو تجربہ کار شخص جان سکتا ہے کہ اس ہوا میں بارش ہے کہ نہیں۔ پس جب بارش سے پہلے ہوا چلتی ہے تو وہ سب مایوس نہیں ہوتے ہیں۔ (تفسیر کبیر)

۳ آیت میں خطاب اگرچہ نبی ﷺ سے ہے لیکن مراد جمیع امت ہے رَحْمَتِ اللّٰهِ سے مراد بارش ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ بارش کو اپنی مخلوق پر رحمت بنا کر اتارتا ہے۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ بارش کی نشانیوں کی جانب دیکھو کہ اس بارش سے پودے، درخت اور طرح طرح کے پھل اگتے ہیں۔ جاننا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو اپنی قدرت اور اپنے فعل وحکمت کے آثار سے مزین فرمایا ہے۔ مروی ہے کہ بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا کہ اے موسیٰ! کیا تمہارے رب کا کوئی رنگ زمین پر ہے؟ آپ نے فرمایا: جی ہاں! پھلوں کا رنگ، پھولوں کا سرخ، سفید اور زرد رنگ یہ سب اسی کی قدرت ہی کے تو رنگ ہیں۔ اسی طرح بادلوں کا سیاہ اور سفید ہونا یہ سب اسی قبیل سے ہے۔ پھر جاننا چاہیئے کہ انسان پر لازم ہے کہ وہ اپنے سر کی آنکھوں سے دنیا کی کلیوں کو دیکھے اور اپنے دل کی آنکھوں سے اس کے فناء ہونے کو دیکھے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جب تم موسم بہار کو دیکھو تو مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے کو یاد کرو۔ دوسری حدیث میں ہے کہ سخت گرمی والے روز جب بندہ یہ پڑھتا ہے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مَا اَشَدُّ حَرُّ هٰذَا الْيَوْمِ اَللّٰهُمَّ اَجِرْنِىْ مِنْ حَرِّ جَهَنَّمَ ۔ یعنی اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں آج کے دن کی گرمی زیادہ شدید نہیں ہے اے اللہ! مجھے جہنم کی گرمی سے بچا۔ تو اللہ تعالیٰ اس بندے کو جہنم سے آزاد فرما دیتا ہے اور سخت سردی والے روز جب یہ پڑھتا ہے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مَا اَشَدُّ بَرْدُ هٰذَا الْيَوْمِ اَللّٰهُمَّ اَجِرْنِىْ مِنْ زَمْهَرِيْرِ جَهَنَّمَ. یعنی اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں آج کے دن کی سردی زیادہ شدید نہیں ہے اے اللہ! مجھے جہنم کی سردی سے بچا۔ تو اللہ تعالیٰ اس بندہ کو جہنم کی سخت سردی سے آزاد فرما دیتا ہے۔ (روح البیان)

مُصْفَرًّا لَّظَلُّوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ يَكْفُرُوْنَ ﴿۵۱﴾ فَاِنَّكَ لَا تُسْمِعُ

زرد شده ہر آئنہ باشند از پس او کافر شدہ پس ہر آئنہ تو نشنوی

تو ضرور اس کے بعد منکر ہونگے ۱ پس بیشک آپ نہیں سناتے

الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ ﴿۵۲﴾ وَمَآ

مردگانرا و نشنووی کرانرا خواندن چوں بر کردند روگردانان

مُردوں کو اور نہیں سناتے بہروں کو (اپنی) پکار جب وہ پیٹھ دیکر پھرتے ہیں ۲

اَنْتَ بِهٰدِ الْعُمْىِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ۭ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ

و نیستی تو راہ نمایندہ کورانرا از گمراہی ایشاں نمی شنوای مگر ہر کہ

اور تم اندھوں کو انکی گمراہی سے راہ دکھانے والے نہیں ہو نہیں سناتے ہو تم مگر (اسے) جو

يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۵۳﴾ ؑ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ

بگرود بآیات ما پس ایشاں مسلمانانند اللہ است آنکہ بیافرید شما را

ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں پس وہ سب مسلمان ہیں ۳ اللہ ہی ہے جس نے تمہیں

مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ

از سستی باز گردانید از پس سستی قوت پس گردانید

کمزور پیدا کیا پھر کمزوری کے بعد طاقت عطا کی پھر

مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَّشَيْبَةً ۭ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۚ وَ

از پس قوت سستی و پیری می آفریند آنچہ خواہد و

طاقت کے بعد کمزوری اور بڑھاپا پیدا کیا جو چاہتا ہے پیدا فرماتا ہے اور

هُوَ الْعَلِيْمُ الْقَدِيْرُ ﴿۵۴﴾ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُقْسِمُ

اوست دانا توانا و روزیکہ بر پا شود قیامت کہ برپا شو

وہی جاننے والا قدرت والا ہے ۴ اور جس روز قیامت قائم ہو گی تو قسم کھائیں گے

ع ۵ / ۳ / ۸

۱۲۰ و حفص بضم الضاد و فتحها في الثلاثة لكن الضم مختار ۱۲

۱ یعنی کھیتی کے بڑے اور سبزہ ہونے کے بعد جب ہم نے ہوا بھیجی تو اس ہوا کے اثر سے کھیتی زرد ہو گئی۔ (صفوۃ التفاسیر)

۲ یعنی انھوں نے حق کی طرف سے اپنے حواس باطنی اور آلات شعور معطل کر رکھے ہیں اس لئے یہ بھی مُردوں کی طرح ہیں اور آپ مُردوں کو نہیں سناتے۔ مسلم نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بدر کے مقتولوں کو یوں ہی تین روز پڑا رہنے دیا جب ان کی لاشوں میں عفونت آ گئی تو ان کی طرف تشریف لے گئے اور ان کو خطاب کر کے پکار کر فرمایا: اے امیہ بن خلف، اے ابو جہل بن ہشام، اے عتبہ بن ربیعہ! کیا تمہارے رب نے جو وعدہ کیا تھا وہ تم نے صحیح پالیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی آواز سن کر فوراً آ گئے اور عرض کیا "اے اللہ کے رسول ﷺ تین روز گذرنے کے بعد بھی آپ ان کو پکار رہے ہیں کیا یہ سن رہے ہیں؟ اللہ نے تو فرمایا ہے "اِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی" رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم ان سے زیادہ سننے والے نہیں لیکن یہ جواب نہیں دے سکتے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی ایسی ہی روایت آئی ہے۔ میں کہتا ہوں اگر یہ روایت صحیح ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مُردے زندوں کا کلام سنتے ہیں تو اس صورت میں آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ آپ اپنے اختیار و قدرت سے مُردوں کو نہیں سناتے جیسے آپ زندوں کو جاری قانون کے مطابق سناتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ جب چاہتا ہے مردوں کو زندوں کا کلام سنا دیتا ہے، یا یہ مطلب ہے کہ تم مردوں کو ایسی بات نہیں سنا سکتے ہو جو ان کو کوئی فائدہ پہنچا سکے [کیونکہ ہر ہدایت پر عمل کرنے کا وقت گذر گیا] (مظہری و حاشیہ مظہری) آیت میں کفار کو موتی سے تشبیہ دی گئی ہے۔ اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ کبھی زندوں کا نام موتی رکھ دیا جاتا ہے جب ان سے زندگی کی منفعت ختم ہو جائے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اموال کے خازن مر گئے حالانکہ ان کی موت نے انھیں مردہ نہیں کیا بلکہ یہ زندہ ہیں اور علماء رہتی دنیا تک زندہ رہیں گے۔ (روح البیان) ۳ یعنی جسے اللہ تعالیٰ نے ہدایت سے اندھا بنایا آپ انھیں رہنمائی فرمانے والے نہیں اس لئے کہ آپ کے پیغام کو نہیں سنتے ہیں مگر وہ لوگ جو ہماری نشانیوں کی تصدیق کرتے ہیں پس ایسے لوگ آپ کی نصیحت سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ (صفوۃ التفاسیر) ۴ یعنی اے لوگو! اللہ وہ ہے جس نے تمہیں اصل ضعف نطفہ سے پیدا فرمایا، اور پھر تمہیں مختلف اطوار میں پھیرتا رہا کبھی جنین، کبھی ولید، کبھی رفیع اور کبھی مفطوم، اور یہ سب غایتِ ضعف کے احوال ہیں۔ پھر تمہیں اس طفولیت سے قوت یعنی جوانی کی جانب لے گیا پھر اس جوانی سے کمزوری یعنی بڑھاپے کی جانب لے گیا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی یہ شان ہے کہ وہ کمزور، قوت، جوان اور بڑھاپے کو پیدا فرماتا ہے۔ ابوحیان کہتے ہیں کہ انسان کو طفولیت سے جوانی کی جانب اور جوانی سے بڑھاپے کی جانب لے جانا یہ سب اسکی صنعت کی قدرت اور اس کے علم میں سے ہیں کہ وہ جو چاہتا ہے پیدا فرماتا ہے۔ (صفوۃ التفاسیر)

الْمُجْرِمُونَ ۙ مَا لَبِثُوا غَيْرَ سَاعَةٍ ۚ كَذَٰلِكَ كَانُوا يُؤْفَكُونَ ﴿٥٥﴾

مجرمان درنگ نکنند بجز ساعتی اینچنیں بودند بر گردانیده شدند

مجرمین' کہ (دنیا میں) ایک ساعت کے سوا ٹھہرے ہی نہ تھے اس طرح وہ سب پھرنے والے تھے ١

وَقَالَ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ وَالْإِيمَانَ لَقَدْ لَبِثْتُمْ

و گفتند آنانکہ دادہ شدند دانش و ایمان ہر آئنہ درنگ کردید

اور ان لوگوں نے کہا جنہیں علم اور ایمان دیا گیا بیشک تم ٹھہرے

فِي كِتَابِ اللَّهِ إِلَىٰ يَوْمِ الْبَعْثِ ۖ فَهَٰذَا يَوْمُ الْبَعْثِ

در لوح محفوظ تا روز بر انگیختن پس اینست روز بر انگیختن

لوح محفوظ میں اٹھنے کے روز تک' پس یہ ہے اٹھنے کا دن

وَلَٰكِنَّكُمْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿٥٦﴾ فَيَوْمَئِذٍ لَا يَنْفَعُ الَّذِينَ

و لیکن شما بودید نمی دانید پس آنروز سود نکند آنانکہ

لیکن تم سب جانتے نہیں تھے ٢ پس اس روز ان کا عذر نفع نہ دیگا ان لوگوں کو

ظَلَمُوا مَعْذِرَتُهُمْ وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُونَ ﴿٥٧﴾ وَلَقَدْ ضَرَبْنَا

ستم کردند عذر ایشاں و نہ ایشاں خواندہ شوند و ہر آئنہ بیان کردیم ما

جنہوں نے ظلم کیا اور نہ وہ سب بلائے جائیں گے ٣ اور بیشک ہم نے

لِلنَّاسِ فِي هَٰذَا الْقُرْآنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ۚ وَلَئِنْ جِئْتَهُمْ

برائے مردمان دریں قرآن از ہر مثلے و اگر بیاری بدیشاں

لوگوں کے واسطے قرآن میں ہر ایک مثال بیان کی اور اگر تم ان کے پاس

بِآيَةٍ لَيَقُولَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا مُبْطِلُونَ ﴿٥٨﴾

بنشانہ البتہ گویند آنانکہ نگرویدند نیستند شما مگر ناراستان

کوئی نشانی لاؤ تو ضرور کہیں گے وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا نہیں ہو تم مگر ٹیڑھے ٤

تفسیر اظہار العرفان

١ مَا لَبِثُوا غَيْرَ سَاعَةٍ کے بارے میں دو اقوال ہیں (١) وہ لوگ اپنے عذاب کی مدت کے بارے میں کہہ رہے ہونگے (٢) ان لوگوں نے دنیا کا معائنہ کیا اس کے زوال اور انقطاع کو دیکھا [اس لئے دنیا کے قیام کے بارے میں ان کا یہی فیصلہ ہوگا] دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے كَأَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوا إِلَّا عَشِيَّةً أَوْ ضُحَاهَا۔ گویا کہ وہ سب نہ ٹھہرے مگر دن کے کچھ حصے میں۔ كَذَٰلِكَ كَانُوا يُؤْفَكُونَ: یعنی دنیا میں یہ لوگ جھٹلاتے تھے۔ (القرطبی)

٢ یہاں أُوتُوا الْعِلْمَ سے کون لوگ مراد ہیں اس میں اختلاف ہے (١) ملائکہ مراد ہیں (٢) انبیائے کرام علیہم السلام مراد ہیں (٣) امت کے علماء (٤) اس امت کے اہل ایمان۔ (القرطبی) لَبِثْتُمْ فِي كِتَابِ اللَّهِ: یعنی جتنے زمانہ تک تمہارا قیام اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا تھا اتنی مدت تم رہے یا یہ معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں جتنی تمہاری مدت قیام لکھی ہوئی تھی اتنی مدت تک رہے یا کتاب سے مراد ہے لوح محفوظ' یا ان فرشتوں کی تحریر جو ارحام کے اندر بچہ کی ولادت کے وقت تحریر پر مقرر ہوتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تمہارا تخلیقی مادہ ماں کے پیٹ میں چالیس روز تک بصورت نطفہ' پھر اتنی ہی مدت بصورت منجمد خون' پھر اتنی ہی مدت گوشت کے لوتھڑے کی شکل میں جمع رہتا ہے پھر اللہ ایک فرشتہ کو چار باتیں لکھنے کیلئے مقرر کرتا ہے۔ فرشتہ اس شخص کے اعمال اور مدتِ زندگی وغیرہ لکھ دیتا ہے یا کتاب اللہ سے مراد قرآن مجید۔ (مظہری)

٣ یعنی ان سے اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے والی باتیں مثلاً توبہ' استغفار' اطاعت وغیرہ طلب نہیں کی جائے گی۔ دنیا میں اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے والے امور کا ان کو حکم دیا گیا تھا آخرت میں موجبات رضا کی طلب نہ ہوگی۔ یا یہ مطلب ہے کہ قیامت کے دن ظالموں کی رضامندی مطلوب نہ ہوگی مومنوں کو راضی رکھنا مطلوب ہوگا۔ حضرت ابو سعید خدری ﷺ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ اہل جنت سے فرمائیگا کیا تم راضی ہو؟ اہل جنت عرض کرینگے کہ اس جنت سے بہتر اور کیا چیز ہے؟ اللہ فرمائیگا میں تم سے اپنی رضامندی [ہمیشہ کیلئے] کھولتا ہوں۔ آئندہ کبھی تم سے ناراض نہیں ہونگا۔ (مظہری) ٤ اس آیت کریمہ میں یہ بیان ہوا ہے کہ ان کفار کی معذرت کو قیامت کے روز کیوں قبول نہ کیا جائیگا۔ دنیا میں ان کے پاس جب رسولانِ عظام اللہ تعالیٰ کا پیغام لے کر آئے تو ان لوگوں نے ان کی تکذیب کی اور ان سے دشمنی مول لی۔ اللہ کے رسول کی تکذیب میں کوئی کسر انھوں نے نہیں چھوڑی۔ وَلَئِنْ جِئْتَهُمْ بِآيَةٍ: یعنی جس طرح کی نشانی بھی رسول ان کے پاس لے کر آتے یہ لوگ اسے جھٹلا دیتے۔ (تفسیر کبیر) یعنی ہم نے اس قرآن عظیم میں ہر اس چیز کو بیان کر دیا ہے جس کی لوگوں کو حاجت ہو سکتی تھی۔ مثلاً مواعظ' امثال' اخبار اور عبرت وغیرہ۔ انھوں نے عصا اور ناقہ وغیرہ جیسی نشانیوں کو جھٹلایا۔ یہ مشرکین بھی عناد کی وجہ سے آپ کو جھٹلا رہے ہیں۔ (صفوۃ التفاسیر)

كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۵۹﴾

اینچنین مہر نہاد خدای بر دلہاے آنانکہ نمی دانند

اسی طرح اللہ نے ان لوگوں کے دلوں پر مُہر لگا دی جو جانتے نہیں ہیں ۱

فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلَا يَسْتَخِفَّنَّكَ الَّذِيْنَ لَا يُوْقِنُوْنَ ﴿۶۰﴾

پس صبر کن ہر آئنہ وعدہ خدا راست است و سبکبار نکند ترا آنانکہ بے گمان نمی شوند

پس صبر کرو بیشک اللہ کا وعدہ حق ہے اور کہیں تمہیں ہلکا نہ کر دیں وہ لوگ جو یقین نہیں رکھتے ہیں ۲

سُوْرَةُ لُقْمٰنَ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ اَرْبَعٌ وَّثَلٰثُوْنَ اٰيَةً وَّاَرْبَعُ رُكُوْعَاتٍ

سورہ لقمان مکی ہے اور اس میں ۳۴ آیات اور ۴ رکوع ہیں ۳

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بنام خدای بخشایندہ مہربان

اللہ کے نام سے (جو بہت) رحم والا مہربان (ہے)

الٓمّٓ ﴿۱﴾ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ﴿۲﴾ هُدًى وَّرَحْمَةً لِّلْمُحْسِنِيْنَ ﴿۳﴾

این آیاتہاے کتاب با حکمت است راہ نمایندہ و رحمت مر نیکوکارانرا

یہ حکمت والی کتاب کی آیتیں ہیں ۴ راہ دکھانے والی اور رحمت نیکوکار کیلئے ۵

الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ

آنانکہ برپا دارندہ نماز را و بدہند زکوۃ را و ایشاں باآخرت

وہ لوگ جو نماز قائم رکھتے ہیں اور زکوۃ دیتے ہیں اور وہ سب آخرت پر

هُمْ يُوْقِنُوْنَ ﴿۴﴾ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ

ایشاں بے گمانند آنگروہ بر راہ راستند از پروردگار ایشاں و آنگروہ

یقین رکھتے ہیں ۶ وہی گروہ ہدایت پر ہے اپنے رب کی طرف سے اور وہی گروہ

۱ یعنی جاہل مجرمین کے قلوب کی طرح ان کافروں کے دلوں پر بھی اللہ تعالیٰ نے مُہر لگا دی جو اس کی توحید ذات و صفات کو نہیں جانتے ہیں۔(صفوۃ التفاسیر)

۲ اے محمد ﷺ انکی تکذیب اور ان کی اذیت پر صبر کیجئے پس اللہ تعالیٰ کا وعدہ اپنی نصرت اور آپ کے دین کے اظہار کے بارے میں حق ہے اس لئے یہ کافرین آپ کو قلق میں نہ ڈال دیں۔(صفوۃ التفاسیر)

۳ سورہ لقمان مکی ہے سوائے تین آیات کے وَلَوْ اَنَّ مَا فِی الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ الخ اس میں ۲۱۱۰ حروف اور ۵۴۸ کلمات ہیں۔(غرائب القرآن) جس طرح مکی سورتوں میں عقیدۂ ایمان کے اصول ثلثہ میں یعنی وحدانیت' نبوت او بعث ونشور بیان کئے گئے ہیں اسی طرح اس سورت میں بھی اصول ثلثہ بیان کئے گئے ہیں۔اس سورت کی ابتدا اس کتاب حکیم کے ذکر سے ہے جو رہتی دنیا تک حضرت محمد ﷺ کا معجزہ ہے' رب العالمین کی وحدانیت پر دلائل قائم کئے گئے ہیں۔سورج وچاند' رات ودن' پہاڑ و سمندر' سمندر کی موج و آسمان کی بارش' پودے و درخت اور آسمان و زمین میں موجود اس کی واضح قدرت کی جانب توجہ دلائی گئی ہے تا کہ انسان ان دلائل کی روشنی میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو پہچان سکے' سورت کے اختتام پر اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایسے دن سے ڈرایا جس دن مال اور اولاد نفع نہ دیں گے' اس سورت کا نام ''لقمان'' اس لئے ہے کہ اس میں لقمان حکیم کا قصہ بیان ہوا ہے یہ سورت حکمت کی فضیلت' اللہ تعالیٰ کی معرفت کے سرّ اور اس کی صفات پر مشتمل ہے۔آپ نے شرک کی مذمت فرمائی' مکارم اخلاق کا حکم دیا' قبائح اور منکرات سے منع فرمایا اور آپ کی اس وصیت کو بیان فرمایا گیا جسے اللہ تعالیٰ نے آپ کی زبان پر جاری فرمایا۔(صفوۃ التفاسیر) ۴ یعنی ایسی کتاب ہے جس میں کوئی خلل اور تناقض نہیں ہے۔(صفوۃ التفاسیر) ۵ محسن وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرے گویا کہ وہ اسے دیکھ رہا ہے پس یہ اگر اسے نہیں دیکھ سکتا تو یہ خیال کرے کہ اللہ اسے دیکھ رہا ہے۔یہ بھی کہا گیا ہے کہ محسنین سے مراد دین اسلام کو قبول کرنے والے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَمَنْ اَحْسَنُ دِيْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ: ''اور اس سے اچھا کس کا دین ہوگا جو اپنا چہرہ اللہ کیلئے جھکا دے'' (القرطبی) ۶ سورہ بقرہ میں ارشاد ہے اَلَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ جبکہ اس جگہ [بغیر يُؤْمِنُوْنَ کے] اَلَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ ارشاد ہوا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ متقی وہ ہے جو تارک کفر ہو اس لئے ایمان اس کیلئے لازم ہے اور محسن وہ ہے جو حق ایمان کو ادا کرتا ہو۔اس سے یہ لازم آتا ہے کہ وہ کافر نہیں ہے اس لئے سورہ بقرہ میں يُؤْمِنُوْنَ کے ساتھ اقامت صلوۃ وغیرہ ہیں اور یہاں بغیر يُؤْمِنُوْنَ کے اقامتِ صلوۃ وغیرہ کا ذکر ہے۔(تفسیر کبیر) آیت کا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ جو نماز کو علی وجہ الاکمل [کامل طور پر] اس کے ارکان کے ساتھ اور خشوع و خضوع کے ساتھ ادا کرتے ہیں' اور زکوۃ صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے دیتے ہیں اور آخرت پر انکا اعتقاد پختہ ہے۔(صفوۃ التفاسیر)

هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝۵ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ

ایشانند رستگاران و از مردمان کیست کہ میخرد او ست سخن بازی

فلاح پانے والے ہیں ۱؎ اور لوگوں میں سے بعض وہ ہیں جو خریدتے ہیں کھیل کی بات

لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۖۗ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا ؕ

تا گمراہ کند از راہ خدای بنا دانش و فرا گیرد آنرا بھزوبیہ

تا کہ اللہ کی راہ سے بغیر علم کے گمراہ کرے اور اسے مذاق بناتے ہیں

اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝۶ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا

آنگروہ ایشانند ست عذاب خوار کنندہ و چوں خواندہ شود برو آیات ما

اسی گروہ کیلئے ذلیل کرنے والا عذاب ہے ۲؎ اور جب ان پر ہماری آیات پڑھی جائے

وَلّٰى مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا كَاَنَّ فِيْٓ اُذُنَيْهِ وَقْرًا ۚ

رو گردانند بتکبر کنان گویا کہ نشوند آنراہاست گویا کہ در ہر دو گوش او کرانی

تو منھ پھیرتے ہیں تکبر کرتے ہوئے گویا کہ اسے سنتے ہی نہیں ہیں گویا کہ اسکی دونوں کانوں میں بوجھ ہے

فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝۷ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

پس مژدہ دہ او را بعذاب سخت ہر آئنہ آنانکہ گرویدند و کردند نیکیہا

پس انھیں سخت عذاب کی بشارت دو ۳؎ بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے

لَهُمْ جَنّٰتُ النَّعِيْمِ ۝۸ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ۭ وَهُوَ

ایشانرا ست بہشت با نعمت ہمیشہ باشند دراں وعدہ خدا راست است و او ست

ان کیلئے نعمت والی جنت ہے ۴؎ اس میں ہمیشہ رہیں گے اللہ کا وعدہ حق ہے اور وہی

الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۹ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا وَاَلْقٰى

غالب با حکمت بیافرید آسمانہا بے ستون می بینید آنرا و بیفکند

غالب حکمت والا ہے ۵؎ آسمانوں کو بے ستون پیدا کیا تم اسے دیکھتے ہو اور

۱؎ یعنی بیان کئے گئے صفات کے متحمل لوگ ہدایت پر ہیں اور یہی لوگ دنیا و آخرت میں کامیاب ہیں۔ حضرت ابو حیان کہتے ہیں کہ اُولٰئِکَ کو مکرر اس لئے فرمایا تاکہ اس پر تنبیہ ہو جائے کہ ایسے لوگ بڑے قدر و منزلت والے ہیں۔ (صفوۃ التفاسیر)

۲؎ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ آیت ایک قریشی کے بارے میں نازل ہوئی جس نے ایک گانے والی لونڈی خریدی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ہی روایت میں ہے کہ یہ آیت نضر بن حارث کے بارے میں نازل ہوئی۔ اس نے ایک مغنّیہ خریدی اور جب کسی آدمی کے بارے میں اسے پتہ چلتا کہ وہ اسلام قبول کرنے کا ارادہ رکھتا ہے تو وہ اسے بلا کر گانے والی لونڈی کے پاس لے جاتا اور لونڈی سے کہتا کہ اسے کھلاؤ پلاؤ اور گانے سناؤ۔ پھر اس شخص سے کہتا کہ تم کو محمد (ﷺ) جس نماز اور روزے کی طرف بلاتے ہیں یہ چیز اس سے کہیں بہتر ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) ابن ہشام کہتے ہیں کہ یہ [نضر بن حارث] شیاطین قریش میں سے تھا۔ جب رسول اللہ ﷺ کسی مجلس سے خطاب فرماتے اور اپنی قوم کو گذشتہ قوموں کے عذاب سے ڈراتے تو آپ کے بعد یہ کھڑا ہو جاتا اور کہتا کہ اے گروہِ قریش! میں تمہیں اس سے بہتر قصے سناتا ہوں۔ اس کے بعد وہ انھیں فارس کے بادشاہوں اور رستم اور اسفندیار کے قصے سناتا اور پھر کہتا کہ خدا کی قسم! میں محمد (ﷺ) سے بہتر قصہ گو ہوں۔ (حاشیہ لباب النقول)

۳؎ اور جب ان پر قرآن کی آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو تکبر کرتے ہوئے اس سے اس طرح اعراض کرتے ہیں گویا کہ سنی ہی نہیں۔ واضح رہے کہ متکبر کی یہ پہچان ہے کہ وہ کلام کی جانب ملتفت نہیں ہوتا اور محفل میں موجود ہونے کے باوجود اپنے آپ کو اس کلام سے غافل رکھتا ہے۔ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ: یعنی اے محمد ﷺ! انھیں دردناک عذاب سے ڈرائیے۔ اس جگہ انذار کی بجائے بشارت کا ذکر ان کی تحقیر کیلئے ہے۔ بحر میں ہے کہ یہ آیت چند وجوہ سے مشتری کی مذمت کیلئے ہے (۱) حکمت سے منہ پھیرنا (۲) حق سے تکبر (۳) سماع آیات سے عدم التفات (۴) اعراض کرنے میں مبالغہ (۵) سخت عذاب کی بشارت۔ (صفوۃ التفاسیر) ۴؎ جب اس سے پہلے کفار کے عذاب الیم کا ذکر ہوا تو اب اس آیت میں اللہ تعالیٰ مؤمنین کے وعدہ کا ذکر فرما رہا ہے یعنی وہ لوگ جو ایمان اور عمل صالح کو جمع کرتے ہیں اور جو لوگ حسنِ نیت اور اخلاص عمل کو جمع کرتے ہیں. لَهُمْ جَنّٰتُ النَّعِيْمِ: یعنی ان کے ایمان اور استقامت کا صلہ ہمیشہ رہنے والی جنت ہے، جس میں طرح طرح کی نعمتیں ہیں کھانے کی نعمت، پینے کی نعمت اور لباس کی نعمت، اسی طرح عورتوں کی نعمت، حور العین کی نعمت اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہر طرح کا فضل اور انعام۔ جس کا خیال نہ کسی دل پر گذرا ہوگا نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہوگا اور نہ کسی کان نے سنا ہوگا۔ (صفوۃ التفاسیر) ۵؎ یہاں یہ ارشاد نہیں ہو رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں جنت کی بشارت دے رہا ہے بلکہ یہ ارشاد ہو رہا ہے کہ اللہ نے تم سے حق کا وعدہ کیا ہے۔ قرآن کریم میں زیادہ تر مؤمنین کیلئے اللہ تعالیٰ کی جانب سے رحمت و رضوان کی بشارت دی گئی ہے۔ (تفسیر کبیر)

فِی الۡاَرۡضِ رَوَاسِیَ اَنۡ تَمِیۡدَ بِکُمۡ وَبَثَّ فِیۡهَا مِنۡ
در زمین کوه ہا آنکہ نلرزد بشما و پرا گنده کرد دراں از
زمین میں پہاڑوں کو (بطورِ لنگر) ڈالا کہ تمہیں لے کر جنبش نہ کرے اور اس میں

كُلِّ دَآبَّةٍ ؕ وَاَنۡزَلۡنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنۡۢبَتۡنَا فِیۡهَا
ہر جنبیده و فرستادیم ما از آسمان آبے پس برویانیدیم ما دراں
ہر ہلنے والے کو پھیلا دیا اور ہم نے آسمان سے پانی اتارا پس ہم نے اس میں

مِنۡ كُلِّ زَوۡجٍ كَرِیۡمٍ ۝۱۰ هٰذَا خَلۡقُ اللّٰهِ فَاَرُوۡنِیۡ
از ہر صنفی نیکو ایں آفریدن خدا ست پس بنمائید بمن
ہر عمدہ جوڑا اگایا ۱؎ یہ اللہ کی خلقت ہے پس مجھے دکھاؤ

مَاذَا خَلَقَ الَّذِیۡنَ مِنۡ دُوۡنِهٖ ؕ بَلِ الظّٰلِمُوۡنَ فِیۡ
چہ چیز بیافرید آنانکہ بجز او بلکہ ستمگاران در
ان لوگوں نے اس کے سوا کیا چیز پیدا کی ان لوگوں نے جو اسکے سوا ہیں بلکہ ظالمین

ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ ۝۱۱ؑ وَلَقَدۡ اٰتَیۡنَا لُقۡمٰنَ الۡحِكۡمَةَ اَنِ
گمراہی ہیدا و ہر آئنہ دادیم ما لقمان را حکمت آنکہ
کھلی گمراہی میں ہیں ۲؎ اور بیشک ہم نے لقمان کو حکمت دی کہ اللہ کیلئے شکر کرو

اشۡكُرۡ لِلّٰهِ ؕ وَمَنۡ یَّشۡكُرۡ فَاِنَّمَا یَشۡكُرُ لِنَفۡسِهٖ ۚ وَمَنۡ كَفَرَ
شکر گوید مر خدایرا و ہر کہ شکر گوید پس جا ازیں نیست کہ شکر گوید مر نفس خود را و ہر کہ کجرود
اور بیشک جو شکر (کے کلمات) ادا کرے تو اسکے سوا کچھ نہیں کہ شکر (کے کلمات) ادا کرتا ہے اپنے نفس کیلئے اور جو کوئی

فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ حَمِیۡدٌ ۝۱۲ وَاِذۡ قَالَ لُقۡمٰنُ لِابۡنِهٖ
پس ہر آئنہ خدای بے نیاز و ستوده است و چوں گفت لقمان مر پسر خود را
شکر نہ کرے تو بیشک اللہ بے نیاز تعریف کیا ہوا ہے ۳؎ اور جب لقمان نے کہا اپنے بیٹے سے

تفسیر اظہار العرفان

۱؎ یعنی یہ سب اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔ امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں کہ زمین کا قرار اس کی ثقالت کی وجہ سے ہے اگر ثقالت نہ ہوتی تو پانی اور ہوا کی وجہ سے ہلتی رہتی۔ (صفوۃ التفاسیر)

۲؎ اے مشرکو! یہ جو تم دیکھ رہے ہو یہ سب اللہ تعالیٰ کی خلقت ہیں' آسمانوں اور زمین کو دیکھو' انسان و حیوان کو دیکھو اور دیگر نباتات کو دیکھو اور ان پر غور کرو کہ یہ سب اسکی قدرت پر دلالت کر رہے ہیں۔ (صفوۃ التفاسیر)

۳؎ وہب بن منبہ کہتے ہیں کہ لقمان حضرت ایوب علیہ السلام کے بھانجے تھے' حضرت مقاتل کہتے ہیں کہ خالہ کے بیٹے تھے۔ بیضاوی نے لکھا ہے کہ لقمان حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانہ تک زندہ تھے اور فتویٰ دیا کرتے تھے لیکن حضرت داؤد علیہ السلام کی بعثت کے بعد فتوی دینا چھوڑ دیا اور فرمایا کہ اب میری ضرورت نہیں پھر کیوں فتوی دینے سے باز نہ رہوں' واقدی نے کہا کہ لقمان بنی اسرائیل کے قاضی تھے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ لقمان ایک حبشی غلام تھے جو بڑھئی کا پیشہ کرتے تھے' حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ لقمان حبشی غلام تھے ہونٹ بڑے بڑے تھے اور قدم پھٹے ہوئے تھے' حضرت سعید بن مسیب کہتے ہیں کہ لقمان درزی تھے' بعض کا قول ہے کہ بھیڑ بکریاں چرایا کرتے تھے۔ امام بغوی نے لکھا ہے کہ لقمان نبی نہیں تھے ایک دانش ور عالم تھے۔ حضرت عکرمہ تنہا لقمان کی نبوت کے قائل تھے۔ ابن ابی حاتم کا بیان ہے کہ وہب بن منبہ سے دریافت کیا گیا: کیا لقمان نبی تھے؟ وہب نے کہا نہیں۔ ان کے پاس وحی نہیں آتی تھی ہاں دانشمند آدمی تھے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ حضرت لقمان کو اختیار دے دیا گیا تھا کہ وہ نبوت پسند کر لیں یا حکمت۔ آپ نے حکمت کو پسند کر لیا۔ بغوی نے لکھا ہے کہ حضرت لقمان دوپہر میں سو رہے تھے خواب میں ہاتف نے ندا کی' لقمان کیا تم چاہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ تم کو زمین میں اپنا خلیفہ بنا دے اور لوگوں پر تم صحیح حکومت کرتے رہو؟ خواب ہی میں لقمان نے ہاتف کو جواب دیا اگر میرے رب نے مجھے اختیار دیا ہے تو مجھے عافیت پسند ہے [میں حکومت کے جھگڑے میں نہیں پڑنا چاہتا] اور اگر یہ اللہ تعالیٰ کا قطعی حکم ہے تو بسر و چشم۔ کیونکہ میں خوب جانتا ہوں کہ جب اللہ تعالیٰ کا یہ قطعی حکم ہوگا وہی فیصلہ کرنے میں میری مدد بھی کریگا اور غلطی سے مجھے محفوظ رکھے گا۔ ہاتف نے پردۂ غیب سے ندا دی لقمان ایسا تم نے کیوں اختیار کیا' یعنی عافیت کو کیوں پسند کیا؟ لقمان نے کہا سخت ترین اور الجھے ہوئے غیر واضح مقامات میں فیصلہ پر ہر طرف تاریکی چھائی ہوئی ہوتی ہے ایسے مقامات پر اگر لقمان کا فیصلہ صحیح پڑ گیا تو وہ نجات کا مستحق ہے اور اگر اس سے فیصلہ میں غلطی ہو گئی تو جنت کا راستہ کھو گیا۔ دنیا میں نیچا رہنا سردار ہونے سے بہتر ہے جو شخص آخرت پر دنیا کو ترجیح دیتا ہے اسکے ہاتھ سے دنیا بھی جاتی ہے اور آخرت بھی ہاتھ نہیں آتی۔ ملائکہ کو لقمان کی خوش گفتاری پر تعجب ہوا۔ اس کے بعد لقمان کو کسی روز سوتے میں اللہ نے حکمت عطا فرما دی اور بیدار ہونے کے بعد آپ ہر بات پُر حکمت کرنے لگے۔ (مظہری) حضرت وہب کہتے ہیں کہ حضرت لقمان بارہ ہزار حکمت کے ابواب سے واقف تھے جس میں لوگ داخل ہو سکتے تھے۔ (صاوی)

تفسیر اظہار العرفان

وَهُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ۖ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ

و او پند داد او را اے پسرک من شرک میار بخدا ہر آئنہ شرک ستمی است

اور وہ اسے نصیحت کر رہا تھا اے میرے پیارے بیٹے! شرک نہ لانا اللہ کے ساتھ' بیشک شرک ایک بڑا

عَظِيْمٌ ﴿۱۳﴾ وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ ۚ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ

بزرگ و وصیت کردیم ما آدمی را بپدر و مادر خود برداشت او مادر او

ظلم ہے ۱ اور ہم نے انسان کو اسکے ماں باپ کے بارے میں وصیت کی اس کی ماں نے

وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّفِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ

در حال سست شدنی بر سست شدنی و باز داشتن او در دو سال کہ شکر گوئی

کمزوری پر کمزوری کی حالت پر اسے اٹھائے رکھا اور دو سال میں اس کا دودھ چھڑانا کہ شکر کرو

لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ ۭ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ ﴿۱۴﴾ وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓى

مرا و پدر و مادر ترا بسوے من است باز گشت و اگر جہاد کنند ترا بر

میرا اور اپنے ماں باپ کا' میری طرف ہی پھرنا ہے ۲ اور اگر وہ دونوں تم پر زور ڈالیں

اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۙ فَلَا تُطِعْهُمَا وَ

آنکہ شرک آری بمن آنچہ نیست ترا باں دانش پس فرمان مبر ایشانرا و

کہ میرے ساتھ شرک کرو جس کا علم تیرے پاس نہیں ہے تو ان دونوں کی پیروی نہ کرنا اور

صَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا ۡ وَّاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ

مصاحبت کن با ایشاں در دنیا بہ نیکوئی و پیروی کن راہ ہر کہ

ان دونوں کیساتھ دنیا میں بھلائی کا سلوک کرنا اور اسکی راہ کی پیروی کر جو

اَنَابَ اِلَيَّ ۚ ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۵﴾

برسد بسوے من باز بسوے من است باز گشت شما پس خبر دہم شما را بآنچہ بودید شما میکردید

میری جانب پہنچا پھر میری ہی جانب تم سب کا پھرنا ہے پس میں تمہیں خبر دونگا جو تم کرتے تھے ۳

النصف

۱ حضرت لقمان کے بیٹے کا نام انعم یا اشکم یا ماثان تھا۔ بعض اقوال میں آیا ہے کہ لقمان کا بیٹا مشرک تھا پھر باپ کی نصیحت کی وجہ سے مؤمن ہوگیا۔ ظلم کا معنی ہے کسی چیز کو اس کے مخصوص [مناسب] مقام کے علاوہ دوسری جگہ رکھ دینا خواہ اس میں میں کمی کر دی جائے یا زیادتی یا مکان میں تغیر کر دیا جائے یا وقت بدل دیا جائے۔' ظلم کا اطلاق حق سے تجاوز کرنے پر بھی ہوتا ہے۔ تجاوز تھوڑا ہو یا بہت' اسی لئے چھوٹے گناہ کو ظلم کہا جاتا ہے اور بڑے گناہ کو بھی۔ اور ظاہر ہے کہ شرک [بڑا گناہ ہے اس لئے] بڑا ظلم ہے جس میں معبود ہونے کی صلاحیت نہ ہو اس کی عبادت کرنا یقیناً حق سے تجاوز عظیم ہے۔ حقیقی منعم کو اس کے ساتھ برابر قرار دینا جو منعم ہونے کی اہلیت نہیں رکھتا بڑا ظلم ہے۔ (مظہری) صحیح مسلم میں ہے کہ جب آیت اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ: ''وہ لوگ جو ایمان لائے اور اپنے ایمان کے ساتھ انھوں نے ظلم نہ ملایا'' نازل ہوئی تو اصحاب رسول ﷺ پر شاق گذرا اور انھوں نے عرض کی ہم میں سے کون ہے جو اپنے نفس پر ظلم نہیں کرتا۔ پس اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ایسا نہیں جیسا تم گمان کرتے ہو۔ یہ تو وہ ظلم ہے جیسا کہ لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا: يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ. (القرطبی)

۲ کہا گیا ہے کہ یہ بھی حضرت لقمان کی وصیتوں میں سے ہے جس کی خبر اللہ تعالیٰ دے رہا ہے۔ حضرت لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا کہ اے بیٹا! اللہ کے ساتھ کسی کو شریک مت کرنا اور اس شرک کے معاملے میں تم اپنے والدین کی اطاعت بھی نہ کرنا۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے والدین کی پیروی کا حکم ان باتوں میں دیا ہے جن سے شرک اور اس کی معصیت لازم نہ آئے۔ واضح رہے کہ ماں باپ کی اطاعت ان امور میں نہیں کی جائیگی جس سے کوئی کبیرہ گناہ یا ترکِ فرائض لازم آئے۔ مباحات میں ان دونوں کی اطاعت لازم ہے' اسی طرح مندوب طاعت کے ترک میں بھی ان دونوں کی اطاعت مستحسن ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ ایک شخص نے عرض کی یا رسول ﷺ! میرے حسن عمل کا زیادہ حقدار کون ہے آپ نے فرمایا: تیری ماں' عرض کی پھر کون؟ فرمایا تیری ماں' عرض کی پھر کون؟ فرمایا تیری ماں' عرض کی پھر کون؟ فرمایا تیرا باپ۔ (القرطبی)

۳ آیت حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں جب ایمان لائے تو ان کے متعلق نازل ہوئی۔ ان کی والدہ نے قسم کھالی کہ جب تک سعد اپنے دین کی جانب پلٹ نہیں جاتے اس وقت تک نہ کھائیں گی اور نہ پئیں گی۔ یوں ہی تین روز گذر گئے، حضرت سعد کی والدہ نے انھیں مارنا شروع کیا تو حضرت سعد نے کہا کہ میرے لئے ستر روحیں ہوتیں تو میں ان سب کو ایک ایک کر کے دین اسلام کی خاطر قربان کر دیتا۔ (روح البیان) سَبِيْلَ سے مراد ہے دین' اور مَنْ اَنَابَ سے مراد ہیں رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ سے اللہ کی مراد حضرت ابوبکر صدیق ؓ کی ذات ہے۔ واقعہ یوں ہے کہ جب حضرت ابوبکر صدیق ؓ اسلام لائے تو حضرت عثمان' طلحہ' زبیر' سعد بن ابی وقاص اور عبدالرحمٰن بن عوف ؓ نے آکر حضرت ابو بکر سے پوچھا کیا آپ اس شخص پر ایمان لے آئے؟ آپ نے جواب دیا ہاں وہ سچے ہیں تم بھی ان پر ایمان لے آؤ پھر یہ حضرات بھی مسلمان ہوگئے۔ (مظہری)

يٰبُنَيَّ اِنَّهَآ اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ

اے پسرک من کہ آں اگر باشد برابر دانہ از سپند دانہ پس باشد

اے میرے پیارے بیٹے! بیشک وہ (برائی) اگر رائی کے دانہ کے برابر ہو اور

فِيْ صَخْرَةٍ اَوْ فِي السَّمٰوٰتِ اَوْ فِي الْاَرْضِ يَاْتِ بِهَا

در صحرہ یا در آسمانہا یا در زمین بیارد آنرا

پتھروں کے چٹان میں ہو یا آسمانوں میں یا زمین میں تو اللہ اسے لائیگا

اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ ۝۱۶ يٰبُنَيَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ

خدای ہر آئنہ خدای مہربان ست دانا اے پسرک من بر پادار نماز و بفرما

بیشک اللہ مہربان ہے جاننے والا ۱؎ اے میرے پیارے بیٹے! نماز قائم رکھو اور

بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰى مَآ اَصَابَكَ ؕ

بہ نیکوئی و باز دار از زشتی و صبر کن بر آنچہ برسد بتو

نیکی کا حکم دو اور برائی سے منع کرو اور اس پر صبر کرو جو (مصیبت) تمہیں پہنچے

اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۝۱۷ وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ

ہر آئنہ ایں از جہات امور است و یکسو مبر روی خود برائے مردمان

بیشک یہ ہمت کے کاموں میں سے ہے ۲؎ اور اپنے رخسار کو لوگوں کیلئے نہ چڑھا

وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ

و مرو در زمین برائے بازی ہر آئنہ خدای دوستے ندارد ہر

اور زمین میں اکڑ کر نہ چل بیشک اللہ دوست نہیں رکھتا ہے ہر

مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ۝۱۸ وَاقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ وَاغْضُضْ

خرامندہ نازندہ را و میانہ رو باش در بافتن خود و فرو دار

اترانے والے اور تکبر کرنے والے کو ۳؎ اور اپنی چال میں میانہ رو رہو اور پست رکھ

تفسیر اظہار العرفان

۱؎ حضرت لقمان نے اپنی اس نصیحت کے ذریعے اپنے بیٹے کو اللہ تعالیٰ کی قدرت کی وسعت کو سمجھایا۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ انسان کا رزق اگر کسی چٹان میں ہو یا آسمانوں یا زمین کے کسی حصے میں بھی ہو جس کا وہ رزق ہو گا اللہ تعالیٰ اس تک پہنچا ہی دے گا یعنی انسان کو اپنے حصے کیلئے اتنی کوشش نہیں کرنی پڑیگی کہ انسان اس کی بناء پر فرائض کی ادائیگی سے رہ جائے یا مقربین کی پیروی سے رہ جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اپنے [رزق] قصد میں کثرت مت کرو جو رزق تمہارے لئے مقدر ہو گا وہ تمہارے پاس آ ہی جائیگا۔ واضح رہے کہ یہ آیت ہمیں یہ بھی بتا رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ از روئے علم کے ہر شے کو گھیرے ہوئے ہے اور ہر عدد اس کے شمار میں ہے اور وہ پاک اور لاشریک ہے۔ مروی ہے کہ حضرت لقمان کے بیٹے نے اپنے باپ سے پوچھا کہ سمندر کے نیچے جو دانہ ہے کیا اللہ تعالیٰ اسے جانتا ہے؟ حضرت لقمان نے اس آیت کے ذریعے اس کا جواب دیا۔ فَتَكُنْ فِيْ صَخْرَةٍ: اس ٹکڑے کے ذریعے کلام میں مبالغہ پیدا کیا گیا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ صحرہ ساتوں زمین کے نیچے ہے اور زمین اس پر ہے۔ کہا گیا ہے کہ یہ صحرہ زمین کے پیٹ پر ہے۔ سدی کہتے ہیں کہ یہ صحرہ آسمانوں میں ہے نہ زمین میں بلکہ ساتوں زمین کے نیچے ہے جس پر بادشاہت قائم ہے۔ (القرطبی)

۲؎ یعنی نماز کو اپنی اوقات میں خشوع اور اسکے آداب کے ساتھ ادا کرو، لوگوں کو ہر طرح کی خیر اور فضیلت کی دعوت دو اور انھیں ہر طرح کے شر اور رذیلہ امور سے روکو۔ وَاصْبِرْ عَلٰى مَآ اَصَابَكَ: یعنی مصیبت اور مشقتوں پر صبر کرو اس لئے کہ جو حق کا داعی ہو گا اس کی راہ میں اذیت پہنچانے والے بہت ہو نگے۔ ابوحیان کہتے ہیں کہ حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو اولاً شرک سے روکا، ثانیاً اللہ کے علم اور اس کی ظاہری قدرت کے بارے میں بتایا اب آیت میں یہ بتا رہے ہیں کہ ان طاعات کو اپناؤ جس کے ذریعے سے تم اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کر سکو۔ پس ان طاعات میں سب سے پہلے نماز کا ذکر فرمایا پھر امر بالمعروف [نیکی کا حکم دینا] پھر نہی عن المنکر [برائی سے روکنا] پھر مصیبتوں پر صبر کرنے کے بارے میں بتایا۔ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایمان کی حقیقت ہی یہ ہے کہ پہنچنے والی تکلیفوں پر صبر کیا جائے۔ امام رازی کہتے ہیں کہ جو کام واجب کئے گئے ہیں ان کی ادائیگی میں صبر سے کام لینا چاہیئے۔ (صفوۃ التفاسیر) ۳؎ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بغض نہ کرو، سلام کلام نہ چھوڑو، حسد نہ کرو اور بھائی بھائی ہو جاؤ اور کسی مسلمان کیلئے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑے رکھے۔ وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ گویا کہ انسان کو منع کیا گیا ہے کہ بغیر حاجت کے انسان اپنے آپ کو حقیر نہ بنائے۔ اسی طرح کا فرمان رسول اللہ ﷺ کا بھی ہے کہ لَيْسَ لِلْاِنْسَانِ اَنْ يُّذِلَّ نَفْسَهٗ یعنی انسان کیلئے مناسب نہیں ہے کہ وہ اپنے آپ کو حقیر سمجھے۔ (القرطبی)

مِنْ صَوْتِكَ ؕ اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ ﴿۱۹﴾ ع

از آواز خود را ہر آئنہ زشت ترین آوازہا البتہ آواز خرانست

اپنی آواز کو' بیشک آوازوں میں سب سے بری آواز ضرور گدھا کی آواز ہے ۱

اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى

آیا نمی بینید ہر آئنہ خدای مسخر کرد برائے شما آنچہ در آسمانہا و آنچہ در

کیا تم نے نہ دیکھا بیشک اللہ نے تمہارے لئے مسخر کیا جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ

الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً ؕ وَمِنَ

زمین و فرودورد بر شما نعمتہا خود را آشکارہ و پوشیدہ و از

زمین میں ہے اور تم پر اپنی ظاہری اور باطنی نعمتیں اتاریں اور

النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِى اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا

مردمان کیست کہ خصومت کند در دین خدای بنا دانش و نہ راہ نمایندہ و نہ

لوگوں میں سے بعض وہ ہے جو اللہ کے دین کے بارے میں بغیر علم اور ہدایت اور

كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ ﴿۲۰﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا

کتاب روشن و چوں گفتہ شد ایشانرا پیروی کنید آنچہ فرستاد خدای گفتند

کتاب روشن کے جھگڑتا ہے ۲ اور جب ان سے کہا جائے (اسکی) پیروی کرو جو اللہ نے اتارا تو کہتے ہیں

بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوْ كَانَ الشَّيْطٰنُ

بلکہ پیروی کردیم آنچہ یافتیم بہ براں پدران خود را آیا اگر ہست دیو

بلکہ ہم پیروی کرتے ہیں اس کی جس پر اپنے باپ دادا کو پایا' کیا اگرچہ شیطان

يَدْعُوْهُمْ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ ﴿۲۱﴾ وَمَنْ يُّسْلِمْ وَجْهَهٗۤ

بخواند ایشانرا بسوے عذاب آتش سوزان و ہر کہ اسلام آرد روے خود را

انھیں جلانے والی آگ کے عذاب کی طرف بلاتا ہو ۳ اور جو اپنے چہرے کو جھکا دے

۱ حضرت لقمان نے جب اپنے بیٹے کو برے اخلاق اپنانے سے منع فرمایا تو اب اچھے اخلاق اپنانے کی وصیت کر رہے ہیں۔ یہ آیت بتا رہی ہے کہ دورانِ گفتگو آواز کو بلند کرنا قبیح ہے۔ گدھے کی آواز چونکہ بلند ہے اس لئے آوازوں میں اسے قبیح یعنی ناپسندیدہ قرار دیا۔ نبی کریم ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: جب تم گدھے کی آواز سنو تو شیطان سے [بچنے کیلئے] اللہ کی پناہ طلب کرو اس لئے کہ گدھا شیطان کو دیکھ کر [آواز نکالتا ہے] ایک روایت میں یہ ہے کہ گدھا نہیں چیختا اور کتا نہیں بھونکتا مگر شیطان کو دیکھ کر۔ حضرت سفیان ثوری کہتے ہیں کہ ہر شے کی چیخ [اسکی] تسبیح ہے سوائے گدھے کی چیخ کے۔ حضرت عطاء کہتے ہیں کہ گدھے کی چیخ ظلمت کیلئے دعا ہے۔ اس آیت کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے بندوں کو ادب سکھایا کہ لوگوں سے چیخ چیخ کر کلام نہیں کرنا چاہیئے۔ اہل عرب چیخ چیخ کر بات کرنے پر فخر کرتے تھے' ان میں جس کی آواز زیادہ بلند ہوتی وہ ان میں اتنا ہی زیادہ عزت پانے والا ہوتا' اور جس کی آواز پست ہوتی وہ شخص ان کے نزدیک حقیر ہوتا پس اللہ تعالیٰ نے جاہلیت کی اس عادت سے منع فرمایا۔ (القرطبی)

۲ یعنی اے لوگو! کیا تمہیں نہیں معلوم کہ اللہ تعالیٰ عظیم اور جلیل ہے اس نے تمہارے لئے مسخر کیا جو کچھ آسمانوں میں ہے یعنی سورج' چاند اور ستارے تا کہ تم ان سے نفع حاصل کر سکو' اور تمہارے لئے مسخر کیا جو کچھ زمین میں ہے یعنی پہاڑ، درخت پھل، نہر وغیرہ جسے تم شمار نہیں کر سکتے۔ وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّ بَاطِنَةً: یعنی اے لوگو! چند نعمتوں کو تم پر مکمل کیا۔ نعمت ظاہری سے مراد وہ نعمت ہے جو نظر آئے جیسے کان' آنکھ' صحت اور اسلام' اور نعمت باطنی جیسے دل' عقل' فہم' معرفت اور جو اس کے مشابہ ہو۔ علامہ بیضاوی نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے نعمت محسوسہ اور معقولہ کو مکمل فرمایا جسے تم پہچانتے ہو اور جسے تم نہیں جانتے ہو۔ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ الخ: یعنی لوگوں میں سے ایک گروہ ہے جو انکار کرتا ہے اور جھگڑتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی توحید اور صفات کے بارے میں بغیر علم و فہم کے' بغیر حجت و برہان کے اور بغیر آسمانی کتابوں کے جھگڑتا ہے۔ علامہ قرطبی کہتے ہیں کہ یہ آیت اس یہودی کے بارے میں نازل ہوئی جو نبی ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا اے محمد (ﷺ) اپنے رب کے بارے میں بتایئے کہ وہ کس چیز کا بنا ہوا ہے پس کڑک نے آ کر اسے پکڑ لیا۔ منیر ایسی روشن چیز کو کہتے ہیں جو جہل اور گمراہی کی ظلمت کو خوب ظاہر کر دے۔ (صفوۃ التفاسیر) ۳ آیت میں یہ بتانا مقصود ہے کہ ان مشرکین کا بغیر علم کے جھگڑنا انتہائی قبیح ہے اس لئے کہ نبی ﷺ انھیں اللہ تعالیٰ کے کلام کی جانب بلا رہے ہیں اور یہ لوگ اپنے آباء و اجداد کی جانب بلاتے ہیں اور ان کے کلام سے دلیل قائم کرتے ہیں۔ بیان کیا کہ اللہ کے کلام اور علماء کے کلام میں بہت فرق ہے پس یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام اور جہلاء کا کلام آپس میں برابر ہو جائیں۔ وہ لوگ نازل ہونے والے قول کو چھوڑ دیتے تھے اور اپنے آباء و اجداد کے فعل کی پیروی کرتے تھے۔ (تفسیر کبیر)

اِلَى اللّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ؕ

بسوے خدای او و نیکوکار باشد پس ہر آئنہ دست زند بہ بند استوار

اللہ کی طرف اور وہ نیکوکار ہو تو بیشک اس نے مضبوط رسی پکڑ لی

وَاِلَى اللّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ﴿۲۲﴾ وَمَنْ كَفَرَ فَلَا يَحْزُنْكَ

و بسوے خدای باز گشت کارہاست و ہر کہ نگرود پس اندوہگین نکند ترا

اور اللہ ہی کی طرف کاموں کا انجام ہے [۱] اور جو کفر کرے تو اسکا کفر تجھے غمگین نہ کرے

كُفْرُهٗ ؕ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ فَنُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ

کفر او بسوے ما ست باز گشت ایشاں پس خبر دہیم ایشانرا بآنچہ کردند ہر آئنہ خدای

ہماری ہی جانب ان سب کا پھرنا ہے پس ہم انھیں خبر دینگے جو انھوں نے کیا' بیشک اللہ

عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۲۳﴾ نُمَتِّعُهُمْ قَلِيْلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ

دانا ست بآنچہ در سینہاے ست بر خور داری دہیم ایشانرا اندکی پس بیازیم ایشانرا

جاننے والا ہے جو کچھ سینوں میں ہے [۲] انھیں تھوڑا نفع برتنے دیں گے پھر ہم انھیں مجبور کریں گے

اِلٰى عَذَابٍ غَلِيْظٍ ﴿۲۴﴾ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ

بسوے عذاب سخت و اگر پرسی ایشانرا کسے کہ بیافرید آسمانہا

سخت عذاب کی طرف [۳] اور اگر تم ان سے پوچھو کون ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا

وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا

و زمین البتہ گویند خدا ست بگو حمد خدایرا بلکہ اکثر ایشاں

تو ضرور کہیں گے اللہ نے' آپ فرما دیجئے حمد اللہ ہی کیلئے ہے بلکہ ان کے اکثر

يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۵﴾ لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

نمیدانند مر خدایراست آنچہ در آسمانہا و زمین است ہر آئنہ خدای

جانتے نہیں ہیں [۴] اللہ ہی کیلئے ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے' بیشک اللہ

تفسیر اظہار العرفان

[۱] جب اللہ تعالیٰ نے مشرک اور مجادل کے حال کو بیان فرما دیا تو اب مسلم اور مستلم کے حال کو بیان فرما رہا ہے۔ وَمَنْ يُّسْلِمْ وَجْهَهٗ اِلَى اللّٰهِ سے ایمان کی جانب اشارہ ہے اور وَهُوَ مُحْسِنٌ سے عملِ صالح کی جانب اشارہ ہے پس آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ جو ایمان لائے اور نیک عمل کرے۔ (تفسیر کبیر) یعنی جو اپنی توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف کر دے اور کامل طور پر ہمہ تن اللہ تعالیٰ کا ہو جائے' اپنے تمام کام اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دے' ہر کام کو کرنے یا نہ کرنے میں اللہ کی خوشنودی کا حصول اس کے پیش نظر ہو۔ وَهُوَ مُحْسِنٌ اور اپنے اعمال میں مخلص ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: احسان [اعمال کی خوبی] یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرو کہ گویا [عبادت کے وقت وہ تمہاری آنکھوں کے سامنے ہو اور] تم اس کو دیکھ رہے ہو یعنی کامل حضور قلبی کے ساتھ۔ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ پس اس نے مضبوط ترین قبضہ پکڑ لیا اور ایسا محکم ذریعہ اپنی گرفت میں لے لیا جس کے ٹوٹنے کا احتمال نہ ہو۔ یہ نہایت لطیف تشبیہ ہے متوکل کو اس شخص سے تشبیہ دی گئی ہے جس نے کوئی مضبوط قبضہ پکڑ رکھا ہو۔ (مظہری)

[۲] اس آیت میں رسول اللہ ﷺ کو تسلی ہے کہ اے محمد ﷺ! جن لوگوں نے کفر کیا ان کا کفر اور جو لوگ گمراہ ہوئے انکی گمراہی آپ کو غم میں نہ ڈالے اور آپ حسرت کر کے اپنے آپ کو مشقت میں نہ ڈالیں پس ہم عنقریب ان لوگوں سے انتقام لیں گے۔ اس لئے کہ ان سب کا لوٹنا ہماری ہی جانب ہے پھر ہم انھیں ان کے اعمال کی خبر دینگے جو یہ لوگ دنیا میں کرتے تھے۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ: یعنی ان کے قلوب میں جو مکر' کفر اور تکذیب پوشیدہ ہیں اللہ تعالیٰ اس سے خوب واقف ہے۔ (صفوۃ التفاسیر) [۳] یعنی ہم انھیں قلیل مدت تک باقی رکھیں گے۔ آگے اللہ تعالیٰ نے ان کی تکذیب اور ان کے کفر کا وبال بیان فرمایا کہ ہم ان پر سخت عذاب مسلط فرمائیں گے یہ لوگ عذاب سے پریشان ہو کر فرار ہونے کی کوشش کریں گے تو جو ملائکہ ان پر مسلط ہونگے وہ انھیں آگ کے گرز سے ماریں گے۔ (تفسیر کبیر) [۴] جب اللہ تعالیٰ نے پہلے یہ بتایا کہ آسمانوں کو بغیر ستون کے پیدا فرمایا اور انسان کو ظاہری و باطنی نعمتیں عطا کیں تو وہ لوگ اس کے معترف ہوئے اور یہ اعتراف حمد کا تقاضا کرتا ہے اس لئے کہ جو آسمانوں اور زمین کا خالق ہوگا اسی کی جانب محتاج ہوگا جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو تسلی دی کہ ان کے جھٹلانے پر آپ غمزدہ نہ ہوں یہ لوگ بہت جلد ہماری جانب لوٹ کر آئیں گے۔ آج اگر یہ آپ کی صداقت کے معترف نہیں ہیں تو کل قیامت کے روز یہ آپ کی صداقت کے معترف ہو جائیں گے اور آپ کی تصدیق در حقیقت دعویٰ وحدانیت کی تصدیق ہے۔ اس تصدیق پر آپ اللہ تعالیٰ کی حمد کیجئے۔ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ: یعنی اعتراف کے بعد ان کے پاس کوئی ایسا علم نہیں ہے جو انھیں آپ کی تکذیب سے روکے۔ (تفسیر کبیر) اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں یہ بیان فرمایا کہ وہ لوگ عذاب کے مستحق کیوں ہیں۔ آیت میں ان کے قول کے تناقض کو بھی بیان کیا گیا ہے کہ ایک طرف اعتراف بھی کرتے ہیں اور دوسری جانب شرک بھی کرتے ہیں۔ (صفوۃ التفاسیر)

هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿۲۶﴾ وَلَوْ اَنَّ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ

او شد بے نیاز ستودہ و اگر نہ آنست آنچہ در زمین از درختان

وہی بے نیاز تعریف کیا ہوا ہے ۱ اور اگر یہ ہو کہ جتنے زمین میں درخت ہیں

اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ

قلمہا و دریا یا مدد دہد آنرا از پس ہفت دریا

(سب کے سب) قلم بن جائیں اور دریا اس کیلئے سیاہی اس کے بعد سات دریا اور ہوں

مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۷﴾ مَا

نرسیدی حکم خدای ہر آئنہ خدای غالب با حکمت است

(پھر) اللہ کے کلمات (لکھے جائیں جب بھی) ختم نہ ہونگے بیشک اللہ غالب حکمت والا ہے ۲

خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ

نیافریدن شما را و نہ بر انگیختن شما مگر مانند نفس یگانہ ہر آئنہ خدای شنوای

تم سب کا پیدا کرنا اور تم سب کا دوبارہ اٹھانا نہیں ہے (اللہ پر) مگر جیسے ایک جان کا (پیدا کرنا اور اٹھانا ہے) بیشک

بَصِيْرٌ ﴿۲۸﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ

بینا آیا نمی بینی ہر آئنہ خدای در می آرد شب را در روز در می آرد

اللہ سننے والا دیکھنے والا ہے ۳ کیا تو نے نہ دیکھا بیشک اللہ رات کو دن میں داخل فرماتا ہے اور

النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۡ كُلٌّ يَّجْرِيْٓ اِلٰٓى

روز را در شب و رام کرد آفتاب و ماہ را ہر یک میرود تا

دن کو رات میں داخل فرماتا ہے اور سورج اور چاند کو مسخر کیا ہر ایک

اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّاَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۲۹﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ

مدتی شمردہ و ہر آئنہ خدای بآنچہ میکنید دانا ست ایں سبب آنست

مقرر مدت تک چلتا ہے اور بیشک اللہ جو تم کرتے ہو جانتا ہے ۴ یہ اس سبب ہے کہ

تفسیر اظہار العرفان

۱ یعنی کائنات میں جو کچھ ہے وہ سب اللہ تعالیٰ کی ملک ہے اور اسی کی مخلوق ہے اور اس کی تدبیر بھی وہی فرماتا ہے۔ (صفوۃ التفاسیر)

۲ حضرت عکرمہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے روح کی بابت پوچھا گیا تو اللہ تعالیٰ نے آیت قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَا اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا نازل فرمائی۔ اس پر اہل کتاب نے کہا کہ آپ سمجھتے ہیں کہ ہم کو تھوڑا علم دیا گیا ہے حالانکہ ہم کو توریت دی گئی ہے جو سراپا حکمت ہے اور جسے حکمت سے نوازا گیا گویا اسے خیر کثیر دی گئی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ عطا بن یسار کی روایت ہے کہ وَمَا اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ مکے میں نازل ہوئی پھر جب رسول اللہ ﷺ مدینے شریف ہجرت فرما گئے تو آپ کے پاس احبارِ یہود آئے اور پوچھا کہ ہم نے سنا ہے کہ آپ کہتے ہیں "تم کو بہت کم علم دیا گیا ہے" اس قول سے کون سے لوگ مراد ہیں؟ ہم یا آپ کی اپنی قوم؟ آپ نے فرمایا کہ دونوں ہی مراد ہیں۔ انھوں نے کہا مگر آپ تو خود ہی پڑھتے ہیں کہ ہم کو توریت کا علم دیا گیا ہے اس میں ہر شے کی تفصیل ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تمہارا یہ علم خدا کے علم کے مقابلے میں بہت کم ہے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ حضرت قتادہ کی روایت میں ہے کہ مشرکین کہتے تھے کہ ان کلمات کا احاطہ کرنا کچھ مشکل نہیں، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول)

۳ حضرت ضحاک کہتے ہیں کہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ تم سب کو پیدا کرنا ایسا ہی ہے جیسے ایک شخص کو پیدا کرنا ہے اور تم سب کو قیامت کے روز اٹھانا اس کیلئے ایسا ہی ہے جیسے ایک شخص کو اٹھانا ہے۔ حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ یہ اس لئے ایسا ہے کہ "قلیل ہو یا کثیر وہ کُنْ فَيَكُوْنُ فرمائیگا [باقی سارے کام اسکی قدرت سے ہو جائیں گے اور اس کی قدرت کیلئے یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے] مروی ہے کہ ابی بن خلف، ابوالاسدین وغیرہ نے جب نبی ﷺ سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ہم سب کو مرحلہ وار پیدا کیا یعنی نطفہ، پھر جما ہوا خون، پھر گوشت کا لوتھڑا، پھر ہڈی۔ اور آپ کہتے ہیں کہ ہم سب ایک ہی ساعت میں نئی تخلیق کے ساتھ اٹھائے جائیں گے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ جاننا چاہیئے کہ جو کام بندوں پر مشکل ہے وہ کام اللہ تعالیٰ پر مشکل نہیں ہے بلکہ آسان ترین ہے اس لئے پورے عالم کو ایک جان کی پیدائش کی طرح بنا کر اٹھانا اس کیلئے آسان ہے۔ (القرطبی) یعنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم سب کو پیدا کرنا اور پھر دوبارہ اٹھانا ایسا ہی ہے جیسے ایک شخص کو پیدا کرنا اور اٹھانا ہے۔ اس کی ذاتی قدرت سے جب اس کے ارادہ کا تعلق ہو جائے تو بس اتنا ہی کافی ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ ایک کام میں مشغول ہونے کے وقت دوسرے کام سے غافل ہو جائے۔ (بیضاوی) ۴ اے مخاطب! کیا تمہیں نہیں معلوم کہ اللہ تعالیٰ عظیم وجلیل ہے وہ رات کو دن کی روشنی میں داخل فرماتا ہے اور دن کی روشنی کو رات کی تاریکی میں داخل فرماتا ہے، کبھی دن کو بڑھاتا ہے اور کبھی رات کو بڑھاتا ہے۔ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى سے مراد ہے قیامت تک اپنی حدود پر یہ سب جاری رہیں گے۔ (صفوۃ التفاسیر)

اللّٰہَ ھُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِہِ الْبَاطِلُ

مر خدا راست است و آنچہ میخوانند بجز خدای باطل

اللہ ہی کیلئے حق ہے اور جسے پکارتے ہیں اللہ کو چھوڑ کر وہ سب باطل ہیں

وَاَنَّ اللّٰہَ ھُوَ الْعَلِیُّ الْکَبِیْرُ ﴿۳۰﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ الْفُلْکَ تَجْرِیْ

و ہر آئنہ خدای اوست بر تر بزرگ آیا نمی بینی ہر آئنہ کشتی میرود

اور بیشک اللہ وہی برتر بزرگ ہے ۱ کیا تو نے نہ دیکھا بیشک کشتی

فِی الْبَحْرِ بِنِعْمَتِ اللّٰہِ لِیُرِیَکُمْ مِّنْ اٰیٰتِہٖ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ

در دریا بہ بخشایش خدای تا بنماید شما را از آیات خود ہر آئنہ دریں

دریا میں اللہ کے فضل سے چلتی ہے تا کہ وہ تمہیں اپنی نشانیاں دکھائے بیشک اس میں

لَاٰیٰتٍ لِّکُلِّ صَبَّارٍ شَکُوْرٍ ﴿۳۱﴾ وَاِذَا غَشِیَھُمْ مَّوْجٌ کَالظُّلَلِ

نشانہاست مر ہر صبر کنندہ شکر گویندہ و چوں بپوشد ایشانرا موج مانند سای

نشانیاں ہیں ہر صبر کرنے والے شکر کرنے والے کیلئے ۲ اور جب انھیں موج سائے کی طرح چھپا لے

دَعَوُا اللّٰہَ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ ۚ فَلَمَّا نَجّٰھُمْ اِلَی الْبَرِّ

بخوانند خدایرا پاک کنندگان برائے او دین پس آنوقتیکہ برہاند ایشانرا بسوے خشکی

تو اللہ ہی کو خالص اس کے دین کا ہو کر پکارتے ہیں پس جس وقت انھیں خشکی کی جانب نجات دیتا ہے

فَمِنْھُمْ مُّقْتَصِدٌ ؕ وَمَا یَجْحَدُ بِاٰیٰتِنَآ اِلَّا کُلُّ خَتَّارٍ

پس از ایشاں عاد کند و انکار نکند بایات ما مگر ہر عذر کنندہ

تو وہ سب لوٹ آتے ہیں (پہلی حالت کی جانب) اور ہماری آیتوں کا انکار نہیں کرتا مگر ہر عذر کرنے والا

کَفُوْرٍ ﴿۳۲﴾ یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمْ وَاخْشَوْا یَوْمًا

نا سپاس اے مردمان بترسید از پروردگار خود و بترسید روزیکہ

ناشکرا ۳ اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو اور اس دن سے ڈرو کہ

۱ جاننا چاہئے کہ حکماء نے کہا کہ اللہ تعالیٰ تام اور فوق التمام ہے اور اس نے اشیاء کو چار قسموں پر بنایا (۱) ناقص: جو انھیں چاہئے وہ اسے حاصل نہیں ہے جیسے بچہ، مریض اور اندھا (۲) مکتفی: ان چیزوں کا عطا کرنا جس کی اسے حاجت کے وقت ضرورت ہو جیسے انسان و حیوان کیلئے آلات (۳) تام: جس کا حصول اس کیلئے جائز ہو وہ سب اسے حاصل ہو جیسے ملائکہ مقربین، ان کو جو درجات حاصل ہیں اللہ تعالیٰ اس میں سے نہ کچھ کم فرماتا ہے اور نہ زیادہ۔ جیسا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کا قول ہے "اگر میں انگلی کے پورے کے برابر بھی آگے گیا تو جلا دیا جاؤنگا" اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَمَا مِنَّا اِلَّا لَہٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ: یعنی اور نہیں ہے ہمارے پاس کوئی مگر اس کیلئے مقام معلوم ہے (۴) فوق التمام: وہ جسے مجاز بھی حاصل ہو اور ماعدا بھی حاصل ہو۔ جب یہ تقریر سمجھ میں آگئی تو اب یہ سمجھیے کہ ھُوَ الْحَقُّ سے تام کی جانب اشارہ ہے اور اَنَّ اللّٰہَ ھُوَ الْعَلِیُّ الْکَبِیْرُ سے فوق التمام کی جانب اشارہ ہے۔ (تفسیر کبیر)

۲ صَبَّارٍ سے وہ شخص مراد ہیں جو آفاق اور انفس [اندرون و بیرون یا اپنی ذات اور سارے جہاں] کا گہرا مطالعہ کرتا ہے اور اسی سوچ میں تکلیفیں برداشت کرتا ہے اور شَکُوْرٍ وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو پہچانتا اور نعمتیں عطا فرمانے والے کا شکر ادا کرتا ہے، یا صبار شکور سے مراد ہیں اہل ایمان۔ کیونکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایمان کے دو نصف ہیں آدھا ایمان صبر میں ہے اور آدھا شکر۔ میں یعنی مؤمن سکھ میں شکر ادا کرتا ہے اور دکھ میں صبر کرتا ہے [اور انسان کی زندگی دکھ اور سکھ کا ہی نام ہے] (مظہری)

۳ یعنی جب اللہ تعالیٰ ان کو بچا کر خشکی تک لے آتا ہے تو ان میں سے کچھ لوگ اللہ تعالیٰ کی نعمت کا شکر ادا کرتے ہیں اور کچھ ناشکرے بن جاتے ہیں اور کچھ درمیانی حالت میں ہو جاتے ہیں سخت ناشکری نہیں کرتے کسی قدر کافرِ نعمت ہو جاتے ہیں۔ کافروں کے کفرانِ نعمت کے درجات بھی مختلف ہوتے ہیں بعض کافر کفرانِ نعمت میں دوسروں سے زیادہ سخت ہوتے ہیں۔ کلبی نے مقتصد کا یہی معنی بیان کیا ہے یعنی متوسط درجے کا کافر، لیکن اکثر مفسرین نے کہا کہ مقتصد سے مراد ہے درمیانی راہ پر قائم رہنے والا یعنی توحید پر برقرار رہنے والا۔ اس تفسیر کی وجہ یہ ہے کہ آیت کا نزول حضرت عکرمہ کے متعلق ہوا۔ فتح مکہ کے وقت حضرت عکرمہ بن ابوجہل مکہ سے بھاگ کر سمندر کے کنارے پہنچ گئے اور ایک کشتی پر سوار ہو گئے راستہ میں طوفان آ گیا حضرت عکرمہ نے کہا: اگر اللہ مجھے اس طوفان سے محفوظ رکھ کر کنارے پر پہنچا دے گا تو میں اپنا ہاتھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں دے دونگا۔ عکرمہ کے اس قول سے طوفان رک گیا اور عکرمہ مکہ واپس آ کر مسلمان ہو گئے۔ اس تشریح پر پورا کلام اس طرح ہوگا کہ کچھ ان میں سے اعتدال پر رہتے ہیں اور کچھ کافر ہو جاتے ہیں۔ وَمَا یَجْحَدُ بِاٰیٰتِنَا۔ آیات سے مراد ہیں آیاتِ قرآنیہ انکے حق ہونے کا انکار صرف عہد شکن ناشکرا کرتا ہے، یا آیات سے دلائل قدرت مراد ہیں منجملہ دیگر دلائل قدرت کے طوفان سے نجات دینا بھی ہے۔ (تفسیر کبیر)

لَا یَجْزِیْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ ۫ وَلَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ

دفع نکند ہیچ پدر از پسر خود و نہ پسر او باز دارندہ باشد از

کوئی باپ اپنے بیٹے سے نہیں ہٹائے گا اور نہ بیٹا

وَّالِدِهٖ شَیْـًٔا ؕ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَیٰوةُ

پدر خود چیزیرا ہر آئنہ وعدہ خدای راست است پس فریب ندہد شما را زندگانی

اپنے باپ سے کوئی چیز ہٹانے والا ہو گا بیشک اللہ کا وعدہ حق ہے پس تمہیں فریب نہ دے دنیا کی

الدُّنْیَا ٝ وَلَا یَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ﴿۳۳﴾ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ

دنیا و فریب ندہد شما را بخدای فریبندہ ہر آئنہ خدای نزد او دانستن

زندگی اور تمہیں فریب نہ دے اللہ پر فریب دینے والا ا بیشک اللہ اس کے پاس قیامت کا

السَّاعَةِ ۚ وَیُنَزِّلُ الْغَیْثَ ۚ وَیَعْلَمُ مَا فِی الْاَرْحَامِ ؕ وَ

قیامت و فرو فرستادن باران و میداند آنچہ در شکمہا ست و

علم ہے اور بارش برسانے (کا علم) اور جانتا ہے جو رحموں میں ہے اور

مَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ؕ وَمَا تَدْرِیْ

نمیداند ہیچ نفسی چہ چیز کسب کند فردا و نمیداند

نہیں جانتی کوئی جان کہ آئندہ کل کیا کمائے گی اور نہیں جانتی

نَفْسٌۢ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ ﴿۳۴﴾

ہیچ نفسی بکدام زمین بمیرد ہر آئنہ خدای دانا ست با آگاہ

کوئی جان کس زمین پر مرے گی، بیشک اللہ جاننے والا خبردار ہے ۲

سُوْرَةُ السَّجْدَةِ مَكِّیَّةٌ وَّهِیَ ثَلٰثُوْنَ اٰیَةً وَّثَلٰثُ رُكُوْعَاتٍ

سورہ سجدہ مکی ہے اور اس میں ۳۰ آیات اور تین رکوع ہیں ۳

تفسیر اظہار العرفان

۱ آیت کا مطلب یہ ہے کہ باپ اپنے بیٹے کے گناہوں کو نہیں اٹھائیگا اسی طرح بیٹا اپنے باپ کے گناہوں کو نہیں اٹھائیگا۔ ان دونوں میں سے ایک کے گناہ کے عوض دوسرے کا مواخذہ نہیں ہوگا۔ ورنہ حدیث شریف میں ہے کہ اولاد کی موت پر صبر کرنا اور لڑکیوں کی صحیح تربیت کرنا باپ کیلئے جہنم سے بچاؤ کیلئے حجاب ہے۔ اور نابالغ بچہ جو بلوغت سے پہلے انتقال کر گیا ہو باپ کو جنت میں لے جائیگا۔ (القرطبی)

۲ حضرت مقاتل کہتے ہیں کہ یہ آیت اہل بادیہ میں سے ایک شخص کے بارے میں نازل ہوئی جس کا نام وارث بن عمر بن حارثہ تھا۔ وہ نبی ﷺ کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا کہ میری بیوی حاملہ ہے آپ مجھے بتایئے کہ وہ کیا جنے گی؟ [لڑکا یا لڑکی] ہمارے شہر میں خشک سالی ہے آپ مجھے بتایئے کہ بارش کب ہوگی؟ میں یہ جان گیا کہ میری ولادت کب ہوئی ہے اب مجھے یہ بتایئے کہ میری موت کب واقع ہوگی؟ آج میں کیا کرونگا یہ تو مجھے معلوم ہے اب آپ یہ بتایئے کہ کل میں کیا کرونگا؟ آپ مجھے بتایئے کہ قیامت کب آئیگی؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (القرطبی) اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے اگر کسی عبد کو [ان پانچ امور کا علم] عطا کر دے تو اس میں کوئی چیز مانع نہیں ہے جیسے انبیاء اور بعض اولیاء کو عطا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ [''اور وہ نہیں پاتے اسکے علم میں سے مگر جتنا وہ چاہے] دوسری جگہ ارشاد ہے عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ [غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے] علماء کہتے ہیں کہ اسی طرح ولی اللہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے صالحین بندوں میں سے بعض کو اس کا علم عطا کر دے تو اس میں کوئی چیز مانع نہیں ہے۔ یہ مغیبات نبی کیلئے معجزہ ہونگے اور ولی کیلئے کرامت۔ اسی لئے ہمارے علماء نے کہا کہ حق یہ ہے کہ ہمارے نبی ﷺ اس دنیا سے تشریف نہیں لے گئے تا آنکہ اللہ تعالیٰ نے علومِ خمسہ پر آپ کو مطلع فرما دیا لیکن اسے چھپانے کا حکم دیا۔ (صاوی) ۳ سورہ سجدہ مکی ہے سوائے اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا سے تین آیات تک، اس میں ۱۵۱۸ حروف اور ۳۸۰ کلمات ہیں۔ (غرائب القرآن) اس سورت میں بھی دیگر مکی سورتوں کی طرح اصولِ عقائد اسلامیہ کا علاج ہے یعنی اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا، قیامت کے دن، کتابوں، رسولوں اور جزا اور سزا پر ایمان لانا۔ اس سورت میں خصوصیت کے ساتھ بعث بعد الموت پر بحث کی گئی ہے جس کے بارے میں مشرکین بہت زیادہ بحث مباحثہ کرتے تھے اور اسی کو رسول اللہ ﷺ کی تکذیب کا ذریعہ بناتے تھے۔ اس سورت کی ابتدا اس پر ہے کہ قرآن کے منزل من اللہ ہونے میں کوئی شک نہیں ہے اور اس سورت کا اختتام یوم حساب کی باتوں پر ہے اور اس پر کہ مؤمنین متقین کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ رہنے والے باغات تیار کر رکھے ہیں۔ اس سورت کو '' سورة السجدة'' اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں مؤمنین کے اوصاف بیان کئے گئے ہیں کہ جب وہ قرآن کریم کی آیات کو سنتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور تحمید کرتے ہوئے سجدہ میں گر جاتے ہیں ذرہ برابر بھی تکبر نہیں کرتے ہیں۔ (صفوة التفاسیر)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

بنام خدای بخشندہ مہربان

اللہ کے نام سے (جو بہت) رحم والا مہربان (ہے)

الٓمّٓ ① تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ②

فرو فرستادن کتاب نیست شبہ دراں از پروردگار عالمیان

کتاب کا اتارنا ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ عالمین کے رب کی طرف سے ہے ۱

اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ بَلْ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ

آیا میگویند بر بافتہ است آنرا بلکہ آں راست است از پروردگار تو تا بیم کنی

کیا کہتے ہیں کہ اسے (اپنی طرف سے) گھڑ لیا ہے بلکہ وہ حق ہے تیرے رب کی طرف سے تا کہ تم ڈراؤ

قَوْمًا مَّا اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ③

بگروہی نیامد بدیشاں ہیچ بیم کنندہ پیش از تو شاید کہ ایشاں راہ یابند

ایسے گروہ کو جن کے پاس تم سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا ہے شاید کہ وہ سب راہ پا لیں ۲

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا

اللہ است آنکہ بیافرید آسمانہا و مزین و آنچہ میان ایشانست

اللہ ہی ہے جس نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے

فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ

در شش روز پس مستولی شد بر عرش نیست شما را بجز او

چھ دنوں میں پھر عرش پر استوی فرمایا نہیں ہے تمہارے لئے اس کے سوا

مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا شَفِيْعٍ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ④ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ

ہیچ دوستی و نہ شفیع آیا نمی گیرید تدبیر میکند کار

کوئی دوست اور نہ شفیع کیا تم سب نصیحت حاصل نہیں کرتے ہو ۳ کام کی تدبیر فرماتا ہے

۱ یعنی یہ کتاب اے محمد ﷺ! آپ کی جانب وحی کی گئی ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔(صفوۃ التفاسیر)

۲ یعنی کیا یہ مشرکین کہتے ہیں کہ اس قرآن کو محمد ﷺ نے اپنی طرف سے بنالیا ہے۔ معاملہ ایسا نہیں ہے جیسا وہ لوگ دعوی کرتے ہیں بلکہ یہ آپ کے رب کی طرف سے حق ہے اور آپ کے رب کا سچا کلام ہے۔(صفوۃ التفاسیر) بَلْ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ کلام سابق کی تاکید ہے' مضمون آیت کی ترتیب اس طرح ہوئی کہ پہلے الٓم فرما کر قرآن کے معجزہ ہونے کی طرف اشارہ کیا[قرآن مجید کی ہر آیت اور عبارت کی ساخت اپنے حروف سے جو عام لغت عربی کی بنیاد ہیں لیکن اسلوب ادا اور طرز ترکیب ایسا ہے کہ کوئی مخلوق ایسا کلام نہیں بنا سکتی معلوم ہوا کہ ایسا کلام بنانا طاقت بشری سے خارج ہے اسی کا نام معجزہ ہے] جب اعجاز کی طرف اشارہ کر دیا تو لازمی یہ نتیجہ نکلا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ ہے' منزل من اللہ ہونے کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ اس کے اندر کوئی قابل شک چیز نہیں۔ اس لئے آگے کلام کا رخ بدل کر بطور انکار تعجبی کے کافروں کا قول نقل کیا جو قرآن کو خود ساختہ قرار دیتے تھے' پھر کافروں کے اس قول کے تعجب آمیز انکار کے بعد قرآن کی حقانیت اور منزل من اللہ ہونے کی صراحت فرما دی۔ اس سے آگے کی آیت میں جو غرض تنزیل بیان فرمائی ہے اور ارشاد فرمایا: آپ ان لوگوں کو ڈرائیں جن کے پاس آپ سے پہلے کوئی پیغمبر نہیں آیا تا کہ [آپ کے ڈرانے سے] وہ ہدایت پالیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد رسول اللہ ﷺ کی بعثت تک کوئی پیغمبر نہیں آیا یہ دور فترت کا دور کہلاتا ہے۔(مظہری) ۳ اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی کمال قدرت کی پہچان کرائی گئی ہے تا کہ وہ لوگ قرآن کو سننے پر آمادہ ہو جائیں اور سنے ہوئے قرآن پر غور وفکر کریں۔ خَلَقَ یعنی اس نے عدم سے پیدا کیا یعنی جب تم کچھ نہ تھے تو پیدا کیا۔ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ: یعنی اتوار سے جمعہ کے آخری حصے تک' حضرت حسن کہتے ہیں کہ یہاں ایام سے مراد دنیا کے ایام ہیں' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایام ستہ میں سے ایک دن جس میں اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کی تخلیق فرمائی دنیا کے سالوں میں سے ایک ہزار سال کے برابر ہے' حضرت ضحاک کہتے ہیں کہ چھ ہزار سالوں کے برابر ہے یعنی ایام ستہ کی مدت ایام آخرت سے ہے۔(القرطبی) جب یہ بیان ہوا کہ رسالت کا منصب یہ ہے کہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی توحید کی جانب دعوت دیں تو اب اس آیت کریمہ میں اس دعوت پر دلیل بیان ہو رہی ہے۔ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ: ان جیسی آیات کے بارے میں علماء کے دو مذاہب ہیں (۱) اس کی تاویل نہیں کی جائیگی (۲) مراد پانے کیلئے اس کی تاویل کی جائیگی۔ اول مذہب اسلم ہے اور حکمت کے اقرب ہے۔ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا شَفِيْعٍ: جب یہ ذکر ہوا کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کا خالق ہے تو بعض لوگوں نے کہا کہ ہم اس کا اعتراف کرتے ہیں کہ آسمانوں اور زمین کا خالق ایک ہی ہے ہم ان بتوں اور ستاروں سے نصرت اور قوت حاصل کرتے ہیں' بعض نے کہا کہ ہم ان ملائکہ کو اللہ کے حضور اپنا شفیع بناتے ہیں اس پر ارشاد ہوا کہ اسکے سوا کوئی معبود نہیں' اس کے سوا کوئی نصرت نہیں اور اس کی اجازت کے بغیر کوئی شفاعت نہیں۔(تفسیر کبیر)

مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ

از آسمان بسوے زمین پس بالا رود بسوے آسمان در روزیکہ ہست

آسمان سے زمین کی طرف پھر آسمان کی طرف جائیگا اس روز

مِقْدَارُهٗۤ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ۝۵ ذٰلِكَ عٰلِمُ

مقدار آں ہزار سال از آنچہ شمار میکنید ایں دانای

جس کی مقدار ہزار سال ہے اس سے جو تم شمار کرتے ہو ا یہ غیب

الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۝۶ الَّذِيْۤ اَحْسَنَ

پوشیدہ است و آشکار غالب مہربانست آنکہ نیکو کرد

اور ظاہر کا جاننے والا غالب مہربان ہے ۲ وہ جس نے ہر چیز کو عمدہ کیا

كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِيْنٍ ۝۷

ہر چیزے بیافرید او را و آغاز کرد آفریدن آدم را از گِل

اسے پیدا کیا اور انسان کی پیدائش کی ابتدا مٹی سے کی ۳

ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ۝۸

پس بیافرید فرزندان او از خلاصہ از آبے خوار

پھر اس کے فرزندوں کو بے قدر پانی کے خلاصہ سے پیدا کیا ۴

ثُمَّ سَوّٰىهُ وَنَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ

پس راست کرد او را و دمید در و از روح خود و ساختہ براے شما گوش

پھر اسے ٹھیک کیا اور اس میں اپنی روح پھونکی اور تمہارے واسطے کان

وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۝۹ وَقَالُوْۤا

و دیدہا و دلہا اندکی آنچہ شکر گوئید و گفتند

اور آنکھیں اور دل بنائے تم بہت کم شکر کرتے ہو ۵ اور انھوں نے کہا

ا آیت کا مطلب یہ ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام اپنے مقامی ساتھی ملائکہ کے ہمراہ سدرۃ المنتھی سے زمین تک کی مسافت بہت ہی تھوڑے وقت میں طے کر لیتے ہیں جو تھوڑی رفتار کی گنتی کے پچاس ہزار برس کے برابر ہوتا ہے لیکن اتنی بڑی مسافت جبرائیل علیہ السلام مع ملائکہ آن کی آن میں طے کر لیتے ہیں یہ تشریح حسب تفسیر حضرت مجاہد اور حضرت ضحاک کی ہے، بعض اہل علم نے یہ مطلب بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ دنیوی امور کا انتظام سماوی اسباب یعنی ملائکہ وغیرہ کے ذریعے سے کرتا ہے جن کے آثار زمین تک آتے ہیں پھر جب دنیا فنا ہو جائیگی، حاکموں کا حکم اور اقتدار والوں کا اقتدار ختم ہو جائیگا تو ہر حکم وانتظام کا رجوع [براہ راست] اللہ تعالیٰ کی طرف ہو جائیگا اور یہ اس روز ہوگا جس کی مقدار ہزار برس کے برابر ہوگی یعنی قیامت کا روز۔ اس تفسیر کی تائید حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ اس حدیث سے ہوتی ہے جو ترمذی نے نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نادار لوگ مالداروں سے پانچ سو برس اور آدھے دن پہلے [قیامت کے آدھے کی بقدر پہلے] جنت میں داخل ہونگے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس دن کے متعلق دریافت کیا گیا جس کی مدت پچاس ہزار برس کی ہوگی اور عرض کیا گیا یہ تو بڑا المبادن ہوگا۔ آپ نے فرمایا: قسم ہے اسکی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے مؤمن کیلئے تو وہ فرض نماز سے بھی زیادہ خفیف ہوگا جو دنیا میں وہ پڑھا کرتا تھا۔ بعض علماء نے آیت کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ یکدم ایک ہزار تک ہونے والے امور کے فیصلے اللہ تعالیٰ ایک وقت میں کر دیتا ہے۔ فرشتہ اس فیصلہ کو لے کر اترتا ہے پھر ہزار برس گذرنے کے بعد دوبارہ آنے والے ہزار برس کے فیصلے حاصل کرنے کیلئے آسمان کی طرف چڑھتا ہے۔ (مظہری)

۲ علامہ قرطبی کہتے ہیں کہ اس آیت میں تہدید اور وعید ہے گویا کہ کہا جا رہا ہے کہ اپنے اعمال اور اقوال میں اخلاص پیدا کرو اس لئے کہ میں تمہیں اس پر بدلہ دونگا۔ اَلْغَيْبِ الشَّهَادَةِ سے مراد یہ ہے کہ جو مخلوق سے غیب ہے اور جو مخلوق کیلئے حاضر ہے۔ (صفوة التفاسیر) ۳ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ وہ ہر شے کا حکم دیتا ہے یعنی اس کا جو حکم آ جاتا ہے اس حکم کو بدلنے والا کوئی نہیں ہے۔ (القرطبی) ۴ نسل کے معنی ہیں جدا ہونا، آنے والی اولاد بھی باپ ہی کا جدا شدہ حصہ ہوتی ہے۔ سُلٰلَةٍ سے مراد ہے نطفہ [سل کا معنی ہے کھینچنا] نطفہ انسان [کے بدن] سے جدا ہو کر آتا ہے اسی لئے اس کو سلالہ کہا گیا ہے۔ (مظہری) ۵ یعنی اس کے اعضاء کو قائم کیا اور اس کی خلقت کو ماں کے رحم میں برابر کیا اور اس میں روح پھونکی جس کی وجہ سے اس کی صورت اکمل اور خلقت احسن تقویم ہوئی۔ حضرت ابوسعود کہتے ہیں کہ روح کی اضافت اللہ تعالیٰ کی طرف انسان کو شرف بخشنے کیلئے ہے اور اس تنبیہ کیلئے کہ انسان کی خلقت عجیب ہے اور یہ بتانے کیلئے کہ انسان کا رتبہ اللہ تعالیٰ کے حضور بہت بلند ہے۔ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ یعنی ان حواس کو انسان کیلئے پیدا کیا تا کہ انسان اس سے فائدہ حاصل کرے۔ (صفوة التفاسیر)

إِذَا ضَلَلْنَا فِي الْأَرْضِ ءَإِنَّا لَفِي خَلْقٍ جَدِيدٍ ۚ بَلْ

آیا چوں شویم در زمین آیا ما در آفرینش نو خواہیم بود بلکہ

کیا جب ہم زمین میں گم ہو جائیں تو کیا ہم نئے پیدا کئے جائیں گے بلکہ

هُمْ بِلِقَاءِ رَبِّهِمْ كَافِرُونَ ۝١٠ قُلْ يَتَوَفَّاكُمْ مَلَكُ الْمَوْتِ

ایشاں بدیدن پروردگار ایشاں کافرانند بگو فرا گیرد شما را فرشتہ مرگ

وہ سب اپنے رب کی ملاقات کے منکر ہیں ا آپ فرما دیجئے تمہیں موت کا فرشتہ وفات دیتا ہے

الَّذِي وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّكُمْ تُرْجَعُونَ ۝١١ وَلَوْ تَرَىٰ

آنکہ موکل کردہ شد بشما باز بسوے پروردگار خود باز گردید و اگر بہ بینی

جسے تم پر مقرر کیا گیا ہے پھر اپنے رب کی طرف تم سب لوٹائے جاؤ گے ٢ اور اگر تم دیکھو

إِذِ الْمُجْرِمُونَ نَاكِسُو رُءُوسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ رَبَّنَا أَبْصَرْنَا

چوں مشرکان افگندہ باشند سرہاے خود نزد پروردگار ایشاں اے پرودگار ما دیدیم

جب مشرکین اپنے سروں کو جھکائے اپنے رب کے حضور کھڑے ہونگے (اور کہیں گے) اے ہمارے رب! ہم نے

وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا إِنَّا مُوقِنُونَ ۝١٢ وَلَوْ

و شنیدیم پس باز گردان ما را تا بکنیم نیکی کہ ما بیگمانانیم و اگر

دیکھا اور ہم نے سنا پس ہمیں دوبارہ لوٹا تا کہ ہم نیکی کریں بیشک ہم یقین کرنے والے ہیں ٣ اور اگر

شِئْنَا لَآتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدَاهَا وَلَٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ

میخواستیم ہر آئنہ میدادیم ہرتنی راہ یافتی بداں و لیکن واجب شد گفتار

ہم چاہتے تو ضرور ہر جان کو اسکی ہدایت عطا کرتے لیکن واجب ہوئی

مِنِّي لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ۝١٣

از من البتہ پر کنم دوزخ از دیوان و مردمان ہمہ

میری طرف سے بات کہ ضرور میں بھرونگا دوزخ کو جنوں اور آدمیوں سے ٤

تفسیر اظہار العرفان

١ کفار مکہ کے ان لوگوں نے کہا جو حشر و نشر کے منکر تھے جب ہم مر کر مٹی میں مل جائیں گے ہماری ہڈیاں گل سڑ جائیں گی اور ہمارا نام و نشان بھی مٹ جائے گا تو کیا پھر ہم دوبارہ پیدا کر کے اٹھائے جائیں گے؟ اور کیا ہم دوبارہ حیات کی جانب لوٹیں گے؟ یہ قول وہ لوگ استہزاء اور انکار کے طور پر کہتے تھے اسی بناء پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ لوگ دراصل اپنے رب سے ملاقات کے منکر ہیں۔ (صفوۃ التفاسیر)

٢ ملک الموت کا نام عزرائیل علیہ السلام ہے جس کا ترجمہ عربی زبان میں عبداللہ ہے یہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے روح نکالتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ بہائم میں سے ہر ایک کی روح اللہ تعالیٰ نکالتا ہے نہ کہ ملک الموت۔ میں کہتا ہوں کہ اس کے خلاف بھی روایت ہے اور وہ یہ ہے کہ ملک الموت جمیع خلائق کی روح نکالتا ہے یہاں تک کہ مچھر اور برغوث کی بھی۔ جعفر بن محمد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ملک الموت کو انصار میں سے ایک شخص کے سر کے پاس دیکھا پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: میرے ساتھی کی روح کو نرمی سے نکالنا اس لئے کہ یہ مؤمن ہے۔ ملک الموت علیہ السلام نے جواباً عرض کیا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ اپنے دل کو خوش کر لیں اور اپنی آنکھوں کو ٹھنڈک دے لیں کہ میں ہر مؤمن کی روح کو آسانی سے نکالونگا۔ اور آپ جان لیجئے کہ خشکی اور تری میں کوئی گھر ایسا نہیں ہے جہاں میں روزانہ پانچ مرتبہ نہ جاتا ہونگا اور میں ان کے چھوٹے بڑے ہر ایک کو ان کے اپنے نفس سے زیادہ پہچانتا ہوں۔ اللہ کی قسم! اگر میں کسی مچھر کی روح قبض کرنے کا ارادہ کرتا ہوں تو میں اس پر بھی قدرت رکھتا ہوں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کی روح قبض کرنے کا حکم دیتا ہے۔ حضرت جعفر بن علی کہتے ہیں کہ ملک الموت کی روزانہ پانچ مرتبہ حاضری ان ہی اوقات میں ہوتی ہے جو نماز کے اوقات ہیں۔ حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ دنیا ملک الموت کے سامنے ایسی ہے جیسے طشت انسان کے سامنے ہو اور وہ اس میں سے جہاں سے چاہے لے۔ مروی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ملک الموت کو قبض روح پر مقرر فرمایا تو ملک الموت نے عرض کی اے میرے رب! بنی آدم مجھے گالیاں دینگے۔ پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں موت کیلئے عِلل و اسباب بنا دونگا یعنی بیماری وغیرہ۔ لوگ موت کو ان ہی علتوں کی جانب منسوب کرینگے اور تمہارا ذکر بھلائی کے ساتھ رکھیں گے۔ (القرطبی) ٣ زجاج کہتے ہیں کہ خطاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے لیکن حقیقت میں امت کیلئے ہے مطلب یہ ہے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! دوبارہ اٹھائے جانے کے منکرین کی حالت کو جب آپ قیامت کے دن دیکھیے گا تو آپ کو تعجب ہوگا۔ اِنَّا مُوْقِنُوْنَ: یعنی اب ان کے شکوک زائل ہو جائیں گے، دنیا میں سنتے تھے اور دیکھتے بھی تھے لیکن غور و فکر نہیں کرتے تھے، دنیا میں یہ لوگ ایسے تھے جیسے بہرے اور اندھے۔ (القرطبی) ٤ یعنی اگر ہم جمیع مخلوق کی ہدایت کا ارادہ کرتے تو سب کو ہدایت دیدیتے لیکن ایسا کرنا میری حکمت کے منافی ہے اس لئے کہ ہم چاہتے ہیں کہ یہ لوگ اختیار کے راستے سے ایمان لائیں نہ کہ جبر کے راستے سے۔ وَلٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ: مجرمین کے بارے میں میرا قول واجب و ثابت ہے اور وہ قول یہ ہے کہ میں ضرور انسانوں اور جنوں سے جہنم کو بھر دونگا۔ (صفوۃ التفاسیر)

فَذُوْقُوْا بِمَا نَسِيْتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ۚ اِنَّا نَسِيْنٰكُمْ
پس بچشید بآنچه فراموش کردید دیدن روز خود این ما فراموش کردیم شما را
پس چکھو اس کا بدلہ جو تم نے اپنے اس روز کی ملاقات کو بھلا دیا تھا ہم نے تمہیں چھوڑ دیا

وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴﴾ اِنَّمَا يُؤْمِنُ
و بچشید عذاب جاوید بد آنچه بودید میکردید جز این نیست بگرود
اور چکھو ہمیشہ رہنے والا عذاب بدلہ اس کا جو تم کرتے تھے [2] اسکے سوا کچھ نہیں ہے کہ ایمان لاتے ہیں

بِاٰيٰتِنَا الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِهَا خَرُّوْا سُجَّدًا وَّسَبَّحُوْا
بآیات ما آنانکه چوں یاد کرده شدند بآں بر روے افتادند سجده کنان و تنزیه کنند
ہماری آیتوں پر وہ لوگ کہ جب انہیں یاددلائی جاتی ہے تو چہرے کے بل گر پڑتے ہیں سجدہ کرتے ہوئے اور پاکی

بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۱۵﴾ تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ
بحمد پروردگار خود و ایشاں تکبر نکنند دور شود پہلوہاے ایشاں
بیان کرتے ہیں حمد کے ساتھ اپنے رب کی اور وہ سب تکبر نہیں کرتے ہیں [3] ان کے پہلو دور رہتے ہیں

عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا ۫ وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ
از خوابگاہہا میخوانند پروردگار خود را از بیم او و امید و از آنچه روزی دادیم ایشانرا
خوابگاہوں سے اپنے رب کو خوف اور امید کیساتھ پکارتے ہیں اور اس سے جو روزی ہم نے انھیں دی

يُنْفِقُوْنَ ﴿۱۶﴾ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ
نفقه کنند پس نمیداند ہیچ تنی آنچه پنہاں شد براے ایشاں از روشنی
خرچ کرتے ہیں [4] پس کوئی جان نہیں جانتی ہے جو ان کی آنکھوں کی

اَعْيُنٍ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۷﴾ اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا
چشمہا پاداش بدانشه بودند میکردند آیا کیست گرویده
ٹھنڈک چھپائی گئی ہے بدلہ اسکا جو وہ سب کرتے تھے [5] تو کیا مومن

۱ آیت میں موجود "هٰذَا" میں تین احتمالات ہیں (۱) هٰذَا سے اشارہ یوم کی جانب ہے اسوقت آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ چکھو اس سبب جو تم نے آج کے دن کو بھلا دیا تھا (۲) اس سے اشارہ لقاء یعنی ملاقات کی جانب ہے اسوقت آیت کا معنی یہ ہوگا کہ چکھو اس سبب جو تم نے آج کی ملاقات کو بھلایا تھا (۳) اشارہ عذاب کی جانب ہے اس وقت مطلب یہ ہوگا کہ چکھو اس سبب جو تم نے عذاب کو بھلایا تھا۔ (تفسیر کبیر)

۲ اس آیت میں ایمان بالآیات کی جانب اشارہ ہے جسے بعض لوگوں نے بھلا دیا تھا۔ (تفسیر کبیر)

۳ خوابگاہوں سے پہلو دور رکھنے سے مراد یہ ہے کہ وہ بستروں سے جدا ہو جاتے ہیں۔ حضرت اسماء بنتِ یزید سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن اللہ ایک ہموار میدان میں لوگوں کو جمع کریگا' پکارنے والے کی آواز سب کو سنائی دیگی اور چونکہ درمیان میں کوئی چیز حائل نہیں ہوگی اور نشیب وفراز نہیں ہوگا اس لئے نظر سب پر جائیگی۔ منادی پکارے گا کہاں ہیں وہ لوگ جو دکھ سکھ میں اللہ کی حمد کرتے تھے یہ سن کر کچھ تھوڑے سے کھڑے ہو جائیں گے اور بلا حساب جنت میں داخل ہو جائیں گے' پھر منادی پکارے گا کہاں ہیں وہ لوگ جن کے پہلو خوابگاہوں سے الگ رہتے تھے یہ آواز سن کر کچھ تھوڑے سے لوگ کھڑے ہو جائیں گے اور بلا حساب جنت میں چلے جائیں گے، اس کے بعد باقی مخلوق اٹھے گی اور ان سے حساب لیا جائیگا۔ حضرت حسن بصری' حضرت مجاہد' حضرت امام مالک' حضرت امام اوزاعی اور علماء کی ایک جماعت کا قول ہے کہ آیت تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ میں تہجد گذار لوگ مراد ہیں جو تہجد کی نماز کیلئے اٹھتے ہیں۔ حضرت ابو مالک اشعری ﷺ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنت میں کچھ بالا خانے ایسے ہیں جن کا اندرون باہر سے اور بیرون اندر سے نظر آتا ہے۔ اللہ نے یہ ان لوگوں کیلئے تیار کئے ہیں جو کلام میں نرمی کرتے ہیں' حاجت مندوں کو کھانا کھلاتے ہیں' بلا ناغہ روزے رکھتے ہیں اور رات میں ایسے وقت میں نماز پڑھتے ہیں جب دوسرے لوگ سوئے ہوتے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: رمضان کے بعد سب سے افضل روزے خدا کے مہینے یعنی محرم کے روزے ہیں اور فرض نماز کے بعد سب سے افضل نماز رات کی نماز ہے۔ بغوی نے حضرت انس ﷺ کا قول نقل کیا ہے کہ حضرت انس ﷺ نے فرمایا: یہ آیت ہمارے گروہ انصار کے بارے میں نازل ہوئی ہم مغرب کی نماز پڑھ کر گھروں کو نہیں لوٹتے تھے [اور مسجد میں انتظار کرتے رہتے تھے] یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عشاء کی نماز ادا کرتے تھے۔ حضرت عثمان ﷺ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے عشاء کی نماز جماعت سے پڑھی اس نے آدھی رات نماز پڑھی اور جس نے فجر کی نماز جماعت سے پڑھی اس نے گویا پوری رات نماز میں گذاری۔ (مظہری) ۵ اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے اپنے صالحین بندوں کیلئے وہ کچھ تیار کیا ہوا ہے جسے کسی آنکھ نے نہ دیکھا ہوگا نہ کسی کان نے سنا ہوگا اور نہ کسی بشر کے دل پر اس کا خیال گذرا ہوگا پھر آپ نے آیت تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ ..... بِمَا يَعْمَلُوْنَ تک تلاوت فرمائی۔ (القرطبی)

كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا ؕ لَا يَسْتَوٗنَ ﴿۱۸﴾ اَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

آنکہ ہست بیروں رفتہ برابر نیستند اما آنانکہ گرویدند

اس کی طرح ہو سکتا ہے جو نافرمان ہو' برابر نہیں ہیں ۱ وہ لوگ جو ایمان لائے

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ جَنّٰتُ الْمَاْوٰى ۚ نُزُلًۢا بِمَا كَانُوْا

و کردند نیکہا پس ایشانرا ست بوستانہا کہ ماوی حقیقت است بد آنچہ بودند

اور اچھے کام کئے پس ان کیلئے بسنے کے باغ ہیں مہمانی ہے اس کے بدلہ جو وہ

يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ فَسَقُوْا فَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ؕ كُلَّمَآ

میکردند و اما آنانکہ بیروں رفتند پس جاے ایشاں آتش است ہر گاہ

سب کرتے تھے ۲ اور وہ لوگ جو نافرمان ہیں پس ان کا ٹھکانا جہنم ہے جب کبھی

اَرَادُوْۤا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَاۤ اُعِيْدُوْا فِيْهَا وَقِيْلَ لَهُمْ

خواہند آنکہ بیروں آیند ازاں باز کردند دراں و گفتہ شد ایشانرا

اس میں سے نکلنا چاہیں گے تو اس میں لوٹا دیئے جائینگے اور ان سے کہا جائیگا

ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَ

بچشید عذاب آتش آنکہ بودید شما بداں تکذیب کردید و

چکھو آگ کا عذاب جسے تم سب جھٹلاتے تھے ۳ اور

لَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰى دُوْنَ الْعَذَابِ

ہر آئنہ بچشانیم ایشانرا از عذاب نزدیکتر عذاب

ضرور ہم انھیں چکھائیں گے بہت جلد (دنیا کا) عذاب بڑے عذاب کے علاوہ

الْاَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ

بزرگتر شاید کہ ایشاں باز گردند و کیست ستمگار تر ازانکہ پند دادہ شود بآیات

شاید کہ وہ سب باز آئیں ۴ اور کون ہے اس سے بڑا ظالم جسے نصیحت کی گئی ہو اسکے

تفسیر اظہار العرفان

۱ یعنی مؤمن فاسق کی طرح نہیں ہے اس لئے ہم اہل ایمان کو ثواب عظیم عطا فرمائیں گے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت عطاء بن یسار کہتے ہیں کہ یہ آیت حضرت علی ﷜ اور ولید بن عقبہ بن ابی مُعَیط کے بارے میں نازل ہوئی۔ ان دونوں کا آپس میں جھگڑا ہوگیا۔ ولید نے حضرت علی ﷜ سے کہا کہ میری زبان تم سے زیادہ لمبی ہے' میرے دانت تم سے زیادہ تیز ہیں اور میرا جسم تم سے زیادہ فربہ ہے۔ یہ سن کر حضرت علی ﷜ نے فرمایا کہ چپ رہ تو فاسق ہے پس یہ آیت نازل ہوئی۔ (القرطبی) لَا يَسْتَوٗنَ: یعنی آخرت میں ثواب اور کرامت کے اعتبار سے دونوں برابر نہیں ہیں جس طرح دنیا میں طاعت اور عبادت کے اعتبار سے برابر نہیں ہیں۔ یہ آیت اس آیت کی طرح ہے اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِيْنَ كَالْمُجْرِمِيْنَ ''پس کیا ہم مسلمانوں کو مجرموں کی طرح کرینگے''۔ ابن کثیر کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں اپنے عدل کی خبر دی ہے کہ قیامت کے روز اس کے حکم میں مؤمن اور فاسق برابر نہیں ہیں۔ (صفوۃ التفاسیر)

۲ اب اللہ تعالیٰ دونوں گروہ کی جزا کو الگ کر کے بیان فرما رہا ہے فرمایا وہ لوگ جنہوں نے ایمان اور عمل صالح کو جمع کیا ان کیلئے جنت ماویٰ ہے۔ علاّمہ بیضاوی کہتے ہیں کہ جنت ان کا ٹھکانا ہے۔ (صفوۃ التفاسیر)

۳ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ کافر کے حال کو بیان فرما رہا ہے۔ یہ تو آپ کو معلوم ہی ہے کہ عمل صالح ایمان کے ساتھ مؤثر ہے لیکن کفر کے ساتھ عمل صالح مؤثر نہیں ہے۔ اس لئے فاسق دنیا کے عذاب کو چکھیں گے۔ دنیا کے عذاب کو آخرت کے عذاب سے کوئی نسبت نہیں ہے اس لئے کہ دنیا کا عذاب شدید نہیں ہوتا ہے اور نہ دائمی ہوتا ہے اگر دنیا میں سخت عذاب ہو تو جسے عذاب دیا جا رہا ہوگا وہ ہلاک ہو جائیگا اور ہلاکت کی صورت میں اسے اس عذاب سے چھٹکارا مل جائیگا۔ قاعدہ ہے کہ اگر عذاب دینے والا معذَّب کو دیر تک عذاب دینا چاہے گا تو اس کیلئے ضروری ہے کہ عذاب غایتِ شدت میں نہ دے۔ باقی رہا آخرت کا عذاب تو وہ سخت بھی ہوگا اور دائمی بھی۔ وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰى: یہ مقابلہ اصغر عذاب میں ہے۔ سوال: ادنیٰ عذاب کا مقابلہ اکبر عذاب سے کرنے میں کیا حکمت ہے؟ جواب: ہم کہتے ہیں کہ دنیا کے عذاب میں دو امور حاصل ہوتے ہیں ایک یہ کہ قریب ہے دوم یہ کہ قلیل وصغیر ہے۔ اسی طرح آخرت کے عذاب میں بھی دو امور حاصل ہوتے ہیں ایک یہ کہ بعید ہے دوم یہ کہ عظیم وکثیر ہے' لیکن دنیا کے عذاب میں قرب وہ ہے جو ڈرانے کے قابل ہو اس لئے کہ فوراً آنے والا عذاب اگر قلیل ہی کیوں نہ ہو بعض لوگ اس سے اس طرح اپنے آپ کو بچاتے ہیں جسے اکثر لوگ آخرت کے سخت عذاب سے اپنے آپ کو بچاتے ہیں۔ اس طرح فوراً ملنے والے بدلے کی جانب بعض لوگ ایسے راغب ہوتے ہیں جیسے اکثر لوگ آخرت کے عظیم بدلہ کی جانب راغب ہوتے ہیں پس اس لئے دنیا کے عذاب کو عذاب ادنیٰ کہا تا کہ عاقل اس سے بچے۔ (تفسیر کبیر)

رَبِّهٖ ثُمَّ اَعْرَضَ عَنْهَا ؕ اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِيْنَ مُنْتَقِمُوْنَ ﴿۲۲﴾

پروردگار او پس روگرداند ازاں هر آئنه ما از مجرمانیم انتقام کشندگانیم

رب کی آیتوں سے پھر اس سے منہ پھیر لیا ہو بیشک ہم مجرموں سے بدلہ لینے والے ہیں ۱

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَلَا تَكُنْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ

و هر آئنه دادیم ما موسی را کتاب پس مباش در شبه از

اور بیشک ہم نے موسیٰ کو کتاب دی پس تم نہ ہو جاؤ شک میں

لِّقَآئِهٖ وَجَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۲۳﴾ وَجَعَلْنَا

دیدن او و گردانیدیم آنرا راه نماینده مر بنی اسرائیل و کردیم ما

اس کے ملنے سے اور ہم نے اسے بنی اسرائیل کیلئے راہنما بنایا ۲ اور ہم نے ان میں سے کچھ کو پیشوا بنایا

مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا ؕۗ وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا

از ایشاں پیشوایان که راه نمودند بامر ما آنوقتیکه صبر کردند و بودند بآیات ما

جو ہمارے حکم سے راہ دکھاتے ہیں جب انھوں نے صبر کیا اور وہ سب ہماری آیتوں پر

يُوْقِنُوْنَ ﴿۲۴﴾ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

بیگمان هر آئنه پروردگار تو او فیصله کند میان ایشاں روز قیامت

یقین رکھتے تھے ۳ بیشک تمہارا رب وہی ان کے درمیان قیامت کے روز فیصلہ فرمائیگا

فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۲۵﴾ اَوَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ

در آنچه بودند دراں اختلاف میکردند آیا را نمود بدیشاں چند

جس میں وہ سب اختلاف کرتے تھے ۴ کیا انھیں اس پر راہنمائی نہیں ہوئی کہ ہم نے کتنی

اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ فِيْ مَسٰكِنِهِمْ ؕ

هلاک کردیم ما پیش از ایشاں از قرنها میروند در مسکنهاے ایشاں

بستیوں کو ان سے پہلے ہلاک کیا یہ لوگ ان کے گھروں میں چل پھر رہے ہیں

۱ یعنی جس شخص کو وعظ و نصیحت کی جائے، رحمٰن کی آیات یاد دلائی جائیں لیکن اس کے باوجود ایمان کو چھوڑ دے تو اس سے بڑا ظالم کون ہوگا۔ جو لوگ میری آیات کو جھٹلاتے ہیں میں عنقریب ان سے سخت بدلہ لونگا۔ (صفوۃ التفاسیر)
۲ یعنی نزولِ قرآن کوئی نئی بات نہیں اس سے پہلے کتاب نازل کی جا چکی ہے، یا یہ مطلب ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے توریت اپنی رضامندی سے قبول کی تھی اس میں شک نہ کرنا چاہیئے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ ﷺ کا فرمان گرامی نقل کیا ہے کہ تم اس میں شک نہ کرو کہ موسیٰ اپنے رب سے ملے تھے یعنی طور پر۔ بعض نے کہا کہ اس بات میں کوئی شک نہ کرے کہ آپ شب معراج میں موسیٰ علیہ السلام سے ملے تھے۔ اس تشریح کی نسبت بعض روایات میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف کی گئی ہے [علامہ قرطبی نے اس قول کی نسبت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی جانب کی ہے] شیخین نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: شب معراج میں نے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا گندمی رنگ، دراز قد، گھونگریالے بال ایسا معلوم ہوتا تھا کہ [قبیلہ ازد] شنواں کے ایک مرد ہیں۔ میں نے عیسیٰ علیہ السلام کو بھی متوسط القامت: سرخی سفیدی مائل رنگ اور سیدھے بالوں والا پایا۔ میں نے مجملہ دوسری آیات قدرت کے جو اللہ تعالیٰ نے مجھے دکھائیں، دوزخ کے داروغہ مالک کو اور دجال کو بھی دیکھا۔ فَلَا تَكُنْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآئِهٖ یہ آیت آپ نے بیان مذکور کے بعد تلاوت فرمائی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمرکاب ایک سفر میں چلے ایک وادی کی طرف سے ہمارا گذر ہوا، نبی ﷺ نے فرمایا: یہ کونسی وادی ہے؟ صحابہ نے عرض کیا وادی ارزق ہے، فرمایا وہ منظر میری آنکھوں کے سامنے آگیا کہ میں [شب معراج] اس وادی سے گذر رہا تھا تو موسیٰ علیہ السلام میری نظر کے سامنے دونوں کانوں میں انگلیاں دیئے لبیک کہہ رہے تھے اور اللہ کو پکار رہے تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: پھر ہم آگے چلتے چلتے ایک گھاٹی پر پہنچے تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: یہ کونسی گھاٹی ہے؟ صحابہ نے عرض کیا ہرشا۔ فرمایا: وہ منظر میری نظروں کے سامنے ہے کہ یونس علیہ السلام سرخ اونٹنی پر سوار جبہ پہنے اونٹنی کی مُہار پکڑے اسی وادی میں لبیک کہتے ہوئے گذر رہے تھے۔ اسی طرح ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو چھٹے آسمان میں دیکھا اور نماز میں تخفیف کی بابت گفتگو ہوئی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب مجھے رات کو آسمان کی طرف لے جایا گیا تو میں نے موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے دیکھا۔ (مظہری) ۳ حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ آیت میں ائمہ سے مراد انبیاء علیہم السلام ہیں، یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے فقہاء اور علماء مراد ہیں۔ بِمَا صَبَرُوْا: اس سے مراد ہے دین پر اور بلاء پر صبر کرنا۔ کہا گیا ہے کہ ترک دنیا [دنیا کی لذتوں کو چھوڑنے] پر صبر کرنا مراد ہے۔ (القرطبی) ۴ یعنی قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اس طرح فیصلہ فرمائیگا کہ حق کو باطل سے جدا کر دیگا اسی طرح دین کے معاملات میں وہ لوگ جو اختلاف کرتے تھے اس کا فیصلہ بھی فرمائیگا۔ (بیضاوی)

إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ ۖ أَفَلَا يَسْمَعُونَ ﴿٢٦﴾ أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا نَسُوقُ

هر آئنه دریں نشانهاست آیا نمی شنوند آیا نمی دانند آنچه ما میرانیم

بیشک اس میں نشانیاں ہیں، کیا وہ سب سنتے نہیں ہیں ۱؎ کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ ہم

الْمَاءَ إِلَى الْأَرْضِ الْجُرُزِ فَنُخْرِجُ بِهِ زَرْعًا تَأْكُلُ مِنْهُ

آب بسوے زمین خاکی پس بیروں آریم بآں کشت را میخورند ازاں

خشک زمین کی طرف پانی بھیجتے ہیں ہم اس سے کھیتی نکالتے ہیں جس سے

أَنْعَامُهُمْ وَأَنْفُسُهُمْ ۖ أَفَلَا يُبْصِرُونَ ﴿٢٧﴾ وَيَقُولُونَ مَتَىٰ

چهارپایان و تنهاے ایشاں آیا نمی دانند و میگویند کی باشد

چوپائے کھاتے ہیں اور وہ سب خود (بھی) کھاتے ہیں، کیا وہ سب دیکھتے نہیں ہیں ۲؎ اور کہتے ہیں کب

هَٰذَا الْفَتْحُ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿٢٨﴾ قُلْ يَوْمَ الْفَتْحِ لَا يَنْفَعُ الَّذِينَ كَفَرُوا

ایں فتح مکہ اگر هستید شما راستگویان بگو روز فتح سود نکند کافرانرا

یہ مکہ فتح ہوگا اگر تم سچ کہنے والے ہو ۳؎ آپ فرما دیجئے فتح کے روز کافروں کو ان کا ایمان فائدہ نہ دیگا

إِيمَانُهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُونَ ﴿٢٩﴾ فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ وَانْتَظِرْ إِنَّهُمْ مُنْتَظِرُونَ ﴿٣٠﴾

ایمان ایشاں و نہ ایشاں می نگرند پس روگردان از ایشاں و منتظر باش ایشاں منتظراند

اور نہ وہ سب مہلت دیئے جائینگے ۴؎ پس منھ پھیر لو ان سے اور انتظار کرو بیشک وہ بھی منتظر ہیں ۵؎

سُورَةُ الْأَحْزَابِ مَدَنِيَّةٌ وَهِيَ ثَلَاثٌ وَسَبْعُونَ آيَةً وَتِسْعُ رُكُوعَاتٍ

سورہ احزاب مدنی ہے اور اس میں ۷۳ آیات اور ۹ رکوع ہیں ۶؎

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

بنام خدای بخشندہ مہربان

اللہ کے نام سے (جو بہت) رحم والا مہربان (ہے)

تفسیر اظہار العرفان

۱؎ یعنی اہل مکہ جب ان کے شہروں سے گذرتے تھے تو ان آثار کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے تھے اس لئے اللہ تعالیٰ انھیں سماع تدبر اور نصیحت کی دعوت دے رہا ہے۔ (بیضاوی)

۲؎ کیا ان لوگوں کو میری اس قدرت کا علم نہیں ہے کہ زمین کے خشک ہو جانے کے بعد جب اس پر بالکل سبزہ نہیں ہوتا ہے تو ہم اسے پانی پہنچا کر دوبارہ زندہ کر دیتے ہیں۔ (القرطبی)

۳؎ حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ آیت میں فتح سے مراد قضاء یعنی فیصلہ ہے، حضرت فراء اور قتبی کہتے ہیں کہ اس سے مراد فتح مکہ ہے، لیکن اولیٰ قول وہ ہے جو حضرت مجاہد کا ہے کہ اس سے مراد قیامت کا دن ہے۔ مروی ہے کہ مؤمنین کہتے تھے کہ بہت جلد اللہ عز وجل ہمارے درمیان فیصلہ فرمائیگا نیکوکار کو اس کی نیکی کا بدلہ دیگا اور گناہگار کو اس کے گناہ کی سزا دیگا پس کفار تمسخر کے طور پر کہتے تھے کہ یوم الفتح کب ہے؟۔ (القرطبی)

۴؎ یعنی اے محمد ﷺ! آپ فرما دیجئے بیشک قیامت کا دن فتح حقیقی کا دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ ہمارے اور تمہارے درمیان فیصلہ فرمائیگا۔ اس دن ایمان لانا اور عذر پیش کرنا، فائدہ نہیں دینگے۔ (صفوۃ التفاسیر)

۵؎ اس میں چند احتمالات ہیں (۱) ان کفار کی ہلاکت کا انتظار کیجئے جیسے وہ لوگ آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ اس تفسیر میں انتظار دونوں جانب سے ہے لیکن ان دونوں انتظار میں فرق ہے۔ نبی ﷺ کا انتظار تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اس کے وعدہ کے بعد ہے جبکہ ان کفار کا انتظار اپنے نفس کی جانب سے ہے اور شیطان کی طرف سے ہے (۲) آپ انتظار کیجئے کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے مدد آئے اور یہ لوگ انتظار کریں کہ ان کے معبودوں کی جانب سے مدد آئے۔ لہٰذا دونوں کے انتظار میں فرق ہے (۳) آپ انتظار کیجئے کہ ان کے نفسوں کو عذاب دیا جائے اور یہ لوگ استہزاء کے لفظ کا انتظار کریں۔ (تفسیر کبیر) ۶؎ اس میں ۵۷۷۶ حروف اور ۱۲۸۰ کلمات ہیں۔ (غرائب القرآن) یہ سورت امت اسلامیہ کی حیات کیلئے بہترین اصول پر مشتمل ہے، جس طرح مدنی سورتوں میں امت اسلامیہ کی زندگی کیلئے رہنما اصول بتائے گئے ہیں، ہم اس سورت کے مضامین کی تلخیص تین نکات میں کر سکتے ہیں (۱) توجیہات اور آداب اسلامیہ کا بیان (۲) احکام اور تشریعات الٰہیہ کا بیان (۳) غزوہ احزاب اور بنی قریظہ پر گفتگو۔ اول میں ان امور کا بیان ہے آداب ولیمہ، آداب حجاب، جاہلیت جیسے بناؤ سنگار سے ممانعت، معاملات رسول اللہ ﷺ کا ادب واحترام وغیرہ۔ دوسرے میں ان امور کا بیان ہے ظہار کا حکم، متبنّٰی یعنی منھ بولے بیٹے کا حکم، ارث، منھ بولے بیٹے کی مطلقہ سے نکاح کا حکم، رسول اللہ ﷺ کی ازواج کی تعداد اور اس کی حکمت، رسول اللہ ﷺ پر درود پڑھنے کا حکم وغیرہ۔ تیسرے میں ان امور کا بیان ہے جو غزوہ خندق [جسے ہم غزوہ احزاب بھی کہتے ہیں] سے متعلق ہیں، ان پر تفصیل سے گفتگو کی گئی ہے۔ اس سورت کو ''سورۃ الاحزاب'' اس لئے کہتے ہیں کہ جس جنگ کا اس میں ذکر ہے اس جنگ میں مشرکین نے مسلمانوں کو ہر جانب سے گھیر لیا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے سب کو ذلیل کر کے بھگایا اور مسلمانوں کی مدد کی [اس لئے اس جنگ یعنی احزاب کی نسبت سے سورۃ الاحزاب نام ہوگیا] (صفوۃ التفاسیر)

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ ؕ

اے پیغمبر ثابت باش از خدای و فرمان مبر کافرانرا و منافقانرا

اے پیغمبر! ثابت (قدم) رہو اللہ کی طرف سے اور کافروں اور منافقوں کی اطاعت نہ کرو

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۙ﴿۱﴾ وَّاتَّبِعْ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ

ہر آئنہ خدا ہست دانا با حکمت و پیروی کن آنچہ وحی کردہ شود بتو

بیشک اللہ جاننے والا حکمت والا ہے ۱ اور اس کی پیروی کرو جو تمہاری جانب وحی کی جاتی ہے

مِنْ رَّبِّكَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۙ﴿۲﴾ وَّتَوَكَّلْ

از پروردگار تو ہر آئنہ خدا ہست بآنچہ میکنید دانا و توکل کن

تمہارے رب کی طرف سے، بیشک اللہ جو تم کرتے ہو جاننے والا ہے ۲ اور بھروسہ رکھو

عَلَى اللّٰهِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۳﴾ مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ

بر خدای و بس است بخدای نگہبان نیافرید خدای مر مردیرا ہیچ

اللہ پر اور کافی ہے اللہ نگہبان ۳ اللہ نے کسی آدمی کیلئے

قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهٖ ۚ وَمَا جَعَلَ اَزْوَاجَكُمُ الّٰٓـِٔيْ تُظٰهِرُوْنَ

دو دل در درون او و نساخت خدای زنان شما آنانکہ ظہار کنید

دو دل اسکے اندر پیدا نہ کیا اور اللہ نے تمہاری عورتوں کو جن سے تم ظہار کرتے ہو

مِنْهُنَّ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَآءَكُمْ اَبْنَآءَكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ

از ایشاں مادران شما و نساخت خدای پسر خدا شما را ایں سخنی است

تمہاری ماں، نہیں بنایا اور اللہ نے تمہارے منھ بولے بیٹے کو حقیقی بیٹے نہیں بنایا

بِاَفْوَاهِكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيْلَ ﴿۴﴾

بزبان خویش و خدای میگوید راست و او راه نماید راه راست

یہ تمہارے اپنے منھ کا کہنا ہے اور اللہ حق فرماتا ہے اور وہی سیدھی راہ دکھاتا ہے ۴

۱ یہ خطاب شرافت وکرامت کیلئے ہے اس لئے کہ نبوت کا لفظ تعظیم وتکریم کی جانب انسان کو ابھارتا ہے۔ ابوسعید کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو نبوت کے عنوان سے خطاب اس لئے کیا گیا تاکہ آپ کی بلندئ شان اور بلندئ مکان پر تنبیہ ہو جائے۔ (صفوۃ التفاسیر) بغوی نے لکھا ہے کہ اس آیت کا نزول ابوسفیان بن حرب، عکرمہ بن ابوجہل اور ابو الاعور عمرو بن سفیان سلمی کے حق میں ہوا۔ جنگ احد کے بعد یہ تینوں شخص مدینہ میں آکر رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبی کے پاس ٹھہرے [اور رسول اللہ ﷺ سے گفتگو کرنے کی درخواست کی] آپ نے ان کو اجازت دیدی، چنانچہ انکے ساتھی عبداللہ بن اُبی عبداللہ بن سعد اور طعمہ بن ابیرق خدمت گرامی میں حاضر ہوئے اور رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ آپ لات، عزی اور منات کا تذکرہ چھوڑ دیجئے ہمارے ان معبودوں کا ذکر برائی کے ساتھ نہ کیجئے اور یہ کہہ دیجئے کہ جو شخص ان کو پوجے گا یہ معبود اس کی شفاعت کریں گے اگر آپ ایسا کرلیں گے تو ہم آپ کے اور آپکے رب کا ذکر برائی کے ساتھ نہیں کریں گے اور آپ کے کام میں مداخلت نہیں کریں گے۔ اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پاس موجود تھے۔ نبی کریم ﷺ کو کافروں کی یہ بات بہت شاق گذری۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! مجھے اجازت دیجئے میں ان کو قتل کردوں، فرمایا: میں ان کو امن دے چکا ہوں، پھر فرمایا: نکل جاؤ تم پر اللہ کی لعنت اور غضب ہو۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے ان لوگوں کو مدینہ سے نکال دینے کا حکم دیدیا اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ آیت نازل ہوئی۔ بعض اہل علم نے لکھا ہے کہ خطاب کا رخ اگرچہ رسول اللہ ﷺ کی طرف ہے لیکن تقوی کا حکم امت کو دینا مقصود ہے۔ (مظہری) ۲ یعنی قرآن کی اس آیت میں مراسمِ جاہلیت کی مذمت ہے۔ (القرطبی) ۳ یعنی اپنے تمام احوال میں اسی پر بھروسہ کرو وہی تمہیں ہر قسم کے نقصان سے بچائے گا۔ (القرطبی) ۴ ترمذی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ ایک دن نبی ﷺ نماز پڑھ رہے تھے کہ آپ کو ایک خیال آگیا۔ منافقین جو آپ کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے کہنے لگے دیکھو آپ کے دو دل ہیں ایک ہمارے ساتھ ہے اور دوسرا کہیں اور۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ حضرت عکرمہ کہتے ہیں کہ ایک شخص ذوالقلبین کہلاتا تھا اسی کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ ابن جریر نے بطریق قتادہ اسی طرح کی ایک حدیث حسن کی روایت کی ہے جس میں یہ اضافہ ہے کہ وہ کہتا تھا کہ میرے دو دل ہیں ایک مجھے حکم دیتا ہے اور دوسرا مجھے روکتا ہے۔ حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ یہ آیت بنی فہم کے ایک شخص کے بارے میں نازل ہوئی جو کہتا تھا کہ میرے اندر دو دل ہیں میں ان دونوں کو محمد (ﷺ) کی عقل سے بہتر پاتا ہوں [لعنۃ اللہ علیہ] سدی کہتے ہیں کہ یہ آیت ایک قریشی کے بارے میں نازل ہوئی جو بنی جمح میں سے تھا اور جمیل بن معمر کہلاتا تھا (لباب النقول فی اسباب النزول) وَمَا جَعَلَ اَزْوَاجَكُمُ الخ: ابن جوزی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا کہ بیوی ماں نہیں ہوسکتی۔ زمانہ جاہلیت میں لوگ اپنی بیوی کو اس کلام سے طلاق دیتے تھے، اَنْتِ عَلَيَّ كَظَهْرِ اُمِّيْ یعنی تو مجھ پر ایسی ہے جیسے میری ماں کی پیٹھ۔ (صفوۃ التفاسیر)

ادْعُوهُمْ لِآبَائِهِمْ هُوَ أَقْسَطُ عِندَ اللَّهِ ۚ فَإِن لَّمْ تَعْلَمُوا

بخوانید ایشانرا پدران ایشاں ایں راست تر است نزد خدای پس اگر ندانید

انھیں انکے باپ ہی کی طرف منسوب کر کے پکارو یہ زیادہ ٹھیک ہے اللہ کے نزدیک پس اگر تم نہ جانو

آبَاءَهُمْ فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّينِ وَمَوَالِيكُمْ ۚ وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ

پدران ایشاں پس برادرن شما اند در دین و دوستاں شما اند و نیست بر شما

ان کے باپ کو تو تمہارے دینی بھائی ہیں اور تمہارے دوست ہیں، اور نہیں ہے تم پر

جُنَاحٌ فِيمَا أَخْطَأْتُم بِهِ وَلَٰكِن مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوبُكُمْ ۚ

گناہی در آنچہ خطا کردید باں و لیکن آنچہ قصد کرد دلہاے شما

کوئی گناہ اس میں جو تم سے خطا ہوئی، لیکن جس کا ارادہ تمہارے دلوں نے کیا

وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا ۝ النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ

و ہست خدای آمرزندہ مہربان پیغمبر سزاوار تر است بمومنان

اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے ۱ پیغمبر تو مومنوں کی جانوں سے بھی زیادہ

مِنْ أَنفُسِهِمْ ۖ وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ ۗ وَأُولُو الْأَرْحَامِ

از تنہاے ایشاں و زنان او مادران مومنان اند و خویشاوندان رحما

حق رکھتے ہیں اور ان کی بیبیاں مومنوں کی ماں ہیں اور رحموں کے رشتہ دار

بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ

بعضے ایشاں خداوند بعض اند در لوح محفوظ از مومنان

ان کے بعض بعض کے مالک ہیں لوح محفوظ میں مومنوں میں سے

وَالْمُهَاجِرِينَ إِلَّا أَن تَفْعَلُوا إِلَىٰ أَوْلِيَائِكُم مَّعْرُوفًا ۚ كَانَ

و از مہاجران مگر آنکہ بکنید با دوستان خود نیکوئی ہست

اور مہاجروں میں سے مگر یہ کہ تم اپنے دوستوں کے ساتھ کوئی بھلائی کرو ۲

۱ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا راوی ہیں کہ ابو حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ کی بیوی سہلہ بنت عمرو، رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! ابو حذیفہ کا آزاد کردہ غلام جس کو ابو حذیفہ نے بیٹا بنالیا ہے ہمارے گھر میں آتا ہے اور میں اس وقت ایک کپڑے پہنے ہوتی ہوں ہم سالم کو بیٹا ہی سمجھتے ہیں اس کا کیا حکم ہے؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ بخاری نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے کہ ہم زید بن حارثہ کو زید بن حارثہ نہیں کہتے تھے بلکہ زید بن محمد کہتے تھے۔ یہاں تک کہ آیت اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَاءِ هِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ نازل ہوئی [اس کے بعد ہم زید بن حارثہ کہنے لگے] حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے جانتے ہوئے [اپنے باپ کو چھوڑ کر] دوسرے کو اپنا باپ ظاہر کیا اس پر جنت حرام ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے [اپنے باپ کو چھوڑ کر] کسی دوسرے کو اپنا باپ بتایا، یا کسی [آزاد کردہ غلام] نے اپنے مولی کے علاوہ کسی دوسرے کی طرف اپنے مولی ہونے کی نسبت کی اس پر قیامت کے دن تک اللہ کی مسلسل لعنت ہو گی۔ (مظہری)

۲ بغوی نے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ لوگوں کو جہاد کی دعوت دیتے تھے کچھ لوگ اس کے جواب میں کہتے تھے ہم جہاد پر جانے کیلئے تیار ہیں لیکن اپنے اپنے والدین سے دریافت کرلیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اس آیت میں یہ بتانا مقصود ہے کہ مؤمنوں کو جو تعلق ایک دوسرے کے ساتھ ہے ان سب سے زیادہ نبی کا مؤمنوں سے تعلق ہے۔ اسی تعلق کی وجہ سے نبی کا حکم مؤمنوں پر نافذ ہے اور نبی کی اطاعت سب پر واجب ہے۔ ماں باپ کا حکم بھی اگر نبی کے خلاف ہو تو اس کی مخالفت بھی لازم ہے پس نبی کو ہی جہاد پر بھیجنے اور راہ خدا میں جان خرچ کرنے کا حکم دینے کا حق حاصل ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت عطاء نے آیت کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ جب نبی کسی کو کسی کام کی دعوت دیں اور اس کا نفس کسی دوسری بات کا خواہش مند ہو تو نفس کی اطاعت سے نبی کی اطاعت اولی ہے کیونکہ نبی تمام مسلمانوں کے مصالح اور مفاسد سے بوحی الٰہی خوب واقف ہیں۔ نبی مؤمنوں کیلئے اسی بات کو پسند کرتے ہیں اور اسی کام کا حکم دیتے ہیں جس میں مؤمنوں کی بہبودی اور کامیابی ہوتی ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ یعنی تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے مسلمانوں پر کمال مہربان ہیں۔ واضح رہے کہ انسان کا نفس ہمیشہ بدی کا حکم دیتا ہے سوائے اس کے جس پر اللہ تعالیٰ کا کرم ہو انسان کا نفس بڑی زیادتی کرنے والا اور بہت ہی نادان ہے اس لئے ضروری ہے کہ مومنوں کو اللہ کے رسول ﷺ کی قربت اپنے نفسوں سے بھی زیادہ ہو اللہ کے رسول ﷺ کا حکم نفس کی حکومت پر غالب ہو اور رسول خدا ﷺ کی مؤمنوں پر شفقت اتنی ہو کہ خود ان کی اپنے نفوس پر نہ ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی مؤمن نہیں ہوسکتا تاوقتیکہ میں اسکی نظر میں اس کے باپ، اولاد اور تمام انسانوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہر مؤمن سے دنیا و آخرت میں میرا تعلق سب سے زیادہ ہے اگر اس کا ثبوت چاہتے ہو تو پڑھو اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ۔ (مظہری)

ذٰلِكَ فِي الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ۝٦ وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ

ایں در کتاب نوشتہ شدہ و یاد کن آنرا کہ گرفتیم از

یہ کتاب میں لکھا ہوا ہے۔ اور یاد کرو اسے کہ ہم نے

النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِيْمَ

پیغمبران میثاق ایشاں از تو و از نوح و ابراہیم

نبیوں سے ان کا عہد لیا اور تم سے اور نوح سے اور ابراہیم سے

وَمُوْسٰى وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۠ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ۝٧

و موسیٰ و عیسیٰ پسر مریم و گرفتیم ما از ایشاں پیمانے سخت

اور موسیٰ اور عیسیٰ ابن مریم سے اور ہم نے ان سے سخت عہد لیا ۱ؕ

لِّيَسْـَٔلَ الصّٰدِقِيْنَ عَنْ صِدْقِهِمْ ۚ وَاَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ

تا سوال کند راستگویان از راستی ایشاں و آمدہ کردہ است کافرانرا

تا کہ سچ کہنے والوں سے انکا سچ کا سوال کرے اور کافروں کے واسطے

عَذَابًا اَلِيْمًا ۝٨ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ

عذابے سخت اے مسلمانان یاد کنید نعمتہاے خدای بر شما

سخت عذاب تیار کیا ہے ۲ؕ اے مسلمانو! اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو جو تم پر ہے

اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّجُنُوْدًا لَّمْ

چوں آمدند بشما لشکرہا پس فرستادیم ما بر ایشاں بادی و لشکرہا کہ

جب تم پر کچھ لشکر آئے تو ہم نے ان پر ہوا بھیجی اور (فرشتوں کا ایک ایسا) لشکر

تَرَوْهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ۝٩ۚ اِذْ جَآءُوْكُمْ

ندید آنرا و ہست خدای بآنچہ میکنید بینا ست چوں آمد بشما

بھیجا جسے تم نے دیکھا تک نہیں اور اللہ جو تم عمل کرتے ہو دیکھنے والا ہے ۳ؕ جب (وہ لوگ) تم پر

ع ۸ ۱۷

تفسیر اظہار العرفان

۱ؕ یعنی وفا کا عہد، ایک دوسرے کو خوشخبری دینے کا عہد اور ایک دوسرے کی تصدیق کرنے کا عہد ابتدا ہی سے لکھا ہوا ہے۔ مِنکَ سے مراد حضرت محمد ﷺ ہیں۔ یہاں پر عہد کے باب میں جماعتِ انبیاء میں سے صرف پانچ کا ذکر ہے اس کی وجہ ان نفوسِ قدسیہ کی تفضیل ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ایسا اس لئے ہے کہ یہ پانچوں اصحابِ شرائع اور اصحاب کتب ہیں اور رسولوں میں سے اولوا العزم ہیں۔ یہ احتمال بھی ہے کہ جو کفار دین اسلام کا انکار کرتے تھے ان کو یہ بتانا مقصود تھا کہ اعلانِ نبوت سے لے کر ہجرت تک، شریعتِ محمدی ان انبیاء کے شرائع میں کوئی اختلاف نہیں ہے (مثلاً نماز، قبلہ وغیرہ) اس کی نظیر اس آیت میں بھی موجود ہے شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا ...... وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ. تمہارے لئے دین کی وہ راہ ڈالی جس کا حکم اس نے نوح کو دیا اور جو ہم نے تمہاری طرف وحی کی اور جس کا حکم ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا کہ دین ٹھیک رکھو اور اس میں پھوٹ نہ ڈالو، یہ بات بھی بالکل واضح ہے کہ کفار سے موالات ترک کرنا در حقیقت دین میں تفرقہ کو ترک کرنا ہے۔ (القرطبی)

۲ؕ اس میں چار وجوہ ہیں (۱) تا کہ اللہ تعالیٰ انبیاء سے ان کی تبلیغ کے بارے میں پوچھے کہ انھوں نے قوم تک اللہ کا پیغام پہنچایا تھا یا نہیں؟ اس میں تنبیہ ہے کہ جب انبیاء سے پوچھا جائیگا تو ان کے سوا سے کیسے نہیں پوچھے گا (۲) اللہ تعالیٰ انبیاء سے یہ پوچھے گا کہ ان کی قوم نے انھیں کیا جواب دیا؟ (۳) اللہ تعالیٰ انبیاء سے اس عہد کے بارے میں سوال کریگا جس کی وفا کا عہد انھوں نے کیا تھا (۴) اللہ تعالیٰ سچ کہنے والے منہ سے ان کے قلوب کے اخلاص کے بارے میں سوال کریگا۔ قرآن میں ارشاد ہوا۔ فَلَنَسْـَٔلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ وَلَنَسْـَٔلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ۔ ''تو بیشک ضرور ہمیں پوچھنا ہے ان سے جن کے پاس رسول گئے اور بیشک ضرور ہمیں پوچھنا ہے رسولوں سے''۔ کہا گیا ہے کہ ان سے سوال کا فائدہ کفار کو ڈرانا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے أَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ یعنی اے عیسیٰ! کیا تم نے کہا تھا لوگوں سے۔ (القرطبی) ۳ؕ حضرت حذیفہ ؓ سے روایت ہے کہ احزاب کی رات ہم کو جھنڈا دیا گیا ہم صف باندھے کھڑے تھے۔ ابوسفیان اور احزاب میں سے اسکے ساتھی ہم سے اوپر کی جانب اور بنی قریظہ نیچے کی جانب تھے یعنی دشمنوں نے دونوں طرف سے ہمیں گھیر رکھا تھا۔ ہم کو ان کی طرف سے اپنے بچوں کا خوف تھا رات اس قدر تاریک اور طوفانی تھی کہ آج تک ہم نے ایسی رات نہیں دیکھی تھی ان حالات میں منافقین کہنے لگے کہ اب ہمارے گھر ہی خطرے میں ہیں اس بہانے سے وہ ایک ایک کر کے نبی ﷺ سے رخصت مانگنے لگے حالانکہ ان کے گھر خطرے میں نہ تھے۔ آپ سے جو شخص بھی اجازت مانگتا آپ اسے اجازت دے دیتے اور وہ چپکے سے کھسک جاتا۔ حضرت حذیفہ ؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہم میں سے ہر ایک کے پاس فرداً فرداً آئے اور جب میرے پاس پہنچے تو مجھے دشمن کی خبر لانے کا حکم دیا۔ وہاں پہنچ کر میں نے دیکھا کہ انکا لشکر ایک بالشت بھی آگے نہیں بڑھا۔ خدا کی قسم! تیز تند آندھی کے زور سے پتھر اڑ اڑ کر ان کے خیموں اور ان کے پالوں پر پڑ رہے تھے جن کی آواز اب بھی مجھے سنائی دیتی ہے وہ ایک دوسرے سے کہہ رہے تھے کوچ کرو کوچ کرو۔ میں نے واپس آ کر یہ حال رسول اللہ ﷺ کے گوش گزار کر دیا اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول)

مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ

از بالاے شما و از زیر شما و چوں بشکست دیدہا

تمہارے اوپر سے اور تمہارے نیچے سے آئے اور آنکھیں ٹوٹ کر رہ گئیں

وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا ⑩

و برسید دلہا بحنجرہا و گمانبردید بخدا گمانہا

اور دل گلوں کے پاس آ گئے اور تم اللہ پر طرح طرح کے گمان کرنے لگے ۱

هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا ⑪

آنجا آزمودہ شدند مومنان و جنبانیدہ شدند جنبانیدنی سخت

اس جگہ مؤمنوں کی آزمائش ہوئی اور خوب اچھی طرح ہلائے گئے ۲

وَاِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ

و چوں گفتند منافقان و آنانکہ در دلہاے ایشاں بیماریست

اور جب کہا منافقوں نے اور ان لوگوں نے جن کے دلوں میں بیماری ہے

مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اِلَّا غُرُوْرًا ⑫ وَاِذْ قَالَتْ طَّآئِفَةٌ

وعدہ نداد بما خدای و پیغمبر او مگر بوعدہ فریب و چوں گفتند گروہی

اللہ اور اس کے پیغمبر نے ہمیں وعدہ نہیں دیا مگر فریب کا وعدہ ۳ اور جب ان میں سے ایک گروہ نے

مِّنْهُمْ يٰۤاَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوْا ۚ وَيَسْتَاْذِنُ

از ایشاں اے اہل یثرب جاے بودن نیست شما پس باز گردید و دستوری خواہند

کہا اے اہل یثرب تمہارے لئے ٹھہرنے کی جگہ نہیں ہے پس تم لوٹ جاؤ اور ان میں سے

فَرِيْقٌ مِّنْهُمُ النَّبِيَّ يَقُوْلُوْنَ اِنَّ بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ ۛ وَمَا

گروہی از ایشاں پیغمبر را میگویند ہر آئنہ خانہاے ما خالیست و نیست

ایک گروہ پیغمبر سے اجازت چاہتا ہے کہتا ہے بیشک ہمارے گھر خالی ہیں اور نہیں ہیں

۱ یعنی وادی کے اوپر سے مشرق کی جانب سے بنی نصر کے عوف بن مالک' اہل نجد سے عیینہ بن حصن اور بنی اسد میں سے طلیحہ بن خویلد الاسدی آئے، اور بطن وادی کی مغربی سمت سے اہل مکہ میں سے ابوسفیان بن حرب' یزید بن جحش قریش سے اور ابو الاعور السلمی بنی قریظہ کی جانب سے آئے۔(القرطبی) وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا: یعنی تم اس مشکل ترین حالت میں مختلف قسم کے خیالات لا رہے تھے۔ حضرت حسن بصری کہتے ہیں کہ منافقین یہ گمان کر رہے تھے کہ اب مسلمان ختم ہو جائیں گے اور مؤمنین کو یقین تھا کہ ان کا رب ضرور ان کی مدد فرمائیگا۔ پس مؤمنین نے تو خیر کا گمان کیا اور منافقین نے شر کا گمان کیا' حضرت ابن عطیہ کہتے ہیں کہ قریب تھا کہ مؤمنین مضطرب ہو کر کہہ بیٹھتے کہ کیا یہ وعدہ کے خلاف نہیں ہے؟ یہ وہ خطرات ہیں جو بتقاضائے بشری مؤمنین کے دلوں میں آئے تھے جس کو دفع کرنا ممکن نہ تھا۔ باقی رہے منافقین تو ان لوگوں نے عجلت سے کام لیا اور اپنی زبان سے کہہ دیا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اِلَّا غُرُوْرًا: ''اللہ اور اس کے رسول نے ہمیں وعدہ نہ دیا مگر فریب کا وعدہ''۔(صفوۃ التفاسیر)

۲ یعنی اس زمان و مکان میں مؤمنین کا امتحان ہوا اور ان کی آزمائش ہوئی تا کہ مخلص صادق کو منافق سے جدا کر دیا جائے۔ علامہ قرطبی کہتے ہیں کہ مؤمنین کی یہ آزمائش خوف' قتال' بھوک' حصار وغیرہ سے ہوئی۔ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا: یعنی انھیں اتنا ہلایا گیا کہ ایسا محسوس ہونے لگا کہ زمین پر زلزلہ آ گیا ہو اور ان کے اقدام مضطرب ہو گئے ہوں۔ ابن جزی کہتے ہیں کہ زلزلہ کی اصل شدت تحریک ہے اور یہاں زلزلہ سے مراد ہے دلوں کا اضطراب۔ (صفوۃ التفاسیر) صحیح قول میں ہے کہ جن کے دلوں میں مرض تھا وہ سب مدینہ کی جانب واپس لوٹ آئے اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مؤمنین میں سے اہل یقین باقی رہ گئے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جنت الفردوس کے تیس درجات اور منازل ہیں بندہ اپنی کوشش سے ہرگز وہاں نہیں پہنچ سکتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ دنیا میں اسے طرح طرح کی مصیبتوں میں مبتلا کرے۔ جب بندہ ان مصیبتوں پر ثابت قدم رہتا ہے تو ایسے بندے کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اُولٰٓئِکَ عِبَادِیْ حَقًّا یعنی یہی میرے بندے حق ہیں۔ اس کے درد کی قدر کو تو وہی لوگ پہچانتے ہیں جو اپنے رب کی معرفت رکھتے ہیں اور جو اس کی معرفت نہیں رکھتا وہ اس کے درد کی قدر کو بھی نہیں پہچانتا ہے۔(روح البیان) ۳ یعنی منافقوں اور ان لوگوں نے کہا جن کے دلوں میں مرض ہے۔ سوال: منافق اور مریض میں کیا فرق ہے؟ جواب: منافق وہ ہے جو شے کو اس قدر جھٹلائے کہ اس میں شک نہ رہے اور مریض وہ ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ فَاِنْ اَصَابَهٗ خَيْرُ اطْمَاَنَّ بِهٖ وَاِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ الْقَلْبِ عَلٰى وَجْهِهٖ. ''اور کچھ آدمی اللہ کی بندگی ایک کنارے پر کرتے ہیں پھر اگر انھیں کوئی بھلائی پہنچ گئی جب تو چین سے ہیں اور جب کوئی جانچ آ کر پڑی تو منہ کے بل پلٹ گئے'' امام راغب کہتے ہیں کہ انسان کا اپنے اعتدال خاص سے نکل جانا مرض ہے اور اس کی دو قسمیں ہیں جسمی اور نفسی جیسے جہالت، سُستی اور نفاق وغیرہ جو صفاتِ رذیلہ میں سے ہیں۔(روح البیان)

هِیَ بِعَوۡرَةٍ ۚ اِنۡ یُّرِیۡدُوۡنَ اِلَّا فِرَارًا ﴿۱۳﴾ وَلَوۡ دُخِلَتۡ

آنہا خالی نمی خواہند مگر گریختن و اگر در آمدہ شود

وہ سب خالی نہیں چاہتے ہیں وہ سب مگر فرار ہونا ۱ اور اگر ان لوگوں پر

عَلَیۡهِمۡ مِّنۡ اَقۡطَارِهَا ثُمَّ سُئِلُوا الۡفِتۡنَةَ لَاٰتَوۡهَا وَمَا

بر ایشاں از جوانب آں پس خواستہ شوند فتنہ را ہر آئنہ بدہند آنرا و

اسکے اطراف سے آپڑے اوران سے فتنہ برپا کرنے کی درخواست کی جائے تو یہ لوگ اس کیلئے (فوراً) آجائیں اور

تَلَبَّثُوۡا بِهَاۤ اِلَّا یَسِیۡرًا ﴿۱۴﴾ وَلَقَدۡ كَانُوۡا عَاهَدُوا اللّٰهَ مِنۡ

درنگ نکنند اجابت فتنہ مگر اندکی و ہر آئنہ بودند عہد کردند با خدای

وہ سب دیر نہ کرتے فتنہ کے قبول کرنے میں مگر تھوڑی ۲ اور بیشک ان لوگوں نے عہد کیا تھا اللہ کیساتھ

قَبۡلُ لَا یُوَلُّوۡنَ الۡاَدۡبَارَ ؕ وَكَانَ عَهۡدُ اللّٰهِ مَسۡـُٔوۡلًا ﴿۱۵﴾ قُلۡ

پیش ازیں نگردانند پشتہا و ہست عہد خدای پرسیدہ شدہ بگو

اس سے پہلے کہ اپنی پیٹھ دیکر نہ پھیریں گے اور اللہ کا وعدہ پوچھا ہوا ہے ۳ آپ فرما دیجئے

لَّنۡ یَّنۡفَعَكُمُ الۡفِرَارُ اِنۡ فَرَرۡتُمۡ مِّنَ الۡمَوۡتِ اَوِ الۡقَتۡلِ

ہیچ سود نکند شما را گریختن اگر بگریزید از مرگ یا از قتل

تمہیں بھاگنا کوئی فائدہ نہ دے گا اگر تم موت یا قتل کے (خوف سے) بھاگے (بھی)

وَاِذًا لَّا تُمَتَّعُوۡنَ اِلَّا قَلِیۡلًا ﴿۱۶﴾ قُلۡ مَنۡ ذَا الَّذِیۡ یَعۡصِمُكُمۡ

و آنوقت بر نخورید مگر اندکی بگو کیست آنکہ نگاہدارد شما

جب بھی برتنے نہیں دیئے جاؤ گے مگر تھوڑا ۴ آپ فرما دیجئے کون ہے جو اللہ سے تمہیں

مِّنَ اللّٰهِ اِنۡ اَرَادَ بِكُمۡ سُوۡٓءًا اَوۡ اَرَادَ بِكُمۡ رَحۡمَةً ؕ وَلَا یَجِدُوۡنَ

از خدای اگر خواہد بشما بدی یا خواہد بشما رحمت و نیابند

بچائے اگر وہ تمہارا برا چاہے یا تمہارے لئے رحمت چاہے اور نہیں پائیں گے

۱ بعض روایات میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ کو یثرب کہنے کی ممانعت فرمائی اور ارشاد فرمایا: یہ طابہ ہے۔ آپ نے مدینہ کو یثرب کہنا اس لئے ناپسند فرمایا کہ [اسے جس باب میں بھی لے جائیں] سب کا معنی ہے ملامت کرنا، عار دلانا، کسی جرم پر ذلیل کرنا اور مُثرِب اس شخص کو کہتے ہیں جو بخشش میں دراز دست نہ ہو۔ (مظہری) رسول اللہ ﷺ نے اس کا نام طیبہ اور طابہ رکھا، حضرت ابوعبیدہ کہتے ہیں کہ یثرب زمین کا نام تھا اور اس زمین کے گرد مدینہ شہر آباد تھا۔ سہیلی کہتے ہیں کہ قوم عمالیق میں سے ایک شخص جس کا نام یثرب بن عمیل تھا یہاں اترا تھا [اسی کی مناسبت سے نام رکھا گیا] (القرطبی) حدیث میں ہے کہ جو شخص مدینہ کو یثرب کہے چاہیئے کہ وہ اللہ سے مغفرت طلب کرے یہ تو طیبہ ہے یہ تو طیبہ ہے۔ (روح البیان) یعنی منافقین نے کہا محمد ﷺ اور ان کے ساتھیوں کو چھوڑ کر واپس چلو اس لئے کہ ہمارے گھر محفوظ نہیں ہیں۔ حالانکہ ایسی بات نہیں تھی یہ لوگ تو صرف قتال سے بھاگنے کا ایک بہانہ بنا رہے تھے۔ (صفوۃ التفاسیر)

۲ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اصحاب نبی ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں ستایا گیا اور ان سے شرک کی درخواست کی گئی پس ہر ایک نے ان کے سوال کے مطابق انھیں جواب دیا سوائے بلال کے۔ اَلۡفِتۡنَةَ: اس میں دو احتمال ہیں (۱) حضرت قتال کہتے ہیں کہ اگر عصبیت میں انھیں قتال کی دعوت دی جاتی تو دوڑ پڑتے (۲) حضرت حسن کہتے ہیں کہ انھیں شرک کی دعوت دی جاتی تو اسے قبول کر لیتے۔ وَمَا تَلَبَّثُوۡا بِهَا: یعنی کفر کر کے بہت کم مدت ٹھہرے یہاں تک کہ ہلاک کر دیئے گئے۔ اکثر مفسرین کہتے ہیں کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ شرک چھوڑ کر وہ لوگ بہت کم مدت ٹھہرے اور شرک کا جواب بہت تیزی سے دیا۔ یہ ان کی نیت کی کمزوری کی وجہ سے ہے۔ (القرطبی) ۳ یعنی غزوہ خندق سے پہلے اور غزوہ بدر کے بعد۔ حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ وہ سب غزوہ بدر میں غائب تھے جب اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کو نصرت و کرامت عطا فرمائی تو ان لوگوں نے دیکھ کر کہا کہ اب اگر لڑائی ہوئی تو ہم ضرور ضرور حاضر ہونگے۔ وَكَانَ عَهۡدُ اللّٰهِ مَسۡـُٔوۡلًا: یعنی ان سے عہد کے بارے میں سوال ہوگا۔ حضرت مقاتل اور کلبی کہتے ہیں کہ ستر اشخاص تھے جنھوں نے عقبہ کی رات نبی ﷺ سے بیعت کی تھی اور انھوں نے کہا تھا کہ آپ اپنے لئے اور اپنے رب کے لئے شرط لگالیں۔ پس اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: میں یہ شرط لگاتا ہوں کہ تم سب اللہ ہی کی عبادت کرنا اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا۔ آپ نے فرمایا: میں اپنے لئے شرط لگاتا ہوں کہ تم مجھے ان چیزوں سے روکے رکھنا جس سے تم اپنی عورتوں، اموال اور اولاد کو روکتے ہو۔ یہ سن کر ان لوگوں نے پوچھا کہ اگر ہم نے ایسا کیا تو ہمارے لئے کیا ہے یا نبی اللہ؟ فرمایا: تمہارے لئے دنیا میں نصرت اور آخرت میں جنت ہے۔ پس یہ عہد ہے جس کے بارے میں ارشاد ہوا وَكَانَ عَهۡدُ اللّٰهِ مَسۡـُٔوۡلًا۔ (القرطبی) ۴ یعنی اے نبی ﷺ ان منافقوں سے کہہ دیجئے جو لوگ بقا کی طمع اور حیات پر حریص ہو کر جہاد سے بھاگ رہے ہیں اگر تم بھاگ بھی گئے جب بھی تمہاری عمریں لمبی نہیں ہو سکتیں اور تمہارے موت کے وقت مؤخر نہیں ہو سکتے اور تم موت کو اپنے سے کبھی ہٹا نہیں سکتے۔ (صفوۃ التفاسیر)

لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ⑰ قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ

ایشانرا بجز خدای دوستی و نه یاری هر آئنه داند خدای

اپنے لئے اللہ کے سوا کوئی دوست اور نہ کوئی مدد گار [۱] بیشک اللہ اسے جانتا ہے

الْمُعَوِّقِيْنَ مِنْكُمْ وَالْقَآئِلِيْنَ لِاِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ اِلَيْنَا ۚ

باز دارندگانرا از شما و گویندگان مر برادران خود را بیابند بسوے ما

تم میں سے جو (جہاد سے) روکتے ہیں اور اپنے بھائیوں کیلئے کہتے ہیں آؤ ہماری طرف

وَلَا يَاْتُوْنَ الْبَاْسَ اِلَّا قَلِيْلًا ⑱ اَشِحَّةً عَلَيْكُمْ ۚ فَاِذَا جَآءَ

و نمی آیند بکار زار مگر اندکی بخیلامند بر شما پس چوں بیاید

اور نہیں آتے ہیں لڑائی میں مگر تھوڑے [۲] تم پر بخل کرتے ہیں پس جب خوف آئے

الْخَوْفُ رَاَيْتَهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ تَدُوْرُ اَعْيُنُهُمْ كَالَّذِيْ

ترس بنی ایشانرا می نگرند بسوے تو میگردد چشمہاے ایشاں مانند آنکہ

تو تم انھیں دیکھو گے کہ تمہاری طرف دیکھتے ہیں اس طرح کہ انکی (ایسی) آنکھیں گھوم رہی ہیں

يُغْشٰى عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۚ فَاِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوْكُمْ

پوشیدہ باشد برو از مرگ پس چوں برود ترسانی سر نجانند شما را

جیسے کسی شخص پر موت طاری ہو پس جب خوف چلا جائے تو تمہیں

بِاَلْسِنَةٍ حِدَادٍ اَشِحَّةً عَلَى الْخَيْرِ ۭ اُولٰٓئِكَ لَمْ يُؤْمِنُوْا

بزبانہاے تیز بخیلانند بر غنیمت آنگروہ نگرویدند

تیز زبانوں سے طعنہ دینے لگتے ہیں غنیمت پر بخیل ہیں وہ گروہ ایمان نہیں لاتے ہیں

فَاَحْبَطَ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ⑲

پس باطل گردانید خدای کردارہاے ایشاں و ہست ایں بر خدای آسان

پس اللہ نے ان کے کردار کو ضائع کر دیا اور یہ اللہ پر آسان ہے [۳]

[۱] یعنی اگر اللہ تعالیٰ تمہارے لئے خیر، نصرت اور عافیت کا ارادہ کرے تو کون ہے اسے روکنے والا۔ (القرطبی)

[۲] اخوان سے مراد ہیں مدینہ کے باشندے یعنی ہمارے پاس آجاؤ، محمد ﷺ کا ساتھ چھوڑ دو ان کے ساتھ مل کر جنگ نہ کرو ہم کو تمہارے مارے جانے کا اندیشہ ہے۔ مُعَوِّقِيْنَ: سے مراد وہ منافق ہیں جو لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کا ساتھ دینے اور آپ کے ہمراہ رہنے سے روکتے تھے۔ حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ یہ لوگ منافق تھے جو انصار کو رسول اللہ ﷺ کا ساتھ دینے سے روکتے تھے اور بھائی بندوں سے کہتے تھے محمد ﷺ اور ان کے ساتھی گوشت [کی طرح] ہیں۔ ابوسفیان اور اس کے ساتھی ان کو لقمہ بنا لیں گے یہ شخص تو تباہ ہونے والا ہی ہے اس کو چھوڑ دو۔ حضرت مقاتل کہتے ہیں کہ یہودیوں نے منافقوں کے پاس پیغام بھیجا اور کہا کہ تم ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں کے ہاتھوں سے اپنے آپ کو کیوں قتل کرانا چاہتے ہو اس بار اگر ابوسفیان اور اس کے ساتھی قابو پا گئے تو تم میں سے ایک کو بھی زندہ نہیں چھوڑیں گے تم لوگ ہمارے بھائی ہو ہمارے ہمسایہ ہو ہم کو تمہارے متعلق اندیشہ ہے ہمارے ساتھ آملو۔ یہ پیغام سن کر عبداللہ بن ابی اپنے ساتھیوں کو لے کر مومنوں کی طرف متوجہ ہوا ان کو روکنے لگا اور ابو سفیان اور ان کے ساتھیوں کا خوف مسلمانوں کے دلوں میں بٹھانے لگا۔ ان منافقوں نے مسلمانوں سے کہا: اگر ابو سفیان وغیرہ نے تم پر قابو پالیا تو تم میں سے ایک کو بھی زندہ نہیں چھوڑیں گے، تمہیں محمد ﷺ سے کیا لالچ ہے ان کے پاس تو خیر نہیں ہے پس وہ تو ہم کو قتل کرانا چاہتے ہیں، ہمارے ساتھ مل کر ہمارے بھائیوں یعنی یہودیوں کے پاس چلے چلو۔ منافقوں کے اس اغوا سے مسلمانوں کے ایمان میں کوئی کمزوری نہیں آئی ایمان کی پختگی اور ثواب کی امید اور بڑھ گئی اسی کے متعلق آیت نازل ہوئی۔ وَلَا يَاْتُوْنَ الْبَاْسَ اِلَّا قَلِيْلًا: یعنی منافق لڑائی میں تھوڑی دیر کیلئے شریک ہوتے ہیں کیونکہ وہ طرح طرح کی عذر تراشی کرتے ہیں اور جہاں تک ممکن ہوتا ہے مومنوں کو بھی روکتے ہیں، یا یہ مطلب ہے کہ مسلمانوں کے ساتھ میدان جنگ کی طرف نکلتے تو تھے ان کا مقصد صرف دیکھاوٹ اور بناوٹ تھا لڑتے نہیں تھے اگر لڑنا ہی پڑ گیا تو خفیف حصہ لیتے تھے ان کو ثواب کی امید ہی نہ تھی اگر یہ خفیف شرکت جنگ بھی اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے ہوتی تو اللہ تعالیٰ اس کا کثیر ثواب عطا فرما دیتا اور قلیل کو کثیر کر دیتا مگر ان کی قلیل شرکت بھی دیکھاوٹ اور نمود کیلئے تھی۔ بعض اہل تفسیر نے لکھا ہے کہ یہ آیت منافقوں کے کلام کا تتمہ ہے مطلب یہ ہے کہ محمد ﷺ اور ان کے ساتھی جنگ خندق زیادہ دیر تک جاری نہیں رکھ سکیں گے اور لڑائی میں تھوڑی دیر ہی رُک سکیں گے۔ (مظہری)

[۳] یعنی تم پر یہ لوگ مودت، شفقت اور خیر خواہی کے بخیل ہیں اس لئے کہ یہ لوگ تمہارے لئے بھلائی چاہتے ہی نہیں ہیں۔ فَاِذَا جَآءَ الْخَوْفُ الخ: علامہ قرطبی کہتے ہیں کہ ان کلمات میں منافقین کی سُستی کی مثال بیان کی گئی ہے۔ فَاِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ الخ: حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ جب مال غنیمت کی تقسیم کی باری آتی ہے تو یہ لوگ اپنی زبانیں کھولتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمیں بھی مال دیجئے اس لئے کہ ہم آپ کے ساتھ شریک ہوئے ہیں۔ (صفوة التفاسیر)

يَحْسَبُونَ الْأَحْزَابَ لَمْ يَذْهَبُوا ۚ وَإِنْ يَأْتِ الْأَحْزَابُ

می پندراند لشکر کفار باز نگشتند و اگر بیاید این لشکرہا

وہ سب سمجھ رہے ہیں کہ کافروں کے لشکر نہ گئے، اور اگر یہ لشکر دوبارہ آئے

يَوَدُّوا لَوْ أَنَّهُمْ بَادُونَ فِي الْأَعْرَابِ يَسْأَلُونَ

دوست میدارند آنکه ایشانند بادیه نشینان درمیان عرب می پرسند

تو چاہیں گے وہ سب کہ گاؤں کے درمیان دیہاتیوں میں ہوتے تمہاری خبریں

عَنْ أَنْبَائِكُمْ ۖ وَلَوْ كَانُوا فِيكُمْ مَا قَاتَلُوا إِلَّا قَلِيلًا ﴿٢٠﴾ لَقَدْ

از خبرہاے شما و اگر باشند درمیان شما کار زار نکنند مگر اندکی ہر آئنہ

پوچھتے ہیں اور اگر تمہارے درمیان ہوتے جب بھی لڑائی نہ کرتے مگر تھوڑے ۱ بیشک

كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُو

ہست شما را در افعال پیغمبر خدای اقتداء نیکو مر کسانرایا که ہست امید دارند

تمہارے لئے اللہ کے رسول کے افعال میں بہترین پیروی ہے ان لوگوں کیلئے جو امید رکھتے ہیں

اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا ﴿٢١﴾ وَلَمَّا رَأَى الْمُؤْمِنُونَ

خدایرا و بروز قیامت و یاد کرد خدای بسیاری و آنوقتیکه بدیدند مومنانرا

اللہ پر اور قیامت کے دن پر اور (جس نے) اللہ کو بہت یاد کیا ۲ اور جس وقت مؤمنین نے

الْأَحْزَابَ قَالُوا هَٰذَا مَا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ

لشکرہاء گفتند این است آنچه وعده کردیم ما با خدا و پیغمبر او و

لشکروں کو دیکھا تو کہا یہ ہے وہ جس کا وعدہ کیا تھا ہمارے ساتھ اللہ اور اسکے رسول نے اور

وَصَدَقَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ ۚ وَمَا زَادَهُمْ إِلَّا إِيمَانًا وَتَسْلِيمًا ﴿٢٢﴾

راست کرد خدای و پیغمبر او و نیفزود ایشانرا مگر ایمان و گردن نہادن

اللہ اور اس کے رسول نے سچ کر دکھایا اور نہیں بڑھا ان کیلئے مگر ایمان اور گردن جھکانا ۳

تفسیر اظہار العرفان

۱ یعنی منافقین یہ گمان کرتے ہیں کہ کفار قریش اور اس کے حمایتی مدینہ کے اطراف سے نہیں بھاگیں گے ایسا ان لوگوں نے اس لئے سوچ لیا تھا کہ ان پر بہت زیادہ خوف طاری تھا اور وہ لوگ سستی اور کاہلی میں مبتلا تھے۔ ان سے جب مومنین کے بارے میں پوچھا جاتا تو کہتے کہ ابوسفیان ان کو ہلاک کر دیگا۔ (صفوۃ التفاسیر)

۲ اُسْوَةٌ بمعنی قدوہ یعنی وہ طریقہ جس کی اقتدا کی جائے اس جگہ مراد یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی سیرت میں تمہارے لئے خصائل حمیدہ موجود ہیں جو تمہارے لئے واجب العمل ہیں مثلاً لڑائی میں ثابت قدم رہنا اور شدائد کو برداشت کرنا۔ یا یہ مطلب ہے کہ رسول اللہ ﷺ تمہارے مقتدا ہیں تمہارے لئے ان کی اقتدا ہی مناسب ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما راوی ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حجر اسود پر سر کو جھکا کر فرمایا: میں بلا شبہ جانتا ہوں کہ تو پتھر ہے لیکن میں اپنے پیارے نبی ﷺ کو تجھے بوسہ دیتے اور چومتے نہ دیکھتا تو میں تجھے چومتا نہ بوسہ دیتا۔ یعلی بن منبہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ طواف کیا جب میں حجر کے متصل دروازہ کے قریب پہنچا تو میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ لیا تا کہ آپ بھی چوم لیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا تم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ طواف نہیں کیا؟ میں نے جواب دیا کیوں نہیں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو کیا تم نے رسول اللہ ﷺ کو اسے چومتے دیکھا ہے؟ میں نے کہا نہیں۔ فرمایا تو پھر اپنے سے اسے دور رکھو لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔ بعض نے کہا کہ یہ مطلب ہے کہ تم لوگوں کیلئے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اچھی ہمدردی [لازم] ہے جیسے رسول اللہ ﷺ نے دین کی مدد کی تم بھی ویسے ہی دین کی مدد کرتے رہو ان کا دانت جنگ میں ٹوٹا، چہرہ زخمی ہوا ان کے چچا شہید ہوئے، ان کو طرح طرح کی اذیتیں پہنچائی گئیں مگر انھوں نے ہر دکھ پر صبر کیا اور تمہاری ہمدردی کی لہذا تم بھی ان کی طرح مصائب وشدائد پر صبر کرو اور ان سے ہمدردی کرو اور ان کے طریقے پر چلو۔ (مظہری) اس اسوہ کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے کہ واجب ہے یا مستحب۔ ایک قول یہ ہے کہ واجب ہے جب تک استحباب کی دلیل قائم نہ ہو جائے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ مستحب ہے جب تک کہ وجوب کی دلیل قائم نہ ہو جائے۔ ان دونوں اقوال میں یوں مطابقت ہو سکتی ہے کہ امور دین میں پیروی واجب ہے اور امور دنیا میں پیروی مستحب ہے۔ (القرطبی)

۳ مروی ہے کہ غزوہ احزاب والے سال میں رسول اللہ ﷺ نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ مجھے جبرائیل نے خبر دی ہے کہ میری امت دشمن پر غالب آئے گی یعنی روم کے محلات اور کسریٰ کے شہروں پر۔ اس لئے تم سب کو نصرت کی بشارت ہو۔ مسلمانوں نے اس بشارت سے خوشی کا اظہار کیا اور سچے وعدہ پر اللہ تعالیٰ کی تعریف کی۔ پس غزوہ احزاب کے موقع پر مومنین نے کہا: هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ۔ حضرت حسن کہتے ہیں کہ غزوہ خندق میں دشمنوں کے لشکروں کو دیکھ کر اہل ایمان کے ایمان میں اور اضافہ ہوا اور اللہ تعالیٰ کی قضا کو تسلیم کرنے کا اور جذبہ پیدا ہوا۔ (القرطبی) ایمان سے مراد ہے رسول اللہ ﷺ کی تصدیق اور تسلیم سے مراد ہے اللہ تعالیٰ کے حکم اور تقدیر کے سامنے سر جھکا دینا یعنی اپنے آپ کو امر اور قضائے الٰہی کے سپرد کر دینا۔ (مظہری)

مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَیْهِ

از مومنان مردانند راست کردند آنچہ عہد بستند با خدای برو

مومنوں میں سے بعض وہ مرد ہیں جنہوں نے وہ وعدہ سچ کر دیا جو انھوں نے اللہ سے کیا

فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ یَّنْتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوْا

پس از ایشاں کیست کہ بگذارد نذر خود و از ایشاں کیست کہ انتظار برد و تغیر ندارند

پس ان میں سے بعض وہ ہے جس نے اپنی نذر پوری کردی اور ان میں سے بعض وہ ہے جو انتظار کر رہے ہیں اور

تَبْدِیْلًا ﴿۲۳﴾ لِّیَجْزِیَ اللّٰهُ الصّٰدِقِیْنَ بِصِدْقِهِمْ وَیُعَذِّبَ

تغیر داد نمی تا جزا دہد خدای راستگویانرا براستی ایشاں و عذاب کند

ذرا بھی تغیر نہ کیا ۱؎ تا کہ اللہ سچ کہنے والوں کو ان کی سچائی کا بدلہ دے اور منافقوں کو

الْمُنٰفِقِیْنَ اِنْ شَآءَ اَوْ یَتُوْبَ عَلَیْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا

منافقانرا اگر خواہد یا توبہ کند بر ایشاں ہر آئنہ خدای ہست آمر زندہ

عذاب دے اگر چاہے یا انھیں توبہ کی (توفیق دے) بیشک اللہ بخشنے والا

رَّحِیْمًا ﴿۲۴﴾ وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِغَیْظِهِمْ لَمْ یَنَالُوْا خَیْرًا ؕ

مہربان و باز گردانید خدای آنانکہ نگرویدند با خشم ایشاں نیافتند نصرتی

مہربان ہے ۲؎ اور اللہ نے ان لوگوں کو جنہوں نے کفر کیا انھیں غیظ میں پھیرا کہ

وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِیْنَ الْقِتَالَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ قَوِیًّا عَزِیْزًا ﴿۲۵﴾

و بس است خدای مومنانرا در کار زار و ہست خدای توانا غالب

انھیں کچھ بھی بھلائی نہ ملی اور اللہ مومنوں کیلئے لڑائی میں کافی ہے اور اللہ زبردست غالب ہے ۳؎

وَاَنْزَلَ الَّذِیْنَ ظَاهَرُوْهُمْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ صَیَاصِیْهِمْ

و فرود آورد آنانکہ یاری دادند احزاب را از اہل کتاب از قلعہاے ایشاں

اور اہل کتاب میں سے جنہوں نے انکی مدد کی انھیں انکے قلعوں سے نیچے اتار لایا

۱؎ مسلم اور ترمذی نے حضرت انس ﷺ سے روایت کی ہے کہ میرا چچا انس بن نضر [یہ حضرت انس کے چچا تھے اور رسول اللہ ﷺ کے خادم تھے] جنگ بدر میں شامل نہ تھا اس پر اسے سخت صدمہ تھا اور اس نے کہا کہ پہلی ہی جنگ میں میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شامل نہ ہو سکا۔ اگر اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ لڑنے کیلئے مجھے کوئی اور جنگ دکھائی تو اللہ تعالیٰ دیکھے گا کہ میں کیا جوہر دکھاتا ہوں۔ آخر اس نے جنگ احد پائی اور اس میں لڑتے لڑتے شہید ہو گیا جب اس کے جسم کو دیکھا گیا تو اس پر اسی سے کچھ اوپر ضربات اور نیزوں کے زخم پائے گئے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ان مردان خدا میں سے ایک طلحہ بن عبید اللہ بھی ہیں جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ [غزوہ احد میں] تھے کہ ان کا ایک ہاتھ زخمی ہو گیا اس موقع پر نبی ﷺ نے فرمایا کہ طلحہ کیلئے جنت واجب ہو گئی۔ حضرت ابو ہریرہ ﷺ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اُحد سے لوٹنے کا ارادہ فرمایا تو مصعب بن عمیر جو اسی جنگ میں شہید ہوئے تھے ان کے پاس گئے اور کھڑے ہو کر ان کیلئے دعا فرمائی پھر آپ نے آیت مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ رِجَالٌ .... تَبْدِیْلًا تلاوت فرمائی۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ قیامت کے روز یہ لوگ اللہ کے حضور شہداء ہونگے پس تم ان کے پاس آؤ اور ان کی زیارت کرو اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے کوئی ایک انھیں قیامت تک سلام نہیں کہے گا مگر یہ ان کے سلام کا جواب دینگے۔ (القرطبی) بغوی کی روایت ہے کہ حضرت خباب بن ارت ﷺ نے فرمایا: ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہجرت کی ہم میں سے بعض لوگ تو چلے گئے [انتقال فرما گئے] اور اپنی کوشش کا کوئی پھل دنیا میں نہ کھا پائے جن میں سے ایک مصعب بن عمیر بھی تھے احد کے دن شہید ہو گئے تو سوائے ایک نمدہ کے اتنا کپڑا نہ تھا کہ ہم ان کو کفن دے سکتے، نمدہ بھی اتنا تھا کہ سر چھپاتے تھے تو قدم کھلتے تھے اور پاؤں پر ڈالتے تو سر کھلا رہتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سر پر ڈال دو اور پاؤں کو اذخر [ایک قسم کی گھاس] سے چھپا دو اور کچھ لوگوں کی کوشش کا پھل پختہ ہو گیا جس کو دنیا میں وہ کھا رہے ہیں۔ (مظہری) ۲؎ تا کہ اللہ تعالیٰ صادقین کو اس کے صدق اور حسن عمل کا بدلہ آخرت میں عطا فرمائے اور منافقین کو عہد توڑنے اور نفاق ہی پر مرنے کے سبب عذاب دیگا۔ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا: یعنی اللہ تعالیٰ مغفرت کے اعتبار سے وسعت والا اور اپنے بندوں پر مہربان ہے۔ ابن کثیر کہتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کی رحمت و رافت اس کے غضب پر غالب ہے تو آیت کریمہ کا اختتام بھی اسی پر کیا گیا۔ (صفوۃ التفاسیر) ۳؎ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اَلَّذِیْنَ كَفَرُوْا سے اس جگہ مراد ابوسفیان اور عیینہ بن بدر ہیں ابوسفیان تو تہامہ کی جانب لوٹ گئے اور عیینہ بن بدر نجد کی جانب لوٹ گیا۔ وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِیْنَ الْقِتَالَ: اس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر سخت ہوا بھیجی یہاں تک کہ لشکر کفار لوٹنے پر مجبور ہو گئے۔ بنو قریظہ اپنے قلعوں کی جانب لوٹ گئے پس اللہ تعالیٰ اپنے حکم کو نافذ کرنے میں بہت سخت ہے۔ (القرطبی)

وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِيْقًا

و افگند در دلہاے ایشاں ترس گروہی را

اور ان کے دلوں میں خوف ڈال دیا ایک گروہ کو

تَقْتُلُوْنَ وَ تَاْسِرُوْنَ فَرِيْقًا ﴿۲۶﴾

می کشتید و اسیر گرفتید گروہی را

تم قتل کرتے ہو اور ایک گروہ کو قید کرتے ہو ۱

وَ اَوْرَثَكُمْ اَرْضَهُمْ وَ دِيَارَهُمْ

و میراث گرفتند زمین ایشاں و سراہاے ایشاں

اور ان کی زمین تمہیں میراث دی اور ان کے مکانات

وَ اَمْوَالَهُمْ وَ اَرْضًا لَّمْ تَطَئُوْهَا

و مالہاے ایشاں و زمینی را کہ نگرفتند دراں

اور ان کے اموال اور ایسی زمین کہ جس میں تم نے ابھی قدم نہیں رکھا

وَ كَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا ﴿۲۷﴾

و ہست خدای بر ہمہ چیز توانا ست

اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے ۲

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ

اے پیغمبر بگو مر زنان خود را اگر ہستید شما

اے پیغمبر! آپ فرما دیجئے اپنی بیویوں سے اگر تم سب

تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَ زِيْنَتَهَا

میخواہند زندگانی دنیا و آرائش آں

دنیا کی زندگی اور اسکی زینت چاہتی ہو

تفسیر اظہار العرفان

۱ ابن جزی کہتے ہیں کہ یہ آیت بنی قریظہ کے یہود کے بارے میں نازل ہوئی ان لوگوں نے نبی ﷺ سے معاہدہ کیا اور پھر اس معاہدہ کو توڑ ڈالا۔ (صفوۃ التفاسیر) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے روز انسانوں کے مابین سب سے پہلے خون کا فیصلہ کیا جائیگا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سات ہلاک کرنے والی چیزوں سے بچو۔ عرض کیا گیا اے اللہ کے رسول ﷺ وہ سات چیزیں کون کون سی ہیں؟ آپ نے فرمایا: (۱) اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا (۲) جادو (۳) جس جان کا قتل کرنا اللہ نے حرام کیا اسے قتل کرنا (۴) یتیم کا مال کھانا (۵) سود کھانا (۶) جنگ والے دن پیٹھ دیکر بھاگنا (۷) پاکدامن مؤمنات پر الزام لگانا جو ان معاملات سے غافل ہوں۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایک مؤمن کے ناحق قتل کرنے کے سبب اللہ پر دنیا کا زوال آسان ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر کسی مؤمن کے قتل میں تمام آسمان والے اور تمام زمین والے بھی شریک ہوں تو اللہ تعالیٰ ان تمام کو اوندھے منہ جہنم میں ڈال دیگا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے کسی مسلمان کے قتل پر [قاتل کی] معاونت کی ہوگی تو قیامت کے روز اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان [یہ جملہ] لکھا ہوگا "آيِسٌ مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ" یعنی یہ شخص اللہ کی رحمت سے مایوس ہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: امید ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے کے تمام گناہوں کو معاف فرما دیگا سوائے اس شخص کے جو کفر کی حالت میں مرے، یا جس نے جان بوجھ کر کسی مؤمن کو قتل کیا ہو۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے عہد شدہ شخص کو قتل کیا وہ جنت کی بُو تک بھی نہیں پائیگا حالانکہ جنت کی خوشبو چالیس سالوں کی مسافت سے ہی پائی جاتی ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مقتول قاتل کو اس طرح پکڑ کر اللہ تعالیٰ کے حضور لائیگا کہ مقتول کے جسم سے خون بہہ رہا ہوگا، مقتول کہے گا اے میرے رب! اس سے پوچھ اس نے مجھے کیوں قتل کیا؟ پس اللہ تعالیٰ قاتل سے پوچھے گا تو نے اسے کیوں قتل کیا؟ قاتل جواب دیگا میں نے اسے فلاں کی عزت کی خاطر قتل کیا۔ کہا جائیگا [کیا] یہ اللہ کیلئے ہے (الترغیب والترھیب) ۲ حضرت مقاتل کہتے ہیں کہ حنین کے بعد، حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ کہا کرتے تھے کہ وہ زمین جس کا مسلمانوں کو مالک بنایا مکہ ہے، حضرت حسن کہتے ہیں کہ فارس و روم ہے اور حضرت عکرمہ کہتے ہیں کہ اس سے قیامت تک کی وہ زمین مراد ہے جو فتح کے بعد حاصل ہو۔ (القرطبی)

فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَ اُسَرِّحْكُنَّ

پس بیائید کہ بدہم شما را و رہا کنم شما را

تو آؤ کہ میں تمہیں (مال) دوں اور تمہیں رہا کروں

سَرَاحًا جَمِيْلًا ﴿٢٨﴾ وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ

رہا کردنی نیکو و اگر ہستید شما میخواہید ثواب خدایرا

اچھی رہائی کے ساتھ ١ اور اگر تم سب اللہ اور

وَ رَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ

و پیغمبر او سرای آخرت پس ہر آئینہ خدای

اسکے رسول کا ثواب چاہتی ہو اور آخرت کا گھر تو بیشک

اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿٢٩﴾

آمادہ کردہ است مر نیکوکارانرا از شما مزد بزرگ

اللہ نے تیار کیا ہے تم میں سے نیکوکار کیلئے بڑا اجر ٢

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ مَنْ يَّاْتِ مِنْكُنَّ

اے زنان پیغمبر ہر کہ بیاید از شما

اے پیغمبر کی بیویو! جو کوئی تم میں سے

بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ يُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ

بد ہویدا و چند کند آنرا عذاب دو

کھلا برا کام لائے تو اس کیلئے عذاب کو دوگنا

ضِعْفَيْنِ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿٣٠﴾

برابر و ہست این بر خدای آسان

کیا جائے گا یہ اللہ پر آسان ہے ٣

١ حضرت جابر ﷺ نے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر ﷺ آئے اور رسول اللہ ﷺ سے [اندر جانے کی] اجازت مانگی لیکن آپ نے انھیں اجازت نہ دی' اس کے بعد حضرت عمر ﷺ آئے اور اجازت مانگی لیکن آپ نے انھیں اجازت نہ دی پھر آپ نے دونوں کو اندر بلالیا۔ وہ دونوں اندر گئے تو دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ خاموش بیٹھے ہیں اور آپ کی ازواج مطہرات آپ کے اردگر [گم سم] بیٹھی ہیں۔ حضرت عمر ﷺ نے (دل میں) کہا کہ میں ضرور رسول اللہ ﷺ سے بات کرونگا' شاید کہ آپ ہنس پڑیں چنانچہ انھوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! اگر میری بیوی بنتِ زید مجھ سے خرچ کا تقاضا کرتی تو میں اس کی گردن ماردیتا۔ اس پر رسول اللہ ﷺ ہنس پڑے یہاں تک کہ آپ کی داڑھیں دکھائی دیں پھر آپ نے فرمایا کہ یہ مجھ سے خرچ مانگتی ہیں۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اور حضرت عمر ﷺ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو مارنے کیلئے اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا کہ تم نبی ﷺ سے وہ چیز مانگتی ہو جو ان کے پاس نہیں ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آیتِ تخییر نازل فرمائی۔ تو آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ابتدا فرمائی۔ آپ نے فرمایا کہ اے عائشہ! میں تم سے ایک بات پوچھتا ہوں اسکا جواب دینے میں عجلت نہ کرنا اپنے ماں باپ سے پوچھ کر جواب دینا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا وہ کیا بات ہے؟ اس پر آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا میں آپ کے بارے میں بھی ماں باپ سے مشورہ کروں؟ میں اللہ اور اس کے رسول کو اختیار کرتی ہوں (لباب النقول فی اسباب النزول) نبی ﷺ کا اپنے ازواج کو اختیار دینے کے بارے میں علماء کے دو اقوال ہیں (١) آپ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے انھیں اختیار دیا کہ زوجیت پر باقی رہتے ہوئے ایسا کریں یا طلاق کی صورت میں۔ (٢) آپ نے انھیں دنیا کی جدائی کا اختیار دیا یا باقی رہی آخرت میں تو یہ ان ازواج کی زوجیت کی بناء پر بلند مرتبہ عطا ہوتا۔ ان دونوں میں سے پہلا قول اصح ہے۔ (القرطبی) بغوی کہتے ہیں کہ جب یہ واقعہ پیش آیا تھا اس وقت رسول اللہ ﷺ کے پاس نو بیویاں تھیں پانچ قریش میں سے تھیں یعنی حضرت عائشہ بنت ابی بکرؓ حضرت حفصہ بنت عمرؓ ام حبیبہ بنت ابی سفیان' ام سلمہ بنت امیہ اور سودہ بنت زمعہ۔ اور چار بیویاں غیر قریشی موجود تھیں یعنی زینب بنت جحش الاسدیہ' میمونہ بنت الحارث الھلالیہ' صفیہ بنت حی بن اخطب الخیبر یہ اور جویریہ بنت الحارث المصطلقیہ رضی اللہ عنھن۔ (مظہری) ٢ یعنی اگر اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ کی رضا چاہتی ہیں اور آخرت کی کامیابی چاہتی ہیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے ایسی جنت تیار کر رکھی ہے جسے کسی آنکھ نے نہ دیکھا ہوگا نہ کسی کان نے سنا ہوگا اور نہ کسی بشر کے دل پر اس کا خیال گذرا ہوگا۔ (صفوۃ التفاسیر) ٣ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس سے مراد نافرمانی اور سوئے اخلاق ہے۔ يُضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ: یعنی ان کے جرم کا بدلہ بھی عام عورتوں کے جرم کے بدلہ کے مقابلے میں دونا ہوگا اس لئے کہ معصیت کی قباحت کا زیادہ ہونا فضل اور مرتبہ کی زیادتی پر بھی دلیل ہے۔ (صفوۃ التفاسیر)

وَمَنۡ يَّقۡنُتۡ مِنۡكُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ وَتَعۡمَلۡ صَالِحًا

و کسیکه اطاعت نیاز کند از شما مر خدایرا و رسول نیکیها بدهیم او را مزد او

اور تم میں سے جو کوئی اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت کرے اور اچھے (کام) کرے ہم انھیں انکا اجر

نُّؤۡتِهَاۤ اَجۡرَهَا مَرَّتَيۡنِۙ وَاَعۡتَدۡنَا لَهَا رِزۡقًا كَرِيۡمًا ﴿۳۱﴾ يٰنِسَآءَ

دو بار و آماده کردیم ما او را روزی نیکو اے زنان پیغمبر عیستید شما

دو بار دینگے اور ہم نے اس کیلئے اچھی روزی تیار کی ہے ۱ اے پیغمبر کی بیویو! تم

النَّبِىِّ لَسۡتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيۡتُنَّ فَلَا تَخۡضَعۡنَ

مانند یکے از زنان امت که بترسید از خدا پس فروتنی نکنند

امت کی عورتوں میں سے کسی ایک کی طرح نہیں ہو اگر تم اللہ سے ڈرو تو (ایسی) نرمی نہ کرو

بِالۡقَوۡلِ فَيَطۡمَعَ الَّذِىۡ فِىۡ قَلۡبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلۡنَ قَوۡلًا

در سخن کردن پس طمع کند آنکه در دل او بیماریست و بگوئید سخنے

بات کرنے میں کہ وہ جس کے دل میں (شہوت کی) بیماری ہے آرزو کرنے لگے اور اچھی

مَّعۡرُوۡفًا ﴿۳۲﴾ وَقَرۡنَ فِىۡ بُيُوۡتِكُنَّ وَلَا تَبَـرَّجۡنَ تَبَرُّجَ الۡجَاهِلِيَّةِ

نیکو و آرام گیرید در خانہاے خود و اظہار پرایہ مکنید مانند اظہار ایام

بات کہو ۲ اور اپنے گھروں میں قرار پکڑو اور سجاوٹ کا اظہار نہ کرو پہلی (جاہلیت) کے ایام کے اظہار

الۡاُوۡلٰى وَاَقِمۡنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيۡنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعۡنَ

نخستین و بر پادارید نماز را و بدهید زکوۃ را و فرمانبرید

کی طرح اور نماز قائم رکھو اور زکوۃ ادا کرو اور فرمانبرداری کرو

اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ ؕ اِنَّمَا يُرِيۡدُ اللّٰهُ لِيُذۡهِبَ عَنۡكُمُ الرِّجۡسَ

خدایرا و پیغمبر او و جز این نیست میخواہد خدای تا ببرد از شما گناه را

اللہ کی اور اس کے رسول کی؛ اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ اللہ چاہتا ہے کہ لے جائے تم سے گناہ کو ۳

۱ اس آیت کریمہ میں ازواج مطہرات کے ثواب کی زیادتی کو بیان کیا گیا ہے جس طرح اس سے پہلی آیت میں ان کے عذاب کی زیادتی کو بیان کیا گیا تھا۔ واضح رہے کہ اجر عطا کرنے کے ذکر کے باب میں یعنی دینے والے کا ذکر ہے جبکہ عذاب کے ذکر کے باب میں معذب یعنی عذاب دینے والے کا ذکر نہیں ہے [یہ بھی ایک طرح کا لطف وکرم ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کی ازواج پر فرمار ہا ہے] یُضٰعَفۡ سے رحمت اور کرم کے کمال کی جانب اشارہ ہے۔ (تفسیر کبیر)

۲ مطلب یہ ہے کہ فضیلت میں کوئی دوسری عورت تمہاری طرح نہیں ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ دوسری نیک مؤمنہ عورتوں کے برابر میرے نزدیک تمہارا مرتبہ نہیں ہے بلکہ میرے نزدیک تمہاری عزت اور تمہارا ثواب بہت زیادہ ہے۔ یہ آیت دلالت کر رہی ہے کہ امہات المؤمنین کو تمام دوسری عورتوں پر فضیلت حاصل ہے، لیکن ایک اور آیت میں حضرت مریم سلام اللہ علیہا کو سارے جہان کی عورتوں پر فضیلت عطا کرنے کا ذکر کیا گیا ہے۔ وَاصۡطَفٰكِ عَلٰى نِسَآءِ الۡعٰلَمِيۡنَ۔ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ سارے جہان کی عورتوں سے مراد ہیں حضرت مریم کے زمانے کی عورتیں۔ فَلَا تَخۡضَعۡنَ بِالۡقَوۡلِ: مطلب یہ ہے کہ بشرط تقوی تمہاری فضیلت دوسری عورتوں پر ثابت ہے تو تقوی کے خلاف تم سے کوئی حرکت سرزد نہ ہونی چاہیئے۔ دوسرے مردوں سے چبا چبا کر بات نہ کرو۔ جزری نے نہایہ میں لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مرد کو غیر عورت سے اس طرح نرم نرم باتیں کرنے سے ممانعت فرمائی ہے کہ عورت اس کی طرف کچھ مائل ہونے لگے۔ خضوع کا معنی ہے اطاعت۔ جزری نے یہ بھی نہایہ میں لکھا ہے کہ حضرت عمر ﷺ کے دورِ خلافت میں ایک شخص کسی مرد وعورت کے پاس سے گذرا جو باہم نرمی سے باتیں کر رہے تھے اس شخص نے اس مرد کو ایک ایسی ضرب لگائی کہ اس کا سر پھٹ گیا۔ حضرت عمر ﷺ نے اس کو کچھ بدلہ نہ دلوایا [ضرب کو بلا قصاص قرار دیا] حضرت عمرو بن عاص ﷺ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کو بغیر اپنے شوہروں کی اجازت کے [غیر مردوں سے] کلام کرنے کی ممانعت فرمادی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ممانعت فرمادی ہے کہ کوئی مرد نماز میں یا اپنی بیوی اور باندیوں کے علاوہ دوسری عورتوں کے سامنے انگڑائی لے۔ (مظہری) ۳ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ عورتوں کو گھر میں رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔ آیت میں خطاب اگرچہ نبی ﷺ کی ازواج مطہرات سے ہے لیکن معنوی طور پر ان کے علاوہ امت کی تمام عورتیں بھی داخل ہیں۔ اَلۡجَاهِلِيَّةُ الۡاُوۡلٰى: اس کے بارے میں علمائے تفسیر کا اختلاف ہے (۱) کہا گیا ہے کہ اس سے مراد وہ زمانہ ہے جس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ولادت ہوئی تھی اس زمانے میں عورتیں قیمتی موتیوں کے ہار پہن کر وسطِ راستہ میں چلتے ہوئے نمائش کرتی تھیں اور اپنے آپ کو مردوں پر پیش کرتی تھیں (۲) حکم بن عیینہ کہتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کا درمیانی زمانہ ہے اور یہ آٹھ سو سال ہے (۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت ادریس علیہ السلام کے درمیان کا زمانہ ہے (۴) کلبی کہتے ہیں کہ حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے درمیان کا زمانہ ہے۔ (القرطبی)

اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ﴿۳۳﴾ وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى

اہل بیت پیغمبر و پاک کند شما را پاک کردنے و یاد کنید آنچہ خواندہ شود

(اے) پیغمبر کے اہل بیت اور تمہیں خوب ستھرا کر دے۔ اور یاد کرو اسے جو پڑھی جاتی ہے

فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ

در خانہاے خود از آیات خدای و حکمت ہر آئنہ خدای ہست

تمہارے گھروں میں اللہ کی آیتیں اور حکمت' بیشک اللہ

لَطِيْفًا خَبِيْرًا ﴿۳۴﴾ اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ

مہربان دانا ہر آئنہ مسلمانان و زنان مسلمان و مردان

مہربان جاننے والا ہے ۱ بیشک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور (مؤمن) مرد

وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِيْنَ

و زنان مومنہ و ثبات کنندگان مردان و زنان و مردان و زنان

اور مومن عورتیں اور فرمانبرداری کرنے والے مرد اور عورتیں اور سچ کہنے والے مرد

وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِيْنَ

راستگویان و از مردان و زنان صبر کنندہ و از مردان و زنان

اور عورتیں اور صبر کرنے والے مرد اور عورتیں اور تواضع کرنے والے مرد

وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَ الْمُتَصَدِّقٰتِ وَ

تواضع کنندہ و از مردان و زنان صدقہ دہندگان و

اور عورتیں اور صدقہ دینے والے مرد اور عورتیں اور

الصَّآئِمِيْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَ

از مردان و زنان روزہ داران و نگاہدارندگان فرجہائے خود را و

روزہ رکھنے والے مرد اور عورتیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے اور ۲

تفسیر اظہار العرفان

۱ اس آیت کریمہ کے الفاظ سے معلوم ہو رہا ہے کہ اس سے پہلی آیت میں اہل بیت سے مراد ازواجِ مطہرات ہیں۔ اہل علم کا اس کے تعین میں اختلاف ہے۔ حضرت عطاء' حضرت عکرمہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اہل بیت سے مراد خاص آپ ﷺ کی ازواج ہیں اور اس میں کوئی مرد شامل نہیں ہے جبکہ دوسرا گروہ جن میں کلبی بھی شامل ہیں' کا کہنا ہے کہ اہل بیت سے مراد حضرت علی' حضرت فاطمہ' حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم ہیں۔ اس گروہ کے لوگ اس بات کا جواب دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ اگر اہل بیت میں کوئی مرد شامل نہ ہوتا تو عَنْكُمْ کی بجائے عَنْكُنَّ اور يُطَهِّرَكُمْ کی بجائے يُطَهِّرَكُنَّ کی عبارت ہوتی۔ صحیح یہ ہے کہ آیت میں جمیع اہل بیت شامل ہیں خواہ ازواج مطہرات ہوں یا ان کا غیر۔ يُطَهِّرَكُنَّ کی بجائے يُطَهِّرَكُمْ اس لئے فرمایا کہ اس میں یعنی اہل بیت میں حضرت علی' حضرت حسن اور حضرت حسین رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی ہیں۔ قاعدہ ہے کہ جب مذکر اور مؤنث جمع ہو جائیں تو مذکر کا غلبہ ہوتا ہے لہذا آیت کا تقاضا ہے کہ اہل بیت میں زوجاتِ نبی ﷺ بھی شامل ہوں اس لئے کہ آیت انہی سے متعلق ہے اور سیاق وسباق دلالت کر رہا ہے کہ خطاب بھی ازواجِ مطہرات سے ہے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ یہ آیت میرے گھر میں نازل ہوئی پس رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی' حضرت فاطمہ' حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم کو بلوایا اور انھیں اپنی خیبری چادر کے اندر داخل فرما کر ارشاد فرمایا: هٰؤُلَاءِ اَهْلُ بَيْتِيْ یعنی یہ میرے اہل بیت ہیں۔ پھر آپ نے آیت تلاوت فرمائی اور دعا کی: اَللّٰهُمَّ اَذْهِبْ عَنْهُمُ الرِّجْسَ وَطَهِّرْهُمْ تَطْهِيْرًا: "اے اللہ ان سے پلیدی کو لے جا اور انھیں خوب پاک فرما"۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا عرض کرتی ہیں: یارسول اللہ ﷺ! کیا میں ان کے ساتھ شامل نہیں ہوں؟ آپ نے فرمایا: تم اپنی جگہ ہو اور تم خیر پر ہو۔ قشیری کہتے ہیں کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے سر کو چادر میں داخل کر کے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! کیا میں ان کے ساتھ [اہل بیت میں] شامل نہیں ہوں؟ آپ نے ارشاد فرمایا: نعم جی ہاں۔ [اس حدیث شریف سے بھی معلوم ہوا کہ اہل بیت میں امہات المؤمنین شامل ہیں] (القرطبی) ۲ ترمذی نے بطریقِ عکرمہ ام عمارہ انصاریہ سے روایت کی ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اور کہا میں دیکھتی ہوں کہ ہر شے مردوں کے بارے میں نازل ہوتی ہے عورتوں کی کسی بات کا ذکر نہیں ہوتا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ عورتوں نے پوچھا کہ یارسول اللہ ﷺ! کیا وجہ ہے کہ [قرآن میں] مردوں کا ذکر ہوتا ہے عورتوں کا ذکر نہیں ہوتا؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ جب ازواجِ نبی ﷺ کا ذکر [قرآن پاک میں] ہوا تو عورتوں نے کہا کہ اگر ہم میں کوئی خیر ہوتی تو ہمارا ذکر بھی ہوتا۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) اس آیت کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ جزاء اور ثواب میں عورت اور مرد برابر ہیں یعنی جزاء اور ثواب میں جنس کے اعتبار سے فرق نہ ہوگا بلکہ اخلاص نیت کے اعتبار سے فرق ہوتا ہے۔ (صفوۃ التفاسیر)

الْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّ الذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ

نگاہدارنگان و از مردان و زنان یاد کنید آمده کرده است

حفاظت کرنے والیاں اور ذکر کرنے والے مرد اور عورتیں تیار کیا ہے

اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۳۵﴾ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا

خدای برای ایشاں آمرزش و مزد بزرگ و نشاید مومنانرا و نہ

اللہ نے ان سب کیلئے بخشش اور بڑا اجر۔ اور مناسب نہیں ہے مومنین کیلئے اور نہ

مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ

زن گرویدہ چوں حکم کند خدای و رسول او کاری آنکہ باشد ایشانرا

ایمان والی عورت کیلئے کہ جب کوئی حکم فرما دے اللہ اور اسکا رسول کسی کام کا تو ان کیلئے

الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ

اختیاری از کارے خود و ہر کہ نافرمانی کند خدایرا و رسول او را پس ہر آئینہ

ان کے کام میں کوئی اختیار ہو اور جو کوئی اللہ اور اسکے رسول کی نافرمانی کرے تو تحقیق

ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ﴿۳۶﴾ وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِيْۤ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ

گمراہ شد گمراہی بیدا و چوں گفتی مر آنانرا کہ انعام کرد خدای برو

وہ کھلی گمراہی میں گمراہ ہوا اور جب آپ ان لوگوں سے فرماتے جس پر اللہ نے انعام کیا

وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ

و تو انعام کردہٗ برو نگاہدار برائے خود زن خود را و ترس از خدای

اور جس پر آپ نے انعام کیا کہ اپنی بیوی کی خود حفاظت کر اور اللہ سے ڈر

وَتُخْفِيْ فِيْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيْهِ وَتَخْشَى النَّاسَ

و پنہاں کردی در نفس تو ہست خدای بیدا کنندہ و می ترسی از مردمان

اور جو تم اپنے دل میں چھپاتے تھے اسے اللہ ظاہر کرنے والا ہے اور لوگوں کے (طعن سے) ڈرتے تھے

۱ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے حضرت زینب بن جحش کو نکاح کا پیغام بھیجا۔ آپ نے یہ پیغام حضرت زید کیلئے بھیجا تھا لیکن وہ سمجھیں کہ شاید آپ نے یہ پیغام اپنے لئے بھیجا ہے لیکن جب ان کو معلوم ہوا کہ آپ میرا نکاح زید سے کرنا چاہتے ہیں تو انھوں نے انکار کر دیا اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی تو وہ راضی ہو گئیں اور زید سے نکاح کرنا منظور کر لیا۔ ابن زید کہتے ہیں کہ یہ آیت ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی مُعَیط کے بارے میں نازل ہوئی یہ ہجرت کرنے والی پہلی عورت ہے اس نے اپنا نفس نبی ﷺ کو ہبہ کیا لیکن آپ نے اس کا نکاح زید بن حارثہ سے کر دیا۔ ام کلثوم اور اس کے بھائی نے اس رشتہ کو ناپسند کیا اور کہا کہ ہمارا ارادہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکاح کرنے کا تھا لیکن آپ نے اپنے غلام کے ساتھ بیاہ دیا۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) سوال: ام کلثوم کے دونوں بھائی نہ صرف کفر پر تھے بلکہ دینِ اسلام کے سخت ترین دشمن کے بیٹے بھی تھے ام کلثوم تو آپ کی معتقدہ تھی اور بالغہ اور آزاد بھی تھی اس لئے کچھ بعید نہیں کہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ نکاح کرنے کی خواہش رکھتی ہو لیکن اس کے دونوں بھائی جو کفر پر تھے اور جو اپنی بہن کی واپسی کے سلسلہ میں مایوس لوٹ گئے تھے یا لوٹ رہے تھے وہ کس طرح اسے ایک ایسے شخص کے عقد میں دینے کی خواہش کر سکتے تھے جس پر وہ ایمان نہ رکھتے تھے۔ مزید براں یہ واقعہ صلح حدیبیہ کے بعد کا ہے اور اس آیت کا نزول اس سے پہلے ہو چکا تھا اس لئے قیاساً یہ واقعہ اس آیت کی شانِ نزول نہیں ہو سکتا البتہ اس آیت کا اطلاق اس واقعہ پر بھی ہو سکتا ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ام کلثوم کی توقع کے برعکس اس کا نکاح بھی حضرت زینب بن جحش کی طرح اپنے آزاد کردہ غلام زید بن حارثہ کے ساتھ کر دیا تھا حالانکہ وہ ابن زید کی مذکورہ بالا روایت کی رُو سے نبی کریم ﷺ کے ساتھ نکاح کرنا چاہتی تھی۔ (حاشیہ لباب النقول) اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ: ان کو اپنے معاملہ کا اختیار اپنے ہاتھ میں رہے کہ جب چاہیں اپنی مرضی کے مطابق کریں بلکہ حکم خدا کی تعمیل ان کیلئے ضروری ہے اور اپنے اختیار کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی پسندیدگی کے تابع بنانا لازم ہے۔ خِيَـرَةً اور خیار دونوں ہم معنی ہیں اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ مطلق امر [اگر کسی دوسرے قرینہ سے خالی ہو تو] وجوب کیلئے آتا ہے۔ ایک بات یہ بھی معلوم ہو رہی ہے کہ عالم اور وہ لوگ جن کو دینی شرف حاصل ہے وہ ہر علوی اور شریف النسب شخص کا کفو ہے [خواہ اس کی ذات اور قوم عرف عام کے لحاظ سے کچھ بھی ہو] ضَلٰلًا مُّبِيْنًا: راہ صواب سے کھلا ہوا انحراف۔ واضح رہے کہ امر سے انحراف دو طرح کا ہوتا ہے (۱) امر کو ماننے سے انکار اور تردید کرنا ایسا انحراف کفر ہے (۲) انحرافِ عمل مع اعتقاد وجوب یعنی امر کے واجب ہونے کا عقیدہ تو ہو لیکن عمل اس کے مطابق نہ ہو ایسی نافرمانی کو فسق کہتے ہیں۔ (مظہری) ابن کثیر کہتے ہیں کہ یہ آیت جمیع امور میں عام ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اور اسکا رسول ﷺ کسی معاملہ میں فیصلہ فرما دیں تو کسی کو اس کی مخالفت کا حق حاصل نہیں ہے۔ اسی بناء پر انکار کرنے والوں پر آیت میں سختی ہے۔ (صفوۃ التفاسیر)

وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰىهُ ؕ فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا

و خدای سزاوار تر است آنکه ترسی از و پس چوں رسید زید زن آن بحاجتیکه داشتد

اور اللہ ہی سب سے زیادہ سزاوار ہے کہ تم اس سے ڈرو، پھر جب زید نے اس سے (اپنی) غرض پوری کر لی تو

زَوَّجْنٰكَهَا لِكَيْ لَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْٓ

او را بتو دادیم تا نباشد بر مومنان تنگی در

اسے ہم نے تمہیں دیدی تا کہ مومنوں پر کوئی تنگی نہ ہو

اَزْوَاجِ اَدْعِيَآئِهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ؕ وَكَانَ

خواستن زنان پسر خواندگان خود را چوں برسند بمراد ایشاں حتی طلاق دہند و ہست

اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیبیوں کے چاہنے میں جب ان کی مراد ختم ہو جائے حتی کہ طلاق دیدیں اور

اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ﴿۳۷﴾ مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيْمَا

کار خدا بودنے نیست بر پیغمبر وزری در آنچہ

اللہ کے کام کو ہونا ہی ہے ۱ نبی پر کوئی گناہ نہیں اس میں جو

فَرَضَ اللّٰهُ لَهٗ ؕ سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ؕ

فرض کرد خدای سنت نہاد خدا در آنانکہ گذشتہ پیش ازیں

اللہ نے ان کیلئے مقرر کیا، اللہ نے طریقہ بنایا ان لوگوں کے بارے میں جو ان سے پہلے گذر چکے ہیں

وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرَا ﴿۳۸﴾ ۙ الَّذِيْنَ يُبَلِّغُوْنَ

و ہست امر خدای حکم گذاردہ شدہ آنانکہ میرسانیدند

اور اللہ کا امر (پہلے سے) فیصلہ شدہ ہوتا ہے ۲ وہ لوگ جو پہنچاتے ہیں

رِسٰلٰتِ اللّٰهِ وَيَخْشَوْنَهٗ وَلَا يَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ ؕ

پیغامہاے خدای و می ترسند ازو و نمی ترسند یکے را مگر از خدای

اللہ کے پیغام کو اور اسی سے ڈرتے ہیں اور نہیں ڈرتے ہیں کسی ایک سے سوائے اللہ کے ۳

تفسیر اظہار العرفان

۱ بغوی نے لکھا ہے کہ پچھلی آیت کے نزول کے بعد حضرت زینب اور ان کے دونوں بھائی راضی ہو گئے اور دونوں نے زینب کے نکاح کا اختیار رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ میں دیدیا۔ نبی کریم ﷺ نے زید سے ان کا نکاح کر دیا۔ آپ نے زید کی طرف سے دس دینار، ساٹھ درہم، ایک اوڑھنی، ایک کرتہ، ایک تہہ بند، ایک چادر، پچاس سیر غلہ اور تقریباً چار من چھوارے دیئے۔ حضرت زینب حضرت زید کے پاس ایک مدت تک رہیں ایک روز رسول اللہ ﷺ کسی کام سے [حضرت زینب کی طرف] گئے، حضرت زینب گوری اور قریش کی حسین ترین عورت تھیں اس وقت صرف کرتہ اور دوپٹہ پہنے کھڑی تھیں۔ آپ کی نظر ان پر پڑی تو اچھی معلوم ہوئیں اور دل کو بھا گئیں فوراً زبان سے نکلا سُبْحَانَ اللّٰهِ۔ اللہ دل کو پلٹنے والا ہے۔ اس کے بعد لوٹ آئے جب حضرت زید ؓ آئے تو ان سے نبی کریم ﷺ نے اس بات کا تذکرہ کر دیا۔ حضرت زید سمجھ گئے اور اسی وقت ان کے دل میں زینب کی طرف سے کراہت ہو گئی۔ کچھ مدت بعد نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! میں اپنی بیوی کو الگ کرنا چاہتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ایسا کیوں؟ کیا زینب کی تم نے کوئی ناشائستہ حرکت دیکھی ہے؟ زید نے کہا نہیں خدا کی قسم میں نے تو ان کی طرف سے نیکی کے سوا اور کچھ نہیں دیکھا مگر وہ اپنی شرافتِ نسب کی وجہ سے مجھ پر اپنی بڑائی جتلاتی ہیں اور زبان سے مجھے دکھ دیتی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اپنی بیوی کو اپنے پاس رکھو اور اس کے معاملہ میں اللہ سے ڈرتے رہو۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (مظہری) امام زین العابدین ؓ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ پر وحی نازل فرمائی کہ زید کے طلاق دینے کے بعد آپ خود نکاح کر لیں [وحی کا یہ مضمون قرآن مجید میں نہیں ہے اس سے ظاہر ہے کہ قرآن پاک کے علاوہ بھی آپ پر وحی نازل ہوتی تھی] زہری، بکر بن العلاء، قشیری اور ابوبکر بن عربی جیسے اکابر مفسرین اور اہل تحقیق اسی طرف گئے ہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ حضرت زینب کو طلاق ملنے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ پر وحی نازل فرمادی تھی کہ جب زید اپنی بیوی کو طلاق دیدیں تو آپ خود ان سے نکاح کر لیں۔ گویا اللہ تعالیٰ کا یہ حکم حضرت زید کی طلاق سے مشروط تھا۔ لہذا آپ چاہتے تھے کہ زید اپنی بیوی کو طلاق نہ دیں تا کہ آپ کو ان سے نکاح کر کے اس آزمائش سے نہ گذرنا پڑے جس کا آپ کو خطرہ تھا لہذا آپ ﷺ کے دل میں جو بات پوشیدہ تھی وہ ہرگز یہ نہ تھی کہ آپ در پردہ حضرت زید کی بیوی سے خود نکاح کرنے کی خواہش رکھتے تھے بلکہ آپ چاہتے تھے کہ زید اپنی زوجہ کو طلاق نہ دیں۔ (روح البیان) ۲ حضرت ضحاک کہتے ہیں کہ یہود نبی کریم ﷺ پر طعنہ زنی کرتے تھے کہ انھوں نے بہت سارے نکاح کر رکھے ہیں۔ ان لوگوں کے رد کیلئے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ علامہ قرطبی کہتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ کیلئے نکاح میں ایسی ہی وسعت تھی جیسے آپ سے پہلے انبیاء کیلئے تھی جیسے حضرت داؤد ؑ اور حضرت سلیمان ؑ۔ (صفوۃ التفاسیر) ۳ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ جمیع انبیائے کرام علیہم السلام کی تعریف بیان فرما رہا ہے کہ یہ سب مجھ سے ایسے ڈرنے والے تھے کہ ان کی طرح کوئی اور نہیں ڈرتا تھا۔ (صفوۃ التفاسیر)

وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ﴿٣٩﴾ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ

و بس است بخدای کافی نیست محمد پدر کسے از

اور اللہ کافی ہے حساب لینے والا۔ محمد نہیں ہیں کسی کے باپ

رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَ

مردان شما و لیکن فرستادۂ خدای است و مہر پیغمبران و

تمہارے مردوں میں سے لیکن اللہ کے رسول ہیں اور نبیوں کی مُہر اور

كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمًا ﴿٤٠﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا

ہست خدای بہمہ چیز دانا اے مسلمانان

اور اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے ۱ اے مسلمانو!

اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ﴿٤١﴾ وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴿٤٢﴾

یاد کنید خدایرا یاد کردن بسیار و تنزیہہ گوئید او را بامداد و شبانگاہ

اللہ کو خوب یاد کرو ۲ اور اس کی پاکی بیان کرو صبح اور شام ۳

هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ

اوست آنکہ درود میدہد بر شما و فرشتگان او تا بیروں آرد شما را از

وہی ہے جو درود بھیجتا ہے تم پر اور اس کے فرشتے تا کہ تمہیں نکالے

الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا ﴿٤٣﴾ تَحِيَّتُهُمْ

تاریکیہا بسوے روشنی و ہست بمومنان مہربان تحیت ایشاں

اندھیرے سے روشنی کی جانب، اور وہ مؤمنوں پر مہربان ہے ۴ ان کی دعا

يَوْمَ يَلْقَوْنَهٗ سَلٰمٌ ۚۖ وَاَعَدَّ لَهُمْ اَجْرًا كَرِيْمًا ﴿٤٤﴾ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ

روزیکہ بینند عزرائیل را سلامتی است و آمادہ کردہ است برائے ایشاں مزد نیکو اے پیغمبر

جس روز عزرائیل کو دیکھیں سلام ہے اور ان کیلئے اچھا اجر تیار کیا ہوا ہے ۵ اے پیغمبر!

تفسیر اظہار العرفان

۱ ترمذی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ جب نبی ﷺ نے حضرت زینب سے نکاح کیا تو لوگ کہنے لگے کہ آپ نے اپنے بیٹے کی مطلقہ سے نکاح کر لیا ہے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) اہل سنت و جماعت کا کہنا ہے کہ ہمارے نبی [حضرت محمد] ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ ۔ یعنی میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ جو شخص یہ کہے کہ ہمارے نبی ﷺ کے بعد کوئی نبی ہے تو ایسا کہنے والے کو کافر کہا جائیگا اس لئے کہ وہ نص کا منکر ہوا' اسی طرح اسے بھی کافر کہا جائیگا جو اس معاملے میں شک کرے اس لئے کہ باطل سے حق بالکل واضح ہے۔ امام ابوحنیفہ کے زمانے میں ایک شخص نے جھوٹی نبوت کا دعوی کیا اور اس جھوٹے شخص نے کہا کہ آپ مجھے مہلت دیجئے تا کہ میں آپ کے سامنے نبوت کی علامات لاسکوں۔ امام صاحب نے فرمایا: جو شخص بھی اس جھوٹے مدعی نبوت سے علامات طلب کریگا وہ بھی کافر ہو جائیگا اس لئے کہ نبی کریم ﷺ نے صاف فرمادیا لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ ۔ (روح البیان)

۲ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو ذکر اور شکر کرنے کا حکم دیا اور یہ بھی حکم ہے کہ کثرت سے ذکر و شکر ادا کرو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ترک میں سوائے غلبہ عقل کے اور کوئی چیز مانع نہیں ہے۔ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: اللہ کا ذکر اس قدر کثرت سے کرو کہ لوگ تمہیں مجنون کہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ذکر کثیر سے مراد وہ ذکر ہے جو قلب سے اخلاص کے ساتھ جاری ہو اور ذکر قلیل وہ ہے جس پر حکم نفاق واقع ہو سے جیسے صرف ذکر باللسان۔ ۳ وَسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا: یعنی تم تسبیح، تہلیل، تحمید اور تکبیر میں مشغول ہو جاؤ۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ یہاں تسبیح سے مراد نماز ہے۔ (القرطبی) ۴ حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ جب آیت اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ نازل ہوئی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ نے آپ پر ایسی کوئی خیر نازل نہیں فرمائی جس میں ہم کو شامل نہ کیا گیا ہو اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) یہ اس امت پر اکبر نعم میں سے ہے' یہ اس بات کی بھی دلیل ہے کہ امت محمد یہ علی صاحب الصلوۃ والسلام ساری امت پر فضیلت رکھتی ہے۔ واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں پر صلوۃ یہ ہے کہ وہ اپنے بندوں پر رحمت اور برکت نازل فرماتا ہے۔ ملائکہ کی صلوۃ یہ ہے کہ مؤمنین کیلئے دعا اور استغفار کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا یعنی اور ملائکہ ان لوگوں کیلئے استغفار کرتے ہیں جو ایمان لائے۔ ایک گروہ نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کی صلوۃ اپنے بندوں پر کیا ہے؟ فرمایا: سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ ۔ رَحْمَتِيْ سَبَقَتْ غَضَبِيْ یعنی میری رحمت میرے غضب پر سبقت لے گئی۔ (القرطبی) ۵ جب اللہ تعالیٰ نے اپنی پہلی عنایت بیان فرمائی تو اب اس آیت میں آخرت کی عنایت کو بیان فرما رہا ہے۔ (تفسیر کبیر) وَاَعَدَّ لَهُمْ اَجْرًا كَرِيْمًا: ابن کثیر کہتے ہیں کہ اجر کریم سے مراد جنت ہے، جس میں کھانے' پینے' پہننے اور رہنے کی جگہ ہے اور اس میں حسین مناظر ہونگے۔ (صفوۃ التفاسیر)

إِنَّآ أَرۡسَلۡنَٰكَ شَٰهِدٗا وَمُبَشِّرٗا وَنَذِيرٗا ﴿٤٥﴾ وَدَاعِيًا

هر آئنه فرستادیم ترا گواه و مژده دهنده و بیم کننده و خواننده

بیشک ہم نے آپکو گواہ (بنا کر) بھیجا ہے اور خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا اور بلانے والا

إِلَى ٱللَّهِ بِإِذۡنِهِۦ وَسِرَاجٗا مُّنِيرٗا ﴿٤٦﴾ وَبَشِّرِ ٱلۡمُؤۡمِنِينَ

بسوے خدای بامر او و چراغی روشن و مژده ده مومنانرا

اللہ کی طرف اس کے حکم سے اور روشن چراغ (بنا کر) ۲ اور بشارت دیجئے مؤمنوں کو

بِأَنَّ لَهُم مِّنَ ٱللَّهِ فَضۡلٗا كَبِيرٗا ﴿٤٧﴾ وَلَا تُطِعِ ٱلۡكَٰفِرِينَ وَ

بآنکه ایشانراست از خدای فضلی بزرگ و فرمان مبر کافرانرا و

کہ ان کے واسطے اللہ کا بڑا فضل ہے ۳ اور اطاعت نہ کرو کافروں اور

ٱلۡمُنَٰفِقِينَ وَدَعۡ أَذَىٰهُمۡ وَتَوَكَّلۡ عَلَى ٱللَّهِۚ وَكَفَىٰ

منافقانرا و گذار رنج ایشاں و توکل کن بر خدای و بس است

منافقوں کی اور انکی ایذا پر درگذر کرو اور اللہ پر بھروسہ کرو اور کافی ہے

بِٱللَّهِ وَكِيلٗا ﴿٤٨﴾ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِذَا نَكَحۡتُمُ ٱلۡمُؤۡمِنَٰتِ

بخدای وکیل اے مسلمانان چو بخواهید زنان گرویده را

اللہ کار ساز ۴ اے مسلمانو! جب تم ایماندار عورتوں سے نکاح کرو

ثُمَّ طَلَّقۡتُمُوهُنَّ مِن قَبۡلِ أَن تَمَسُّوهُنَّ فَمَا لَكُمۡ عَلَيۡهِنَّ

پس رها کنید ایشانرا پیش ازنکه مس کنیس ایشانرا پس نیست شما را بر ایشاں

پھر انھیں طلاق دیدو انھیں ہاتھ لگانے سے پہلے تو تمہارے لئے ان پر نہیں ہے

مِنۡ عِدَّةٖ تَعۡتَدُّونَهَاۖ فَمَتِّعُوهُنَّ وَسَرِّحُوهُنَّ

ہیچ عدتی کہ شمارید آنرا پس بر خوردار سازید ایشانرا و بگذارید ایشانرا

کوئی عدت کہ جسے تم شمار کرو، پس انھیں کچھ نفع برتنے دو اور انھیں چھوڑ دو ۵

تفسیر اظہار العرفان

۱ یہ آیت [اور اس کے بعد والی آیت] ہمارے نبی ﷺ کے چھ اسماء پر مشتمل ہیں۔ قرآن، سنت اور کتب متقدمین میں ہمارے نبی ﷺ کے کثیر اسماء موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں آپ ﷺ کو محمد اور احمد فرمایا ہے۔ نبی کریم ﷺ خود اپنے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں میرے لئے پانچ اسماء ہیں میں محمد، احمد ہوں، میں ماحی ہوں جس کے سبب اللہ تعالیٰ کفر کو مٹائیگا، میں حاشر ہوں کہ لوگوں کو میرے قدموں پر جمع کیا جائیگا اور میں عاقب ہوں۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے لئے یہ اسماء گنتی کرائے میں محمد ہوں، احمد، مقفی، حاشر، نبی توبہ اور نبی رحمت۔ قاضی ابوبکر بن عربی نے اپنے احکام میں اسی آیت کریمہ کے تحت ۶۷ اسماء لکھے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ کے ایک سو اسی اسماء ہیں، آپ ہی سے مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان دونوں کو یمن کی جانب بھیجا اور فرمایا: جاؤ انھیں بشارت دو ان کے درمیان نفرت نہ دو، آسانی دو اور انھیں تنگی نہ دو پس بیشک اللہ تعالیٰ نے مجھ پر یہ آیت نازل فرمائی ہے۔ شَاهِدًا: اپنی امت پر تبلیغ کے باب میں اور تمام انبیاء کے بارے میں گواہ کہ انھوں نے تیرے پیغام کو لوگوں تک پہنچا دیا تھا۔ وَمُبَشِّرًا: مؤمنین کو جنت اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کی بشارت دینے والے۔ نَذِيرًا: نافرمانوں اور جھٹلانے والوں کو جہنم اور دائمی عذاب سے ڈرانے والے۔ (القرطبی)

۲ وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ: اللہ تعالیٰ کی توحید کی جانب بلانے اور کفر کو مٹانے والے۔ وَسِرَاجًا مُّنِيرًا: یعنی آپ گمراہی کی ظلمت سے نکالنے والے ہیں اور آپ روشن چراغ کی طرح ہیں۔ (القرطبی) ۳ حضرت ابن جریر نے حضرت عکرمہ اور حضرت حسن بصری سے روایت کی ہے کہ جب آیت لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ نازل ہوئی تو مؤمنوں میں سے بعض نے کہا یارسول اللہ ﷺ! ہم کو یہ معلوم ہو گیا کہ آپ کے ساتھ کیا ہوگا۔ ہم کو یہ بتائیے کہ ہمارے ساتھ کیا ہوگا؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے آیت لِيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنَّاتٍ اور سورہ احزاب کی یہی آیت نازل فرمائیں۔ فضل کبیر سے مراد جنت ہے۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) ۴ جو شخص دنیا و آخرت کے امور میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کیلئے کافی ہے۔ اس آیت کریمہ میں اشارہ ہے کہ توکل امر عظیم ہے جب انسان کسی معاملہ میں عاجز ہو جاتا ہے تو وہ اللہ ہی پر بھروسہ کر کے اپنے معاملہ کو اسی کی جانب سپرد کر دیتا ہے پس اللہ تعالیٰ اس کے امور دنیا اور آخرت کیلئے کافی ہو جاتا ہے۔ (صاوی) ۵ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ اور حضرت زینب بن جحش رضی اللہ عنہا کے طلاق کا قصہ بیان فرمادیا۔ حضرت زینب مدخول بھا [شوہر نے جس سے ہمبستری کی ہو] تھیں نبی کریم ﷺ نے ان کی عدت گذر جانے کے بعد انھیں نکاح کا پیغام دیا۔ اب اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ مؤمنین کو غیر مدخول بھا [نکاح کے بعد جس سے شوہر نے ہمبستری نہ کی ہو] کے طلاق کا حکم بیان فرمارہا ہے۔ پس ایسی عورت جسے اس کے شوہر نے چھونے سے پہلے طلاق دیدی ہو اس کیلئے عدت نہیں ہے، یہی نص کتاب اور اجماع امت سے ثابت ہے اور اگر شوہر نے عورت کو چھولیا ہو تو سب کا اس پر اجماع ہے کہ ایسی عورت پر عدت لازم ہے۔ (القرطبی)

سَرَاحًا جَمِيْلًا ﴿٤٩﴾ يٰٓاَيُّهَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ

بگذاشتن نیکو اے پیغمبر ہر آئنہ ما حلال کردیم تر زنان تو

عمدگی کے ساتھ۔ اے پیغمبر! بیشک ہم نے حلال کیا تمہارے لئے تمہاری ان عورتوں کو

الّٰتِیْٓ اٰتَيْتَ اُجُوْرَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ مِمَّآ اَفَآءَ

آنہا کہ دادی مہرہای ایشاں و آنچہ مالک شدہ است دست تو از آنچہ باز گردانید

جسے تم نے ان کا مہر دیدیا ہو اور وہ جس کا تمہارا ہاتھ مالک ہوا اس سے جسے لوٹا دیا

اللّٰهُ عَلَيْكَ وَبَنٰتِ عَمِّكَ وَبَنٰتِ عَمّٰتِكَ وَبَنٰتِ خَالِكَ

خدای بر تو و دختران عم ترا و دختران عمہاے ترا و دختران خالوی تو

اللہ نے تجھ پر اور تمہارے چچا کی بیٹیاں اور تمہارے پھوپھیوں کی بیٹیاں اور تمہارے ماموں کی بیٹیاں

وَبَنٰتِ خٰلٰتِكَ الّٰتِیْ هَاجَرْنَ مَعَكَ ز وَامْرَاَةً

و دختران خالہاے تو آنزنانیکہ ہجرت کردند با تو و زنان

اور تمہارے خالاؤں کی بیٹیاں وہ عورتیں جنہوں نے تمہارے ساتھ ہجرت کی اور مؤمنہ

مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِیِّ اِنْ اَرَادَ

مومنہ اگر بخشد نفس خود مر پیغمبر را اگر خواہد

عورت اگر وہ اپنی جان نبی کی نذر کرے اگر

النَّبِیُّ اَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا ق خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ

پیغمبر آنکہ نکاح آرد او را خالص کردہ مر ترا بجز

پیغمبر اسے نکاح میں لانا چاہے تو یہ عمل خالص تمہارے لئے ہے

الْمُؤْمِنِيْنَ ط قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِیْٓ اَزْوَاجِهِمْ

مومنان ہر آئنہ دانستہ ایم آنچہ فرض کردیم بر ایشاں در باب زنان ایشاں

مؤمنین کیلئے نہیں، بیشک ہمیں معلوم ہے جو ہم نے مقرر کیا ان پر انکی عورتوں کے باب میں ۱

۱ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے نکاح کا پیغام بھیجا تو میں نے عذر کیا اور آپ نے میرا عذر قبول فرمالیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے آیت اِنَّا اَحْلَلْنَا لَکَ تا اللّٰتِیْ هَاجَرْنَ مَعَکَ نازل ہوئی۔ میں نے آپ کے ہمراہ ہجرت نہ کی تھی اس لئے میں آپ کیلئے حلال نہ ہوئی۔ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا آپکے حقیقی چچا ابوطالب کی لڑکی اور حضرت علی ؓ کی سگی بہن تھیں۔ ان دونوں کی والدہ فاطمہ بن اسد بن ہاشم بن عبد مناف، رسول اللہ ﷺ کے والد جناب عبداللہ کی چچا زاد بہن تھیں۔ ان کا اصل نام فاختہ تھا۔ زمانۂ جاہلیت میں نبی ﷺ نے اپنے چچا ابوطالب سے ان کا رشتہ مانگا لیکن وہ ان کا رشتہ ہبیرہ بن وہب بن عمرو مخزومی کے ساتھ طے کر چکے تھے اس لئے یہ رشتہ نہ ہوسکا اور ام ہانی کی شادی ہبیرہ سے ہوگئی۔ فتح مکہ کے موقع پر ۸ھ میں ام ہانی نے اسلام قبول کرلیا لیکن ہبیرہ کفر پر قائم رہا اور نجران کو بھاگ گیا اور وہیں شرک پر مرا۔ جب کفر و اسلام نے ہبیرہ اور ام ہانی میں تفریق کردی تو رسول اللہ ﷺ نے براہِ راست ان کو شادی کا پیغام دیا مگر انھوں نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ! آپ مجھے اپنی آنکھوں کے نور سے بھی زیادہ پیارے ہیں لیکن خاوند کا حق عظیم ہے اور میں عیالدار ہوں اس لئے ڈرتی ہوں کہ اگر میں خاوند کا حق ادا کروں تو بچوں کے بعض حقوق ادا نہ کرسکوں گی اور اگر بچوں کے حقوق ادا کروں تو خاوند کے بعض حقوق ضائع کر بیٹھوں گی۔ رسول اللہ ﷺ نے ام ہانی کا یہ عذر قبول فرمالیا۔ ابن سعد نے ام ہانی کے غلام ابوصالح کے حوالے سے روایت کی ہے کہ جب ام ہانی کے بچے جوان ہوگئے تو انھوں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ نکاح کرنے کی خواہش ظاہر کی لیکن آپ نے فرمایا کہ اب نہیں کیونکہ اس وقت تک اَلّٰتِیْ هَاجَرْنَ مَعَکَ نازل ہوچکی تھی اور ام ہانی نے ہجرت نہ کی تھی۔ ابن سعد نے اللہ تعالیٰ کے قول وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً کے بارے میں حضرت عکرمہ سے روایت کی ہے کہ یہ آیت ام شریک دوسیہ کے بارے میں نازل ہوئی اور انھوں نے منیر بن عبداللہ دوَلی سے روایت کی ہے کہ ام شریک غزیہ بنت جابر بن حکیم دَوسیہ نے، جو نہایت خوبصورت عورت تھی اپنا نفس رسول اللہ ﷺ کو ہبہ کیا تو آپ نے قبول فرمالیا۔ اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ جب کوئی عورت کسی مرد کو اپنا نفس ہبہ کرتی ہے تو اس میں کوئی خیر نہیں۔ ام شریک نے کہا پس میں وہی ہوں اس پر اللہ تعالیٰ نے اسے مؤمنہ کے نام سے موسوم کرتے ہوئے آیت وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً نازل فرمائی۔ اس آیت کے نزول پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کی آرزو جلد پوری کر دیتا ہے۔ (لباب النقول فی اسباب النزول وحاشیہ لباب النقول) قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا الخ یعنی ہم نے واجب کئے ہیں مہر، باری کی تقسیم اگر مہر مقرر نہ کیا ہو تو جماع کے بعد مہر کا وجوب، ایک وقت میں چار عورتیں رکھنے کی اجازت اور ان کے بارے میں جو ان کی مملوکہ ہوں خواہ خریدی ہوں یا کسی اور طریقہ سے ملکیت میں آئی ہوں مگر وہ ایسی ہوں کہ مالک کیلئے حلال ہوں یعنی کتابیہ [یہودی یا عیسائی] ہوں مجوسی اور بت پرست نہ ہوں اور قربت سے پہلے استبراء رحم [نکاح سے پہلے اتنے عرصہ تک عورت کو روک لیا جائے کہ اسکا غیر حاملہ ہونا ظاہر ہوجائے] کرلیا ہو۔ ان کی تعداد معین نہیں کی نہ ان کی کوئی باری مقرر کی۔ (مظہری)

وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ لِكَيْلَا يَكُونَ عَلَيْكَ حَرَجٌ ۗ

و آنچہ مالک شدہ است دستہاے ایشاں یا نباشد بر تو تنگی

اور وہ جس کے مالک ہوئے ان کے ہاتھ تا کہ تم پر کوئی تنگی نہ ہو

وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا ﴿٥٠﴾ تُرْجِي مَن تَشَاءُ مِنْهُنَّ

و ہست خدای آمرزندہ و مہربان باز پس داری ہر کرا خواہی از ایشاں

اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ ان میں سے جسے چاہو پیچھے ہٹاؤ

وَتُؤْوِي إِلَيْكَ مَن تَشَاءُ ۖ وَمَنِ ابْتَغَيْتَ مِمَّنْ

و جای داری بسوے خود ہر کرا خواہی و ہر کرا مطلے از آنانکہ

اور ان میں سے جسے چاہو اپنی جانب جگہ دو اور جس کی تم نے خواہش کی ان میں سے جس سے

عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ ۚ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَن تَقَرَّ

کنارہ گرفتی پس نیست گناہ بر تو ایں نزدیک تر است آنکہ روشن شود

تم کنارہ کش ہو گئے تھے تو (جب بھی) تم پر کوئی گناہ نہیں، یہ قریب تر ہے اس سے کہ روشن ہوں

أَعْيُنُهُنَّ وَلَا يَحْزَنَّ وَيَرْضَيْنَ بِمَا آتَيْتَهُنَّ كُلُّهُنَّ ۚ

چشمہاے ایشاں و اندوہناک نشوند و خوشنود باشند بآنچہ دہی ایشانرا ہمہ آنرا

ان کی آنکھیں اور غمگین نہ ہوں اور سب کی سب راضی ہوں اس سے جو تم نے انھیں دیا

وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا فِي قُلُوبِكُمْ ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَلِيمًا ﴿٥١﴾

و خدای میداند آنچہ در دلہاے شما ست و ہست خدای دانا باربردبار

اور اللہ جانتا ہے جو تمہارے دلوں میں ہے اور اللہ جاننے والا بردبار ہے [١]

لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَاءُ مِن بَعْدُ وَلَا أَن تَبَدَّلَ بِهِنَّ

حلال نیست ترا زنان از پس ایں و نہ بدل کنی ایشانرا

ان کے بعد حلال نہیں ہیں تمہارے لئے عورتیں اور نہ بدلو ان کے عوض

[١] یہ آیت سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں دیکھ رہی ہوں کہ آپ کا رب آپ کی خواہش جلدی پوری کر دیتا ہے۔ دوسری روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: مجھے ان عورتوں پر غیرت آتی تھی جو اپنی ذات کو رسول اللہ ﷺ کیلئے ہبہ کرتی تھیں اور میں کہتی تھی کیا عورت اپنے آپ کو ہبہ کر سکتی ہے؟ جب یہ آیت نازل ہوئی تو میں نے کہا مجھے دکھائی دے رہا ہے کہ آپ کا رب آپ کی خواہش جلد پوری کر دیتا ہے۔ تُرْجِیُ کا معنی ہے آپ جس کو چاہیں پیچھے کر دیں۔ اس آیت کی تفسیر میں اہل تفسیر کا اختلاف ہے سب سے زیادہ مشہور قول یہ ہے کہ اس آیت کا نزول باری تقسیم کرنے کے سلسلے میں ہوا۔ پہلے عورتوں پر باری تقسیم کرنا رسول اللہ ﷺ پر واجب تھا اس آیت کے نزول کے بعد برابری رکھنے کا حکم ساقط ہو گیا اور عورتوں کے معاملہ میں رسول اللہ ﷺ کو پورا اختیار دیدیا گیا۔ ابو زید اور ابن زید نے کہا کہ اس آیت کا نزول اس وقت ہوا جب بعض امہات المؤمنین نے رسول اللہ ﷺ کے سلسلے میں رشک کیا اور بعض نے زیادہ مصارف طلب کئے تو رسول اللہ ﷺ نے ایک ماہ تک سب سے ترک تعلق کر لیا تھا یہاں تک کہ آیت تخییر نازل ہوئی۔ اور اللہ تعالیٰ نے حکم دیدیا کہ عورتوں کو اختیار دیدو وہ دنیا کو پسند کر لیں یا آخرت کو، جو دنیا کو پسند کریں ان کے لئے راستہ میں رکاوٹ پیدا نہ کرو یعنی ان کو آزاد کر دو۔ اور جو اللہ اور اسکے رسول کو اختیار کریں ان کو اپنے پاس رکھو لیکن شرط یہ ہے کہ مؤمنین کی مائیں ہونگی کبھی کسی اور سے نکاح نہیں کر سکیں گی اور ایک شرط یہ بھی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کو اختیار ہوگا کہ ان میں سے جس کو چاہیں گے رسول اللہ ﷺ اپنے پاس رکھیں گے اور جس کو چاہیں گے دور رکھیں گے، رسول اللہ ﷺ کو یہ اختیار بھی ہوگا کہ جس کی باری چاہیں مقرر کریں چاہیں نہ کریں اور مصارف اور باری کی تقسیم میں جس کو چاہیں ترجیح دیں، یہ سارے اختیارات رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ میں ہونگے۔ یہ خصوصیت صرف رسول اللہ ﷺ کو عطا کی گئی تھی۔ امہات المؤمنین نے یہ سارے اختیارات مان لئے اور ان شرائط پر آپ کے ساتھ رہنے پر راضی ہو گئیں۔ بغوی نے لکھا ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد رسول اللہ ﷺ نے کیا کسی کو باری کی تقسیم سے خارج کر دیا تھا یا نہیں؟ اس روایات میں اختلاف ہے، بعض کا قول ہے کہ باوجود کامل اختیار مل جانے کے رسول اللہ ﷺ نے سوائے حضرت سودہ کے اور کسی بیوی کو باری کی تقسیم سے خارج نہیں کیا تھا۔ حضرت سودہ خود اپنے حقوق سے دستبردار ہو گئیں اور انھوں نے اپنی باری کا دن حضرت عائشہ کو دیدیا۔ بعض لوگوں کا قول ہے کہ اختیار ملنے کے بعد بعض بیویوں کو تقسیم سے خارج کر دیا تھا۔ حضرت مجاہد نے تُرْجِیُ مَنْ تَشَاءُ مِنْهُنَّ کا مطلب بیان کیا ہے کہ آپ جس بیوی سے بغیر طلاق کنارہ کش رہنا چاہیں کنارہ کش رہیں۔ اور کنارہ کش ہونے کے بعد اگر پھر اس کو بغیر تجدید نکاح کے اپنے پاس واپس لانا چاہیں تو لا سکتے ہیں، بعض کے نزدیک مطلب یہ ہے کہ آپ جس بیوی کو چاہیں طلاق دیدیں اور جس کو چاہے اپنے عقد میں باقی رکھیں۔ (مظہری)

مِنۡ اَزۡوَاجٍ وَّلَوۡ اَعۡجَبَكَ حُسۡنُهُنَّ اِلَّا مَا مَلَكَتۡ

از زنان و اگر بعجب کنی ترا خوبی مگر آنچہ مالک شدہ است

اور بیویاں اگرچہ تمہیں اس کے حسن سے تعجب ہو مگر وہ جس کا مالک ہوا ہو

يَمِيۡنُكَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ رَّقِيۡبًا ﴿۵۲﴾ يٰۤاَيُّهَا

دست تو و ہست خدای بر ہمہ چیز نگہبان اے

تمہارا ہاتھ' اور اللہ ہر چیز پر نگہبان ہے ۱ اے

الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَدۡخُلُوۡا بُيُوۡتَ النَّبِىِّ اِلَّاۤ اَنۡ

مسلمانان در میائید بخانہ پیغمبر مگر آنکہ

مسلمانو! پیغمبر کے گھر میں داخل نہ ہو مگر یہ کہ

يُّؤۡذَنَ لَـكُمۡ اِلٰى طَعَامٍ غَيۡرَ نٰظِرِيۡنَ اِنٰٮهُ ۙ وَلٰـكِنۡ

دستوری دادہ شود شما را بخوردن طعام منتظر ہستید رسدن آں و لیکن

تمہیں اجازت دی جائے کھانا کھانے کی غرض سے اسکے پہنچنے کا منتظر نہ رہو لیکن

اِذَا دُعِيۡتُمۡ فَادۡخُلُوۡا فَاِذَا طَعِمۡتُمۡ فَانۡتَشِرُوۡا وَلَا

چوں خواندہ شوید پس در آئید پس چوں طعام خوردید پس پراگندہ شوید و

جب بلائے جاؤ تو داخل ہو جاؤ پھر جب کھانا کھا چکو تو اِدھر اُدھر بکھر جاؤ اور

مُسۡتَاۡنِسِيۡنَ لِحَدِيۡثٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكُمۡ كَانَ يُؤۡذِى

آرام میگیرید برائے سخن کردن ہر آئنہ ایں ہست کہ میرنجاند

بات کرنے کی غرض سے آرام نہ کرو' بیشک یہ ہے کہ (جس سے) تکلیف پہنچتی ہے

النَّبِىَّ فَيَسۡتَحۡىٖ مِنۡكُمۡ وَاللّٰهُ لَا يَسۡتَحۡىٖ مِنَ الۡحَـقِّ ؕ

پیغمبر پس حیا کند از شما و خدا حیا نکند از راست

نبی کو' پس وہ تم سے حیا فرماتے تھے اور اللہ حق (بیان کرنے) سے حیا نہیں فرماتا ہے

۱ بغوی نے لکھا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے بیویوں کو اختیار دیدیا اور بیویوں نے اللہ اور اس کے رسول کو ہی اختیار دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی قدر دانی فرمائی اور پیغمبر کیلئے موجودہ بیویوں کے علاوہ دوسری عورتوں کو حرام کر دیا اور اس کی ممانعت بھی کر دی کہ ان بیویوں میں کسی کو طلاق دے کر کسی اور عورت سے نکاح کر سکیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت قتادہ کا یہی قول ہے۔ اس امر میں علماء کا اختلاف ہے کہ اس ممانعت کے بعد کیا پھر دوسری عورتوں سے نکاح کرنے کی اباحت کا کوئی حکم نازل کیا گیا یا نہیں؟ عطاء نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات سے پہلے اللہ تعالیٰ نے آپ کیلئے حلال کر دیا تھا کہ جن عورتوں سے سوائے محرم کے آپ نکاح کرنا چاہیں کر سکتے ہیں۔ آیت تُرۡجِیۡ مَنۡ تَشَآءُ مِنۡهُنَّ وَتُـــٔوِیۡ الخ میں اس کی اجازت دیدی گئی تھی کیونکہ یہ آیت اگرچہ ترتیب قرأت میں پہلے ہے لیکن نزول میں مؤخر ہے۔ بغوی نے لکھا ہے کہ حضرت عکرمہ اور حضرت ضحاک نے کہا' آیت کا معنی یہ ہے کہ جن عورتوں کا صفات متقدمہ کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے ان کے بعد دوسری عورتوں سے آپ کیلئے نکاح حلال نہیں۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی: اگر رسول اللہ ﷺ کی [ساری] بیویاں وفات پا جاتیں تو کیا آپ کیلئے جدید نکاح کرنا جائز تھا؟ فرمایا اس کی ممانعت کرنی والی کیا چیز تھی؟ عرض کیا گیا اللہ تعالیٰ نے فرما دیا تھا لَا یَحِلُّ لَکَ النِّسَآءُ مِنۡ بَعۡدُ۔ فرمایا: آیت یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَحۡلَلۡنَا لَکَ اَزۡوَاجَکَ الخ میں اللہ نے ایک خاص قسم کی عورتیں آپ کیلئے حلال کر دی تھیں پھر [اور قسم کی عورتیں حرام کرنے کیلئے] فرمایا لَا یَحِلُّ لَکَ النِّسَآءُ مِنۡ بَعۡدُ۔ ابو صالح نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا گیا تھا کہ نہ کسی اعرابی عورت سے نکاح کریں نہ کسی عام عربی عورت سے بلکہ اپنے قبیلہ کنبہ کی عورتوں سے نکاح کریں۔ حضرت مجاہد نے یہ مطلب بیان کیا ہے کہ مسلم عورتوں کے بعد کسی یہودن یا عیسائی عورت سے نکاح کرنا آپ کیلئے حلال نہیں' نہ یہ جائز ہے کہ مسلمان عورتوں کو چھوڑ کر ان کی جگہ غیر مسلمہ سے نکاح کرو۔ مطلب یہ ہے کہ ام المؤمنین نہ کوئی یہودی عورت ہو سکتی ہے نہ عیسائی عورت۔ ہاں کتابی مذہب کی باندیاں اس حکم سے مستثنیٰ تھیں۔ حضرت ضحاک نے اَنۡ تَبَدَّلَ بِهِنَّ کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ جو بیویاں آپ کے نکاح میں ہیں ان کو طلاق دے کر دوسری عورتوں سے نکاح کرنا آپ کیلئے حلال نہیں۔ ابن زید نے اَنۡ تَبَدَّلَ بِهِنَّ کی تشریح میں کہا کہ جاہلیت کے زمانے میں لوگ بیویوں کو بدلی کر لیتے تھے ایک شخص دوسرے سے کہتا تھا اپنی بیوی سے میری بیوی بدل لو مجھے اپنی بیوی دیدو میں اپنی بیوی تم کو دیدونگا اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ بیویوں کا تبادلہ آپ کیلئے حلال نہیں۔ مسئلہ: بغوی نے لکھا ہے کہ آیت میں دلیل ہے کہ جس عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہو اس کو دیکھنا جائز ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر تم میں سے کوئی کسی عورت کو نکاح کا پیام دینا چاہتا ہو اور اس کیلئے ان اعضاء کا دیکھنا جو نکاح کی دعوت دیں ممکن ہو تو ایسا کرلے۔ (مظہری)

وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ؕ

و چوں خواہید او را بر خورداری پس پرسید از ایشاں از پس پردہ

اور جب تم ان سے برتنے کا سامان مانگو تو ان سے پردہ کے پیچھے سے مانگو

ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ ؕ وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ

ایں پاکیزہ تر است دلہاے شما و دلہاے ایشاں و نیست شما را آنکہ

یہ پاکیزہ تر ہے تمہارے دلوں کیلئے اور ان کے دلوں کیلئے، اور تمہارے لئے نہیں ہے کہ

تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَاۤ اَنْ تَنْكِحُوْۤا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖۤ

میرنجانید فرستادۂ خدای و نشاید آنکہ نکاح کنید زنان او را از پس او

اللہ کے رسول کو تکلیف پہنچاؤ اور نہ یہ مناسب ہے کہ تم ان کی بیویوں سے ان کے بعد کبھی بھی نکاح کرو

اَبَدًا ؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا ۝۵۳ اِنْ تُبْدُوْا

ہر گز ہرآئنہ ایں ہست شما را نزد خدای بزرگ اگر آشکارا کنید

تمہارا یہ (عمل) اللہ کے نزدیک بڑا ہے [1] اگر تم ظاہر کرو

شَيْـًٔا اَوْ تُخْفُوْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۝۵۴ لَا

چیزیرا یا پنہاں دارید پس ہر آئنہ خدا ہست بہمہ چیز دانا نیست

کسی چیز کو یا چھپائے رکھو تو بیشک اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے [2] نہیں ہے

جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ فِيْۤ اٰبَآئِهِنَّ وَلَاۤ اَبْنَآئِهِنَّ وَلَاۤ اِخْوَانِهِنَّ

گناہ بر ایشاں در پدران ایشاں و پسران خود نہ برادران خود

ان پر کوئی گناہ ان کے باپ اور نہ ان کے بیٹے اور نہ ان کے بھائی

وَلَاۤ اَبْنَآءِ اِخْوَانِهِنَّ وَلَاۤ اَبْنَآءِ اَخَوٰتِهِنَّ وَلَا نِسَآئِهِنَّ

و نہ پسران برادران خود و نہ پسران خواہران خود و نہ زنان ایشاں

اور نہ ان کے بھائی کے بیٹے اور نہ انکی بہن کے بیٹے اور نہ ان کی عورتیں

[1] شیخین نے حضرت انس ؓ سے روایت کی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے زینب بن جحش رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تو آپ نے ولیمہ کی دعوت دی۔ لوگ کھانے سے فارغ ہو کر بیٹھے باتیں کرتے رہے۔ اس پر آپ نے ایسا انداز اختیار کیا کہ جیسے آپ اٹھنے کا ارادہ رکھتے ہوں لیکن پھر بھی لوگ نہ اٹھے۔ آخر آپ خود اٹھ کر چلے گئے اور لوگوں میں سے بھی جس نے اٹھنا تھا اٹھ کر چلا گیا لیکن تین آدمی پھر بھی بیٹھے رہے۔ جب یہ تین آدمی بھی اٹھ کر چلے گئے تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس کی اطلاع دی اور آپ واپس آ کر اپنے گھر میں داخل ہو گئے' میں بھی اندر جانے کیلئے آگے بڑھا لیکن آپ نے میرے اور اپنے درمیان پردہ ڈال دیا اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک شخص نبی ﷺ کے پاس آیا اور بہت دیر تک بیٹھا رہا۔ نبی ﷺ اس کے پاس سے تین بار اٹھ کر گئے تا کہ وہ چلا جائے لیکن پھر بھی وہ بیٹھا رہا۔ اسی اثناء میں حضرت عمر ؓ آ گئے۔ انھوں نے دیکھا کہ آپ کا چہرہ متلون ہے تو اس شخص سے کہا کہ شاید تو نے نبی ﷺ کو اذیت دی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں تین بار یہاں سے اٹھ چکا ہوں تا کہ یہ شخص چلا جائے لیکن یہ نہیں گیا اس پر حضرت عمر ؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! کاش آپ پردے کا حکم دیتے۔ آپ کی بیویاں عام عورتوں کی طرح نہیں ہیں۔ ان کے دلوں کیلئے پردہ زیادہ پاکدامنی کا باعث ہوگا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ ان احادیث میں اس طرح تطبیق کی جا سکتی ہے کہ یہ واقعہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے قصے سے ذرا پہلے پیش آیا اور حضرت زینب کے قصے کے ساتھ اس کے قرب زمانی کی وجہ سے اسے بھی اس آیت کا شانِ نزول قرار دیا گیا اور تعداد اسباب میں کوئی چیز مانع نہیں ہے۔ حضرت محمد بن کعب کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ گھر تشریف لاتے تو آپ کی مجلس میں بیٹھنے کیلئے لوگ دوڑ دوڑ کر ایک دوسرے پر سبقت کرتے۔ شرم وحیا کی وجہ سے نہ آپ ترش روئی کرتے اور نہ کھانے کی طرف ہاتھ بڑھاتے آیت لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ بطور عتاب کے نازل ہوئی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) وَلَا اَنْ تَنْكِحُوْۤا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖۤ اَبَدًا: علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد ازواج نبی ﷺ کا نکاح باقی ہے یا زائل ہو گیا' اور اگر نکاح زائل ہو گیا تو ان ازواج نبی ﷺ پر عدت لازم ہے یا نہیں؟ پس کہا گیا ہے کہ ان پر عدت لازم ہے اس لئے کہ عدت عبادت ہے' یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپکی ازواج پر عدت لازم نہیں ہے اس لئے کہ عدت مدت تربص ہے تا کہ دوسرے سے نکاح مباح ہو جائے اور یہی یعنی ان پر عدت کا نہ ہونا صحیح ہے۔ (القرطبی) [2] یعنی اللہ تعالیٰ ان تمام کو جانتا ہے جسے تم ظاہر کرتے ہو اور ان تمام کو بھی جانتا ہے جسے تم چھپاتے ہو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ مَا كَانَ وَمَا يَكُوْنُ کا جاننے والا ہے۔ نہ کوئی شے ماضی میں اس ذات پر مخفی تھی اور نہ مستقبل میں مخفی ہو سکتی ہے۔ اس آیت کریمہ میں پچھلی آیت کے واقعہ کی جانب اشارہ ہے' بعض نے کہا کہ جو معتقدات تم چھپاتے ہو اسے بھی اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور جو ظاہر کرتے ہو اسے بھی اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ (القرطبی)

تفسیر اظہار العرفان

وَلَا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ ۚ وَاتَّقِيْنَ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ

و نہ آنچہ مالک شدہ است دستہاے ایشان و بترسید از خدای ہر آئنہ خدای ہست

اور نہ وہ جس کے مالک ہوئے ان کے ہاتھ کے بارے میں اور اللہ سے ڈرو، بیشک اللہ

عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا ﴿۵۵﴾ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ

بر ہمہ چیز گواہ ہر آئنہ خدای و فرشتگان او درود خوانند

ہر چیز پر گواہ ہے [۱] بیشک اللہ اور اس کے فرشتے درود پڑھتے ہیں

عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا

بر پیغمبر اے مسلمانان درود گوئید برو و سلام گوئید

نبی پر، اے مسلمانو! تم (بھی) درود پڑھو ان پر اور خوب سلام

تَسْلِيْمًا ﴿۵۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ

سلام کردنے ہر آئنہ آنانکہ ایذا دہند خدایرا و رسول او را براند ایشانرا

پڑھو [۲] بیشک وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں ان پر

اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿۵۷﴾

خدای در دنیا و در آخرت و آمادہ کردہ است براے ایشاں عذاب خوار کنندہ

اللہ نے دنیا اور آخرت میں لعنت کی اور ان کیلئے تیار کیا ہے خوار کرنے والا عذاب [۳]

وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا

و آنانکہ ایذا دہند مومنانرا و زنان مومنہ بغیر آنچہ

اور وہ لوگ جو ایذا دیتے ہیں مؤمنین اور مؤمنہ عورتوں کو

اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿۵۸﴾ يٰٓاَيُّهَا

کسب کردند پس ہر آئنہ بردارند دروغی و گناہ بیدا اے

بغیر کچھ کئے تو بیشک انھوں نے جھوٹ اور کھلا گناہ اٹھایا [۴] اے

[۱] علامہ قرطبی کہتے ہیں کہ جب آیت حجاب نازل ہوئی تو باپ دادا اور بیٹے کہنے لگے کہ یارسول اللہ ﷺ! کیا ہم لوگ بھی پردے کے پیچھے سے کلام کریں اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (صفوۃ التفاسیر)

[۲] یہ ہے وہ آیت کہ جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو حیات وممات دونوں میں شرف عطا فرمایا۔ علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ يُصَلُّوْنَ میں جو ضمیر ہے وہ کس جانب راجع ہے [اللہ تعالیٰ یا ملائکہ کی جانب] ایک گروہ کا کہنا ہے کہ یہ ضمیر اللہ تعالیٰ اور ملائکہ دونوں کی جانب راجع ہے۔ صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا: اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اپنے نبی حضرت محمد ﷺ پر درود پڑھنے کا حکم دیا۔ درود پڑھنے کے حکم میں عَلَى النَّبِيِّ فرمایا عَلٰى اَنْبِيَاءِ ہ نہیں فرمایا اس سے نبی کریم ﷺ کی شرافت دوسرے انبیاء پر بھی ظاہر ہو رہی ہے۔ اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ زندگی میں ایک مرتبہ درود شریف پڑھنا فرض ہے۔ اس میں اختلاف ہے کہ کب واجب ہے، بعض نے کہا کہ جب جب آپکا ذکر ہو درود شریف واجب ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے تو وہ جہنم میں داخل ہوا اور اللہ اسے دور کرے [جنت سے] دوسرے گروہ کا کہنا ہے کہ ہر مجلس میں ایک مرتبہ واجب ہے اگرچہ تکرار کے ساتھ آپ کا نام مبارک ذکر کیا جائے۔ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا: قاضی ابوبکر بن بکیر کہتے ہیں کہ یہ آیت نبی ﷺ پر نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے اصحاب کو حکم دیا کہ آپ ﷺ پر خوب سلام بھیجیں۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ تشریف لائے آپ کے چہرے پر خوشی تھی، میں نے عرض کی کہ ہم آپ کے چہرے پر خوشی دیکھ رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ایک فرشتہ میرے پاس آیا تھا اور اس نے کہا اے محمد ﷺ! بیشک آپ کا رب فرماتا ہے کہ کیا آپ اس پر راضی نہیں؟ کہ جو شخص آپ پر ایک مرتبہ درود پڑھے گا میں اس پر دس رحمتیں نازل کرونگا اور جو آپ پر ایک مرتبہ سلام بھیجے گا میں اس پر دس مرتبہ سلام بھیجوں گا۔ (القرطبی) [۳] بغوی نے لکھا ہے کہ یہودی، عیسائی اور مشرک اللہ تعالیٰ کو یوں ایذا پہنچاتے تھے کہ یہودی کہتے عزیر ابن اللہ ہیں، اللہ کا ہاتھ بندھا ہوا ہے اور ہم غنی ہیں اور اللہ فقیر ہے۔ عیسائی یوں ایذا پہنچاتے کہ مسیح ابن اللہ ہیں اور مشرکین یوں ایذا دیتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہراتے تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ لوگوں نے اللہ کے رسول ﷺ کے چہرے کو زخمی کر دیا، آپ کے دانت مبارک کو شہید کیا، کسی نے آپ کو ساحر کہا اور کسی نے دیوانہ کہا [یہ سب اللہ کے رسول ﷺ کو ایذا پہنچانے کی صورتیں ہیں] مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ ایسے کام کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو ناپسند ہیں۔ (مظہری) [۴] یعنی مؤمنین ومؤمنات کو بھی افعال اور اقوال قبیحہ اذیت دیتے ہیں جیسے بہتان، جھوٹ اور فحش وغیرہ۔ کہا گیا ہے کہ اس آیت کا نزول اسوقت ہوا جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انصار کی ایک عورت کو مارا اور اس کی زینت کو ناپسند کیا وہ عورت جب اپنے اہل میں گئی تو ان کے اہل زبان سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اذیت پہنچانے لگے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ آیت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی، منافقین انہیں جھٹلا کر ایذا دیتے تھے۔ (القرطبی)

النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ

پیغمبر بگو مر زنان خود را و دختران خود را و زنان مومنان

پیغمبر! آپ فرما دیجئے اپنی بیویوں اور اپنی بیٹیوں اور مومنہ عورتوں سے

يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ

نزدیک گردانند بر ایشاں از چادران ایشاں ایں کمتر است آنکہ

کہ اپنے اوپر اپنی چادریں ڈال رکھیں' یہ کمتر ہے اس کے کہ

يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۵۹﴾ لَئِنْ

بشناسند پس ایذا دادہ نشوند و ہست خدای آمرزندہ و مہربان اگر

وہ پہچانی جائیں پس ایذا نہ دی جائینگی اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے ۱؎ اگر

لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ

باز نایستند منافقان و آنانکہ در دلہاے ایشاں بیماریست

باز نہ آئیں منافقین اور وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے

وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ

و از حیف در شہر ہر آئنہ بر گماریم بتو پس ہمسائیگی نکنند

اور شہر میں جھوٹ اڑانے والے تو ضرور ہم تمھیں مقرر کرینگے پھر وہ نہ رہیں گے (تمہارے ساتھ)

فِيْهَآ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۶۰﴾ۛ مَّلْعُوْنِيْنَ ۛ اَيْنَمَا ثُقِفُوْٓا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا

دران مگر اندکے راندگان ہر جا کہ یافتہ شوند گرفتہ شوند و کشتہ شوند

اس میں مگر تھوڑے ۲؎ لعنت کئے ہوئے، جہاں کہیں ملیں پکڑے جائیں اور خوب قتل کئے جائیں

تَقْتِيْلًا ﴿۶۱﴾ سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ۚ وَلَنْ

کشتنی سنت نہاد خدای در آنانکہ گذشتند پیش ازیں و ہر گز

جائیں ۳؎ اللہ کا بنایا ہوا دستور ان لوگوں میں جو اس سے پہلے گذر چکے ہیں اور ہر گز

معانقۃ ۱۲ عند المتأخرین ۱۲

۱؎ بخاری نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ حضرت سَودہ رضی اللہ عنہا پردہ کے احکام نازل ہونے کے بعد رفع حاجت کیلئے باہر نکلیں۔ آپ ایک جسیم عورت تھیں اس لئے آپ کو جاننے والا جو شخص بھی انھیں دیکھتا تھا پہچان لیتا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انھیں دیکھ کر کہا کہ اے سَودہ! تم ہم سے چھپ نہیں سکتیں اس لئے باہر نکلنے کی کوئی تدبیر سوچو [حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ مقولہ ان کی شدتِ غیرت کی بناء پر تھا اور اس لئے کہ پردے کا حکم نازل ہونے کیلئے بہت زیادہ متمنی تھے] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ حضرت سَودہ واپس لوٹ آئیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے' جو اس وقت میرے گھر میں عشاء کا کھانا تناول فرما رہے تھے اور آپ کے ہاتھ میں ایک پُر گوشت ہڈی تھی' کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں اپنی حاجت کیلئے باہر نکلی تو حضرت عمر نے مجھ سے یہ یہ باتیں کہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اسی وقت وحی نازل فرمائی اور ابھی وہ گوشت سے پُر ہڈی آپ کے ہاتھ ہی میں تھی جسے آپ نے نیچے نہ رکھا تھا کہ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حاجت کیلئے تم کو باہر نکلنے کی اجازت دی ہے۔ ابن سعد نے طبقات میں حضرت ابو مالک سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں قضائے حاجت کیلئے باہر نکلتی تھیں اور منافقین راستے میں انھیں چھیڑتے تھے جب ازواج مطہرات نے ان کی شکایت کی اور منافقین سے اس بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے کہا ہم تو لونڈیوں کو چھیڑتے ہیں اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جب وصال ہوا تو آپ کی نو بیویاں اس وقت موجود تھیں۔ پانچ قریش میں سے، حضرت عائشہ' حضرت حفصہ' حضرت ام حبیبہ' حضرت سَودہ اور حضرت ام سلمہ۔ تین عام عرب میں سے حضرت میمونہ' حضرت زینب بنتِ جحش اور حضرت جویریہ اور ایک بنو ہارون میں سے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہن۔ واضح رہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام اولاد حضرت خدیجہ سے ہے سوائے حضرت ابراہیم کے۔ آپ کی اولاد میں سے سوائے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے سب کا انتقال آپ کی حیات طیبہ ہی میں ہوگیا۔ (القرطبی) ۲؎ طاؤس کہتے ہیں کہ یہ آیت عورتوں کے معاملات کے بارے میں نازل ہوئی۔ سلمی بن کھیل کہتے ہیں کہ یہ آیت اصحابِ فواحش کے بارے میں نازل ہوئی۔ کہا گیا ہے کہ منافقین اور وہ لوگ جن کے دلوں میں مرض ہے دونوں ایک ہی ہیں پس دو لفظوں سے تعبیر کی گئی۔ اہل تفسیر کہتے ہیں کہ اس آیت میں جو تین اوصاف بیان کئے گئے ہیں وہ سب ایک ہی ہیں۔ حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ وَالْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ وہ لوگ ہیں جو مدینہ منورہ میں جھوٹی خبریں پھیلاتے تھے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سرایا پر بھیجتے تھے تو یہ لوگ افواہ اڑاتے کہ ان سب کو دشمنوں نے مار دیا ہے یا وہ سب بھاگ گئے ہیں اور دشمن بہت جلد مدینہ پر حملہ آور ہونے والا ہے۔ (القرطبی) ۳؎ مطلب یہ ہے کہ اگر یہ نفاق پر ڈٹے رہے تو اس لائق نہیں ہیں کہ مدینہ میں رہیں بلکہ انھیں بھگا دیا جائے۔ جب سورہ برأت نازل ہوئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کام کو انجام دیا پس آپ فرماتے یَا فُلَانُ قُمْ فَاخْرُجْ فَاِنَّکَ مُنَافِقٌ وَیَا فُلَانُ قُمْ یعنی اے فلاں تو کھڑا ہو اور نکل جا اس لئے کہ تو منافق ہے اور اے فلاں تو بھی کھڑا ہو جا۔ (القرطبی)

تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ﴿٦٢﴾ يَسْئَلُكَ النَّاسُ عَنِ

نیابی مر سنت خدایرا بدلے می پرسند ترا مردمان از

اللہ کے دستور کیلئے کوئی تبدیلی نہ پاؤ گے ا لوگ آپ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں

السَّاعَةِ ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ

قیامت بگو جز ایں نیست دانستن آں نزد خدا ست و نشاید ترا شاید کہ

آپ فرما دیجئے اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ اسکا علم اللہ کے پاس ہے اور تمہیں کیا معلوم شاید کہ

السَّاعَةَ تَكُوْنُ قَرِيْبًا ﴿٦٣﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَعَنَ الْكٰفِرِيْنَ وَاَعَدَّ

قیامت باشد نزدیک ہر آئنہ خدای لعنت کند کافرانرا و آمادہ کردہ است

قیامت قریب ہو ٢ بیشک اللہ نے کافروں پر لعنت فرمائی اور تیار کی ہے

لَهُمْ سَعِيْرًا ﴿٦٤﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۚ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا

برائے ایشاں آتش دوزخ ہمیشہ باشند دراں جاوید نیابند دوستی و نہ

ان کیلئے دوزخ کی آگ ٣ اس میں ہمیشہ رہیں گے نہ دوست پائیں گے اور نہ

نَصِيْرًا ﴿٦٥﴾ يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِى النَّارِ يَقُوْلُوْنَ

یاری روزیکہ بگرداند رویہاے ایشاں در آتش میگویند

کوئی مددگار ٤ جس روز ان کے چہرے آگ میں پھیریں جائیں گے کہیں گے

يٰلَيْتَنَآ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا ﴿٦٦﴾ وَقَالُوْا رَبَّنَآ اِنَّآ

اے کاشکے ما را فرمانبردیم خدایرا و فرمانبردیم پیغمبر را و گفتند پروردگار ما کہ ما

اے کاش ہم اللہ کی فرمانبرداری کر لیتے اور رسول کی فرمانبرداری کر لیتے ٥ اور کہیں گے اے ہمارے رب!

اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا ﴿٦٧﴾ رَبَّنَآ

فرمانبردیم مہتران و بزرگان خود را پس گمراہ کرد ما را راہ اے پروردگار ما

ہم نے اپنے سرداروں اور اپنے بڑوں کا کہا مانا پس انھوں نے ہمیں راہ سے گمراہ کر دیا ٦ اے ہمارے رب!

تفسیر اظہار العرفان

ا یعنی جو لوگ انبیاء سے منافقانہ سلوک کرتے تھے اور سنسنی خیز خبریں پھیلا کر انبیاء کے مشن کو کمزور کرنا چاہتے تھے ان کو قتل کرنے کا ضابطہ اللہ تعالیٰ نے مقرر کر دیا تھا اور اللہ اپنا دستور بدلتا نہیں ہے اور نہ کسی میں اتنی طاقت ہے کہ اس کے دستور کو تبدیل کر سکے۔ (مظہری)

٢ یعنی اے محمد ﷺ! یہ مشرکین آپ سے قیامت کے بارے میں بطور استہزاء سوال کرتے ہیں، آپ فرما دیجئے اس کا علم اللہ کے پاس ہے۔ (صفوۃ التفاسیر) یعنی سوال کے وقت کوئی اس پر مطلع نہیں تھا، ورنہ ہمارے نبی ﷺ اس دنیا سے تشریف نہیں لے گئے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جمیع مغیبات پر مطلع فرما دیا اور ان جمیع مغیبات میں سے قیامت کا علم بھی ہے لیکن اسے چھپانے کا حکم تھا۔ (صاوی) لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُوْنُ قَرِيْبًا: شاید وہ گھڑی قریب ہی ہو یعنی قیامت۔ جو ضرور آنے والی ہے وہ قریب ہے [خواہ کتنی مدت کے بعد آئے] لَعَلَّ ظاہر کر رہا ہے کہ قیامت کا آنا ضروری اور لازم ہے۔ اس جملہ میں ان لوگوں کیلئے تہدید ہے جو بطور استہزاء و تکذیب قیامت کے جلد آ جانے کے طلبگار تھے اور ان لوگوں کو خاموش کر دیا گیا ہے جو محض ضد کی وجہ سے منکر تھے۔ (مظہری) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کی علامات میں سے یہ ہے کہ علم اٹھا لیا جائیگا اور جہالت عام ہوگی اور شراب نوشی عام ہوگی اور زنا عام ہوگا۔ دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: علم کی قلت ہوگی اور جہالت ظاہر ہوگی اور زنا عام ہوگا اور عورتوں کی کثرت ہوگی اور مردوں کی کمی ہوگی۔ یہاں تک کہ ایک مرد کی کفالت میں پچاس عورتیں ہونگیں [بخاری شریف کی روشنی میں علامات قیامت میں سے کچھ یہ ہیں (١) فتنہ کی کثرت (٢) غیر اہل کو معاملات سپرد کرنا (٣) رفع علم (٤) جہالت کا عام ہونا (٥) شراب نوشی کا عام ہونا (٦) زنا کا عام ہونا (٧) عورتوں کی کثرت (٨) مردوں کی قلت (٩) علماء ناپید ہونگے (١٠) اولاد کا نافرمان ہونا (١١) نچلے طبقے کا امیر ہونا] (بخاری) ٣ یعنی مطلق کافرین پر لعنت ہے نہ کہ صرف حشر کے منکرین اور رسول کے معاندین پر۔ ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے دور کریگا۔ سَعِيْرًا: یعنی بھڑکتی ہوئی آگ۔ (روح البیان)

٤ یعنی ایسی بھڑکتی ہوئی آگ میں وہ سب ہمیشہ رہیں گے۔ اَبَدًا کی قید دوام میں مبالغہ پیدا کرنے کیلئے ہے۔ یہ لوگ جہنم سے نکلنے کیلئے معاون کو تلاش کرینگے لیکن یہ لوگ اپنے لئے کوئی معاون نہیں پائیں گے۔ (روح البیان) ٥ یعنی جس طرح آگ پر گوشت بھونتے وقت اسے الٹ پلٹ کرتے ہیں اسی طرح ان کے چہروں کو جہنم میں الٹ پلٹ کیا جائیگا، یا یہ مطلب ہے کہ انھیں ہانڈی میں ڈال کر الٹ پلٹ کیا جائیگا تاکہ پوری طرح جھلس جائیں، یا یہ مطلب ہے کہ انھیں چہرے کے بل جہنم میں پھینکا جائیگا۔ (روح البیان) ٦ یعنی اللہ کی طاعت کی بجائے ہم نے ان سرداروں کی اطاعت کی اور شریعت کی اطاعت کی بجائے ہم نے ان بڑوں کی اطاعت کی۔ ہماری یہ بدقسمتی رہی کہ ہم نے سید السادات اور اکبر الاکابر کی اطاعت چھوڑ دی اور ہم نے خیر کو شر سے بدل دیا۔ (تفسیر کبیر)

آتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيرًا ۝٦٨

بدہ ایشانرا دو بار از عذاب و براند ایشانرا راندنی بزرگ

انھیں دونا عذاب دے اور انھیں بڑی لعنت کے ساتھ لعنت کر ۱

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ آذَوْا مُوسَىٰ

اے مسلمانان مباشید مانند آنانکہ رنجانیدند موسیٰ

اے مسلمانو! نہ ہو جاؤ ان لوگوں کی طرح جنھوں نے موسیٰ کو تکلیف پہنچائی

فَبَرَّأَهُ اللَّهُ مِمَّا قَالُوا ۚ وَكَانَ عِنْدَ اللَّهِ وَجِيهًا ۝٦٩

پس پاک گردانید او را خدا از آنچہ گفتند و ہست نزدیک خدای با جاہ

پس اللہ نے انھیں بری فرمایا اس سے جو وہ لوگ کہا کرتے تھے اور اللہ کے نزدیک وہ وجاہت والے ہیں ۲

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا ۝٧٠

اے مسلمانان بترسید از خدای و بگوئید گفتی راست

اے مسلمانو! اللہ سے ڈرو اور سیدھی بات کہو ۳

يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۗ وَمَنْ يُطِعِ

تا بصلاح آرد شما را کردارہاے شما و بیامرزد شما را گناہان شما و ہر کہ فرمانبرد

تاکہ تمہارے لئے اصلاح فرمائے تمہارے کردار کی اور تمہارے گناہوں کو معاف فرمائے اور جو کوئی اطاعت کرے

اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا ۝٧١ إِنَّا عَرَضْنَا

خدایرا و پیغمبر او را پس ہر آئنہ بربد فیروزی بزرگ ہر آئنہ ما عرض کردیم

اللہ کی اور اسکے رسول کی تو بیشک وہ بڑی کامیابی کیساتھ کامیاب ہوا ۴ بیشک ہم نے

الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ

امانت را بر آسمان و زمین و کوہ ہا پس سر بار زدند

امانت کو آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر پیش کیا تو ان سب نے انکار کیا

تفسیر اظہار العرفان

۱ یعنی ان کی اپنی گمراہی اور دوسروں کو بھی گمراہ کرنے کے سبب دونا عذاب دے۔ (تفسیر کبیر)

۲ کہا گیا ہے کہ یہ واقعہ وہی تھا جو حضرت ابو ہریرہ ﷛ کی روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: موسیٰ حیادار، شریف النفس اور اپنے [اندرونی] جسم کو چھپانے والے تھے۔ انتہائی شرم کی وجہ سے وہ اپنی [اندرونی] جلد بھی ظاہر نہ کرتے تھے۔ بنی اسرائیل میں سے بعض لوگوں نے کہا کہ موسیٰ جو اتنا اپنے بدن کو چھپائے چھپائے رکھتے ہیں ضرور ان کو کوئی جلدی اندرونی بیماری ہے، یا برص ہے، یا خصیوں میں پانی آ گیا ہے یا کوئی اور مرض ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس غلط بات سے پاک ظاہر کرنا چاہا۔ جس کی صورت یہ ہوئی کہ ایک روز غسل کرنے کیلئے موسیٰ علیہ السلام نے تنہائی میں کپڑے اتار کر ایک پتھر پر رکھے پھر غسل کیا۔ غسل کے بعد جب کپڑے لینے کیلئے ہاتھ بڑھایا تو پتھر آپ کے کپڑے لے کر بھاگا آپ اپنی لاٹھی لے کر پتھر کے تعاقب میں دوڑے اور کہنے لگے پتھر میرے کپڑے، پتھر میرے کپڑے۔ آخر پتھر بنی اسرائیل کی ایک جماعت تک پہنچ کر ٹھہر گیا لوگوں نے آپ کو برہنہ دیکھ لیا آپ کا اندرونی بدن بہت خوبصورت اور بے عیب پایا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی [بدگمانی سے] موسیٰ علیہ السلام کی برأت ظاہر کردی۔ موسیٰ علیہ السلام نے کپڑے لے کر پہن لئے اور لاٹھی سے پتھر کو مارنے لگے۔ خدا کی قسم لاٹھی کی ضرب سے پتھر پر تین چار نشان پڑ گئے۔ اس آیت میں یہی واقعہ مراد ہے۔ ابو العالیہ کہتے ہیں کہ آیت مذکورہ میں قارون کے قصے کی طرف اشارہ ہے۔ قارون نے ایک عورت کو اجرت دے کر اس بات کیلئے مقرر کیا کہ وہ بر سر عام مجمع کے سامنے موسیٰ پر اپنے ساتھ زِنا کی تہمت لگائے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس تہمت سے موسیٰ علیہ السلام کو محفوظ رکھا اور ان کی تہمت تراشی سے آپ کو بچالیا اور قارون کو ہلاک کر دیا۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو اذیت دینے سے مراد یہ ہے کہ حضرت ہارون علیہ السلام نے تیہ میں جب وفات پائی تو لوگوں نے موسیٰ علیہ السلام پر تہمت لگائی کہ آپ نے ہارون کو قتل کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا فرشتے حضرت ہارون علیہ السلام کا جنازہ لے کر بنی اسرائیل کے سامنے آئے اس وقت لوگوں کو یقین آ گیا کہ موسیٰ علیہ السلام نے ہارون کو قتل نہیں کیا۔ مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کچھ مال لوگوں کو تقسیم کیا ایک شخص کہنے لگا یہ تقسیم لوجہ اللہ نہیں ہوئی۔ میں [حضرت عبداللہ ﷛] نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس بات کی اطلاع پہنچادی۔ سنتے ہی آپ اتنے ناراض ہوئے کہ غصہ کی علامت چہرہ مبارک پر نمودار ہوگئی پھر فرمایا: اللہ موسیٰ پر اپنی رحمت فرمائے ان کو اس سے زیادہ ایذا پہنچائی گئی اور انھوں نے صبر کیا۔ (مظہری) ۳ یعنی سیدھی اور حق بات کہو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس سے مراد ہے کہ درست بات کہو۔ حضرت قتادہ اور حضرت مقاتل کہتے ہیں کہ حضرت زینب اور حضرت زید کے بارے میں درست بات کہو اور نبی کی جانب ایسی بات منسوب نہ کرو جو منسوب کرنا حلال نہ ہو۔ (القرطبی) ۴ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری نیکیوں کو قبول فرمالے گا اور تمہارے گناہوں کو مٹادیگا۔ (صفوۃ التفاسیر)

اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَ حَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ؕ اِنَّهٗ

آنکه بردارند آنرا و بترسیدند ازاں و برداشت آنرا آدمی که او

اس کے اٹھانے سے اور اس سے ڈر گئے اور اسے انسان نے اٹھایا کہ وہ

كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ﴿۷۲﴾ لِّيُعَذِّبَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ

هست ستمگار نادان تا عذاب کند خدای منافقانرا

ستمگار (اور) نادان ہے [۱] تا کہ اللہ عذاب دے منافقین مرد

وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ وَيَتُوْبَ اللّٰهُ عَلَى

و زنان منافقه و مردان و زنان مشرکه و باز گردد خدای بر

اور منافق عورتوں اور مشرکین مرد اور مشرکہ عورتوں کو اور اللہ (اپنی رحمت) سے رجوع فرمائے

الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۷۳﴾

مومنان و زنان مومنه و هست خدای آمرزنده و مهربان

مؤمنین مرد اور مؤمن عورتوں پر اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے [۲]

سُوْرَةُ سَبَاٍ مَّكِّيَّةٌ وَّهِيَ اَرْبَعٌ وَّخَمْسُوْنَ اٰيَةً وَّسِتُّ رُكُوْعَاتٍ

سورہ سبا مکی ہے اور اس میں ۵۴ آیات اور ۶ رکوع ہیں [۳]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بنام خدای بخشندہ مہربان

اللہ کے نام سے (جو بہت) رحم والا مہربان (ہے)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ

همه ثنا مر خدایرا ست آنکه او را ست آنچه در آسمانها و آنچه در زمین است

تمام تعریف اللہ کیلئے ہے اسی کیلئے ہے جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے

[۱] آیت میں موجود امانت کے بارے میں بہت سارے اقوال ہیں (۱) اس سے اللہ تعالیٰ کے فرائض مراد ہیں۔ اس کا نام امانت اس لئے رکھا گیا کہ جو اسے کم ادا کریگا وہ مقروض کہلائے گا اور جو اسے وافر مقدار میں ادا کریگا اس کیلئے کرامت ہے (۲) بعض نے کہا کہ یہاں امت سے مراد لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہنا ہے' لیکن یہ قول بعید ہے اس لئے کہ آسمان' زمین اور پہاڑ اپنی اپنی زبانوں سے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت بیان کرتے ہیں (۳) بعض نے کہا کہ اس سے اعضاء مراد ہیں پس آنکھ امانت ہے اس لئے چاہئے کہ انسان (نافرمانی سے) اس کی حفاظت کرے' اسی طرح کان' ہاتھ' ٹانگ' فرج اور زبان امانت ہیں [چاہئے کہ ان کی حفاظت کرے] (۴) بعض نے کہا کہ امانت سے اللہ تعالیٰ کی معرفت مراد ہے۔ اب یہاں یہ سوال ہوتا ہے کہ جب آسمانوں' زمین اور پہاڑ نے اس امانت کو نہیں اٹھایا پھر انسان نے اسے کیسے اٹھایا؟ اس کے دو جواب ہیں (۱) اس امانت میں جو ذمہ داریاں پوشیدہ تھیں انسان کے پاس ان کا علم نہ ہونے کے سبب اس امانت کو اٹھالیا اسی بناء پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا: یعنی بیشک انسان ستمگار اور نادان ہے۔ (۲) آسمانوں' زمین اور پہاڑوں نے اپنے آپ کو دیکھا تو کمزور پایا جبکہ انسان نے اللہ تعالیٰ کی طرف نظر رکھی کہ وہ قادر مطلق امانت کو پیش نہیں فرماتا مگر اس پر جو اس کا اہل ہو اس لئے انسان نے اسے قبول کیا اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ کیا کہ وہ اس کی حفاظت کی توفیق عطا فرمائیگا [اسی بناء پر انسان ہر نماز میں] کہتا ہے اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ: یعنی ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تیری ہی مدد چاہتے ہیں۔ (تفسیر کبیر)

[۲] یعنی اس امانت کو انسان پر اللہ تعالیٰ نے اس لئے رکھا تا کہ عاصی کو عذاب دے اور مطیع کو ثواب عطا فرمائے۔ (القرطبی) نکتہ: اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے سامنے اپنا تعارف کرایا کہ وہ غفور رحیم ہے اور خود انسان کیلئے اس کے اپنے نفس کو ظالم اور جاہل دکھایا پھر اپنی امانت پیش کی جسے انسان نے اپنے ظلم اور جہل کے باوجود قبول کیا اس لئے کہ اسے معلوم ہو گیا تھا کہ اس امانت کے اٹھانے میں اگر کوئی کوتاہی ہو جائیگی تو اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے معاف فرما دیگا۔ (تفسیر کبیر) [۳] اس میں تین ہزار پانچ سو بارہ حروف اور آٹھ سو اٹھاسی کلمات ہیں۔ (غرائب القرآن) اس سورت کا موضوع عقائد اسلامیہ' اصول دین' وحدانیت کا اثبات' نبوت اور بعث ونشور ہے۔ اس سورت کی ابتدا اللہ تعالیٰ کی تحمید سے ہے جس نے خلق کو پیدا فرمایا اور اپنی حکمت سے عالم کی تدبیر فرماتا ہے' یہ وہ ذات ہے' جس سے آسمانوں اور زمین میں کوئی ذرہ پوشیدہ نہیں ہے۔ اس سورت کی ابتدا میں وہ بحث ہے جس کا مشرکین انکار کرتے تھے' یہ لوگ موت کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے کا انکار کرتے تھے' اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو حکم دیا کہ اپنے رب کی قسم کھا کر وقوع معاد کا اثبات فرمایئے۔ یہ سورت بعض رسولوں کے قصص پر بھی مشتمل ہے' حضرت داؤد علیہ السلام اور ان کے بیٹے حضرت سلیمان علیہ السلام کا ذکر ہے' ان دونوں کیلئے طرح طرح کی جن نعمتوں کو مسخر کیا ان کا بھی ذکر ہے۔ اس سورت کا نام "سبا" ہے اس لئے کہ اس میں اللہ تعالیٰ نے سبا کا واقعہ بیان فرمایا ہے اور وہ یمن کے بادشاہوں میں سے ہے۔ جب ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی تو اللہ تعالیٰ نے انھیں تباہ و برباد کر دیا۔ (صفوۃ التفاسیر)

وَلَهُ الْحَمْدُ فِي الْآخِرَةِ ۚ وَهُوَ الْحَكِيمُ الْخَبِيرُ ① يَعْلَمُ مَا

و مر او را ست حمد در آخرت و او ست با حکمت دانا میداند آنچه

اور اسی کیلئے آخرت میں حمد ہے اور وہی حکمت والا جاننے والا ہے ۱ جانتا ہے جو کچھ

يَلِجُ فِي الْأَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ

فرو رود در زمین و آنچه بیروں آید ازاں و آنچه فرستاد از آسمان

زمین میں جاتا ہے اور جو کچھ اس سے نکلتا ہے اور جو آسمانوں سے اترتا ہے

وَمَا يَعْرُجُ فِيهَا ۚ وَهُوَ الرَّحِيمُ الْغَفُورُ ② وَقَالَ الَّذِينَ

و آنچه بالا رود دراں و او ست مہربان آمرزندہ و گفتند آنانکہ

اور جو کچھ اس میں جاتا ہے اور وہی مہربان بخشنے والا ہے ۲ اور کہا ان لوگوں نے جو

كَفَرُوا لَا تَأْتِينَا السَّاعَةُ ۖ قُلْ بَلَىٰ وَرَبِّي لَتَأْتِيَنَّكُمْ عَالِمِ

نگرویدند نمی آید ما را قیامت بگو البتہ و پروردگار من البتہ بیاید بشما دانش

ایمان نہ لائے ہم پر قیامت نہیں آئیگی، آپ فرما دیجئے کیوں نہیں اور میرے رب (کی قسم) ضرور تم پر آئیگی

الْغَيْبِ ۖ لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمَاوَاتِ وَ

پوشیدہ دور نشود از و برابر ذرہ در آسمانہا و

غیب کا جاننے والا اس سے ذرہ برابر بھی کوئی چیز دور نہیں رہ سکتی ہے آسمانوں میں اور

لَا فِي الْأَرْضِ وَلَا أَصْغَرُ مِنْ ذَٰلِكَ وَلَا أَكْبَرُ إِلَّا فِي كِتَابٍ

نہ در زمین است و نہ خود تر از ایں و نہ بزرگ تر مگر در کتاب

نہ زمین میں اور نہ اس سے چھوٹی اور نہ بڑی مگر کھلی کتاب

مُبِينٍ ③ لِيَجْزِيَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ۚ أُولَٰئِكَ

بیدا تا جزا دہد آنانکہ گرویدند و کردند نیکیہا آنگروہ

میں (موجود) ہے ۳ تا کہ بدلہ دے ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے وہی گروہ

۱ جاننا چاہیئے کہ قرآن کریم میں پانچ ایسی سورتیں ہیں جو الحمد سے شروع ہوتی ہیں ان میں سے دو نصف اول میں یعنی سورہ انعام اور سورہ کہف، اور دو نصف اخیر میں یعنی سورہ سبا اور سورہ فاطر، اور پانچویں سورت فاتحۃ الکتاب ہے۔(تفسیر کبیر) کہا جاتا ہے کہ اہل جنت چھ مواقع میں اللہ تعالیٰ کی حمد کریں گے۔(۱) جب ندا کی جائیگی کہ وَامْتَازُوا الْيَوْمَ أَيُّهَا الْمُجْرِمُونَ "اور اے مجرمو! آج تم سب جدا ہو جاؤ"، پس جب مؤمنین کافرین سے جدا ہو جائیں گے تو اس وقت کہیں گے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي نَجَّانَا مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ "تمام تعریف اس اللہ کیلئے جس نے ہمیں ظالم قوم سے نجات دی"، جیسا کہ حضرت نوح علیہ السلام نے کہا جب اللہ تعالیٰ نے انھیں ان کی قوم سے نجات دی (۲) جب پل صراط پار کر لیں گے تو کہیں گے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ. (۳) جب جنت کے دروازے کے قریب پہنچ جائیں گے اور آبِ حیات سے غسل کر کے جنت کی طرف دیکھ رہے ہونگے اس وقت کہیں اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي هَدَانَا لِهَٰذَا. (۴) جب جنت میں داخل ہو جائیں گے اور ملائکہ ان کا استقبال سلام سے کریں گے۔ اس وقت جنتی کہیں گے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ (۵) جب اپنی اپنی منزلوں میں قرار پالیں گے تو کہیں گے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي صَدَقَنَا وَعْدَهُ وَأَوْرَثَنَا الْأَرْضَ ۔(۶) جب جنت میں کھانے سے فارغ ہونگے تو کہیں گے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۔(روح البیان)

۲ زمین میں دانے اور اموات داخل ہوتے ہیں اور جو اس سے بالیاں اور زندہ نکلتے ہیں اور جو آسمان میں سے اسکی رحمت کی قسمیں نازل ہوتی ہیں ان سب کو اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔(تفسیر کبیر) ۳ یعنی موجود، گذشتہ اور آئندہ زمانہ کی کوئی چیز اس سے چھپی ہوئی نہیں ہے۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ آیت میں صرف وہ چیزیں مراد ہیں جو صرف زمانہ حال میں موجود ہیں۔ یہ مفہوم مقام اور رفتار کلام کے خلاف ہے کیونکہ اسی آیت کا مفہوم تو عالم الغیب کی تاکید و تائید کر رہا ہے اور اللہ تعالیٰ کے علمی احاطہ کو ظاہر کر رہا ہے کہ جس سے باہر نہ کوئی گذشتہ چیز ہے نہ آنے والی۔ عالم الغیب سے تو ہمہ گیر احاطہ علمی مقصود ہے کیونکہ قیامت آنے کا علم اظہار اور اثبات اسی لفظ سے کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ موجودہ فی الحال ساری اشیاء کا علم تو بعض مخلوق کو بھی ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا گیا یارسول اللہ ﷺ دو لشکر لڑتے ہیں اور ایک ہی وقت میں مارے جاتے ہیں پھر مشرق مغرب اور اس کے درمیان کچھ لوگ مرتے ہیں کچھ بچے پیٹ سے گرتے ہیں ملک الموت تو ایک ہی ہے سب کی روحیں کیسے قبض کرتا ہے۔ فرمایا: ملک الموت ساری دنیا کو گھیرے ہوئے ہے جیسے میرے سامنے طشت ہے اسی طرح ساری دنیا اللہ نے ملک الموت کے سامنے کر دی ہے کیا اس سے کوئی چیز چھپ سکتی ہے[مفہوم حدیث] فائدہ: بعض اکابر پر بھی ایسی حالت طاری ہو جاتی ہے کہ وہ زمانہ کی حدود سے خارج ہو جاتے ہیں۔ ماضی یا مستقبل ان کے سامنے آجاتا ہے۔ اسکا ثبوت اس حدیث سے ہوتا ہے کہ ایک بار رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں سورج گرہن ہوا رسول اللہ ﷺ لوگوں کو ساتھ لے کر کھڑے ہوگئے اور ایک طویل قیام کیا اور اس حدیث میں ہے کہ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ہم نے دیکھا کہ اپنی جگہ کھڑے کھڑے آپ نے کسی چیز کو لینے کے لئے ہاتھ بڑھایا الخ۔(مظہری)

لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ④ وَالَّذِيْنَ سَعَوْ فِيْٓ اٰيٰتِنَا

ایشانرا ست آمرزش و روزی نیکو و آنانکه بشتابند در آیات ما

جن کیلئے بخشش اور اچھی روزی ہے[1] اور وہ لوگ جنہوں نے ہماری آیتوں میں (مقابلہ کیلئے) کوشش کی

مُعٰجِزِيْنَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِيْمٌ ⑤ وَيَرَى

عاجزی کننده آنگروه ایشانراست عذاب از سخترین دردناک و بینی

وہ (ہمیں) عاجز کرنے کیلئے، وہی گروہ ہے جن کیلئے سخت ترین دردناک عذاب ہے[2] اور جانتے ہیں

الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ هُوَ

آنانکه داده شدند دانش آنکه فرستاد بسوے از تو پروردگار تو او ست

وہ لوگ جنہیں علم دیا گیا یہ کہ تمہاری جانب تمہارے رب کی طرف سے جو کچھ اترا وہی

الْحَقَّ وَيَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ⑥ وَقَالَ

حق و راه نماید مرا بسوے راه غالب ستوده و گفتند

حق ہے اور راہ دکھاتا ہے اسکی راہ کی جانب جو غالب تعریف کیا ہوا ہے[3] اور کہا

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا هَلْ نَدُلُّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ يُّنَبِّئُكُمْ اِذَا

کافران آیا دلالت کنیم شما را بر مردی خبر دہد شما را چوں

کافروں نے کیا ہم تمہیں ایسے شخص کے بارے میں بتائیں جو تمہیں بتاتا ہے کہ جب

مُزِّقْتُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ۙ اِنَّكُمْ لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ⑦ اَفْتَرٰى عَلَى

پاره کرده شوید ہر پاره ساختنی ہر آئنہ شما در آفرینش نو خواهید بود افترا کند بر

تم ریزہ ریزہ ہو کر ٹکڑے ہو جاؤ تو پھر تم نئی خلقت میں آؤ گے[4]

اللّٰهِ كَذِبًا اَمْ بِهٖ جِنَّةٌ ۭ بَلِ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ

خدای دروغرا یا بایں دیو است بلکہ آنانکه نمیگروند باآخرت

اللہ پر جھوٹ کا افترا کیا یا اسے جنون ہے بلکہ وہ لوگ جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے ہیں

[1] اس آیت کریمہ میں دو امور بیان کئے گئے ہیں اول: ایمان دوم: عمل صالح۔ ان اوصاف کے حاملین کیلئے دو امور بیان کئے گئے ہیں اول: مغفرت دوم: رزق کریم۔ پس مغفرت ایمان کا بدلہ ہے اس لئے ہر مؤمن مغفور لہ ہے اور اس پر یہ آیت دلالت کرتی ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاءُ۔ ''بیشک اللہ تعالیٰ شرک معاف نہیں فرماتا اس کے علاوہ جسے چاہے معاف فرما دے''۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''جس نے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہا اسے جہنم سے نکال دیا جائیگا اور جس کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہو''۔ رزق کریم عمل صالح کا نتیجہ ہے اور یہ مناسب بھی ہے اس لئے کہ جو اپنے آقا کیلئے تو اچھا کام کریگا تو اس کام کی فراغت کے بعد اسکا آقا اسے ضرور انعام دیگا۔ (تفسیر کبیر)

[2] جب اللہ تعالیٰ نے قیامت کے روز کے مؤمنین کے احوال کو بیان فرما دیئے تو اب اس آیت میں کافرین کے احوال کو بیان فرما رہا ہے۔ (تفسیر کبیر) یعنی آیاتِ خداوندی کو باطل کرنے اور اپنی طرف سے لوگوں کو بے رغبت اور متنفر بنانے کیلئے کوشش کرتے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ انھوں نے اپنی دوڑ کا میدان اسی بات کو بنا رکھا کہ اللہ تعالیٰ کی آیات سے نفرت دلائیں، ہم پر غالب آنے کیلئے یہ بات لوگوں کو بتاتے ہیں کہ نہ کوئی قیامت ہوگی نہ حشر ہوگا اور انھوں نے فرض کر لیا ہے کہ اللہ تعالیٰ مُردوں کو زندہ کرنے کی قدرت نہیں رکھتا۔ وہ ہم کو عاجز بنا دینا چاہتے ہیں ایسے لوگوں کیلئے بڑا دکھ دینے والا عذاب ہے (مظہری)

[3] جب یہ بیان ہو چکا کہ یہ لوگ ابطالِ نبوت کیلئے کوشش کرتے ہیں تو اب ان لوگوں کا بیان ہو رہا ہے کہ جنہیں اللہ تعالیٰ نے علم عطا فرمایا، ایسے لوگ خوب جانتے ہیں کہ قرآن حق ہے۔ حضرت مقاتل کہتے ہیں کہ اَلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ سے اہل کتاب کے مؤمنین مراد ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اصحابِ محمد ﷺ مراد ہیں، کہا گیا ہے کہ اس سے جمیع مؤمنین مراد ہیں اور یہ قول اصح ہے، کیونکہ اس طرح آیت کی عمومیت باقی رہتی ہے۔ واضح رہے کہ یہاں رؤیت سے مراد علم ہے۔ (القرطبی) [4] یہاں علامہ زمخشری ایک سوال اٹھاتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ اہل قریش میں از روئے علم مشہور تھے اور آپ کی یہ خبر بھی مشہور تھی کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا جائیگا پھر ان کا یہ کہنا هَلْ نَدُلُّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ يُّنَبِّئُكُمْ کیا معنی رکھتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ان کی جانب سے یہ جملہ از روئے طنز اور مذاق کے ہے۔ (القرطبی) آیت میں رجل سے مراد رسول اللہ ﷺ ہیں یعنی ایک ایسا شخص جو تم کو بڑی آگے کی خبر دے رہا ہے۔ مُزِّقْتُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ: یعنی جب تم مر جاؤ گے اور تمہارے جسم بالکل ریزہ ریزہ ہو جائیں گے، خاک بن جائیں گے، یا یہ مطلب ہے کہ ہر جگہ تم ریزہ ریزہ کر دیئے جاؤ گے اور سیلاب تم کو اِدھر اُدھر بہا لے جائیں گے اور جگہ جگہ پھینک دیں گے۔ (مظہری) اللہ تعالیٰ نے اول قیامت کے منکرین کا تذکرہ فرمایا، اس کے بعد مؤمنین کے احوال بیان فرمائے اور اس کے بعد کافرین کے احوال کا بیان ہوا۔ اب یہاں آیت میں کافرین کا وہ قول نقل ہو رہا ہے جو انھوں نے علی سبیل التعجب کہا۔ ان کے نزدیک قیامت کی خبر بتانے والا ایسا ہی ہے جیسے وہ شخص جو آ کر کہے کہ سورج مغرب سے طلوع ہو رہا ہے یعنی ان کے نزدیک محالات میں سے ہے۔ (تفسیر کبیر)

تفسیر اظہار العرفان

فِي الْعَذَابِ وَالضَّلٰلِ الْبَعِيْدِ ﴿٨﴾ اَفَلَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا بَيْنَ

در عذاب و گمراہی دور آیا ندیدند بسوے آنچہ در پیش

عذاب میں اور دور کی گمراہی میں ہیں ١ کیا انھوں نے نہ دیکھا اسکی جانب جو آسمان اور زمین ان کے

اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنْ نَّشَاْ

ایشانرا ست و آنچہ پس ایشانست از آسمان و زمین (اگر خواہیم

سامنے ہیں اور جو ان کے پیچھے ہیں اگر ہم چاہیں

نَخْسِفْ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ نُسْقِطْ عَلَيْهِمْ كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ ؕ اِنَّ فِيْ

فرو بریم ایشانرا بزمین) یا دو ریزیم بر ایشاں پارہ از آسمان ہر آئنہ دریں نشانہ است مر ہر

تو انھیں زمین میں دھنسا دیں یا آسمان سے ان پر ٹکڑا گرا دیں؛ بیشک اس میں نشانی ہے ہر

ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ ﴿٩﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا ؕ

عبد باز گردندہ و ہر آئنہ دادیم ما داوٗد از خود بخشایشی اے کوہ ہا باز گردانید

رجوع لانے والے بندہ کیلئے ٢ اور بیشک ہم نے داوٗد کو اپنا فضل دیا؛ اے پہاڑو! رجوع کرو

يٰجِبَالُ اَوِّبِيْ مَعَهٗ وَالطَّيْرَ ۚ وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ ﴿١٠﴾ اَنِ اعْمَلْ

با او و مرغان و نرم گردانیدیم او را آہن آنکہ بمن زرہہا

ان کے ساتھ اور (اے) پرندو اور ہم نے ان کیلئے لوہے کو نرم کیا ٣ یہ کہ زرہیں بناؤ

سٰبِغٰتٍ وَّقَدِّرْ فِي السَّرْدِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ؕ اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ

و اندازہ بیند از در بافتن آں و بکنید نیکی ہر آئنہ من بآنچہ میکنید

اور اس کے بنانے میں اندازے کا لحاظ رکھو اور نیکی کرو؛ بیشک میں اسے جو تم کر رہے ہو

بَصِيْرٌ ﴿١١﴾ وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّرَوَاحُهَا

بینا و مر سلیمان را باد بامداد میرفت یکماہ و شبانگاہ

دیکھنے والا ہوں ٤ اور سلیمان کیلئے ہوا کو (مسخر کیا) صبح جاتے تھے ایک ماہ (کی مسافت) اور شام

١ قرآن کے بارے میں جب انھوں نے یہ کہا کہ یہ محض افترا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اسی کے جواب میں فرمایا کہ جو لوگ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں انھیں معلوم ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور اس کے کلام الٰہی ہونے میں وہی لوگ انکار کرتے ہیں جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ہیں ایسے لوگ پَرلے درجے کی گمراہی میں پڑے ہیں۔ (صفوۃ التفاسیر)

٢ جب اللہ تعالیٰ نے ایسی دلیل پیش فرمادی جو قیامت کے اثبات پر دلالت کرتی ہے تو اب دوسری دلیل کا ذکر ہو رہا ہے جو توحید پر مشتمل ہے اور ساتھ ہی ساتھ اس میں تہدید بھی ہے۔ ارشاد ہوا کہ کیا انھوں نے مشاہدہ نہیں کیا کہ آسمانوں اور زمین کو ہر جانب سے کون احاطہ کرنے والا ہے؟ اگر انسان توجہ کرے تو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی دلیل ہر جانب سے اسے نظر آئیگی۔ (صفوۃ التفاسیر)

٣ فضلِ داوٗد کی مختلف صورتیں ہیں مثلاً نبوت' زبور عطا کرنا' خوش آوازی' ہاتھ میں لوہے کا نرم ہونا وغیرہ۔ بغوی نے لکھا ہے کہ حضرت داوٗد علیہ السلام جب نوحہ کی آواز بلند کرتے تھے تو پہاڑوں سے آواز کی بازگشت ہوتی تھی یہ پہاڑوں کی طرف سے نوحہ کا جواب ہوتا تھا اور اوپر سے پرندے اڑتے اڑتے ٹھہر جاتے اور رک جاتے تھے۔ اخبار میں آیا ہے کہ حضرت داوٗد علیہ السلام جب بنی اسرائیل کے بادشاہ ہوئے تو آپ نے اپنا یہ دستور بنالیا تھا کہ لوگوں کے حالات معلوم کرنے کیلئے بھیس بدل کر رات کو نکلا کرتے تھے اور ایسے لوگوں میں جو آپ کو پہچانتے نہ تھے مل کر دریافت کرتے تھے کہ داوٗد کیسا آدمی ہے۔ تمہاری اس کے متعلق کیا رائے ہے' یہ تمہارا حاکم کیسا ہے سب لوگ آپ کی تعریف کرتے تھے اور آپ کے متعلق کلمہ خیر ہی کہتے تھے۔ ایک روز اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ بہ شکل انسانی بھیجا حضرت داوٗد علیہ السلام کی اس سے ملاقات ہوئی اور حسب عادت اس سے اپنے متعلق دریافت کیا۔ فرشتے نے کہا اگر ایک بات نہ ہو تو بادشاہ اچھا آدمی ہے۔ حضرت داوٗد علیہ السلام یہ بات سنتے ہیں خوف زدہ ہوگئے اور دریافت فرمایا: بندۂ خدا وہ کون سی بات ہے؟ فرشتہ نے کہا وہ خود بھی بیت المال سے کھاتا ہے اور اپنے اہل وعیال کو بھی کھلاتا ہے۔ قتیبہ نے کہا کہ اسی سبب سے حضرت داوٗد علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ میرے لئے رزق کا کوئی ذریعہ مقرر فرمادے تا کہ اس میں اپنی بھی روزی کماؤں اور اپنے اہل وعیال کو بھی کھلاؤں اور بیت المال کا محتاج نہ رہوں۔ اللہ تعالیٰ نے دعا قبول فرمالی اور لوہے کو ان کیلئے نرم کردیا اور زرہ بنانا سکھادی۔ سب سے پہلے آپ ہی نے زرہ بنائی آپ سے پہلے زرہ ایجاد ہی نہیں ہوئی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ آپ ایک زرہ چار ہزار درہم میں فروخت کرتے تھے جس سے خود بھی کھاتے تھے گھر والوں کو بھی کھلاتے تھے اور غریبوں مسکینوں کو بھی خیرات دیتے تھے۔ بعض اقوال میں آیا ہے کہ روزانہ ایک زرہ بنالیا کرتے تھے جو چھ ہزار کو فروخت ہوتی تھی جس میں سے دو ہزار اپنے اہل وعیال کے صرف میں لاتے تھے اور چار ہزار غریبوں مسکینوں کو خیرات دیتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اپنے ہاتھوں کی کمائی سے بہتر کسی نے کوئی کمائی کبھی نہیں کھائی۔ اللہ کے نبی داوٗد علیہ السلام اپنے ہاتھ کی کمائی کھاتے تھے۔ (مظہری) ٤ سابغ اسے کہتے ہیں جس سے انسان اپنے آپ کو جنگ کے نقصان سے بچاتا ہو۔ وَقَدِّرْ فِي السَّرْدِ: علامہ صاوی کہتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر حلقہ کو دوسرے کے مساوی رکھو اور اس انداز سے بناؤ کہ اسکا اٹھانا مشکل نہ ہو۔ (صفوۃ التفاسیر)

شَهْرٌ ۚ وَاَسَلْنَا لَهٗ عَيْنَ الْقِطْرِ ۭ وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ يَّعْمَلُ

یکماہ و جاری کردیم برائے او چشمہ مس گداختہ و از دیوان ہر کہ بکند

ایک ماہ (کی مسافت) اور ہم نے ان کیلئے پگھلے ہوئے تانبے کا چشمہ جاری کیا اور جنوں میں سے جو وہ کام

بَيْنَ يَدَيْهِ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ۭ وَمَنْ يَّزِغْ مِنْهُمْ عَنْ اَمْرِنَا

پیش از وی بامر پروردگار خود و ہر کہ بگردد از ایشاں از فرمان ما

ان کے سامنے ان کے رب کے حکم سے کرتے اور ان میں سے جو ہمارے فرمان سے پھرے

نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيْرِ ﴿۱۲﴾ يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا

بچشانیم او را از عذاب آتش افروختہ میکردد برائے او آنچہ

تو ہم انھیں بھڑکتی آگ کا عذاب چکھائیں گے ؎۱ ان کیلئے بناتے جو

يَشَاۗءُ مِنْ مَّحَارِيْبَ وَتَمَاثِيْلَ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَ

خواہد بر غرفہا و تمثالہا و کاسہا چومن مانند حوضہا و

وہ چاہتے محلات اور تصویریں اور بڑے پیالے حوضوں کی مانند اور

قُدُوْرٍ رّٰسِيٰتٍ ۭ اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا ۭ وَقَلِيْلٌ مِّنْ

دیگہاے بلند بر سپاید گہنادہ بکنید اے آل داؤد را سپاس و اند کند از

بلند دیگیں جمی ہوئیں، اے آل داؤد شکر کرو، اور کم ہیں

عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ ﴿۱۳﴾ فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ

بندگان من سپاسدارندہ پس چوں حکم کردیم ما برو مرگ دلالت نکرد ایشانرا

میرے بندوں میں شکر کرنے والے ؎۲ پس جب ہم نے ان پر موت کا حکم کیا تو ان کیلئے

عَلٰي مَوْتِهٖٓ اِلَّا دَاۗبَّةُ الْاَرْضِ تَاْكُلُ مِنْسَاَتَهٗ ۚ فَلَمَّا خَرَّ

بر مرگ او مگر چوب خوارہ از زمین میخورد عصاے او را پس چوں بیفتاد

ان کی موت پر کوئی دلالت نہ تھی مگر زمین کی دیمک جو انکا عصا کھا رہی تھی پس جب گر پڑے

تفسیر اظہار العرفان

؎۱ حضرت سلیمان علیہ السلام ایک مہینے کا سفر صبح سے ظہر کے وقت تک کر لیتے تھے۔ مفسرین کرام کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کیلئے ہوا کو مسخر فرمایا تھا۔ (صفوۃ التفاسیر)

؎۲ بغوی نے لکھا ہے کہ سب سے پہلے بیت المقدس کی تعمیر حضرت داؤد علیہ السلام نے شروع کی تھی ابھی قد آدم تعمیر اٹھائی تھی کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آئی کہ تمہارے ہاتھ سے اس عمارت کی تکمیل کا فیصلہ میں نے نہیں کیا ہے بلکہ تمہارے بیٹے جس کا نام سلیمان ہوگا میں بادشاہ بناؤں گا اس کے ہاتھ سے اس عمارت کی تعمیر کو پورا کراؤں گا۔ حضرت داؤد علیہ السلام کی وفات کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام ان کے جانشین ہوئے تو آپ نے بیت المقدس کی تعمیر مکمل کرنی چاہی، چنانچہ جنات اور شیاطین کو جمع کر کے ان کی ٹولیاں بنا کر الگ الگ کاموں کی درستی پر مقرر کیا۔ جنات اور شیاطین کو کانوں سے اکھاڑ کر سفید سنگ مرمر لانے کا حکم دیا۔ پتھر آ گئے تو سنگ مرمر سفید اور دوسری سنگین چٹانوں سے شہر بنانے کا حکم دیا۔ شہر کی بارہ فصیلیں بنائیں کیونکہ بنی اسرائیل کے بارہ قبائل تھے ہر قبیلہ کو ایک قبیل میں رکھا۔ شہر بن چکا تو تعمیر مسجد کے کام کا آغاز کیا جس کی ابتدا اس طرح کی کہ جنات اور شیاطین کے الگ الگ گروہ کر دیئے۔ ایک گروہ کو کانوں سے سونا چاندی اور یاقوت لانے اور سمندر سے چمکدار موتی نکال کر لانے پر مامور کیا، دوسرے گروہ کو جواہر اور دور سے قیمتی پتھر معدنوں سے اکھاڑ کر لانے کا حکم دیا۔ تیسرے گروہ کو مشک، عنبر اور دوسری خوشبودار چیزیں لانے پر مقرر کیا۔ آخر یہ سب چیزیں اتنی فراہم ہو گئیں کہ جن کی مقدار اور تعداد اللہ کے سوا کسی کو معلوم نہیں۔ پھر کاریگروں اور صنعت کاروں کو بلوا کر اونچے اونچے پتھر تراشنے اور ان کی تختیاں اور جواہر کو درست کرنے اور موتیوں اور یاقوت وغیرہ میں سوراخ کرنے پر مامور کیا۔ مسجد کی تعمیر سفید، زرد اور سبز رنگ کے پتھروں سے کرائی اور ستون بھی اسی کے قائم کئے، چھت میں قیمتی جواہر کی تختیاں لگائیں اور چھتوں اور دیواروں کا گارا اور پلاسٹر مروارید یا قوت اور دوسرے جواہر کا لگوایا۔ زمین پر فیروزکی تختیوں کا فرش کیا۔ اس زمانے میں روئے زمین پر اس سے زیادہ پر فتو اور چمکیلی عمارت کوئی نہیں تھی۔ تاریکی میں وہ جو چودھویں کے چاند کی طرح چمکتی تھی تعمیر سے فراغت کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام نے علمائے بنی اسرائیل کو طلب فرما کر بتایا کہ میں نے یہ عمارت خالص اللہ تعالیٰ کیلئے بنائی ہے اس میں جو کچھ ہے اللہ کیلئے ہے [کوئی اسکا مالک نہیں] جس روز تعمیر سے فراغت ہوئی آپ نے اس روز جشن منایا۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سلیمان نے تعمیر بیت المقدس کے بعد اپنے رب سے تین چیزوں کی دعا کی۔ اللہ نے دو چیزیں تو عطا فرما دی اور تیسری کے متعلق بھی مجھے امید ہے کہ عطا فرما دی ہوگی۔ سلیمان علیہ السلام نے درخواست کی تھی کہ اللہ ان کو فیصلہ کرنے کی قوت عطا کر دے کہ ان کا فیصلہ اللہ کے فیصلے کے موافق ہو، اللہ نے ان کو یہ چیز عطا فرما دی، انھوں نے اپنے رب سے ایسی حکومت مانگی تھی جو ان کے بعد کسی کیلئے سزاوار نہ ہو، اللہ نے یہ چیز بھی ان کو عطا فرما دی۔ سلیمان نے دعا کی تھی کہ اس گھر میں جو شخص آ کر دو رکعت نماز ادا کرے اسکو گناہوں سے ایسا پاک کر دیا جائے جیسا اس دن تھا جب اسکی ماں نے اس کو جنم دیا تھا۔ (مظہری)

تَبَیَّنَتِ الْجِنُّ اَنْ لَّوْ كَانُوْا یَعْلَمُوْنَ الْغَیْبَ مَا لَبِثُوْا

دانستند دیوان آنکه بودند میدانستند غیب را درنگ نکردند

تو جنوں نے جان لیا اگر وہ سب غیب جانتے تو نہ ٹھہرتے

فِی الْعَذَابِ الْمُهِیْنِ ﴿۱۴﴾ لَقَدْ كَانَ لِسَبَاٍ فِیْ مَسْكَنِهِمْ

در عذاب خوار کننده ہر آئنہ ہست مر اولاد سبا در مسکنہاے ایشاں

خوار کرنے والے عذاب میں ۱ بیشک اولاد سبا کیلئے ان کے رہنے کی جگہ میں

اٰیَةٌ ۚ جَنَّتٰنِ عَنْ یَّمِیْنٍ وَّشِمَالٍ ۬ؕ كُلُوْا مِنْ رِّزْقِ رَبِّكُمْ

نشانہ دو بہشت از راست و چپ بخورید از روزی پروردگار خود

نشانی ہے، دو باغ دائیں اور بائیں، اپنے رب کے رزق سے کھاؤ

وَاشْكُرُوْا لَهٗ ؕ بَلْدَةٌ طَیِّبَةٌ وَّرَبٌّ غَفُوْرٌ ﴿۱۵﴾ فَاَعْرَضُوْا

و شکر گوئید او را شہر پاکیزہ است و پروردگار آمرزندہ پس اعراض کنند

اور اسکا شکر ادا کرو، پاکیزہ شہر ہے اور پروردگار بخشنے والا ۲ پس انھوں نے منہ پھیرا

فَاَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ سَیْلَ الْعَرِمِ وَبَدَّلْنٰهُمْ بِجَنَّتَیْهِمْ جَنَّتَیْنِ

پس فرستادیم ما بر ایشاں سیل سخت و بدل کردیم ایشانرا بباغہاے ایشاں دو باغ

تو ہم نے ان پر سخت پانی کا سیلاب بھیجا اور ہم نے بدل دیے ان کیلئے ان کے باغوں کے عوض دو

ذَوَاتَیْ اُكُلٍ خَمْطٍ وَّاَثْلٍ وَّشَیْءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِیْلٍ ﴿۱۶﴾

خداوند میوہاے تلخ و شور و چیزے از کنارہا اندکی

تلخ پھل والے باغ اور کچھ جھاؤ اور کچھ بیریاں تھیں ۳

ذٰلِكَ جَزَیْنٰهُمْ بِمَا كَفَرُوْا ؕ وَهَلْ نُجٰزِیْۤ اِلَّا الْكَفُوْرَ ﴿۱۷﴾

ایں پاداش دادیم ایشانرا بدانچہ نگرویدند و آیا پاداش دہیم مگر ناسپاسانرا

یہ بدلہ ہم نے انھیں دیا اسکے عوض جو انھوں نے ناشکری کی اور ہم سزا نہیں دیتے ہیں مگر ناشکرے کو ۴

تفسیر اظہار العرفان

۱ اہل علم کا بیان ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام بیت المقدس کے اندر مہینہ دو مہینہ سال دو سال یا اس کے کم وبیش مدت تک گوشہ نشین ہو جاتے تھے وہیں آپ کا کھانا پہنچا دیا جاتا تھا۔ ایک بار حسب معمول بیت المقدس کے اندر تھے کہ آپ کی وفات ہوگئی۔ جس کے قصہ کی ابتدا اس طرح ہوئی کہ روزانہ صبح کے وقت ایک بوٹی نمودار ہوتی تھی آپ اس سے اسکا نام دریافت کرتے تھے وہ اپنا نام بتا دیتی تھی آپ اس سے اس کے خواص دریافت کرتے تھے وہ اپنے فائدے بیان کر دیتی تھی۔ آپ اس کو کٹوا لیتے تھے پھر اگر وہ کسی پودے کی شاخ ہوتی تو اسکو لگوا دیتے تھے اور اگر دوا کی بوٹی ہوتی تو لکھ دیتے تھے۔ ایک روز محراب میں درخت خروبہ اُگا آپ نے اس سے دریافت کیا تو کون ہے؟ اس نے جواب دیا خروبہ۔ آپ نے فرمایا تو کس لئے اگا ہے؟ اس نے کہا آپ کی مسجد کو برباد کرنے کیلئے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا یہ بات تو ہوگی نہیں کہ میری زندگی میں اللہ تعالیٰ اس مسجد کو برباد کر دے۔ ایسے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے میری موت اور پھر بیت المقدس کی بربادی تیری وجہ سے ہوگی پھر آپ نے اسے ایک اچھے باغ میں لگوا دیا اور دعا کی اے اللہ میری موت کو جنات سے پوشیدہ رکھنا تا کہ انسانوں کو معلوم ہو جائے کہ غیب داں جنات نہیں ہوتے۔ جنات آدمیوں سے کہا کرتے تھے کہ ہم غیب کی باتیں جان لیتے ہیں اور آنے والے دن میں جو کچھ ہوگا ہم اس سے بھی واقف ہوتے ہیں۔ اس کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام محراب یعنی عبادت خانہ میں چلے گئے اور لاٹھی پر سہارا لگائے کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے اسی حالت میں کھڑے کھڑے آپ کی وفات ہوگئی۔ محراب کے اندر آگے پیچھے کچھ روشن دان تھے جن میں جنات آپ کو کھڑا دیکھ کر خیال کرتے تھے کہ آپ نماز میں مشغول ہیں اس لئے جو سخت محنت کا کام آپ کی زندگی میں کیا کرتے تھے ان میں آپ کی وفات کے بعد بھی سرگرم رہے اور چونکہ آپ کی عادت ہی تھی کہ نماز میں مشغول ہونے کے بعد ایک مدت تک باہر نہیں نکلتے تھے اس لئے آپ کے برآمد نہ ہونے سے جنات کو آپ کی وفات کا کوئی شبہ بھی نہ ہوا۔ اس طرح وفات کے بعد ایک سال گذر گیا اور جنات برابر کام میں مشغول رہے۔ آخر دیمک نے لاٹھی کو کھا لیا اور آپ کی میت نیچے گر پڑی تب جنات کو علم ہوا۔ (مظہری) ۲ مروی ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ! سبا کیا ہے؟ آیا یہ زمین کا نام ہے یا کسی عورت کا۔ آپ نے فرمایا: کسی زمین کا نام ہے نہ کسی عورت کا نام ہے۔ ہاں عرب کے ایک شخص کا نام ہے جس کے دس بیٹے تھے چھ ان میں سے دائیں طرف یعنی یمن چلے گئے اور چار بائیں طرف یعنی شام چلے گئے۔ (القرطبی) ۳ یعنی اہل سبا نے اپنے رسولوں کی نافرمانی کی۔ سدی اور وہب کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اہل سبا کی جانب ۱۳ رسولوں کو بھیجا انھوں نے ہر ایک کو جھٹلایا۔ حضرت عطاء کہتے ہیں کہ عرم ایک وادی کا نام تھا۔ حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ وادی سبا کا نام عرم تھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بھی مروی ہے کہ عرم شدید کو کہتے ہیں۔ (القرطبی) ۴ یعنی انھیں جو سزا ملی یہ ان کے گناہوں کا نتیجہ تھا۔ اللہ تعالیٰ اتنا شدید بدلہ نہیں دیتا مگر کافروں کو۔ حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ عذاب نہیں دیا جاتا مگر کافروں کو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ مؤمن کے گناہوں کو مٹاتا ہے اور کافروں کو اس کے برے عمل کی سزا دیتا ہے۔ (صفوۃ التفاسیر)

وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْقُرَى الَّتِي بَارَكْنَا فِيهَا قُرًى

و کردیم ما میان ایشاں و میان دیہا آنکہ برکت دادیم ما دراں دیہا را

اور ہم نے ان کے درمیان اور اس شہروں کے درمیان جن میں ہم نے برکت رکھی چند اور بستیاں آباد کیں

ظَاهِرَةً وَقَدَّرْنَا فِيهَا السَّيْرَ ۖ سِيرُوا فِيهَا لَيَالِيَ

آشکارا و تقدیر کردیم ما دراں رفتن را سیر کنید دراں شبہا

جو نمایاں تھیں اور ہم نے ان میں سفر کو اندازے پر رکھا' سیر کرو ان میں راتوں

وَأَيَّامًا آمِنِينَ ﴿١٨﴾ فَقَالُوا رَبَّنَا بَاعِدْ بَيْنَ أَسْفَارِنَا

و روزہا امان پس گفتند اے پروردگار ما دوری افگن میان منزلہا

اور دنوں میں امن کے ساتھ ۱؎ پس انھوں نے کہا اے ہمارے رب! ہمارے سفر میں دوری ڈال

وَظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ فَجَعَلْنَاهُمْ أَحَادِيثَ وَمَزَّقْنَاهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ

و ستم کردند بر خود پس کردیم ایشانرا سخنان و پراگندہ کردیم ہر پراگندہ

اور انھوں نے اپنے آپ پر ظلم کیا سو ہم نے انھیں افسانہ بنا دیا اور انھیں خوب ٹکڑے کر دیا

إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ ﴿١٩﴾ وَلَقَدْ

ہر آئنہ دریں نشانہاست مر ہر صبر کنندہ سپاسدارندہ و ہر آئنہ

بیشک اس میں نشانیاں ہیں ہر صبر کرنے والے شکر کرنے والے کیلئے ۲؎ اور بیشک

صَدَّقَ عَلَيْهِمْ إِبْلِيسُ ظَنَّهُ فَاتَّبَعُوهُ إِلَّا فَرِيقًا

راست کرد بر ایشاں دیو گمان او پس پیروی کرد او را مگر گروہی

سچ کر دکھایا ان پر ابلیس نے اپنے گمان کو پس انھوں نے اسکی پیروی کی سوائے

مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿٢٠﴾ وَمَا كَانَ لَهُ عَلَيْهِمْ مِنْ سُلْطَانٍ

از مومنان و نبود او را بر ایشاں ہیچ حجتی

مؤمنین کے گروہ کے ۳؎ اور اس کو ان پر کوئی حجت نہ تھی

۱؎ حضرت حسن کہتے ہیں کہ یمن اور شام کے درمیان' اور بستیاں جن میں برکتیں دی گئیں وہ شام' اردن اور فلسطین ہیں۔ کہا گیا ہے کہ برکت سے مراد یہ ہے کہ ان بستیوں میں کثرت سے درخت' پھل اور پانی ہوئے یہ سب چار ہزار تھے اور سات سو بستیوں میں آباد تھے' یہ بھی احتمال ہے کہ یہاں برکت سے کثرتِ تعداد مراد ہو۔ قُرًى ظَاهِرَةً۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس سے مراد مدینہ اور شام کے درمیان کی بستی ہے۔ حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ ظَاهِرَةً سے مراد یہ ہے کہ ان کے راستے ایک دوسرے سے ملے ہوئے تھے' صبح ایک بستی میں کرتے تو دوپہر دوسری بستی میں' اسی طرح دوپہر ایک بستی میں گذارتے تو شام کسی اور بستی میں گذارتے تھے۔ کہا گیا ہے کہ ہر بستی کے ایک میل کے فاصلے پر بازار واقع تھا اسی بناء پر ہر راستہ پُرامن رہتا تھا۔ حضرت حسن کہتے ہیں کہ عورتیں ہاتھ میں تکلا اور سر پر خالی ٹوکرا لے کر راستے سے گذرتی تھیں ابھی آدھا راستہ بھی طے نہ ہوتا تھا کہ ٹوکرا اور تکلا دونوں اطراف کے درختوں کے پھل سے بھر جاتے تھے' یمن سے شام تک کے راستوں کا یہی عالم تھا۔ قَدَّرْنَا فِيهَا السَّيْرَ: یعنی ایک بستی سے دوسری بستی کے درمیان اتنا ہی فاصلہ تھا جتنا ایک انسان [پیدل] نصف دن میں طے کر سکتا تھا۔ حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ وہ سب بے خوف و خطر سفر کیا کرتے تھے نہ انھیں بھوک لگتی تھی اور نہ پیاس۔ یہ لوگ چار سو شہروں تک امن و امان کے ساتھ سیر کر لیتے تھے۔ کوئی کسی کو قتل نہیں کرتا تھا نہ ساز و سامان لوٹتا تھا۔ (القرطبی)

۲؎ شعبی کا بیان ہے کہ جب ان کی بستیاں ڈوب گئیں تو لوگ مختلف ملکوں میں منتشر ہوگئے۔ غسان ملکِ شام میں آ کر آباد ہو گئے، ازد عمان کی طرف' خزاعہ تہامہ کی جانب' جزیمہ عراق کی سمت اور اوس و خزرج یعنی بنی انمار یثرب کی طرف چلے گئے۔ مدینہ میں سب سے پہلے عمرو بن عامر انماری آیا یہی اوس و خزرج کا جدِ اعلیٰ تھا۔ لِكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ: گناہوں سے اپنے نفس کو روکنے والا' مصیبتوں پر صبر کرنے والا اور اطاعت پر جما رہنے والا۔ شَكُورٍ: نعمتوں کا بڑا شکر گذار۔ حضرت مقاتل کہتے ہیں کہ اس سے اس امت کے مؤمن مراد ہیں جو مصیبتوں پر صبر کرنے والے اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے بڑے شکر گذار ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ مؤمن ہمیشہ بڑا صابر و شاکر ہوتا ہے۔ دنیا امتحان گاہ ہے یہاں راحت و نعمت بھی ایک امتحان ہے جس میں بندۂ مؤمن مبتلا کیا جاتا ہے اور آزمائش کی جاتی ہے کہ وہ شکر کرتا ہے یا نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایمان کے دو حصے ہیں آدھا ایمان صبر میں ہے اور آدھا شکر میں۔ (مظہری) ۳؎ یعنی اہل سبا نے شرک اور معصیت میں شیطان کی پیروی کی سوائے ان میں سے ایک جماعت کہ جو خالص مؤمنوں کی تھی۔ ان لوگوں نے اصل دین میں شیطان کی پیروی نہیں کی۔ کاشفی کہتے ہیں کہ شیطان لعین نے گمان کیا کہ بنی آدم کی شہوت اور غضب کے سبب جو ان میں موجود ہیں میں انھیں قابو میں کر لونگا اور انھیں گمراہ کرنے میں کامیاب ہو جاؤنگا۔ (روح البیان) بعض اہل تفسیر نے عَلَيْهِمْ کی ضمیر اہل سبا کی طرف راجع کی ہے۔ مطلب یہ ہوگا کہ اہل سبا میں سے جو کافر تھے ان کے متعلق شیطان کا گمان صحیح نکلا۔ حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ عام انسانوں کی طرف ضمیر راجع ہے۔ ابلیس نے اللہ کے سامنے اپنا یہ گمان ظاہر کیا تھا کہ تیری عزت کی قسم میں ان سب کو گمراہ کرونگا' چنانچہ اپنا یہ گمان سچ کر دکھایا سوائے مؤمنین کے سب اسکی راہ پر لگ گئے۔ (مظہری)

إِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يُؤْمِنُ بِالْآخِرَةِ مِمَّنْ هُوَ مِنْهَا فِي شَكٍّ

مگر تا بدانیم هر که بگرود بآخرت ازانکه او ازاں در شبه

مگر تا کہ ہم بتائیں کون آخرت پر ایمان رکھتا ہے اور ان میں سے کون شبہ میں ہے

وَرَبُّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ حَفِيظٌ ﴿٢١﴾ قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ

و پروردگار تو بر همه چیز نگهبانست بگو بخوانید آنانکه

اور تمہارا رب ہر چیز پر نگہبان ہے ۱ آپ فرما دیجئے انہیں پکارو

زَعَمْتُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ ۖ لَا يَمْلِكُونَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي

گمانبردید بجز خدای مالک نباشند برابر ذره در

جنہیں تم نے اللہ کے سوا (معبود) گمان کیا ہوا تھا مالک نہیں ہیں ذرہ بھر کے

السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيهِمَا مِنْ شِرْكٍ

آسمانها و نه در زمین و نیست ایشانرا دراں هیچ شرکتی

آسمانوں میں اور نہ زمین میں اور ان کیلئے ان دونوں میں کچھ شرکت نہیں ہے

وَمَا لَهُ مِنْهُمْ مِنْ ظَهِيرٍ ﴿٢٢﴾ وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهُ

و نیست او را از ایشاں هیچ پشت پناهی و سود نکند شفاعت نزد او

اور نہ ان میں سے کوئی اسکا (اللہ کا) مددگار ہے ۲ اور اس کے پاس شفاعت نفع نہ دیگی

إِلَّا لِمَنْ أَذِنَ لَهُ ۚ حَتَّىٰ إِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوبِهِمْ قَالُوا مَا

مگر کسیکه دستوری دهد او را تا چوں دارند فزع را از دلهاے ایشاں گویند چه

مگر اسکی جسے اجازت ہو یہاں تک کہ جب گھبراہٹ ان کے دلوں سے دور ہوجاتی ہے تو کہتے ہیں کیا فرمایا تمہارے

ذَا قَالَ رَبُّكُمْ ۖ قَالُوا الْحَقَّ ۖ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ ﴿٢٣﴾ قُلْ

چیز گفت پروردگار شما گفتند راست است و اوست بر تر بزرگ بگو

رب نے ایک دوسرے سے کہتے ہیں کہ حق ہے اور وہی عالی شان سب سے بڑا ہے۔ ۳ آپ فرما دیجئے

۱ یعنی شیطان نے انھیں کفر پر مجبور نہیں کیا تھا بلکہ اس نے تو صرف کفر کو مزین کر کے اسکی جانب دعوت دی تھی۔ سلطان سے مراد لبی قوت، یہ بھی کہا گیا ہے کہ اسکا معنی ہے حجت یعنی اس کے پاس کوئی ایسی دلیل نہیں تھی جس کے سبب اس کی پیروی کی جاتی، انھوں نے تو صرف اپنے نفس کی پیروی کی۔ اِلَّا لِنَعْلَمَ: تاکہ ہم ظاہر کریں [اس جگہ علم سے مراد علم ظہور ہے] جیسے آپ کہیں کہ آگ لکڑیوں کو جلا دیتی ہے پس دوسرا کہے کہ نہیں بلکہ لکڑیاں آگ کو جلا دیتی ہیں پس پہلا شخص دوسرے شخص سے کہے کہ آؤ پھر ہم دونوں تجزیہ کریں کون کس کو جلاتی ہے [اسوقت کہا جائیگا لِنَعْلَمَ اَيُّهُمَا يُحْرِقُ صَاحِبَهُ لِنُظْهِرَ ذَالِكَ وَاِنْ كَانَ مَعْلُوْمًا لَهُمْ ذَالِكَ یعنی ہم اسے ظاہر کریں کہ کون کس کو جلاتی ہے اس طرح آیت میں لِنَعْلَمَ بمعنی لِنُظْهِرَ ہے کہ آؤ ہم تمہیں ظاہر کر کے بتائیں کہ کون آخرت پر یقین رکھتا ہے اور کون اس میں شک کرتا ہے] ایک قول یہ بھی ہے کہ لِنَعْلَمَ بمعنی لیتعلموا انتم یعنی تا کہ تم جان لو۔ ایک قول یہ ہے کہ لِنَعْلَمَ بمعنی لِيَعْلَمَ اَوْلِيَاءُ نَا وَالْمَلَائِكَةُ یعنی ہمارے دوست اور ملائکہ جان لیں۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ لِنَعْلَمَ بمعنی لِيُمَيِّزَ یعنی تا کہ وہ جدا کرے جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے لِيَمِيْزَ اللّٰهُ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ یعنی تا کہ اللہ تعالیٰ خبیث سے طیب کو نکال دے۔ (القرطبی)

۲ جب اللہ تعالیٰ نے شاکرین، کافرین اور ان لوگوں کا حال جو پہلے گذر چکے تھے بیان فرمایا تو اب اپنے خطاب کو مشرکین کی جانب پھیر کر اپنے رسول ﷺ سے فرما رہا ہے کہ آپ ان مشرکوں سے فرما دیجئے تم اللہ کو چھوڑ کر جن کی عبادت کرتے ہو وہ کسی چیز کے مالک نہیں ہیں۔ جاننا چاہیئے کہ شرک کے بارے میں مشرکین کے چار مذاہب تھے [ان چاروں مذاہب کا رد اللہ تعالیٰ نے فرمایا تین کا رد تو اسی آیت کریمہ میں ہے اور ایک کا رد اگلی آیت میں ہے] (۱) یہ لوگ کہتے تھے کہ آسمانوں اور زمین اور جو کچھ اس میں ہے سب کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا اور ہم زمین کی مخلوقات میں سے ہیں اس لئے ہم ستاروں اور ملائکہ کی عبادت کرتے ہیں جو آسمانی مخلوق ہیں پس یہ سب ہمارے معبود ہیں اور ان کا معبود اللہ ہے۔ اس نظریے کا ابطال اس قول سے کیا گیا ہے لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ۔ (۲) آسمان اللہ تعالیٰ کی طرف سے علی سبیل الاستبدا ہے اور زمین اس سے ہے لیکن ستاروں کے واسطہ سے، پس اللہ تعالیٰ نے عناصر اور ترکیبات کو پیدا فرمایا جن میں اتصالات، حرکات اور طوالع بھی ہیں پس مشرکین نے غیر اللہ کو زمین میں اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرایا اور کچھ مشرکین نے کہا کہ زمین اسکا غیر ہے اور آسمان اس کیلئے ہے۔ ان دونوں کا ابطال اس قول سے کیا وَمَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ (۳) ترکیبات اور حوادث ہر ایک اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے لیکن ستاروں کو سپرد کر دیا۔ اس کا ابطال اس قول سے فرمایا وَمَا لَهُ مِنْهُمْ مِنْ ظَهِيْرٍ۔ (۴) ہم ان بتوں کی عبادت کرتے ہیں جو ملائکہ کی صورتوں پر ہیں تا کہ یہ ہماری شفاعت کریں اسکا ابطال اگلی آیت میں ہے۔ (تفسیر کبیر) ۳ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ان کے دل جزع فزع سے خالی کر دیئے جائیں گے قطرب کہتے ہیں کہ ان کے دلوں سے خوف نکال دیا جائیگا، حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ قیامت کے روز ان کے دلوں سے پردہ ہٹا دیا جائیگا۔ واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ انبیائے کرام علیہم السلام اور ملائکہ کو شفاعت کی اجازت عطا فرمائیگا۔ (القرطبی)

مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ قُلِ اللّٰهُ ۙ وَاِنَّآ

کیست کہ روزی دہد شما را از آسمانہا و زمین بگو خدا ست و ما

کون ہے جو تمہیں روزی دیتا ہے آسمانوں اور زمین سے، فرما دیجئے اللہ ہے، اور ہم

اَوْ اِيَّاكُمْ لَعَلٰى هُدًى اَوْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿٢٤﴾ قُلْ لَّا

یا شما بر راہ راستیم یا در گمراہی بیدا بگو

تم دونوں میں سے کوئی ایک راہ راست پر ہے یا کھلی گمراہی میں ہے۱ فرما دیجئے تم سے نہ پوچھا جائیگا اسکے بارے

تُسْـَٔــلُوْنَ عَمَّآ اَجْرَمْنَا وَلَا نُسْـَٔـلُ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿٢٥﴾ قُلْ

پرسیدہ نشوید از آنچہ ما میکنیم از بدی و پرسیدہ نشویم از آنچہ میکنید بگو

میں جو جرم (تمہارے گمان کیمطابق) ہم کر رہے ہیں اور ہم سے نہ پوچھا جائیگا جو تم کرتے ہو۲ فرما دیجئے

يَجْمَعُ بَيْنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ يَفْتَحُ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ ۭ وَهُوَ الْفَتَّاحُ

جمع کند میان ما پروردگار ما پس فتح کند میان ما براستی و اوست حکم کنندہ

ہمارا رب جمع فرمائیگا ہم سب کو پھر ہمارے درمیان حق فیصلہ فرمائیگا اور وہی فیصلہ فرمانے والا

الْعَلِيْمُ ﴿٢٦﴾ قُلْ اَرُوْنِيَ الَّذِيْنَ اَلْحَقْتُمْ بِهٖ شُرَكَاۗءَ كَلَّا

دانا بگو بنمائید بمن آنانکہ بر بستہ اید باں شریکان خود را

جاننے والا ہے۳ آپ فرما دیجئے مجھے ذرا ان شریکوں کو تو دکھاؤ جسے تم نے اللہ کے ساتھ ملا رکھا ہے

بَلْ هُوَ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿٢٧﴾ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَاۗفَّةً

بلکہ اوست خدای غالب با حکمت و نہ فرستادیم ترا مگر ہمہ

بلکہ وہی اللہ غالب حکمت والا ہے۴ اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر تمام

لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٢٨﴾

برای مردمان مژدہ دہندہ و بیم کنندہ و لیکن اکثر مردمان نمیدانند

لوگوں کیلئے خوشخبری سنانے اور ڈر سنانے والا (بنا کر) لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں ۵

۱ جب یہ بیان ہو گیا کہ ان مشرکین کے معبود ذرہ برابر بھی قدرت نہیں رکھتے تو اب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے محمد ﷺ! ان مشرکوں سے پوچھئے کہ آسمان سے تمہارے لئے بارش کون اتارتا ہے، سورج، چاند اور ستاروں سے تمہیں نفع کون پہنچاتا ہے اور زمین سے پانی اور پودے کون نکالتا ہے؟ انھیں جرأت نہیں ہو گی کہ کہیں یہ ہمارے معبودوں کا کام ہے۔ اس لئے اس کے جواب میں ضرور لَا نَـدْرِیْ یعنی ہم نہیں جانتے کہیں گے۔ پس آپ انھیں یہ بتا دیجئے کہ یہ سب اس اللہ کے کام ہیں جو تمہارے دلوں کے بھید کو بھی جانتا ہے۔ اگر اس سوال کے جواب میں کہیں کہ ہمیں اللہ رزق دیتا ہے تو حجت قائم ہو گئی کہ جو رزق دے رہا ہے وہی عبادت کے لائق ہے۔ وَاِنَّـا وَاِيَّاكُمْ کا مطلب یہ ہے کہ تم اور ہم ایک امر پر نہیں ہیں بلکہ یہ دونوں امور ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ ان دو گروہوں میں ایک ہدایت یافتہ ہے اور دوسرا گروہ گمراہ ہے۔ ہم لوگ ہدایت یافتہ اور گمراہ تم لوگ ہو۔ (القرطبی)

۲ یعنی ہم اگر جرم کے مرتکب ہو رہے ہیں تو تمہارا اس پر مواخذہ نہ ہو گا۔ ہر انسان پر اس کا معاقبہ ہو گا جو اس سے صادر ہو۔ واضح رہے کہ مجادلہ کے باب میں یہ جملہ غایتِ انصاف میں ہے۔ (صفوۃ التفاسیر)

۳ یعنی قیامت کے روز اللہ تعالیٰ ہمارے اور تمہارے درمیان فیصلہ فرمائیگا اہل حق کو جنت میں داخل فرمائیگا اور اہل باطل کو جہنم میں داخل فرمائیگا۔ (بیضاوی)

۴ ان مشرکوں سے پوچھیئے کہ ان شرکاء نے کچھ پیدا کیا ہے اگر پیدا کیا ہے تو دکھاؤ وہ کہاں ہے؟ اور اگر نہیں ہے تو تم ان بتوں کی عبادت کیوں کرتے ہو۔ (القرطبی)

۵ مطلب یہ ہے کہ تمام لوگوں کیلئے آپ کو رسالتِ عامہ دے کر بھیجا ہے کوئی شخص آپ کے دائرہ رسالت سے باہر نہیں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ كَـآفَّةً میں ت مبالغہ کی ہو یعنی ہم نے آپ کو ایسی حالت میں بھیجا کہ آپ سب لوگوں کو اپنے دائرہ رسالت میں جمع کرنے والے ہیں۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے پانچ چیزیں [خصوصیات کے ساتھ] عطا کی گئیں ہیں۔ جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئیں (۱) مجھے یہ چیز دی گئی کہ ایک ماہ کی مسافت پر میرا رعب [دشمنوں کے دلوں میں] ڈالا گیا (۲) تمام زمین کو میرے لئے مسجد اور حصول طہارت کا ذریعہ بنا دیا گیا لہذا میری امت میں سے جس کسی کیلئے نماز کا وقت آ پہنچے وہ [جس پاک جگہ پر] نماز پڑھنا چاہے وضو کر کے اور پانی کی فقدان کے صورت میں مٹی سے تیمم کر کے نماز پڑھ لے۔ (۳) میرے لئے مال غنیمت حلال کیا گیا مجھ سے پہلے کسی کیلئے حلال نہیں کیا گیا (۴) مجھے شفاعتِ کبریٰ عطا کی گئی (۵) ہر نبی کو صرف اس کی قوم کی ہدایت کیلئے بھیجا گیا لیکن مجھے سب لوگوں کی ہدایت کیلئے بھیجا گیا ہے۔ آیت کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہم نے آپ کو روکنے والا بنا کر بھیجا کہ آپ کافروں کو کفر سے اور دوزخ میں گرنے سے روکنے والے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری مثال ایسی ہے جیسی کسی نے آگ جلا رکھی ہو جب چاروں طرف آگ کی روشنی پھیل گئی ہو تو پتنگے اور کیڑے مکوڑے اس میں گرنے لگے وہ شخص کتنا ہی آگ میں گرنے سے روکتا ہو مگر پتنگے اس میں زبردستی گر رہے ہوں میں بھی اسی طرح پیچھے سے تمہاری کمر پکڑ کر آگ میں گرنے سے روک رہا ہوں مگر تم آگ میں گرتے پڑتے ہو۔ (مظہری)

وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْوَعْدُ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿٢٩﴾

و میگویند که باشد این وعده اگر هستید شما را راستگویان

اور کہتے ہیں یہ وعدہ کب پورا ہو گا اگر تم سچ کہتے ہو ١

قُل لَّكُم مِّيعَادُ يَوْمٍ لَّا تَسْتَأْخِرُونَ عَنْهُ سَاعَةً

بگو مر شما را ست وعده روزیکه باز پس نیابید از و ساعتی

آپ فرما دیجئے تمہارے لئے ایسے دن کا وعدہ ہے جس سے تم ایک ساعت نہ پیچھے ہٹ سکو گے

وَلَا تَسْتَقْدِمُونَ ﴿٣٠﴾ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَن

و نه پیشی گیرید و گفتند کافران هر گز

اور نہ آگے کی جانب جا سکو گے ٢ اور کافروں نے کہا ہر گز

نُّؤْمِنَ بِهَٰذَا الْقُرْآنِ وَلَا بِالَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ ۗ وَلَوْ

نگرویدیم بایں قرآن و نه بداں کتاب پیش از وی بود و اگر

ہم اس قرآن پر ایمان نہیں لائیں گے اور نہ اس کتاب پر جو اس سے پہلے تھی اور اگر

تَرَىٰ إِذِ الظَّالِمُونَ مَوْقُوفُونَ عِندَ رَبِّهِمْ يَرْجِعُ

به بینی ستمگاران باز داشتگان نزد پروردگار ایشاں باز گردند

آپ دیکھیں گے ظالموں کو (اس وقت جب) اپنے رب کے حضور کھڑے ہونگے

بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ الْقَوْلَ يَقُولُ الَّذِينَ

بعضے ایشاں بسوے بعضے سخن میگویند آنانکه

تو وہ سب ایک دوسرے کی جانب بات کو پھیرتے ہونگے کہیں گے وہ لوگ جو

اسْتُضْعِفُوا لِلَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا لَوْلَا أَنتُمْ لَكُنَّا

زبون بودند مر آنانرا که تکبر کردند اگر نمی بودید شما البته بودیم

کمزور تھے ان لوگوں سے جنہوں نے تکبر کیا اگر تم (ہمیں) نہ بہکائے ہوتے تو ہم ضرور ٣

١ یعنی مشرکین استہزاء اور تحریت کے طور کہتے تھے کہ جس عذاب سے آپ ہمیں ڈراتے ہیں آخر وہ عذاب کب آیگا۔(صفوۃ التفاسیر)

٢ اے محمد ﷺ آپ ان سے فرمادیجئے کہ اجل کی تاخیر کے سبب تم دھوکے میں نہ رہو۔ یہاں میعاد سے مراد میقات ہے یعنی یہ میعاد وقت بعث ہے' یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے وہ وقت مراد ہے جب موت آئے، مطلب یہ ہے کہ تمہارے لئے قیامت سے پہلے مرنے کا ایک وقت معین ہے اس وقت تم میرے قول کی حقیقت خوب اچھی طرح جان لوگے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ یہاں یوم سے مراد یوم بدر ہے اس لئے کہ بدر کا دن دنیا میں ان کیلئے میعاد ہے۔(القرطبی) لَا تَسْتَأْخِرُوْنَ کا لفظ انذار کا سبب ہے اس لئے کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ اجل آتے ہی مہلت نہیں دی جائیگی۔ مشرکین نے جب عجلت طلب کی تو انھیں اس آیت کریمہ کے ذریعے بتایا گیا کہ جس طرح ان کیلئے مہلت نہیں ہے اسی طرح ان کو استعجال کا اختیار بھی نہیں ہے۔(تفسیر کبیر)

٣ جب اللہ تعالیٰ نے ان مشرکین کے واسطے تین امور بیان فرمائے یعنی توحید' رسالت اور حشر تو وہ سب عام انکار کی طرح اسکا بھی انکار کر بیٹھے۔ اسی بناء پر کافروں کے قول کا نقل ہو رہا ہے کہ انھوں نے کہا کہ ہم ہرگز اس قرآن پر ایمان نہیں لائیں گے' اور نہ اس پر جو اس سے پہلے تھی یعنی توریت اور انجیل پر۔ اس لئے اس جگہ کفروا سے مراد وہ مشرکین ہیں جو نبوت اور حشر کے منکر تھے۔ یہ احتمال بھی ہے کہ آیت کا یہ مطلب ہو کہ ہم اس قرآن پر ایمان نہیں لائیں گے کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے اور نہ اس پر جو اس سے پہلے تھی۔ اس تفسیر پر فَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا سے عام کافرین مراد ہونگے۔ اس لئے کہ اہل کتاب بھی قرآن پر ایمان نہیں لائے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ سوال: کیا وہ سب اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور حشر پر ایمان نہیں رکھتے تھے؟ جواب: جو کچھ کتاب میں ہے اگر اس میں سے کسی ایک کے بھی اگر وہ منکر ہوئے تو ہم انھیں مؤمن نہیں کہیں گے، یہ تو ایسا ہی ہوگا کہ بعض پر ایمان رکھتا ہو اور بعض کا انکار کرتا ہو۔ وَلَوْ تَرٰی اِذِ الظّٰلِمُوْنَ الخ: جب لَنْ نُّؤْمِنَ کے ذریعے اس دنیا میں جب ان کے ایمان لانے سے مایوسی حاصل ہوئی تو اللہ تعالیٰ اپنے نبی سے وعدہ فرما رہا ہے کہ آپ ان لوگوں کو بروز قیامت انتہائی ذلت ورسوائی کی حالت میں دیکھیں گے۔ یَقُوْلُ الَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْا الخ: یہ ان کے کفر کی جانب اشارہ ہے اس لئے کہ یہ لوگ اپنے بڑوں کے سامنے بے بس تھے' اس میں اس جانب بھی اشارہ ہے کہ ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی جانب سے رسول تشریف لائے لیکن انھوں نے تکبر کیا اور ایمان لانے سے انکار کیا۔(تفسیر کبیر) ابن جریج کہتے ہیں کہ اس آیت میں قَالَ کا فاعل ابوجہل بن ہشام ہے' کہا گیا ہے کہ اہل کتاب نے مشرکین سے کہا کہ ہماری کتاب میں محمد ﷺ کی صفت ہے تم چاہو تو اس بارے میں ہم تمہاری رہنمائی کر سکتے ہیں پس جب مشرکین نے محمد ﷺ کی صفتوں کے بارے میں اہل کتاب سے پوچھا تو اہل کتاب نے جن صفات کی نشاندہی کی وہ ساری صفات محمد ﷺ میں موجود تھیں' اس لئے مشرکین نے کہا کہ ہم اس قرآن پر ایمان لائیں گے اور نہ توریت وانجیل پر جو اس سے پہلے نازل ہو چکی ہیں بلکہ ہم ہر ایک کا انکار کرتے ہیں جبکہ اس سے پہلے مشرکین اہل کتاب کی بتائی ہوئی باتوں کو حجت بناتے تھے اور اپنے معاملات میں ان سے فیصلہ لیا کرتے تھے۔(القرطبی)

مُؤْمِنِيْنَ ﴿۳۱﴾ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْٓا

مومنان گویند آنانکه تکبر کردند مر آنانرا که بیچاره بودند

مؤمنین ہوتے کہیں گے وہ لوگ جنہوں نے تکبر کیا ان سے جو کمزور تھے

اَنَحْنُ صَدَدْنٰكُمْ عَنِ الْهُدٰى بَعْدَ اِذْ جَآءَكُمْ بَلْ كُنْتُمْ

آیا ما باز داشتیم شما را از راه راست بعد ازانکه آمد بشما بلکه بودند شما

کیا ہم نے تمہیں ہدایت سے (زبردستی) روک دیا تھا بعد اسکے کہ تمہارے پاس ہدایت آئی بلکہ تم سب

مُّجْرِمِيْنَ ﴿۳۲﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا

مجرمان و گویند آنانکه بیچاره بودند مر آنانرا که تکبر کردند

خود مجرم تھے ۱ اور کہیں گے وہ لوگ جو کمزور تھے ان سے جنہوں نے تکبر کیا

بَلْ مَكْرُ الَّيْلِ وَ النَّهَارِ اِذْ تَاْمُرُوْنَنَآ اَنْ نَّكْفُرَ بِاللّٰهِ وَ

بلکه مکر شما شب و روز چوں میفرمائید ما را بآنکه کافر شویم بخدا و

بلکہ تمہارا (ہی) رات اور دن کا مکر تھا کہ تم ہمیں حکم دیتے تھے اس کا کہ ہم اللہ کا انکار کریں اور

نَجْعَلَ لَهٗٓ اَنْدَادًا ؕ وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ؕ

فرو گیریم مر او را ہمتایان و ہر دو گروہ پشیمان شوند آنوقتیکه دیدند عذاب

اس کیلئے شریک بنائیں اور ہر دو گروہ پشیمان ہونے لگے اسوقت جب انھوں نے عذاب کو دیکھا

وَجَعَلْنَا الْاَغْلٰلَ فِيْٓ اَعْنَاقِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ هَلْ

و بکنیم غلا در گردن آنانکه نگرویدند آیا

اور ہم نے طوق ڈال دیئے ان لوگوں کی گردنوں میں جنہوں نے کفر کیا' کیا

يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ

جزا داده شدند مگر آنکه بودند میکردند و نه فرستادیم در ہیچ دیہی

وہ بدلہ دیئے جائیں گے مگر وہی جو وہ عمل کرتے تھے ۲ اور ہم نے کسی بستی میں نہیں بھیجا

۱ یعنی پیروی کرنے والے سرداروں سے جب یہ کہیں گے کہ اگر تم ہم کو اللہ اور رسول پر ایمان لانے سے نہ روکتے اور کفر کی دعوت نہ دیتے تو ہم ضرور رسولوں پر ایمان لے آتے تم نے ہی ہم کو عذاب میں ڈالا۔ اس کے جواب میں سردارانِ قوم کہیں گے کہ ہم نے تم کو نہیں روکا تھا بلکہ تم تو مجرم قوم ہی تھے۔ اس آیت کریمہ سے اس امر کو ثابت کیا کہ ادنٰی درجے کے لوگوں نے خود اپنے آپ کو ایمان سے روکا۔ بے دلیل کافروں کی پیروی اور اتباع کو اختیار کیا اور اس کے رسول کی متابعت ترک کی جن کے دعوی کی تصدیق معجزات سے ہوتی تھی۔ (مظہری)

۲ اخفش کہتے ہیں کہ مَكْرُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ کا مطلب یہ ہے کہ یہ تمہاری جانب سے رات اور دن کا مکر ہے' نحاس کہتے ہیں کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ بلکہ رات اور دن میں تمہارا مکر تھا یعنی تمہارا ہمیں بلانا اور پھر ہمارا تمہاری جانب آنا یہ سب کفر کی جانب ابھارنے کیلئے ہی تو تھا' سفیان ثوری کہتے ہیں کہ بلکہ دن اور رات میں تمہارا عمل [ہمیں گمراہ کرنے کیلئے ہی تو تھا] قتادہ یہ مطلب بیان کرتے ہیں کہ رات اور دن تم اس مکر میں رہتے تھے کہ کس طرح ہمیں راہ راست سے روکا جائے۔ پس رات اور دن کی طرف مکر کی اضافت اس اعتبار سے ہے کہ انہی دونوں میں مکر کا وقوع ہوتا تھا جیسے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں اجل کے آنے کی نسبت خود اجل کی جانب کردی گئی اِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ اِذَا جَآءَ لَا يُؤَخَّرُ یعنی اللہ کی اجل جب آجاتی ہے تو موخر نہیں کی جاتی۔ گویا یہ اس قول کی طرح ہے نھارہ صائم یعنی اسکا دن روزہ ہے۔ حضرت سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ رات اور دن ان پر گذرتے رہے لیکن یہ لوگ غفلت میں پڑے رہے۔ وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ: یعنی ان کے چہروں پر ندامت خوب ظاہر ہو جائیگی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ ندامت ان کے چہروں پر ظاہر نہ ہوگی بلکہ ان کے دلوں پر ندامت چھا جائیگی پھر جب وہ اپنی زبان سے کلام کریں گے تو ان کے کلام میں ندامت ظاہر ہوگی۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ ان کی ندامت کا اظہار اس قول میں ہے فَلَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ یعنی کاش کہ ہمارے لئے دنیا میں دوبارہ لوٹنا ہوتا تاکہ ہم مؤمنین میں سے ہوتے۔ کہا گیا ہے کہ انھوں نے اپنے درمیان ندامت چھپائی لیکن ان کے قول سے ندامت ظاہر ہوگئی۔ (القرطبی) مطلب یہ ہے کہ سردارانِ قوم پہلے تو اپنے ماتحتوں کے کہنے پر انکار کریں گے پھر جب کمزور لوگ اپنے سرداروں کو جواب دینگے تو سردارانِ قوم پہلے قول کی جانب رجوع کرلیں گے۔ پھر جب ان پر عذاب آئیگا تو یہ لوگ اپنی ندامت کو چھپانے کی کوشش کریں گے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہاں اسرار بمعنی اظہار ہے یعنی وہ سب اپنی ندامت ظاہر کریں گے۔ یہ بھی احتمال ہے کہ وہ لوگ جب اپنے قول سے رجوع کریں گے کہ رَبَّنَآ اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا یعنی ''اے ہمارے رب! اب ہم نے دیکھا اور سنا ہمیں پھر بھیج کہ نیک کام کریں'' پھر انھیں جواب دیا جائیگا اور انھیں بتایا جائیگا کہ دنیا میں ان کیلئے دوبارہ لوٹنا نہیں ہے پس وہ لوگ اس قول کو چھپائیں گے۔ وَجَعَلْنَا الْاَغْلٰلَ فِيْٓ اَعْنَاقِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا: اس جملہ سے عذاب کی کیفیت کی جانب اشارہ کیا گیا ہے. هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ سے یہ اشارہ ہے کہ وہ لوگ ایسے عذاب کے مستحق تھے۔ (تفسیر کبیر)

مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَاۤ ۙ اِنَّا بِمَاۤ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ

هیچ بیم کننده مگر آنکه گفتند منکران ایں دیه هر آئینه ما بآنچه فرستاده شدید بآں

کوئی ڈرانے والا مگر اس بستی کے منکروں نے کہا بیشک ہم اس کے جو تم لے کر بھیجے گئے ہو

كٰفِرُوْنَ ﴿۳۴﴾ وَقَالُوْا نَحْنُ اَكْثَرُ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا ۙ وَّمَا نَحْنُ

کافرانیم و گفتند که ما بیشتریم جهت مال و اولاد و نیستیم ما

منکر ہیں ۱؎ اور انھوں نے کہا کہ ہم مال اور اولاد کے اعتبار سے زیادہ ہیں اور ہم پر

بِمُعَذَّبِيْنَ ﴿۳۵﴾ قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ

عذاب کرده شده بگو هر آئینه پروردگار من کشاده کند روزی مر هر کرا خواهد

عذاب نہیں کیا جائیگا ۲؎ آپ فرما دیجئے بیشک میرا رب رزق کشادہ فرماتا ہے جس کیلئے چاہے

وَيَقْدِرُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۶﴾ وَمَاۤ اَمْوَالُكُمْ

و تنگ سازد و لیکن اکثر مردمان نمیدانند و نیست مالهاے شما

اور تنگ فرماتا ہے، لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں ۳؎ اور نہیں ہیں تمہارے اموال

وَلَاۤ اَوْلَادُكُمْ بِالَّتِيْ تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰۤى اِلَّا مَنْ

و نه فرزندان شما بآنکه نزد ما نزدیک گردانیدن مگر کسیکه

اور نہ تمہاری اولاد اس لائق کہ تمہیں ہمارے قریب کر دے مگر وہ جو

اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ۫ فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَزَآءُ الضِّعْفِ

بگروید و بکند نیکی پس آنگروه ایشانراست پاداش دو تو

ایمان لائے اور نیک عمل کرے اسی گروہ کیلئے دونا اجر ہے

بِمَا عَمِلُوْا وَهُمْ فِي الْغُرُفٰتِ اٰمِنُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَالَّذِيْنَ يَسْعَوْنَ فِيْۤ

بآنچه کردند در غرفهاے بهشت ایمنند و آنانکه میشتابند در

جو انھوں نے کیا اور وہ جنت کے کمروں میں امن سے ہیں ۴؎ اور وہ لوگ جو کوشش کرتے ہیں

۱؎ ابن رزین سے روایت ہے کہ دو شخص کاروبار میں شریک تھے۔ ان میں سے ایک شراکت ختم کر کے ملک شام کو چلا گیا اور دوسرا باقی رہ گیا۔ جب نبی ﷺ مبعوث ہوئے تو [شام والے] شخص نے اپنے ساتھی کو خط لکھ کر نبی ﷺ کا حال پوچھا۔ اس نے لکھ بھیجا کہ قریش کے چند رذیلوں اور مسکینوں کے سوا ان پر کوئی ایمان نہیں لایا۔ اس پر وہ تجارت چھوڑ کر اپنے ساتھی کے پاس آگیا اور اسے کہا کہ مجھے ان کے پاس لے چلو۔ وہ شخص بعض کتابیں پڑھا کرتا تھا۔ چنانچہ جب وہ نبی ﷺ کے پاس آیا تو پوچھا کہ آپ کس چیز کی طرف بلاتے ہیں؟ آپ نے فرمایا فلاں فلاں امر کی طرف۔ اس شخص نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ آپ نے پوچھا کہ تم کو کیسے معلوم ہوا؟ اس نے جواب دیا کہ جب بھی کوئی نبی مبعوث ہوا ہے اس کی پیروی مسکینوں اور ادنیٰ لوگوں نے کی ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اسے کہلا بھیجا کہ جو کچھ تم نے کہا ہے اللہ تعالیٰ نے اس کی تصدیق فرمادی ہے۔ (لباب النقول فی اسباب النزول)

۲؎ یعنی اللہ تعالیٰ نے یہ سب کچھ تم سے زیادہ ہم کو دے رکھا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہم اللہ کے محبوب اور چہیتے ہیں اس لئے جس بات کے تم مدعی ہو اس کے ہم زیادہ حقدار ہیں۔ وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ: یعنی اول تو عذاب ثواب ہی نہ ہوگا اور اگر عذاب ہوا تو ہم کو عذاب نہیں دیا جائیگا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ہم کو عزت عطا کی ہے اس لئے آخرت میں ذلیل نہیں کریگا۔ مشرکوں کے اس خیال کو اللہ تعالیٰ نے اگلی آیت میں رد فرمایا ہے۔ (مظہری) ۳؎ یعنی روزی کی تنگی اور فراخی، تحقیر واعزاز کا معیار نہیں ہے۔ دنیا امتحان گاہ ہے دارالجزا نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے لوگوں کے احوال [دولت وافلاس کے لحاظ سے] مختلف ہوتے ہیں باوجودیکہ اوصاف وخصوصیات [علمی جسمی] ایک جیسے ہوتے ہیں۔ (مظہری) ۴؎ مطلب یہ ہے کہ ہمارے نزدیک تمہاری اولاد یا تمہارے اموال درجہ کی رفعت کے سبب نہیں ہیں اور نہ تم ان کے ذریعے ہمارے قریب ہو سکتے ہو، ہاں جو ایمان لائے اور نیک عمل کرے [اس کیلئے اللہ کے پاس بلند درجہ ہے] حضرت سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص ایمان لائے اور نیک عمل کرے اسے دنیا میں اس کی اولاد اور اس کے اموال ہرگز اسے نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ حضرت لیث سے مروی ہے کہ طاؤس یوں دعا کرتے تھے ''اے اللہ مجھے ایمان اور عمل کا رزق عطا فرما اور مجھے مال اور ولد سے بچا'' [طاؤس کی دعا میں مال اور ولد سے بچنے کی دعا سے مراد یہ ہے کہ اے اللہ ہمیں ان دونوں کے شر سے بچا] اس لئے کہ اچھے اموال اور نیک اولاد مرد صالح کیلئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نعمت ہے۔ واضح رہے کہ جن کا یہ نظریہ ہے کہ غنی کو فقیر پر فضیلت ہے وہ اس آیت کریمہ سے استدلال کرتے ہیں۔ حضرت محمد بن کعب کہتے ہیں کہ مؤمن جب غنی متقی ہو تو اللہ تعالیٰ اسے دو اجر عطا فرماتا ہے۔ (القرطبی) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی پیش کردہ تفسیر کے مطابق آیت کا مطلب یہ ہے کہ مال واولاد کسی کو اللہ کے قرب میں نہیں پہنچا سکتے ہیں مگر اس مؤمن صالح کو پہنچا دینگے جو راہ خدا میں اپنا مال صرف کرتا ہے اولاد کی صحیح تربیت کرتا ہے اور اس کو نیکی کی تعلیم دیتا ہے۔ (مظہری)

اٰیٰتِنَا مُعٰجِزِیْنَ اُولٰٓئِکَ فِی الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ ﴿۳۸﴾ قُلْ

آیات ما عاجز کنند آنگروه در عذاب حاضر آرندگانند بگو

ہماری آیتوں میں عاجز کرنے والے نہیں ہیں یہی گروہ عذاب میں حاضر کئے جائیں گے۱ آپ فرمادیجئے بیشک میرا

اِنَّ رَبِّیْ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ وَیَقْدِرُ

ہر آئنہ پروردگار من کشادہ کند روزی ہر کرا خواہد از بندگان خود و تنگ کند

رب رزق کشادہ فرماتا ہے اپنے بندوں میں سے جس کیلئے چاہے اور تنگ فرماتا ہے جس کیلئے چاہے اور وہ جسے تم

لَہٗ ؕ وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَھُوَ یُخْلِفُہٗ ۚ وَھُوَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ ﴿۳۹﴾

او را و آنچہ خرچ کردید از چیزے پس خدا عوض دہد او را و او بہترین روزی دہندہ

نے خرچ کیا پس اللہ اسکا بدلہ دیگا اور وہ بہترین روزی دینے والا ہے ۲

وَیَوْمَ یَحْشُرُھُمْ جَمِیْعًا ثُمَّ یَقُوْلُ لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اَھٰٓؤُلَآءِ اِیَّاکُمْ

و روزیکہ حشر کند ایشانرا ہمہ پس گوید فرشتگان را آیا ایں گروہند شما را

اور جس دن ان سب کو جمع کریگا پھر فرشتوں سے فرمائیگا کیا یہی گروہ تمہیں

کَانُوْا یَعْبُدُوْنَ ﴿۴۰﴾ قَالُوْا سُبْحٰنَکَ اَنْتَ وَلِیُّنَا مِنْ

بودند می پرستند گویند پاکی تراست تو خداوند ما بجز

پوجتے تھے ۳ کہیں پاکی ہے تیرے لئے تو ہمارا دوست ہے

دُوْنِھِمْ ۚ بَلْ کَانُوْا یَعْبُدُوْنَ الْجِنَّ ۚ اَکْثَرُھُمْ بِھِمْ مُّؤْمِنُوْنَ ﴿۴۱﴾

ایشان بلکہ بودند می پرستند دیوانرا اکثر ایشاں بدیشاں مؤمنانند

ان کے سوا بلکہ وہ سب جنوں کو پوجتے تھے ان میں سے اکثر ان پر یقین لانے والے تھے ۴

فَالْیَوْمَ لَا یَمْلِکُ بَعْضُکُمْ لِبَعْضٍ نَّفْعًا وَّلَا ضَرًّا ؕ وَنَقُوْلُ

پس امروز مالک نشود بعضے شما مر بعضے را سودے و نہ زیادتی و گویم

پس آج تم ایک دوسرے کیلئے نفع اور نقصان کے مالک نہ ہوگے اور ہم فرمائیں گے

۱ جب مؤمنین کی جزا کو بیان کیا گیا تو اب کافرین کے بدلہ کو بیان کیا جا رہا ہے تا کہ مؤمنین اور کافرین کی جزا کے درمیان فرق ظاہر ہو جائے۔ پس ارشاد ہوا کہ جو لوگ اللہ کے راستے سے لوگوں کو روکنے کی کوشش کرتے ہیں اور اس کی آیات اور اسکے رسولوں کے پیچھے پڑتے ہیں یہ سب ہمارے دشمن ہیں اور ہمیشہ جہنم میں رہیں گے اور قیامت کے روز [سخت] حساب کیلئے حاضر کئے جائیں گے۔ (صفوۃ التفاسیر)

۲ یعنی اے محمد ﷺ! اموال اور اولاد سے دھوکا میں رہنے والوں سے فرمادیجئے کہ اللہ جس کیلئے چاہتا ہے رزق میں وسعت پیدا فرماتا ہے اور جس کیلئے چاہتا ہے تنگی فرماتا ہے اس لئے تم اموال اور اولاد سے دھوکا نہ کھاؤ بلکہ اسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو پس جو تم اس کی راہ میں خرچ کرو گے وہی تمہیں بعد میں ملے گا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بندوں کی کوئی صبح ایسی نہیں ہوتی جس میں دو فرشتے نہ اترتے ہوں پس ان میں سے ایک دعا کرتا ہے کہ اے اللہ! خرچ کرنے والوں کو عوض عطا فرما اور روکنے والوں [خرچ نہ کرنے والے] کے اموال کو تلف فرما۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا: خرچ کرو خرچ کرو تم پر لازم ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہر نیکی صدقہ ہے اور مرد جو اپنے اور اپنے اہل پر خرچ کرتا ہے اس کیلئے صدقہ لکھا جاتا ہے اور مرد جس [رقم] سے اپنی عزت بچاتا ہے وہ صدقہ ہے اور جو مرد [اللہ کی راہ میں] خرچ کرے پس اللہ [کے کرم] کے ذمہ ہے کہ اس کا بدلہ عطا کرے سوائے اس کے جو عمارت و معصیت میں خرچ کئے گئے ہوں۔ واضح رہے کہ معصیت میں خرچ کرنے پر کوئی ثواب نہیں ہے اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے' باقی رہی عمارت کی بات تو اس سلسلے میں یہ مسئلہ ہے کہ جتنی عمارت کی اسے ضرورت ہو جس سے وہ اپنی اور اپنے گھر والوں کی عزت کی حفاظت کر سکے اتنی عمارت بنانے پر اس کیلئے اجر ہے [لیکن اس کے علاوہ پر اجر نہیں ہے اور حدیث شریف میں اسی کا ذکر ہے] رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ان خصال کے سوا میں ابن آدم کیلئے حق نہیں ہے' گھر جسے وہ رہنے کیلئے بنائے اور کپڑا جسے وہ اپنا ستر چھپانے کیلئے بنائے اور روٹی کی کور اور پانی۔ وَھُوَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ: جب انسان کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ اپنے اہل و عیال کو رزق دیتا ہے اور امیر اپنے لشکر کو اب اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ مخلوق میں سے جو رزاق کسی کو رزق دیتا ہے وہ اتنا ہی دے پاتا ہے جو اس کے پاس ہو پھر رزق کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے' لیکن اللہ وہ رزاق ہے جو ایسے خزانے سے رزق دیتا ہے جس کیلئے فنا اور انتہا نہیں ہے' اور جس نے عدم سے وجود کی طرف نکالا پس وہ رزاق حقیقی ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّۃِ الْمَتِیْنُ: یعنی اللہ ہی زبردست رزق دینے والا ہے۔ (القرطبی) ۳ یعنی یاد کرو اس دن کو جس روز اللہ تعالیٰ تمام مشرکین کو جو گذر چکے اور جو آئندہ ہونگے سب کو جمع فرمائیگا پھر فرمائیگا کیا یہ لوگ ہیں جنہوں نے مجھے چھوڑ کر تمہاری عبادت کی اور کیا تم نے انہیں ایسا کرنے کا حکم دیا تھا۔ یہ خطاب ملائکہ سے ہے لیکن درحقیقت کفار کے دلوں کو ہلانے کیلئے ہوگا۔ (صفوۃ التفاسیر) ۴ اس آیت میں ملائکہ کا جواب موجود ہے۔ (تفسیر کبیر)

لِلَّذِينَ ظَلَمُوا ذُوقُوا عَذَابَ النَّارِ الَّتِي كُنْتُمْ بِهَا

مر آنانرا که ستم کردند بچشید عذاب آتش آنکه بودید شما بآں

ان لوگوں سے جنہوں نے ظلم کیا آگ کا عذاب چکھو بدلہ اسکا جو تم

تُكَذِّبُونَ ﴿۴۲﴾ وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ قَالُوا مَا

تکذیب میکردید و چوں خوانده شود بر ایشاں آیات ما روشن گفتند نیست

جھٹلاتے تھے ۱ اور جب ان پر ہماری روشن آیتیں پڑھی جائیں تو کہتے ہیں نہیں ہے

هَٰذَا إِلَّا رَجُلٌ يُرِيدُ أَنْ يَصُدَّكُمْ عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ

ایں مگر مردے میخواهید آنکه باز دارد شما را ازانچه بودند می پرستند

یہ مگر ایک مرد جو چاہتا ہے کہ تمہیں اس سے روک دے جس کی پرستش کرتے تھے

آبَاؤُكُمْ وَقَالُوا مَا هَٰذَا إِلَّا إِفْكٌ مُفْتَرًى ۚ وَقَالَ

پدران شما و گفتند نیست ایں مگر دروغی بر بافته و گفتند

تمہارے باپ دادا' اور کہتے ہیں نہیں ہے یہ مگر ایک باندھا ہوا جھوٹ' اور کہا

الَّذِينَ كَفَرُوا لِلْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُمْ إِنْ هَٰذَا إِلَّا سِحْرٌ

آنانکه نگرویدند مر پیغمبر را آنوقتیکه آمد بدیشاں نیست ایں مگر جادوے

ان لوگوں نے جنہوں نے پیغمبر کا انکار کیا جب ان کے پاس (حق بات) آئی یہ تو نہیں ہے مگر ایک کھلا

مُبِينٌ ﴿۴۳﴾ وَمَا آتَيْنَاهُمْ مِنْ كُتُبٍ يَدْرُسُونَهَا وَمَا

بیدا و ندادیم ایشانرا از کتابها که بخوانند آنرا و نه

جادو ۲ اور ہم نے انھیں نہ (آسمانی) کتابیں دیں جسے وہ سب پڑھتے اور نہ

أَرْسَلْنَا إِلَيْهِمْ قَبْلَكَ مِنْ نَذِيرٍ ﴿۴۴﴾ وَكَذَّبَ الَّذِينَ

فرستادیم ما بدیشاں پیش از تو هیچ بیم کننده و تکذیب کردند آنانکه

تم سے پہلے ان کے پاس کوئی ڈرانے والا بھیجا ۳ اور جھٹلایا ان لوگوں نے جو

منزل ۵

تفسیر اظہار العرفان

۱ اب اللہ تعالیٰ یہ بیان فرمارہا ہے کہ مشرکین اللہ کو چھوڑ کر جس کی عبادت کرتے تھے آج وہ انھیں نفع نہیں پہنچا سکتے ہیں۔ بَعْضُكُمْ میں کس سے خطاب ہے؟ ہم کہتے ہیں کہ یہ احتمال ہے کہ ملائکہ سے ہو اس لئے کہ اس سے پہلے ارشاد ہوا تھا اَهٰٓؤُلَاۤءِ اِیَّاكُمْ كَانُوْا یَعْبُدُوْنَ ۔اس مطلب کے اعتبار سے کافروں کیلئے سخت وعید ہے کہ آج ان کا معبود انھیں نفع نہیں پہنچا رہا ہے نہ نقصان۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے اس مطلب کی تصحیح ہو سکتی ہے لَا یَمْلِكُوْنَ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ۔ترجمہ: لوگ شفاعت کے مالک نہیں مگر وہی جنہوں نے رحمٰن کے پاس قرار رکھا ہو۔ دوسری جگہ ارشاد ہے وَلَا یَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى ۔ترجمہ: ”اور شفاعت نہیں کرتے مگر اس کیلئے جسے وہ پسند فرمائے“ اس مطلب کے اعتبار سے ملائکہ کے ساتھ خطاب میں کفار بھی داخل ہونگے۔ ایک احتمال یہ بھی ہے کہ ملائکہ کے ساتھ خطاب میں جن بھی داخل ہونگے۔ (تفسیر کبیر)

۲ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ ان کے اعتقاد کے فساد کو بیان فرمارہا ہے اور ساتھ ہی ساتھ ان کے بغض وعناد کی شدت کو بھی بیان فرمارہا ہے۔ اس طرح کہ جب ان مشرکین کے اعتقاد کے مطابق ملائکہ ان کے اعلیٰ معبود ہیں اور جو اعلیٰ ہے وہی عبادت کی اہلیت نہیں رکھتے تو باقی کا کیا کہنا۔ ملائکہ نے خود اعتراف کیا کہ اَنْتَ وَلِیُّنَا یعنی ہمارے لئے اہلیت نہیں ہے مگر تیری عبادت کی۔ پھر جب نبی ﷺ ان سے توحید کی بات کرتے اور ان پر ایسی آیات تلاوت کرتے جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر دلالت کرتیں تو یہ لوگ انکا انکار کرتے تھے اور جواباً کہتے کہ یہ شخص ہمیں ہمارے باپ دادا کے دین سے ہٹانا چاہتا ہے۔ وَقَالُوْا مَا هٰذَاۤ اِلَّاۤ اِفْكٌ مُّفْتَرًى: اس میں چند احتمالات ہیں (۱) وحدانیت کے قول کو یہ لوگ افترا کہتے تھے جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اَئِفْكًا اٰلِهَةً دُوْنَ اللّٰهِ تُرِیْدُوْنَ ۔ترجمہ: کیا بہتان سے اللہ کے سوا اور خدا چاہتے ہو“ ایک اور جگہ ارشاد ہے اَجِئْتَنَا لِتَاْفِكَنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا ۔ترجمہ: ”کیا تم اس لئے آئے ہو کہ ہمیں ہمارے معبودوں سے پھیر دو“ (۲) اس سے مراد قرآن ہے یعنی وہ لوگ یہ کہتے تھے کہ یہ قرآن افترا ہے۔ واضح رہے کہ مشرکین قرآن اور معجزات دونوں کے انکار پر متفق تھے۔ (تفسیر کبیر) اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ: یعنی اس کا سحر ہونا بالکل ظاہر ہے اس میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ سحر یعنی جادو اسے کہتے ہیں جس سے دوسرے کو مدہوش کر کے دھوکا دیا جائے۔ جس سے اگلا متحیر ہو جائے۔ (روح البیان) ۳ یعنی ہم نے انھیں کوئی ایسی کتاب نہیں دی جس میں صحت اشراک کی دلیل موجود ہو جیسے دوسری جگہ ارشاد ہے۔ اَمْ اَنْزَلْنَا عَلَیْهِمْ سُلْطٰنًا فَهُوَ یَتَكَلَّمُ بِمَا كَانُوْا بِهٖ یُشْرِكُوْنَ. ترجمہ: ”یا ہم نے ان پر کوئی سند اتاری کہ وہ انھیں ہمارے شریک بتارہی ہے“۔ ایک اور جگہ ارشاد ہے۔ اَمْ اٰتَیْنٰهُمْ كِتٰبًا مِّنْ قَبْلِهٖ فَهُمْ بِهٖ مُسْتَمْسِكُوْنَ ۔ترجمہ: ”یا اس سے قبل ہم نے انھیں کوئی کتاب دی ہے جسے وہ تھامے ہوئے ہیں“۔ واضح رہے کہ درس کتاب کی ایسی قرأت کو کہتے ہیں جو گہری نظر سے ہو جس میں معنی کا ادراک ہو۔ درس کی تکرار کو تدریس کہتے ہیں۔ امام راغب مفردات میں لکھتے ہیں کہ شے کا درس اس کا وہ معنی ہے جو اپنے اثر پر باقی رہے' قرأت میں مداومت بھی درس میں شامل ہے۔ (روح البیان)

مِنْ قَبْلِهِمْ ۙ وَمَا بَلَغُوْا مِعْشَارَ مَآ اٰتَيْنٰهُمْ فَكَذَّبُوْا

پیش از ایشاں بودند و نرسیدند بده یکے آنچه دادیم ایشانرا پس تکذیب کردند

ان سے پہلے تھے اور وہ سب دسواں حصہ کو بھی نہ پہنچے جو ہم نے انھیں دیں پس انھوں نے جھٹلایا

رُسُلِيْ ۫ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ﴿۴۵﴾ قُلْ اِنَّمَآ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ ۚ

پیغمبران مرا پس چگونه بود عقوبت من بگو جز ایں نیست پند دہم شما را بیک چیز

میرے رسولوں کو، پس کیسی رہی میری سزا ۱؎ آپ فرما دیجئے اسکے سوا کچھ نہیں ہے کہ میں تمہیں ایک چیز کی نصیحت کرتا ہوں

اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ مَثْنٰى وَفُرَادٰى ثُمَّ تَتَفَكَّرُوْا ۫ مَا

آنکه بر خیزید برائے خدا دو تا و یک یک پس تفکر کنید نیست

یہ کہ اللہ کیلئے کھڑے ہو جاؤ دو دو اور ایک ایک پھر غور و فکر کرو، نہیں ہے

بِصَاحِبِكُمْ مِّنْ جِنَّةٍ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ

یار شما ہیچ دیوانگی نیست او مگر بیم کننده مر شما را پیش از تو

تمہارے صاحب میں کوئی دیوانگی، وہ نہیں ہیں مگر تمہیں ڈرانے والے ایک سخت عذاب

عَذَابٍ شَدِيْدٍ ﴿۴۶﴾ قُلْ مَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ ؕ

عذاب سخت بگو آنچه میخواہم شما ہیچ مزدے پس او مر شما را

کے آنے سے پہلے ۲؎ آپ فرما دیجئے میں نے تم سے جو اجر چاہا پس وہ تمہارے لئے ہی ہے

اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿۴۷﴾

نیست مزد من مگر بر خدای و او بر ہمه چیز گواہست

نہیں ہے میرا اجر مگر اللہ پر، اور وہی ہر چیز پر گواہ ہے ۳؎

قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَقْذِفُ بِالْحَقِّ ۚ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿۴۸﴾ قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَمَا

بگو ہر آئنه پروردگار من می افگند براستی دانای پوشیده بگو آمد

آپ فرما دیجئے میرا رب حق القا فرماتا ہے، غیب کا جاننے والا ۴؎ آپ فرما دیجئے

۱؎ یعنی ان سے پہلے ایسی قوموں نے جھٹلایا تھا جو ان لوگوں سے زیادہ قوت رکھتیں تھیں اور ان کے پاس اموال اور اولاد بھی زیادہ تھی، لیکن وہ سب بھی اللہ کی پکڑ میں آئے اور انھیں ہلاک کر دیا گیا جیسے ثمود اور عاد۔ اہل مکہ تو اتنی قوت رکھتے بھی نہیں ہیں۔ مِعْشَارٌ اور عشر دونوں کا ایک ہی معنی ہے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ معشار دسواں حصہ کو کہتے ہیں [حضرت مخدام پاک علیہ الرحمہ نے مِعْشار کا ترجمہ دسواں حصہ ہی کیا ہے] اس اعتبار سے مطلب یہ ہوگا کہ ان سے پہلی قوموں کو جو قوت دی گئی تھی اہل مکہ کے پاس اسکا دسواں حصہ بھی نہیں ہے۔ اس کا دوسرا مطلب یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ ان سے پہلی قوموں کو علم، بیان، حجت اور برہان دیئے گئے تھے۔ اہل مکہ کو ان کا دسواں حصہ بھی نہیں دیا گیا ہے۔ مِعْشار کے بارے میں ایک قول یہ بھی ہے کہ دسواں حصے کے دسواں حصہ کو کہتے ہیں۔ (القرطبی)

۲؎ دلائل و براہین قائم کرنے کے بعد اب اس آیت کریمہ میں تین اصول بیان کئے جا رہے ہیں۔ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ سے توحید کی جانب اشارہ ہے۔ مَا بِصَاحِبِكُمْ مِّنْ جِنَّةٍ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ لَّكُمْ۔ سے رسالت کی طرف اشارہ ہے اور بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ سے یوم آخرت کی طرف اشارہ ہے۔ سوال: اس آیت کریمہ سے معلوم ہو رہا ہے کہ نبی کریم ﷺ کا منصب تبلیغ فقط توحید کے پیغام پر محصور ہے کیونکہ اِنَّمَا اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ ہے جبکہ ایمان، رسالت اور حشر کے اقرار کے بغیر مکمل نہیں ہوتا۔ جواب: نبی کریم ﷺ کی تبلیغ کا اصل مقصد اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کرانا ہے جب بندہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا صدق دل سے اقرار کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے سینے کو کشادہ فرما دیتا ہے اور آخرت میں اس کی قدرت و منزلت کو بڑھا دیتا ہے۔ اس لئے نبی کریم ﷺ نے انھیں اس کام کا حکم دیا [اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا] جس کے ذریعے عبادات کے دروازے کھل جائیں اور سعادات کے اسباب انھیں میسر آ جائیں۔ اس کا دوسرا جواب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے کہنے کا مقصد یہ ہو کہ میں نے تمام عمر انھیں حکم نہیں دیا مگر ایک شے کا اور وہ یہ ہے کہ اللہ ایک ہے چونکہ توحید کا پیغام ہر ایک پر مقدم ہے [اس لئے اسے حصر کے ساتھ بیان کیا] (تفسیر کبیر) ۳؎ مطلب یہ ہے کہ میری طلب تمہارے ہی فائدے کیلئے ہے، راہ خدا اختیار کرنا تمہارے لئے ہی مفید ہے اور میری تمہاری قرابت ایک ہی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ کے قرابت دار علمائے ظاہر و باطن ہیں خواہ اہل بیت میں سے ہوں یا دوسرے لوگ ہوں۔ علماء کی مؤدت قرب خداوندی کا ذریعہ ہے۔ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ: یعنی اگلی دنیا میں اللہ تعالیٰ سے اجر کا خواستگار ہوں اگر یہ خواہش نہ ہوتی تو میں یہ مشقت نہ برداشت کرتا اس لئے میری پیروی تم پر لازم ہے تم ایسے عمل کرو کہ حسب وعدہ مہربانی سے اللہ تعالیٰ تم کو اجر عنایت فرمائے۔ (مظہری) ۴؎ حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ بِالْحَقِّ سے مراد وحی الٰہی ہے انہی کا دوسرا قول ہے کہ اس سے قرآن مراد ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما آیت کا مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ حق کے ذریعے باطل کو دور فرمائیگا۔ خلاصۂ کلام یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ حجت کو خوب واضح فرما کر اسے ظاہر کریگا۔ (القرطبی)

يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيدُ ﴿٤٩﴾ قُلْ إِنْ

راست و نمی آفریند باطل و باز نمی گرداند بگو اگر

حق آیا اور باطل نہ پروان پاتا ہے اور نہ دوبارہ لوٹ سکتا ہے ۱ آپ فرما دیجئے اگر

ضَلَلْتُ فَإِنَّمَا أَضِلُّ عَلَىٰ نَفْسِي ۚ وَإِنِ اهْتَدَيْتُ

گمراه شدم پس جز ایں نیست گمراه شوم بر خود و اگر راه راست کردم

میں بہکا تو اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ میں بہکا اپنے لئے اور اگر میں نے سیدھی راہ پائی

فَبِمَا يُوحِي إِلَيَّ رَبِّي ۚ إِنَّهُ سَمِيعٌ قَرِيبٌ ﴿٥٠﴾ وَلَوْ تَرَىٰ

پس بسبب آنکه وحی فرستد بسوے من پروردگار من که او شنواست نزدیک و اگر به بینی

تواس سبب جو میرے رب نے میری جانب وحی بھیجی کہ وہ سننے والا نزدیک (ہی) ہے ۲ اور اگر آپ دیکھتے جب یہ

إِذْ فَزِعُوا فَلَا فَوْتَ وَأُخِذُوا مِنْ مَكَانٍ قَرِيبٍ ﴿٥١﴾

چوں ترسان شوند پس نباشد ہیچ فوت و گرفتہ شوند از جای نزدیک

لوگ (میدان محشر میں) گھبرائے گھبرائے پھرنے والے ہونگے تو بھی چھٹکارا نہ ہوگا اور قریب کی جگہ سے پکڑے

وَقَالُوا آمَنَّا بِهِ وَأَنَّىٰ لَهُمُ التَّنَاوُشُ مِنْ مَكَانٍ بَعِيدٍ ﴿٥٢﴾

و گفتند گرویدیم ما بآں و چگونہ باشد ایشانرا فراگرفتن ایمان از جای دور

جائیں گے ۳ اور انھوں نے کہا ہم سب اس پر ایمان لائے اور وہ سب دور کی جگہ سے ایمان کیسے پائیں گے ۴

وَقَدْ كَفَرُوا بِهِ مِنْ قَبْلُ ۖ وَيَقْذِفُونَ بِالْغَيْبِ مِنْ

و ہر آئنہ نگرویدند بآں پیش ازیں و می افگندند بپوشیدہ از

اور بیشک اس سے پہلے اس کا انکار کر چکے اور بے دیکھے بھالے تکے چلاتے ہیں

مَكَانٍ بَعِيدٍ ﴿٥٣﴾ وَحِيلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُونَ كَمَا

جای دور و جدا کرده شود میان ایشاں ومیان آنچہ آرزو برند ہمچنانکہ

دور کی جگہ سے ۵ اور جدا کر دی گئی ان کے درمیان اور اسکے درمیان جو وہ سب آرزو کرتے ہیں اسی

تفسیر اظہار العرفان

۱ یہاں حق سے کیا مراد ہے اس کے بارے میں چند اقوال ہیں (۱) قرآن مراد ہے (۲) اس سے توحید، حشر اور ہر وہ چیز مراد ہے جو نبی کریم ﷺ کی زبان مبارک سے ظاہر ہو (۳) ایسے معجزات مراد ہیں جو حضرت محمد ﷺ کی نبوت پر دلالت کرتے ہوں۔ اس میں ایک احتمال یہ بھی ہے کہ جَاءَ الْحَقُّ سے ظَهَرَ الْحَقُّ مراد ہے اس لئے کہ ہر ایک جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیا اس کا حق ہونا ظاہر ہے۔ (تفسیر کبیر)

۲ یعنی جو دین میں نے اختیار کیا ہے اگر وہ گمراہی ہے تو گمراہی کا وبال مجھ ہی پر پڑیگا اور ظاہر ہے کہ میں دیوانہ نہیں نہ اس سے مجھے کوئی دنیوی فائدہ حاصل ہوگا پھر گمراہی کے وبال کو میں اپنے لئے کیسے اختیار کر سکتا ہوں اور اگر دین مبنی بر ہدایت ہے تو میری طرف سے نہیں [میرا ساختہ پرداختہ نہیں ہے] نہ اس شہر میں میں نے کسی سے سیکھا ہے کیونکہ میرا "اُمِّی" ہونا ظاہر ہے نہ مجھے لکھنا آتا ہے نہ پڑھنا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ دین اللہ کا بھیجا ہوا ہے اور اللہ نے میرے پاس وحی بھیجی ہے اس لئے تم کو بھی میرے طریقے پر چلنا چاہیئے تا کہ جس طرح میں نے ہدایت پائی تم بھی ہدایت یافتہ ہو جاؤ۔ اس تفسیر پر ثبوت نبوت پر استدلال ہوگا۔ (مظہری)

۳ اس آیت کریمہ میں کفار کے ان احوال کا ذکر ہو رہا ہے جب وہ بیقرار ہونگے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب ان پر موت آئیگی تو اس وقت آپ ان کا جزع فزع دیکھیں گے یا اس کے علاوہ جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر سختی ہو تو اس وقت ان کی کیفیت دیکھنے کے لائق ہوگی۔ حضرت حسن کہتے ہیں کہ اس سے وہ جزع فزع مراد ہے جب قبر میں صیحہ کے وقت کرینگے، حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ جب انھیں قبور سے نکالا جائیگا اس وقت چیخ و پکار کرینگے اور یہاں وہی مراد ہے، حضرت ابن مغفل کہتے ہیں کہ قیامت کے روز جب اللہ تعالیٰ کے عذاب کا مشاہدہ کرلیں گے تو اس وقت جزع فزع کریں گے۔ سدی کہتے ہیں کہ یوم بدر کا جزع فزع مراد ہے۔ سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ اس سے وہ لشکر مراد ہے جسے بیداء میں دھنسا دیا جائیگا ان میں سے ایک شخص بچ کر اپنی قوم کے پاس جائیگا اور لوگوں کو دھنسنے کے احوال بتائے گا لوگ اس خبر کو سن کر جزع فزع کرینگے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ آیت ان اسی ہزار لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جو آخر زمانہ میں کعبہ کو ویران کرنے کی غرض سے لڑائی کرینگے۔ (القرطبی) ۴ اللہ تعالیٰ اس آیت کریمہ میں یہ بیان فرما رہا ہے کہ ان کا ایمان انھیں اس وقت فائدہ نہ دیگا کہ انھوں نے اس سے پہلے انکار کیا تھا۔ اس انکار سے مراد یہ ہے کہ حضرت محمد ﷺ کی رسالت کے منکر تھے یا قرآن کے منکر تھے یا اس حق کے منکر تھے جسے حضرت محمد ﷺ لیکر آئے۔ مِنْ مَكَانٍ بَعِيدٍ سے مراد جو دنیا میں گذر چکے۔ (تفسیر کبیر) ۵ اب اللہ تعالیٰ کا حکم جب ظاہر ہو جائیگا اس وقت ایمان نفع نہیں دیگا۔ وَيَقْذِفُونَ بِالْغَيْبِ: یہ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ کی ضد ہے اس لئے کہ غیب اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول کی زبان پر اترتا ہے پھر اسے اللہ تعالیٰ دلوں میں ڈالتا ہے پس مؤمن اسے قبول کر لیتا ہے اور کافر اپنے دل سے نکال پھینکتا ہے۔ یہاں مکان بعید سے مراد ان کے وہ ماخذ ہیں جن کے سبب وہ لوگ کفر کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہراتے تھے۔ (تفسیر کبیر)

فُعِلَ بِاَشْيَاعِهِمْ مِّنْ قَبْلُ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا فِىْ شَكٍّ مُّرِيْبٍ ﴿٥٤﴾

کردہ شد باشباه ایشاں پیش ازیں ایشاں بودند در شبہ قوی

طرح جیسے ان سے پہلے گروہوں کے ساتھ کیا گیا' وہ سب قوی شبہ میں تھے ۱

سُوْرَةُ فَاطِرٍ مَّكِّيَّةٌ وَّهِىَ خَمْسٌ وَّاَرْبَعُوْنَ اٰيَةً وَّخَمْسُ رُكُوْعَاتٍ

سورہ فاطر مکی ہے اور اس میں ۴۵ آیات اور پانچ رکوع ہیں ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

بنام خدای بخشندہ مہربان

اللہ کے نام سے (جو بہت) رحم والا مہربان (ہے)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ

حمد مر خدا راست نو سازندہ آسمانہا و زمین گردانید فرشتگانرا

حمد اللہ کیلئے ہے (جو) آسمانوں اور زمین کا بنانے والا اور فرشتوں کو اپنا قاصد

رُسُلًا اُولِیْٓ اَجْنِحَةٍ مَّثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ؕ يَزِيْدُ فِى

رسولان خداوندان بالہا دو دو و سہ سہ و چہار چہار بیفزاید در

بنانے والا جو دو دو اور تین تین اور چار چار' پر رکھتے ہیں بڑھاتا ہے

الْخَلْقِ مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ﴿١﴾ مَا

آفرینش آنچہ خواہد ہر آئنہ خدای بر ہمہ چیز توانا ست

خلق میں جو چاہتا ہے بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے ۳

يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۚ وَمَا يُمْسِكْ ۙ

آنچہ شاید خدای برائے مردمان از رحمت خود پس باز گیرندہ نیست آنرا و آنچہ باز گیرد

اللہ اپنی رحمت سے لوگوں کے واسطے جو کھولتا ہے پس کوئی اسے روکنے والا نہیں ہے اور جو کچھ روک لیتا ہے

تفسیر اظہار العرفان

۱ کہا گیا ہے کہ ان کے اور عذاب سے نجات کے درمیان آڑ کر دی جائیگی، یہ بھی ہے کہ ان کے اور دنیا میں جو اموال اور اولاد کی خواہش کرتے تھے درمیان آڑ کر دی جائیگی۔ حضرت قتادہ کا مذہب اس آیت کے بارے میں یہ ہے کہ جب یہ لوگ عذاب دیکھیں گے تو خواہش کریں گے کہ اللہ عزوجل کی اطاعت ان کی جانب سے قبول کر لی جائے اور جس کا حکم دیدیا گیا ہے اسے روک دیا جائے پس اللہ تعالیٰ ان کے اور ان کی خواہش کے درمیان حجاب ڈال دیگا۔ (القرطبی)

۲ اس میں ۳۱۳۰ حروف اور ۷۷۷ کلمات ہیں۔ (غرائب القرآن) یہ سورت ہجرت سے قبل نازل ہوئی اس لئے اس میں عام غرض بھی وہی ہے جو مکی سورتوں میں ہے' اس میں عقیدۂ کبریٰ یعنی توحید کے دعوی اور اس پر دلائل و براہین بیان کئے گئے ہیں' شرک کی عمارت کو منہدم کیا گیا ہے' صفاتِ رذیلہ سے قلوب کی تطہیر کی ترغیب دی گئی ہے اور اچھے اخلاق سے مزین کرنے کا حکم دیا گیا ہے' اس سورت کی ابتدا خالق کے ذکر سے ہے جس نے آسمان' زمین' ملائکہ' انسان اور جنات کو پیدا فرمایا' بعث بعد الموت پر دلائل قائم کئے گئے ہیں اور یہ دلائل بھی انسانی مشاہدات پر قائم کئے گئے ہیں مثلاً زمین کے مرنے کے بعد' بارش کے ذریعے اسے زندہ کرنا' کھیتوں کو دوبارہ سبزہ کرنا' درختوں سے پھلوں کا نکالنا' رات اور دن کا معاقبہ اور انسان کی خلقت وغیرہ۔ اس سورت میں مؤمن اور کافر کے درمیان واضح فرق بھی بیان کیا گیا ہے اور ان دونوں کیلئے اندھا اور انکھیارا' تاریکی اور نور' سایہ اور دھوپ کی مثالیں دی گئیں ہیں۔ پھر مختلف قسم کے پھلوں سے قدرت کے دلائل دیئے گئے ہیں' اس سورت میں امتِ محمدیہ علی صاحبھا الصلوۃ والسلام کی میراث کا بیان ہے پھر اس امت کو تین انواع میں تقسیم کی گئی ہے۔ مقصر یعنی کوتاہی کرنا والا' محسن یعنی نیکی کرنیوالا اور سابق الخیرات یعنی نیکیوں میں سبقت کرنیوالا۔ اس سورت کا اختتام مشرکین کی مذمت پر ہے کہ یہ لوگ بتوں اور پتھروں کی عبادت کرتے ہیں۔ اس سورت کا نام فاطر اس لئے رکھا کہ اس میں اس کا ذکر ہے۔ (صفوۃ التفاسیر) ۳ فاطر کہتے ہیں ابتدا کرنے والے اور بنانے والے کو' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نہیں جانتا تھا کہ فَاطِرِ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ کا کیا مطلب ہے' یہاں تک کہ میں اُن دو اعرابی کے پاس آیا جو ایک کنواں کے قریب لڑ رہے تھے ان میں سے ایک نے کہا: اَنَا فَطَرْتُهَا اَىْ اَنَا ابْتَدَاْتُهَا یعنی اس کنویں کے کھودنے کی ابتدا میں نے کی ہے۔ فطر کہتے ہیں کہ انگوٹھا اور شہادت کی انگلیوں سے اونٹنی کے دودھ نکالنے کو' آسمانوں اور زمین کی تخلیق کا ذکر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ جو اللہ ان کی ابتدا پر قادر ہے وہ اس کے اعادہ پر بھی قادر ہے۔ جَاعِلِ الْمَلٰئِكَةِ رُسُلًا: یہاں رسل سے مراد حضرت جبرائیل' حضرت میکائیل' حضرت اسرافیل اور حضرت عزرائیل علیہم السلام ہیں۔ اُولِىْٓ اَجْنِحَةٍ: حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ ان میں سے بعض کے دو پر ہیں' بعض کے تین پر ہیں اور بعض کے چار پر ہیں ان پروں کے ذریعے آسمان سے زمین کی جانب اترتے ہیں اور زمین سے آسمان کی جانب چڑھتے ہیں۔ یحییٰ بن سلام کہتے ہیں کہ انبیاء کی جانب اترتے ہیں۔ سدی کہتے ہیں کہ بندوں کی جانب رحمت یا عذاب لے کر اترتے ہیں۔ (القرطبی)

فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۲﴾

پس فرستندہ نیست او را از پس او و اوست غالب با حکمت

تو اسے اسکے بعد بھیجنے والا کوئی نہیں ہے اور وہی غالب حکمت والا ہے ۱

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ؕ هَلْ مِنْ

اے مردمان یاد کنید نعمتہاے خدارا بر شما آیا ہیچ

اے لوگو! اللہ کی ان نعمتوں کو یاد کرو جو تم پر ہے، کیا کوئی

خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ لَاۤ

آفرینندہ است بجز خدای روزی دہد شمارا از آسمان و زمین نیست

اللہ کے سوا پیدا کرنے والا ہے آسمان اور زمین سے تمہیں روزی دیتا ہے، نہیں ہے

اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۫ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴿۳﴾ وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ

معبودی مگر او پس چگونہ بر گردید و اگر تکذیب کنند ترا پس ہر آئنہ

کوئی معبود اسکے سوا، پس تم کیسے پھر جاتے ہو ۲ اور اگر آپ کو جھٹلائیں تو بیشک

كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿۴﴾

تکذیب کردند پیغمبران پیش از تو و بسوے خدا ست باز گشت کارہا

آپ سے پہلے رسول جھٹلائے گئے، اور اللہ ہی کی طرف تمام کام (کے انجام) لوٹائے جائیں گے ۳

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ

اے مردمان ہر آئنہ وعدۂ خدا راست پس بازی ندہد شما را زندگانی

اے لوگو! بیشک اللہ کا وعدہ حق ہے پس تمہیں دنیا کی زندگی دھوکا نہ دے

الدُّنْيَا ۥ وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ﴿۵﴾ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ

دنیا و نہ فریبد شما را بخدای فریبندہ ہر آئنہ دیو مر شما را

اور تمہیں دھوکا نہ دے اللہ (کے بارے میں) دھوکا دینے والا ۴ بیشک شیطان تمہارے لئے

۱ جب قدرت کے کمال کا بیان ہو گیا تو اب مشیت اور امر کے نفاذ کا بیان ہو رہا ہے یعنی اگر اللہ رحم فرمائے تو رحمت کو روکنے والا کوئی نہیں ہے اور اگر وہ رحم نہ فرمائے تو کوئی نہیں جو رحم کرے۔ یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ اللہ کی رحمت اس کے غضب پر سبقت رکھتی ہے اور یہ دلالت چند وجوہ سے ہے (۱) اس آیت میں رحمت کے دروازے کے فتح کو مقدم رکھا اور یہ طریقوں میں سے ایک بہترین ذریعہ ہے (۲) اول میں کنایہ مؤنث ہے ارشاد ہوا مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا۔ کلام عرب کے اعتبار سے جائز تھا کہ "لَهَا" کی بجائے "لَهٗ" کہا جاتا لیکن اللہ تعالیٰ نے لَهَا فرمایا تا کہ معلوم و جائے کہ رحمت کے دروازے مفتوح ہیں اور اس کی رحمت کو کوئی روکنے والا نہیں ہے پس یہ جس تک پہنچنی ہے اس تک پہنچ رہی ہے۔ اس کے برعکس امساک کے وقت فرمایا: وَمَا يُمْسِكْ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ؛ اس جگہ "لَهَا" کی بجائے "لَهٗ" ہے۔ جس میں یہ احتمال ہے کہ جو نہیں پہنچ رہی ہے وہ غیر رحمت ہے [کیونکہ لَهٗ میں ضمیر مذکر کی ہے] (تفسیر کبیر)

۲ جب یہ بیان ہوا کہ ساری تعریفیں اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں اور اس کے ساتھ ہی کچھ ایسی نعمتوں کا ذکر ہوا جو حمد کیلئے موجب ہیں تو اب علی سبیل الاجمال ان نعمتوں کو یاد کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے۔ یوں تو اللہ تعالیٰ کی نعمتیں لاتعداد ہیں مگر یہ ساری نعمتیں دو قسموں پر منحصر ہیں اول نعمتِ ایجاد اور دوم نعمتِ ابقاء۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں نعمتِ ایجاد کی جانب اشارہ ہے هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ۔ اس دوسرے ٹکڑے میں نعمتِ ابقاء یعنی رزق وغیرہ کی جانب اشارہ ہے۔ يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ۔ پھر آگے اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ یہ ساری نعمتیں دینے والی ذات ایک ہی ہے اس لئے تم اسے چھوڑ کر کدھر بھٹک رہے ہو اور اس کے ساتھ کیسے شریک ٹھہرا رہے ہو۔ (تفسیر کبیر) ۳ اصل اول یعنی توحید کے بیان کے بعد اب اصل ثانی یعنی رسالت کا ذکر ہو رہا ہے۔ اس آیت کریمہ میں یہ بھی واضح بطور پر بیان ہو رہا ہے کہ مکذِّب یعنی جھٹلانے والوں کیلئے عذاب ہے اور مکذَّب لہ یعنی جسے جھٹلایا گیا ہو اس کیلئے ثواب ہے۔ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ: اس ٹکڑے میں اصل ثالث یعنی حشر کا بیان ہے۔ (تفسیر کبیر) ۴ رسولوں کی جانب سے دلائل قائم ہو جانے کے باوجود جھٹلانے والوں کیلئے اس آیت کریمہ میں نصیحت ہے۔ حضرت سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ دنیا کی زندگی کا دھوکا یہ ہے کہ انسان آخرت کے عمل کو چھوڑ کر دنیا کی لذتوں میں ایسا پڑ جائے یہاں تک کہ کہہ اُٹھے اے کاش! میں نے اس زندگی یعنی آخرت کیلئے کچھ بھیجا ہوا ہوتا' غرور باللہ وہ ہوتا ہے جو گناہوں کے کاموں کو کرے پھر اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی امید بھی رکھے۔ (القرطبی) مطلب یہ ہے کہ اے لوگو! اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ کہ مرنے کے بعد تمہیں دوبارہ زندہ کیا جائیگا اور نیکو کاروں کو ان کے اچھے اعمال کا بدلہ دیا جائیگا اور گناہگاروں کو ان کے برے اعمال کا بدلہ دیا جائیگا' حق اور ثابت ہے کہ اللہ کا یہ وعدہ ضروری طور پر ہو کر ہی رہے گا اس لئے تم اپنی زندگی سے دھوکا مت کھاؤ اور آخرت کیلئے عمل کرو۔ (صفوۃ التفاسیر)

عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوهُ عَدُوًّا ۚ إِنَّمَا يَدْعُوا حِزْبَهُ لِيَكُونُوا

دشمن است پس فرا گیرید او را دشمن است جز ایں نیست کہ میخواند گروہ او تا باشد

دشمن ہے اس لئے اسے تم بھی دشمن ہی سمجھو' اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ وہ اپنے گروہ کو بلاتا ہے تا کہ

مِنْ أَصْحَابِ السَّعِيرِ ﴿٦﴾ الَّذِينَ كَفَرُوا لَهُمْ عَذَابٌ

از یاران دوزخ آنانکہ نگرویدند ایشانرا عذاب

دوزخ والوں میں سے ہو جائیں ؎ ۱ وہ لوگ جنہوں نے انکار کیا ان کیلئے سخت

شَدِيدٌ ۖ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ

سخت و آنانکہ گرویدند و کردند نیکہا ایشانرا ست

عذاب ہے' اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے ان کیلئے بخشش اور بڑا

مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ كَبِيرٌ ﴿٧﴾ أَفَمَنْ زُيِّنَ لَهُ سُوءُ عَمَلِهِ فَرَآهُ

آمرزش و مزد بزرگ آیا کیست کہ آراستہ شد براے او بدی کردار او پس دید او را

اجر ہے ؎ ۲ کیا وہ جس کیلئے اس کے برے کردار کو آراستہ کیا گیا اور اس نے

حَسَنًا ۖ فَإِنَّ اللَّهَ يُضِلُّ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي مَنْ

نیکی پس ہر آئنہ خدای گمراہ کند ہر کرا خواہد و راہ نماید ہر کرا

اچھا سمجھا پس بیشک اللہ گمراہ کرتا ہے جسے چاہے اور راہ دکھاتا ہے جسے

يَشَاءُ ۖ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرَاتٍ ۚ إِنَّ

خواہد پس باید نرود نفس تو بر ایشاں حسرتہا ہر آئنہ

چاہے پس چاہیئے کہ تمہاری جان ان پر حسرت (کرتے کرتے) نہ جائے بیشک

اللَّهَ عَلِيمٌ بِمَا يَصْنَعُونَ ﴿٨﴾ وَاللَّهُ الَّذِي أَرْسَلَ الرِّيَاحَ

خدای دانا است بآنچہ میکنند و خدای آنست کہ فرستاد باد ہا را

اللہ جاننے والا ہے جو کچھ وہ سب کرتے ہیں ؎ ۳ اور اللہ وہ ہے جس نے ہوائیں بھیجیں

تفسیر اظہار العرفان

؎ ۱ شیطان چونکہ تمہارا کھلا دشمن ہے اس لئے تم اس کا کہا مت ماننا۔ اس کی عداوت کی بہترین مثال تمہارے پاس موجود ہے کہ اس نے تمہارے باپ کو جنت سے نکلوایا اور پھر ان کی اولاد کو گمراہ کرنے کی خواہش رکھتا ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہوا وَلَأُضِلَّنَّهُمْ وَلَأُمَنِّيَنَّهُمْ ۔ ترجمہ: ''قسم ہے میں ضرور بہکا دونگا اور ضرور انھیں آرزوئیں دلاؤنگا'' پھر ایک جگہ ارشاد ہے لَأَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيمَ۔ ترجمہ: ''میں ضرور تمہارے سیدھے راستے پر ان کی تاک میں بیٹھونگا'' اللہ تعالیٰ نے ہمیں خبر دی کہ شیطان ہمارے لئے کھلا دشمن ہے'' اس کے قصہ کو ہمیں بتایا' ہمارے باپ آدم علیہ السلام کے ساتھ جو کچھ کیا اس کی ہمیں خبر دی اب ہم اس کی عداوت اور دھوکا دہی پر کیسے شک کر سکتے ہیں۔ اس لئے ہمیں چاہیئے کہ ہم ہرگز اسے اپنا دوست نہ بنائیں اور نہ اس کا کہا مانیں۔ حضرت فضیل بن عیاض کہتے ہیں کہ اے جھوٹے! اے افترا کرنیوالے! اللہ سے ڈر' شیطان کو اعلانیہ گالی کیسے دیتا ہے جبکہ اندرونِ خانہ تو اسکا دوست ہے۔ ابن سماک کہتے ہیں کہ ہائے تعجب جو اپنے محسن کے احسان کو پہچاننے کے بعد اس کی نافرمانی کرے اور شیطان لعین کی عداوت پہچاننے کے بعد اس کی اطاعت کرے۔ (القرطبی)

؎ ۲ یعنی وہ لوگ جنہوں نے اللہ اور اس کے رسولوں کا انکار کیا ان کیلئے دائمی دردناک عذاب ہے۔ اور وہ لوگ جنہوں نے ایمان اور عمل صالح کو جمع کیا ان کیلئے مغفرت اور بڑا اجر ہے' اجر کبیر سے مراد جنت ہے۔ (صفوۃ التفاسیر)

؎ ۳ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا مانگی کہ یا اللہ! عمر بن خطاب یا ابوجہل بن ہشام میں سے کسی ایک کے ساتھ اپنے دین کو مضبوطی بخش' چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ہدایت دی اور ابوجہل کو گمراہی میں پڑا رہنے دیا۔ انھیں دو کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) أَفَمَنْ زُيِّنَ لَهُ سُوءُ عَمَلِهِ: کے بارے میں چار اقوال ہیں (۱) ابوقلابہ کہتے ہیں کہ یہ یہود نصاری اور مجوسی ہیں اس اعتبار سے سُوءُ عَمَلِهِ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت ودشمنی مراد ہوگی (۲) عمر بن قاسم کہتے ہیں کہ اس سے خوارج کا گروہ مراد ہے اس وقت سُوءُ عَمَلِهِ سے تحریف وتاویل مراد ہوگی (۳) حضرت حسن کہتے ہیں کہ اس سے شیطان مراد ہے اس وقت سُوءُ عَمَلِهِ سے اغواء مراد ہوگا۔ (۴) کلبی کہتے ہیں کہ اس سے کفار قریش مراد ہیں اس وقت سُوءُ عَمَلِهِ سے شرک مراد ہوگا۔ آپ نے کہا کہ یہ آیت عاص بن ابی وائل سہمی اور اسود بن مطلب کے بارے میں نازل ہوئی۔ ان کے علاوہ کا کہنا ہے کہ یہ آیت ابوجہل بن ہشام کے بارے میں نازل ہوئی۔ میں کہتا ہوں کہ چوتھا قول یعنی کفار قریش والا قول اظہر ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ لَيْسَ عَلَيْكَ هُدَاهُمْ یعنی آپ پر ان کی ہدایت لازم نہیں ہے۔ ایک اور جگہ ارشاد ہے وَلَا يَحْزُنْكَ الَّذِينَ يُسَارِعُونَ فِي الْكُفْرِ یعنی آپ کو وہ لوگ غم میں نہ ڈالیں جو کفر میں جلدی کرتے ہیں۔ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرَاتٍ: مطلب یہ ہے کہ جن کیلئے ان کے برے عمل کو مزین کیا گیا ہے ان پر آپ حسرت کر کے اپنے آپ کو تکلیف میں مبتلا نہ کریں۔ (القرطبی)

فَتُثِيرُ سَحَابًا فَسُقْنٰهُ اِلٰى بَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَحْيَيْنَا
پس بر انگیختند بار را پس براندیم بزمین مردہ پس زندہ کردیم ما
پس بادل کو ابھارتی ہیں پھر ہم اسے مردہ زمین کی جانب لے جاتے ہیں تو ہم زندہ کرتے ہیں
بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ كَذٰلِكَ النُّشُوْرُ ﴿۹﴾ مَنْ كَانَ
بآں زمین از پس مرگ آں و اینچنیں است زندہ کردن ہر کہ
اس کے سبب زمین کو مرنے کے بعد اور اسی طرح زندہ کرنا ہے ۱ اور جو
يُرِيْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا ۭ اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ
باشد میخواہد عزت پس مر خدا راست عزت ہمہ بسوے او بالا رود
عزت چاہتا ہو تو ساری عزت اللہ کیلئے ہے اسی کی طرف بڑھتا ہے
الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ ۭ وَالَّذِيْنَ يَمْكُرُوْنَ
سخنان پاک و کردار شایستہ کرد بر میدارد آنرا و آنانکہ مکر کنند
پاکیزہ کلام اور اچھا کام اسے بلند کرتا ہے اور وہ لوگ جو
السَّيِّاٰتِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۭ وَمَكْرُ اُولٰۗىِٕكَ هُوَ
بدیہا ایشانراست عذاب سخت و مکر آنگروہ او
برا مکر کرتے ہیں ان کیلئے سخت عذاب ہے اور اسی گروہ کا مکر
يَبُوْرُ ﴿۱۰﴾ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ
کاسد شود و خدای بیافرید شما را از خاک پس از نطفہ باز
ملیا میٹ ہو جائیگا ۲ اور اللہ نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا پھر نطفہ سے پھر
جَعَلَكُمْ اَزْوَاجًا ۭ وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا
گردانید شما را صنفہا و بار نگیرد ہیچ زنی و ننہد مگر
تمہیں جوڑے جوڑے کیا اور جو کوئی عورت حاملہ نہیں ہوتی اور نہ جنتی ہے مگر

۱ یعنی اللہ تعالیٰ ہواؤں کو بارش کی خوشخبری دے کر بھیجتا ہے۔ جس سے وہ مردہ زمین کو دوبارہ زندہ فرماتا ہے۔ جس طرح زمین کے مرنے کے بعد اسے دوبارہ زندہ فرماتا ہے اسی طرح قبروں سے مردے زندہ فرمائیگا۔ ابوزرین عقیلی سے مروی ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ مردے کیسے زندہ کریگا اور اس کی خلقت میں اس کی کیا نشانی ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: کیا تم ایسی وادی سے گذرے ہو جو ہلاک ہو چکی ہو پھر دوبارہ اس وادی سے گذرے تو سبزہ زار لہلہا رہا ہو؟ میں نے عرض کی جی ہاں یا رسول اللہ ﷺ۔ آپ نے فرمایا: بس اسی طرح اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ فرمائیگا اور یہ اس کی خلقت میں نشانی ہے۔ (صفوۃ التفاسیر)

۲ آیت میں كَلِمُ الطَّيِّبُ سے مراد توحید ہے جو کہ پاکیزہ عقیدہ کیلئے مصدر ہے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے تحمید اور تمجید مراد ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت مجاہد وغیرہ کہتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ عمل صالح کلم الطیب کو اوپر لے جاتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ قول بغیر عمل کے قبول نہیں فرماتا اور قول و عمل کو بغیر نیت کے قبول نہیں فرماتا ہے اور قول، عمل اور نیت کو بغیر سنت کے قبول نہیں فرماتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ بندہ جب اللہ کا ذکر کرتا ہے اور کلام طیب کہتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ اس کے فرائض کو ادا کرتا ہے تو اس کا قول عمل کے ساتھ اوپر کی جانب چڑھتا ہے اور جب کلام طیب کہے لیکن اس کے فرائض کو ادا نہ کرے تو اس کے قول کو اس کے عمل پر لوٹا دیا جاتا ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ بندہ جب سچی نیت سے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہتا ہے تو فرشتے اس کے عمل کی جانب دیکھتے ہیں اگر اس کا عمل اس کے قول کے موافق ہو تو اس کے قول و عمل کو لے کر اوپر چڑھتے ہیں اور اگر اس کا عمل قول کے مخالف ہو تو فرشتے اس وقت تک توقف کرتے ہیں جب تک کہ وہ اپنے عمل خلاف سے توبہ نہ کرلے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ عمل صالح اپنے کرنے والے کو بلند کرتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے لوگوں نے ذکر کیا کہ کتا نماز کو توڑ دیتا ہے۔ آپ نے سن کر یہ آیت تلاوت کی۔ اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ۔ (القرطبی) حدیث شریف میں ہے کہ تمہارا رب ہر روز فرماتا ہے کہ میں عزیز ہوں پس جو دارین کی عزت چاہتا ہو اسے چاہیئے کہ عزیز کی اطاعت کرے۔ اس حدیث کا مطلب آپکے اس قول سے بھی سمجھ سکتے ہیں مَنْ اَرَادَ الْعِلْمَ فَهُوَ عِنْدَ الْعُلَمَاءِ یعنی جو علم حاصل کرنے کا ارادہ رکھتا ہو اسے چاہیئے کہ وہ علماء کے پاس جائے۔ قاعدہ بھی یہی ہے کہ جس کے پاس جو چیز ہوتی ہے حاجت کے وقت اسی سے طلب کی جاتی ہے۔ ایک دوسری آیت میں ارشاد ہے وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ یعنی عزت اللہ کیلئے ہے اور اس کے رسول اور مومنین کیلئے ہے۔ ان دونوں آیات میں مطابقت کی صورت یہ ہوگی کہ ربوبیت و الوہیت کی عزت کی صفت اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ثابت ہے جبکہ رسول اور مومنین کیلئے عزت از روئے احسان و فضل کے ہے اس لئے ساری عزت اللہ ہی کیلئے ہے۔ کاشفی میں ہے کہ اللہ ہی کی عزت سے رسول اور مومنین معزز ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان کی موافقت میں عزت ہے اور اس کے فرمان کی مخالفت میں ذلت ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد بندوں سے اپنے فرمان کی موافقت طلب کی۔ (روح البیان)

بِعِلْمِهٖ ؕ وَمَا يُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ وَّلَا يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖۤ اِلَّا

بدانش او و زندگی داده نشود ہیچ دراز عمری و کم کرده نشود از عمر او مگر

اس کے علم سے، اور کسی دراز عمر کو زندگی نہیں دی جاتی اور نہ اس کی عمر سے کم کی جاتی ہے مگر

فِيْ كِتٰبٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ﴿۱۱﴾ وَمَا يَسْتَوِي

در لوح محفوظ ہرآئنہ ایں بر خدای آسانست و برابر نیست

لوح محفوظ میں ہے، بیشک یہ اللہ پر آسان ہے ۱ اور برابر نہیں ہیں

الْبَحْرٰنِ ۖ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ سَآئِغٌ شَرَابُهٗ وَ

دو دریا ایں آب شیریں خوش مزه گوارنده آشامیدن او

دو دریا، یہ میٹھا پانی خوش مزہ اس کا پینا خوشگوار

هٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ ؕ وَمِنْ كُلٍّ تَاْكُلُوْنَ لَحْمًا طَرِيًّا

و آں دیگر آب شورنده و تلخ و از ہر یک میخورید گوشتی تازه

اور اس کا دوسرا کھارا پانی اور تلخ، اور ہر ایک سے تم تازہ گوشت کھاتے ہو

وَّتَسْتَخْرِجُوْنَ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَتَرَى الْفُلْكَ فِيْهِ

و بیروں آرید پرایہ می پوشیده آنرا و بینی کشتیها را دراں

اور زیور نکالتے ہو جسے تم پہنتے ہو اور تم کشتیوں کو دیکھتے ہو اس

مَوَاخِرَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۲﴾ يُوْلِجُ الَّيْلَ

دو دریا تا بجوئید از بخشایش خود و شاید کہ شما شکر کنید در آرد شب را

دو دریا میں تا کہ تم اس کا فضل تلاش کرو اور شاید کہ تم شکر کرو ۲ داخل کرتا ہے رات کو

فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ۙ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَ

در روز و در آرد را در شب و رام کرد آفتاب را و

دن میں اور داخل کرتا ہے دن کو رات میں اور مسخر کیا سورج کو اور

۱ جاننا چاہیئے کہ دلائل دو قسموں میں محصور ہیں اول آفاق اور دوم دلائل انفس۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْۤ اَنْفُسِهِمْ یعنی ہم تمہیں عنقریب اپنی نشایاں آفاق میں دکھائیں گے۔ جب اللہ تعالیٰ نے آسمانوں، اور جو ملائکہ وہاں سے بھیجے جاتے ہیں، زمین اور وہ ہوائیں جو خوشخبری لے کر آتی ہیں کے ذریعے آفاق کے دلائل کا ذکر کر دیا تو اب دلائل انفس شروع فرما رہا ہے۔ (تفسیر کبیر) حضرت سعید اور حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش مراد ہے۔ اس اعتبار سے مطلب یہ ہوگا کہ تمہاری اصل کو اللہ تعالیٰ نے مٹی سے پیدا فرمایا۔ وَمَا يُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ: مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری عمر کو لکھ دیتا ہے کتنے سال، کتنے مہینے، کتنے دن اور کتنے گھنٹے ہونگی۔ حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ معمر اس شخص کو کہتے ہیں جس کی عمر مکمل ساٹھ سال ہو، اور منقوص اس شخص کو کہتے ہیں جو ساٹھ سال سے پہلے انتقال کر جائے۔ کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی عمر سو برس لکھی ہے اگر وہ اطاعت کرے، اور نوے برس اگر وہ نافرمانی کرے پس ان دونوں میں سے کسی ایک کو بھی پہنچے تو وہ اس کی تحریر میں ہے۔ یہ قول نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی مثل ہے کہ آپ نے فرمایا: جو یہ چاہتا ہو کہ اس کے رزق میں اور عمر میں کشادگی کی جائے اسے چاہیئے کہ صلہ رحمی کرے۔ (القرطبی)

۲ اکثر مفسرین کرام کہتے ہیں کہ اس آیت کریمہ میں مراد ضرب المثل ہے جو کہ کفر اور ایمان، یا کافر اور مؤمن کے حق میں ہے، پس ایمان حسن اور نفع میں کفر سے مشابہ نہیں ہے جیسے میٹھا دریا نمکین دریا کے مشابہ نہیں ہے۔ اس پر اس ٹکڑے کو دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں وَمِنْ كُلٍّ تَاْكُلُوْنَ لَحْمًا طَرِيًّا۔ یہ ٹکڑا وضاحت کر رہا ہے کہ کافر اور مؤمن یا کفر اور ایمان کا حال بیان ہو رہا ہے نہ کہ فقط دو دریاؤں کا حال۔ اس لئے کہ نمکین دریا بھی خیر اور نفع پہنچانے میں میٹھے دریا کے ساتھ شریک ہے۔ مچھلی کا تازہ گوشت جس طرح انسان میٹھے دریا سے حاصل کرتا ہے اسی طرح نمکین دریا سے بھی حاصل کرتا ہے، قیمتی موتی جس طرح میٹھے دریا میں پایا جاتا ہے اسی طرح نمکین دریا میں بھی پایا جاتا ہے، کشتی جس طرح نمکین دریا پر چلتی ہے اسی طرح میٹھے دریا میں بھی چلتی ہے۔ اس کے برعکس کفر اور کافر میں نفع نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ یعنی یہ لوگ چوپائیوں کی طرح ہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ گمراہ۔ ایک اور جگہ ارشاد ہے كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً وَاِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُ یعنی پتھروں کی طرح ہیں یا اس سے بھی زیادہ سخت اس لئے کہ پتھروں میں سے بعض وہ پتھر ہیں جس سے نہریں جاری ہوتیں ہیں۔ اظہر یہ ہے کہ یہاں دو دریاؤں کا ذکر دراصل اللہ تعالیٰ کی قدرت پر ایک اور دلیل ہے اس طرح کہ دو دریا صورت میں برابر ہیں لیکن پانی میں مختلف ہیں، ان میں سے ایک میٹھا ہے اور دوسرا نمکین ہے پھر ان دونوں میں سے پائی جانے والی مچھلیاں صورت میں ایک جیسی ہوتی ہیں لیکن ذائقے میں اختلاف ہوتا ہے۔ ایسے تشابہ میں فرق رکھنا اسی قادر اور مختار کا کام ہے جسے اللہ کہا جاتا ہے اس پر آیت اللہ تعالیٰ کے کمال قدرت پر دوسری دلیل ہے۔ (تفسیر کبیر)

الْقَمَرَ ۖ كُلٌّ يَجْرِي لِأَجَلٍ مُسَمًّى ۚ ذَٰلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ لَهُ

ماه را ہر یک میرود تا وقتی شمرده ایں ست خدای پروردگار شما او را ست

چاند کو ہر ایک چلتا ہے ایک مقررہ وقت تک' یہ ہے اللہ تمہارا رب اسی کیلئے

الْمُلْكُ ۚ وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ مَا يَمْلِكُونَ مِنْ

پادشاہی و آنانکہ میخوانید بجز او مالک نمی شوند از

بادشاہی ہے اور جنہیں تم اس کے سوا پکارتے ہو (وہ سب) مالک نہیں ہیں

قِطْمِيرٍ ﴿۱۳﴾ إِنْ تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا دُعَاءَكُمْ ۖ وَلَوْ سَمِعُوا

پوست خستہ خرما اگر بخوانید ایشانرا نمی شنوند خواند شما را و اگر بشنوند

کھجور کی گھٹلی کے چھلکے (کے برابر) ۱ اگر تم انھیں پکارو تو تمہاری پکار نہیں سنیں گے اور اگر سن بھی لیں

مَا اسْتَجَابُوا لَكُمْ ۖ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُونَ بِشِرْكِكُمْ ۚ

اجابت نکنند شما را و روز قیامت کافر شوند بشرک آوردن شما

تو تمہیں جواب نہیں دینگے' اور قیامت کے روز تمہارے شرک سے منکر ہونگے

وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيرٍ ﴿۱۴﴾ يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ

و خبر نکند ترا ہیچ کس مانند دانا مردمان شما محتاجانید

اور تجھے کوئی خبر نہ دیگا (اس) جاننے والے کی طرح ۲ اے لوگو! تم سب محتاج ہو

إِلَى اللَّهِ ۖ وَاللَّهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ﴿۱۵﴾ إِنْ يَشَأْ يُذْهِبْكُمْ

بسوے خدا ست و خدای او ست بے نیاز ستوده اگر خواہد ببرد شما را

اللہ کی جانب' اور اللہ ہی بے نیاز تعریف کیا ہوا ہے ۳ اگر وہ چاہے تو تمہیں لے جائے

وَيَأْتِ بِخَلْقٍ جَدِيدٍ ﴿۱۶﴾ وَمَا ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ بِعَزِيزٍ ﴿۱۷﴾

و بیارد آفریده نو و نیست ایں بر خدای غالب

اور (تمہاری جگہ) نئی مخلوق لائے ۴ اور یہ اللہ پر مشکل نہیں ہے ۵

۱ مطلب یہ ہے کہ رات اور دن کے اختلاف پر تم لوگ جو تاویل پیش کرتے ہو وہ اپنی جگہ لیکن یہ بتاؤ کہ رات و دن' آسمانوں اور زمین' ہواؤں کا بھیجنا اور انسان کو مٹی سے پیدا کرنا یہ سب کس کا کام ہے ظاہر ہے کہ یہ سارا کام اس ذات وحدہ لاشریک کا ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے دو طرح کے اوصاف بیان فرمائے (۱) خلق بالقدرۃ و ارادہ (۲) ملک' اور ان دونوں سے اس پر دلیل قائم کی کہ وہ الٰہ اور معبود ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ مَلِكِ النَّاسِ اِلٰهِ النَّاسِ یعنی اے محبوب! آپ فرما دیجئے کہ میں پناہ میں آتا ہوں لوگوں کے رب کی' لوگوں کے بادشاہ کی' لوگوں کے معبود کی۔ ان آیات میں رب اور ملک کو ذکر کیا اور ان دونوں پر الٰہ یعنی معبود کو مرتب کیا۔ جب کہ مشرکین کا حال یہ ہے کہ یہ لوگ جس کی عبادت کرتے ہیں وہ کسی چیز کا مالک نہیں ہے۔ (تفسیر کبیر)

۲ یعنی اگر تم مصیبتوں میں انھیں پکارو تو یہ تمہاری پکار کو نہیں سنیں گے اس لئے کہ یہ سب محض جمادات ہیں جس کے اندر نہ سننے کی قوت ہے اور دیکھنے کی۔ پھر آگے یہ فرمایا اگر یہ سن بھی لیں تو ضروری نہیں کہ تمہیں جواب دیں۔ حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ اگر سن بھی لیں تو تمہیں نفع نہیں پہنچا سکتے۔ کہا گیا ہے کہ اس کا ایک مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اگر ہم ان پتھروں کو عقل اور حیات دیدیں اور تمہاری پکار کو سن بھی لیں جب بھی یہ تم سے زیادہ اللہ کی اطاعت کریں گے۔ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ: یعنی وہ سب انکار کریں گے کہ تم نے ان کی عبادت کی اور وہ سب تم سے بیزار ہونگے۔ یہ بھی جائز ہے کہ اسے ان معبودین کی طرف لوٹائیں جو ذوی العقول ہیں مثلاً ملائکہ' جن' انبیاء اور شیاطین یعنی یہ سب قیامت کے دن انکار کریں گے اور کہیں گے کہ انھیں ہم نے ایسا کرنے کا حکم نہیں دیا تھا' جیسا کہ قرآن کریم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ارشاد ہے مَا يَكُوْنُ لِيْ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ بِحَقٍّ یعنی میرے لئے مناسب نہ تھا کہ میں ایسی بات ان سے کہتا جس کے کہنے کا مجھے حق نہ تھا۔ (القرطبی) ۳ یعنی تم سب اللہ تعالیٰ کی جانب بہت ساری حاجتوں کے ساتھ محتاج ہو۔ کبار میں سے بعض کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ اِلَى اللّٰهِ کے خطاب سے مخلوقات میں سے کسی کو بھی مشرف نہیں فرمایا یہاں تک کہ ملائکہ مقربین کو بھی نہیں [حالانکہ انسان کے ساتھ سب ہی اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں] اسی بناء پر وارد ہے کہ اَلْفَقْرُ فَخْرِيْ وَ بِهٖ اَفْتَخِرُ یعنی فقر میرا فخر ہے اور اس سے افتخار ہے۔ اس قول کی اصل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعاء ہوسکتی ہے کہ "اے اللہ! مجھے اپنے فخر سے غنی کر اور اپنے سے ہٹا کر فقیر نہ کر"' اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِيْنَ یعنی مہاجرین فقراء کیلئے۔ (روح البیان) ۴ اس میں غنی کا بیان ہے جملہ اگرچہ مختصر ہے لیکن از روئے بلاغت کامل ہے اس میں ایک شبہ کا جواب بھی دیا گیا ہے کہ کوئی وہم کرنے والا یہ وہم نہ کرے کہ اللہ تعالیٰ دوبارہ مخلوق کو پیدا نہیں کر سکے گا اور اس کی ملکیت پیدا شدہ چیزوں ہی پر ہے بلکہ وہ تو نئی مخلوق پیدا کرنے پر بھی قادر ہے۔ (تفسیر کبیر) ۵ یعنی اللہ تعالیٰ پر یہ کام مشکل اور ممتنع نہیں ہے بلکہ یہ آسان ہے کُنْ کہہ کر ہر چیز کو پیدا فرماتا ہے۔ (صفوۃ التفاسیر)

تفسیر اظہار العرفان

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ؕ وَاِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ

و برندارد نفسی گناہ کنندہ بار دیگریرا و اگر بخواند گراں بار

اور گناہ کرنیوالی کوئی جان دوسرے کے بوجھ کو نہ اٹھائے گی، اور اگر بلائے (گناہ کا) بوجھ اٹھانے والا

اِلٰى حِمْلِهَا لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ؕ

از گناہ دیگران نبر داشتن آں از گناہ او چیزی و اگر باشد خداوند خویشی

دوسرے کے گناہ (اٹھانے کیلئے) تو اس کے گناہ سے ذرہ برابر نہ اٹھائیگا اگرچہ رشتہ دار ہو

اِنَّمَا تُنْذِرُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَ

جز ایں نیست کہ تو بیم کنی آنانکہ می ترسند از پروردگار خود بپوشیدہ و

اسکے سوا کچھ نہیں کہ آپ ڈراتے ہیں ان لوگوں کو جو اپنے رب سے بے دیکھے ڈرتے ہیں اور

اَقَامُوا الصَّلٰوةَ ؕ وَمَنْ تَزَكّٰى فَاِنَّمَا يَتَزَكّٰى لِنَفْسِهٖ ؕ

برپادارند نماز را و ہر کہ پاکیزہ بود پس جز ایں نیست کہ پاکیزہ بود بر خود را

نماز قائم رکھتے ہیں اور جو پاک ہوا پس اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ اپنے لئے پاک ہوا

وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ﴿۱۸﴾ وَمَا يَسْتَوِى الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ﴿۱۹﴾

و بسوے خدا ست باز گشت و برابر نیست نابینا و بینا

اور اللہ ہی کی طرف پھرنا ہے ۱ اور اندھا اور دیکھنے والا برابر نہیں ہے ۲

وَلَا الظُّلُمٰتُ وَلَا النُّوْرُ ﴿۲۰﴾ وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُوْرُ ﴿۲۱﴾

و نہ تاریکیہا و نہ روشنی و نہ سایہ و نہ حرارت

اور نہ تاریکیاں اور نہ روشنی ۳ اور نہ سایہ اور نہ حرارت ۴

وَمَا يَسْتَوِى الْاَحْيَآءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ

و برابر نیست زندگان و مردگان ہر آئنہ خدای می شنواند

اور زندے اور مردے برابر نہیں ہیں بیشک اللہ سناتا ہے

۱ کوئی گناہگار جان دوسرے گناہگار جان کے گناہوں کو نہیں اٹھائیگی اور نہ ایک کے گناہ کے سبب دوسرے کو عذاب دیا جائیگا جب کوئی بوجھ اٹھانے والی جان کسی دوسرے کو بوجھ اٹھانے کیلئے کہے گی تو دوسرا اس کے بوجھ کو اٹھانے کیلئے تیار نہیں ہوگا اگرچہ باپ یا بیٹا ہی کیوں نہ ہو۔ (صفوۃ التفاسیر) مروی ہے کہ قیامت کے روز ایک شخص اپنے باپ کے پاس آئیگا اور کہے گا کیا آپ میرے مشفق نہیں تھے؟ کیا آپ مجھ پر احسان کرنے والے نہ تھے؟ آج آپ دیکھ رہے ہیں کہ میرے ساتھ کیا معاملہ ہو رہا ہے آپ اپنی نیکیوں میں سے نیکی مجھے دیدیں یا میرے گناہوں کے بوجھ کو اٹھالیں۔ باپ کہے گا کہ تم نے جس کا سوال کیا ہے وہ مجھ پر آسان ہے لیکن میں ویسے ہی ڈرتا ہوں جیسے تم ڈرتے ہو۔ پھر باپ بھی بیٹا سے ویسے ہی کہے گا، پھر وہ شخص اپنی بیوی کے پاس آ کر کہے گا کیا میں تمہارے ساتھ بھلائی نہیں کرتا تھا پس تو میری خطا کو اٹھا لے تا کہ میری نجات ہو جائے۔ بیوی کہے گی کہ یہ کام آسان ہے لیکن میں ویسے ہی ڈرتی ہوں جیسے تم ڈرتے ہو، پھر حضرت عکرمہ نے یہ آیت تلاوت کی وَاِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ اِلٰى حِمْلِهَا لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۔ حضرت فضیل بن عیاض کہتے ہیں کہ ماں اپنی اولاد سے مل کر کہے گی۔ اے میرے ولد! کیا میں نے اپنے پیٹ میں تکلیف کے ساتھ تمہیں نہیں اٹھایا کیا میں نے تجھے دودھ نہیں پلایا؟ کیا میں نے تجھے اپنی گود میں نہیں کھلایا؟ بچہ کہے گا کیوں نہیں؟ ماں کہے گی۔ اے میرے پیارے بیٹے! مجھ پر گناہوں کا بوجھ ہے تو صرف میرے ایک گناہ کے بوجھ کو اٹھالے۔ بیٹا جواب دیگا ماں تو اپنے گناہوں کے بوجھ کو خود ہی اٹھا اس لئے کہ میں تو اپنے گناہوں کے بوجھ میں مشغول ہوں۔ (القرطبی) اِنَّمَا تُنْذِرُ الَّذِيْنَ الخ: اے محمد! (ﷺ) ان چیزوں سے انھیں ڈرایئے۔ جو اپنے رب کو بغیر دیکھے اس سے ڈرتے ہیں اور نماز قائم رکھتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ آپ کے ڈرانے سے یہی لوگ فائدہ حاصل کر سکتے ہیں نہ کہ ایسے لوگ جو اپنے دل میں بغض و عناد رکھتے ہیں۔ واضح رہے کہ خشیت یقین کی علامتوں میں سے ہے اور انسان اپنے علم کے مطابق اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا یعنی اللہ کے بندوں میں سے اللہ سے ڈرنے والے اہل علم ہی ہیں [اللہ تعالیٰ کا خوف علم کے ساتھ علماء ہی کے دلوں میں ہے ورنہ غیر علماء بھی اللہ تعالیٰ کا خوف رکھتے ہیں] ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے لِيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا یعنی چاہیئے کہ ڈرائیں اسے جو زندہ ہو۔ (روح البیان) ۲ اللہ تعالیٰ نے ہدایت اور گمراہی کو خوب واضح کر کے بیان فرمادیا لیکن اس کے باجود کافر ہدایت یافتہ نہ ہوئے اور مؤمن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت سے مزین فرمایا تو اب مؤمن اور کافر کی مثال بیان فرما رہا ہے پس مؤمن بصیر ہے اور اس حیثیت سے کہ واضح راستہ کو انھیں دکھایا گیا اور کافر اس سے اندھا رہا۔ (تفسیر کبیر) ۳ یعنی جس طرح نور اور ظلمت برابر نہیں ہیں اسی طرح کفر اور ایمان بھی برابر نہیں ہیں۔ (صفوۃ التفاسیر) ۴ یعنی جس طرح سایہ اور دھوپ برابر نہیں ہیں اسی طرح حق اور باطل، ہدایت اور گمراہی برابر نہیں ہیں۔ مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جنت کی مثال ظل یعنی سایہ سے دی اور جہنم کی مثال حرور یعنی گرمی سے دی۔ (صفوۃ التفاسیر)

مَنْ يَّشَاۤءُ ۚ وَمَاۤ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِى الْقُبُوْرِ ﴿۲۲﴾ اِنْ اَنْتَ

ہر کرا خواہد و نیستی تو شنوانندہ ہر کہ در قبرہاست نیستی تو

جسے چاہے اور آپ انھیں نہیں سنانے والے جو قبروں میں ہیں ۱؎ نہیں ہیں آپ

اِلَّا نَذِيْرٌ ﴿۲۳﴾ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۗ وَاِنْ مِّنْ

مگر بیم کنندہ ہر آئنہ ما فرستادیم براستی مژدہ دہندہ و بیم کنندہ و نبودی ہیچ

مگر ڈرانے والے ۲؎ بیشک ہم نے آپ کو حق کیساتھ خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا' اور کوئی

اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ ﴿۲۴﴾ وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كَذَّبَ

گروہی مگر گذشتہ است درمیان ایشاں بیم کنندہ و اگر تکذیب کنند ترا پس البتہ تکذیب کرد

گروہ نہیں تھا مگر ان میں ڈرانے والا (ضرور) گذرا ۳؎ اور اگر آپ کو جھٹلائیں تو بیشک جھٹلا چکے ہیں

الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ وَبِالزُّبُرِ

آنانکہ پیش از ایشاں بودند آمد بدیشاں فرستادگان ایشاں بمعجزہا و بنامہا

وہ لوگ جو ان سے پہلے تھے' ان رسولوں کو جو انکے پاس معجزوں اور صحیفے

وَبِالْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ ﴿۲۵﴾ ثُمَّ اَخَذْتُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

و بکتابہاے روشن پس گرفتیم آنانکہ نگرویدند

اور روشن کتاب لے کر آئے ۴؎ پھر میں نے ان لوگوں کو پکڑا جنھوں نے انکار کیا

فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ﴿۲۶﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاۤءِ

پس چگونہ بود عقوبت من آیا نمی بینی ہر آئنہ خدای فرستاد از آسمان

پس میری سزا کیسی تھی ۵؎ کیا آپ نے نہ دیکھا بیشک اللہ نے آسمان سے پانی

مَاۤءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ ثَمَرٰتٍ مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهَا ۗ وَمِنَ الْجِبَالِ

آبے پس بیروں آوردیم ما باں میوہا اختلاف رنگہاے او و از کوہ ہا

اتارا' پس ہم نے اس سے مختلف رنگوں کے پھل نکالے' اور پہاڑوں سے

۱؎ جاننا چاہیئے کہ اِنَّ اللّٰـهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَاۤءُ اور اللہ تعالیٰ کا فرمان اِنَّکَ لَا تَهْدِىْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَاۤءُ اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَىْءٌ۔ وغیرہ مقام نبوت سے مقام الوہیت کے فرق کیلئے ہیں تاکہ امت کو ایسا شبہ نہ ہو جائے جس کے سبب وہ راہ راست سے بھٹک جائے جیسے سابقہ امتوں میں ہوا کسی نے حضرت عزیر کو ابن اللہ کہا تو کسی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ابن اللہ کہہ دیا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ کمالِ رحمت ہے اور حسن توفیق ہے اس امت کیلئے [کہ اس نے ہر اس راستے کو بند فرمادیا جس سے اس امت کے گمراہ ہونے کا خطرہ تھا] (روح البیان) وَمَاۤ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِى الْقُبُوْرِ: اس میں دو معانی کا احتمال ہے (۱) یہ کلام اس اعتبار سے ہے کہ کفار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام اور وحی نازل کو سننے کیلئے تیار نہ ہوتے تھے اسی کیفیت کا بیان ہے' مردے کے حال کا بیان نہیں ہے یعنی یہ نہیں کہ مردے سنتے نہیں ہیں پس اللہ تعالیٰ مردوں کو سناتا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم انہیں نہیں سنا پاتے جو مر کے قبر میں پہنچ چکے [مطلب یہ ہے کہ آپ کا منصب تبلیغ زندوں کو اللہ تعالیٰ کا پیغام سنانا ہے نہ کہ مردوں کو] پس مردے اللہ تعالیٰ کی طرف سے سننے والے ہیں اور کفار مردوں کی طرح ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کلامِ الٰہی سننے کیلئے تیار نہیں ہوتے (۲) یہ آیت دراصل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی کیلئے ہے۔ (تفسیر کبیر)

۲؎ یعنی آپ نہیں ہیں مگر ڈر سنانے والے رسول اس لئے کفار کو جہنم کی آگ سے ڈراتے رہیئے (صفوۃ التفاسیر)

۳؎ جب یہ بیان ہوا کہ آپ لوگوں کیلئے نذیر ہیں تو اب یہ بیان ہو رہا ہے کہ آپ از خود نذیر نہیں ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نذیر بنا کر بھیجا ہے اور آپ اسی کے حکم سے ڈراتے ہیں۔ وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ: اس میں دو احتمالات ہیں (۱) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی جارہی ہے کہ آپ سے پہلے بھی جتنے انبیاء آئے اور انھوں نے قوم کو ڈرایا تو قوم کی جانب سے ایسی ہی اذیت کا سامنا کرنا پڑا جیسی آج آپ کو بھی درپیش ہے۔ (۲) قوم کو بتانا مقصود ہے کہ یہ کوئی نئے رسول نہیں ہیں بلکہ ان سے پہلے بھی بہت سارے رسول گذر چکے ہیں جن کی تمہیں خبر بھی ہے۔ (تفسیر کبیر)

۴؎ یعنی آپ روشن دلیل اور کتاب لے کر آئے اور اس کے باوجود لوگوں نے آپ کو جھٹلایا اور اذیت دی آپ سے پہلے جو رسول آئے ان کے ساتھ بھی لوگوں نے ایسا ہی کیا تو انھوں نے صبر کیا اس لئے آپ بھی صبر کیجئے۔ جاننا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں چند امور کو بیان فرمایا ہے اول: بینات: اس لئے کہ ہر رسول کیلئے معجزہ کا ہونا ضروری ہے اور یہ ادنیٰ درجہ ہیں۔ ثانی: پھر اللہ تعالیٰ کبھی ان پر کتاب نازل فرماتا ہے جس میں نصیحتیں اور تنبیہات ہوتی ہیں پھر اگر اس میں منسوخ احکام نہ ہوں تو وہ شریعتِ ناسخہ ہے جس نبی پر ایسی کتاب نازل ہو وہ نبی اعلیٰ مراتب والا ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ اولوا العزم رسولوں سے بھی اعلیٰ ہو جاتا ہے اور یہ خوبی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں پائی جاتی ہے اس لئے آپ سارے رسولوں میں اشرف ٹھہرے اس لئے کہ آپ کی کتاب اتم اور ہر کتاب سے اکمل ہے۔ (تفسیر کبیر) ۵؎ یعنی اس مہلت کے بعد ہم نے ان کفار کو پکڑا اور انھیں تباہ و برباد کر دیا پس انکار کرنے کی پاداش میں میری عقوبت کیسی رہی۔ (صفوۃ التفاسیر)

جُدَدٌۢ بِيضٌ وَّحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهَا وَغَرَابِيبُ سُودٌ ﴿٢٧﴾

راہہا سفید ہا و سرخہا گونا گونست رنگہاے او و صفق سیاہ ہا

سفید راستے اور سرخ راستے طرح طرح کے رنگ ہیں اور (کچھ) بالکل سیاہ ۱؎

وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَآبِّ وَالْاَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ

و از مردمان و جنبگان و چہار پایان گونا گونست رنگہاے او

اور انسانوں اور جانوروں اور چوپایوں کے طرح طرح کے رنگ ہیں اس کے رنگ

كَذٰلِكَ ۗ اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ۗ اِنَّ اللّٰهَ

ایں چنیں است جز ایں نیست کہ می ترسد خدای از بندگان او دانایان ہر آئنہ خدای

اسی طرح ہیں، اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ اللہ سے اسکے بندوں میں سے اہل علم ڈرتے ہیں، بیشک اللہ

عَزِيزٌ غَفُورٌ ﴿٢٨﴾ اِنَّ الَّذِينَ يَتْلُونَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَاَقَامُوا

غالب و آمر زندہ است ہر آئنہ آنانکہ میخوانند کتاب خدایرا و برپادارند

غالب بخشنے والا ہے ۲؎ بیشک وہ لوگ جو اللہ کی کتاب پڑھتے ہیں اور نماز قائم رکھتے ہیں

الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً يَّرْجُونَ

نماز را و نفقہ کنند از آنچہ روزی دادیم ایشانرا پنہاں و آشکار امیدارند

اور اس روزی سے پوشیدہ اور علانیہ خرچ کرتے ہیں جو ہم نے انھیں دی امید رکھتے ہیں

تِجَارَةً لَّنْ تَبُورَ ﴿٢٩﴾ لِيُوَفِّيَهُمْ اُجُورَهُمْ وَيَزِيدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۗ

بازندگانی را کاسد نبود تا تمام گرداند خدائی مزدہاے ایشاں و بیفزاید ایشانرا از بخشایش او

(ایسی) تجارت کی جس میں ہرگز نقصان نہیں ہے ۳؎ تاکہ اللہ انکا اجر پورا دے اور ان کیلئے اپنے فضل سے اور زیادہ

اِنَّهٗ غَفُورٌ شَكُورٌ ﴿٣٠﴾ وَالَّذِيٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ مِنَ

ہر آئنہ او آمر زندہ و سپاسدارندہ است و آنکہ وحی کردیم ما بتو از

کرے بیشک وہ بخشنے والا (اور) قدر فرمانے والا ہے ۴؎ اور وہ کتاب جسے ہم نے تمہاری طرف وحی بھیجی

۱؎ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کی قدرت پر یہاں سے ایک الگ دلیل کی ابتدا ہورہی ہے۔ پانی سے اللہ تعالیٰ کی دلیل قدرت یوں پیش کی جارہی ہے کہ پانی ایک ہے لیکن اسی ایک پانی سے طرح طرح کے پھل نکالے جاتے ہیں۔ وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌ بِيضٌ الخ: اگر کہنے والا یہ کہے کہ پھلوں کا اختلاف جگہوں کے اختلاف کی وجہ سے ہے۔ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ بعض پودے بعض علاقے میں ہوتے ہیں اور بعض علاقے میں نہیں ہوتے ہیں مثلاً زعفران وغیرہ۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: نہیں جگہوں کے مختلف ہونے سے پھلوں کا اختلاف نہیں ہے بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کے ارادہ سے ہوتا ہے، اگر ایسا نہ ہوتا تو پہاڑوں میں سے بعض سرخ کیوں ہوتے ہیں اور بعض سیاہ کیوں ہوتے ہیں [یہ سب اس کے ارادہ اور قدرت ہی سے ہے] (تفسیر کبیر)

۲؎ یعنی علماء اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اس لئے کہ جسے معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ قدیر ہے تو وہ گناہ کرتے وقت ڈریگا کہ اللہ اسے اس گناہ کی سزا دینے پر بھی قادر ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے، حضرت ربیع بن انس کہتے ہیں کہ جو اللہ تعالیٰ سے نہ ڈرے وہ عالم نہیں ہے، حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ عالم ہی وہ ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کیلئے علم کافی ہے اور غرور و دھوکا کیلئے جہالت کافی ہے، حضرت سعید بن ابراہیم سے پوچھا گیا کہ اہل مدینہ میں سب سے زیادہ فقیہ کون ہے؟ آپ نے فرمایا: جو ان میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہو، حضرت مجاہد سے مروی ہے کہ فقیہ وہ ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہو، حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فقیہ وہ ہے جو لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ کرائے، انھیں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی رخصت بھی نہ دے، انھیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بے خوف وخطر بھی نہ کرے، قرآن کی رغبت وچاہت کو غیر کی وجہ سے نہ چھوڑے۔ بیشک ایسے بندہ میں خیر نہیں ہے، جس میں علم نہ ہو، اس کے پاس علم بھی نہیں ہے، جس میں سمجھ نہ ہو اور تدبر کے بغیر قرأت بھی نہیں ہے۔ حضرت مکحول رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بیشک عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسی میری فضیلت تمہارے ادنیٰ پر۔ پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی [پھر فرمایا] بیشک اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتے، اہل آسمان، اہل زمین اور سمندر کی مچھلیاں ان لوگوں پر صلوۃ بھیجتے ہیں جو لوگوں کو بھلائی سکھاتے ہیں۔ (القرطبی) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قسم ہے اس کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے جو میں جانتا ہوں اگر تم اسے جان لو تو آنسو زیادہ بہاؤ گے اور کم ہنسو گے۔ جاننا چاہیئے کہ خشیت علی وجہ الکمال انبیاء کیلئے ہے پھر اولیاء یعنی علمائے حقیقت کیلئے پھر اس کی مثل پھر اسکی مثل کیلئے۔ (مظہری) ۳؎ جب اللہ تعالیٰ نے علماء اور ان کی خشیت وکرامت کو بیان فرمادیا تو اب کتاب اللہ پر عمل کرنے والوں کا ذکر ہورہا ہے۔ اس آیت کریمہ میں تین امور بیان کئے جارہے ہیں (۱) ذکر (۲) بدنی عبادت (۳) مالی عبادت۔ (تفسیر کبیر) ۴؎ تسہیل میں ہے کہ اطاعت کرنے والوں کو اطاعت کے مطابق اسے حق دینا توفیق ہے اور اس اجر کو دونا کرکے دینا زیادت ہے۔ (صفوۃ التفاسیر)

الْكِتٰبِ هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

کتاب او راست است باوردارندہ مر آنچیز یرا کہ پیش از وی است ہر آئنہ خدای

وہی حق ہے اس کی تصدیق کرنیوالی جو اس سے پہلے تھی بیشک اللہ

بِعِبَادِهٖ لَخَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ ﴿۳۱﴾ ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ

بعبادت خود دانا و بینا ست پس میراث دادیم کتاب را آنکہ

اپنے بندوں کا جاننے والا (اور) دیکھنے والا ہے ۱ پھر ہم نے (اسے) کتاب کا وارث بنایا جنہیں

اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۚ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ

برگزیدیم از بندگان خود پس از ایشاں ستمگارانند بر خود و از ایشاں

ہم نے اپنے بندوں میں سے چن لیا' پس ان میں سے کچھ اپنے اوپر ظلم کرنے والے ہیں' اور ان میں سے کچھ

مُّقْتَصِدٌ ۚ وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُوَ

پیشی گیرندہ و از ایشاں پیشی گیرندہ اند بہ نیکویہا بامر خدا ایں ست

آگے بڑھنے والے ہیں اور ان میں سے کچھ اللہ کے حکم سے نیکیوں میں سبقت لے جانے والے ہیں یہی ہے

الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ﴿۳۲﴾ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا

آں رستگاری بزرگ بوستانہا با اقامت در آیند دراں

بڑی کامیابی ۲ ہمیشہ رہنے والے باغوں میں داخل ہونگے اس میں

يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا ۚ وَ

پرایہ بستہ دراں از دستونہا از زر و مروارید و

سونے کے کنگن اور مروارید پہنائے جائیں گے اور

لِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ ﴿۳۳﴾ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَذْهَبَ

لباس ایشاں دراں حریراست و گویند ثنا مر خدایراست آنکہ ببرد

اس میں انکا لباس ریشمی ہو گا ۳ اور کہیں گے تعریف اللہ کیلئے ہے جو لے گیا

۱ یعنی اے محمد ﷺ جو کتاب آپ کی جانب وحی کی گئی یہ حق ہے اس میں شک نہیں اور اس کے سچ ہونے میں کوئی تردد نہیں۔ یہ کتاب اگلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے یعنی توراۃ' انجیل اور زبور۔ ابو حیان کہتے ہیں کہ اس آیت کریمہ میں اشارہ ہے کہ یہ کتاب آپ کی جانب وحی کی گئی ہے اس لئے کہ آپ قاری تھے نہ کاتب' اور قرآن کریم میں جس قسم کا بیان ہے یہ ممکن نہیں مگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔ (صفوۃ التفاسیر)

۲ یہاں کتاب سے قرآن مجید مراد ہے۔ اس تفسیر کے سبب ظالم' مقتصد اور سابق یہ تینوں مؤمن کی صفت ہیں۔ ان تینوں مراتب کے بارے میں بہت سارے اقوال ہیں (۱) ظالم وہ ہے جس کے گناہ زیادہ ہوں' مقتصد وہ ہے جس کے گناہ اور نیکی برابر ہوں اور سابق وہ ہے جس کی نیکیاں زیادہ ہوں۔ (۲) ظالم وہ ہے جس کا ظاہر اس کے باطن سے بہتر ہو' مقتصد وہ ہے جس کا ظاہر اور باطن برابر ہو اور سابق وہ ہے جس کا باطن بہتر ہو (۳) ظالم وہ شخص ہے جو زبان سے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کرے لیکن اس کے جوارح اس کے خلاف کرتے ہوں' مقتصد وہ ہے جس کے جوارح تکلیف کے سبب مخالفت سے رکیں اور سابق وہ ہے جو توحید سے توحید کو ملائے (۴) ظالم صاحبِ کبیرہ کو کہتے ہیں' مقتصد صاحبِ صغیرہ کو کہتے ہیں سابق معصوم کو کہتے ہیں۔ (۵) ظالم وہ ہے جو قرآن کی تلاوت کرتا ہو لیکن نہ اس کے معانی کو سمجھتا ہو اور نہ قرآن کے احکام پر عمل کرتا ہو' مقتصد وہ ہے جو قرآن کی تلاوت سمجھ کر کرتا ہو اور سابق وہ ہے جو قرآن کی تلاوت سمجھ کر کرتا ہو اور اس کے احکام پر عمل کرتا ہو (۶) ظالم جاہل کو کہتے ہیں' مقتصد متعلم کو کہتے ہیں اور سابق عالم کو کہتے ہیں (۷) ظالم اصحابِ شمال کو کہتے ہیں' مقتصد اصحاب میمنہ کو کہتے ہیں اور سابق السابقون المقربون کو کہتے ہیں (۸) ظالم وہ ہے جس کا محاسبہ کیا جائے تو وہ جہنم میں داخل کر دیا جائے، مقتصد وہ ہے جس کا محاسبہ کیا جائے تو جنت میں داخل ہو جائے اور سابق وہ ہے جسے بغیر حساب کے جنت میں داخل کر دیا جائے (۹) ظالم وہ ہے جو معصیت پر اصرار کرے' مقتصد وہ ہے جو گناہ کر کے نادم ہو اور تائب ہو جائے اور سابق وہ ہے جس کی توبہ قبول ہو (۱۰) ظالم وہ ہے جو قرآن لے مگر اس پر عمل نہ کرے' مقتصد وہ ہے جو اس پر عمل کرے اور سابق وہ ہے جو قرآن لے اور اس پر عمل بھی کرے اور لوگوں کے واسطے عمل ظاہر کرے کہ لوگ اس پر عمل کریں۔ مختار قول یہ ہے کہ ظالم وہ ہے جو شریعت کی مخالفت کرے اور اللہ تعالیٰ کے اوامر کو چھوڑ دے اور جن چیزوں سے منع کیا گیا ہو اس کا مرتکب ہو' مقتصد وہ ہے جو مخالفت چھوڑنے کی کوشش کرے' گناہوں کی موافقت نہ کرے اور جو گناہ اس سے صادر ہو چکا ہو اس پر نادم ہو اور سابق وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اس کی مخالفت نہ کرے۔ ذَالِکَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ؛ اس میں چند احتمالات ہیں (۱) اس سے توفیق مراد ہے (۲) نیکیوں میں سبقت کرنا اللہ تعالیٰ کا فضل ہے (۳) علم کو میراث کے طور پر عطا فرمانا فضل کبیر ہے۔ (تفسیر کبیر) ۳ مطلب یہ ہے جنت کے مراتب و درجات مختلف ہیں بایں سبب جنت واحد کی بجائے جنات جمع ہے مثلاً جنت الفردوس' جنت عدن' جنت نعیم' جنت ماویٰ' جنت خلد' جنت سلام اور جنت علیین۔ پھر ہر جنت کے الگ الگ مراتب ہیں۔ (صفوۃ التفاسیر)

عَنَّا الْحَزَنَ ؕ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرُ ۙ﴿۳۴﴾ الَّذِیْۤ اَحَلَّنَا

از ما اندوه هر آئنه پروردگار ما آمر زنده و سپاسدارنده است آنکه ببرد از ما

ہم سے غم، بیشک ہمارا رب بخشنے والا (اور) قدر فرمانے والا ہے ۱ وہ جو ہمیں لے گیا

دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ لَا يَمَسُّنَا فِيْهَا نَصَبٌ

بسرای اقامت از فضل او نرسد ما را دراں رنجی

اپنے فضل سے ٹھہرنے کی جگہ، ہمیں اس میں کوئی تکلیف نہ پہنچے گی

وَّلَا يَمَسُّنَا فِيْهَا لُغُوْبٌ ﴿۳۵﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ نَارُ

و نمی رسد بما در آنجا ماندگے و آنانکہ نگرویدند ایشانرا آتش

اور نہ اس میں کوئی تھکاوٹ پہنچے گی ۲ اور وہ لوگ جنہوں نے انکار کیا ان کیلئے دوزخ

جَهَنَّمَ ۚ لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ فَيَمُوْتُوْا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ

دوزخ حکم کرده نشود بر ایشاں پس بمیرند و سبک کرده نشود از ایشاں

کی آگ ہے نہ ان پر حکم کیا جائیگا کہ مر جائیں اور نہ ان سے ہلکا کیا جائیگا

مِّنْ عَذَابِهَا ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِيْ كُلَّ كَفُوْرٍ ﴿۳۶﴾ ۚ وَهُمْ

از عذاب آں ایں چنیں است جزا دہیم ہر ناسپاس و ایشاں

اس عذاب کو، اسی طرح ہم بدلہ دیتے ہیں ہر ناشکرے کو ۳ اور وہ سب

يَصْطَرِخُوْنَ فِيْهَا ۚ رَبَّنَاۤ اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ

فریاد خواہند دراں اے پروردگار ما بیروں آر ما بکنیم نیکی بجز

اس میں فریاد کرینگے اے ہمارے رب! ہمیں نکال (تا کہ) ہم نیکی کریں اس کے

الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ ؕ اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ

آنکہ بودیم ما بکنیم آیا زندگانی ندادیم شما را آنچہ پند گیرند دراں ہر کہ

سوا جو ہم کرتے تھے، کیا ہم نے تمہیں زندگی نہ دی تھی کہ اس میں نصیحت حاصل کر لیتا جو کوئی

تفسیر اظہار العرفان

۱ حزن کے بارے میں بہت سارے اقوال ہیں لیکن یہاں بہتر یہ ہے کہ کہا جائے ہر حزن لے جانا مراد ہے۔ واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں چند امور بیان فرمائے اور ان میں سے ہر ایک امر کرامت کا فائدہ دیتا ہے (۱) اَلْحَمْدُ: پس اللہ تعالیٰ کی تعریف کرنے والا ثواب کا مستحق ہوتا ہے (۲) رَبَّنَا: پس اللہ تعالیٰ کو اس لفظ سے نہیں پکارا جاتا مگر اسکی دعا قبول کی جاتی ہے، ہاں یہ اور بات ہے کہ پکارنے والا وقت واجب کو ضائع کر دے یا پکارنے والا ایسی چیز کی خواہش کرے جو اس کیلئے جائز نہ ہو جیسے آخرت کو چھوڑ کر دنیا کو ترجیح دینے کی دعا (۳) غَفُوْرٌ (۴) شَكُوْرٌ: غفور سے اس جانب اشارہ ہے کہ دنیا میں حامد نے جو اللہ تعالیٰ کی حمد کی ہے اس کے پیش نظر اللہ تعالیٰ آخرت میں اس کی مغفرت فرمائیگا، اور شکور اس جانب اشارہ ہے کہ حامد نے جو حمد کی ہے اس کے سبب اللہ تعالیٰ انھیں آخرت میں اجر عطا فرمائیگا بلکہ اللہ تعالیٰ اس کے علاوہ اور زیادہ عطا فرمائیگا۔ (تفسیر کبیر) حدیث شریف میں ہے کہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے اہل کیلئے ان کی قبروں میں وحشت نہیں ہے، نہ محشر میں اور نہ ان کے منتشر میں اور جب لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے اہل قبروں سے نکالے جائیں گے وہ سب اپنے چہروں سے مٹی جھاڑیں گے اور پھر کہیں گے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْۤ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ۔ حضرت ابو سعید خزاز کہتے ہیں کہ اہل معرفت دنیا میں ایسے ہیں جیسے آخرت میں اہل جنت، پس انھوں نے دنیا میں دنیا کو چھوڑ کر نعمت کی زندگی گذاری اور حمد و شکر کے ساتھ بلا خوف اور بلا حزن زندہ رہے۔ (روح البیان)

۲ یہ سب اللہ تعالیٰ کے انعام اور اس کے فضل کے قبیل سے ہیں ورنہ اللہ تعالیٰ پر کوئی شے واجب نہیں ہے۔ حضرت عبد اللہ اوفی ﷺ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا یا رسول اللہ ﷺ! دنیا میں اللہ تعالیٰ ہماری آنکھوں کو نیند کے ذریعے قرار دیتا ہے کیا یہ نیند جنت میں بھی ہوگی؟ آپ نے فرمایا: نہیں، اس لئے کہ نیند شریکِ موت ہے اور جنت میں موت نہیں ہے۔ عرض کی جنت میں اہل جنت کی راحت کیا ہوگی؟ اس پر رسول اللہ ﷺ نے اللہ کی بڑائی بیان کی اور فرمایا اس میں تھکاوٹ نہیں ہے، اہل جنت کے ہر کام میں راحت ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے لَا يَمَسُّنَا فِيْهَا نَصَبٌ وَّلَا يَمَسُّنَا فِيْهَا لُغُوْبٌ ۔ نازل فرمائی۔ (مظہری) ۳ یعنی ان پر موت کا فیصلہ نہیں ہوگا کہ وہ جہنم میں مر جائیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب اہل جنت جنت میں چلے جائیں گے اور اہل جہنم، جہنم میں چلے جائیں گے تو موت کو جنت اور جہنم کے درمیان لایا جائیگا پھر وہ ذبح کر دی جائیگی اس کے بعد ایک منادی ندا کریگا اے اہل جنت [اب تمہارے لئے] موت نہیں ہے، اور اے اہل جہنم [اب تمہارے لئے] موت نہیں ہے پس اس ندا سے اہل جنت کی خوشی میں مزید اضافہ ہوگا اور اہل جہنم کے حزن میں مزید حزن کا اضافہ ہوگا۔ حضرت ابو سعید ﷺ کی روایت میں بھی اسی طرح ہے لیکن اس روایت میں یہ بھی ہے کہ موت قیامت کے روز ایک مینڈھے کی شکل میں لائی جائیگی۔ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِّنْ عَذَابِهَا: یعنی ایک لمحہ کیلئے بھی ان سے عذاب کم نہ کیا جائیگا جب عذاب کے سبب ان کی جلد پک جائیں گی تو اللہ تعالیٰ دوسری جلد اس کی جگہ اُگا دیگا تا کہ انھیں مسلسل عذاب ہوتا رہے اور جب آگ بجھنے کو آئیگی تو اسے مزید بھڑکا دیا جائیگا۔ (مظہری)

تَذَكَّرَ وَجَآءَكُمُ النَّذِيْرُ ؕ فَذُوْقُوْا فَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ

پند گیرد و آمد بشما بیم کنندہ پس بچشید پس نیست ستمگارانرا ہیچ

نصیحت حاصل کرنا چاہے اور تمہارے پاس ڈرانے والے آئے تھے' پس چکھو اور ظالموں کیلئے نہیں ہے کوئی

نَّصِيْرٍ ۝۳۷ اِنَّ اللّٰهَ عٰلِمُ غَيْبِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنَّهٗ

یاری ہر آئنہ خدای دانای پوشیدۂ آسمانہا و زمین کہ او

مددگار ا بیشک اللہ آسمانوں اور زمین کے غیب کا جاننے والا ہے بیشک وہ

عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝۳۸ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ

دانا است بآنچہ سینہا ست او ست آنکہ گردانید شما را خلیفہا

(یہ بھی) جانتا ہے جو سینوں میں ہے ۲ وہی ہے جس نے تمہیں زمین میں جانشین بنایا

فِي الْاَرْضِ ؕ فَمَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ ؕ وَلَا يَزِيْدُ

در زمین پس ہر کہ ناسپاسی کند پس بر دست کفر او و نیفزاید

پس جو کوئی ناشکری کرے تو اس کا کفر اسی پر ہے' اور نہیں بڑھائے گا

الْكٰفِرِيْنَ كُفْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ اِلَّا مَقْتًا ۚ وَلَا يَزِيْدُ الْكٰفِرِيْنَ

کافرانرا کفر ایشاں نزد پروردگار ایشاں مگر دشمنی و نیفزاید کافرانرا

کافروں کیلئے انکا کفر ان کے رب کے نزدیک مگر دشمنی' اور کافروں کیلئے نہیں بڑھائیگا

كُفْرُهُمْ اِلَّا خَسَارًا ۝۳۹ قُلْ اَرَءَيْتُمْ شُرَكَآءَكُمُ الَّذِيْنَ

کفر ایشاں مگر زیان بگو آیا ندید انبازان خود را آنانکہ

انکا کفر مگر نقصان ۳ آپ فرما دیجئے کیا تم نے نہ دیکھا اپنے ان شریکوں (کے حال) کو جنہیں

تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ

می خوانید بجز خدای خبر کنید مرا چہ چیز آفریدہ اند از

تم اللہ کے سوا پکارتے تھے' مجھے بتاؤ انہوں نے زمین میں کیا چیز پیدا کی

ا یعنی جہنم میں بلند آواز سے مدد حاصل کرنے کیلئے پکاریں گے اور یوں کہیں گے اے ہمارے رب! ہمیں جہنم سے نکال کر دنیا کی جانب لوٹا دے تا کہ ہم نیک عمل کریں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں نَعْمَلُ صَالِحًا کا مطلب یہ ہے کہ ہم لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہیں۔ اس کے جواب میں ان سے کہا جائیگا کیا ہم نے تمہیں دنیا میں زندگی نہیں عطا کی تھی؟ کہ جس میں تم نصیحت پکڑتے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کے عذر کو انتہاء تک پہنچا دیتا ہے جس کی عمر کو ساٹھ سالوں تک مؤخر کر دیتا ہے۔ مطلب یہ ہوگا کہ جس کی عمر اللہ تعالیٰ ساٹھ سال کرے اب اس کیلئے کوئی عذر نہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ عذر ختم ہونے کی میعاد چالیس سالوں ہی تک ہے' یہی قول حضرت حسن بصری اور حضرت مسروق کا بھی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت کی عمریں ساٹھ اور ستر سالوں کے درمیان ہیں بہت کم ہیں جن کی عمریں اس سے تجاوز کرتی ہیں۔ وَجَآءَكُمُ النَّذِيْرُ: یہاں نذیر سے کیا مراد ہے اس میں اختلاف ہے۔ کہا گیا ہے کہ اس سے قرآن مراد ہے' ایک قول یہ بھی ہے کہ اس سے رسول مراد ہیں' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہاں نذیر سے بڑھاپا مراد ہے' کہا گیا ہے کہ اس سے تپ یعنی بخار مراد ہے' ایک قول یہ بھی ہے کہ اس سے اہل وعیال اور رشتہ داروں کی موت مراد ہے' ایک قول یہ بھی ہے کہ اس سے عقل مراد ہے اور نذیر بمعنی انذار ہے۔ میں کہتا ہوں کہ بڑھاپا' بخار اور اہل وعیال کی موت ہر ایک انذار بالموت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا بخار موت کا قاصد ہے یعنی گویا کہ وہ جانے کی یاد دہانی کراتا ہے اور آخرت کا خوف دلاتا ہے' اسی طرح بڑھاپا کہ انسان اب عمر کے آخری حصہ کو پہنچ چکا ہے اور مفارقت کی علامت ہوتی ہے' اسی طرح اہل وعیال' رشتہ دار' بھائی اور دوست واحباب کی موت سے انسان خود اپنی زندگی کے بارے میں سوچنے پر مجبور ہوتا ہے اور ان لوگوں کی موت انذار کا سبب بنتی ہیں۔ اسی طرح انسان جب اپنی عقل کے کمال تک پہنچتا ہے تو اس عقل کے ذریعے امور کے حقائق کو جاننے لگتا ہے اور نیکی وبدی میں امتیاز کرنے لگتا ہے پس عاقل آخرت کیلئے کام کرنے لگتا ہے اور اس چیز کی چاہت کرنے لگتا ہے جو اس کے رب کے پاس ہے اس اعتبار سے عقل بھی نذیر ہوئی۔ ان تمام کے باوجود اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو اپنے بندوں کی جانب قطعی طور پر نذیر بنا کر بھیجا۔ (القرطبی) ۲ یہ آیت کریمہ دلالت کر رہی ہے کہ کافروں کیلئے عذاب دائمی ہوگا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ برائی کا بدلہ برائی کی مثل ہے' اس پر زیادہ نہیں کیا جائیگا پس اب اگر کوئی کافر یہ کہے کہ ہم نے کفر نہیں کیا مگر چند دنوں تک۔ اس لئے ہمیں عذاب بھی چند دنوں تک ہی ہونا چاہیئے۔ اس کا جواب اس آیت کریمہ میں موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ پر آسمانوں اور زمین کی کوئی چیز مخفی نہیں یہاں تک کہ دلوں کے راز سے بھی واقف ہے اور وہ یہ بھی جانتا ہے جو کافروں کے دلوں میں ہے ان کافروں کے دلوں میں کفر دائمی طور پر ہے اس لئے عذاب بھی دائمی ہوگا۔ (تفسیر کبیر) ۳ یعنی زمین میں تمہیں تصرف کی چابیاں ملیں۔ کہا گیا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک قوم کے گذر جانے کے بعد تمہیں اس کے املاک کا وارث بنایا۔ اس کے بعد آیت کریمہ میں کفر کا بدلہ بیان کیا جا رہا ہے۔ (بیضاوی)

الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ۚ اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا فَهُمْ

زمین آیا ہست ایشانرا انبازی در آسمانہا آیا دادیم ایشانرا کتابی پس ایشاں

کیا اس کیلئے آسمانوں میں کوئی شریک ہے کیا ہم نے انھیں کوئی کتاب دی پھر تو وہ سب

عَلٰى بَيِّنَتٍ مِّنْهُ ۚ بَلْ اِنْ يَّعِدُ الظّٰلِمُوْنَ بَعْضُهُمْ

بر حجتہاے روشن از آں بلکہ وعدہ نمید ہند مشرکان بعضے ایشاں

اسکے سب روشن دلیلوں پر ہیں بلکہ مشرکین ایک دوسرے کو وعدہ نہیں دیتے

بَعْضًا اِلَّا غُرُوْرًا ۝ اِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَ

بعضے را مگر غرور ہر آئنہ خدای نگاہدارد آسمانہا و

مگر دھوکا ۱ بیشک اللہ روکتا ہے آسمانوں اور

الْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا ۚ وَلَئِنْ زَالَتَآ اِنْ اَمْسَكَهُمَا

زمین تا زایل نشوند و اگر زایل شوند نگاہ دارد ایشانرا

زمین کو اپنی جگہ سے زائل ہونے سے اور اگر اپنی جگہ سے زائل ہو جائے تو انھیں

مِنْ اَحَدٍ مِّنْ بَعْدِهٖ ۭ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ۝ وَاَقْسَمُوْا

ہیچ یک از پس او کہ او ہست بردبار آمر زندہ و سوگند خورند

اس کے بعد کوئی نہیں روک سکتا ہے وہی بردبار بخشنے والا ہے ۲ اور انھوں نے

بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ لَّيَكُوْنُنَّ

بخدای سخت ترین سو گندان ایشاں اگر بیاید بدیشاں بیم کنندہ تا باشند

اللہ کی سخت ترین قسم کھائی کہ اگر ان کے پاس ڈرانے والا آئے تو ضرور یہ گذشتہ امتوں سے

اَهْدٰى مِنْ اِحْدَى الْاُمَمِ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ مَّا زَادَهُمْ

راہ یافتہ تر از یکے امتان گذشتہ پس آنوقتیکہ آمد بدیشاں بیم کنندہ زیادہ نکرد ایشانرا

زیادہ راہ پر ہونگے پس جسوقت ان کے پاس ڈرانے والا آیا تو انھوں نے زیادہ نہ کیا ۳

تفسیر اظہار العرفان

۱ مطلب یہ ہے کہ تم لوگ اچھی طرح جانتے ہو کہ یہ بت جن کی تم سب عبادت کرتے ہو عاجز ہیں اور بے بس ہیں پس تم یہ سب کچھ جاننے کے باوجود ان بتوں کی عبادت کیسے کرتے ہو؟ اور اگر تم یہ کہتے ہو کہ ان بتوں کیلئے بھی قدرت ہے تو وہ قدرت مجھے دکھاؤ انھوں نے کس چیز کی تخلیق کی ہے کیا تم ان کیلئے زمین پر قدرت ثابت کر سکتے ہو؟ جیسا کہ بعض مشرکین کہتے تھے کہ اللہ آسمان کا معبود ہے اور یہ بت زمین کے الٰہ ہیں اور انھوں نے کہا کہ زمین کے امور کواکب سے انجام پاتے ہیں اور یہ بت کواکب کی صورتوں ہی پر ہیں۔ یا یہ بتاؤ آسمانوں میں ان بتوں کی کیا قدرت ہے؟ جیسا کہ مشرکین میں سے بعض کا کہنا ہے کہ آسمان ملائکہ کی مدد سے بنایا گیا اور ملائکہ آسمانوں کی خلقت میں شریک ہیں اور ہمارے یہ بت انھیں ملائکہ کی صورتوں پر ہیں۔ یا ان بتوں کے پاس شفاعت کی قدرت ہے؟ جیسا کہ مشرکین میں سے بعض کا کہنا تھا کہ ملائکہ چونکہ اللہ کے مقربین ہیں اس لئے ہم ملائکہ کی عبادت کرتے ہیں تاکہ یہ ہماری شفاعت کریں۔ (تفسیر کبیر)

۲ جب یہ بیان ہوا کہ مشرکین کے معبودان باطلہ آسمانوں اور زمین کی خلقت میں ذرہ برابر بھی قدرت نہیں رکھتے تو اب یہ بیان ہو رہا ہے کہ آسمانوں اور زمین کا خالق اور ان دونوں کو روکنے والا اللہ ہی ہے پس اللہ کے ایجاد کے بغیر ان دونوں کا وجود ممکن نہیں اور اس کی تدبیر کے بغیر ان دونوں کی بقاء ممکن نہیں۔ بعض اہل تاویل نے یہ بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کو روکے ہوئے ہے کہ کافروں کے کفر کے سبب زائل نہ ہو جائے کیونکہ کافروں نے کہا اِتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا یعنی اللہ نے اپنے لئے ولد بنایا۔ کلبی کہتے ہیں کہ یہودیوں نے جب یہ کہا کہ حضرت عزیرؑ ابن اللہ ہیں اور نصاریٰ نے کہا کہ مسیحؑ ابن اللہ ہیں تو قریب تھا کہ آسمان اور زمین اپنے اماکن سے زائل ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو زائل ہونے سے روک دیا۔ یہ آیت کریمہ اسی کے بابت نازل ہوئی۔ (القرطبی) ۳ ابن ہلال سے مروی ہے کہ قریش یہ کہا کرتے تھے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے ہم میں سے کوئی نبی مبعوث فرمایا تو تمام امتوں میں سے کوئی امت بھی اپنے خالق کی ہم سے زیادہ فرمانبردار نہ ہوگی اور نہ اپنے نبی کے قول پر ہم سے زیادہ کان لگانے والی ہوگی اور نہ ہم سے زیادہ پابند کتاب ہوگی اس پر اللہ تعالیٰ نے آیت وَاِنْ كَانُوْا لَيَقُوْلُوْنَ لَوْ اَنَّ عِنْدَنَا ذِكْرًا مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ [وہ کہتے تھے اگر ہمارے پاس اگلوں کی کوئی نصیحت ہوتی] اور وَلَوْ اَنَّا اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْكِتٰبُ لَكُنَّا اَهْدٰى مِنْهُمْ [اور ہم پر کتاب اترتی تو ہم ان سے زیادہ ٹھیک راہ پر ہوتے] اور یہی آیت نازل ہوئی۔ یہود اس آنے والے نبی کے نام کے صدقے نصاریٰ پر فتح پانے کی دعائیں مانگا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم میں ایک نبی مبعوث ہوگا جو تم کو یہاں سے نکال دیگا (لباب النقول فی اسباب النزول) اور بیشک بغوی نے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے پہلے قریش کو اطلاع ملی تھی کہ اہل کتاب نے اپنے پیغمبروں کی تکذیب کی اس پر انھوں نے کہا کہ یہودیوں اور عیسائیوں پر اللہ کی لعنت ہو ان کے پاس ان کے پیغمبر آئے اور انھوں نے پیغمبروں کو جھوٹا قرار دیا پھر انھوں نے قسم کھا کر کہا کہ اگر ہمارے پاس کوئی پیغمبر آیا تو گذشتہ امتوں میں سے ہر امت سے زیادہ ہم ان کی ہدایت پر چلیں گے۔ کفار قریش نے یہ بات اس لئے کہی تھی کہ یہودیوں اور عیسائیوں نے باہم ایک دوسرے کی تکذیب کی تھی۔ (مظہری)

إِلَّا نُفُورًا ﴿٤٢﴾ اسْتِكْبَارًا فِي الْأَرْضِ وَمَكْرَ السَّيِّئِ ۚ
مگر رمیدی گردن کشی در زمین و مکر بد
مگر بھاگنا۔ زمین میں گردن اونچی کرنا اور برا مکر کرنا

وَلَا يَحِيقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ إِلَّا بِأَهْلِهِ ۚ فَهَلْ يَنظُرُونَ إِلَّا
و باز نگردد مکر بد مگر بکسان او پس آیا انتظار میبرد مگر
اور برا مکر نہیں لوٹتا ہے مگر اپنے لوگوں پر پس کیا انتظار کر رہے ہیں مگر

سُنَّتَ الْأَوَّلِينَ ۚ فَلَن تَجِدَ لِسُنَّتِ اللَّهِ تَبْدِيلًا ۖ
سنت پیشینان پس ہر گز نیابی مر سنت خدایرا بتدیلی
اگلوں کے دستور، پس تو ہر گز اللہ کے دستور کو بدلتا نہ پائیگا

وَلَن تَجِدَ لِسُنَّتِ اللَّهِ تَحْوِيلًا ﴿٤٣﴾ أَوَلَمْ يَسِيرُوا فِي
و ہر گز نیابی مر سنت خدایرا تحویلی آیا سیر نمی کنند در
اور تو ہر گز اللہ کے دستور کو ٹلتا نہ پائیگا ۱ کیا انھوں نے سفر نہ کیا

الْأَرْضِ فَيَنظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِن
زمین پس بنگرید چگونہ بود سر انجام آنانکہ پیش
زمین میں تاکہ دیکھتے کیسا انجام ہوا ان کا جو ان سے پہلے

قَبْلِهِمْ وَكَانُوا أَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً ۚ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعْجِزَهُ
از ایشاں و بودند سخت تر از ایشاں از روے قوت و نیست خدای کہ عاجز کند او را
تھے اور ازروئے قوت ان سے زیادہ طاقتور تھے، اور اللہ وہ نہیں ہے جسے

مِن شَيْءٍ فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ ۚ إِنَّهُ كَانَ
از چیزے در آسمانہا و نہ در زین ہر آئنہ او ہست
کوئی چیز آسمانوں اور نہ زمین میں عاجز کر سکے بیشک وہی ۲

۱ آیت کریمہ دلالت کررہی ہے کہ مکر کرنے والا خود اپنے مکر میں پھنستا ہے، جب کہ بہت سے مکر کرنے والے ایسے بھی ہیں جو اپنے مکر میں کامیاب ہوکر مکر سے فائدہ اٹھالیتے ہیں۔ ایسی صورت میں آیت کا مطلب کیا ہوگا؟ اس مطلب کو چند طریقوں سے بیان کیا گیا ہے (۱) اس آیت میں جس مکر کا ذکر ہے یہ وہ مکر ہے جو انھوں نے نبی کریم ﷺ کے خلاف کیا تھا اور انھوں نے پختہ ارادہ کیا ہوا تھا کہ اس نبی ﷺ کو قتل کر دیا جائے یا انھیں نکال دیا جائے۔ نبی کریم ﷺ کے خلاف ان کا یہ مکر خود انہیں ہی آ گھیرا۔ اس حیثیت سے کہ بدر وغیرہ میں قتل کئے گئے (۲) یہاں یہ مکر عام ہے اور یہی اصح قول ہے۔ نبی کریم ﷺ نے مکر سے منع فرمایا۔ آپ کا ارشاد ہے مکر نہ کرو اور نہ مکر کرنے والوں کی مدد کرو اس لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَا يَحِيقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ إِلَّا بِأَهْلِهِ۔ سوال: تبدیل اور تحویل ذکر کرنے میں کیا حکمت ہے؟ جواب: تبدیل کا لفظ یہ بتا رہا ہے کہ عذاب کے فیصلہ کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بدل نہیں سکتا، جبکہ تحویل کا لفظ یہ بتا رہا ہے کہ جو لوگ عذاب کے مستحق ہیں یہ عذاب انھیں کی جانب جائیگا غیر مستحق کی جانب عذاب نہیں پھیرا جائیگا۔ فَلَنْ تَجِدَ: اس کا مخاطب کون ہے اس میں دو احتمال ہیں (۱) یہ خطاب عام ہے گویا کہ یوں کہا جا رہا ہے کہ اے سننے والو! اللہ تعالیٰ کا عذاب بدلا نہیں جائیگا۔ (۲) یہ خطاب حضرت محمد ﷺ کے ساتھ لوگوں سے ہے۔ اس اعتبار سے آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کا دستور ہے کہ جب قوم کی تقدیر میں ایمان لکھا جا چکا ہو اسے ہلاک نہیں کیا جائیگا۔ پس جب وہ علمِ الٰہی میں مؤمن ہو چکا تو اب اس کے علاوہ باقی لوگوں کو ہلاک کیا جائیگا۔ (تفسیر کبیر)

۲ جب اللہ تعالیٰ نے یہ ذکر کیا کہ اولین کیلئے دستور یہ تھا کہ انھیں ہلاک کر دیا جاتا تو اب ان اولین کے کچھ احوال بیان کئے جا رہے ہیں۔ کفار ان کے شہروں اور گھروں کے قریب سے گذرتے تھے۔ سابقہ امتوں کی عمریں بھی زیادہ ہوتی تھیں، کفار مکہ کی نسبت ان قوموں کے پاس قوت بھی زیادہ تھی اور ان کی تکذیب بھی حضرت محمد ﷺ کی تکذیب کی طرح نہیں تھی جبکہ اہل مکہ تم تو حضرت محمد ﷺ کو جھٹلا رہے ہو۔ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعْجِزَهٗ مِنْ شَيْءٍ الخ: اس میں دو احتمال ہیں (۱) یہ امم سابقہ کیلئے بیان ہے مطلب یہ ہے کہ اولین اتنی طاقت وقوت کے باوجود اللہ تعالیٰ کو عاجز نہ کر سکے اور نہ اس کی دسترس سے باہر جا سکے اور اہل مکہ تم تو ہر اعتبار سے سابقہ امتوں سے کم ہو اس لئے تم ہرگز اللہ تعالیٰ کو عاجز نہیں کر سکتے (۲) اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ جاہلوں کی طمع کو کاٹ رہا ہے اور وہ اس طرح کہ اگر اہل مکہ یہ کہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اولین جیسی قوت عطا فرما دیتا تو ہم ایسے امور انجام دیتے جس سے ہماری قوم کو فائدہ پہنچتا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی اس حسرت کو کاٹ ڈالا کہ تمہیں نہیں معلوم کہ اللہ نے ان اولین کے ساتھ کیا کیا۔ (تفسیر کبیر) مطلب یہ ہے کہ شام، عراق اور یمن کو آتے جاتے ہیں انھوں نے گذشتہ کافروں کے کھنڈر دیکھے ہیں وہ مکہ کے باشندوں سے زیادہ قوت والے تھے اس کے باوجود ان کو تباہ کر دیا گیا۔ ان کی قوت سے ان کو کچھ بھی فائدہ نہ پہنچا پھر مکہ والے ان سے عبرت کیوں نہیں حاصل کرتے۔ إِنَّهٗ كَانَ عَلِيْمًا قَدِيْرًا: یعنی تمام چیزوں کو اور ان کے استحقاق کو جاننے والا ہے اور جیسا چاہے ویسا کرنے پر قدرت رکھنے والا ہے۔ (مظہری)

عَلِيمًا قَدِيرًا ﴿٤٤﴾ وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوا

دانا توانا و اگر مواخذه کردے خدای مردمانرا بآنچه کسب کردند

جاننے والا قدرت والا ہے اور اگر اللہ لوگوں کا مواخذہ کرتا اس پر جو انھوں نے کمایا

مَا تَرَكَ عَلٰى ظَهْرِهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ

نگذاشتی بر پشت زمین ہیچ جنبندہ و لیکن باز میدارد ایشانرا

تو زمین کی پشت پر کسی ہلنے والے کو نہ چھوڑتا لیکن انھیں مؤخر کرتا ہے

إِلٰٓى أَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ فَإِذَا جَآءَ أَجَلُهُمْ فَإِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِعِبَادِهٖ بَصِيرًا ﴿٤٥﴾

تا مدتی شمردہ پس چون بیاید اجل ایشاں پس ہر آئنہ خدای ہست بہ بندگان خود بینا

وقتِ مقررہ تک، پس جب ان کی اجل آ جائے تو بیشک اللہ اپنے بندوں کو دیکھنے والا ہے [1]

سُوْرَةُ يٰسٓ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ ثَلٰثٌ وَّثَمَانُوْنَ اٰيَةً وَّخَمْسُ رُكُوْعَاتٍ

سورہ یٰسین مکی ہے اور اس میں ۸۳ آیات اور ۵ رکوع ہیں [2]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

بنام خدای بخشندہ مہربان

اللہ کے نام سے (جو بہت) رحم والا مہربان (ہے)

يٰسٓ ﴿١﴾ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ ﴿٢﴾ إِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿٣﴾

اے سید بحق قرآن با حکمت ہر آئنہ تو از فرستادگانے

اے سید! حکمت والے قرآن کی قسم [3] بیشک آپ مرسلین میں سے ہیں [4]

عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿٤﴾ تَنْزِيْلَ الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ﴿٥﴾ لِتُنْذِرَ

بر براہ راست فرستادہ است غالب مہربان تا بیم کنی

سیدھی راہ پر [5] زبردست مہربان کے بھیجے ہوئے [6] تا کہ آپ ڈرائیں

تفسیر اظہار العرفان

[1] کلبی کہتے ہیں کہ آیت میں دابۃ سے مراد جنات اور انسان ہیں اس لئے کہ یہ دونوں مکلف بالعقل ہیں، حضرت حسین بن فضیل کہتے ہیں کہ یہاں دابۃ سے فقط انسان مراد ہے اس کے علاوہ نہیں، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس سے ہر وہ حیوان مراد ہے جو زمین پر رینگتا ہو اور یہی قول اظہر ہے اس لئے کہ آپ کبیر صحابی ہیں۔ حضرت یحییٰ بن کثیر کہتے ہیں کہ ایک شخص امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضہ کو ادا کرنے کو کہے، دوسرا شخص اس کے جواب میں کہے کہ تو اپنی حفاظت کر اس لئے کہ ظالم نقصان نہیں پہنچاتا مگر اپنے آپ کو۔ یہ سن کر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس شخص نے جھوٹ کہا، اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں، پھر فرمایا وہ ذات جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے بیشک سرخاب پرندہ اپنے گھونسلے میں ظالم کے ظلم کے سبب یعنی اسکے ظلم کی نحوست کی بدولت تڑپ کر مرتا ہے، حضرت ثمالی اور حضرت یحییٰ بن سلام اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ظالم کے ظلم کی نحوست کی بدولت بارش روک لیتا ہے جس کے سبب ہر چیز ہلاک ہو جاتی ہے۔ (القرطبی)

[2] اس میں تین ہزار حروف اور سات سو کلمات ہیں۔ (غرائب القرآن) اس سورت کی بنیاد تین امور پر ہے ایمان بالبعث والنشور، اہل قریہ کا قصہ اور رب العالمین کی وحدانیت پر دلائل اور براہین، اس سورت کی ابتدا وحی اور رسالتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صحت پر قرآن عظیم کی قسم سے ہے، پھر کفار قریش کے بارے میں بیان ہے جو گمراہی کی باتیں کرتے تھے اور سید الرسل حضرت محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرتے تھے، پھر اہل قریہ یعنی انطاکیہ کے لوگوں کا ذکر ہے کہ انھوں نے رسل کی تکذیب کی، پھر اس ضمن میں حبیبِ نجار کا واقعہ بھی بیان ہوا جس میں انھوں نے اپنی قوم کو نصیحت کی، اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر سورج چاند وغیرہ سے دلائل قائم کئے گئے، پھر قیامت اور اس کی ہولناکیوں کا ذکر ہے، صور پھونکے جانے، لوگوں کا اپنی اپنی قبروں سے نکلنے کا، اہل جنت اور اہل نار کی تفریق کا ذکر ہے، اس سورت کا اختتام مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے اور جزا و سزا کے ذکر پر ہے، اس سورت کا نام "یٰسین" اس لئے ہے کہ اس کلمہ سے اس کی ابتدا ہے جو قرآن کریم کے اعجاز کی طرف اشارہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر چیز کیلئے دل ہوتا ہے اور قرآن کا دل یٰسین ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ میرے امتی کے ہر انسان کے دل میں یہ سورت ہو۔ (صفوۃ التفاسیر) [3] یہاں الحکیم بمعنی المحکم ہے یعنی اس قرآن کی قسم جس میں تغیر اور تبدیل ملحق نہیں ہو سکتیں اور نہ اس میں تناقض و بطلان کا عیب لگ سکتا ہے۔ علامہ قرطبی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کے نظم اور معانی کے خلل کو پاک رکھا ہے، اور سعود کہتے ہیں کہ قرآن حکمت پر مشتمل ہے یا قرآن دانائی کی بات کرتا ہے۔ (صفوۃ التفاسیر) [4] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ کفار قریش نے کہا کہ اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ ہماری جانب رسول بنا کر نہیں بھیجے گئے ہیں اس پر اللہ تعالیٰ کتاب محکم کی قسم فرما کر کہتا ہے کہ آپ ضرور مرسلین میں سے ہیں۔ (صفوۃ التفاسیر) [5] توحید اور استقامت فی الامور مراد ہیں۔ (بیضاوی) [6] مطلب یہ ہے کہ اگر تم لوگ اس زبردست مہربان کی جانب سے بھیجے ہوئے رسول کو ماننے سے انکار کرو گے تو تمہیں وہ سزا دینے پر بھی قادر ہے اس لئے کہ وہ عزیز یعنی زبردست ہے۔ (تفسیر کبیر)

قَوۡمًا مَّآ اُنۡذِرَ اٰبَآؤُهُمۡ فَهُمۡ غٰفِلُوۡنَ ۝٦ لَقَدۡ حَقَّ

قومیرا آنچه بیم کرده نشدند پدران ایشاں پس ایشاں بے خبرانند هر آئنه واجب شد

ایسی قوم کو جنکے باپ دادا نہ ڈراٹے گئے پس وہ سب بے خبر ہیں ۱ بیشک

الۡقَوۡلُ عَلٰۤی اَکۡثَرِهِمۡ فَهُمۡ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ ۝٧ اِنَّا جَعَلۡنَا فِیۡۤ

سخن بر بیشتر ایشاں پس ایشاں نمیگروند بدرستیکه ما کردیم در

بات انکے اکثر پر ثابت ہوئی کہ وہ سب ایمان نہیں لائیں گے ۲ بیشک ہم نے انکی گردنوں میں طوق ڈال دیئے

اَعۡنَاقِهِمۡ اَغۡلٰلًا فَهِیَ اِلَی الۡاَذۡقَانِ فَهُمۡ مُّقۡمَحُوۡنَ ۝٨

گردنهاے ایشاں غلها پس آں غلها برزنخهاے ایشاں پس ایشاں در سوا ماندگانند

پس وہ طوق ان کی ٹھوڑیوں تک ہیں سو ان کے سر اوپر کی جانب ہو گئے ۳

وَجَعَلۡنَا مِنۡۢ بَیۡنِ اَیۡدِیۡهِمۡ سَدًّا وَّمِنۡ خَلۡفِهِمۡ

و گردانیدیم از پیش روے ایشاں دیواری و از پس پشت ایشاں

اور ہم نے ان کے چہرے کے سامنے ایک دیوار کر دی اور ان کی پشت کے پیچھے

سَدًّا فَاَغۡشَیۡنٰهُمۡ فَهُمۡ لَا یُبۡصِرُوۡنَ ۝٩ وَسَوَآءٌ عَلَیۡهِمۡ

دیواری پس بپوشیدیم چشمهاے ایشاں پس ایشاں نه بینند و برابر است بر ایشاں

ایک دیوار پس ہم نے ان کی آنکھیں چھپا دیں تو وہ سب نہیں دیکھ پائیں گے ۴ اور برابر ہے ان پر

ءَاَنۡذَرۡتَهُمۡ اَمۡ لَمۡ تُنۡذِرۡهُمۡ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ ۝١٠ اِنَّمَا تُنۡذِرُ

آیا بیم کن ایشانرا یا بیم نکنی ایشانرا نمیگروند جز ایں نیست بیم کنی

کہ آپ انھیں ڈرائیں یا انھیں نہ ڈرائیں ایمان نہیں لائیں گے ۵ اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ آپ ڈراتے ہیں

مَنِ اتَّبَعَ الذِّکۡرَ وَخَشِیَ الرَّحۡمٰنَ بِالۡغَیۡبِ ۚ فَبَشِّرۡهُ

هر که پیروی کند قرآنرا و بترسد از خدای بپوشیده پس مژده ده او را

اسے جو قرآن کی پیروی کرتا ہے اور اللہ سے بے دیکھے ڈرتا ہے پس انھیں بشارت دیجئے

تفسیر اظہار العرفان

۱ یعنی ایسی قوم کی جانب جس کے باپ دادا کے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا' کہا گیا ہے کہ "مـا" الذی کے معنی میں ہے اس وقت مطلب یہ ہوگا آپ کو ایسی قوم کی جانب ڈرانے والا بنا کر بھیجا اسی طرح انکے باپ دادا کی جانب بھیجا گیا۔ واضح رہے کہ اہل عرب کے پاس تواتر کیساتھ انبیائے کرام علیہم السلام کی خبریں پہنچی تھیں لیکن ان لوگوں نے ان خبروں سے غفلت برتی اور انہیں بھلا دیا۔ (القرطبی)

۲ ان مشرکین مکہ میں سے اکثر کیلئے ان کے کفر پر اصرار کرنے کے سبب عذاب واجب ہوگیا۔ (صفوۃ التفاسیر)

۳ حضرت عکرمہ سے مروی ہے کہ [ایک روز] ابو جہل نے کہا کہ اگر میں نے محمد (ﷺ) کو کہیں دیکھا تو ان کے ساتھ یہ سلوک کرونگا اس پر اللہ تعالیٰ نے آیت اِنَّا جَعَلۡنَا فِیۡۤ اَعۡنَاقِهِمۡ اَغۡلٰلًا تا فَهُمۡ لَا یُبۡصِرُوۡنَ نازل فرمائیں۔ پھر لوگ کہتے تھے کہ یہ ہیں محمد ﷺ، لیکن ابو جہل کو آپ نظر نہ آتے تھے اور وہ پوچھتا تھا کہ کہاں ہیں محمد ﷺ۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ ابو جہل اندھا ہو گیا تھا بلکہ اسکا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے اس وقت وہ حضرت محمد ﷺ کو دیکھ نہ سکتا تھا' اسی طرح کا ایک واقعہ نبی کریم ﷺ کے چچا ابولہب کی بیوی ام جمیل بنت حرب کے بارے میں مروی ہے کہ جب سورہ لہب نازل ہوئی اور اس میں اللہ تعالیٰ نے اس عورت کی مذمت کی تو وہ جھلا کر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور ان سے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ تمہارے صاحب نے میری ہجو کی ہے۔ میں ان کے ساتھ برا سلوک کرونگی اگر وہ شاعر ہیں تو ان جیسی شاعرہ میں بھی ہوں پھر اس نے اپنے یہ شعر پڑھے۔ مُذَمَّمًا اَبَیۡنَا وَدِیۡنَهٗ قَلَیۡنَا وَاَمۡرَهٗ عَصَیۡنَا۔ اس وقت حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ مسجد حرام میں بیٹھے تھے اور نبی کریم ﷺ بھی آپ کے ساتھ تشریف فرما تھے لیکن وہ آپ کو دیکھ نہ سکی۔ حضرت ابو بکر نے پوچھا کہ تم میرے پاس کسی کو دیکھتی ہو؟ اس نے کہا کہ تم میرے ساتھ مذاق کرتے ہو؟ میں تمہارے پاس کسی کو نہیں دیکھتی۔ تم اکیلے بیٹھے ہو پھر وہ یہ کہتی ہوئی چلی گئی کہ قریش جانتے ہیں کہ میں ان کے سردار کی بیٹی ہوں جب وہ چلی گئی تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مجھے ملائکہ نے اس کی نگاہوں سے چھپا لیا تھا۔ (روح البیان) ۴ حضرت مقاتل کہتے ہیں کہ ابو جہل جب اپنے ساتھیوں کی جانب لوٹا اور نبی ﷺ کو نہ پا سکا تو پتھر کو اپنے ہاتھ سے نیچے پھینک دیا۔ بنی مخزوم میں سے ایک شخص نے اس پتھر کو اٹھا لیا اور کہا کہ میں اس پتھر سے انھیں قتل کرونگا پس جب وہ اس ارادے سے نبی کریم ﷺ کے قریب ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی آنکھوں سے روشنی ختم کر دی جس سے وہ نبی کریم ﷺ کو دیکھ نہ سکا پھر اپنے ساتھیوں کی جانب لوٹا تو اس کے ساتھی بھی اسے نظر نہ آئے تو اس نے اپنے ساتھیوں کو آواز دی۔ اس آیت کا یہی مطلب ہے۔ محمد بن اسحاق کی روایت میں ہے کہ عتبہ' شیبہ' ابو جہل اور امیہ بن خلف ایک جگہ اس نیت سے بیٹھے کہ نبی ﷺ کو اذیت پہنچائیں گے آپ مٹھی میں خاک لے کر سورہ یٰسین کی ابتدائی چند آیات پڑھتے ہوئے ان پر خاک ڈالتے ہوئے گذر گئے وہ آپ کو دیکھ نہ سکے۔ (القرطبی) ۵ اے محمد ﷺ آپ کا ڈرانا یا نہ ڈرانا ان کے نزدیک برابر ہے اس لئے کہ ان کے دل سرکشی کی جانب مائل ہیں۔ (صفوۃ التفاسیر)

بِمَغْفِرَةٍ وَّ اَجْرٍ كَرِيْمٍ ﴿۱۱﴾ اِنَّا نَحْنُ نُحْيِ الْمَوْتٰى وَنَكْتُبُ مَا

بآمرزش و مزد بزرگ ہر آئنہ ما زندہ کنیم مردگانرا و بنویسیم آنچہ

بخشش اور بڑے اجر کی ۱ بیشک ہم مُردوں کو زندہ کرتے ہیں اور لکھتے ہیں جو

قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ ۭ وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِيْٓ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱۲﴾

پیش فرستادند و نشانہاے ایشاں و ہر چیزے را نگاہداشتیم در دفتر بیدا

انھوں نے آگے بھیجا اور ان کی نشانیاں (جسے چھوڑ گئے) اور ہر چیز ہم نے محفوظ کر رکھی ہے کھلی کتاب میں ۲

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا اَصْحٰبَ الْقَرْيَةِ ۘ اِذْ جَآءَهَا

و بیان کن برائے ایشاں اصحاب دیہہ را چوں آمدند بداں دیہہ

اور ان کیلئے اصحابِ قریہ کو بیان کرو جب ان قریہ والوں کے پاس

الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۱۳﴾ اِذْ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوْهُمَا

فرستادگان چوں فرستادیم ما بسوے ایشاں دو مرد پس تکذیب کردند آنرا

قاصدین آئے ۳ جب ہم نے ان کی جانب دو مرد بھیجے تو انھوں نے انھیں جھٹلایا

فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوْٓا اِنَّآ اِلَيْكُمْ مُّرْسَلُوْنَ ﴿۱۴﴾ قَالُوْا

پس قوت دادیم بیسویم فرستادہ پس گفتند ما بسوے شما فرستادگانیم گفتند

تو ہم نے تیسرے قاصد سے قوت دی پس کہا کہ ہم تمہاری جانب بھیجے ہوئے ہیں ۴ انھوں نے کہا

مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۙ وَمَآ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَيْءٍ ۙ اِنْ

نیستید شما مگر آدمی مانند ما و نفرستاد خدای از چیزے نیستید

نہیں ہو تم مگر ہماری طرح ایک آدمی اور اللہ نے کوئی چیز نہ بھیجی، نہیں ہو

اَنْتُمْ اِلَّا تَكْذِبُوْنَ ﴿۱۵﴾ قَالُوْا رَبُّنَا يَعْلَمُ اِنَّآ اِلَيْكُمْ لَمُرْسَلُوْنَ ﴿۱۶﴾

شما مگر تکذیب کردید گفتند پروردگار ما میداند کہ ما بسوے شما فرستادگانیم

تم مگر جھٹلاتے ہو ۵ انھوں نے کہا ہمارا رب جانتا ہے کہ ہم تمہاری جانب بھیجے ہوئے ہیں ۶

۱ یعنی آپ کا ڈرانا ان لوگوں کیلئے مفید ہے جو قرآن پر ایمان رکھتے ہیں اور اس کے احکام پر عمل کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے بغیر دیکھے ڈرتے ہیں۔ ابو حیان کہتے ہیں کہ رحمت امید کی جانب دعوت دیتی ہے۔ یہاں بِالْغَيْبِ سے مراد یہ ہے کہ جب وہ لوگوں کی آنکھوں سے اوجھل ہو کر خلوت میں ہوتے ہیں تو رحمٰن سے ڈرتے ہیں۔ (صفوۃ التفاسیر)

۲ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بنو سلمہ مدینے کے ایک گوشے میں رہتے تھے انھوں نے ارادہ کیا کہ مسجد کے قریب منتقل ہو جائیں اسی دوران یہ آیت نازل ہوئی تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے آثار [قدموں کے نشان] لکھے جا رہے ہیں اس لئے سکونت تبدیل نہ کرو۔ (لباب النقول فی اسباب النزول)

۳ بغوی نے لکھا ہے علمائے تاریخ کا بیان ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے دو حواری قاصد بنا کر انطاکیہ شہر بھیجے یہ دونوں جب شہر کے قریب پہنچے تو ایک بوڑھا آدمی بکریاں چراتا ملا [یہ شخص حبیب نجار تھا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے صحابی ہوئے] دونوں نے اس کو سلام کیا بوڑھے نے کہا تم کون ہو؟ قاصدوں نے کہا اللہ کا رسول تمہیں بت پرستی چھوڑنے اور اللہ کی عبادت کی طرف آنے کی دعوت دے رہا ہے۔ بوڑھے نے کہا کیا تمہارے پاس کوئی نشانی ہے؟ قاصدوں نے کہا: ہاں ہم اللہ کے حکم سے بیمار کو تندرست اور مادر زاد نابینا اور کوڑھ والے کو صحیح کر دیتے ہیں۔ بوڑھے نے کہا میرا ایک بیٹا ہے جو دو سالوں سے بیمار ہے۔ قاصدوں نے کہا تو چلو ہم کو وہاں لے چلو ہم بھی اس کی حالت دیکھیں۔ بوڑھا دونوں کو لے کر پہنچا تو قاصدوں نے ان کے بیٹے پر جونہی ہاتھ پھیرا تو وہ اللہ کے حکم سے تندرست ہو کر اٹھ کھڑا ہوا یہ خبر شہر میں پھیل گئی اور ان کے ہاتھ سے اللہ نے بہت سے مریضوں کو شفا عطا فرمادی۔ انطاکیہ والوں کا ایک بادشاہ تھا۔ وہب نے اس کا نام انطفس بتایا ہے یہ بادشاہ رومی تھا اور بتوں کو پوجتا تھا جب اس کو اطلاع ملی تو اس نے دونوں قاصدوں کو طلب کیا دونوں اس کے پاس پہنچ گئے۔ بادشاہ نے پوچھا تم کون ہو؟ قاصدوں نے کہا ہم عیسیٰ علیہ السلام کے قاصد ہیں۔ بادشاہ نے کہا کس غرض سے آئے ہو؟ قاصدوں نے کہا ہم آپ کو دعوت دیتے ہیں کہ ایسے بتوں کی جو نہ سنتے ہیں اور نہ دیکھتے ہیں پوجا چھوڑ کر ایسی ذات کی عبادت کی طرف آجاؤ جو سنتا اور دیکھتا ہے۔ بادشاہ نے کہا: کیا تمہارا کوئی خدا ہمارے معبودوں کے علاوہ ہے؟ قاصدوں نے کہا: جی ہاں! اس نے آپ کو اور آپ کے معبودوں کو پیدا کیا ہے۔ بادشاہ نے کہا: اچھا اب تو اٹھ جاؤ میں تمہارے معاملہ پر غور کرونگا قاصد اٹھ آئے پھر لوگوں نے ان کا پیچھا کیا اور بازار میں پکڑ کر مارا۔ (مظہری) ۴ یعنی جب ہم نے دو قاصدوں کو بھیجا تو انھوں نے ان دونوں کو جھٹلایا تو تیسرے قاصد سے انھیں مضبوط کیا اور ان کی مدد کی۔ (صفوۃ التفاسیر) ۵ انطاکیہ کے لوگوں نے قاصدوں کی تکذیب کی بنیاد اس پر رکھی کہ یہ ہماری طرح بشر ہیں اس لئے انھیں ہماری جانب نہیں بھیجا گیا۔ مشرکین عرب نے بھی نبی کریم ﷺ کی تکذیب کیلئے یہی طریقہ اپنایا اور حضرت محمد ﷺ کے حق میں بھی ایسا ہی کہا۔ (تفسیر کبیر) ۶ اس کے جواب میں قاصدوں نے کہا کہ تم ہمیں بشر کہہ کر جھٹلا رہے ہو لیکن ہمارا رب خوب جانتا ہے کہ ہم تمہاری جانب بھیجے ہوئے ہیں۔ (تفسیر کبیر)

ا؎ یعنی ہمارے ذمہ اتنا ہی ہے کہ اللہ تعالی کا پیغام واضح طور پر پہنچا دینا پس اگر تم اس پیغام پر ایمان لاؤ گے تو تمہارے لئے سعادت مندی ہے اور اگر جھٹلاؤ گے تو تمہارے لئے شقاوت ہے۔ ابو حیان کہتے ہیں کہ اس آیت میں جھٹلانے والوں کیلئے وعید ہے۔ (صفوۃ التفاسیر)

۲؎ حضرت مقاتل کہتے ہیں کہ تین سالوں تک ان پر بارش نہیں ہوئی لوگ کہنے لگے یہ تمہاری نحوست کی وجہ سے ہے۔ کہا جاتا ہے کہ قاصدین دس سالوں تک وہاں رہے اور انھیں ڈراتے رہے۔ لَنَرْجُمَنَّكُمْ: فراء کہتے ہیں کہ اس کا معنی ہے، ہم ضرور تمہیں قتل کر دینگے۔ ان کا کہنا ہے کہ قرآن کریم میں عام طور پر رجم کا لفظ قتل کے معنی میں آیا ہے۔ حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ رجم دروازہ پر کھڑا کر کے سنگ باری کرنے کو کہتے ہیں۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ اس کا مطلب ہے کہ ہم ضرور تمہیں گالیاں دینگے۔ وَلَيَمَسَّنَّكُمْ مِّنَّا عَذَابٌ أَلِيمٌ: ایک قول کے مطابق اس سے قتل مراد ہے، دوسرے قول کے مطابق تکلیف دہ عذاب مراد ہے، تیسرے قول کے مطابق قتل سے پہلے ہاتھ پاؤں کاٹنا اور دیگر اذیت مراد ہے۔ (القرطبی)

۳؎ یہ آیت کریمہ قاصدوں کی جانب سے جواب ہے یعنی تمہاری نحوست تمہارے ساتھ ہے مطلب یہ ہے کہ خیر اور شر سے تمہارا حصہ تمہاری اپنی گردنوں پر ہے۔ تمہارے ساتھ جو کچھ ہو رہا ہے یہ ہماری نحوست نہیں ہے۔ حضرت قتادہ اس کا مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ تمہارے اعمال تمہارے ساتھ ہیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما یہ مطلب بیان کرتے ہیں کہ رزق اور تقدیریں تمہاری پیروی کے ساتھ ہیں۔ قاصدوں کے بتانے کا مقصد یہ ہے کہ ان لوگوں تک یہ بات ضرور پہنچی ہوگی کہ جس قوم نے بھی اپنے رسول کی دعوت کو قبول نہیں کیا اس قوم کو ہلاک کر دیا گیا۔ بَلْ أَنتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُونَ: حضرت قتادہ اس کا مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ تم سب اپنی نحوست میں حد سے بڑھنے والے ہو۔ حضرت یحییٰ بن سلام یہ مطلب بیان کرتے ہیں کہ تم سب کفر میں حد سے بڑھنے والے ہو ابن بحر کہتے ہیں کہ اس جگہ سرف فساد کے معنی میں ہے اس اعتبار سے مطلب یہ ہوگا کہ تم سب فساد کرنے والی قوم ہو۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہاں مسرفون بمعنی مشرکون ہے۔ (القرطبی) ۴؎ یہاں رجل سے مراد حبیب بن اسرائیل نجار ہے۔ یہ بت تراشی کا کام کرتا تھا۔ یہ نبی پر ایمان لے آئے تھے اس کے اور ہمارے نبی ﷺ کے درمیان چھ سو سال کا فاصلہ ہے۔ حضرت وہب کہتے ہیں کہ حبیب مجذوم شخص تھا اس کا گھر شہر کے دروازوں میں سے کسی ایک دروازے کی دوری پر تھا، یہ ستر سالوں تک بتوں کے سامنے آسن کئے بیٹھا رہا تاکہ یہ بت اس پر رحم کریں اور بیماری سے نجات ملے لیکن اس کو کچھ فائدہ نہ ہوا۔ (القرطبی) حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ حبیب بڑھئی کا کام کرتا تھا، سدی کہتے ہیں کہ حبیب دھوبی تھا اور وہب کا کہنا ہے کہ حبیب ریشمی کپڑا بنتا تھا۔ حبیب مجذوم ہونے کی بناء پر شہر کے آخری دروازے پر پڑا رہتا تھا اور ایمان لا چکا تھا خیرات بہت کرتا تھا جو کچھ کماتا تھا شام کو دو حصے کر کے ایک حصہ خیرات کر دیتا تھا اور ایک حصہ اپنے متعلقین کے صرف میں لاتا تھا جب اس کو اطلاع ملی کہ اس کی قوم والوں نے رسولوں کو قتل کر دینے کا ارادہ کر لیا ہے تو وہ دوڑتا ہوا آیا اور قوم سے کہا اے میری قوم! رسولوں کی پیروی کرو۔ (مظہری) ۵؎ ان سچے قاصدوں کی پیروی کرو جو تم سے ایمان پر کوئی اجرت طلب نہیں کرتے۔ (صفوۃ التفاسیر)

وَمَا لِيَ لَآ أَعْبُدُ الَّذِي فَطَرَنِي وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿۲۲﴾

وچہ شد مرا کہ عبادت نمی کنم آنرا کہ پیدا کرد مرا و بسوے اوست باز گشتید آیا فرا گیرم بجز او خدایان دیگر اگر

اور مجھے کیا ہوا کہ میں اسکی عبادت نہ کروں جس نے مجھے پیدا کیا اور اسی کی طرف تم سب لوٹو گے کیا ۱ میں اسکے سوا

ءَأَتَّخِذُ مِن دُونِهِۦٓ ءَالِهَةً إِن يُرِدْنِ الرَّحْمَٰنُ بِضُرٍّ لَّا تُغْنِ عَنِّي

خواہد مرا خدای گزندے کفایت نکند از من شفاعت ایشاں چیزیرا

اور خدا ٹھہراؤں اگر اللہ مجھے تکلیف پہنچانا چاہے تو ان کی شفاعت مجھے کچھ بھی کفایت نہ کریگی

شَفَٰعَتُهُمْ شَيْـًٔا وَلَا يُنقِذُونِ ﴿۲۳﴾ إِنِّيٓ إِذًا لَّفِي ضَلَٰلٍ مُّبِينٍ ﴿۲۴﴾ إِنِّيٓ

و نرہاند مرا ہر آئنہ من آنوقت در گمراہی بیدا ہر آئنہ من

اور نہ وہ مجھے بچا سکیں گے ۲ بیشک جب تو میں کھلی گمراہی میں ہوں ۳ بیشک میں

ءَامَنتُ بِرَبِّكُمْ فَاسْمَعُونِ ﴿۲۵﴾ قِيلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ ۖ قَالَ

گرویدم بافرید کار شما پس بشنوید از من شد او را در آری در بہشت من گفت

تمہارے پیدا کرنے والے پر ایمان لایا پس میری (بات) سنو ۴ کہا گیا (میری) جنت میں داخل ہو جاؤ کہا

يَٰلَيْتَ قَوْمِي يَعْلَمُونَ ﴿۲٦﴾ بِمَا غَفَرَ لِي رَبِّي وَجَعَلَنِي مِنَ

کاشکے بودے قوم من میدانند بآنچہ بیامرزید مرا پروردگار من و گردانید مرا از

کاش کہ میری قوم جانتی ۵ اسے جو میرے رب نے میری مغفرت کی اور مجھے

الْمُكْرَمِينَ ﴿۲۷﴾ وَمَآ أَنزَلْنَا عَلَىٰ قَوْمِهِۦ مِنۢ بَعْدِهِۦ مِن

گرامی داشتگان و نہ فرستادیم ما بر قوم خود از پس او از

عزت والوں میں سے کیا ٦ اور ہم نے ان کی قوم پر اس کے بعد

جُندٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَمَا كُنَّا مُنزِلِينَ ﴿۲۸﴾ إِن كَانَتْ

لشکرے از آسمان و نیستیم ما فرو فرستندہ نبود عقوبت

آسمان سے کوئی لشکر نہیں اتارا اور نہ ہم اتارنے والے تھے ۷ سزا نہ تھی

۱ اس سے پہلی آیت میں جب یہ فرمایا کہ وہ ہدایت یافتہ ہیں تو اب یہ بیان ہو رہا ہے کہ اسی ہدایت کے سبب وہ لوگوں کو جمادات کی عبادت چھڑوا کر حیّ و قیوم کی عبادت کی جانب بلا رہے ہیں۔ ایسے کی عبادت چھوڑ دو جو تمہیں نفع نہ پہنچا سکے اور اسکی عبادت بجالاؤ جو تمہیں ہر طرح کا نفع پہنچا سکے۔ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ: جاننا چاہیئے کہ عبادت کرنے والوں کی تین قسمیں ہیں (۱) ایک وہ عابد جو اللہ تعالیٰ کی عبادت اس لئے کرتا ہے کہ وہ اس کا معبود اور مالک ہے عام ازیں کہ اس کے بعد انعام کرے یا نہ کرے جیسے وہ غلام جس پر آقا کی خدمت واجب ہو چاہے اس کے ساتھ حسن سلوک کرے یا نہیں (۲) دوسرا وہ عابد جو اللہ تعالیٰ کی عبادت پہنچنے والی نعمت کے سبب کرتا ہو (۳) تیسرا وہ عابد جو اللہ تعالیٰ کے خوف سے عبادت کرتا ہو۔ (تفسیر کبیر)

۲ میں اللہ کو چھوڑ کر ایسے کی عبادت کیوں کروں جو نہ سن سکتا ہو اور نہ دیکھ سکتا ہو نہ نفع پہنچا سکتا ہو اور نہ اپنی عبادت کرنے والوں کو بچا سکتا ہو۔ (صفوۃ التفاسیر)

۳ یعنی ایسا خالق و مالک جو نفع و ضرر کا مالک ہو اسے چھوڑ کر اگر میں ایسے کی عبادت کروں جو نفع و نقصان کا مالک نہیں ہے تو ایسی صورت میں تو میں کھلی گمراہی میں ہو جاؤنگا۔ (بیضاوی)

۴ پس جب انھوں نے یہ بات کہی تو لوگوں نے اس پر حملہ کر کے اسے قتل کر ڈالا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انھوں نے اپنے قدموں سے ایسے روند ڈالا کہ آنتیں پیچھے سے نکل گئیں۔ سدی کہتے ہیں کہ قوم نے سنگباری کی تو اس وقت یہ شخص یہ کہہ رہا تھا کہ اے اللہ! میری قوم کو ہدایت دے یہاں تک کہ قوم نے پتھر مار مار کر قتل کر ڈالا۔ حسن کہتے ہیں کہ اس کے گلے کو پھاڑ کر شہر کی دیواروں سے لٹکا دیا۔ ان کی قبر انطاکیہ میں ہے۔ (القرطبی) ۵ حضرت حسن کہتے ہیں کہ جب لوگوں نے چاہا کہ انھیں قتل کر دیں تو اللہ تعالیٰ نے انھیں آسمان پر اٹھا لیا پس وہ جنت میں ہیں اب انھیں آسمان کی فضا کے ساتھ موت دیگا پس جب دوبارہ جنت میں اللہ تعالیٰ لوٹائے گا تو اُدْخُلِ الْجَنَّةَ فرمائیگا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ آری سے انھیں چیرا گیا یہاں تک کہ آری ان کی دونوں ٹانگوں کے درمیان آ کر نکلی پس اللہ کی قسم ان کی روح نہیں نکلی مگر سیدھی جنت کی جانب گئی اسی وجہ سے یہ ارشاد ہے قِيلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ۔ جب ان کی روح جنت میں پہنچی تو کہا: اے کاش! میری قوم جانتی۔ اس آیت میں بڑی تنبیہ ہے، یہ آیت غصہ پینے پر دلالت کرتی ہے اور جاہلوں سے بردباری کرنے پر۔ (القرطبی) ٦ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ انھوں نے اپنی حیات میں قوم کو نصیحت کی اور انتقال کے بعد بھی قوم کو نصیحت کی، ابو مسعود کہتے ہیں کہ انھوں نے اپنی قوم کے جاننے کی تمنا اس لئے کی تا کہ وہ لوگ ثواب اور اجر کی جانب بڑھیں، کفر سے توبہ کریں اور ایمان لائیں۔ یہ اللہ کے ولیوں کا طریقہ ہے کہ وہ اپنے دشمن پر رحم کئے جانے کے بارے میں سوچتے ہیں۔ (صفوۃ التفاسیر) ۷ یعنی ان کی ہلاکت یا اٹھائے جانے کے بعد کوئی لشکر اس قوم کی ہلاکت کیلئے نہیں بھیجا جیسا کہ ہم نے بدر اور خندق کے روز بھیجا بلکہ ان کا قصہ فرشتے کی چیخ سے ہی ہم نے تمام کر دیا۔ آیت میں ان کی حقارت کا بیان ہے۔ (بیضاوی)

إِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَإِذَا هُمْ خَامِدُونَ ﴿٢٩﴾ يَا حَسْرَةً عَلَى

مگر یک فریاد پس آنجا ایشاں فرو بردگان بودند اے دریغ بر

مگر ایک چیخ پس اس جگہ وہ سب بجھنے والے ہو گئے ۱ اے افسوس!

الْعِبَادِ ۚ مَا يَأْتِيهِم مِّن رَّسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ﴿٣٠﴾ أَلَمْ

بندگان نیامد بدیشاں ہیچ فرستادہ مگر بودند بآں استہزاء میکردند

بندوں پر، ان کے پاس کوئی رسول نہیں آتا مگر ان سے استہزاء کرتے تھے ۲

يَرَوْا كَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُم مِّنَ الْقُرُونِ أَنَّهُمْ إِلَيْهِمْ

آیا ندیدند چند ہلاک کردیم ما پیش از ایشاں از قرنہا آنکہ ایشاں بدیشاں

کیا انھوں نے نہ دیکھا ہم نے ان سے پہلے کتنے بستیوں کو ہلاک کیا کہ وہ سب ان کی جانب

لَا يَرْجِعُونَ ﴿٣١﴾ وَإِن كُلٌّ لَّمَّا جَمِيعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُونَ ﴿٣٢﴾

باز نمیگردند و نیستند ہمہ مگر باہم جمع کنندہ نزدیک ما حاضر کردہ شدہ

نہیں لوٹیں گے ۳ اور یہ سب نہیں ہیں مگر باہم جمع ہو کر ہمارے نزدیک حاضر کئے ہوئے ۴

وَآيَةٌ لَّهُمُ الْأَرْضُ الْمَيْتَةُ أَحْيَيْنَاهَا وَأَخْرَجْنَا مِنْهَا

و نشانہ مر کافرانرا زمین مردہ زندہ کردیم آنرا و بیروں آوردیم ازاں

اور مردے زمین کافروں کیلئے نشانی ہیں، ہم نے اسے زندہ کیا اور اس سے

حَبًّا فَمِنْهُ يَأْكُلُونَ ﴿٣٣﴾ وَجَعَلْنَا فِيهَا جَنَّاتٍ مِّن

دانہ پس ازو میخورند و آفریدیم در زمین بوستانہا از

دانہ نکالا پس اس سے کھاتے ہیں ۵ اور ہم نے زمین میں کھجوروں اور انگوروں کے باغات

نَّخِيلٍ وَأَعْنَابٍ وَفَجَّرْنَا فِيهَا مِنَ الْعُيُونِ ﴿٣٤﴾ لِيَأْكُلُوا

خرمایان و انگور و رواں کردیم در زمین از چشمہا تا بخورید

بنائے اور ہم نے زمین میں بعض چشمے جاری کئے ۶ تا کہ کھائیں

۱ بغوی نے لکھا ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے شہر کے دروازے کے دونوں بازو پکڑ کر ایک چیخ ماری تھی۔ (مظہری)

۲ حضرت ضحاک کہتے ہیں کہ یہ ملائکہ کی جانب سے کفار پر حسرت ہے جب انھوں نے رسولوں کو جھٹلایا۔ کہا گیا ہے کہ یہ حسرت تینوں قاصدوں نے اس وقت کی جب لوگوں نے اس شخص کو قتل کر ڈالا جو شہر کی دوری سے دوڑتے ہوئے آئے تھے اس قتل کے سبب چونکہ قوم کیلئے عذاب حلال ہو گیا تھا اس لئے قاصدوں نے ان پر افسوس کا اظہار کیا اور یہ تمنا کی کہ کاش یہ لوگ ایمان لے آتے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ افسوس قوم کی جانب سے ہے جب انھوں نے اس شخص کو قتل کر ڈالا اور تینوں قاصدین وہاں سے چلے گئے یا اس شخص کو ان تینوں کے ساتھ لوگوں نے قتل کیا اختلافِ روایات کے ساتھ۔ اس وقت لوگوں نے حسرت کا اظہار کیا۔ اس وقت يَا حَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ کا مطلب ہوگا اے ان رسولوں پر حسرت اور اس شخص پر حسرت، کاش ہم اس وقت ان پر ایمان لے آتے تو ایمان ہمیں نفع دیتا۔ (القرطبی)

۳ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے حاضرین کے سامنے اولین کے حال کو بیان فرمایا یعنی وہ لوگ جو باقی رہ گئے تھے ان سے کہا گیا کہ انھوں نے اگلے لوگوں کا حال نہیں دیکھا، اس میں یہ احتمال بھی ہے کہ ان لوگوں سے کہا گیا ہو جنہوں نے حسرت کا اظہار کیا تھا۔ مطلب یہ ہے کہ ہر ہلاک ہونے والی قوم سے پہلے ایسی قوم گذر چکی ہے جنہوں نے اپنے رسول کو جھٹلایا تو اللہ تعالیٰ نے انھیں ہلاک کر دیا۔ أَنَّهُمْ إِلَيْهِمْ لَا يَرْجِعُونَ: اس کا دو مطلب ہو سکتا ہے (۱) جن لوگوں کو ہلاک کر دیا گیا اب وہ سب ان کی جانب نہیں لوٹیں گے جو دنیا میں ہیں (۲) جو لوگ باقی رہ گئے ہیں یہ لوگ ہلاک شدگان کی جانب نسب اور ولایت سے نہیں لوٹ سکتے یعنی ہم نے انھیں ہلاک کر کے ان کی نسل کو ختم کر دیا ہے۔ (تفسیر کبیر) ۴ یعنی ماضی، حال یا استقبال میں سے ہر گروہ کو بہت جلد قیامت کے دن احکم الحاکمین کے حضور حساب و جزا کیلئے حاضر کیا جائیگا پس اللہ تعالیٰ اچھے اعمال پر انھیں بدلہ دیگا اور برے اعمال پر انھیں سزا دیگا۔ ابوحیان کہتے ہیں کہ ہلاکت کے ذکر کے بعد اس جملہ کا آنا اس پر تنبیہ ہے کہ ہلاک ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ ان لوگوں کا حساب و کتاب نہیں چھوڑیگا بلکہ اس کیلئے ان سب کو جمع فرمائیگا۔ (صفوۃ التفاسیر) ۵ اللہ تعالیٰ مردہ کو دوبارہ زندہ کرنے، اپنی توحید اور اپنی کمال قدرت پر تنبیہ فرما رہا ہے کہ وہ زمین جو مردہ ہو چکی تھی ہم نے اس پر سبزہ اُگا کر دوبارہ زندہ کیا۔ ان دانوں میں سے بعض کو تم اپنی غذا بناتے ہو۔ (القرطبی) ۶ نخیل کھجور کے درخت کو کہتے ہیں اور تمر چھوارے کو کہتے ہیں۔ مناسب تو یہ تھا کہ انگوروں اور اناج کے ساتھ چھواروں کا ذکر کیا جاتا لیکن بجائے چھواروں کے ان کے درختوں کا اس لئے ذکر کیا کہ کھجوروں کے درختوں کے فوائد پھلوں کے علاوہ اور بھی بہت ہیں اور صنعتِ الٰہی کا ظہور درخت کھجور سے بھی بہت ہوتا ہے۔ (مظہری) وَفَجَّرْنَا فِيهَا مِنَ الْعُيُونِ: یعنی زمین میں ہم نے میٹھے پانی کے چشمے جاری کیئے بہت سارے شہروں میں خوشنما نہریں جاری کیں۔ (صفوۃ التفاسیر)

مِنْ ثَمَرِهٖ ۙ وَمَا عَمِلَتْهُ اَیْدِیْهِمْ ؕ اَفَلَا یَشْكُرُوْنَ ﴿۳۵﴾ سُبْحٰنَ
از میوہ آں و آنچہ کردہ است دستہائے ایشاں آیا شکر نمی گویند پاکست
اس کے پھلوں سے اور اسے جو ان کے ہاتھوں نے بنایا؛ کیا تم سب شکر ادا نہیں کرتے ا پاک ہے
الَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ وَمِنْ
آنکہ آفرید صنفہا ہمہ از آنچہ میرویاند زمین و از
وہ جس نے ان تمام جوڑوں کو پیدا کیا جسے زمین اگاتی ہے اور
اَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۳۶﴾ وَاٰیَةٌ لَّهُمُ الَّیْلُ ۖۚ نَسْلَخُ مِنْهُ
تنہاے ایشاں و از نمی دانند و نشانہ مر ایشانرا شب است فرا میکنیم ازو
ان کے تنوں سے اور جسے وہ سب نہیں جانتے ۲ اور نشانی ہے ان کیلئے رات، ہم کھینچتے ہیں اس سے
النَّهَارَ فَاِذَا هُمْ مُّظْلِمُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ
روز را پس چوں ایشاں در آیندگان و آفتاب میرود بمقدار گاہے
دن کو پس جبھی وہ (تاریکی) میں ہیں ۳ اور سورج چلتا ہے ٹھکانے کے لئے جو
لَّهَا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ ﴿۳۸﴾ وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ
آنرا ایں ست تقدیر غالب دانا و ماہ را مقدار کردیم در منزلہا
اس کیلئے ہے، یہ ہے زبردست جاننے والے کی مقدار ۴ اور چاند کیلئے ہم نے منزلیں مقرر کیں
حَتّٰی عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِیْمِ ﴿۳۹﴾ لَا الشَّمْسُ یَنْۢبَغِیْ لَهَاۤ
تا آنکہ گردد چوں شاخ یکسالہ کج شدہ نہ آفتاب سزد او را
یہاں تک کہ وہ ایک سالہ ٹیڑھی (پرانے) ڈال کی طرح ہو گیا ۵ نہ سورج اس کیلئے مناسب ہے
اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّیْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ؕ وَكُلٌّ فِیْ
آنکہ در یابد ماہ را و نہ شب پیشی گیرندہ است بروز و ہمہ در
کہ وہ چاند کو پکڑ لے اور نہ رات دن پر سبقت کرنے والی ہے اور سب

ا واضح رہے کہ وَمَا عَمِلَتْهُ میں کلمہ ما تین احتمالات رکھتا ہے (۱) مَـا نافیہ اس وقت مطلب یہ ہوگا کہ چشمے تمہارے ہاتھوں نے نہیں بہائے بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان چشموں کو بہایا (۲) مَـا موصولہ بمعنی الَّـذِیْ اس وقت مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کے چشمہ بہانے کے بعد تمہارے ہاتھوں نے جو درخت لگائے اس سے کھاتے ہیں اور بغیر سعی کے اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے جو پھل نکالے اس سے بھی کھاتے ہیں [حضرت مخدوم پاک علیہ الرحمہ نے ترجمہ میں ما کا ترجمہ موصولہ کیا ہے] (۳) مَا مصدریہ اس وقت مطلب یہ ہوگا کہ وہ سب اپنے ہاتھوں کے عمل کے پھلوں سے کھاتے ہیں اور اس سے بھی جسے اللہ تعالیٰ نے اُگایا۔ (تفسیر کبیر)

۲ اللہ تعالیٰ نے اپنی پاکی بیان فرمائی اس سے جو شرک کفار کرتے تھے۔ کافروں نے اللہ تعالیٰ کی نشانیاں اور اس کی قدرت کا مشاہدہ کرنے کے باوجود غیر کی عبادت کی۔ (القرطبی)

۳ یعنی ہماری قدرت کے کمال پر یہ ایک دوسری دلیل ہے۔ رات دن کی روشنی کو لے جاتی ہے اس طرح ہم رات کو دن سے جدا کرتے ہیں۔ اس آیت میں یہ اشارہ ہے کہ اندھیرا اصل ہے اور نور یعنی روشنی عارض ہے۔ (صفوۃ التفاسیر)

۴ مستقر ظرف ہے یعنی دورے کا آخری نقطہ [جہاں ایک دورہ ختم ہو جاتا ہے] آفتاب کی سیر کو مسافر کی رفتار سے تشبیہ دی۔ جس طرح مسافر اپنا سفر طے کرتا ہے اسی طرح سورج بھی اپنی رفتار جاری رکھتا ہے یا مستقر سے مراد زوال سے کچھ پہلے وسط سماء کا مرکزی نقطہ۔ اس جگہ پر سورج کی رفتار بہت سست پڑ جاتی ہے یہاں تک کہ خیال ہونے لگتا ہے کہ سورج ٹھہر گیا ہے یا مستقر سے مراد ہے گرمی کے موسم میں انتہائی بلندی پر پہنچ جانے کا اور سردی کے موسم میں آخری ہبوط یعنی نزول پر آ جانے کا مقام۔ یا مستقر سے مراد ہیں مشارق و مغارب کا منتہی، سورج کے سارے دورے میں ۳۶۵ طلوع ہونے کے مقامات اور اتنے ہی غروب ہونے کے مقامات ہوتے ہیں۔ روزانہ نئے مطلع سے نکلتا اور نئے مغرب میں چھپتا ہے اور آئندہ سال تک نہ اس مطلع سے طلوع ہوتا ہے نہ اس مغرب میں غروب ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سورج کا مستقر عرش کے نیچے ہے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: جس وقت سورج غروب ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ یہ کہاں چلا جاتا ہے؟ حضرت ابوذر نے کہا میں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ﷺ ہی خوب واقف ہے۔ آپ نے فرمایا یہ جا کر عرش کے نیچے سجدہ کرتا ہے اور [آگے چلنے کی] اجازت طلب کرتا ہے اسکو اجازت دیدی جاتی ہے لیکن عنقریب ایسا وقت آئیگا کہ یہ سجدہ کریگا اور سجدہ قبول نہ ہوگا اور [آگے چلنے کی] اجازت طلب کریگا مگر اس کو اجازت نہیں ملے گی اور حکم دیا جائیگا کہ جہاں سے آیا ہے وہیں لوٹ جا۔ چنانچہ وہ [لوٹ کر] مغرب سے طلوع ہوگا یہی اس آیت کا مطلب ہے۔ (مظہری) ۵ اللہ تعالیٰ نے چاند کی ۲۸ منزلیں مقرر کیں ہیں ہر رات ایک منزل میں اترتا ہے، کبھی اپنی منزل سے نہیں چوکتا، نہ منزل تک پہنچنے سے قاصر رہتا ہے۔ آخری منزل پر باریک خمیدہ ایسا ہو جاتا ہے جیسے کھجور کی پرانی خمیدہ ٹہنی۔ پھر محاق کی تاریخ میں سورج کی شعاعوں کے نیچے آ جاتا ہے یعنی بالکل چھپ جاتا ہے۔ چاند کی سیر گاہ مقرر کرنے کا یہی مطلب ہے۔ (مظہری)

فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ۝ وَاٰيَةٌ لَّهُمْ اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ فِى الْفُلْكِ

کشتی میروند و نشانہ مر ایشانرا آنکہ برداشتیم فرزندان ایشاں در کشتی

دائرہ میں تیر رہے ہیں ۱ اور نشانی ہے ان کیلئے کہ ہم نے ان کی ذریت کو بھری

الْمَشْحُوْنِ ۝ وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِّنْ مِّثْلِهٖ مَا يَرْكَبُوْنَ ۝ وَاِنْ

پر از مردم و بیافریدیم برائے ایشاں مانند کشتی آنچہ سواری میکنند و اگر

کشتی میں اٹھایا ۲ اور ہم نے ان کیلئے کشتی کی مثل بنائی جس پر وہ سوار ہوتے ہیں ۳ اور اگر

نَّشَاْ نُغْرِقْهُمْ فَلَا صَرِيْخَ لَهُمْ وَلَا هُمْ يُنْقَذُوْنَ ۝ اِلَّا رَحْمَةً

خواہیم غرق سازیم ایشانرا ہیچ فریاد رسی نیست ایشانرا و نہ ایشاں رہا کردہ شوند مگر رحمت

ہم چاہیں تو انھیں غرق کر دیں کوئی ان کیلئے فریاد رس نہیں ہے اور نہ وہ سب رہا کئے جائیں گے ۴ مگر ہماری

مِّنَّا وَمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ۝ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّقُوْا مَا بَيْنَ

از ما و برخورداری تا ہنگامی و چوں گفتہ شود ایشانرا بترسید آنچہ پیش

طرف سے رحمت اور ایک وقت تک برتنے دینا ہے ۵ اور جب ان سے کہا جائے اس سے ڈرو جو

اَيْدِيْكُمْ وَمَا خَلْفَكُمْ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝ وَمَا تَاْتِيْهِمْ

شما ست و آنچہ پس شما ست شاید کہ بشما رحمت کردہ شوند نیامد بدیشاں

تمہارے سامنے ہے اور جو تمہارے پیچھے ہے شاید کہ تم پر رحم کیا جائے ۶ ان کے پاس

مِّنْ اٰيَةٍ مِّنْ اٰيٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ۝

ہیچ آیتی از آیات پروردگار خود مگر بودند ازاں روگردانان

ان کے رب کی نشانیوں میں سے کوئی ایک نشانی نہیں آتی مگر اس سے منھ پھیرنے والے تھے ۷

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ قَالَ الَّذِيْنَ

و چوں گفتہ شود ایشانرا خرچ از آنچہ روزی داد بشما خدای گفتند آنانکہ

اور جب ان سے کہا جائے اس روزی سے خرچ کرو جو تمہیں اللہ نے دی تو کہتے ہیں وہ لوگ

۱ اس آیت کریمہ میں اس جانب اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو حکمت کے موافق پیدا فرمایا۔ پس سورج کی رفتار سست رکھی گئی تاکہ وہ چاند کو آ کر نہ پکڑے اگر ایسا ہوتا تو [گرمی اور سردی کا موسم سال کی بجائے] مہینے میں ہوا کرتا' اگر ایسا ہوتا تو آپ طرح طرح کے پھلوں سے لطف اندوز نہ ہو سکتے۔ (تفسیر کبیر)

۲ آیتِ کریمہ میں نشانی تین معانی کا احتمال رکھتی ہے (۱) اس میں تمہارے لئے عبرت ہے اس لئے تم ان نشانیوں میں غور وفکر کرو (۲) یہ نشانی تمہارے لئے نعمت ہے اس لئے ان نشانیوں میں انعام ہے (۳) یہ نشانی تمہارے لئے انذار ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی نشانیاں تمہیں ڈراتی ہیں۔ آیت کے مطلب کے بارے میں کہا گیا ہے کہ اور نشانی ہے اہل مکہ کیلئے کہ ہم نے قرونِ ماضیہ کی ذریت کو اٹھایا۔ فِى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ: ایک قول کے مطابق یہاں فلک یعنی کشتی سے مراد حضرت نوح علیہ السلام کا سفینہ ہے' دوسرے قول کے مطابق اسم جنس کیلئے ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے لطف واحسان کی خبر دی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے واسطے کشتیاں بنائیں تاکہ تمہاری ذریت جن سامانوں کو پیدل یا دوسری سواریوں پر مشقت سے لیکر جاتی ہے ان کشتیوں میں آسانی سے لیکر جائے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ذریت سے آباء اجداد مراد ہیں۔ ان سب کو اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی میں اٹھایا۔ پس آباء بھی ذریت اور ابناء بھی ذریت۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ یہاں ذریت سے مراد نطفہ ہے اللہ تعالیٰ نے اسے عورتوں کے پیٹ میں اٹھایا گویا عورتوں کے پیٹ کو فلک مشحون سے تشبیہ دی گئی ہے۔ یہ قول حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا ہے۔ (القرطبی)

۳ اس کے مطلب کے بارے میں تین مذاہب ہیں (۱) حضرت مجاہد' حضرت قتادہ اور اہل تفسیر کی ایک جماعت' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتی ہے کہ مِنْ مِّثْلِهٖ کا معنی آپ نے بیان فرمایا کہ اس سے اونٹ مراد ہے جسے اللہ تعالیٰ نے تمہاری خشکی کیلئے سواری بنایا جس طرح کشتیوں کے ذریعے سمندری سفر کرتے ہو اسی طرح اونٹ کے ذریعے خشکی پر سفر کرتے ہو (۲) اس سے اونٹ' چوپائے اور ہر وہ چیز جس کے ذریعے انسان مسافت طے کرتا ہے مراد ہیں۔ (۳) اس سے دیگر کشتیاں مراد ہیں۔ (القرطبی) ۴ یعنی اگر ہم چاہیں تو انھیں دریا میں غرق کر دیں انھیں کوئی بچانے والا نہ ہوگا۔ (صفوۃ التفاسیر) ۵ یعنی ہم انھیں ہلاک اپنی رحمت کی وجہ سے نہیں کر رہے ہیں اور اس لئے بھی تاکہ جتنی ان کی عمر ہے انھیں برتنے دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا کہ سمندر میں کشتیوں کو ان کیلئے سواری بنانا عظیم نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے اس لئے کہ کشتی بہت سارے لوگوں اور ان کے بہت سارے ساز وسامان کو لیکر سطح آب پر رواں دواں رہتی ہے۔ پس خوب جان لینا چاہئے کہ کشتیوں کے خواص' ہوا کے خواص اور پانی کے خواص ہر ایک اللہ تعالیٰ کی خلقت اور اس کی تقدیر سے ہیں' کشتی سمندر میں اس طرح چلتی ہے جیسے ہوا میں کسی پرندہ کا پر اڑتا ہے اگر ان چیزوں کو اللہ تعالیٰ کی رحمت نہ پہنچے تو آنِ واحد میں ہلاک ہو جائیں۔ (صفوۃ التفاسیر) ۶ یعنی وعدہ دیئے گئے عذاب کے بارے میں' آسمانوں سے مصیبت نازل ہونے کے بارے میں۔ (بیضاوی) ۷ یعنی جب ان سے کہا جاتا ہے کہ عذاب سے ڈرو تو سرکشی کرتے ہوئے منھ پھیر لیتے ہیں۔ (بیضاوی)

كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنُطْعِمُ مَنْ لَوْ يَشَاءُ اللَّهُ أَطْعَمَهُ

نگرویدند مر آنانرا کہ گرویدند آیا طعام دہیم اگر خواستی خدای طعام دادی او را

جو ایمان نہیں لائے ان لوگوں سے جو ایمان لائے کیا ہم اسے کھانا دیں جسے اللہ چاہتا تو اسے کھانا دیدیتا

إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ ﴿٤٧﴾ وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا

نیستند شما مگر در گمراہی بیدا و میگویند کے باشد این

تم تو نہیں ہو مگر کھلی گمراہی میں ۱ اور کہتے ہیں کب (پورا) ہو گا یہ

الْوَعْدُ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿٤٨﴾ مَا يَنْظُرُونَ إِلَّا صَيْحَةً

وعدہ اگر ہستید شما راستگویان انتظار نمی برند مگر یک

وعدہ اگر تم سچ کہنے والے ہو ۲ انتظار نہیں کرتے مگر ایک

وَاحِدَةً تَأْخُذُهُمْ وَهُمْ يَخِصِّمُونَ ﴿٤٩﴾ فَلَا يَسْتَطِيعُونَ

صیحہ کہ بگیرد ایشانرا و ایشاں خصومت کنند پس نتوانستند

چیخ کی جو انھیں پکڑ لے گی اور وہ سب جھگڑتے ہونگے ۳ پس نہ کر سکیں گے

تَوْصِيَةً وَلَا إِلَىٰ أَهْلِهِمْ يَرْجِعُونَ ﴿٥٠﴾ وَنُفِخَ فِي الصُّورِ

وصیت کردن و نہ بسوے اہل خود باز گردند و رمیدہ شود در صور

وصیت اور نہ اپنے اہل کی جانب لوٹ سکیں گے ۴ اور صور پھونکا جائیگا

فَإِذَا هُمْ مِنَ الْأَجْدَاثِ إِلَىٰ رَبِّهِمْ يَنْسِلُونَ ﴿٥١﴾ قَالُوا

پس چوں ایشاں از گورہا بسوے پروردگار خود می شتابند گویند

پس پھر وہ سب اپنی قبروں سے (نکل کر) اپنے رب کی طرف دوڑ رہے ہونگے ۵ کہیں گے

يَا وَيْلَنَا مَنْ بَعَثَنَا مِنْ مَرْقَدِنَا ۜ هَٰذَا مَا وَعَدَ

اے وائے کہ بر انگیخت ما را از خوابگاہ ما این ست آنچہ وعدہ کرد

اے بربادی! کس نے ہمیں ہماری خوابگاہ سے اٹھایا' یہ ہے وہ جس کا وعدہ کیا

۱ یعنی فقراء پر صدقہ کرو' حضرت حسن یہ مطلب بیان کرتے ہیں کہ یہود کو حکم دیا گیا کہ فقراء کو کھانے کھلاؤ، کہا گیا ہے کہ مشرکین سے اصحابِ نبی ﷺ کے فقراء نے کہا تھا کہ تم اپنے اموال سے خرچ کرو اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا۔ مشرکین نے استہزاء کے طور پر مسلمانوں کو جواب دیا کہ اگر اللہ چاہے تو تمہیں کھلائے گا ہم تمہیں اس وقت تک نہیں کھلائیں گے جب تک تم ہمارے دین کی جانب نہ پھر آؤ۔ مسلمانوں کا یہ قول ان تک پہلے پہنچا تھا کہ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے کھلاتا ہے' رزاق اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ مکہ کے زنادقہ تھے جنھیں جب مساکین پر صدقہ کرنے کا حکم دیا گیا تو ان زنادقہ نے جواب دیا نہیں۔ اللہ کی قسم! کیا اللہ انھیں فقیر کرتا ہے اور ہمیں کھلاتا ہے؟ ان لوگوں نے مسلمانوں کے قول کو سن رکھا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے افعال مشیت سے تعلق رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اسے غنی بناتا ہے اور جسے چاہتا ہے اسے فقیر بناتا ہے پس زنادقہ نے مسلمانوں کے قول ہی سے استہزاء کے طور پر انھیں جواب دیا۔ اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ: یعنی جب اللہ نے ہمیں رزق دیا تو وہ اس پر بھی قادر ہے کہ تمہیں رزق دے تم ہم سے کیوں رزق طلب کر رہے ہو؟ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ! کہا گیا ہے کہ یہ کفار کا قول مؤمنین کیلئے ہے یعنی تم سوال کرنے میں اور محمد (ﷺ) کی پیروی کرنے میں کھلی گمراہی میں ہو۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ اصحابِ نبی ﷺ نے کفار سے یہ بات کہی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے جب انھوں نے فقراء کو دینے سے انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے انھیں یہ جواب دیا۔ مروی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ایک روز مسلم مساکین میں کھانا تقسیم فرما رہے تھے کہ وہاں ابو جہل آ پہنچا۔ ابو جہل نے کہا: اے ابوبکر! کیا تم سمجھتے ہو کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو کھلانے پر قادر ہے؟ آپ نے فرمایا جی ہاں۔ ابو جہل نے کہا: پھر کیا ہوا کہ انھیں اللہ نہیں کھلاتا؟ آپ نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ ایک گروہ کو فقر سے آزماتا ہے اور ایک گروہ کو غنا سے پھر فقراء کو صبر کا حکم دیا اور اغنیاء کو صدقہ کرنے کا' یہ سن کر ابو جہل نے کہا اے ابوبکر! تم تو کھلی گمراہی میں ہو کیونکہ تم سمجھتے ہو کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو کھلانے پر قادر ہے لیکن وہ انھیں نہیں کھلا رہا ہے اور تم انھیں کھلا رہے ہو۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (القرطبی) ۲ یعنی وہ قیامت کب آئیگی جس کا آپ ہم سے وعدہ کرتے ہیں' یا وہ عذاب کب آئیگا جس سے آپ ہمیں ڈراتے ہیں۔ (صفوۃ التفاسیر) ۳ ابن کثیر کہتے ہیں کہ آیت میں چیخ سے حضرت اسرافیل علیہ السلام کا صور میں پھونکنا مراد ہے۔ مروی ہے کہ لوگ بازاروں اور اپنے ذریعہ معاش میں لگے ہونگے اور اپنی عادت کے مطابق ایک دوسرے سے جھگڑے میں مشغول ہونگے کہ اسی دوران اللہ تعالیٰ حضرت اسرافیل علیہ السلام کو صور پھونکنے کا حکم دیگا پس آپ کافی دیر تک صور پھونکتے رہیں گے یہاں تک کہ کوئی زمین میں ایسا نہ ہوگا جس تک یہ آواز نہ پہنچ جائے۔ (صفوۃ التفاسیر) ۴ یعنی اپنے معاملات میں کوئی وصیت نہ کر سکیں گے۔ (بیضاوی) ۵ پھر جب دوسری بار صور پھونکا جائیگا تو سب لوگ اپنی اپنی قبروں سے نکل کر اپنے رب کی طرف دوڑنے لگیں گے۔ اَجْدَاث جدث کی جمع ہے بمعنی قبور۔ (بیضاوی)

الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۵۲﴾ اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً

خدای و راست گفتند پیغمبران نبود ایں واقعہ مگر یک

اللہ نے اور رسولوں نے سچ فرمایا ۱ یہ واقعہ نہ ہو گا مگر ایک

وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ ﴿۵۳﴾ فَالْيَوْمَ لَا

صیحہ پس آنگاہ ایشاں ہمہ نزد ما حاضر کردہ شدگانند پس امروز

صیحہ پس اس وقت وہ سب ہمارے پاس حاضر کئے ہوئے ہونگے ۲ پس آج کے دن

تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَّلَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۵۴﴾

ستم نکند نفسے چیزیرا ونہ پاداش دادہ شوید مگر آنچہ بودید شما میکردید

کسی نفس پر کچھ بھی ظلم نہ کیا جائیگا اور تمہیں بدلا نہ دیا جائیگا مگر (اسی کا) جو تم کرتے تھے ۳

اِنَّ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِيْ شُغُلٍ فٰكِهُوْنَ ﴿۵۵﴾ هُمْ

ہر آئنہ یاران بہشت امروز در کردار باشند شادان ایشاں

بیشک آج کے دن اہل جنت کام میں خوش ہونگے ۴ وہ سب

وَاَزْوَاجُهُمْ فِيْ ظِلٰلٍ عَلَى الْاَرَآئِكِ مُتَّكِـُٔوْنَ ﴿۵۶﴾ لَهُمْ فِيْهَا

و زنان ایشاں در سایہ بر تختہا تکیہ زدہ باشند ایشانرا دراں

اور انکی بیویاں سایہ میں تختوں پر تکیہ لگائے ہونگے ۵ ان کیلئے اس میں

فَاكِهَةٌ وَّلَهُمْ مَّا يَدَّعُوْنَ ﴿۵۷﴾ سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ

میوہ و ایشانرا آنچہ آرزو برند سلام سخن بے واسطہ از پروردگار

میوہ ہے اور ان کیلئے اس میں وہ ہے جو آرزو کرینگے ۶ سلام فرمائے گا (انھیں) بے واسطہ

رَّحِيْمٍ ﴿۵۸﴾ وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۵۹﴾ اَلَمْ اَعْهَدْ

مہربان و جدا شوید امروز اے مجرمان آیا عہد نکردم

مہربان رب ۷ اور اے مجرمو! آج کے دن جدا ہو جاؤ ۸ کیا میں نے عہد نہ لیا تھا

۱ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ویل جہنم میں وادی ہے جس میں کافر چالیس برس تک تہ میں پہنچنے سے پہلے گرتا چلا جائیگا' حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ویل جہنم کے اندر وادی ہے جس میں دوزخیوں کا کچ لہو بہہ کر آتا ہے یہ وادی تکذیب کرنے والوں کیلئے بنائی گئی ہے۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ویل دوزخ کے اندر ایک وادی ہے' حضرت سعد بن ابی وقاص کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دوزخ میں ایک پتھر یعنی پہاڑ ہے جس کو ویل کہا جاتا ہے اس پر عرفاء چڑھیں گے اور اتریں گے۔ مَنْ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ کافروں کے اس قول کی وجہ یہ ہوگی کہ دونوں نفخوں کی درمیانی مدت میں ان پر سے عذاب اٹھا لیا جائیگا اور وہ سب سو جائیں گے دوسری بار نفخ صور کے بعد جب اٹھیں گے تو یہ بات کہیں گے۔ اہل حقیقت کہتے ہیں کہ کافر جب جہنم کے گوناگوں عذاب دیکھیں گے تو عذاب جہنم کے مقابلے میں ان کو قبر کا عذاب خواب کی طرح محسوس ہوگا اس وقت کہیں گے ہم کو خواب سے کس نے اٹھایا۔ هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ: کافروں کی طرف سے اس وقت وجود قیامت کا اقرار ہے لیکن بے سود۔ بعض نے کہا کہ یہ قول ملائکہ کا ہوگا کافروں کے کلام کا جواب دیں گے۔ حضرت مجاہد کہتے ہیں کافروں کی بات کا یہ جواب مؤمن دینگے۔ (مظہری)

۲ یعنی دوبارہ اٹھائے جانے کا معاملہ صرف ایک صور پھونکنے سے ہوگا۔ علّامہ صاوی کہتے ہیں کہ یہ صیحہ حضرت اسرافیل علیہ السلام کا قول ہے آپ فرمائیں گے اے گل جانے والی ہڈیوں' اے الگ الگ ہو جانے والے جوڑ' اے بکھر جانے والے اجزاء' اے مٹی میں مل جانے والے بال بیشک تم سب کو اللہ تعالیٰ جمع ہونے کا حکم فرماتا ہے تاکہ تمہارے درمیان حساب و کتاب کا عمل شروع کیا جائے۔ اس قول کے بعد حضرت اسرافیل علیہ السلام صور پھونکیں گے تو سب حساب و کتاب کی جگہ جمع ہو جائیں گے۔ (صفوۃ التفاسیر) ۳ یعنی آج کے دن جس کا جو عمل ہے اس کے مطابق بدلہ دیا جائیگا اس میں ذرہ برابر بھی کمی نہ ہوگی۔ (القرطبی) ۴ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس آیتِ کریمہ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ دوشیزہ عورتوں سے صحبت مراد ہے۔ (القرطبی) ۵ یعنی وہ اور ان کی بیویاں جنت کے سائے میں ہونگے۔ اس حیثیت سے کہ اس میں سورج ہوگا نہ گرمی ہوگی' مزین تخت پر بیٹھے ہونگے۔ (صفوۃ التفاسیر) ۶ یعنی وہ لوگ اپنے لئے جس چیز کی خواہش کریں گے وہاں موجود ہوگی۔ (بیضاوی) ۷ حضرت جریر بن عبداللہ الجبلی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس اثنا میں جب اہل جنت نعمتوں میں مشغول ہونگے کہ ان پر ایک نور جلوہ انداز ہوگا پس اہل جنت سر اٹھا کر دیکھیں گے تو اوپر سے رب تعالیٰ جلوہ ڈالتا ہوا نظر آئیگا پس فرمائیگا اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ الْجَنَّةِ یعنی اے اہل جنت تم پر سلام ہو۔ پس اس آیت کا یہی مطلب ہے پھر رب تعالیٰ اہل جنت کو دیکھے گا اور اہل جنت اپنے رب کی جانب دیکھیں گے، اہل جنت جب تک رب تعالیٰ کی زیارت میں مشغول ہونگے اس وقت تک جنت کی کسی نعمت کی جانب متوجہ نہ ہونگے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان سے حجاب فرمالے گا پس اس زیارت کا نور اور اس کی برکت ان کے گھروں میں باقی رہے گی۔ (القرطبی) ۸ یعنی مؤمنوں سے جدا ہو جاؤ جس وقت انھیں جنت لے جایا جا رہا ہوگا۔ (بیضاوی)

اِلَيْكُمْ يٰبَنِیْۤ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ

بسوے شما اے فرزندان آدم آنکہ نپرستید دیوانرا کہ او مر شما را دشمنی

تمہاری جانب اے آدم کے فرزندو! یہ کہ تم شیطان کو نہ پوجو گے' اس لئے کہ وہ تمہارا کھلا دشمن

مُّبِيْنٌ ﴿۶۰﴾ لا وَّاَنِ اعْبُدُوْنِیْ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿۶۱﴾ وَلَقَدْ

بیدا و آنکہ پرستید مرا ایں است راہ راست و ہر آئنہ

ہے ۱ اور یہ کہ تم سب میری عبادت کرو گے' یہ ہے سیدھا راستہ ۲ اور بیشک

اَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِيْرًا ؕ اَفَلَمْ تَكُوْنُوْا تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۲﴾ هٰذِهٖ

گمراہ کرد از شما خلق بسیار آیا نیستید شما کہ میدانید ایں

اس نے تم سے پہلے بہت سی مخلوق کو گمراہ کیا' کیا تم سب سمجھتے نہیں ہو ۳ یہ

جَهَنَّمُ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿۶۳﴾ اِصْلَوْهَا الْيَوْمَ

دوزخ است آنکہ بودید شما وعدہ دادہ شدند در آیند بدو امروز

دوزخ ہے جس کا تمہیں وعدہ دیا گیا تھا ۴ آج کے دن اسی میں داخل ہو جاؤ

بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۶۴﴾ اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰۤى اَفْوَاهِهِمْ

بآنچہ بودید نگرویدید امروز مہر نہیم بر دہنہاے ایشاں

اس سبب جو تم کفر کرتے تھے ۵ آج کے دن ان کے منہ پر ہم مہر لگا دینگے

وَتُكَلِّمُنَاۤ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۶۵﴾

و سخن گویند با ما دستہاے ایشاں و گواہی دہد پایہاے ایشاں بآنچہ بودند کسب میکردند

اور ہم سے ان کے ہاتھ کلام کرینگے اور ان کے پاؤں گواہی دینگے اس کی جو وہ سب کرتے تھے ۶

وَلَوْ نَشَآءُ لَطَمَسْنَا عَلٰۤى اَعْيُنِهِمْ فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ

و اگر خواہیم مسخ کنیم بر چشمہائے ایشاں پس پیشی گیرند راہی

اور اگر ہم چاہتے تو ان کی آنکھیں مسخ کر دیتے پھر سبقت کرتے راہ کی جانب

۱ جب اللہ تعالیٰ نے مؤمنین اور مجرمین کے احوال بیان فرمائے تو گویا کہنے والا یہ کہے گا کہ انسان تو ظالم اور نادان تھا اور نادانی دیگر عذروں میں سے ایک عذر ہے' پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ اس وقت ہوتا جب کوئی ڈرانے والا نہ ہوتا۔ رسولوں کے ذریعے ہدایت کے راستے ان کے سامنے بالکل واضح کر دیئے گئے اور ہم نے ان سے یہ عہد بھی لیا کہ ایسے کام تم کرو گے جس کا میں تمہیں حکم دوں اور ایسے کاموں سے بچو گے جس سے تمہیں منع کیا جائے۔ یہاں عہد کے باب میں چند احتمالات ہیں (۱) یہاں وہ عہد مراد ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے باپ حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ ہم سے لیا ارشاد ہوا۔ وَعَهِدْنَاۤ اِلٰۤى اٰدَمَ (۲) اس سے وہ عہد مراد ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان کی ذریت کے ساتھ لیا ارشاد ہوا۔ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى (۳) اس سے وہ عہد مراد ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہر قوم سے اس کے رسول کی زبان سے لیا اور یہ قول اقوی ہے۔ لَا تَعْبُدُوا الشَّيْطَانَ: مطلب یہ ہے کہ شیطان کی پیروی نہ کرو۔ پس طاعت عبادت ہے یہاں یہ اعتراض نہیں ہو سکتا ہے کہ ہمیں امراء کی عبادت یعنی اطاعت کرنے کا حکم دیا گیا ہے اس لئے کہ ہمیں تو امراء کی ان باتوں کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے جو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ہوں [اگر اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق نہ ہو تو ہمیں ایسی اطاعت کا پابند نہیں بنایا گیا ہے بلکہ ارشاد ہوا کہ لَا طَاعَةَ لِمَعْصِيَةِ الْخَالِقِ یعنی خالق کی معصیت کیلئے کسی کی اطاعت جائز نہیں] آپ کو نہیں معلوم کہ ملائکہ کو سجدہ کا حکم دیا گیا اور اس سجدہ کے حکم کی اطاعت کو عبادت کہا گیا۔ (تفسیر کبیر)

۲ یعنی میں نے تمہیں حکم دیا تھا کہ صرف میری عبادت کرو گے' مجھے ایک مانو گے اور میرے دیئے گئے حکم پر عمل کرو گے اگر تم نے ایسا کیا تو یہی صحیح دین ہے اور حق کا یہی راستہ ہے۔ (صفوۃ التفاسیر) ۳ یعنی شیطان نے تم میں سے بہت ساری مخلوق کو گمراہ کیا اور انھیں حق کے راستے سے اغواء کیا۔ طبری کہتے ہیں کہ یہ مطلب ہے کہ شیطان نے تم میں سے بہت سو کو میری عبادت اور میری اطاعت سے روکا یہاں تک کہ اس نے تم سے اپنی عبادت کرانی شروع کر دی۔ (صفوۃ التفاسیر) ۴ یعنی اے مجرمو! یہ ہے وہ جہنم جس کا وعدہ تم سے دنیا میں کیا گیا تھا۔ (روح البیان) ۵ یعنی اپنے کفر کے سبب آج اس کی گرمی کو چکھو اور اس کے طرح طرح کے عذاب سے سزا اٹھاؤ۔ (صفوۃ التفاسیر) ۶ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے تو آپ مسکرائے اور فرمایا: کیا تمہیں معلوم ہے کہ میں کیوں مسکرا رہا ہوں۔ میں نے عرض کیا اللہ اور اسکا رسول خوب جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ایک بندہ اپنے رب سے کہے گا اے میرے رب! کیا تو نے مجھے ظلم کرنے سے پناہ نہیں دے رکھی تھی۔ اللہ فرمائیگا کیوں نہیں۔ پس بندہ کہے گا میں اپنے خلاف کسی کی شہادت نہیں مانوں گا سوائے اس گواہ کے جو مجھ ہی یعنی میرے بدن سے ہو۔ اللہ تعالیٰ فرمائیگا آج کے دن تیرے نفس اور کراماً کاتبین کی گواہی کافی ہوگی اور پھر اللہ تعالیٰ اس کے منہ پر مُہر لگا دیگا اور اس کے اعضاء سے کہا جائیگا آج تم کہو پس وہ اعضاء اس انسان کے اعمال کی گواہی دینگے پھر اسکے بعد اسکی زبان کو کلام کی اجازت دیدی جائیگی۔ پس بندہ اپنے اعضاء سے کہے گا تم مر جاؤ، مٹ جاؤ میں تمہاری طرف سے ہی تو دفاع کر رہا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ منہ پر جب مُہر لگا دی جائیگی تو سب سے پہلے الٹے پاؤں کی ہڈیاں کلام کریگی۔ (القرطبی)

فَاَنّٰى يُبْصِرُوْنَ ﴿۶۶﴾ وَلَوْ نَشَآءُ لَمَسَخْنٰهُمْ عَلٰى مَكَانَتِهِمْ

پس چگونہ بینداںرا و اگر خواہیم مسخ کنیم ایشانرا بر جایہا ایشاں

پس کیسے دیکھ پائیں گے ۱ اور اگر ہم چاہتے تو انھیں ان کے جگہوں پر مسخ کر دیتے

فَمَا اسْتَطَاعُوْا مُضِيًّا وَّلَا يَرْجِعُوْنَ ﴿۶۷﴾ وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ

پس نتوانند رفتن در پیش و باز نگردند و ہر کرا عمر در آوردیم او را

پھر نہ آگے جا سکتے اور نہ پلٹ سکتے ۲ اور جسے ہم لمبی عمر میں داخل کریں

نُنَكِّسْهُ فِى الْخَلْقِ ۭ اَفَلَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۶۸﴾ وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ

بر گردانیم او را در آفرینش آیا نمی دانند و نیاموختیم محمد را شعر

اسکو خلقت میں الٹ کر (بچوں کی طرح مجبور) کر دیتے ہیں' کیا وہ سب عقل نہیں رکھتے ۳ اور ہم نے محمد کو شعر نہ

وَمَا يَنْۢبَغِىْ لَهٗ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّقُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ ﴿۶۹﴾

و نشاید او را نیست ایں مگر پندے و قرآن بیدا

سکھایا اور نہ وہ ان کی شان کے لائق ہے' یہ نہیں ہے مگر ایک نصیحت اور کھلا قرآن ۴

لِّيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَّيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۷۰﴾

تا بیم کند ہر کہ باشد زندہ و واجب شود کلمۂ عذاب بر کافران

تاکہ اسے ڈرائے جو زندہ ہو اور عذاب کا کلمہ کافروں پر واجب ہو جائے ۵ کیا انھوں نے نہ دیکھا کہ ہم نے ان کیلئے

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِّمَّا عَمِلَتْ اَيْدِيْنَآ اَنْعَامًا فَهُمْ

آیا نمی بینند کہ ما آفریدیم ایشانرا از آنچہ کردند دستہاء ما چہار پایان پس ایشاں

پیدا کیا ان چوپایوں کو جسے ہمارے ہاتھوں نے بنایا پس وہ سب ان کیلئے انتظام کرنے والے ہیں ۶ اور ہم نے

لَهَا مٰلِكُوْنَ ﴿۷۱﴾ وَذَلَّلْنٰهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوْبُهُمْ وَمِنْهَا

براں ضبط کنندگانند و نرم کردیم انعام را برائے ایشاں بعضی ازاں مرکوب ایشاں و از آنہا

چوپایوں کو ان کیلئے نرم کیا ان میں سے بعض انکی سواری ہیں اور ان میں سے کچھ وہ ہیں

۱ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما آیت کا مطلب یہ بیان فرماتے ہیں کہ اگر ہم چاہیں تو انھیں اندھا کر دیں کہ کبھی بھی انھیں حق کا راستہ نظر نہ آئے۔ یہ دراصل قریش کیلئے تہدید ہے۔ (صفوۃ التفاسیر)

۲ مسخ کہتے ہیں خلقت کی تبدیلی کو اور یہ تبدیلی پتھر بنا کر ہو یا جماد سے یا کسی چوپائے سے۔ حضرت حسن یہ مطلب بیان کرتے ہیں کہ ہم انھیں ایک جگہ بٹھا دیں گے پھر یہ نہ آگے بڑھنے کی طاقت و استطاعت رکھ سکیں گے اور نہ پیچھے ہٹنے کی۔ جمادات کا بھی یہی حال ہوتا ہے پیچھے ہٹتا ہے نہ آگے بڑھتا ہے۔ حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ سب قیامت سے متعلق ہیں۔ (القرطبی)

۳ جب قیامت کے روز ان کافروں کی گرفت ہوگی تو وہ لوگ ایک اور عذر پیش کرینگے اور وہ یہ کہ ہم تو دنیا میں بہت کم مدت کیلئے ٹھہرے اگر ہمیں لمبی عمر دی جاتی تو شاید ہم کوتاہی نہ کرتے۔ اللہ تعالیٰ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ کے ذریعے اسکا جواب دے رہا ہے کہ ہم نے تمہاری اتنی زندگی رکھی جس میں تم حق اور باطل میں تمیز کر لیتے لیکن تم نے ایسا نہیں کیا۔ (تفسیر کبیر)

۴ یعنی قرآن کی تعلیم دی جو نہ مقفّٰی ہے اور نہ موزون ہے [نہ اس میں قافیہ کی پابندی ہے نہ وزن کی] اور نہ اس کے اندر تخیلات کاذبہ ہیں [جو شاعری کا معنوی اثاثہ ہیں] نہ اس کا مقصد غلط طور پر جذبات نفرت و رغبت کو برانگیختہ کرنا ہے' نہ شعر بازی میں اور وزن و قافیہ کی تلاش میں وقتِ عزیز کا ضائع کرنا ان کیلئے زیبا ہے۔ شبہ: بخاری و مسلم نے صحیحین میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی روایت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول نقل کیا ہے اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبَ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ ''میں نبی ہوں اس میں کوئی جھوٹ نہیں میں عبد اللہ کا بیٹا یعنی پوتا ہوں۔ اسی طرح ابی جندب بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ روای ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: هَلْ اَنْتَ اِلَّا اِصْبَعٌ دُمِيْتِ وَ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَا لَقِيْتِ. ''تو صرف ایک انگلی ہے جو زخمی ہوئی ہے اور جو دکھ تو نے پایا وہ اللہ ہی کی راہ میں پایا [یہ دونوں شعر تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں پھر اس جملہ کا کیا مطلب ہو سکتا ہے کہ ہم نے آپکو شعر نہ سکھایا] ازالہ: یہ شعر بلا ارادہ آپ کے زبان مبارک سے نکل گئے آپ نے ان کے بنانے کا نہ ارادہ کیا نہ سوچنے میں وقت ضائع کیا اور بلا ارادہ اتفاقاً اگر زبان سے کوئی مقفی موزون کلام نکل جائے تو ایسے شخص کو شاعر نہیں کہا جاتا۔ یہ وزن اور قافیہ تو نثر میں بھی بکثرت آجاتا ہے۔ بعض اہل تفسیر نے کہا کہ ''لہ'' کی ضمیر قرآن کی طرف راجع ہے یعنی قرآن کا شعر ہونا صحیح نہیں ہے۔ (مظہری) ۵ حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد ہے جس کا دل زندہ ہو' حضرت ضحاک کہتے ہیں کہ اس سے عاقل مراد ہے' یہ بھی کہا گیا ہے کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کے علم میں مؤمن ہو اسے ڈرائیے۔ (القرطبی) ۶ اس آیت میں رویت بالقلب مراد ہے یعنی کیا انھوں نے غور و فکر نہ کیا۔ (القرطبی) یہاں سے اللہ تعالیٰ اپنی وحدانیت کی دلیل کا اعادہ فرما رہا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ میری اس صنعت میں سے جو میں نے بغیر مددگار کے خود پیدا کیا چوپائے بھی ہیں۔ فَهُمْ لَهَا مٰلِكُوْنَ: اس سے اہتمامِ انعام کی جانب اشارہ ہے یعنی اگر اللہ تعالیٰ چوپائے پیدا فرما دیتا اور ان چوپایوں کو انسان کی دسترس میں نہ دیتا تو انسان اس سے ہرگز نفع حاصل نہ کر سکتا۔ (تفسیر کبیر)

يَأْكُلُونَ ﴿٧٢﴾ وَلَهُمْ فِيهَا مَنَافِعُ وَمَشَارِبُ ۖ أَفَلَا

میخورند و ایشانرا دراں سودہاست و آشامیدنہا آیا

جسے کھاتے ہیں ۱ اور ان کیلئے اس میں منافع اور پینے کی چیزیں ہیں' کیا

يَشْكُرُونَ ﴿٧٣﴾ وَاتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ آلِهَةً لَعَلَّهُمْ

شکر نمی گویند و فراگیرند بجز خدای خدایان شاید کہ ایشاں

وہ سب شکر ادا نہیں کرتے ۲ اور انھوں نے اللہ کے سوا اور خدا بنا لیئے شاید کہ ان کی

يُنْصَرُونَ ﴿٧٤﴾ لَا يَسْتَطِيعُونَ نَصْرَهُمْ وَهُمْ لَهُمْ جُنْدٌ

یاری کردہ شوند نمی توانند یاری دادن ایشاں و ایشاں مر آنرا لشکر

مدد کی جائے ۳ ان کی مدد کرنے کی طاقت نہیں رکھتے اور وہ سب اس لشکر کے ساتھ

مُحْضَرُونَ ﴿٧٥﴾ فَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ إِنَّا نَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ

حاضر کردہ شدہ پس اندوہناک نکردند ترا گفتار ایشاں ہر آئنہ میدانیم آنچہ پنہاں

حاضر کئے جائیں گے ۴ پس ان کی بات آپ کو غمگین نہ کرے' بیشک ہم جانتے ہیں جو وہ چھپاتے ہیں

وَمَا يُعْلِنُونَ ﴿٧٦﴾ أَوَلَمْ يَرَ الْإِنْسَانُ أَنَّا خَلَقْنَاهُ مِنْ

و آنچہ آشکارا کنند آیا ندانست آدمے کہ آفریدیم او را از

اور جو وہ ظاہر کرتے ہیں ۵ کیا انسان کو نہیں معلوم کہ ہم نے اسے پیدا کیا

نُطْفَةٍ فَإِذَا هُوَ خَصِيمٌ مُبِينٌ ﴿٧٧﴾ وَضَرَبَ لَنَا

آب منی پس آنگاہ او دشمنی بیدا و بزد براے ما

آب منی سے' جبھی وہ کھلا جھگڑالو ہے ۶ اور ہمارے لئے ایک کہاوت کہی

مَثَلًا وَنَسِيَ خَلْقَهُ ۖ قَالَ مَنْ يُحْيِي الْعِظَامَ وَهِيَ

مثلی و فراموش گرداند آفریدن او را گفت کہ زندہ کند استخوانہا را و او

اور اپنی پیدائش بھول گیا' کہا آخر کون ہے جو ان ہڈیوں کو زندہ کریگا اس حال میں کہ وہ

۱ یعنی ان چوپایوں میں سے بعض وہ ہیں جسے تم اپنے سفر میں بطور سواری استعمال کرتے ہو اور ان پر بوجھ اٹھاتے ہو جیسے اونٹ' گویا کہ یہ خشکی کیلئے بمنزلہ کشتی ہے اور ان میں سے بعض وہ ہیں جس کا تم گوشت کھاتے ہو۔ (صفوۃ التفاسیر)

۲ مطلب یہ ہے کہ کھانے پینے کے علاوہ بھی ان چوپایوں میں دیگر منافع ہیں جیسے ان کی جلدوں اور بالوں کے منافع۔ ان میں پینے کیلئے بھی منافع ہیں جیسے دودھ۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے مِنۢ بَيْنِ فَرْثٍ وَّ دَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ ۔ ترجمہ: "گوبر اور خون کے بیچ میں سے خالص دودھ گلے سے سہل اترتا پینے والوں کیلئے"۔ اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ: کیا ان نعم جلیلہ پر وہ سب اپنے رب کا شکر ادا نہیں کرتے۔ واضح رہے کہ ان جیسی آیات کی غرض یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد دلا کر اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر دلیل قائم کی جائے۔ (صفوۃ التاسیر)

۳ یعنی اللہ تعالیٰ کی پیہم نعمتیں اور محیط کل قدرت کا مشاہدہ کرتے ہوئے اور یہ دیکھتے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ تنہا اس قدرتِ کاملہ اور ربوبیتِ عالمہ کا مالک ہے انہوں نے دوسروں کو عبادت میں انھوں نے شریک کر رکھا ہے۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرا اور جن و انس کا ایک عجیب معاملہ ہے۔ پیدا میں کرتا ہوں اور عبادت غیر کی کی جاتی ہے۔ میں رزق دیتا ہوں اور شکر دوسروں کا کیا جاتا ہے۔ (مظہری)

۴ یعنی ان کے معبودانِ باطلہ ان کی مدد کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ مطلب یہ بیان کیا گیا ہے کہ کفار بتوں کی عبادت کرتے تھے اور ان بتوں کی دیکھ بھال کرتے تھے اور یہ سارے بت بمنزلہ لشکر کے تھے لیکن اس کے باوجود اپنے پجاریوں کی مدد کرنے کی طاقت نہیں رکھتے تھے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ معبودانِ باطلہ اپنے پجاریوں کیلئے بمنزلہ لشکر ہونگے اور ان سب کو حاضر کیا جائیگا۔ جب ان کے پجاریوں کو جہنم میں ڈالا جائیگا تو یہ انھیں بچانے کی طاقت بھی نہیں رکھیں گے۔ (القرطبی) ۵ یعنی آپ نے کافروں کیلئے عذاب کی وعید سن لی تو اب آپ کو ان کی باتوں سے رنجیدہ نہ ہونا چاہیئے۔ اللہ کے معاملہ میں جو وہ الحاد کی باتیں کرتے ہیں اور آپ کی تکذیب و توہین کرتے ہیں اس سے آپ آزردہ خاطر نہ ہوں۔ اِنَّا نَعْلَمُ: دلوں میں جو آپ سے عداوت اور غلط عقائد چھپائے ہوئے ہیں ہم ان سے واقف ہیں اور جو بری باتیں کہتے ہیں اور برے اعمال ظاہر کرتے ہیں ان کو بھی ہم جانتے ہیں ہم ان کو سزا دینگے اور یہی کافی ہے آپ کو غم اور فکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ (مظہری) ۶ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ عاص بن وائل رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک بوسیدہ ہڈی لے کر آیا اور کہا کہ اے محمد ﷺ کیا اللہ تعالیٰ اسی کو پھر زندہ کر کر اٹھائے گا جو گل سڑ گئی ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں اللہ تعالیٰ نہ صرف اس کو زندہ کر کے اٹھائیگا بلکہ وہ تم کو بھی ماریگا پھر زندہ کریگا اور پھر تمہیں جہنم کی آگ میں جھونک دیگا اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت انزل فرمائی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) کہا گیا ہے کہ یہاں انسان سے مراد ابی بن خلف ہے کیونکہ نبی ﷺ کے پاس ہڈی لانے کا جو واقعہ ہے وہ اس کی طرف بھی منقول ہے۔ اصول فقہ سے ثابت ہے کہ اعتبار عموم لفظ کا ہوتا ہے لہٰذا آیت کا نزول جس کے بارے میں بھی ہو حکم اس کا عام ہے] (تفسیر کبیر)

رَمِيْمٌ ﴿۷۸﴾ قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۭ وَهُوَ

بوسیده باشد بگو زنده گرداند آنرا که بیافرید آنرا اول بار و او

گل گئی ہو[1] آپ فرما دیجئے انھیں زندہ کریگا وہی جس نے انھیں پہلی بار پیدا کیا اور وہی

بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمُۨ ﴿۷۹﴾ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ

بهمه آفریدن دانا ست آنکه گردانید برائے شما از درخت سبز

تمام پیدائش کا جاننے والا ہے[2] وہ جس نے تمہارے لئے سبز درخت میں سے آگ پیدا کی

نَارًا فَاِذَآ اَنْتُمْ مِّنْهُ تُوْقِدُوْنَ ﴿۸۰﴾ اَوَلَيْسَ الَّذِيْ خَلَقَ

آتشی پس آنجا شما ازاں درخت می افروزید آیا نیست آنکه بیافرید

پس تم اس درخت سے آگ سلگاتے ہو[3] کیا قادر نہیں ہے وہ جس نے

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓي اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ

آسمانہا و زمین توانا بر آنکه بیافرید مانند ایشاں

آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اس پر کہ ان کی مثل پیدا کر دے کیوں نہیں اور وہی ہے پیدا کرنے والا جاننے والا[4]

بَلٰى ۤ وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ ﴿۸۱﴾ اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَـيْـــًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ

آری و اوست آفریننده دانا جز ایں نیست که شان او چوں خواہد چیزیرا آنکه

اسکے سوا کچھ نہیں ہے کہ اسکا کام جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اس سے کہتا ہے ہو جا پس وہ ہو جاتی ہے[5] پس

كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۸۲﴾ فَسُبْحٰنَ الَّذِيْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۸۳﴾

گوید او را باش پس می باشد پس پاکست آنکه بدست اوست پادشاہی ہمہ چیز و بسوے اوست باز گشتید

پاک ہے وہ جسکے ہاتھ میں تمام چیز کی بادشاہت ہے اور اسی کی جانب تم لوٹائے جاؤ گے[6]

سُوْرَةُ الصّٰفّٰتِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ مِائَةٌ وَّاثْنَتَانِ وَثَمَانُوْنَ اٰيَةً وَّخَمْسُ رُكُوْعَاتٍ

سوره صٰفّٰت مکی ہے اور اس میں ۱۸۲ آیتیں اور ۵ رکوع ہیں[7]

تفسیر اظہار العرفان

[1] یعنی یہ لوگ بھول گئے کہ ہم نے انھیں بے جان نطفہ سے پیدا کیا پھر اس میں حیات ڈالی۔ (القرطبی)

[2] مروی ہے کہ کافر نے نبی ﷺ سے کہا کہ جب ہم مر کر ریزہ ریزہ ہو جائیں گے اور ہمارے ذرات ہوا میں مل جائیں گے تو کیا اللہ انہیں دوبارہ لوٹائے گا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ اس آیت کریمہ میں یہ بتایا گیا ہے کہ اے محبوب! آپ فرما دیجئے جس اللہ نے تمہیں پہلی بار بغیر کسی شے کے پیدا فرمایا وہ دوسری بار بغیر کسی بھی شے سے تمہاری خلقت پر بھی قادر ہے۔ (القرطبی)

[3] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ دو قسم کے درخت ہیں ایک کو مرخ کہا جاتا ہے اور دوسرے کو عفار، دونوں درختوں کی مسواک کی دوہری شاخیں اتنی ہری کہ ان سے پانی ٹپکتا ہو کاٹ لی جائیں پھر مرخ کو عفار سے رگڑا جائے تو ان سے آگ نکلتی ہے۔ علماء کہتے ہیں کہ سوائے عناب کے ہر درخت میں آگ ہے۔ واضح رہے کہ آگ اور پانی میں کیفیت تضاد کی ہے لیکن تضاد کیفیت کے باوجود پانی ٹپکتے ہوئے ہرے درخت سے اللہ آگ پیدا کر دیتا ہے تو جو ذات اتنی بڑی قدرت کی مالک ہو وہ اس خشک بوسیدہ چیز کو جو پہلے سے تر و تازہ تھی پھر تر و تازہ کر سکتی ہے۔ (مظہری)

[4] یعنی اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کو اتنے بڑے جسم کے ساتھ بنانے پر قادر ہے تو ایک انسان کو ان دونوں کے مقابلے میں پیدا کرنا بہت چھوٹا اور حقیر سا کام ہے۔ (بیضاوی)

[5] اللہ تعالیٰ کی شان تو یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کی تخلیق کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے صرف اپنی قدرت سے معلق کر دیتا ہے پس وہ چیز فوراً ہو جاتی ہے۔ (روح البیان)

[6] اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو عجز اور شرک سے پاک بتایا ہے۔ [سورہ یٰسین کی فضیلت] حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ تم اپنے مردوں پر یٰسین پڑھو، حضرت ام درداء رضی اللہ عنہا نبی ﷺ سے روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نہیں ہے کوئی میت کہ اس پر سورہ یٰسین پڑھی جائے مگر اللہ تعالیٰ اس پر آسانی فرماتا ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اللہ کی رضا تلاش کرنے کے لئے رات میں سورہ یٰسین پڑھے تو اس رات میں اس کی مغفرت ہو جائے گی، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر چیز کیلئے دل ہوتا ہے اور قرآن کا دل یٰسین ہے جو شخص سورہ یٰسین کی تلاوت کریگا اللہ تعالیٰ اس [سورت کی] قرأت کے بدلے اسے دس بار قرآن پڑھنے کا ثواب عطا فرمائیگا، حضرت انس رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص قبرستان میں داخل ہو اور سورہ یٰسین کی تلاوت کرے تو اللہ تعالیٰ اس روز عذاب میں تخفیف فرما دیگا اور یٰسین میں جتنے حروف ہیں اس کی تعداد کے برابر نیکیاں عطا فرمائیگا۔ (القرطبی)

[7] اس میں ۳۸۲۶ حروف اور ۸۶۰ کلمات ہیں۔ (غرائب القرآن) اس سورت میں بھی عقائدِ اسلامیہ کے اصول یعنی توحید، وحی، بعث اور جزا پر کلام کیا گیا ہے، اس سورت کی ابتدا ملائکہ ابرار کے ذکر کے ساتھ ہے، پھر جن سے متعلق کلام ہے اس سورت میں بعض انبیاء کے قصص بھی بیان کئے گئے ہیں ان میں سب سے پہلے حضرت نوح، اس کے بعد حضرت ابراہیم، پھر حضرت اسماعیل، حضرت موسیٰ اور ہارون، حضرت الیاس اور حضرت لوط علیہم السلام کا ذکر ہے۔ اس سورت کا اختتام اس پر ہے کہ اللہ کی نصرت انبیاء اور اولیاء کیلئے ہے۔ (صفوۃ التفاسیر)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

بنام خدای بخشندہ مہربان

اللہ کے نام سے (جو بہت) رحم والا مہربان (ہے)

وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا ① فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا ② فَالتّٰلِيٰتِ

بحق فرشتگان صف کشندہ پس رانندگان شیاطین رزندنی پس خوانندگان

صف باندھنے والے فرشتوں کی قسم ١ پھر شیاطین کو سختی سے چلانے والے ٢ پھر اللہ کے وحی کو

ذِكْرًا ③ اِنَّ اِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ ④ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

وحی خدارا ہر آئنہ خدای شما یگانہ پروردگار آسمانہا و زمین

پڑھنے والے ٣ بیشک تمہارا معبود ایک ہی ہے ٤ آسمانوں اور زمین کا رب

وَمَا بَيْنَهُمَا وَرَبُّ الْمَشَارِقِ ⑤ اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا

و آنچہ میان ایشاں ست و پروردگار مشرقہا ہر آئنہ ما بیاراستیم آسمان دنیا را

اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اور مشرقوں کا رب ٥ بیشک ہم نے آسمانِ دنیا کو آراستہ کیا

بِزِيْنَةِ ِالْكَوَاكِبِ ⑥ وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ مَّارِدٍ ⑦

بآرائش ستارہا و نگاہداشتہ از ہر دیو سرکش

ستاروں کی آرائش سے ٦ اور ہر سرکش شیطان سے حفاظت کیا ہوا ٧

لَا يَسَّمَّعُوْنَ اِلَى الْمَلَاِ الْاَعْلٰى وَيُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ

نشنوند بسوے گروہ برتر و انداختہ شوند از ہر

کان نہیں لگاتے ملاءِ اعلیٰ کی طرف اور دھکے دیئے جاتے ہیں ہر

جَانِبٍ ⑧ دُحُوْرًا وَّلَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ ⑨ اِلَّا مَنْ خَطِفَ

طرفے راندنی و ایشانرا ست عذابے سخت مگر کسیکہ ربایید

طرف سے مار کر ٨ اور ان کیلئے سخت عذاب ہے ٩ مگر جو بات اچک لے جائے

تفسیر اظہار العرفان

١ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس طرح ملائکہ اپنے رب کے سامنے صف بستہ ہیں کیا تم اس طرح نماز میں یا جہاد میں صف بندی نہیں کرو گے؟ ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ملائکہ کس طرح صف بستہ ہوتے ہیں۔ فرمایا: صفوں کو پورا کرتے ہیں اور صف میں ڈٹ جاتے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' حضرت قتادہ اور حضرت حسن کے نزدیک آیت کی یہی تشریح ہے۔ بعض علمائے تفسیر کہتے ہیں کہ ملائکہ فضا میں اپنے پَر پھیلائے رُکے رہتے ہیں اور اسوقت تک رُکے رہتے ہیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنی مشیت کے مطابق ان کو کسی کام پر مامور فرما دیتا ہے۔ بعض اہل علم کے نزدیک الصافات سے پرندے مراد ہیں کیونکہ دوسری آیت میں یوں ارشاد ہوا ہے وَالطَّيْرُ صَآفّٰتٍ۔ (مظہری)

٢ اس میں تین احتمالات ہیں (١) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ وہ ملائکہ جنہیں بادلوں پر مامور کیا گیا ہے سختی سے ان بادلوں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتے ہیں (٢) ملائکہ بنی آدم کے قلوب میں علی سبیل الالہام خیر ڈالتے ہیں اور انھیں سختی سے گناہوں کے کاموں سے روکتے ہیں (٣) ملائکہ شیاطین کو سختی سے روکتے ہیں کہ بنی آدم کو ایذا نہ پہنچائیں [حضرت مخدوم پاک علیہ الرحمہ کے ترجمہ میں یہی مفہوم مراد ہے] (تفسیر کبیر)

٣ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ وغیرہ فرماتے ہیں اس سے وہ ملائکہ مراد ہیں جو کتاب اللہ کی تلاوت کرتے ہیں' حضرت قتادہ کہتے ہیں اس سے ہر وہ شخص مراد ہے جو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہو اور اس کی کتاب پڑھتا ہو (القرطبی)

٤ حضرت مقاتل کہتے ہیں کہ کفارِ مکہ نے کہا: اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا یعنی کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے سارے معبودوں کو ایک معبود کر دیا۔ ایک معبود مخلوقات کے نظام کو کیسے چلائیگا؟ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے از روئے شرف کے ان سب کی قسم فرمائی [جو پچھلی تین آیات میں موجود ہے] اور یہ آیت نازل فرمائی۔ (القرطبی) ٥ اللہ تعالیٰ اس آیت میں اپنی وحدانیت اور الوہیت بیان فرما رہا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آسمانوں اور زمین کا خالق اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے ان سب کا مالک اللہ ہے اور ان دونوں کے نظام کو وہ تنہا چلا رہا ہے۔ طبری کہتے ہیں کہ آیت میں صرف مشارق کا ذکر ہے مغارب کا نہیں' اس لئے کہ کلام کی دلالت اس پر خود بخود ہے۔ (صفوۃ التفاسیر) ٦ اب اس آیت میں اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کو بیان فرما رہا ہے کہ اس نے آسمان کو ستاروں سے مزین فرمایا۔ (صفوۃ التفاسیر) ٧ حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ ستاروں کو تین امور کیلئے پیدا کئے گئے (١) شیاطین کو اس کے شعلے سے مارنے کیلئے (٢) رہنمائی حاصل کرنے کیلئے (٣) آسمان کو مزین کرنے کیلئے۔ ابوحیان کہتے ہیں کہ ذکر میں آسمانِ دنیا کو خاص کیا گیا اس لئے کہ اس کا مشاہدہ آنکھوں سے کیا جاتا ہے۔ (صفوۃ التفاسیر) ٨ یعنی جب شیاطین آسمان کی جانب کلام سننے کی غرض سے جاتے ہیں تو ملائکہ اور ان کے سرداران شیاطین کو وہاں سے مار بھگاتے ہیں۔ (بیضاوی) ٩ مروی ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے آسمان کی حفاظت میں اور اضافہ فرما دیا اب جس جانب سے بھی شیاطین جاسوسی کیلئے جاتے ملائکہ آگ کے انگارے مار کر انھیں بھگا دیتے تھے۔ (القرطبی)

الْخَطْفَةَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ ۝۱۰ فَاسْتَفْتِهِمْ اَهُمْ

ربودنے پس از پے در آمد او را کوکبے روشن پس پرس از ایشاں آیا ایشاں

تو روشن ستارہ (سے آگ نکل کر) اسکا پیچھا کرتی ہے ۱ پس ان سے پوچھیے کیا وہ سب

اَشَدُّ خَلْقًا اَمْ مَّنْ خَلَقْنَا ؕ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّنْ طِيْنٍ

سخت تر اند از روے آفرینش آنکہ آفریدیم ما ہر آئنہ ما بیافریم ایشانرا از گل

از روئے پیدائش کے سخت ہیں یا وہ جسے ہم نے پیدا کیا' بیشک ہم نے انھیں پیدا کیا چپکتی

لَّازِبٍ ۝۱۱ بَلْ عَجِبْتَ وَيَسْخَرُوْنَ ۝۱۲ وَاِذَا ذُكِّرُوْا لَا يَذْكُرُوْنَ ۝۱۳

چسپندہ بلکہ عجائب داشتی و سخریہ کنند و چوں یاد کنند یاد نکنند

مٹی سے ۲ بلکہ تمہیں تعجب ہوا اور وہ سب مذاق کرتے ہیں ۳ اور جب یاد کرائے جائیں تو یاد نہیں کرتے ۴

وَاِذَا رَاَوْا اٰيَةً يَّسْتَسْخِرُوْنَ ۝۱۴ وَقَالُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا

و چوں بہ بینند معجزہ سخریہ خوانندہ گفتند نیست ایں مگر

اور جب کوئی معجزہ دیکھتے ہیں تو مذاق کرتے ہیں ۵ اور انھوں نے کہا نہیں ہے یہ مگر

سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝۱۵ ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا

جادوی بیدا آیا چوں بمیریم و باشیم خاک و استخوانہا آیا ما

کھلا جادو ۶ کیا جب ہم مر جائیں گے اور ہم اور (ہماری) ہڈیاں مٹی ہو جائیں تو کیا ہم

لَمَبْعُوْثُوْنَ ۝۱۶ اَوَاٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ ۝۱۷ قُلْ نَعَمْ وَاَنْتُمْ دٰخِرُوْنَ ۝۱۸

بر انگیختگانیم آیا پدران ما پیشینان بگو البتہ و شما خوار باشید

اٹھائے جائیں گے ۷ کیا ہمارے اگلے باپ دادا بھی ۸ آپ فرما دیجئے: ہاں تم ذلیل ہو گے ۹

فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ فَاِذَا هُمْ يَنْظُرُوْنَ ۝۱۹ وَقَالُوْا يٰوَيْلَنَا

پس جز ایں نیست آں یک راندیست پس چوں می نگرند و گفتند اے وائے ما

پس اسکے سوا کچھ نہیں ہے کہ وہ تو ایک جھڑک ہے سو وہ فورا دیکھنے لگیں گے ۱۰ اور کہیں گے اے ہماری بربادی

۱ اس میں اختلاف ہے کہ جن شیاطین کو انگارا مارا جاتا کیا وہ زخمی ہو کر لوٹ جاتا ہے یا جل جاتا ہے؟ ایک قول یہ ہے کہ چڑھنے والے کو کبھی وہ شعلہ لگ جاتا ہے اور کبھی نہیں لگتا ہے جیسے موجیں کبھی کشتی میں بیٹھنے والے کو لگ جاتی ہیں کبھی کشتی سے ٹکرا کر لوٹ جاتی ہیں۔ اس سے شیاطین باز نہیں آتے۔ یہ نہیں کہا جا سکتا ہے کہ شیطان آگ کا بنا ہوا ہے اس لئے آگ اسے کیسے جلا سکتی ہے اس لئے کہ شیطان صرف آگ کا بنا ہوا نہیں ہے جس طرح انسان [کو خاکی کہا جاتا ہے لیکن] صرف مٹی کا بنا ہوا نہیں ہے۔ (بیضاوی)

۲ یعنی اے محمد ﷺ! دوبارہ اٹھائے جانے کے منکرین سے پوچھیے ان کی خلقت زیادہ سخت ہے یا آسمانوں اور زمین اور ان دونوں کے درمیان ملائکہ اور دیگر مخلوقات کی خلقت زیادہ سخت ہے۔ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّنْ طِيْنٍ لَّازِبٍ: طبری کہتے ہیں کہ مٹی کو لزوب کے ساتھ اس لئے متصف فرمایا کہ مٹی میں پانی کو بھی ملایا گیا اور اس طرح حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی' پانی' آگ اور ہوا سے پیدا کیا گیا۔ مٹی میں جب پانی ملا دیتے ہیں تو اس مٹی کو طین لازب کہتے ہیں۔ اس آیت کی غرض یہ ہے کہ انسان کو دوبارہ پیدا کرنے پر دلیل قائم ہو جائے کہ جو عدم سے وجود میں لایا ہے وہ فناء کے بعد دوبارہ وجود میں لانے پر بھی قادر ہے۔ (صفوۃ التفاسیر)

۳ ابوالسعود کہتے ہیں کہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے کے انکار پر اے محمد ﷺ آپ کو تعجب ہوا، اور یہ کفار آپ کے تعجب پر مذاق کرتے ہیں۔ (صفوۃ التفاسیر)

۴ یعنی جب انھیں قرآن سے نصیحت کی جائے اور اس قرآن سے ڈرایا جائے تو نصیحت قبول کرتے ہیں نہ اس میں غور و فکر کرتے ہیں۔ (صفوۃ التفاسیر) ۵ حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ جب وہ لوگ معجزہ دیکھتے [تو ہدایت حاصل کرنے کی بجائے] اس معجزہ کا تمسخر کرتے اور کہتے کہ یہ جادو ہے۔ (القرطبی) ۶ یعنی جب کسی شے سے اس معجزہ کا مقابلہ نہ کر سکتے اور عاجز ہو جاتے تو کہتے کہ یہ جادو ہے اور خیالی دھوکا ہے۔ (القرطبی) ۷ یعنی جب ہمارے جسم گل جائیں اور ہڈیاں مٹی میں مل جائیں تو کیا ہم پھر لوٹائے جائیں گے۔ (صفوۃ التفاسیر) ۸ ہمارے باپ دادا جو ہم سے پہلے گزر چکے ہیں کیا انھیں بھی بہت جلد اٹھایا جائے گا؟ زمخشری کہتے ہیں کہ کفار نے کہا کیا ہمارے باپ دادا بھی دوبارہ اٹھائے جائیں گے۔ یہ جملہ دوبارہ اٹھائے جانے کے انکار کے باب میں مبالغہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ سب ہم سے بہت مقدم ہیں ان کا دوبارہ اٹھایا جانا بہت دور کی بات ہے۔ (صفوۃ التفاسیر) ۹ یعنی دوبارہ اٹھائے جانے پر دلیل قطعی ہے۔ واضح رہے کہ اگر آپ ان آیات پر غور و فکر کریں تو یہ بات آپ پر احسن طریقے سے واضح ہوگی کہ اللہ تعالیٰ نے ان دلائل کو کس حسن و بخوبی سے بیان فرمایا ہے۔ دَاخِرُوْنَ: یعنی ذلیل ہونے والے۔ ایک مقام پر ارشاد ہے سُجَّدًا لِّلّٰهِ وَهُمْ دَاخِرُوْنَ یعنی اللہ کیلئے عجز و انکساری کے ساتھ سجدہ کرنے والے ہیں۔ (تفسیر کبیر) ۱۰ حضرت حسن فرماتے ہیں کہ یہاں زجر سے مراد نفخہ ثانیہ ہے اسے زجر اسلئے کہتے ہیں کہ اس نفخہ کا مقصد بھی زجر ہے یعنی تمام انسانوں کو اس طرح ہانک کر لے جایا جائیگا جس طرح اونٹ کو ہانک کر لے جایا جاتا ہے۔ (القرطبی)

هٰذَا يَوْمُ الدِّيْنِ ﴿٢٠﴾ هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ الَّذِيْ كُنْتُمْ

ایں ست روز جزا ایں ست روز فیصل کردن آنکه بودید شما

یہ ہے بدلے کا دن ۱ یہ ہے وہ فیصلہ کرنے کا دن جسے تم

بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿٢١﴾ اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَ اَزْوَاجَهُمْ وَمَا

بداں تکذیب میکردید بہم آرند آنانرا کہ ستم کردند و زنان ایشاں و

جھٹلاتے تھے ۲ جمع کرو ان لوگوں کو جنہوں نے ظلم کیا اور ان کی عورتوں کو اور

كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ ﴿٢٢﴾ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاهْدُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطِ

آنچہ بودند می پرستند بجز خدای پس راہ نمائید ایشانرا بسوے راہ

اسے جس کی یہ عبادت کرتے تھے ۳ اللہ کو چھوڑ کر پس ان سب کو راستہ دکھاؤ

الْجَحِيْمِ ﴿٢٣﴾ وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْـُٔوْلُوْنَ ﴿٢٤﴾ مَا لَكُمْ لَا تَنَاصَرُوْنَ ﴿٢٥﴾

دوزخ و باز دارند ایشانرا کہ ایشاں پرسیدہ شدگانند چہ بودید شما را کہ یاری دادہ نشدند

دوزخ کا ۴ اور انہیں روکو کہ ان سے پوچھا جائیگا ۵ تمہیں کیا ہوا کہ تم مدد نہیں کر رہے ہو ۶

بَلْ هُمُ الْيَوْمَ مُسْتَسْلِمُوْنَ ﴿٢٦﴾ وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ

بلکہ ایشاں امروز گردن نہادگانند و روی آمدند بعضے ایشان بر بعضے

بلکہ وہ سب آج گردن رکھنے والے ہونگے ۷ اور وہ سب ایک دوسرے کی جانب چہرہ کرینگے

يَّتَسَآءَلُوْنَ ﴿٢٧﴾ قَالُوْٓا اِنَّكُمْ كُنْتُمْ تَاْتُوْنَنَا عَنِ الْيَمِيْنِ ﴿٢٨﴾

می پرسند از یکدیگر گویند ہر آئنہ شما بودید در آمدید ما از راست

ایک دوسرے سے پوچھتے ہوئے ۸ کہیں گے تم ہمارے پاس داہنی طرف سے آتے تھے ۹

قَالُوْا بَلْ لَّمْ تَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿٢٩﴾ وَمَا كَانَ لَنَا عَلَيْكُمْ مِّنْ

گویند بلکہ نباشید مؤمنان و نبود ما را بر شما ہیچ از

(جواباً) کہیں گے بلکہ تم خود ہی ایمان لانے والے نہ تھے ۱۰ اور ہمارے لئے تم پر

۱ اپنے آپ پر ویل کہتے ہوئے یہ ندا کریں گے اس لئے کہ آج ان کیلئے جو سزا مختص کی جائیگی اسے جان جائیں گے۔(القرطبی)

۲ کہا گیا ہے کہ ان کے بعض بعض سے کہیں گے کہ یہ ہے وہ جسے ہم نے جھٹلایا' یہ بھی کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے یہ فرمائیگا لہذا یہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے' ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ ملائکہ کا قول ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آج فیصلہ کا دن ہے پس اللہ تعالیٰ اہل حق کو اہل باطل سے الگ کر دیگا۔ ارشاد ہوتا ہے۔ فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ ۔ ترجمہ: ایک فریق جنت میں ہوگا اور ایک فریق بھڑکتی آگ میں ہوگا۔(القرطبی)

۳ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ازواج کا ترجمہ اشباہ کیا یعنی ان جیسے' حضرت قتادہ اور کلبی کے نزدیک ازواج سے وہ لوگ مراد ہیں جن کے اعمال ان کے اعمال کی طرح ہوں' شرابی شرابیوں کے ساتھ اور سود خور سود خوروں کے ساتھ، حضرت ضحاک اس کا ترجمہ کرتے ہیں ان کے جوڑ کے شیاطین کو ان کے ساتھ جمع کرو' ہر کافر کو اس کے شیطان کے ساتھ ایک زنجیر میں باندھ دو' حضرت حسن نے ازواج کا ترجمہ کیا ہے ان کی مشرک بیویاں [حضرت مخدوم پاک علیہ الرحمہ نے بھی یہی ترجمہ کیا ہے] (مظہری)

۴ جب یہ لوگ دنیا میں صراط مستقیم کی جانب نہیں گئے تو ان کو صراطِ جحیم کی جانب لے جاؤ۔(صفوۃ التفاسیر)

۵ اہل تفسیر نے لکھا ہے کہ جب کافروں کو دوزخ کی طرف ہنکا کر لے جایا جائیگا تو پل صراط کے پاس اللہ تعالیٰ فرمائیگا ان کو یہیں روک دو کیونکہ ان سے باز پرس کی جائیگی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ایک قول کے مطابق کافروں سے ان کے تمام افعال و اقوال کی باز پرس کی جائیگی' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے دوسرے قول کے مطابق لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی باز پرس ہوگی۔ حضرت ابو برزہ سلمی ﷺ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کسی بندے کے قدم پل صراط کو نہیں چھوڑیں گے جب تک اس سے چار باتوں کی پُرسش نہیں کر لی جائیگی (۱) عمر کس کام میں گذاری (۲) جسم کو کس کام میں لگا کر کمزور کیا (۳) علم کے بعد کیا عمل کیا (۴) مال کہاں سے کمایا اور کس راستے پر صرف کیا۔ حضرت ابودرداء ﷺ فرماتے ہیں کہ مجھے سب سے زیادہ خوف اس بات کا ہے کہ جب حساب ہوگا تو مجھ سے کہا جائیگا تو جانتا تھا پھر تو نے عمل کیا کیا؟ (مظہری) ۶ یعنی از روئے استہزاء ان سے کہا جائیگا کہ تمہیں کیا ہوا کہ اللہ کا عذاب ہٹانے کیلئے ایک دوسرے کی مدد نہیں کر رہے ہو' یہ بھی کہا گیا ہے کہ بدر کے روز ابو جہل کے قول کی جانب اشارہ ہے۔(القرطبی) ۷ حضرت ابوقتادہ کہتے ہیں کہ وہ سب اللہ تعالیٰ کے عذاب میں گردن رکھنے والے ہونگے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ وہ سب ذلیل وخوار ہونگے۔(القرطبی) ۸ یعنی سردارانِ قوم اور ان کے پیروکار ایک دوسرے کو دیکھ کر ملامت کر رہے ہونگے اور جھگڑ رہے ہونگے۔(صفوۃ التفاسیر) ۹ طبری اس کا مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ تم سب دین اور حق کی جانب سے ہمارے پاس آتے تھے اور دھوکا دیتے تھے' ایک مطلب یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ وہ سب ہمارے پاس وسوسہ کے راستے سے آتے تھے۔(صفوۃ التفاسیر) ۱۰ ابن کثیر کہتے ہیں کہ سردارانِ قوم جواباً کہیں گے کہ معاملہ ایسا نہیں ہے جیسا تم گمان کر رہے ہو بلکہ تمہارے دل خود ایمان سے انکار کرتے تھے اور کفر و معصیت کو قبول کرتے تھے۔(صفوۃ التفاسیر)

سُلْطٰنٍ ۚ بَلْ كُنْتُمْ قَوْمًا طٰغِيْنَ ﴿۳۰﴾ فَحَقَّ عَلَيْنَا قَوْلُ رَبِّنَآ ۖ

حجتی بلکہ شما گروہی از حد گذرندگان پس واجب شد بر ما سخن پروردگار

غلبہ نہ تھا' بلکہ تم حد سے گذرنے والے لوگ تھے ۱ پس ہمارے رب کا کلام ہم پر واجب ہوا

اِنَّا لَذَآئِقُوْنَ ﴿۳۱﴾ فَاَغْوَيْنٰكُمْ اِنَّا كُنَّا غٰوِيْنَ ﴿۳۲﴾ فَاِنَّهُمْ يَوْمَئِذٍ

ہر آئنہ ما چشندگانیم پس گمراہ کردیم شما را ہر آئنہ ما بودیم گمراہان پس ایشاں آنروز

بیشک ہم ضرور چکھنے والے ہونگے ۲ پس ہم نے تمہیں گمراہ کیا بیشک ہم گمراہوں میں سے تھے ۳ پس وہ سب

فِى الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ ﴿۳۳﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ ﴿۳۴﴾

در عذاب انبازان ہر آئنہ ما اینچنیں بکنیم بمجرمان

آج کے روز کے عذاب میں ساجھی ہیں ۴ بیشک ہم مجرموں کے ساتھ ایسا ہی کریں گے ۵

اِنَّهُمْ كَانُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ۙ يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَ

ایشاں بودند چوں گفتہ شد ایشانرا نیست خدای مگر خدای تکبر میکردند و

بیشک جب ان سے کہا جاتا نہیں ہے خدا اللہ کے سوا' تو تکبر کرتے تھے ۶ اور

يَقُوْلُوْنَ اَئِنَّا لَتَارِكُوْٓا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ ﴿۳۶﴾ بَلْ

میگویند آیا ما ترک کنندگانیم خدایان ما برائے شاعرے دیوانہ بلکہ

کہتے کیا ہم دیوانہ شاعر کی وجہ سے اپنے خداؤں کو چھوڑ دیں ۷ بلکہ

جَآءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۳۷﴾ اِنَّكُمْ لَذَآئِقُوا

آمد براستی و راست کردند پیغمبرانرا ہر آئنہ شما چشندگانید

وہ حق لے کر آئے اور رسولوں کی تصدیق کی ۸ بیشک تم چکھنے والے ہو

الْعَذَابِ الْاَلِيْمِ ﴿۳۸﴾ وَمَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۳۹﴾ اِلَّا

عذاب سخت و پاداش دادہ نشوید مگر آنچہ بودید میکردید مگر

سخت عذاب ۹ اور تمہیں بدلا نہ دیا جائیگا مگر وہی جو تم کرتے تھے ۱۰ مگر

تفسیر اظہار العرفان

۱ سردارانِ قوم کا اپنے پیروکاروں کیلئے یہ دوسرا جواب ہو گا کہ ہمیں کوئی ایسی قدرت حاصل نہ تھی کہ جس کے ذریعے ہم تم پر قہر اور جبر کر کے تمہیں ایمان سے پھیر دیتے تیسرا جواب بھی اسی آیت میں مذکور ہے کہ تم خود اللہ کی معصیت میں کھوئے ہوئے تھے۔ (تفسیر کبیر)

۲ یہ چوتھا جواب ہوگا مطلب یہ ہے کہ جب ہمارے رب نے وقوعِ عذاب کے بارے میں ہمیں بتایا اب اگر عذاب واقع نہ ہوگا تو خبر باطل ہوگی اور اگر عذاب واقع ہوگا تو خبر حق ہوگی اس لئے اللہ تعالیٰ کی خبر لامحالہ ہو کر رہے گی۔ حضرت مقاتل کہتے ہیں کہ فَحَقَّ عَلَيْنَا قَوْلُ رَبِّنَا سے اللہ تعالیٰ کے اس قول کی جانب اشارہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے ابلیس سے کہا تھا کہ "میں ضرور تم سے اور تمہارے پیروکاروں سے جہنم کو بھر دونگا"۔ (تفسیر کبیر)

۳ یہ پانچواں جواب ہوگا جس کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے تمہیں گمراہی کی جانب اس لئے بلایا کہ ہم خود گمراہی کی صفت سے موصوف تھے۔ اس میں ایک لطیف نکتہ ہے کہ اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ ہم نے تمہیں اغواء کر کے گمراہ کیا پس ہمیں بھی تو تم نے اغواء ہو کر گمراہ کیا۔ (تفسیر کبیر)

۴ پس وہ لوگ قیامت کے روز عذاب میں شریک ہونگے جس طرح دنیا میں گمراہی میں شریک تھے۔ ایک جگہ ارشاد ہے وَلَنْ يَّنْفَعَكُمُ الْيَوْمَ اِذْ ظَّلَمْتُمْ اَنَّكُمْ فِى الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ۔ ترجمہ: "اور ہرگز آج تمہیں نفع نہ دیگا جب تم نے ظلم کیا بیشک تم سب عذاب میں شریک ہو گے۔ (صفوۃ التفاسیر)

۵ یعنی اس فعل کی طرح ہم اشقیاء کے ساتھ کرتے ہیں۔ (صفوۃ التفاسیر)

۶ یعنی دعوت اور تلقین کے طور پر جب ان سے کہا جاتا ہے کہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہو تو تکبر کرتے ہوئے اس نصیحت کو قبول نہیں کرتے ہیں۔ واضح رہے کہ قرآن کریم میں لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دو مقامات میں ہے (۱) اسی آیت میں (۲) سورہ قتال یعنی سورہ محمد کی اس آیت میں فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔ (روح البیان) ۷ یعنی ایسا شخص جس کی عقل شاعر کے قول سے مغلوب ہو۔ ان لوگوں نے اس معاملہ میں بھی کذب سے کام لیا اس لئے کہ انھیں خوب معلوم تھا کہ آپ ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ عقل والے' دیکھنے میں سب سے زیادہ حسین' قول میں سب سے زیادہ سخت ہیں اور آپ کے فضائل وکمالات بھی مشہور تھے۔ (روح البیان) ۸ یعنی معاملہ ایسا نہیں ہے جیسا یہ لوگ کہتے تھے بلکہ محمد ﷺ حق یعنی توحید لے کر آئے اور آپ سے پہلے جتنے رسول تشریف لائے ان سب کی آپ تصدیق فرماتے ہیں۔ ایک مجنون شخص ایسا نہیں کر سکتا ہے۔ (روح البیان) ۹ مشرکین نے رسولوں کی تکذیب اور تکبر وغیرہ جو کچھ بھی انھوں نے کیا اس کا مزہ انھیں چکھنا پڑیگا۔ (روح البیان) ۱۰ یعنی جو گناہ تم کرتے تھے اس کا تمہیں بدلا دیا جائیگا [ان تمام آیات کی تفہیم کے بعد] عاقل کو چاہیئے کہ وہ قیامت کے دن سے ڈرے اور اس ڈر کے سبب انکار سے اقرار' شک سے یقین' تکبر سے تواضع' باطل سے حق' فانی سے باقی' شرک سے توحید اور ریاء سے اخلاص کی جانب منتقل ہو جائے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مؤمن کی علامت کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: چار علامات ہیں (۱) جو اپنے دل کو تکبر اور عداوت سے پاک کرے (۲) اپنی زبان کو جھوٹ اور غیبت سے پاک کرے (۳) اپنے دل کو ریاکاری اور دکھلاوے سے پاک کرے (۴) اپنے پیٹ کو حرام اور شبہ والی چیزوں سے پاک کرے۔ سب سے بڑا تکبر لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ سے منہ پھیرنا ہے۔ (روح البیان)

عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ۝۴۰ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ رِزْقٌ مَّعْلُوْمٌ ۝۴۱

بندگان خدای پاک کرده شده آنگروه ایشانراست روزی دانسته شده

اللہ کے بندے پاک کئے ہوئے ۱ اس گروہ کیلئے معلوم روزی ہے ۲

فَوَاكِهُ ۚ وَهُمْ مُّكْرَمُوْنَ ۝۴۲ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ۝۴۳ عَلٰى سُرُرٍ

پس آن میوه و ایشاں نواختگانند در بوستانها با نعمت بر تختها

وہ میوے' اور وہ سب نوازے جائیں گے ۳ نعمت کے باغوں میں ۴ تختوں پر

مُّتَقٰبِلِيْنَ ۝۴۴ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِكَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ ۝۴۵ بَيْضَآءَ

رو بروے یکدیگر گردانیده میشود بر ایشاں جامها از خمر سفید

ایک دوسرے کے رو برو ہونگے ۵ دور چلایا جائیگا ان پر سفید شراب کے جاموں کا ۶

لَذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ۝۴۶ لَا فِيْهَا غَوْلٌ وَّلَا هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُوْنَ ۝۴۷

بالذت مر آشامندگانرا نیست دراں کشاده و نه ایشاں ازاں مست شوند

پینے والوں کیلئے لذت والی ۷ نہ اس میں نشہ ہے اور نہ اس کے پینے کے سبب (عقل) جائیگی ۸

وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ عِيْنٌ ۝۴۸ كَاَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَّكْنُوْنٌ ۝۴۹

و نزدیک ایشاں کنیزان فرو داشته چشم گویا ایشاں بیضا پوشیده اند

اور ان کے پاس نیچی نگاہوں والی (حسین) آنکھ والی کنیزیں ہونگیں ۹ گویا کہ وہ آنکھیں چھپے ہوئے انڈہ ہیں ۱۰

فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ۝۵۰ قَالَ قَآئِلٌ

پس روی آرند بعضے ایشاں بر بعضے می پرسند گفت گوینده

پس ایک دوسرے کی طرف پوچھتے ہوئے چہرہ کرینگے ۱۱ کہنے والے نے کہا

مِّنْهُمْ اِنِّيْ كَانَ لِيْ قَرِيْنٌ ۝۵۱ يَّقُوْلُ اَئِنَّكَ لَمِنَ الْمُصَدِّقِيْنَ ۝۵۲

از ایشاں ہر آئنہ ہست مرا یاری می گفت آیا تو از باور دارندگانی

ان میں سے بیشک میرے لئے ایک دوست تھا ۱۲ کہتا کیا تو تصدیق کرنے والوں میں سے تھا ۱۳

تفسیر اظہار العرفان

۱ یعنی وہ لوگ جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت' اپنے دین اور اپنی ولایت کیلئے چن لیا' مطلب یہ ہے کہ اے مجرمو! تم عذاب چکھو گے لیکن اللہ کے جو مخلص بندے ہیں وہ عذاب کا مزہ نہیں چکھیں گے۔(القرطبی)

۲ معلوم رزق مخلصین بندوں کو دیا جائیگا جو کبھی ختم نہیں ہو گا' حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ رزق معلوم سے جنت مراد ہے' ان کے علاوہ کا کہنا ہے کہ اس سے جنت کا رزق مراد ہے' یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے وہ میوے مراد ہیں جس کا ذکر کیا گیا' حضرت مقاتل کہتے ہیں کہ جب وہ انکی خواہش کرینگے تو انھیں پیش کر دیا جائیگا۔(القرطبی)

۳ فواکہ کو ذکر میں خاص اس لئے کیا گیا کہ ہر وہ چیز جو جنت میں کھائی جائیگی وہ صرف لذت اور میوہ کے طور پر ہو گی۔(صفوۃ التفاسیر)

۴ یعنی ایسے باغات جن میں نعمت ہی نعمت ہو۔(صفوۃ التفاسیر)

۵ حضرت عکرمہ اور حضرت مجاہد کہتے کہ ہم ایک دوسرے کی گردن کی گدی کی جانب نہیں دیکھیں گے اس لئے کہ سب ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہونگے۔ کہا گیا ہے کہ وہ سب ایسے تخت کے آمنے سامنے ہونگے جو ہر جانب گھوم سکتا ہوگا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ وہ تخت یاقوت اور زبرجد کا بنا ہوا ہوگا۔(القرطبی)

۶ کأس شراب یا وہ برتن جس میں شراب موجود ہو۔ اخفش کا کہنا ہے کہ قرآن کریم میں جس جگہ بھی لفظ کَاْسٌ آیا ہے اس سے مراد شراب ہے۔ معین' نہروں میں بہتی ہوئی شراب جو آنکھوں سے نظر آئیگی، یا چشموں سے نکلتی ہوئی شراب۔ معین' حقیقت میں پانی کی صفت ہوتی ہے چونکہ جنت کی شراب بھی پانی کی طرح رواں ہوگی اس لئے اس کو معین فرمایا' یا اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ اہل جنت کو جو چیز پینے کیلئے ملے گی اس میں ہر قسم کے شربت کی لذت ہوگی۔(مظہری) ۷ حضرت حسن کہتے ہیں کہ جنت کی شراب دودھ سے زیادہ سفید ہوگی۔ یہ شراب' پینے والوں کو خوب لذت بخشے گی۔(صفوۃ التفاسیر) ۸ یعنی اس شراب میں نشہ نہیں ہوگا جس سے عقلیں زائل ہو جائیں اور فساد کرنے لگیں، اور نہ ہی سر میں درد ہوگا جس طرح کہ دنیوی شراب پینے کی وجہ سے ہوا کرتا ہے۔ ابن کثیر کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جنت کی شراب کو ان تمام آفات سے پاک رکھا ہے جو دنیا کی شراب میں ہوتی ہیں مثلاً سر درد' پیٹ میں تکلیف' عقل کا زائل ہو جانا [وغیرہ] پس جنت کی شراب کا ذائقہ پاکیزہ ہوگا۔۔(صفوۃ التفاسیر) ۹ یعنی حور العین جو پاکیزہ ہونگیں ان سب کی نظریں ان کے اپنے شوہروں کی جانب ہونگیں' اپنے شوہروں کے علاوہ کسی اور کی جانب حیاء اور عفت کے پیش نظر نہیں ہوں گی۔(صفوۃ التفاسیر) ۱۰ حضرت حسن اور ابن زید کہتے ہیں کہ ان کی آنکھیں شتر مرغ کے انڈوں کے مشابہ ہونگیں۔ شتر مرغ اپنے آپکو پَروں سے ہوا اور گرد وغبار سے بچاتا ہے ان عورتوں کی آنکھیں زردی میں سفید ہونگیں اور یہ عورتوں میں سب سے خوبصورت رنگ ہے۔(القرطبی) ۱۱ یعنی وہ سب ایک دوسرے سے بیٹھ کر اسی طرح بات چیت کریں گے جس طرح دنیا میں کیا کرتے تھے۔ اس طرح بیٹھ کر بات کرنا کامل میل جل کی علامت ہوتی ہے۔(القرطبی) ۱۲ یعنی آمنے سامنے بیٹھ کر جب اہل جنت گفتگو کر رہے ہونگے تو اسی گفتگو کے دوران ایک کہنے والا کہے گا کہ دنیا میں میرا ایک دوست تھا۔(بیضاوی) ۱۳ وہ میرا دوست مجھ سے تعجبانہ انداز میں کہتا تھا کہ کیا تم مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے اور قیامت پر ایمان رکھتے ہو؟(صفوۃ التفاسیر)

ءَ اِذَا مِتۡنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَ اِنَّا لَمَدِيۡنُوۡنَ ﴿۵۳﴾ قَالَ هَلۡ

آیا چوں بمیریم و بودیم خاک و استخوانہا آیا ما پاداش دادگان باشیم گفت آیا

کیا جب ہم مر جائیں اور ہم اور (ہماری) ہڈیاں مٹی ہو جائیں تو کیا ہمیں بدلا دیا جائیگا ۱ کہا کیا

اَنۡتُمۡ مُّطَّلِعُوۡنَ ﴿۵۴﴾ فَاطَّلَعَ فَرَاٰهُ فِىۡ سَوَآءِ الۡجَحِيۡمِ ﴿۵۵﴾ قَالَ

شما دیده در آیند پس خود نگرد پس به بیند او را درمیان دوزخ گفت

تم سب جھانک کر دیکھنے والے ہو ۲ سو وہ جھانکے گا تو اسے دوزخ کے درمیان دیکھے گا ۳ کہا

تَاللّٰهِ اِنۡ كِدۡتَّ لَـتُرۡدِيۡنِ ﴿۵۶﴾ وَلَوۡلَا نِعۡمَةُ رَبِّىۡ لَـكُنۡتُ

قسم بخدا ہر آئنہ نزدیک بودی ہلاک کردنے و اگر نہ نعمت پروردگار من البتہ بود من

اللہ کی قسم بیشک قریب تھا تو (مجھے) ہلاک کر دیتا ۴ اور اگر میرے رب کی نعمت نہ ہوتی تو ضرور میں

مِنَ الۡمُحۡضَرِيۡنَ ﴿۵۷﴾ اَفَمَا نَحۡنُ بِمَيِّتِيۡنَ ﴿۵۸﴾ اِلَّا مَوۡتَتَنَا الۡاُوۡلٰى

از حاضر کرده شدگان آیا نیستیم ما مردگان مگر مردن نخستین

حاضر کئے جانے والوں میں سے ہوتا ۵ کیا ہم مرنے والے نہیں ۶ مگر پہلی موت

وَمَا نَحۡنُ بِمُعَذَّبِيۡنَ ﴿۵۹﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِيۡمُ ﴿۶۰﴾

و نیستم ما عذاب کننده ہرآئنہ ایں آنست رستگاری بزرگ

اور ہمیں عذاب نہ کیا جائیگا ۷ بیشک یہی ہے وہ جو بڑی کامیابی ہے ۸

لِمِثۡلِ هٰذَا فَلۡيَعۡمَلِ الۡعٰمِلُوۡنَ ﴿۶۱﴾ اَذٰ لِكَ خَيۡرٌ نُّزُلًا اَمۡ

مانند ایں پس باید کہ عمل کنندگان آیا ایں بہتر است از نزلہا یا

اسی مثل کیلئے چاہیئے کہ عمل کرنے والے عمل کریں ۹ کیا یہ مہمانی بہتر ہے یا

شَجَرَةُ الزَّقُّوۡمِ ﴿۶۲﴾ اِنَّا جَعَلۡنٰهَا فِتۡنَةً لِّلظّٰلِمِيۡنَ ﴿۶۳﴾ اِنَّهَا

درخت زقوم است ہر آئنہ ما گردانیم آنرا آزمایش برائے ستمگاران ہر آئنہ آں

زقوم کا درخت (بہتر) ہے ۱۰ بیشک ہم نے اسے ظالموں کیلئے امتحان کیا ۱۱ بیشک وہ

تفسیر اظہار العرفان

۱ یعنی کیا جب ہم مر جائیں، ہمارے گوشت ذرات میں مل جائیں اور ہماری ہڈیاں گل جائیں تو کیا ہمارا محاسبہ ہوگا؟ اور ہمیں ہمارے اعمال کا بدلا دیا جائیگا؟ انھوں نے یہ جملہ تعجب کے طور پر کہا اور اس سے مقصود انکار تھا۔ (صفوة التفاسیر)

۲ کہا گیا ہے کہ یہ ملائکہ کا قول ہے اہل جنت سے کہیں گے کیا تم جہنم کی جانب دیکھنا پسند کرو گے تا کہ تم اپنے ساتھی کا حال دیکھ سکو، یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ مؤمن کا قول ہے۔ (القرطبی)

۳ واضح رہے کہ جنت کی کھڑکیوں میں سے اہل جنت اہل نار کی حالتِ زار کو دیکھیں گے۔ حضرت ابن مبارک کہتے ہیں کہ بیشک جنت اور جہنم کے درمیان کھڑکی ہوگی پس مؤمن جب اسے دیکھنے کا ارادہ کریگا جو دنیا میں اس کے دشمن تھے تو ان ہی کھڑکیوں سے دیکھیں گے۔ یہی اس آیت میں مذکور ہے۔ (القرطبی)

۴ یعنی مؤمن ان سے خطاب کر کے فرمائیگا کہ اللہ کی قسم! میں بھی تمہارے ساتھ ہلاکت کے قریب پہنچ چکا ہوتا اگر میرے ساتھ رب کا کرم نہ ہوتا۔ (صفوة التفاسیر)

۵ اگر مجھے ایمان پر ثابت قدمی کی توفیق نہ دیتا تو میں بھی تمہارے ساتھ جہنم میں حاضر ہوتا اور مجھے بھی عذاب دیا جاتا۔ (صفوة التفاسیر)

۶ پھر مؤمن ان سے استہزاء کے طور پر کہے گا جیسے یہ لوگ دنیا میں مسلمانوں سے استہزاء کرتے تھے یعنی کیا تم سے اب بھی یہ اعتقاد زائل نہیں ہوگا کہ ہمیں مرنے کے بعد دوبارہ نہیں اٹھایا جائیگا اور ہم صرف ایک ہی مرتبہ مریں گے۔ (صفوة التفاسیر)

۷ اہل جنت اپنے جہنمی ساتھی سے جو بات کہیں گے یہ جملہ اس کا آخری حصہ ہے اور اس کلام سے اس کو توبیخ کرنی مقصود ہے، یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جنت میں اس کلام کے مخاطب اس کے جنتی ساتھی ہوں اس صورت میں اللہ تعالیٰ کی نعمت کا ذکر اور اس پر تعجب کا اظہار اور دوزخی ساتھی پر طنز اس کلام کا مقصود ہوگا۔ بعض اہل تفسیر کا قول ہے کہ جب موت کو ذبح کر دیا جائیگا تو اہل جنت بطور بشارت ومسرت ملائکہ سے کہیں گے کیا ہم کو پھر کبھی مرنا ہوگا؟ فرشتے کہیں گے نہیں۔ اس پر جنتی کہیں گے [جو اگلی آیت میں ہے] (مظہری) ۸ یعنی مؤمن جنت کی نعمتوں کی جانب اشارہ کر کے یہ جملہ کہے گا جو آیت میں ہے۔ (القرطبی) ۹ اس میں یہ احتمال ہے کہ یہ مؤمن کا کلام ہوگا۔ مؤمن جب ان نعمتوں کو دیکھے گا جسے اللہ تعالیٰ نے جنت میں اس کیلئے تیار کر رکھی ہیں تو یہ جملہ کہے گا۔ یہ بھی احتمال ہے کہ یہ ملائکہ کا قول ہو یا اللہ تعالیٰ کا فرمان ہو۔ (القرطبی) ۱۰ شجر زقوم اہل جہنم کا کھانا ہے، زقوم ایک نہایت بد بودار، بدمزہ، مکروہ شکل کا درخت ہے دوزخیوں کو مجبور کر کے کھلایا جائیگا انتہائی کراہتِ طبع کے باوجود وہ زقوم کھانے پر مجبور ہونگے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر زقوم کا ایک قطرہ دنیا کے سمندروں میں ٹپکا دیا جائے تو باشندگان زمین کی ساری معاش بگڑ جائے اس سے اندازہ کرو کہ جس کا کھانا زقوم ہو اس کی بدمزگی، کراہت طبع اور ناگواری کی کیا حالت ہوگی۔ عبداللہ بن احمد کا بیان ہے کہ زقوم میں سے آدمی جتنا نوچے گا زقوم اس آدمی کا بھی اتنا ہی گوشت نوچے گا۔ (مظہری) ۱۱ فتنہ سے مراد دنیا میں آزمائش اور آخرت میں عذاب وتکلیف۔ ابن زبعری نے سرداران قریش سے کہا تھا کہ محمد ﷺ ہم کو زقوم سے ڈراتے ہیں حالانکہ ہماری زبان میں زقوم کا معنی مکھن اور کھجور ہے۔ ابو جہل نے ابن زبعری کو اپنے گھر لا کر باندی سے کہا کہ زقوم لاؤ تو باندی مکھن اور کھجور لے آئی ابو جہل نے کہا یہ یہی ہے وہ زقوم جس سے محمد ﷺ تم کو ڈراتے ہیں۔ (مظہری)

شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِيْٓ اَصْلِ الْجَحِيْمِ ﴿۶۴﴾ طَلْعُهَا كَاَنَّهٗ رُءُوْسُ

درخت بیرواں آید در قعر دوزخ خوشۂ آں درخت گویا سرہاء

ایک درخت ہے کہ جہنم کی تہہ سے نکلتا ہے ۱ اس درخت کا خوشہ گویا کہ شیطانوں کے

الشَّيٰطِيْنِ ﴿۶۵﴾ فَاِنَّهُمْ لَاٰكِلُوْنَ مِنْهَا فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ﴿۶۶﴾

دیوانست پس ایشاں خورانده اند ازاں پس پُر کننده اند از آب گرم

سر ہیں ۲ پس وہ سب اس سے کھانے والے ہیں پس اس سے پیٹ بھرنے والے ہیں ۳

ثُمَّ اِنَّ لَهُمْ عَلَيْهَا لَشَوْبًا مِّنْ حَمِيْمٍ ﴿۶۷﴾ ثُمَّ اِنَّ مَرْجِعَهُمْ لَاۡاِلَى

پس ہر آئنہ ایشانرا براں خوردن از آب گرم پس ہر آئنہ باز گشت ایشاں بنسبت

پھر بیشک ان کیلئے اس کھانے پر گرم پانی ہے ۴ پھر بیشک ان کا لوٹنا

الْجَحِيْمِ ﴿۶۸﴾ اِنَّهُمْ اَلْفَوْا اٰبَآءَهُمْ ضَآلِّيْنَ ﴿۶۹﴾ فَهُمْ عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ

دوزخ ہر آئنہ ایشاں یافتند پدران خود را گمراہان پس ایشاں بر آثار ایشاں

دوزخ کی جانب ہے ۵ بیشک انھوں نے اپنے باپ دادا کو گمراہ پایا ۶ پس وہ سب ان کے آثار پر

يُهْرَعُوْنَ ﴿۷۰﴾ وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلَهُمْ اَكْثَرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۷۱﴾ وَ

می شناسند و ہر آئنہ گمراہ شد پیش از ایشاں اکثر پیشینان و

دوڑے جاتے ہیں ۷ اور بیشک ان سے پہلے اولین کے اکثر گمراہ ہوئے ۸ اور

لَقَدْ اَرْسَلْنَا فِيْهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ﴿۷۲﴾ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ

ہر آئنہ فرستادیم ما در ایشاں بیم کنندگان پس بنگر چگونہ بود

بیشک ہم نے ان میں ڈرانے والے بھیجے ۹ پس دیکھو کیسا

عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿۷۳﴾ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۷۴﴾ وَلَقَدْ

سرا نجام بیم کرد شدگان مگر بندگان خدای خالص کرده و ہر آئنہ

انجام ہوا ڈرائے ہوئے کا ۱۰ مگر اللہ کے بندے خالص کئے ہوئے ۱۱ اور بیشک

تفسیر اظہار العرفان

۱ یعنی جہنم کے گڑھے سے یہ درخت اُگے گا اور اس میں پھیل جائے گا۔ (صفوۃ التفاسیر)

۲ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ شیاطین سے مراد شیاطین جن ہی ہیں۔ بدصورتی میں زقوم کے پھلوں کو شیاطین کے سروں سے تشبیہ دی گئی ہے کسی چیز کی انتہائی برائی ظاہر کرنے کیلئے اس کو شیطان کہا جاتا ہے۔ شیاطین [اصلی شکل میں] اگرچہ نظر نہیں آتے لیکن دماغ میں ان کی مفروضہ صورتوں کا تصور بری شکلوں میں کیا جاتا ہے۔ بعض کے نزدیک شیاطین سے مراد ہیں وہ بدصورت کریہہ النظر سانپ جن کے سروں پر بال ہوتے ہیں شاید اسی کراہت شکل اور ہیبت ناک صورت کی وجہ سے ان کو شیاطین کہا جاتا ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ صحراء میں ایک نہایت بدنما تلخ بدبودار درخت ہوتا ہے جس کو عرب رؤس الشیاطین کہتے ہیں۔ (مظہری)

۳ اس درخت سے کھانے کی وجہ دو ہوسکتی ہیں (۱) جب انھیں بہت زیادہ بھوک لگے گی تو وہ لوگ اس درخت سے کھانے پر مجبور ہونگے (۲) فرشتے انھیں زبردستی اس درخت سے کھانے پر مجبور کریں گے تاکہ انھیں کھلا کر عذاب کی تکمیل کی جائے۔ (تفسیر کبیر)

۴ جاننا چاہیئے کہ جب اہل نار اس درخت سے پیٹ بھر کر کھالیں گے تو پھر انھیں سخت پیاس لگے گی اور پانی کی حاجت محسوس کرینگے۔ اللہ تعالیٰ اس آیت کریمہ میں ان کے پانی کے وصف کو بیان فرمارہا ہے۔ (تفسیر کبیر)

۵ کہا گیا ہے کہ یہ آیت دلالت کررہی ہے کہ وہ لوگ جب جہنم کے علاوہ کے عذاب میں زقوم کھائیں گے اور پھر گرم پانی پینے کو ملے گا تو اس کے بعد انھیں جہنم کی جانب لوٹا دیا جائیگا۔ حضرت مقاتل کہتے ہیں کہ حمیم جحیم سے باہر ہے پس جب وہ لوگ حمیم پینے آئیں گے تو پینے کے بعد انھیں پھر جحیم کی جانب لوٹا دیا جائیگا۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِىْ يُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُوْنَ. يَطُوْفُوْنَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ حَمِيْمٍ اٰنٍ۔ ترجمہ: ”یہ ہے وہ جہنم جسے مجرم جھٹلاتے ہیں پھیرے کریں گے اس میں اور انتہا جلتے کھولتے پانی میں“۔ (القرطبی) ۶ یعنی انھوں نے اپنے باپ دادا کو گمراہی پر پایا اور ان کی پیروی کی۔ (صفوۃ التفاسیر) ۷ پس یہ لوگ بغیر دلیل کے ان کے قدم بہ قدم پیروکار ہوئے اور ان کے پیچھے دوڑنے لگے۔ (صفوۃ التفاسیر) ۸ اب یہاں سے اللہ تعالیٰ ان باتوں کو ذکر فرمارہا ہے جو رسول اللہ ﷺ کیلئے تسلی کا سبب ہیں۔ (تفسیر کبیر) ۹ یعنی ان میں شان وعظمت والے انبیاء کو مبعوث کیا۔ (روح البیان) ۱۰ جن لوگوں کو ڈرایا گیا لیکن وہ لوگ پھر بھی باز نہ آئے تو ان کا انجام کیسا ہوا؟ (روح البیان) ۱۱ یعنی جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے انبیاء کے پیغام کو قبول کیا اور اچھے عمل کئے انھیں اللہ تعالیٰ نے عذاب سے نجات دی۔ واضح رہے کہ اس آیت کریمہ میں بھی اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ کو تسلی دے رہا ہے اس اعتبار سے کہ آپ سے پہلے بھی پہلی امتوں کے پاس بہت سارے رسول تشریف لائے۔ انھیں کفر اور اس کے انجام سے ڈرایا لیکن وہ سب باز نہ آئے اور اپنے کفر وگمراہی پر ڈٹے رہے اور رسولوں کو جھٹلاتے رہے یہ لوگ بھی اسی روش پر چل رہے ہیں اس لئے آپ کا کام صرف یہ ہے کہ آپ میرا پیغام ان تک پہنچادیجئے پھر اگر انکار کرتے ہیں تو آپ غم نہ کریں اس کی سزا ہمارے ذمے ہے۔ واسطی کہتے ہیں کہ عبودیت [بندگی] کا مدار چھ چیزوں پر ہے تعظیم، حیا، خوف، رجا، محبت اور ہیبت۔ (روح البیان)

نَادٰىنَا نُوْحٌ فَلَنِعْمَ الْمُجِيْبُوْنَ ﴿۷۵﴾ وَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ مِنَ

آواز داد ما نوح را پس نیک اجابت کنندگانیم و برہانیدیم او را و اہل او از

نوح نے ہمیں پکارا تو ہم کیا ہی اچھے قبول کرنے والے ہیں ۱ اور ہم نے انھیں اور ان کے اہل کو نجات دی

الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ﴿۷۶﴾ وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهٗ هُمُ الْبٰقِيْنَ ﴿۷۷﴾ وَتَرَكْنَا

اندوہ بزرگ و ساختیم ما فرزندان او را ایشاں باقیان و بگذاشتیم ما

بڑے غم سے ۲ اور ہم نے ان کے فرزندوں کو باقی رہنے والا بنایا ۳ اور ہم نے باقی رکھا

عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿۷۸﴾ سَلٰمٌ عَلٰى نُوْحٍ فِي الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۹﴾

برو در پیشینان سلام باد بر نوح در عالمیان

(انکے ذکر کو) ان کیلئے پیچھے آنے والے لوگوں میں ۴ عالمین میں نوح پر سلام ہو ۵

اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۸۰﴾ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۸۱﴾

ہر آئنہ ما اینچنیں جزا دہیم نیکوکاران را ہر آئنہ او از بندگان گرویدہ ما ست

بیشک ہم نیکوکاروں کو اسی طرح (بدلہ) دیتے ہیں ۶ بیشک وہ ہمارے گرویدہ بندوں میں سے ہے ۷

ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿۸۲﴾ وَاِنَّ مِنْ شِيْعَتِهٖ لَاِبْرٰهِيْمَ ﴿۸۳﴾ اِذْ

وقف لازم

باز غرق کردیم دیگرانرا و ہر آئنہ از پروان نوح ابراہیم است چوں

پھر ہم نے دوسروں کو غرق کردیا ۸ اور بیشک (اصول دین میں) نوح کی پیروی کرنے والوں میں سے ابراہیم ہیں ۹

جَآءَ رَبَّهٗ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ﴿۸۴﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَاذَا

آمد پروردگار او بدلے پاک چوں گفت مر پدر خود را و قوم او را چہ چیز

جب اپنے رب کے پاس سے پاک دل لیکر آئے ۱۰ جب کہا اپنے باپ سے اور اپنی قوم سے کس چیز کی

تَعْبُدُوْنَ ﴿۸۵﴾ اَئِفْكًا اٰلِهَةً دُوْنَ اللّٰهِ تُرِيْدُوْنَ ﴿۸۶﴾ فَمَا

می پرستید آیا از روے دروغ خدایان اند بجز خدای میخواہید پس چہ

تم سب پرستش کرتے ہو ۱۱ کیا ازروئے جھوٹ اللہ کے سوا اور خداؤں کو چاہتے ہو ۱۲ پس کیا

تفسیر اظہار العرفان

۱ یہاں سے اس سورت مبارکہ میں پہلا واقعہ بیان ہو رہا ہے اور وہ حضرت نوح علیہ السلام کا ہے۔ آپ نے یہ ندا کب کی اس کے بارے میں دو رائے ہیں (۱) طوفان میں جب لوگ غرق ہو رہے تھے اس وقت آپ نے اپنے رب کو پکارا۔ جمہور کے نزدیک یہ قول مشہور ہے (۲) حضرت نوح علیہ السلام جب قوم کو اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا رہے تھے اس وقت قوم نے آپ کو ستایا تو آپ نے اپنے رب کو مدد کیلئے پکارا۔(تفسیر کبیر)

۲ یعنی جو لوگ ایمان لا کر اپنے دین پر قائم تھے انھیں ہم نے نجات دی اور یہ سب تعداد میں ۸۰ تھے۔(القرطبی)

۳ یعنی نوح علیہ السلام کی قوم میں سے کسی کی نسل سوائے نوح علیہ السلام کے باقی نہیں رہی۔ حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس آیت کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ حام' سام اور یافث تین لڑکے باقی رہ گئے تھے۔ دوسری روایت میں آیا ہے کہ سام عرب کے جدِ اعلیٰ حام حبش کے جدِ اعلیٰ اور یافث روم کے جدِ اعلیٰ تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ کشتی سے اترنے کے بعد حضرت نوح علیہ السلام کے لڑکوں اور ان کی بیویوں کے علاوہ سب لوگ مر گئے۔ بظاہر قرآنی بیان سے دو باتیں سامنے آتی ہیں (۱) طوفانِ نوح سے سارے زمین کے باشندے ڈوب گئے صرف وہی لوگ محفوظ رہے جو حضرت نوح علیہ السلام پر ایمان لائے اور کشتی پر سوار ہو گئے (۲) پھر سوائے اولادِ نوح کے اور کسی مؤمن کی نسل باقی نہ رہی۔ قیامت تک جتنے آدمی ہونگے وہ سب حضرت نوح علیہ السلام کی نسل سے ہونگے [اسی بناء پر حضرت نوح علیہ السلام کو آدم ثانی کہتے ہیں] حضرت سعید بن مسیب فرماتے ہیں کہ حضرت نوح علیہ السلام کے تین بیٹے محفوظ رہے تھے سام' حام اور یافث۔ سام عرب' فارس اور روم کے جد اعلیٰ ہوئے، حام کی نسل میں سارے افریقن ہیں اور یافث کی اولاد میں ترک' خرز' یاجوج ماجوج اور وہاں کے یعنی ہند کے بلاد شرقیہ کے رہنے والے ہیں۔(مظہری) ۴ یعنی اچھی تعریف ہم نے قیامت تک آنے والی امت میں چھوڑی۔(صفوۃ التفاسیر) ۵ یہ سلام آنیوالے لوگوں کا مقولہ ہوگا جس کو اللہ تعالیٰ نے نقل فرما دیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آئندہ لوگ نوح کیلئے دعا کرینگے اور سلام بھیجیں گے اور یہ الفاظ کہیں گے۔ بعض علماء کے نزدیک یہ اللہ تعالیٰ ہی کا قول ہے اور اللہ ہی نے نوح علیہ السلام پر سلام بھیجا ہے آنے والے لوگوں کا مقولہ نقل نہیں کیا۔(مظہری) ۶ یعنی میرے بندوں میں جو نیکوکار ہوتا ہے ہم دنیا میں اس کے بعد اسکا اچھا ذکر رکھ کر بدلا دیتے ہیں۔(صفوۃ التفاسیر) ۷ یعنی آپ اللہ تعالیٰ کیلئے عبودیت میں مخلص تھے' کامل الایمان اور کامل الیقین تھے۔(صفوۃ التفاسیر) ۸ یعنی ہم نے ان لوگوں کو غرق کردیا جو ایمان نہیں لائے تھے اب ان کا نام اور ذکر تک باقی نہیں رہا۔(صفوۃ التفاسیر) ۹ یہاں سے اس سورت مبارکہ میں دوسرا واقعہ بیان ہو رہا ہے اور وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت نوح علیہ السلام کے اہل بیت اور ان کے دین پر تھے۔ واضح رہے کہ حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے درمیان دو ہزار چھ سو چھیالیس برس (۲۶۴۶) کا عرصہ تھا اور ان دونوں کے درمیان صرف دو نبی آئے یعنی حضرت ہود علیہ السلام اور حضرت صالح علیہ السلام۔(تفسیر کبیر) ۱۰ یعنی آپ رب کے پاس اخلاص کے ساتھ آئے۔(بیضاوی) ۱۱ یہ جملہ بتوں کی عبادت سے انکار کی صورت بتا رہا ہے۔(صفوۃ التفاسیر) ۱۲ کیا تم نے اللہ کے سوا اور خدا اپنی طرف سے بنالئے' یہ سراسر افترا ہے۔(صفوۃ التفاسیر)

ظَنُّكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۷﴾ فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُوْمِ ﴿۸۸﴾

گمان شما پروردگار عالمیان پس نگریست نگریستنے در ستارگان

گمان ہے تمہارا عالمین کے رب کے بارے میں ۱ پس آپ نے ایک نگاہ ستاروں کو دیکھا ۲

فَقَالَ اِنِّيْ سَقِيْمٌ ﴿۸۹﴾ فَتَوَلَّوْا عَنْهُ مُدْبِرِيْنَ ﴿۹۰﴾ فَرَاغَ اِلٰٓى

پس گفت کہ من بیمارم پس روگرداند از روی گردانیدگان پس پنہاں در آید

اور کہا کہ میں بیمار ہوں ۳ پس وہ سب ان سے منہ پھیر کر پھرنے والے ہو گئے ۴ پھر چھپ کر آئے

اٰلِهَتِهِمْ فَقَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۹۱﴾ مَا لَكُمْ لَا تَنْطِقُوْنَ ﴿۹۲﴾ فَرَاغَ

خدایان ایشاں پس گفت آیا نمی خورید چیست شما را کہ سخن نمی گوئید پس پنہاں در

ان کے خداؤں کے پاس اور کہا تم کیوں نہیں کھاتے ۵ تمہیں کیا ہوا کہ تم کلام نہیں کرتے ۶ پس چھپ کر

عَلَيْهِمْ ضَرْبًا بِالْيَمِيْنِ ﴿۹۳﴾ فَاَقْبَلُوْٓا اِلَيْهِ يَزِفُّوْنَ ﴿۹۴﴾ قَالَ

بر ایشاں بزد بتانرا زدنے بدست راست روی آوردند بسوے او شتاب میکردند گفت

ان بتوں پر سیدھے ہاتھ سے ضرب مارنے لگے ۷ پس وہ سب انکی جانب متوجہ ہوئے جلدی کرتے ہوئے ۸ فرمایا:

اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ ﴿۹۵﴾ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۶﴾

آیا می پرستید آنچہ می تراشید و خدای بیافرید شما را و آنچہ میکنید

کیا تم پوجتے ہو اسے جسے تم تراشتے ہو ۹ اور اللہ نے تمہیں پیدا کیا اور اسے جو تم کرتے ہو ۱۰

قَالُوا ابْنُوْا لَهٗ بُنْيَانًا فَاَلْقُوْهُ فِي الْجَحِيْمِ ﴿۹۷﴾ فَاَرَادُوْا بِهٖ

گفتند بنا کنید براے او بناے سوختن پس بیفگنند او را در آتش پس خواستند بآں

انھوں نے کہا: ان کیلئے جلانے کی جگہ بناؤ پھر انھیں آگ میں ڈال دو ۱۱ پس انھوں نے ان کیساتھ

كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَسْفَلِيْنَ ﴿۹۸﴾ وَقَالَ اِنِّيْ ذَاهِبٌ اِلٰى

مکرے پس کردیم ایشانرا زیر ترین و گفت ہر آئنہ من رونده ام بسوے

مکر کرنا چاہا تو ہم نے انھیں سب سے نیچے کر دیا ۱۲ اور کہا بیشک میں جانے والا ہوں

تفسیر اظہار العرفان

۱ اس میں دو احتمالات ہیں (۱) کیا تم گمان کرتے ہو کہ یہ جمادات معبودیت میں رب العالمین کے ساتھ شریک ہیں (۲) کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ رب العالمین ان اجسام کے جنس میں سے ہے کہ معبودیت میں تم ان سب کو برابر کر دو۔ (تفسیر کبیر)

۲ حضرت ابن زید اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ بادشاہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس ایک شخص کو بھیجا کہ کل ہمارا عید کا دن ہے اس لئے میلے میں ہمارے ساتھ آپ کو بھی چلنا ہے پس آپ نے طلوع ہونے والا ستارے کو دیکھ کر فرمایا یہ ستارہ میری بیماری کے ساتھ طلوع ہو رہا ہے۔ ان میں علم نجوم مستعمل تھا اس لئے انھوں نے آپ کی بات مان لی۔ (القرطبی) واضح رہے کہ عالم کے حوادث کو ستاروں کے طلوع اور غروب اور رفتار کی طرف نسبت کی جائے تو علم نجوم کی طرف غور کرنا بھی حرام ہے لیکن اگر اللہ تعالیٰ کو سارے حوادث کا فاعلِ حقیقی قرار دیا جائے اور سب کی نسبت تخلیقی اللہ تعالیٰ کی طرف کی جائے اور ستاروں کی رفتار کو حوادث کی علامات ونشانات کا درجہ دیا جائے اور یوں سمجھا جائے کہ اللہ تعالیٰ جب کوئی حادثہ پیدا کرتا ہے تو اس کا قاعدہ ہے کہ حادثہ کی یہ علامات اور نشانی پیدا کر دیتا ہے تو ایسا عقیدہ رکھنے میں کوئی گناہ نہیں جیسے دوا پینے اور کھانے کی صورت میں اللہ تعالیٰ شفا پیدا کر دیتا ہے اور زہر کھانے پر موت کو پیدا کر دیتا ہے اور انسان اگر کسی کام کا پختہ ارادہ کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ فعل کو پیدا کر دیتا ہے۔ رہی یہ بات کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علم نجوم کی ممانعت کیوں فرمائی، تو اس کی وجہ ظاہر ہے کہ علم نجوم پر غور کرنے کے بعد لوگ حوادث کو ستاروں کی کارگذاری نہ سمجھنے لگیں۔ امام غزالی فرماتے ہیں کہ علم طب اور علم نجوم اللہ تعالیٰ نے اپنے کسی نبی پر نازل فرمائے تھے پھر یہ دونوں علم کافروں کے ہاتھ لگ گئے۔ علم نجوم بھی ظنی علم ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ نجومیوں نے فرعون کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش اور آپ ہی کے ہاتھوں اس کی حکومت ختم ہو جانے کی اطلاع دی تھی [یہ بھی علم نجوم ہی کی بناء پر تھا نہ اس لئے کہ وہ سب غیب جانتے تھے] (مظہری) ۳ یعنی اگر میں تمہارے ساتھ گیا تو قریب ہے کہ بیمار ہو جاؤنگا۔ یہ جھوٹ نہیں ہے بلکہ ان معاریض میں سے ہے جو شرع میں جائز ہیں یا آیت کا مطلب یہ ہے کہ تمہارے بتوں کی عبادت کرنے کی وجہ سے میرا دل بیمار ہے۔ (صفوۃ التفاسیر) ۴ پس قوم یہ سن کر پیٹھ دے کر پلٹ گئی اور اپنے میلے کی جانب متوجہ ہوگئی۔ (صفوۃ التفاسیر) ۵ جب لوگ آپ کو چھوڑ کر میلے میں چلے گئے تو آپ چھپ کر ان کے بتوں کی جانب گئے۔ ابن کثیر کہتے ہیں کہ قوم کے جانے کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام بتوں کی جانب چھپ کر تیزی سے گئے۔ (صفوۃ التفاسیر) ۶ پس آپ نے ان بے جان مورتیوں کو بمنزلہ جاندار کر کے خطاب کیا ورنہ ان بے جان مورتیوں میں سننے کی صلاحیت تھی نہ جواب دینے کی۔ مروی ہے کہ لوگ ان بتوں کے سامنے جاتے وقت کھانے رکھ کر گئے تھے تا کہ واپسی میں اسے کھایا جائے۔ (القرطبی) ۷ ضرب کو سیدھے ہاتھ سے خاص اس لئے کیا کہ اس ہاتھ سے ضرب تیز لگتی ہے۔ (القرطبی) ۸ یعنی وہ سب بہت جلد میلے سے واپس آگئے۔ (القرطبی) ۹ کیا تم اپنی ہی صنعت کی عبادت کرتے ہو۔ (صفوۃ التفاسیر) ۱۰ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اور تمہارے افعال کو پیدا کیا پھر اسے کیونکر چھوڑ دیتے ہو اور مخلوق کی عبادت کرتے ہو۔ (صفوۃ التفاسیر) ۱۱ یعنی ایک جگہ آگ جلاؤ اور انھیں اس میں ڈال دو۔ (صفوۃ التفاسیر) ۱۲ یعنی انھوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ مکر کا ارادہ کیا۔ (صفوۃ التفاسیر)

رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ ﴿٩٩﴾ رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿١٠٠﴾

پروردگار من زود راه نماید مرا اے پروردگار من بخش مرا از نیکوکاران

اپنے رب کی جانب بہت جلد وہ مجھے راہ دکھائے گا! اے میرے رب! مجھے نیکوکاروں میں سے (اولاد) عطا فرما۲

فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِیْمٍ ﴿١٠١﴾ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْیَ قَالَ یٰبُنَیَّ

پس مژده دہیم او را بہ پسرے دانا پس چوں برسید با او بموضع سعی گفت اے پسر من

پس ہم نے انھیں عقل مند لڑکے کی بشارت دی۳ پس جب وہ ان کیساتھ دوڑنے کی عمر کو پہنچا تو کہا اے میرے بیٹے!

اِنِّیْۤ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْۤ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی ؕ

ہر آئنہ من بینم در خواب آنکہ من ذبح کنم ترا پس بنگر چہ می بینی

بیشک میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں تو دیکھ تیری کیا رائے ہے

قَالَ یٰۤاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ٘ سَتَجِدُنِیْۤ اِنْ شَآءَ

گفت اے پدر من بکن آنچہ فرموده شد زود باشد مرا اگر خواستی

کہا اے میرے باپ! جس کا آپ کو حکم ہوتا ہے آپ اسے کیجئے، آپ عنقریب مجھے اگر

اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ ﴿١٠٢﴾ فَلَمَّاۤ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِیْنِ ﴿١٠٣﴾

خدای از صابرانست پس چوں گردن نمادند و بیفکند او را بر پیشانی

اللہ نے چاہا تو صابروں میں سے پائیں گے۴ پس جب دونوں نے گردن رکھ دی اور انھیں پیشانی پر لٹایا۵

وَنَادَیْنٰهُ اَنْ یّٰۤاِبْرٰهِیْمُ ﴿١٠٤﴾ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْیَا ۚ اِنَّا

و ندا کردیم او را آنکہ اے ابراہیم ہر آئنہ راست کردی خواب را کہ ما

اور ہم نے انھیں ندا کی اے ابراہیم ۶ بیشک تو نے خواب سچ کر دکھایا کہ ہم

كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ﴿١٠٥﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا

ہمچنیں جزا دہیم نیکوکارانرا ہر آئنہ ایں آنست آزمایش

اسی طرح نیکوکاروں کو بدلا دیتے ہیں ۷ بیشک یہ وہ ہے کھلی

تفسیر اظہار العرفان

۱ یہ آیت ہجرت کے باب میں اصل ہے اور سب سے پہلے ہجرت حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی نے کی۔ یہ ہجرت اس وقت ہوئی جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو آگ سے نجات دی۔ (القرطبی)

۲ آپ نے اولاد کیلئے دعا اس لئے کی تا کہ تنہائی دور ہو۔ (القرطبی)

۳ یعنی وہ بچہ اپنی عمر کو پہنچ کر حلیم ہوگا۔ یہ بشارت اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کے ذریعے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دی۔ (القرطبی)

۴ سعی سے مراد عمل میں کوشش کرنا۔ کلبی نے کہا سعی سے مراد اللہ کے لئے کچھ کام کرنا ہے قتادہ کہتے ہیں اس سے مراد یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ وہ پہاڑ تک دوڑنے کے قابل ہو گئے، حضرت ابن عباس یہ مطلب بیان کرتے ہیں کہ وہ جوان ہو گئے، بعض روایتوں میں آیا ہے کہ وہ ۱۳ برس کے ہو گئے اور بعض میں سات سال کی صراحت بھی ہے۔ محمد بن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام جب حضرت ہاجرہ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے پاس جانا چاہتے تھے تو براق پر سوار ہو کر صبح کے وقت ملک شام سے روانہ ہوتے تو دوپہر کو مکہ میں پہنچ کر قیلولہ کرتے پھر جب مکہ سے واپس آتے تو دوپہر کے بعد چل کر شام تک ملک شام پہنچ جاتے اور یہیں رات گذارتے تھے۔ جب حضرت اسماعیل علیہ السلام بڑے ہو گئے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جو آرزو حضرت اسماعیل سے وابستہ تھی کہ اپنے رب کی عبادت اور حرماتِ الٰہیہ کی تعظیم کریں گے اس کے پورا ہونے کی امید ہوگئی تو خواب میں آپ کو حکم دیا گیا کہ اسماعیل کو ذبح کرو۔ اس حکم کی صورت یہ ہوئی کہ ذوالحجہ کی آٹھویں تاریخ کی شب میں آپ نے خواب میں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اسماعیل کو ذبح کرنے کا حکم دیا ہے صبح کو اٹھے تو سوچ میں پڑ گئے۔ صبح سے شام تک اسی سوچ میں رہے کہ یہ خواب رحمانی ہے یا شیطانی۔ اسی لئے ذوالحجہ کی آٹھویں تاریخ کو یوم الترویہ یعنی سوچنے کا دن کہا جاتا ہے۔ جب رات ہوگئی اور آپ سو گئے تو دوسری بار بھی آپ نے وہی پہلا خواب دیکھا جب صبح کو اٹھے تو پہچان گئے کہ یہ خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اسی لئے اس نویں تاریخ کو عرفہ یعنی پہچاننے کا دن کہا جاتا ہے۔ مقاتل کا بیان ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پیہم تین رات یہی خواب دیکھا آخر جب آپ کو یقین ہوگیا تو بیٹے کو اطلاع دی۔ سدی کا قول ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی اور عرض کیا رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصَّالِحِیْنَ تو ان کو آئندہ بیٹا عطا ہونے کی بشارت دی گئی بشارت پاتے ہی آپ نے [نذر مانی اور] فرمایا تو وہ اللہ تعالیٰ کیلئے قربان کیا جائے گا۔ جب حضرت اسماعیل علیہ السلام پیدا ہو گئے اور بڑے ہو گئے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان سے کہا گیا کہ اپنی نذر پوری کرو۔ بیٹے کو ذبح کرنے کے حکم کا یہی سبب تھا۔ (مظہری) ۵ یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو زمین پر پیشانی کے بل لٹا دیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ کروٹ سے لٹایا پیشانی دونوں پہلو کے درمیان رہی یہ واقعہ منیٰ میں صخرہ کے پاس ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ واقعہ اس قربان گاہ میں ہوا جو آج بھی قربان گاہ ہے۔ (مظہری) ۶ یعنی ابراہیم نے جب حکم کی تعمیل کی تو ہم نے کہا اے ابراہیم۔ (صفوة الفاسیر) ۷ یعنی جب مقصود حاصل ہوگیا اور ابراہیم علیہ السلام نے اپنے خواب کو سچا کر دکھایا۔ (صفوة التفاسیر)

الْمُبِيْنُ ﴿١٠٦﴾ وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ ﴿١٠٧﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي

بیدا و فدا دادیم او را بلشتنی بزرگ و بگذاشتیم ما برو در

آزمائش ۱ اور ہم نے انھیں بڑے ذبح کے ساتھ فدیہ دیا ۲ اور ہم نے باقی رکھا (ان کے ذکر کو) ان کیلئے

الْاٰخِرِيْنَ ﴿١٠٨﴾ سَلٰمٌ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ﴿١٠٩﴾ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿١١٠﴾

پیشینان سلام باد بر ابراہیم اینچنیں جزا دہیم نیکوکارنرا

پیچھے آنے والے لوگوں میں ۳ سلام ہو ابراہیم پر ۴ اسی طرح ہم نیکوکاروں کو بدلا دیتے ہیں ۵

اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١١١﴾ وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِيًّا

ہر آئنہ او از بندگان گرویدۂ ما ست و بشارت دادیم او را باسحاق پیغمبر

بیشک وہ ہمارے گریدہ بندوں میں سے ہیں ٦ اور ہم نے انھیں اسحاق پیغمبر کی بشارت دی

مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿١١٢﴾ وَبٰرَكْنَا عَلَيْهِ وَعَلٰٓى اِسْحٰقَ ؕ وَمِنْ

از نیکوکاران و برکت دادیم ما برو و بر اسحاق و از

نیکوکاروں میں سے ۷ اور ہم نے برکت دی ان پر اور اسحاق پر اور

ذُرِّيَّتِهِمَا مُحْسِنٌ وَّظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ مُبِيْنٌ ﴿١١٣﴾ وَلَقَدْ

فرزندان ایشاں نیکوکاران و ستمگار است بر خود بیدا و ہر آئنہ

ان دونوں کی ذریت میں نیکوکار بھی ہوئے اور اپنے نفس پر کھلا ظلم کرنے والے بھی ۸ اور بیشک

مَنَنَّا عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿١١٤﴾ وَنَجَّيْنٰهُمَا وَقَوْمَهُمَا مِنَ

منت نہادیم بر موسیٰ و ہارون و برہانیدیم ایشانرا و قوم ایشاں از

ہم نے موسیٰ اور ہارون پر احسان کیا ۹ اور ہم نے ان دونوں کو اور انکی قوم کو نجات دی

الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ﴿١١٥﴾ وَنَصَرْنٰهُمْ فَكَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿١١٦﴾ وَ

اندوہ بزرگ و یاری دادیم ایشانرا پس بودند ایشاں غلبہ کنندگان و

بڑے غم سے ۱۰ اور ہم نے ان کی مدد کی پس وہ سب غلبہ پانے والے ہو گئے ۱۱ اور

تفسیر اظہار العرفان

۱ یعنی وہ امتحان جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ مخلص کو منافق سے جدا فرماتا ہے۔ (صفوۃ التفاسیر)

۲ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ذبحِ عظیم سے وہ مینڈھا مراد ہے جسے ھابیل نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بطورِ نذرانہ پیش کیا تھا۔ یہ مینڈھا جنت میں چر رہا تھا یہاں تک کہ اسی مینڈھے کو اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کا فدیہ بنایا۔ یہ مینڈھا چالیس خریف یعنی چالیس موسمِ بہار تک چرتا رہا۔ حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا جو اپنے بیٹے کو قربان کرنے کی نذر مان لے۔ آپ نے فرمایا: اس کی جانب سے ایک تندرست مینڈھا کفایت کریگا پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔ اللہ کے رسول ﷺ نے دو سینگوں والے مینڈھے کی قربانی کی۔ حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ ذبحِ عظیم سے بکری مراد ہے۔ اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ قربانی افضل ہے یا اسکی قیمت صدقہ کرنا افضل ہے۔ جس گروہ کے نزدیک قربانی افضل ہے وہ کہتے ہیں کہ قربانی ایسی ہی سنتِ مؤکدہ [واجب] ہے جیسی نمازِ عید یعنی جس طرح نمازِ عید واجب ہے اسی طرح قربانی بھی واجب ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: صلہ رحمی کے بعد کوئی نفقہ ایسا نہیں جو اللہ کے نزدیک خون بہانے سے زیادہ افضل ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا یوم نحر کے عمل میں سے کوئی ایسا عمل ابن آدم کا نہیں جو اللہ کو خون بہانے سے زیادہ پسندیدہ ہو۔ بیشک قربانی کے جانوروں کو قیامت کے روز اسکے سینگوں، کھروں اور بالوں کے ساتھ لایا جائیگا۔ بیشک خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ کے یہاں مقبول ہو جاتا ہے اس لئے اسے خوش دلی سے کرو۔ (القرطبی) ۳ یعنی ابراہیم علیہ السلام کی اچھی تعریف آنے والی امتوں میں ہم نے چھوڑی۔ پس امتی میں سے کوئی ایسا نہیں جو آپ پر درود نہ پڑھتا ہو اور آپ سے محبت نہ کرتا ہو۔ (القرطبی) ۴ یعنی میری طرف سے ابراہیم کو سلام ہو۔ (صفوۃ التفاسیر) ۵ جزا کے ذکر کو مکرر اس لئے بیان کیا گیا تا کہ ثنا میں مبالغہ پیدا ہو جائے۔ (صفوۃ التفاسیر) ٦ اس آیت میں علت بیان ہو رہی ہے کہ یقین اور اطمینان کے ساتھ وہ راسخین فی الایمان والوں میں سے تھے۔ (صفوۃ التفاسیر) ۷ یعنی ہم نے ابراہیم کو بشارت دی کہ ہم تم کو ایک لڑکا عنایت کرینگے جس کا نام اسحاق ہوگا اور جس کی نبوت کا فیصلہ پہلے ہی ہو چکا ہے اور جو صالحین میں سے ہوگا۔ نبوت کے بعد صالح ہونے کا ذکر کرنا اسحاق ں کی عظمت شان اور تعریف کو ظاہر کر رہا ہے اور اس بات کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ صلاح ہی نبوت کا ہدف اصلی ہے نبوت سے تمام افکار و اعمال کی درستگی ہوتی ہے۔ (مظہری) ۸ یعنی دین و دنیا کی برکتیں ہم نے ابراہیم پر جاری کر دیں، یا یہ مطلب ہے کہ ابراہیم کی اولاد میں ہم نے برکت عطا کی۔ آپ کی نسل میں ایک ہزار نبی پیدا ہوئے۔ سب سے پہلے یعقوب علیہ السلام ہوئے اور سب سے آخر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہوئے۔ (مظہری) ۹ یہاں سے اس سورت مبارکہ میں تیسرا قصہ بیان ہو رہا ہے اور وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کا ہے۔ (تفسیر کبیر) ۱۰ اس آیت میں اشارہ ہے کہ ان دونوں سے ضرر رساں چیزوں کو ہٹا دیا گیا۔ (تفسیر کبیر) ۱۱ یعنی ہم نے موسیٰ ہارون اور ان دونوں کی قوم کی مدد کی جس سے یہ لوگ غالب ہوئے۔ (تفسیر کبیر)

أٰتَيْنٰهُمَا الْكِتٰبَ الْمُسْتَبِيْنَ ﴿١١٧﴾ وَهَدَيْنٰهُمَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿١١٨﴾

داديم ايشانرا كتاب بيدا و راه نموديم ايشانرا راه راست

ہم نے انھیں کھلی کتاب دی ١ اور ان دونوں کو سیدھی راہ دکھائی ٢

وَتَرَكْنَا عَلَيْهِمَا فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿١١٩﴾ سَلٰمٌ عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿١٢٠﴾

و بگذاشتیم ما بر ایشاں در پیشینان سلام باد بر موسیٰ و ہارون

اور ہم نے باقی رکھا (ان دونوں کے ذکر کو) ان کیلئے پیچھے آنے والے لوگوں میں ٣ سلام ہو موسیٰ اور ہارون پر ٤

اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿١٢١﴾ اِنَّهُمَا مِنْ عِبَادِنَا

ہر آئنہ ما اینچنیں جزا دہیم نیکوکارانرا ایشاں از بندگان ما

بیشک ہم اسی طرح نیکوکار کو بدلا دیتے ہیں ٥ وہ دونوں ہمارے گرویدہ

الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٢٢﴾ وَاِنَّ اِلْيَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٢٣﴾ اِذْ قَالَ

گرویدہ است و ہر آئنہ الیاس از پیغمبرانست چوں گفت

بندوں میں سے ہیں ٦ اور بیشک الیاس پیغمبروں میں سے ہیں ٧ جب کہا

لِقَوْمِهٖٓ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿١٢٤﴾ اَتَدْعُوْنَ بَعْلًا وَّتَذَرُوْنَ اَحْسَنَ

مر قوم خود آیا پرہیزید آیا میخوانید بعل و میگذارید نیکو تر

اپنی قوم سے کیا تم ڈرتے نہیں ہو ٨ کیا بعل کو (خدا کہہ کر) پکارتے ہو اور چھوڑ دیتے ہو سب سے اچھا

الْخٰلِقِيْنَ ﴿١٢٥﴾ اللّٰهَ رَبَّكُمْ وَرَبَّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿١٢٦﴾ فَكَذَّبُوْهُ

آفریدگان اللہ است پروردگار شما و پروردگار پدران شما پیشینان پس تکذیب کردند او را

پیدا کرنے والے کو ٩ اللہ تمہارا رب ہے اور تم سے پہلے باپ دادا کا رب ہے ١٠ پس انھوں نے اسے جھٹلایا

فَاِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ﴿١٢٧﴾ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿١٢٨﴾ وَتَرَكْنَا

پس ہر آئنہ ایشاں حاضر کردہ شدگانند مگر بندگان خدای خالص کردہ و بگذاشتیم ما

پس وہ سب ضرور حاضر کئے جائیں گے ١١ مگر اللہ کے خالص بندے ١٢ اور ہم نے باقی رکھا

تفسیر اظہار العرفان

١ یعنی ہم نے ان دونوں کو ایسی بلیغ کتاب عطا کی جس میں حدود اور احکام کامل طور پر بیان کئے گئے اور وہ کتاب توریت ہے۔ (صفوۃ التفاسیر)

٢ ہم نے ان دونوں کو ایسے سیدھے راستے کی رہنمائی فرمائی جس میں کوئی کجی نہیں۔ طبری کہتے ہیں کہ یہاں دین اسلام مراد ہے جس کی تبلیغ کیلئے تمام انبیاء تشریف لائے۔ (صفوۃ التفاسیر)

٣ یعنی ہم نے ان دونوں کے ذکر جمیل کو آنے والوں میں باقی رکھا۔ (صفوۃ التفاسیر)

٤ میرا سلام ہو موسیٰ اور ہارون کو۔ (صفوۃ التفاسیر)

٥ یعنی جو نیکوکار ہوگا ہم اس کے ساتھ بھی ایسا ہی کریں گے۔ (صفوۃ التفاسیر)

٦ اللہ تعالیٰ نے اپنی عبویت کیلئے انھیں چن لیا تھا۔ (صفوۃ التفاسیر)

٧ یہاں سے اس سورت مبارکہ میں چوتھا قصہ بیان ہو رہا ہے اور وہ حضرت الیاس علیہ السلام کا ہے۔ (تفسیر کبیر) اصحابِ روایت کہتے ہیں کہ حضرت الیاس علیہ السلام سے پہلے جو پیغمبر تھے جب ان کا وصال ہو گیا تو بنی اسرائیل میں شرک اور دیگر خرافات پھیل گئیں، بت نصب کر دیئے گئے بتوں کی پوجا ہونے لگی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی ہدایت کیلئے حضرت الیاس علیہ السلام کو پیغمبر بنا کر بھیجا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد انبیاء کی بعثت اس غرض سے ہوتی تھی کہ توریت کے بھولے ہوئے احکام کو از سرِ نو تازہ کر دیا جائے بنی اسرائیل ملک شام میں پھیلے ہوئے تھے اس کا سبب یہ تھا کہ حضرت یوشع بن نون نے جو ملک شام فتح کیا تھا وہاں بنی اسرائیل کو بسا دیا تھا اور ان میں سے ایک سبط یعنی خاندان کو بعلبک اور اس کے اطراف میں آباد کر دیا تھا انھیں میں سے الیاس علیہ السلام پیغمبر ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی ہدایت کیلئے الیاس علیہ السلام کو نبی بنا کر بھیجا۔ اس زمانے میں بعلبک کا بادشاہ اجب تھا۔ اجب نے بنی اسرائیل کو بت پرستی پر مجبور کیا کیونکہ وہ خود بت پرست تھا۔ بعل نامی بت کی پوجا کرتا تھا یہ بت دس ہاتھ لمبا تھا اور اس کے چار منہ تھے۔ حضرت الیاس علیہ السلام نے تنہا اللہ کی عبادت کی ان کو دعوت دیتے تھے لیکن آپ کی بات کوئی نہیں سنتا تھا صرف بادشاہ کو ہی راہ راست دکھاتے اور اس کے احکام کی درستی کرتے رہتے تھے۔ بادشاہ کی ایک بیوی تھی جس کا نام ازبیل تھا بادشاہ کا معمول تھا کہ جب کسی لڑائی پر یا کسی اور غرض سے ملک سے باہر جاتا تھا تو ازبیل کو اپنا جانشین بنا جاتا تھا۔ عورت باہر نکل کر حکومت کرتی تھی اور انبیاء کی [بڑی دشمن اور] زبردست قاتلہ تھی۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کو بھی اسی نے قتل کرایا تھا اس کا ایک پیش کار تھا جو دانشمند مرد مومن تھا اپنے ایمان کو چھپائے ہوئے تھا تین سو انبیاء کو قتل کرنے کا ازبیل نے ارادہ کر لیا تھا اس قاتلہ کے پنجے سے اسی مرد مؤمن نے نجات دلائی تھی۔ یہ عورت بجائے خود باعصمت بھی نہیں تھی۔ سات اسرائیلی بادشاہوں سے نکاح کر چکی تھی اور ہر ایک کو دھوکے سے اس نے قتل کر دیا تھا اسکی عمر بہت تھی۔ روایت میں آیا ہے کہ اس کی ستر اولاد ہوئیں۔ (مظہری) ٨ یعنی غیر اللہ کی عبادت کرتے ہوئے اللہ سے نہیں ڈرتے ہو۔ (صفوۃ التفاسیر)

٩ کیا تم اس بت کی عبادت کرتے ہو اور اپنے رب کی عبادت چھوڑ دیتے ہو جو احسن الخالقین ہے۔ (صفوۃ التفاسیر) ١٠ مطلب یہ ہے کہ اللہ ہی تم سب کا رب ہے۔ (القرطبی) ١١ حضرت الیاس علیہ السلام نے اپنی قوم کو خبر دی کہ تم سب عذاب میں حاضر کئے جاؤ گے۔ (القرطبی) ١٢ سوائے قوم کے وہ لوگ جو ایمان لے آئے۔ (القرطبی)

عَلَيْهِ فِي الْآخِرِيْنَ ﴿۱۲۹﴾ سَلٰمٌ عَلٰٓى اِلْ يَاسِيْنَ ﴿۱۳۰﴾ اِنَّا

برو در پیشینان سلام باد بر الیاس هر آئنه ما

(ان کے ذکر کو) ان کیلئے پیچھے آنے والے لوگوں میں ۱ سلام ہو الیاس پر ۲ بیشک ہم

كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۳۱﴾ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۲﴾

اینچنیں جزا دہیم نیکوکارانرا که او از بندگان گرویده ما ست

اسی طرح نیکوکاروں کو بدلا دیتے ہیں ۳ بیشک وہ ہمارے گرویدہ بندوں میں سے ہیں ۴

وَاِنَّ لُوْطًا لَّمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۳۳﴾ اِذْ نَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۳۴﴾

و هر آئنه لوط از فرستادگانست چوں برهانیدیم او را و اہل او همه

اور بیشک لوط رسولوں میں سے ہیں ۵ جب ہم نے انھیں اور ان کے تمام اہل کو نجات دی ۶

اِلَّا عَجُوْزًا فِي الْغٰبِرِيْنَ ﴿۱۳۵﴾ ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿۱۳۶﴾ وَاِنَّكُمْ

مگر پیره زنے در باز ماندگان پس ہلاک کردیم دیگرنرا و هر آئنه شما

مگر ایک بڑھیا پیچھے رہ جانے والوں میں سے (تھی) ۷ پھر ہم نے دوسروں کو ہلاک کیا ۸ اور بیشک تم

لَتَمُرُّوْنَ عَلَيْهِمْ مُّصْبِحِيْنَ ﴿۱۳۷﴾ وَبِالَّيْلِ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۳۸﴾

میگذارید بر ایشاں در وقت صباح و بشب آیا نمی دانید

ان پر صبح کو گذرتے ہو ۹ اور رات میں کیا تم سمجھتے نہیں ہو ۱۰

وَاِنَّ يُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۳۹﴾ اِذْ اَبَقَ اِلَى الْفُلْكِ

و هر آئنه یونس از پیغمبرانست چوں بگرفت بسوے کشتی

اور بیشک یونس پیغمبروں میں سے ہیں ۱۱ جب چل پڑے لوگوں سے بھری

الْمَشْحُوْنِ ﴿۱۴۰﴾ فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ ﴿۱۴۱﴾ فَالْتَقَمَهُ

پر از مردم پس قرعه زدند پس هست از قرعه افتادگان پس فرو برد او را

کشتی کی جانب ۱۲ پس قرعہ ڈالا تو قرعہ میں نکلنے والے ہو گئے ۱۳ پس انھیں نگل لیا

۱ یعنی ہم نے الیاس کے ذکر جمیل کو قیامت تک لوگوں میں باقی رکھا۔ (صفوۃ التفاسیر)

۲ یعنی ہمارا سلام ہو الیاس اور ان کی آل پر۔ مفسرین کرام کہتے ہیں کہ آل یاسین سے حضرت الیاس علیہ السلام اور وہ لوگ جو آپ کے ساتھ ایمان لائے تھے مراد ہیں۔ (صفوۃ التفاسیر)

۳ یعنی ہم نیکوکار کو ایسا ہی بدلا دیتے ہیں۔ (صفوۃ التفاسیر)

۴ واضح رہے کہ ہر رسول کے ذکر کا اختتام ان ہی دو آیات پر ہے تا کہ ایمان اور حساب کے فضل کو بیان کر دیا جائے۔ یہ سارے مرسلین ان صفات سے متصف ہیں اس لئے یہ سب سلام اور تحیہ کے مستحق ہیں اور لوگوں میں اچھی تعریف کے مستحق ہیں۔ (صفوۃ التفاسیر)

۵ یہاں سے اس سورت مبارکہ میں پانچواں قصہ بیان ہو رہا ہے اور وہ حضرت لوط علیہ السلام کا ہے۔ اس قصہ کو اس لئے بیان فرمایا تا کہ اہل عرب عبرت حاصل کریں کہ جو لوگ ایمان لائے اللہ نے ان کو نجات دی اور جنہوں نے کفر کیا انھیں ہلاک کیا گیا۔ (تفسیر کبیر)

۶ یعنی اس وقت کو یاد کرو جب ہم نے لوط اور ان کے اہل اور اولاد میں سے جو ایمان لائے نجات دی۔ (صفوۃ التفاسیر)

۷ یعنی ان کی بیوی کے سوا کیونکہ وہ کافرہ تھی اس لئے وہ ہلاک ہونے والوں میں سے ہوگئی۔ (صفوۃ التفاسیر)

۸ اہل عرب کو خطاب کیا کہ تم ان کے گھروں اور آثار کے پاس سے روزانہ گذرتے ہو۔ (القرطبی)

۹ رات میں تم وہاں سے گذرتے ہو کیا عبرت حاصل نہیں کرتے۔ (القرطبی)

۱۰ مروی ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام نے اپنی قوم کو عذاب آنے کی دھمکی دی اور نزول کا دن مقرر کر دیا اور اس وقت پر عذاب نہیں آیا عذاب آنے میں تاخیر ہوگئی تو اللہ تعالیٰ کا حکم ملنے سے پہلے نکل کھڑے ہوئے اور بھاگ کر ایک کشتی میں سوار ہو گئے لیکن وہ کوشش کے بعد بھی اڑ کر کھڑی ہوگئی ملاحوں نے کہا کشتی میں کوئی بھاگا ہوا غلام موجود ہے چنانچہ قرعہ اندازی کی گئی تو حضرت یونس علیہ السلام کے نام قرعہ نکل آیا۔ (مظہری) یہاں سے اس سورت میں چھٹا قصہ بیان ہو رہا ہے اور وہ حضرت یونس علیہ السلام کا ہے۔ (تفسیر کبیر) ۱۱ یعنی اس وقت کو یاد کرو جب وہ لوگوں سے بھری ہوئی کشتی کی جانب بھاگ نکلے۔ (صفوۃ التفاسیر) ۱۲ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت وہب فرماتے ہیں کہ لوگوں نے تین بار قرعہ ڈالا اتفاق سے ہر مرتبہ حضرت یونس علیہ السلام نام نکلا۔ بغوی نے لکھا ہے کہ یہ بھی مروی ہے کہ جب آپ سمندر میں پہنچے تو آپ کے ساتھ بیوی اور آپ کے دو لڑکے تھے کشتی آئی آپ نے سوار ہونے کیلئے پہلے بیوی کو آگے بڑھایا لیکن سوار کرتے کرتے ایک لہر بیچ میں آگئی [جو بیوی کو بہالے گئی] پھر دوسری ایک لہر جو بڑے بیٹے کو پکڑ کر لے گئی۔ چھوٹا بیٹا کنارہ پر اکیلا رہ گیا تھا اس کو بھیڑیا لے گیا اتنے میں ایک اور کشتی آگئی آپ اس میں تنہا سوار ہو گئے اور لوگوں سے الگ ایک گوشہ میں بیٹھ گئے۔ کشتی روانہ ہوگئی لیکن بیچ سمندر میں پہنچ کر اڑ کر رک گئی اور کشتی والوں نے قرعہ ڈالا۔ (مظہری) ۱۳ جب تین بار قرعہ اندازی میں حضرت یونس علیہ السلام ہی کا نام آیا تو آپ نے فرمایا: میں ہی بھاگا ہوا غلام ہوں اے لوگو! میں ہی وہ ہوں اللہ کی قسم میں ہی ہوں۔ آپ نے اپنے آپ کو ایک کپڑے میں لپیٹ لیا پھر کشتی کے ایک کنارے کی جانب کھڑے ہو گئے اور اپنے آپ کو سمندر میں ڈال دیا یعنی اپنے سر پر ایک رومال باندھا اور سمندر میں غوطہ زن ہو گئے۔ (روح البیان)

الْحُوْتُ وَهُوَ مُلِيْمٌ ﴿١٤٢﴾ فَلَوْلَآ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ ﴿١٤٣﴾

حوت و او ملامت کرده بود پس جیرانه او بود از تسبیح گویندگان

مچھلی نے اور انھوں نے (اپنے آپکو) ملامت کی ١ پس اگر وہ تسبیح کرنے والوں میں سے نہ ہوتا ٢

لَلَبِثَ فِيْ بَطْنِهٖٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿١٤٤﴾ فَنَبَذْنٰهُ بِالْعَرَآءِ

هر آئنه درنگ کردی در شکم ماہی تا روز بکه بر انگیخته شوند پس بیفگندیم آنرا بزمین

تو ضرور مچھلی کے پیٹ میں ٹھہرے رہتے اس روز تک کہ لوگ اٹھائیں جائیں گے ٣ پس ہم نے انھیں زمین پر ڈالا

وَهُوَ سَقِيْمٌ ﴿١٤٥﴾ وَاَنْۢبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً مِّنْ يَّقْطِيْنٍ ﴿١٤٦﴾ وَ

و او بیمار بود و برویانیدیم برو درخت از گل و

اور وہ بیمار تھے ٤ اور ہم نے اس پر کدو کا پیڑ اُگایا ٥ اور

اَرْسَلْنٰهُ اِلٰى مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ يَزِيْدُوْنَ ﴿١٤٧﴾ فَاٰمَنُوْا فَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى

فرستادیم او را بسوے صد هزار مردم بلکه از زیاده پس گرویدند بر خور داری دادیم ایشانرا

ہم نے انھیں بھیجا سو ہزار آدمیوں کی جانب بلکہ اس سے زیادہ ٦ پس وہ ایمان لے آئے اور ہم نے انھیں برتنے دیا

حِيْنٍ ﴿١٤٨﴾ فَاسْتَفْتِهِمْ اَلِرَبِّكَ الْبَنٰتُ وَلَهُمُ الْبَنُوْنَ ﴿١٤٩﴾

تا ہنگامی پس پرس از ایشاں آیا پروردگار تو دختران اند و ایشانرا پسران

ایک وقت تک ٧ پس ان سے پوچھو کیا تمہارے رب کیلئے لڑکیاں ہیں اور ان کیلئے بیٹے ٨

اَمْ خَلَقْنَا الْمَلٰٓئِكَةَ اِنَاثًا وَّهُمْ شٰهِدُوْنَ ﴿١٥٠﴾ اَلَآ اِنَّهُمْ

آیا آفریدیم ما فرشتگان دختران و ایشاں حاضراند بدنید که ایشاں

کیا ہم نے فرشتوں کو لڑکیاں پیدا کیں اور وہ سب (خلقت کے وقت) حاضر تھے ٩ جان لو کہ وہ سب

مِّنْ اِفْكِهِمْ لَيَقُوْلُوْنَ ﴿١٥١﴾ وَلَدَ اللّٰهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿١٥٢﴾

از دروغ خود میگویند و بزاد خدای و ایشاں دروغگویانند

اپنے جھوٹ سے کہتے ہیں ١٠ اور اللہ نے جنا اور وہ سب جھوٹ کہنے والے ہیں ١١

النصف

١ پس مچھلی نے آ کر آپ کو نگل لیا اسوقت آپ اپنے آپ کو ملامت کر رہے تھے کہ میں اپنے رب کی اجازت کے بغیر نکل پڑا۔(صفوة التفاسیر)

٢ یعنی اگر وہ اپنی حیات میں کثرت سے اللہ کا ذکر کرنے والے نہ ہوتے۔(صفوة التفاسیر)

٣ ورنہ قیامت تک مچھلی کا پیٹ ان کے لئے بطور قبر رہتا۔ اس میں اختلاف ہے کہ آپ کتنے دنوں تک مچھلی کے پیٹ میں رہے۔ سدی، کلبی اور مقاتل بن سلیمان کہتے ہیں کہ چالیس روز تک مچھلی کے پیٹ میں رہے، ضحاک کہتے ہیں کہ بیس روز تک رہے، عطاء کہتے ہیں کہ سات روز تک رہے، مقاتل بن حیان کہتے ہیں کہ تین روز تک رہے، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ایک ساعت رہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ میں رکھنے کا ارادہ فرمایا تو مچھلی کو الہام کیا کہ یونس کو لو ان کے گوشت اور ہڈی کو ذرہ برابر نقصان نہ پہنچانا پس مچھلی نے آ لیا اور سمندر کے نیچے اپنے ٹھکانے کی جانب چل پڑی۔ جب سمندر کی تہہ میں مچھلی حضرت یونس علیہ السلام کو لے کر پہنچ گئی تو آپ نے کچھ محسوس کیا تو دل ہی دل میں کہا یہ کیا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے وحی کی کہ یہ مچھلی کا پیٹ ہے اور جو آواز تمہاری کانوں میں آ رہی ہے یہ سمندری جانوروں کی تسبیح کی آواز ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت یونس علیہ السلام بھی مچھلی کے پیٹ میں تسبیح کرنے لگے پس ملائکہ نے جب اس تسبیح کی آواز سنی تو عرض کیا: اے ہمارے رب! ہم ایک ضعیف آواز عجیب زمین سے سن رہے ہیں۔ اللہ نے فرمایا یہ میرا بندہ یونس ہے جو غصہ میں آ کر بھاگا تو میں نے انھیں مچھلی کے پیٹ میں سمندر کے اندر رکھا ہے۔ ملائکہ نے عرض کیا: وہ عبد صالح جن کے نیک اعمال دن اور رات اوپر کی جانب چڑھتے رہتے تھے؟ اللہ نے فرمایا: ہاں۔ پس ملائکہ نے اللہ تعالیٰ سے سفارش کی تو اللہ تعالیٰ نے مچھلی کو حکم دیا کہ انھیں ساحل تک پہنچا دو۔(القرطبی) ٤ یعنی بغیر پَروں کے چوزے کی طرح تھے۔ بعض اقوال میں آیا ہے کہ آپ کا گوشت بسک گیا تھا ہڈیاں کمزور ہو گئی تھیں بدن میں قوت باقی نہیں رہی تھی۔(مظہری) ٥ حضرت مقاتل بن حیان کہتے ہیں کہ حضرت یونس علیہ السلام درخت کے سائے میں رہنے لگے، ایک پہاڑی بکری آپ کے پاس آ جاتی تھی آپ صبح شام اس کا دودھ پی لیتے تھے۔ آخر جب گوشت میں سختی آ گئی بال اُگ آئے اور قوت بھی آ گئی تو آپ سو گئے لیکن جب بیدار ہوئے تو درخت سوکھ چکا تھا دھوپ کی تپش بدن پر لگی تو آپ کے درخت کے سوکھ جانے کا بڑا غم ہوا اور رونے لگے اللہ تعالیٰ نے جبرائیل علیہ السلام کی معرفت یہ پیغام بھیجا کہ تم کو تو ایک درخت کا اتنا غم ہوا اور اپنی امت کے ایک لاکھ آدمیوں کا غم نہ ہوا۔ جو مسلمان بھی ہو چکے ہیں اور توبہ بھی کر چکے ہیں۔(مظہری) ٦ یعنی اس کے بعد ہم نے اسی قوم کی جانب بھیجا جس سے غصہ ہو کر چلے گئے تھے وہ سب ایک لاکھ یا اس سے زیادہ تھے۔(صفوة التفاسیر) ٧ وہ سب عذاب کی علامتوں کو دیکھ کر ایمان لا چکے تھے۔(صفوة التفاسیر) ٨ ماضی کی خبریں دے کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی اور کفار قریش پر حجت قائم کی گئی۔(القرطبی) ٩ یعنی پیدائش کے وقت کیا یہ سب حاضر تھے کہ ہم نے ملائکہ کو جنسِ مؤنث پیدا کیا۔(القرطبی) ١٠ یعنی یہ سب سے بڑا جھوٹ ہے۔(القرطبی) ١١ ان کا یہ کہنا کہ اللہ نے جنا حالانکہ اللہ نہ کسی کا باپ ہے اور نہ ہی کسی کا بیٹا ہے۔(القرطبی)

تفسیر اظہار العرفان

۱ کیا اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے لڑکیاں اختیار کی؟ اور ان لڑکیوں کو لڑکوں پر فضیلت بخشی؟ (صفوۃ التفاسیر)

۲ یہ تمہاری بیوقوفی اور جہالت ہے کہ تم ایسا کہتے ہو۔ مطلب یہ ہے کہ آخر وہ کون سی شے ہے جس کے سبب تم ایسا حکم لگاتے ہو؟ (صفوۃ التفاسیر)

۳ تمہیں اتنا بھی شعور نہیں کہ تم کیا کہہ رہے ہو اور تمہیں اپنی خطا پہچاننے کی بھی صلاحیت نہیں۔ ابو السعود کہتے ہیں کہ ان کے قول کا بطلان بداہتِ عقل سے ثابت ہے لیکن ذہنی طور پر وہ اتنے غبی ہیں کہ انھیں اس کی بھی کوئی خبر نہیں ہے۔ (صفوۃ التفاسیر)

۴ یہ جھڑک کی ایک اور صورت ہے کہ کیا تمہارے پاس ایسا کہنے کیلئے واضح حجت اور دلیل موجود ہے؟ (صفوۃ التفاسیر)

۵ اسبابِ علم تین ہیں عقل، حس اور سچی خبر۔ سچی خبر جب تک حس پر مبنی نہ ہو علم کا فائدہ نہیں دیتی۔ یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے اطلاع ملی ہو۔ دلالت عقل کی نفی تو پہلی آیت میں کردی اور فرمایا: اَلِرَبِّکَ الْبَنَاتُ وَلَهُمُ الْبَنُوْنَ۔ باوجودیکہ اللہ تعالیٰ کا صاحبِ اولاد ہونا عقلاً محال ہے اس پر مزید یہ کہ کوئی ہوشمند ملائکہ کو عورتیں نہیں سمجھ سکتا۔ کوئی صحیح عقل ادراک نہیں کرسکتی کہ فرشتے مؤنث ہوں۔ اور خالق کی اولاد تو عاجز اور کم درجہ ہو اور مخلوق کیلئے جو اولاد ہو وہ اعلیٰ اور اشرف ہو۔ رہی دلالتِ حس تو ظاہر ہے کہ کوئی شہادت نہیں دے سکتا کہ میرے سامنے فرشتوں کو مؤنث بنایا گیا ہے اس کا رد اَمْ خَلَقْنَا الْمَلٰٓئِكَةَ اِنَاثًا وَّ هُمْ شَاهِدُوْنَ میں کردیا گیا۔ تیسری چیز مفید یقین خبر صادق ہے یہ اس وقت موجب یقین ہوگی جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے بیان کی گئی ہو۔ اسی کے متعلق فرمایا: اَمْ لَكُمْ سُلْطَانٌ مُّبِيْنٌ۔ اس کے باوجود ہٹ دھرمی اور ضد کے طور پر کہہ سکتے تھے

اَصْطَفَى الْبَنٰتِ عَلَى الْبَنِيْنَ ﴿۱۵۳﴾ مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ﴿۱۵۴﴾

آیا برگزید دختران را بر پسران چیست شما را چگونه حکم میکنید

کیا اس نے لڑکیاں پسند کیں لڑکوں پر ۱ تمہیں کیا ہوا؟ کیسا حکم لگاتے ہو ۲

اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۱۵۵﴾ اَمْ لَكُمْ سُلْطٰنٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵۶﴾ فَاْتُوْا بِكِتٰبِكُمْ

آیا پند نمی گیرید آیا مر شما را حجتی بیدا پس بیارید کتاب شما را

کیا تم نصیحت نہیں پکڑتے ۳ کیا تمہارے لئے کھلی حجت ہے ۴ پس لاؤ تم اپنی کتاب

اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۵۷﴾ وَجَعَلُوْا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجِنَّةِ

اگر ہستید شما راستگویان و ساختند میان او و میان دیوان

اگر تم سچ کہنے والے ہو ۵ اور اس کے اور جنات کے درمیان رشتہ ٹھہرایا

نَسَبًا ۭ وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ اِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ﴿۱۵۸﴾ سُبْحٰنَ

نسبتی و ہر آئنہ میداند پری ہر آئنہ ایشاں حاضر شدگانند پاکست

اور بیشک جنوں کو بھی معلوم ہے کہ وہ سب حاضر کئے جائیں گے ۶ پاک ہے

اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۱۵۹﴾ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۱۶۰﴾ فَاِنَّكُمْ

خدای از آنچہ وصف میکنند مگر بندگان خدای پاک شدگان پس ہر آئنہ شما

اللہ اس سے جو وصف بیان کرتے ہیں ۷ مگر اللہ کے بندے پاک کئے ہوئے ۸ پس بیشک تم

وَمَا تَعْبُدُوْنَ ﴿۱۶۱﴾ مَا اَنْتُمْ عَلَيْهِ بِفٰتِنِيْنَ ﴿۱۶۲﴾ اِلَّا مَنْ هُوَ

و آنچہ می پرستید نیست شما براں گمراہ کنندگان مگر آنکسیرا کہ او

اور جس کی تم عبادت کرتے ہو ۹ تم اس پر (اللہ کے معاملہ میں) کسی کو گمراہ نہیں کر سکتے ۱۰ مگر اسے جو

صَالِ الْجَحِيْمِ ﴿۱۶۳﴾ وَمَا مِنَّآ اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ ﴿۱۶۴﴾ وَّاِنَّا لَنَحْنُ

در آیندہ است بدوزخ و نیست از ما کسے مگر او مقامیست دانستہ و ہر آئنہ ما

دوزخ میں داخل ہونے والا ہے ۱۱ اور ہم میں سے کوئی ایسا نہیں مگر اسکا مقام معلوم ہے ۱۲ اور بیشک ہم

ہاں اللہ نے ہم کو اسکی تعلیم دی ہے اس کا رد اس آیت میں فرمایا گیا: فَاْتُوْا بِكِتٰبِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۔ (مظہری) ۶ حضرت حسن آیت کا مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں شیطان کو شریک کرلیا۔ (القرطبی) ۷ یہ ظالم لوگ اللہ تعالیٰ کیلئے جو کچھ شریک ٹھہراتے ہیں اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے۔ (صفوۃ التفاسیر) ۸ اللہ تعالیٰ کے جو مخلصین بندے ہیں وہ تو اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتے ہیں اس سے جو کچھ یہ لوگ کہتے ہیں۔ (صفوۃ التفاسیر) ۹ جاننا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے جب کفار کے مذہب کے فساد کو بیان فرمادیا تو اب ان چیزوں کو بیان فرمارہا ہے جو انھیں اللہ تعالیٰ کی عبادت پر ابھارے۔ (تفسیر کبیر) ۱۰ ہاں جس کے بارے میں لکھا جاچکا ہے کہ وہ جہنم میں جائیگا اس سے معلوم ہوا کہ شیاطین گمراہی پھیلانے میں اسی وقت کامیاب ہوتے ہیں جب یہ گمراہی ایسے لوگوں میں پھیلائی جائے جن کا جہنمی ہونا لکھا جاچکا ہو۔ (القرطبی) ۱۱ مگر جس کی شقاوت کا فیصلہ ہوچکا ہو۔ (صفوۃ التفاسیر) ۱۲ مقام معلوم سے مرتبہ قرب مراد ہے۔ سدی نے اس آیت کی تشریح میں یہی کہا ہے کہ قرب مشاہدہ کا درجہ ہر فرشتے کا مقرر ہے۔ ابوبکر وراق کہتے ہیں کہ مقامِ عبودیت مراد ہے، جیسے خوف امید محبت رضا۔ میں کہتا ہوں کہ انسان مراتب قرب میں برابر ترقی کرتا رہتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اللہ کا ارشاد نقل کیا کہ میرا بندہ نوافل کے ذریعے سے میرے قریب ہوتا جاتا ہے یہاں تک کہ مجھے اس سے محبت ہوجاتی ہے۔ (مظہری)

الصَّآفُّوْنَ ﴿١٦٥﴾ وَاِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُوْنَ ﴿١٦٦﴾ وَاِنْ كَانُوْا لَيَقُوْلُوْنَ ﴿١٦٧﴾
صف زدگانیم و ہر آئنہ ما تسبیح گویندگانیم و ہر آئنہ بودند میگویند
صف لگانے والے ہیں ۱ اور بیشک ہم تسبیح کہنے والے ہیں ۲ اور بیشک وہ کہتے تھے ۳

لَوْ اَنَّ عِنْدَنَا ذِكْرًا مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿١٦٨﴾ لَكُنَّا عِبَادَ اللّٰهِ
اگر بودے نزدیک ما پندے از پیشینان ہر آئنہ می بودیم بندگان خدای
اگر ہمارے پاس اگلوں کی کوئی نصیحت ہوتی ۴ تو بیشک ہم ان کے پاک کئے ہوئے بندوں میں سے

الْمُخْلَصِيْنَ ﴿١٦٩﴾ فَكَفَرُوْا بِهٖ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿١٧٠﴾ وَلَقَدْ
پاک کردہ شدہ پس کافر شدند بدان پس زود بدانند و ہر آئنہ
ہوتے ۵ پس اس سے منکر ہوئے تو بہت جلد جان لیں گے ۶ اور بیشک

سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٧١﴾ اِنَّهُمْ لَهُمُ
پیشی گرفت سخن ما برائے بندگان ما فرستادہ شدہ ہر آئنہ ایں پیغمبران
ہمارا کلام پہلے گذر چکا ہے ہمارے بھیجے ہوئے بندوں کیلئے ۷ بیشک ان پیغمبروں کو

الْمَنْصُوْرُوْنَ ﴿١٧٢﴾ وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿١٧٣﴾ فَتَوَلَّ
یاری دادہ شدہ و ہر آئنہ لشکر ما ایشانند غلبہ کنندگان پس روگرداں
مدد دی جائیگی ۸ اور بیشک ہمارا لشکر ہی غلبہ والا ہوگا ۹ پس تم منہ پھیر لو

عَنْهُمْ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿١٧٤﴾ وَّاَبْصِرْهُمْ فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ ﴿١٧٥﴾
از ایشاں تا ہنگامے و در نگر حال ایشاں را پس زود باشد کہ بہ بینند
ان سے ایک وقت تک ۱۰ اور ان کے حال کو دیکھتے رہو پس بہت جلد وہ سب دیکھیں گے ۱۱

اَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿١٧٦﴾ فَاِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ فَسَآءَ
آیا بعذاب ما شتاب میکنند پس چوں فرود آید بمنزل ایشانرا پس بد است
کیا ہمارے عذاب کی وہ سب جلدی کرتے ہیں ۱۲ پس جب ان کے گھر میں اترے گا تو کیا ہی بری

۱ کلبی کہتے ہیں کہ ان کی صفیں ویسی ہی ہوتی ہیں جیسی اہل دنیا کی زمین پر صفیں ہوتی ہیں۔ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور ہم مسجد میں تھے۔ آپ نے ارشاد فرمایا: کیا تم لوگ اس طرح صفیں نہیں لگاتے جس طرح ملائکہ اپنے رب کے حضور لگاتے ہیں۔ ہم نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ملائکہ اپنے رب کے حضور صفیں کس طرح لگاتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ وہ پہلی صفوں کو پوری کرتے ہیں' صف میں خلا کو پُر کرتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب نماز کیلئے اقامت کہہ دی جاتی تو آپ نمازیوں سے فرماتے اپنی صفوں کو سیدھی رکھو اور صفوں میں قائم رہو اس لئے کہ اللہ چاہتا ہے کہ ملائکہ کا وہ ہدیہ تمہیں عطا فرمائے جو اس کے حضور ہے پھر آپ وَاِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ تلاوت فرماتے۔ حضرت ابو مالک کہتے ہیں کہ لوگ علیحدہ علیحدہ نمازیں پڑھتے تھے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں صف لگانے کا حکم دیا۔ (القرطبی)

۲ حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد ہے کہ ہم نماز پڑھتے ہیں' کہا گیا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ ہم تجھے ان باتوں سے پاک مانتے ہیں جو مشرکین تیرے بارے میں کہتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ ملائکہ اللہ تعالیٰ کی عبادت تسبیح اور صلاۃ کے ساتھ کرتے ہیں اس لئے کہ ملائکہ نہ معبود ہیں اور نہ بنات اللہ ہیں [کیونکہ معبود وہ ہوتا ہے جس کی عبادت کی جاتی ہے وہ کسی کی عبادت نہیں کرتا ہے] (القرطبی)

۳ اب یہاں سے مشرکین کے قول کی خبر دی جارہی ہے جو وہ لوگ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل کہا کرتے تھے۔ (القرطبی) ۴ مشرکین کو جب جہالت سے متصف کیا جاتا تھا تو کہتے تھے کہ اگر ہماری جانب کوئی نبی بھیجا گیا اور وہ شریعت لے کر آئے تو ہم ضرور ان کی پیروی کریں گے۔ آیت میں ذکر سے مراد کتب انبیاء میں سے کوئی کتاب ہے۔ (القرطبی) ۵ یعنی اولین کے پاس جس طرح کتاب آئی اگر اسی طرح ہمارے پاس بھی کتاب آئے گی تو ہم ضرور اپنے آپ کو پاک کر کے اللہ کی عبادت میں مصروف کردینگے۔ (القرطبی) ۶ یعنی جب ان کے پاس حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کتاب لے کر آئے تو انھوں نے ماننے سے انکار کردیا۔ یہ ان کی جانب سے انکار پر عجب کا اظہار ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ان کے پاس نبی تشریف لائے اور کتاب بھی آئی جس میں ان تمام امور کا بیان ہے جس کی انھیں طلب تھی اس کے باوجود انھوں نے انکار کردیا۔ (القرطبی) ۷ جب اللہ تعالیٰ نے کفار کو زجر فرمادیا تو اب ان امور کو بیان فرما رہا ہے جو قلبِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو تقویت دینگے۔ (تفسیر کبیر) ۸ یعنی دشمنوں پر یہی گروہ انبیاء ہی غالب آئیں گے۔ (صفوۃ التفاسیر) ۹ یعنی ہمارا لشکر مؤمنین کا ہے اور یہی لوگ دنیا و آخرت میں غالب ہونگے۔ دنیا میں حجت و برہان کے ذریعے اور آخرت میں جنت میں دخول کے ذریعے۔ (صفوۃ التفاسیر) ۱۰ یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! جب تک جہاد کا حکم نہیں آجاتا آپ اس وقت تک ان سے اعراض کیجئے۔ (صفوۃ التفاسیر) ۱۱ یہ انتظار کیجئے کہ کب ان پر عذاب اتارا جائیگا اس وقت آپ ان کے انجام کو دیکھ لیجئے گا۔ (صفوۃ التفاسیر) ۱۲ یعنی کیا وہ سب اللہ کے عذاب کو اپنے پاس جلد لانا چاہتے ہیں۔ (صفوۃ التفاسیر)

صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿١٧٧﴾ وَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿١٧٨﴾ وَّاَبْصِرْ

صبح بیم کردہ شدگان و روگرداں از ایشاں تا ہنگامی و بہ بین

صبح ہو گی ڈرائے ہوئے لوگوں کی ۱ اور منہ پھیر لو ان سے ایک وقت تک ۲ اور دیکھو

فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ ﴿١٧٩﴾ سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا

پس زود باشد و بہ بینند پاکست پروردگار تو خداوند عزت از آنچہ

پس بہت جلد وہ دیکھیں گے ۳ تمہارے رب کیلئے پاکی ہے عزت والا اس سے جو

يَصِفُوْنَ ﴿١٨٠﴾ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٨١﴾ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٨٢﴾

صفت میکنند و سلام بر فرستادہ شدگان و حمد مر خدایراست پروردگار عالمیان

وصف (یہ لوگ بیان) کرتے ہیں ۴ اور سلام رسولوں پر ۵ اور حمد (اس) اللہ کیلئے ہے جو سارے جہان کا رب ہے ۶

سُوْرَةُ صٓ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ ثَمَانٌ وَّثَمَانُوْنَ اٰيَةً وَّخَمْسُ رُكُوْعَاتٍ

سورہ ص مکی ہے اور اس میں ۸۸ آیات اور پانچ رکوع ہیں ۷

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بنام خدای بخشندہ مہربان

اللہ کے نام سے (جو بہت) رحم والا مہربان (ہے)

صٓ وَالْقُرْاٰنِ ذِى الذِّكْرِ ﴿١﴾ بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِىْ

قسم بحق قرآن خداوند شرف بلکہ آنانکہ نگرویدند در

قسم ہے شرف والے قرآن کی ۸ بلکہ وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا

عِزَّةٍ وَّشِقَاقٍ ﴿٢﴾ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ فَنَادَوْا

سرکشی اند و مخالفت ہلاک کردیم ما پیش از ایشاں از اہل قرنہا پس ندا کردند

سرکشی اور مخالفت میں ہیں ۹ ہم نے ان سے پہلے بستیوں میں سے کتنی بستیوں کو ہلاک کیا سو انھوں نے ندا کی

۱ زجاج کہتے ہیں کہ ان لوگوں کا عذاب قتل ہے اور بِسَاحَتِهِمْ سے مراد ہے ان کے گھر میں۔ (القرطبی)

۲ تاکید کی وجہ سے یہ جملہ دوبارہ ذکر کیا گیا ہے۔ (القرطبی)

۳ یہ جملہ بھی تاکید کیلئے دوبارہ ذکر کیا گیا ہے۔ (القرطبی)

۴ رسول اللہ ﷺ سے سُبْحَانَ اللّٰهِ کا معنی دریافت کیا گیا آپ نے فرمایا: وہ اللہ ہر برائی سے پاک ہے۔ (القرطبی)

۵ یعنی ان پر سلام ہو جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور پیغام کو ہم تک پہنچایا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم مجھ پر سلام بھیجو تو مرسلین پر بھی سلام بھیجو اس لئے کہ میں مرسلین کا بھی رسول ہوں۔ (القرطبی)

۶ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جو یہ چاہتا ہو کہ قیامت کے روز اسے پورے ناپ سے اجر دیا جائے تو اسے چاہئے کہ جب وہ مجلس سے اٹھے تو اس کا آخری کلام سُبْحٰنَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ الخ ہونا چاہئے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک دو مرتبہ نہیں [بلکہ متعدد مرتبہ] رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ آپ اپنی دعا کے آخر میں [یہی تین آیات] پڑھتے تھے یا آپ لوٹنے کا ارادہ فرماتے تو سُبْحٰنَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّةِ الخ پڑھتے۔ (صاوی)

۷ اس میں ۳۰۶۹ حروف اور ۷۳۲ کلمات ہیں۔ (غرائب القرآن) اس سورت میں بھی عقائد کی اصلاح کی گئی ہے اس سورت کی ابتدا قرآن کی قسم سے ہے جو نبی ﷺ پر اترنے والا معجزہ ہے جو مواعظِ بلیغہ اور اخبارِ عجیبہ پر مشتمل ہے اور اس پر کہ قرآن حق ہے اور حضرت محمد ﷺ نبی مرسل ہیں پھر اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر کلام ہے اور وحدانیت سے مشرکین کے انکار کا بیان ہے اللہ کے رسول ﷺ کی دعوت پر مشرکین نے جس تعجب کا اظہار کیا ہے اسکا بیان ہے اس سورت مبارکہ میں گذری ہوئی قوموں کی مثالیں دی گئیں تا کہ کفار مکہ ان سے سبق حاصل کریں پھر بعض رسولِ کرام کے قصص بیان ہوئے تا کہ نبی ﷺ کو تسلی دی جائے کیونکہ کفار مکہ آپ کو ہر طرح سے ایذا پہنچا رہے تھے اللہ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام اور ان کے بیٹے حضرت سلیمان علیہ السلام کا واقعہ بیان ہوا جنہیں اللہ تعالیٰ نے نبوت اور سلطنت دونوں عطا فرمائی تھی ان دونوں کو جن آزمائش اور ابتلاء سے گذرنا پڑا اسکا بھی بیان ہے اس کے بعد حضرت ایوب علیہ السلام حضرت اسحاق علیہ السلام حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت اسماعیل علیہ السلام اور ذاالکفل علیہ السلام کی آزمائش کا تذکرہ ہے اس سورت مبارکہ میں قدرت اور وحدانیت کے دلائل موجود ہیں اس سورت کے اختتام پر تمام رسولوں کے مہمات کا بیان ہے اس سورت کا نام "سورہ ص" ہے [اس لئے کہ اس سورت کا پہلا لفظ ہے] اور یہ حروفِ ہجا میں سے ایک حرف ہے۔ اس میں فصاحت و بلاغت پوشیدہ ہے۔ (صفوۃ التفاسیر)

۸ ذی الذکر سے مراد ذی شرف ہے۔ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ اور بیشک یہ یعنی قرآن آپ کیلئے اور آپکی قوم کیلئے شرف والا ہے۔ (تفسیر کبیر)

۹ یہاں كَفَرُوْا سے قریش کے سردار مراد ہیں جن لوگوں نے حسد اور تکبر کے پیشِ نظر حق قبول کرنے سے انکار کیا۔ اس جگہ عِزَّةٍ تعظیم کے معنی میں ہے۔ (تفسیر کبیر)

وَلَاتَ حِيْنَ مَنَاصٍ ۞ وَعَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ

و نیست ہنگام در رجوح و تعجب داشتند آنکہ آمد بدیشاں بیم کنندہ

اور وقت رہائی کا نہ تھا ا اور انھیں اس پر تعجب ہوا کہ ان کے پاس ڈرانے والا آیا

مِّنْهُمْ وَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌ ۞ اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ

از ایشاں و گفتند کافران ایں جادوی ست دروغگو آیا گردانید خدایرانرا

ان ہی میں سے، اور کافروں نے کہا یہ جادوگر ہے، جھوٹا ہے ٢ کیا اس نے بہت سے خداؤں کو

اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ ۞ وَانْطَلَقَ الْمَلَاُ

معبود یگانہ ہر آئنہ ایں چیزیست عجیب و بشتاب رفتند بزرگان قوم

ایک خدا کر دیا بیشک یہ عجیب چیز ہے ٣ اور تیزی سے اٹھ گئے قوم کے سردار

مِنْهُمْ اَنِ امْشُوْا وَاصْبِرُوْا عَلٰٓى اٰلِهَتِكُمْ ۚ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ

از ایشاں بروید و صبر کنید بر خدایان خود ہر آئنہ ایں چیزیست

اس کے پاس سے (اور کہا) چلو اور اپنے خداؤں پر صبر کرو، بیشک یہ کوئی چیز ہے

يُّرَادُ ۞ مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِي الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ ۚ اِنْ هٰذَآ

خواستہ اند نشنیدیم ما بایں در ملت باز پسین نیست ایں

انکے مطلب کی ٤ ہم نے یہ بات پچھلی ملت میں بھی نہ سنی، نہیں ہے یہ

اِلَّا اخْتِلَاقٌ ۞ ءَاُنْزِلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ مِنْۢ بَيْنِنَا ۭ بَلْ

مگر بافتنے آیا فرو فرستادند برو پند از میان ما بلکہ

مگر من گھڑت ٥ کیا اس پر ہمارے درمیان نصیحت اتاری گئی، بلکہ

هُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ ذِكْرِيْ ۚ بَلْ لَّمَّا يَذُوْقُوْا عَذَابِ ۞

ایشاں در شبہ اند از وحی من بلکہ نچشیدند عذاب

وہ سب میری وحی کے بارے میں شبہ میں ہیں، بلکہ انھوں نے ابھی عذاب نہیں چکھے ٦

تفسیر اظہار العرفان

ا یعنی انھوں نے نزولِ عذاب کے وقت پکارا، لیکن یہ ذکر نہیں کیا گیا کہ کن الفاظ سے پکارا اس لئے اس میں چند احتمالات ہیں (١) انھوں نے استغاثہ کے الفاظ سے ندا کی اس لئے کہ جس پر عذاب نازل ہوا ہوگا وہ سوائے اس کے کس الفاظ سے پکار سکتا ہے۔ یہ قول اظہر ہے (٢) جب انھوں نے عذاب کا معائنہ کر لیا تو ایمان اور توبہ سے پکارا (٣) انھوں نے چیخ چیخ کر پکارا، ایک کی آواز دوسرے پر بلند ہو رہی تھی۔ وَلَاتَ حِيْنَ مَنَاصٍ: یعنی وہ وقت عذاب سے فرار کا وقت نہیں تھا کیونکہ عذابِ الٰہی کو دیکھنے کے بعد نہ توبہ قبول ہوتی ہے اور نہ ایمان قبول ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا یعنی ان کو ان کا ایمان نفع نہ دیگا جب وہ ہمارے عذاب کو دیکھ لیں۔ (تفسیر کبیر)

٢ یعنی یہ انکی جہالت میں سے ہے کہ جب انکے پاس ڈرانے والا آیا تو انھوں نے تعجب کا اظہار کیا۔ (القرطبی)

٣ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جناب ابو طالب بیمار ہوئے تو قریش بیمار پرسی کیلئے ان کے پاس گئے۔ نبی ﷺ بھی ان کی عیادت کیلئے وہاں پہنچ گئے۔ قریش نے ان سے آپ کی شکایت کی۔ اس پر انھوں نے پوچھا کہ اے بھتیجے! تم اپنی قوم سے کیا چاہتے ہو؟ آپ نے فرمایا: بس ایک کلمہ جس سے سارا عرب ان کا مطیع و فرمانبردار ہو جائیگا اور عجم ان کو خراج دیگا۔ بس ایک ہی کلمہ۔ ابو طالب نے پوچھا وہ کونسا کلمہ ہے؟ آپ نے فرمایا: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔ قریش نے کہا کہ بس ایک ہی خدا؟ یہ تو ایک نہایت ہی عجیب بات ہے۔ انھیں کے بارے میں آیات ص وَالْقُرْاٰنِ تا بَلْ لَّمَّا يَذُوْقُوْا عَذَاب نازل ہوئیں۔ (لباب النقول فی اسباب النزول)

٤ یعنی یہ کفار رسول اللہ ﷺ کے پاس سے اٹھ کر چلے گئے اور ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ یہاں سے چلو اپنے دین پر قائم رہنا اور ان کے یعنی محمد ﷺ کے دین میں داخل مت ہونا۔ محمد بن اسحاق کی روایت میں ان سرداروں کے یہ نام بتائے گئے ہیں۔ ابو جہل بن ہشام، شیبہ، عتبہ، امیہ بن خلف، عاص بن وائل اور ابو معیط۔ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ يُّرَادُ: یعنی محمد ﷺ ہمارے معبودوں کو برا اس لئے کہہ رہے ہیں تاکہ وہ ہم پر بلندی حاصل کر لیں اور ہم ان کے پیروکار ہو جائیں اس لئے تم سب ان سے بچو اور ان کی اطاعت نہ کرو۔ حضرت مقاتل کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب مسلمان ہو گئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعے اسلام کو تقویت دی تو اہل قریش پر یہ بڑا گراں گذرا۔ اس لئے کفار نے کہا کہ عمر کے ذریعے سے اسلام کو قوت بخشی یہ عجیب چیز ہے۔ (القرطبی) ٥ یعنی یہ حقیر دعوت توحید جس کے محمد ﷺ قائل ہیں۔ فِي الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد عیسائیت ہے آخری سماوی مذہب یہی تھا۔ عیسائی مذہب بھی توحید کے قائل نہیں رہے تھے بلکہ خدا کو تین [اقانیم] میں تیسرا کہتے تھے، حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ اس سے قریش کا مذہب مراد ہے جس پر وہ چلتے تھے۔ (مظہری) ٦ یعنی قرآن کی طرف سے ان کو شک ہے کیونکہ قرآن لانے والے کو یہ لوگ جھوٹا قرار دے رہے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ ان کے پاس کوئی ایسی یقینی دلیل نہیں ہے کہ جس سے وہ رسول اللہ ﷺ کا ساحر اور کذاب ہونا ثابت کر سکیں۔ (مظہری)

اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآىِٕنُ رَحْمَةِ رَبِّكَ الْعَزِيْزِ الْوَهَّابِ ﴿۹﴾

آیا نزدیک ایشاں خزینہائے رحمت پروردگار تو غالب بخشایندہ است

کیا ان کے پاس تیرے رب کے رحمت کے خزانے ہیں جو زبردست عطا فرمانے والا ہے ۱

اَمْ لَهُمْ مُّلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا فَلْيَرْتَقُوْا

آیا ایشانراست پادشاہی آسمانہا و زمین و آنچہ میان ایشاں است پس باید کہ بالا روند

کیا ان کیلئے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ اسکے درمیان ہے اس کی بادشاہی ہے پس چاہیئے کہ اوپر جائیں

فِی الْاَسْبَابِ ﴿۱۰﴾ جُنْدٌ مَّا هُنَالِكَ مَهْزُوْمٌ مِّنَ الْاَحْزَابِ ﴿۱۱﴾

در سببہا گروہہا اند اینجا لشکرست شکستہ لشکرے از گروہ ہا

رسیوں کے ذریعے ۲ اس جگہ ایک لشکر ہے شکست دیئے ہوئے لشکروں میں سے ۳

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّعَادٌ وَّفِرْعَوْنُ ذُو الْاَوْتَادِ ﴿۱۲﴾

تکذیب کردند پیش از ایشاں قوم نوح و عاد و فرعون خداوند میخہا

اور ان سے پہلے قوم نوح اور عاد اور فرعون میخوں والے نے جھٹلایا ۴

وَثَمُوْدُ وَقَوْمُ لُوْطٍ وَّاَصْحٰبُ لْـَٔيْكَةِ ؕ اُولٰٓىِٕكَ الْاَحْزَابُ ﴿۱۳﴾

و ثمود و قوم لوط و یاران پیشہ شعیب آنگروہ حزبہا

اور ثمود اور قوم لوط اور شعیب کی قوم کے لوگوں نے' یہ ہیں وہ گروہ ۵

اِنْ كُلٌّ اِلَّا كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ عِقَابِ ﴿۱۴﴾ وَمَا يَنْظُرُ

نبودی ہیچ مگر تکذیب کردند فرستادگانرا پس سزا و اشد عذاب من و نمی نگرید

(ان میں) کوئی ایسا نہیں مگر انھوں نے رسولوں کو جھٹلایا تو میرا عذاب ثابت ہوا ۶ اور راہ نہیں دیکھتے

هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً مَّا لَهَا مِنْ فَوَاقٍ ﴿۱۵﴾ وَقَالُوْا

ایں گروہ مگر یک صیحہ نیست آنرا ہیچ رد کنندہ و گفتند

یہ گروہ مگر ایک چیخ کی جسے کوئی پھیرنے والا نہیں ۷ اور انھوں نے کہا

تفسیر اظہار العرفان

۱ جاننا چاہیئے کہ مراتب سعادت تین ہیں' اعلیٰ اور یہ نفسانیہ ہے' اوسط اور یہ بدنیہ ہے' ادنیٰ اور یہ خارجیہ یعنی مال اور جاہ ہے۔ کفار نے مراتب میں سے تیسرے نمبر یعنی ادنیٰ مراتب ہی کو اشرف مراتب سمجھ رکھا تھا اس لئے نبی کریم ﷺ کی نبوت سے انکار کر رہے تھے اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ اس شبہ کا جواب دے رہا ہے۔ اس کی تقریر یوں ہے کہ نبوت منصب عظیم اور درجہ عالیہ ہے اور یہ وہی دے سکتا ہے جو کامل القدرت اور کامل الجود ہو اور یہ اللہ تعالیٰ کی ذاتِ گرامی ہے اور اب وہ اللہ یہ منصب نبوت غنی کو دے یا فقیر کو عطا فرمائے اس کی مرضی۔ (تفسیر کبیر)

۲ اگر وہ لوگ کہیں کہ ہاں ہمارے پاس آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے تو انھیں چاہیئے کہ آسمانوں کی جانب چڑھ جائیں اور ملائکہ کو روکیں کہ حضرت محمد ﷺ پر وحی نہ لائیں۔ حضرت مجاہد اور حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ اسباب السموات سے آسمانوں کے دروازے مراد ہیں جن کے ذریعے ملائکہ زمین پر آتے ہیں۔ سدی یہ مطلب بیان کرتے ہیں کہ ان کافروں کو چاہیئے کہ ایک ایک کر کے آسمان پر چڑھیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہاں اسباب سے مراد رسیاں ہیں مطلب یہ ہے کہ اگر ان کے پاس اتنی رسیاں ہیں تو چاہیئے کہ وہ اس کے ذریعے آسمانوں پر چڑھیں۔ (القرطبی)

۳ اب اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ سے نصرت کا وعدہ فرما رہا ہے۔ بدر کے روز اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کی بھرپور مدد فرمائی۔ حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کفار کو مکہ میں بھی ذلیل و رسوا فرمایا' لیکن بدر کے روز آیت کی تاویل آئی۔ کہا گیا ہے کہ آیت میں احزاب سے مراد وہ لوگ ہیں جو ہجرت کر کے مدینہ منورہ میں آئے اور نبی ﷺ کے لشکر میں شامل ہوئے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ اس سے گذرے ہوئے کفار کے گروہ مراد ہیں۔ (القرطبی) ۴ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت محمد بن کعب نے ذوالاوتاد کا ترجمہ کیا مضبوط عمارتوں والا۔ بعض علماء نے ترجمہ کیا قوی پائیدار حکومت والا' قتیبی کہتے ہیں کہ عرب بولتے ہیں وہ لوگ گڑی ہوئی میخوں والی عزت کے مالک ہیں' حضرت ضحاک کہتے ہیں کہ مضبوط قوت اور گرفت والا۔ حضرت عطیہ نے ترجمہ کیا کثیر لشکروں والا اور بڑے جتھوں والا۔ جس طرح کسی چیز کو مضبوط بنانے کیلئے اس میں کیلیں یا میخیں ٹھونک دی جاتی ہیں اسی طرح فرعون کی قوم نے اپنی حکومت اور اقتدار کو مضبوط اور طاقتور بنا رکھا تھا۔ حضرت مجاہد کا بیان ہے کہ جس شخص کو سزا دینی ہوتی فرعون اس کو زمین پر چت لٹاتا پھر اس کے ہاتھ پاؤں علیحدہ علیحدہ پھیلا کر چومیخا کر دیتا تھا' سدی کہتے ہیں کہ چومیخا مضبوط کر کے بچھو اور سانپ اس پر چھوڑ دیتا تھا۔ (مظہری) ۵ ثمود سے مراد قوم صالح ہے' اصحابِ ایکہ یعنی کثیر جھاڑیوں والے اور اس سے مراد حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم ہے۔ (صفوۃ التفاسیر) ۶ یعنی بیان کردہ ہر گروہ نے اپنے اس رسول کو جھٹلایا جنہیں ہم نے ان کی جانب بھیجا تھا۔ اس جھٹلانے کے سبب عذاب ان پر واجب ہوگیا۔ (صفوۃ التفاسیر) ۷ یعنی یہ کفار مکہ کیا اسرافیل علیہ السلام کے صور پھونکے جانے کا انتظار کر رہے ہیں؟ (صفوۃ التفاسیر)

رَبَّنَا عَجِّلْ لَّنَا قِطَّنَا قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ ﴿۱۶﴾ اِصْبِرْ عَلٰى

اے پروردگار ما شتاب دہ ما را عذاب پیش از روز شما صبر کن بر

اے ہمارے رب! ہمیں جلد عذاب دیدے حساب کے دن سے پہلے ۱ صبر کرو اس پر

مَا يَقُوْلُوْنَ وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوٗدَ ذَا الْاَيْدِ ۚ اِنَّهٗ

آنچہ میگویند و یاد کن بندہ ما را داؤد خداوند قوت کہ او

جو یہ کہتے ہیں اور یاد کرو ہمارے بندے داؤد قوت والے کو کہ وہ

اَوَّابٌ ﴿۱۷﴾ اِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهٗ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَ

باز گردندہ است ہر آئنہ ما مسخر کردیم کوہ ہا با او تسبیح میکردند بشبانگاہ و

بہت رجوع لانے والے ہیں ۲ بیشک ہم نے ان کے ساتھ پہاڑوں کو مسخر کیا تسبیح کرتے تھے شام کو اور

الْاِشْرَاقِ ﴿۱۸﴾ وَالطَّيْرَ مَحْشُوْرَةً ۭ كُلٌّ لَّهٗٓ اَوَّابٌ ﴿۱۹﴾

بوقت بامداد و مرغان جمع کردہ شدہ ہر یک مر او را مطیع بودند

صبح کے وقت ۳ اور پرندے جمع کئے گئے، ہر ایک اس کی اطاعت کرنے والے تھے ۴

وَشَدَدْنَا مُلْكَهٗ وَاٰتَيْنٰهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ

و محکم کردیم پادشاہی او را و دادیم او را حکمت و کلام

اور ہم نے ان کی بادشاہت کو مضبوط کیا اور ہم نے انھیں حکمت دی اور پاکیزہ

الْخِطَابِ ﴿۲۰﴾ وَهَلْ اَتٰىكَ نَبَؤُا الْخَصْمِ ۘ اِذْ تَسَوَّرُوا

پاکیزہ و آیا آمد بتو خبر دو گروہ پس بالا رفتند

کلام ۵ اور کیا تمہارے پاس دو گروہ کی خبر آئی جب دیوار پھاند کر

الْمِحْرَابَ ﴿۲۱﴾ اِذْ دَخَلُوْا عَلٰى دَاوٗدَ فَفَزِعَ مِنْهُمْ قَالُوْا

بسوے غرفۂ او چوں در آمدند بر داؤد پس بترسید از ایشاں گفتند

ان کی عبادت کی جگہ پہنچے ۶ جب وہ داؤد کے پاس آئے تو ان سے ڈرے کہا

۱ حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ آیت کا مطلب ہے ہمارے حصے کا عذاب حساب کے دن سے پہلے دیدے، حضرت حسن کہتے ہیں کہ جنت ہمیں دنیا ہی میں عطا کردے تا کہ ہم اس کی نعمتوں سے دنیا ہی میں لطف اندوز ہو جائیں، سدی کہتے ہیں کہ انھوں نے جنت کی مثل گھر دنیا میں اس لئے طلب کیا تا کہ جنت کا جو وعدہ دیا جاتا ہے اس کی حقیقت کھل سکے، اسماعیل بن خالد یہ مطلب بیان کرتے ہیں کہ ہمارے رزق ہمیں جلد عطا کردے، ایک مطلب یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ ان لوگوں نے اس کتاب کو جلد عطا کرنے کیلئے کہا جس کے بارے میں کہا گیا ہے کہ نیکوکار کو سیدھے ہاتھ میں اور گناہگار کو الٹے ہاتھ میں دی جائیگی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ "پس وہ جس کی کتاب اس کے سیدھے ہاتھ میں دی جائے" وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ وَرَاۗءَ ظَهْرِهٖ "اور وہ جس کی کتاب اس کی پیٹھ کے پیچھے سے دی جائے"۔(القرطبی)

۲ اس آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو تسلی دی ہے۔ (صاوی) اللہ تعالیٰ نے جب کفار کی ہلاکت اور نافرمانی کے بارے میں خبردی تو اب اپنے نبی ﷺ کو حکم دے رہا ہے کہ آپ ان کی اذیت دینے پر صبر کیجئے اس کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام کو یاد کرنے کا حکم اس لئے دیا جارہا ہے تا کہ ان کے صبر کے ذکر سے آپ کو تسلی ملے اور اس لئے بھی کہ حضرت داؤد علیہ السلام اور دیگر انبیاء علیہم السلام کو جو آخرت میں اجر دیا جائیگا آپ کو اس کا دونا عطا کیا جائیگا، ایک مطلب یہ بھی بیان کیا گیا کہ آپ ان کفار کے اقوال پر صبر کیجئے اور انبیاء کے واقعات ان کے سامنے بیان کیجئے تا کہ آپ کی نبوت کی صحت پر دلیل ہو جائے۔ (القرطبی)

۳ حضرت مقاتل کہتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام جب ذکر کرتے تھے تو آپ کے ساتھ پہاڑ بھی ذکر کرتے تھے اور حضرت داؤد علیہ السلام پہاڑوں کی تسبیح سمجھتے تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ پہاڑ آپ کے ساتھ عبادت کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے اسے معجزہ بنایا تا کہ لوگ اس معجزہ کو دیکھ کر آپ کی نبوت کو پہچانیں۔ بِالْعَشِيِّ وَالْاِشْرَاقِ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں اس کے معانی کو سمجھ نہیں پایا تھا کہ حضرت ام ھانی نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے یہاں تشریف لائے پس وضو کیلئے پانی منگوا کر وضو فرمایا پھر آپ چاشت کی نماز کیلئے کھڑے ہو گئے نماز پڑھنے کے بعد فرمایا: يَا اُمَّ هَانِئٍ هٰذِهٖ صَلَاةُ الْاِشْرَاقِ یعنی اے ام ھانی یہ نماز اشراق ہے۔ حضرت عکرمہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما چاشت کی نماز نہیں پڑھتے تھے لیکن اس کے بعد آپ نے پڑھی۔ واضح رہے کہ چاشت کی نماز نافلہ مستحب ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص چاشت کی بارہ رکعت نماز پڑھے گا اللہ تعالیٰ جنت میں اس کیلئے سونے کا محل بنائیگا۔ (القرطبی) ۴ ابن کثیر کہتے ہیں کہ پرندے آپ کے ساتھ تسبیح کرتے تھے اور آپ کی ترجیع کے ساتھ ترجیع کہتے تھے جب آپ انھیں حکم دیتے تو ہوا میں اڑتے اور زبور کو خوش الحانی کے ساتھ پڑھتے تھے۔ (صفوۃ التفاسیر) ۵ یعنی ہم نے ان کی بادشاہت کو مضبوط کیا، ان کی ہیبت کو قائم رکھا اور کثرت لشکر سے ان کی مدد کی۔ فَصْلَ الْخِطَابِ: یعنی ایسا کلام جو سننے والے بآسانی سمجھ لیں۔ (صفوۃ التفاسیر) ۶ مطلب یہ ہے کہ اے محمد ﷺ ان دو گروہوں کی خبر تمہارے پاس نہیں آئی جو لڑتے ہوئے داؤد کے پاس ان کی عبادت کی جگہ پہنچے۔ (صفوۃ التفاسیر)

لَا تَخَفْ ج خَصْمٰنِ بَغٰى بَعْضُنَا عَلٰى بَعْضٍ فَاحْكُمْ بَيْنَنَا

مترس ما دو گروہیم ستم کردند بعضے ما بر بعضے پس حکم کن میان ما

نہ ڈریئے ہم دو گروہ ہیں ہم میں سے بعض نے بعض پر ظلم کیا ہے پس آپ ہمارے درمیان فیصلہ کر دیں

بِالْحَقِّ وَلَا تُشْطِطْ وَاهْدِنَآ اِلٰى سَوَآءِ الصِّرَاطِ ﴿۲۲﴾ اِنَّ

براستی و جور مکن در حکم و راہنما ما را بسوے راہ میانہ ہر آئنہ

حق کے ساتھ اور فیصلہ خلافِ حق نہ کیجئے اور ہمیں درمیانہ راہ کی رہنمائی کیجئے ۱؎ بیشک

هٰذَآ اَخِيْ قف لَهٗ تِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ نَعْجَةً وَّلِيَ نَعْجَةٌ

ایں برادر من است مر او را نود و نہ میش است و مرا یک

یہ میرا بھائی ہے اس کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں اور میرے پاس ایک

وَّاحِدَةٌ قف فَقَالَ اَكْفِلْنِيْهَا وَعَزَّنِيْ فِي الْخِطَابِ ﴿۲۳﴾ قَالَ

میش پس گفت نصیب من گردان آنرا و غلبہ کرد بر من در سخن گفت

دنبی' پس اس نے کہا کہ اسے بھی میرے حصے میں کر دو اور کلام میں مجھ پر زور ڈالا ۲؎ فرمایا (داوٗد نے)

لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ اِلٰى نِعَاجِهٖ ط وَ

ہر آئنہ ستم کرد بر تو بخواستن میش تو با میشہائے خود و

بیشک اس نے تجھ پر ظلم کیا اپنی دنبیوں کے ساتھ تیری دنبی ملانے کا سوال کر کے اور

اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْخُلَطَآءِ لَيَبْغِيْ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ

ہر آئنہ بسیاری از شرکا مال بہم غلط میکند ستم میکند بعضے ایشاں بر بعضے

بیشک اکثر مال کے شرکاء باہم غلطی کر کے ایک دوسرے پر ظلم کرتے ہیں

اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَقَلِيْلٌ مَّا هُمْ ط

مگر آنانکہ گرویدند و کردند نیکہا و اندک اند از از ایشاں

مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے اور وہ بہت کم ہیں

۱؎ حضرت حسن بیان کرتے ہیں کہ حضرت داوٗد علیہ السلام نے اپنے وقت کو چار حصوں میں بانٹ رکھا تھا۔ چوتھا دن وعظ کیلئے مقرر کر دیا تھا۔ حضرت داوٗد علیہ السلام جو آسمانی کتابیں پڑھتے تھے ان میں حضرت ابراہیم' حضرت اسحاق اور اسماعیل علیہم السلام کی فضیلت کا تذکرہ تھا۔ ایک روز انھوں نے دعا کی اے رب! میں سمجھتا ہوں کہ ساری خوبیاں تو میرے آباء واجداد لے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ ان کو تو مختلف آزمائشوں میں مبتلا کیا گیا تھا اور ویسی آزمائشوں میں تم کو مبتلا نہیں کیا گیا۔ حضرت داوٗد علیہ السلام نے عرض کیا: اے میرے رب! اگر تو میرا بھی ان کی طرح امتحان لے گا تو میں بھی ثابت قدم رہونگا۔ اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ اچھا تمہارا امتحان فلاں مہینے کی فلاں تاریخ کو لیا جائیگا چوکنے رہنا۔ اس امتحان کے بارے میں علماء کے مختلف اقوال ہیں (۱) بغوی نے لکھا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: داوٗد علیہ السلام کا امتحان یہ ہوا کہ انھوں نے ایک شخص سے اپنی بیوی کو طلاق دینے کیلئے درخواست کی [تا کہ اس کی بیوی سے خود نکاح کر لیں] اہل تفسیر نے لکھا ہے کہ بنی اسرائیل کیلئے یہ بات جائز تھی لیکن اللہ تعالیٰ کو یہ عمل پسند نہیں آیا کیونکہ اس عمل سے دنیا کی رغبت اور عورتوں کی زیادتی کی خواہش مترشح ہوتی ہے [جو پیغمبر کیلئے زیبا نہیں] اللہ تعالیٰ نے تو داوٗد علیہ السلام کو اور عورتیں عطا فرما دی تھیں اس ایک عورت کی مزید ضرورت ہی نہیں تھی۔ (۲) ایک روز بنی اسرائیل نے کہا کیا کوئی دن ایسا بھی گذرتا ہے جس میں کسی شخص نے کوئی گناہ نہ کیا ہو' حضرت داوٗد علیہ السلام نے اپنے دل میں کہا ہاں میں ایسا کر سکتا ہوں۔ بعض اہل روایت نے بیان کیا ہے کہ ایک روز آپ کے سامنے عورتوں کا تذکرہ لوگوں نے کیا [کہ انکے جال سے کوئی بچ نہیں سکتا] حضرت داوٗد علیہ السلام نے اپنے دل میں کہا اگر میرا امتحان لیا گیا تو میں محفوظ رہونگا' چنانچہ جب آپ کی عبادت کا دن آیا تو اپنے عبادت خانے میں داخل ہو کر دروازے بند کرا دیئے اور حکم دیا کہ کسی کو میرے پاس آنے کی اجازت نہ دی جائے پھر توریت کی تلاوت میں ہمہ تن مشغول ہو گئے اسی حالت میں ایک سونے کا بنا ہوا کبوتر آپ کے سامنے آ گیا (۳) اوریا کہ شہید ہو جانے کے بعد جب اس کی بیوی سے آپ نے نکاح کر لیا تو کچھ ہی مدت گذری تھی کہ اللہ تعالیٰ نے دو فرشتے دو آمیوں کی شکل میں خاص عبادت کے دن بھیج دیئے اور انھوں نے عبادت خانے میں داخل ہونے کی اجازت طلب کی۔ پہرے داروں کے انکار پر دونوں شخص دیوار پھاند کر حضرت داوٗد علیہ السلام کے پاس پہنچ گئے۔ آپ نماز پڑھ رہے تھے آپ کو اس وقت ان کا علم ہوا جب وہ آپ کے سامنے جا کر بیٹھ گئے۔ یہ دونوں فرشتے حضرت جبرائیل علیہ السلام اور حضرت میکائیل علیہ السلام تھے۔ (مظہری) ۲؎ یعنی وہ شخص گفتگو میں مجھ پر غالب آ جاتا ہے' حضرت ضحاک نے یہ مطلب بیان کیا کہ یہ مجھ سے زیادہ زبان آور اور زور آور ہے بات چیت میں بھی مجھے دبا دیتا ہے اگر میں اس سے لڑوں تو میری کمزوری کی وجہ سے یہ مجھ پر غالب آ جاتا ہے لیکن میں حق پر ہوں حق میرا ہے۔' بعض علما کہتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ ایک عورت کو پیامِ نکاح میں بھجوایا اور اس نے بھی میرے پیام پر پیام بھیج دیا پھر یہ مجھ پر غالب آیا اور اس نے اس عورت سے نکاح کر لیا۔ حضرت حسن بن فضیل کہتے ہیں کہ یہ لفظ اس نے تنبیہ اور سمجھانے کیلئے کہا تھا واقعتاً میں وہاں دنبیاں نہیں تھیں۔ (مظہری)

وَظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ وَخَرَّ رَاكِعًا

و گمانبرد داؤد آنکه امتحان کردیم او را پس طلب آمرزش کرد پروردگار او و بیفتاد در و دی که سجده کننده

اور داؤد سمجھ گئے کہ ہم نے انکا امتحان کیا پس انھوں نے اپنے رب سے بخشش چاہی اور چہرہ کے بل سجدہ کرتے

وَّاَنَابَ ﴿۲۴﴾ فَغَفَرْنَا لَهٗ ذٰلِكَ ؕ وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى

و باز گشت بخدای پس بیامرزیدیم او را نیست و ہر آئنہ او را نزدیک ما قربت

ہوئے گر پڑے اور اللہ کی طرف رجوع لائے ا پس ہم نے انھیں معاف فرمایا اور بیشک ان کیلئے ہمارے پاس قرب

وَحُسْنَ مَاٰبٍ ﴿۲۵﴾ السجدة يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً

و نیکو باز گشت اے داؤد ما گردانیدیم بتو خلیفہ

ہے اور لوٹنے کی اچھی جگہ ۲ اے داؤد! ہم نے تمھیں خلیفہ بنایا

فِى الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا

در زمین پس حکم کن میان مردمان براستی و

زمین میں پس لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کرو اور

تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ

پیروی مکن آرزوہا را پس گمراہ کردند ترا از راہ خدای ہر آئنہ آنانکہ

خواہش کی پیروی نہ کرو ورنہ اللہ کی راہ سے بھٹکا دینگے' بیشک وہ لوگ جو

يَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌۢ

گمراہ شدند از راہ خدای ایشانراست عذاب سخت

اللہ کی راہ سے گمراہ ہوئے ان کیلئے سخت عذاب ہے

بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ ﴿۲۶﴾ وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ

بانچہ فراموش کردند روز شمار و نیافریدیم آسمان و زمین

اس سبب کہ انھوں نے حساب کے دن کو فراموش کر دیا ۳ اور ہم نے آسمان اور زمین کو نہ بنایا

ا بعض علماء فرماتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام کا قصور صرف اتنا تھا کہ انھوں نے اوریا کی بیوی کو اپنے لئے بنائے جانے کی دل میں تمنا کی تھی۔ اتفاقاً اوریا کسی جہاد پر گیا اور لڑائی میں آگے بڑھ کر شہید ہو گیا۔ حضرت داؤد علیہ السلام کو اس کے قتل ہو جانے کی خبر ملی تو آپ اس کے مارے جانے پر ایسے رنجیدہ نہیں ہوئے جیسے آپ کی عادت تھی کہ فوج کا جو سپاہی مارا جاتا تو آپ کو اس کا سخت رنج ہوتا اور آپ غمگین ہو جاتے تھے۔ اس کے بعد آپ نے اوریا کی بیوہ سے نکاح کر لیا۔ اتنے ہی قصور پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے عتاب ہوا کیونکہ انبیاء کا مرتبہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک چونکہ بہت اونچا ہے اس لئے انبیاء کے چھوٹے معاملہ پر بھی اللہ تعالیٰ کی نظر ہوتی ہے۔ خَرَّ رَاكِعًا: آسمان سے ایک ندا آئی داؤد میں نے تیری خطا معاف کر دی مجھے تیرے رونے پر رحم آ گیا اور میں نے تیری دعا قبول کر لی اور تیری لغزش سے درگذر کی۔ داؤد علیہ السلام نے عرض کی اے میرے رب! یہ کیسے ہوگا؟ صاحب حق نے تو مجھے معاف نہیں کیا اللہ نے فرمایا: داؤد میں قیامت کے روز اتنا ثواب دونگا کہ اس کی آنکھوں نے کبھی دیکھا نہ ہوگا پھر میں اس سے کہونگا کیا تو میرے بندے داؤد سے راضی ہو گیا؟ وہ کہے گا اے میرے رب! مجھے یہ ثواب کہاں سے مل گیا میرے اعمال تو یہاں تک پہنچانے کے قابل نہیں تھے۔ میں کہونگا یہ میرے بندے داؤد کے سبب تجھے دیا گیا ہے اب میں تجھ سے کہونگا کہ درگذر سے کام لو آخر وہ میری وجہ سے درگذر سے کام لیگا۔ داؤد علیہ السلام نے کہا اب میں نے جان لیا کہ تو نے مجھے معاف فرما دیا ہے۔ پھر وہ سجدہ میں گر گئے۔ سجود کو رکوع کہا گیا کیونکہ رکوع سجدہ کا مبدا ہے۔ (مظہری)

۲ اگر حضرت داؤد علیہ السلام کے رونے کا ساری دنیا کے رونے والوں سے موازنہ کیا جائے تو برابر ہی ہوگا' وہب کا بیان ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام اوپر سر نہیں اٹھاتے تھے جب فرشتوں نے آپ سے کہا داؤد اپنا سر اٹھاؤ، اس وقت آپ نے سر اٹھایا۔ اس کے بعد زندگی بھر جب تک پانی میں اپنے آنسوؤں کو شامل نہ کر لیا ہو پانی نہ پیا اور جب تک کھانوں کو اشکوں سے تر نہ کر لیا نہ کھایا۔ امام اوزاعی نے حدیث مرفوع بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: داؤد کی دونوں آنکھیں دو مشکیزوں کی طرح [ہر وقت] پانی ٹپکاتی رہتی تھیں۔ چہرے پر آنسو بہنے سے ایسے گڑھے پڑ گئے تھے جیسے زمین میں پانی جاری ہونے سے گڑھے پڑ جاتے ہیں۔ (مظہری) ۳ یعنی ہم نے تمھیں سلطنت اس لئے عطا کی تاکہ تم نیکی کا حکم دو اور برائی سے روکو اور ان کی نیابت کا کام کرو جو انبیاء تم سے پہلے گذر چکے ہیں' لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کرو۔ جو لوگ اللہ کے حکم کے مخالف ہیں ان کی پیروی نہ کرنا۔ واضح رہے کہ یہ آیت کریمہ بتا رہی ہے کہ حاکم اپنے علم سے مقدمہ کا فیصلہ نہیں کر سکتا ہے بلکہ اس کیلئے گواہی یا قسم کی ضرورت ہوگی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ بیشک رسول اللہ ﷺ نے قسم اور گواہ کی روشنی میں فیصلہ فرمایا۔ مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک گھوڑا خریدا پس جب بائع نے اس کا انکار کیا تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے علم سے اس کا فیصلہ نہیں دیا اور فرمایا کون ہے جو اس خریداری پر میری گواہی دے۔ حضرت خزیمہ نے آپ کی گواہی دی۔ (القرطبی)

وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا ۚ ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَوَيْلٌ

و آنچہ میانست ایشانست بباطل ایں آفریدن گمان آنانست نگرویدند پس وائے

اور جو کچھ اس کے درمیان ہے بے کار، یہ ان لوگوں کا اختراعی گمان ہے جنہوں نے کفر کیا پس خرابی ہے

لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنَ النَّارِ ﴿٢٧﴾ اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ

آنانکہ نگرویدند از آتش آیا میگردانیم آنانکہ گرویدند و

ان لوگوں کیلئے جنہوں نے کفر کیا آگ سے ۱؎ کیا انھیں ہم کر دیں جو ایمان لائے اور

عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۫ اَمْ نَجْعَلُ

کردند نیکیہا مانند تباہکاران در زمین آیا میگردانیم

اچھے کام کئے ان کی طرح جو زمین میں فساد کرتے ہیں، کیا ہم کر دیں

الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ ﴿٢٨﴾ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ

پرہیزگارانرا مانند بدکاران قرآن فرو فرستادیم آنرا بسوے تو با برکت

پرہیزگاروں کو بدکاروں کی طرح ۲؎ قرآن اسے ہم نے تمہاری طرف با برکت اتارا

لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿٢٩﴾ وَوَهَبْنَا

تا اندیشہ کنند در آیاتہائے او تا پند گیرند خداوندان خرد و بخشیدیم ما

تا کہ اس کی آیتوں میں غور وفکر کریں اور تا کہ عقل والے نصیحت حاصل کریں ۳؎ اور ہم نے عطا فرمایا

لِدَاوٗدَ سُلَيْمٰنَ ؕ نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ ﴿٣٠﴾ اِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ

داؤد سلیمانرا نیکو بندہ بود ہر آئنہ اوباز گردندہ بود چوں عرض کردہ شد برو

داؤد کو سلیمان، کیا ہی اچھا بندہ تھا، بیشک وہ بہت رجوع لانے والے تھے ۴؎ جب ان پر پیش کئے گئے

بِالْعَشِيِّ الصّٰفِنٰتُ الْجِيَادُ ﴿٣١﴾ فَقَالَ اِنِّيْٓ اَحْبَبْتُ حُبَّ

بآخر روز اسپان ایستادہ پس گفت کہ من بر گزیدم

دن کے آخر حصے میں (قطار میں) کھڑے عمدہ گھوڑے ۵؎ تو کہا (سلیمان نے) کہ میں نے ترجیح دی

۱؎ یعنی ہم نے آسمان، زمین کو اور جو کچھ اس کے درمیان ہے اس لئے پیدا کیا تا کہ ہماری قدرت پر دلالت کرے لیکن کافروں نے ان دونوں کی تخلیق کو بے کار سمجھ رکھا ہے پس ایسے لوگوں کیلئے خرابی ہے۔ (القرطبی)

۲؎ یعنی کیا ہم مؤمنین مصلحین کو کافرین مفسدین کی طرح کر دیں، یا اخیار ابرار کو اشرار فجار کی طرح کر دیں۔ اس آیت کریمہ کی غرض یہ ہے کہ نیکوکار اور گناہگار برابر نہیں ہیں۔ (صفوۃ التفاسیر)

۳؎ یعنی اے محمد ﷺ جو کتاب آپ پر اتاری گئی ہے یہ ایک عظیم کتاب ہے اور اس میں دین و دنیا کے کثیر منافع ہیں، اس کتاب کے نزول کا مقصد یہ ہے کہ لوگ اس کی آیات پر غور کریں اور اس کے اسرار پر فکر کریں۔ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ: یعنی یہ قرآن ایسے لوگوں کیلئے جن کی عقل سلامت ہو نصیحت ہے۔ (صفوۃ التفاسیر)

۴؎ ھبہ کہتے ہیں انعام کے طور پر کسی کو کوئی چیز عطا کرنا۔ اللہ تعالیٰ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو اولاً زمین کی سلطنت عطا فرمائی پھر اس انعام کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے ذریعے مکمل فرمایا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہماری اولاد اللہ تعالیٰ کے مواہب یعنی عطا کردہ انعام میں سے ہیں پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ ''جسے چاہے لڑکی عطا فرماتا ہے اور جسے چاہے لڑکا عطا فرماتا ہے'' مروی ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام سو سال تک زندہ رہے آپ کا انتقال ہفتہ کے روز ہوا اور ہفتہ کے دن ان کیلئے ایسا ہی تھا جیسے ہمارے یہاں جمعہ کا دن ہے۔ جب ملک الموت آئے تو آپ اس وقت عبادت کی غرض سے عبادت خانے کی طرف جا رہے تھے۔ ملک الموت نے کہا اے داؤد! میں آپ کے پاس روح قبض کرنے کیلئے آیا ہوں۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے سر کو سجدہ میں رکھا تو ملک الموت نے آپ کی روح کو قبض کر لیا۔ واضح رہے کہ صالحین کیلئے اچانک موت رحمت، تخفیف اور نرمی ہے، جبکہ فاسقین کیلئے اچانک موت اللہ تعالیٰ کے غضب کے آثار میں سے ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام حضرت سلیمان علیہ السلام کیلئے خلافت کی وصیت کر چکے تھے۔ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ: آپ اللہ تعالیٰ کی طرف اخلاص عبودیت کے ساتھ رجوع فرماتے تھے۔ نعمت کے جمیع احوال میں شکر بجالاتے تھے اور تکلیف میں صبر بجالاتے تھے۔ آپ بظاہر بادشاہ تھے مملکت کو چلاتے تھے لیکن باطن میں فقر وفاقہ کی زندگی بسر کرتے تھے۔ مروی ہے کہ ایک روز حضرت سلیمان علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اے میرے رب! جن، انس، پرندے اور دیگر جانوروں کو میرے تابع کر دے اور شیطان کو بھی میرے تابع کر دے تا کہ میں اس کو بند ہی کر دوں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے سلیمان ایسی تمنا مت کرو، ابلیس کو کھلا رکھنا بھی میری مصلحت ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے عرض کی یا اللہ! دو روز کیلئے مجھے ایسا کرنے کی اجازت دیدے، چنانچہ اجازت ملنے کے بعد ابلیس کو بند کر دیا، مسلسل دو روز تک حضرت سلیمان علیہ السلام سامان تجارت بازار بھیجتے رہے لیکن اسے کسی نے خریدا نہیں اس لئے کہ لوگ اپنے اپنے عبادت خانے میں عبادت میں مشغول رہے۔ دو دنوں تک کھانے کو کچھ نہ ملنے پر حضرت سلیمان علیہ السلام نے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا جب تو نے بازار کے سردار کو بند کر رکھا ہے تو اب لوگ بازار میں آئیں گے کیسے؟ (روح البیان)

۵؎ جب عصر کے بعد سلیمان علیہ السلام کے سامنے گھوڑے پیش کئے گئے۔ (صفوۃ التفاسیر)

الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّيْ ۚ حَتّٰى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ ﴿۳۲﴾ رُدُّوْهَا

دوستی مال از یاد کردن پروردگار من تا آنکہ پوشیدہ شد بہ پردہ شب باز کردہ شد او را

مال کی دوستی کو اپنے رب کی یاد کیلئے' یہاں تک کہ رات کے پردہ میں پوشیدہ ہوگیا۱ (حکم دیا) اسے

عَلَيَّ ۖ فَطَفِقَ مَسْحًا بِالسُّوْقِ وَالْاَعْنَاقِ ﴿۳۳﴾ وَلَقَدْ

بر من پس میشود شمشیر را با ساقہا و گردنہا و ہر آئنہ

میری جانب لوٹاؤ پس ان کی گردنوں اور پنڈلیوں پر شمشیر پھیرنے لگے ۲ اور بیشک

فَتَنَّا سُلَيْمٰنَ وَاَلْقَيْنَا عَلٰى كُرْسِيِّهٖ جَسَدًا ثُمَّ

آزمودیم ما سلیمانرا و افگندیم بر تخت او جسدے باز

ہم نے سلیمان کو آزمایا اور ان کے تخت پر ایک بے جان جسم ڈال دیا پھر

اَنَابَ ﴿۳۴﴾ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَهَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِيْ

گشتہ است گفت اے پروردگار من بیامرز مرا و بخش مرا پادشاہی نشاید

انھوں نے رجوع کیا ۳ عرض کی اے میرے رب! مجھے بخش دے اور مجھے ایسی بادشاہت عطا فرما جو لائق نہ ہو

لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِيْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ﴿۳۵﴾ فَسَخَّرْنَا

ہیچ یکے را از پس من ہر آئنہ توئی بخشندہ پس رام کردیم

میرے بعد کسی ایک کیلئے، بیشک تو ہی بخشنے والا ہے ۴ پس ہم نے ان کیلئے ہوا کو مسخر کیا

لَهُ الرِّيْحَ تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖ رُخَآءً حَيْثُ اَصَابَ ﴿۳۶﴾ وَالشَّيٰطِيْنَ

مرا او را باد میرود بامر او نرم ہر جا کہ قصد کردہ باشد و دیوان

ان کے حکم سے نرم چلتی ہے جہاں کا بھی قصد کیا جائے ۵ اور جنات (کو بھی انکا تابع بنایا)

كُلَّ بَنَّآءٍ وَّغَوَّاصٍ ﴿۳۷﴾ وَّاٰخَرِيْنَ مُقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ ﴿۳۸﴾

ہر بنا کنندہ و غوص نمایندہ و دیوان دیگر باہم بستہ در بندہا

ہر عمارت بنانے والے کو اور غوطہ خوروں کو ۶ اور دوسرے جنات کو بھی جو زنجیروں میں بندھے رہتے تھے ۷

تفسیر اظہار العرفان

۱ علمائے تفسیر نے اس کے مختلف معانی بیان کئے ہیں (۱) خیر کی محبت میرے رب کے ذکر کو میرے اندر اور ابھارے گی (۲) میں نے ان گھوڑوں سے محبت اپنے رب کے ذکر کیلئے کی ہے یعنی توریت میں گھوڑا پالنے کی فضیلت ہے اس لئے میں ان گھوڑوں کو پالنا چاہتا ہوں۔ قرآن کریم میں بھی گھوڑا پالنے یعنی جنگی تیاری کیلئے رکھنے کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ (تفسیر کبیر) آیت میں حجاب سے جبل اخضر مراد ہے جو تمام مخلوق کو اپنے گھیرے میں لئے ہوئے ہے یہ قول حضرت قتادہ اور حضرت کعب کا ہے' کہا گیا ہے کہ اس سے جبل قاف مراد ہے۔ جب سورج غروب ہو جاتا ہے تو رات کی تاریکی آہستہ آہستہ بڑھتی چلی جاتی ہے یہی تاریکی ایک طرح سے حجاب ہے۔ (القرطبی)

۲ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ ان گھوڑوں کو میرے پاس لاؤ پھر آپ نے ان کی قربانی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یوں پیش فرمائی کہ آپ انھیں ذبح فرماتے اور ان کے پاؤں کاٹتے تا کہ اس کا گوشت فقراء کو کھلایا جائے۔ (صفوۃ التفاسیر)

۳ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک روز حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا کہ میں رات میں ننانوے عورتوں [اور ایک روایت میں ننانوے کی جگہ سو کا لفظ آیا ہے] کا چکر لگاؤنگا یعنی سب سے قربت کرونگا جسکی وجہ سے ہر عورت کے بطن سے ایک شہسوار راہِ خدا کا (مجاہد) پیدا ہوگا۔ فرشتوں نے کہا اِن شاءاللہ بھی کہو لیکن حضرت سلیمان علیہ السلام کو خیال نہیں رہا اور انھوں نے اِن شاءاللہ نہیں کہا چنانچہ سب عورتوں کا آپ نے چکر لگایا اور سوائے ایک کہ کوئی بھی حاملہ نہ ہوئی اور اس ایک کے بھی ادھورا بچہ پیدا ہوا۔ قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے اگر وہ ان شاءاللہ کہہ دیتے تو سب شہسوار اللہ کی راہ کے مجاہد پیدا ہوتے۔ ثُمَّ اَنَابَ: یعنی آئندہ اِن شاءاللہ نہ کہنے سے انھوں نے رجوع کرلیا کہ آئندہ ضرور اِن شاءاللہ کہا کرونگا۔ واضح رہے کہ جسد اسی جسم کو کہتے ہیں جس کے اندر جان نہ ہو۔ (مظہری) ۴ انبیاء اور صالحین کا طریقہ ہے کہ پہلے استغفار کرتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ سے کچھ مانگتے ہیں حضرت سلیمان علیہ السلام نے بھی ایسا ہی کیا پہلے درخواست مغفرت کی پھر حکومت کا سوال کیا۔ آیت کی رفتار بتارہی ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام پر جو یہ مصیبت پڑی وہ محض اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک امتحان تھا تا کہ دنیا و آخرت میں آپ کا مرتبہ اونچا کیا جائے۔ جس طرح حضرت ایوب علیہ السلام پر وقوع بلاء ترقی درجات کیلئے ہوئی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے نہ کسی گناہ کا ارتکاب کیا تھا نہ آپ سے کوئی لغزش ہوئی تھی ورنہ ندامت و استغفار بہت ہی زاری کے ساتھ گڑگڑا کر کرتے اور درخواست مغفرت و توبہ کے علاوہ کوئی لفظ زبان پر بھی نہ لاتے۔ [حکومت مانگنے کے ذکر میں کیا ہے] اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت داوٗد علیہ السلام کے متعلق فرمایا تھا ویسے ہی آپ کے متعلق بھی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَغَفَرْنَا لَهٗ ذٰلِكَ۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک دیو یعنی شریر جن رات کو میرے سامنے تھوک اڑاتا ہوا میری نماز تڑوانے کیلئے آیا لیکن اللہ نے اس پر مجھے قابو دیدیا اور میں نے اس کو پکڑ لیا اور چاہا کہ مسجد کے ستون سے باندھ دوں تا کہ تم سب اس کو دیکھ سکو۔ پھر مجھے اپنے بھائی سلیمان کی دعا یاد آئی کہ انھوں نے درخواست کی تھی رَبِّ هَبْ لِيْ مُلْكًا لَا يَنْبَغِيْ الـــخ تو میں نے اس کو چھوڑ دیا۔ (مظہری) ۵ یعنی سلیمان نے جب مجھ سے دعا کی تو ہم نے ان کی دعا کو قبول کرتے ہوئے ہوا کو بھی ان کے تابع بنادیا۔ (صفوۃ التفاسیر) ۶ اسی طرح جنات کو بھی ان کے تابع بنایا جو ان کے حکم سے کام کاج کرتے ہیں۔ (صفوۃ التفاسیر) ۷ یعنی سرکش جنات جسے زنجیروں میں باندھ کر رکھا جاتا تھا۔ (صفوۃ التفاسیر)

هٰذَا عَطَآؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۳۹﴾
اینچنیں ملکے بتو دادیم پس منت نہ یا باز دار بے شمار
اس طرح کی سلطنت ہم نے تمہیں دی پس احسان کرو یا روکے رکھو بے حساب ۱
وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ ﴿۴۰﴾ وَاذْكُرْ عَبْدَنَآ
و ہر آئنہ او را نزدیک ما قربتی است و نیکو باز گشت است و یاد کن بندہ ما
اور بیشک ان کیلئے ہمارے پاس ایک قرب ہے اور لوٹنے کی عمدہ جگہ ہے ۲ اور یاد کرو ہمارے بندے
اَيُّوْبَ ۘ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّىْ مَسَّنِىَ الشَّيْطٰنُ بِنُصْبٍ
ایوب چوں آواز داد پروردگار خود را بآنکہ مرا مس کند دیو رنج
ایوب کو جب آواز دی اپنے رب کو کہ مجھے شیطان نے تکلیف پہنچائی
وَّعَذَابٍ ﴿۴۱﴾ اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ ۚ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّ
و الم بزن پاے خود را ایں جای غسل کردنست آبے سرد و
اور الم ۳ مارو اپنے پیر کو (زمین پر) یہ ہے غسل کرنے کیلئے ٹھنڈا پانی اور
شَرَابٌ ﴿۴۲﴾ وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنَّا
آشامیدنی و بخشندیم او را کسان او و مانند ایشاں با ایشاں رحمت از ما
پینے کیلئے ۴ اور ہم نے انھیں ان کے اہل اور اس کی مثل اس کیساتھ عطا کی اپنی رحمت سے
وَذِكْرٰى لِاُولِى الْاَلْبَابِ ﴿۴۳﴾ وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ
و برائے پند مر خداوندان خود را و بگیرید بدست خود چوب خرما پس بزہ
اور عقل والوں کیلئے نصیحت کی خاطر ۵ اور ہاتھ میں کھجور کی لکڑی لو اور مارو
بِّهٖ وَلَا تَحْنَثْ ؕ اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا ؕ نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ اِنَّهٗٓ
پاے خود را و حانث مشو ہر آئنہ ما یافتیم او را شکیبا نیکو بندہ کہ او
اپنے پاؤں کو اور قسم نہ توڑو بیشک ہم نے انھیں صبر کرنے والا پایا اور اچھا بندہ کہ وہ

۱ اس میں دو اقوال ہیں (۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ تم جسے چاہو دو اور جسے چاہو بغیر حساب کے روک لو تم پر کوئی تنگی نہیں ہے (۲) یہ جنات کے بارے میں خاص ہے مطلب یہ ہے کہ ان جنات کو مسخر کر دیا گیا ہے یہ مسخر کرنا ہماری جانب سے عطیہ ہے اب ان جنات میں سے جسے چاہو آزاد کر دو اور ان میں سے جسے چاہو بغیر کسی کام کے روکے رکھو۔ (تفسیر کبیر)

۲ یعنی دنیا میں ہم نے ان پر یہ انعام کیا اور آخرت میں ان کیلئے ہمارے پاس قرب اور لوٹنے کی بہترین جگہ ہے۔ (القرطبی)

۳ مفسرین کرام کہتے ہیں کہ حضرت ایوب علیہ السلام رومیوں میں سے تھے، آپ کی کنیت ابو عبد اللہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپکو نبوت سے سرفراز فرمایا اور مال و اولاد کی دولت سے بہرہ مند فرمایا۔ آپ اللہ تعالیٰ کے نعمتوں کا شکر بجالانے والے تھے اور اللہ تعالیٰ کے بندوں پر مہربانی فرمانے والے تھے، انکی قوم میں سے صرف تین شخصوں نے ایمان لایا تھا۔ اس زمانے میں ابلیس ہفتہ کے سات دنوں میں سے ایک دن ساتویں آسمان پر جاتا تھا۔ پس ابلیس جب اپنی عادت کیمطابق ساتویں آسمان پر پہنچا تو کہا گیا اے ابلیس کیا تو میرے بندے ایوب پر کچھ قدرت رکھتا ہے؟ ابلیس نے کہا: اے رب! کیسے میں ان پر کچھ قدرت رکھ سکتا ہوں جبکہ تو نے مال اور عافیت سے آزمایا ہوا ہے۔ پس اگر تو انھیں بلاء اور فقر میں مبتلا کریگا اور جس حال پر تو نے انھیں رکھا ہے اگر اس حال کو تو واپس لے لیگا تو وہ ضرور تیری اطاعت سے نکل جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جا میں نے تجھے انکے اہل اور مال پر قدرت دی پس اللہ کا دشمن زمین پر آیا اور شریر جنوں کو جمع کیا اور ساری بات بتائی۔ ان شریر جنوں میں سے ایک نے کہا: میں ایوب علیہ السلام کے تمام مال کو آگ کے ذریعے ہلاک کر دونگا پھر اس شریر جن نے ایسا ہی کیا۔ حضرت ایوب علیہ السلام کو جب اموال کی ہلاکت کی خبر دی گئی تو آپ نے فرمایا: تمام تعریفیں اس کیلئے جس نے مال عطا کیا اور پھر اس مال کو لے لیا۔ پھر ابلیس حضرت ایوب علیہ السلام کے گھر آیا اور گھر کو بھی ایک جانب سے گرا دیا جسکے نیچے انکی اولاد اور اہلیہ دب گئیں۔ پھر ابلیس نے حضرت ایوب علیہ السلام کو اسکی خبر دی کہ تو آپ نے ان لاشوں پر مٹی ڈال دی۔ اسکے بعد ابلیس آسمان کی جانب گیا اسکے پہنچنے سے پہلے حضرت ایوب علیہ السلام کی توبہ پہنچ چکی تھی۔ ابلیس نے کہا: اے رب! مجھے ایوب علیہ السلام کے بدن پر قدرت دے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں نے تمہیں انکے بدن پر قدرت دی سوائے انکی زبان، انکے دل اور آنکھوں کے۔ پس شیطان نے آپکے جسم میں پھونک ماری جسکے سبب آپکے جسم پر آبلے نکل آئے یہاں تک کہ آپکے جسم سے گوشت گرنے لگا۔ اسوقت آپ نے یہ جملہ کہا: مَسَّنِیَ الشَّیْطٰنُ: حضرت ایوب علیہ السلام اسی آزمائش میں تین سال تک مبتلا رہے۔ (القرطبی) ۴ یعنی ہم نے ایوب سے کہا کہ اپنا پاؤں زمین پر مارو، انھوں نے پاؤں زمین پر مارا فوراً ایک چشمہ نکل آیا ہم نے کہا یہ نہانے کا ٹھنڈا پانی ہے اس میں غسل کرو، اور یہ پینے کا پانی ہے اسکو پیو، انھوں نے غسل کر لیا تو ظاہر جلد کے سارے روگ دور ہو گئے اور پانی پیا تو اندرونی بیماریاں زائل ہو گئیں۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام نے دو مرتبہ زمین پر پاؤں مارا ایک مرتبہ مارنے سے سرد چشمہ نکل آیا اور دوسری بار پاؤں مارنے سے گرم چشمہ بر آمد ہو گیا ایک سے وہ نہاتے اور دوسرے کا پانی پیتے۔ حضرت مجاہد کی روایت میں ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام نے اپنا دایاں پاؤں مارا تو ایک چشمہ پھوٹ نکلا اور دایاں ہاتھ پشت کے پیچھے مارا تو دوسرا چشمہ نکل آیا ایک کا پانی انھوں نے پیا اور دوسرے کے پانی سے غسل کیا۔ (مظہری) ۵ یعنی آپکی اولاد میں سے اور رزق میں سے جو ضائع ہوا اسے اللہ تعالیٰ نے

أَوَّابٌ ﴿٤٤﴾ وَاذْكُرْ عِبَادَنَا إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ وَ

رجوع کننده و یاد کن بنده ما ابراہیم و اسحاق و

بہت رجوع کرنے والے تھے ۱ اور یاد کرو ہمارے بندے ابراہیم اور اسحاق اور

يَعْقُوبَ أُولِي الْأَيْدِي وَالْأَبْصَارِ ﴿٤٥﴾ إِنَّا أَخْلَصْنَاهُمْ

یعقوب خداوند دستہا و دیدہا ہر آئنہ ما خالص گردانیدیم ایشانرا

یعقوب کو جو ہاتھوں والے (بھی تھے) اور آنکھوں والے (بھی) ۲ بیشک ہم نے انھیں خالص کیا

بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ ﴿٤٦﴾ وَإِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ

بخصلتی پاک کردن افرای و ایشاں نزد ما از جملہ

ایک پاک خصلت سے (اور وہ بات تھی) آخرت کی یاد ۳ اور وہ سب ہمارے نزدیک

الْمُصْطَفَيْنَ الْأَخْيَارِ ﴿٤٧﴾ وَاذْكُرْ إِسْمَاعِيلَ وَالْيَسَعَ

بر گزیدگان نیکانند و یاد کن اسماعیل و الیسع

چنے ہوئے اچھے لوگوں میں ہیں ۴ اور یاد کرو اسماعیل اور الیسع

وَذَا الْكِفْلِ وَكُلٌّ مِنَ الْأَخْيَارِ ﴿٤٨﴾ هَٰذَا ذِكْرٌ وَإِنَّ

و ذالکفل و ہمہ از گزیدگان خلق اند ایں چیز یاد کردنست و ہر آئنہ

اور ذالکفل کو اور ہر ایک چنے ہوئے مخلوق میں سے ہیں ۵ یہ چیز یاد کرنے کی ہے اور بیشک

لِلْمُتَّقِينَ لَحُسْنَ مَآبٍ ﴿٤٩﴾ جَنَّاتِ عَدْنٍ مُفَتَّحَةً لَهُمُ

مر پرہیزگارانرا نیکو باز گشت بوستانہا با اقامت کشادہ باشد ایشانرا

پرہیزگاروں کیلئے بہترین لوٹنے کی جگہ ہے ۶ ہمیشہ رہنے والے باغات کھلے ہونگے ان کیلئے

الْأَبْوَابُ ﴿٥٠﴾ مُتَّكِئِينَ فِيهَا يَدْعُونَ فِيهَا بِفَاكِهَةٍ كَثِيرَةٍ

درہا تکیہ زدہ باشند دراں میخوانند بمیوہا بسیار

(جنکے) دروازے ۷ اس میں تکیہ لگائے بیٹھے ہونگے طلب کریں گے بہت سے میوے

۱ یعنی ہم نے ایوب سے کہا کہ تم اپنی زوجہ کو اپنے ہاتھ سے مارو تا کہ قسم پوری ہو جائے اور تم قسم نہ توڑنا۔ مفسرین کرام کہتے ہیں کہ حضرت ایوب علیہ السلام نے بیماری کی حالت میں قسم کھائی تھی کہ جب میں بیماری سے شفایاب ہو جاؤنگا تو اپنی بیوی کو سو کوڑے مارونگا، اس قسم کا سبب یہ ہوا کہ آپ کی زوجہ حالتِ مرض میں روزانہ آپکی خدمت گذاری کیلئے آتیں پس جب مرض زیادہ ہو گیا اور اس کی مدت بھی طویل ہو گئی تو ایک دن شیطان نے آپ کی زوجہ کے دل میں وسوسہ ڈالا کہ تم کب تک صبر کرتی رہو گی اور یوں تیمار داری کرتی رہو گی۔ پس آپ کی زوجہ آپ کے پاس اس حالت میں آئی کہ ان کے دل میں غصہ بھرا ہوا تھا آتے ہی حضرت ایوب علیہ السلام سے کہنے لگیں آخر یہ آزمائش کب تک رہیگی؟ آپ اپنی زوجہ کا یہ کلام سن کر ناراض ہوئے اور قسم کھالی کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے شفایاب فرمائیگا تو میں ضرور تمہیں سو کوڑے مارونگا پس شفایابی کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ باریک باریک سو لکڑیوں کی چھڑی یکجا کر کے اس سے ایک مرتبہ اپنی زوجہ کو مارو اس طرح تم قسم سے بری ہو جاؤ گے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت ایوب علیہ السلام کی زوجہ پر یہ ایک رحمت ہے۔ (صفوة التفاسیر)

۲ یعنی اطاعتِ خداوندی میں اور دین و معرفتِ الٰہیہ میں بصیرت مند تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت قتادہ اور حضرت مجاہد نے یہی تشریح کی۔ اطاعت اور بدنی اعمال کی تعبیر لفظ ایدی یعنی ہاتھ سے کی کیونکہ ہاتھوں سے اکثر اعمال کئے جاتے ہیں اور ابصار سے معرفت خداوندی کی تعبیر کی کیونکہ آنکھیں ہی خداشناسی میں قوی ترین ذریعہ ہیں۔ آیت میں جاہلوں پر تعریض ہے کہ جاہل لوگ اپاہج اور اندھے ہوتے ہیں۔ (مظہری)

۳ مالک بن دینار نے یہ مطلب بیان کیا کہ ہم نے ان کے دلوں سے دنیا کی محبت اور یاد نکال دی اور آخرت کی یاد و محبت کیلئے ان کو مخصوص کر دیا، مقاتل کہتے ہیں کہ وہ لوگوں کو آخرت کی طرف بلاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف آنے کی دعوت دیتے ہیں، سدی کہتے ہیں کہ آخرت کا ڈر رکھنے کیلئے ان کو مخصوص کر لیا گیا تھا، ابن زید کہتے ہیں کہ آخرت کی بہترین چیزوں کی یاد کیلئے ان کو مخصوص کر لیا تھا۔ (مظہری)
۴ یعنی وہ سب ہمارے نزدیک چنے ہوئے تھے اس لئے کہ نیکوکار تھے۔ (صفوة التفاسیر) ۵ یسع آپ اخطوب کے بیٹے ہیں آپ کو بنی اسرائیل نے اپنا سردار بنا لیا تھا اللہ تعالیٰ نے آپکو نبوت سے سرفراز فرمایا، ذوالکفل یسع کے چچازاد بھائی تھے، یا بشیر بن ایوب علیہ السلام کے بیٹے تھے، باپ کے انتقال کے بعد ملک شام کی قوم کی جانب آپ کو بھیجا گیا۔ آپ کی نبوت کے بارے میں اختلاف ہے اکثر کا قول ہے کہ آپ نبی ہیں اس لئے کہ آپ کا ذکر انبیاء علیہم السلام کے تذکرہ کے دوران فرمایا گیا۔ یہ بھی اختلاف ہے کہ حضرت الیاس، یا حضرت یوشع، یا حضرت زکریا، یا ان کے علاوہ انبیاء میں سے کسی نبی کا لقب ذوالکفل تھا۔ ان تمام آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی اور صبر کی تلقین فرمائی کہ انبیاء علیہم السلام اطاعت کی کوشش میں کس قدر مشقتوں سے دوچار ہوئے اور انھوں نے مصیبتوں پر کس قدر صبر کیا۔ ہمارے نبی چونکہ افضل الانبیاء ہیں اس لئے آپ کو تو زیادہ صبر کرنے کی ضرورت ہے۔ (روح البیان) ۶ یہ ذکر جمیل دنیا میں ہے اور قیامت تک لوگ شرف اور بزرگی کے ساتھ ان سب کا ذکر خیر کرتے رہیں گے، قیامت کے روز ہمارے پاس ان کیلئے بہترین لوٹنے کی جگہ ہوگی۔ (القرطبی) ۷ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جنت میں ایک محل ہے جسے عدن کہا جاتا ہے، جس میں پانچ ہزار دروازے ہونگے اور ہر دروازے پر پانچ ہزار پردے ہونگے۔ (القرطبی)

وَّشَرَابٍ ﴿۵۱﴾ وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ اَتْرَابٌ ﴿۵۲﴾

و آشامیدنی و نزدیک ایشاں کوتاہ چشمان ہمزادان

اور پینے کی چیز ۱ اور ان کے پاس نیچی نگاہوں والیاں ہم جولیاں ۲

هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِيَوْمِ الْحِسَابِ ﴿۵۳﴾ اِنَّ هٰذَا لَرِزْقُنَا

ایں ست آنچہ وعدہ دادہ شدید بروز حساب ہر آئنہ ایں روزی مالست

یہ ہے وہ جس کا تمہیں وعدہ دیا گیا تھا حساب کے دن کا ۳ بیشک یہ ہمارا رزق ہے

مَا لَهٗ مِنْ نَّفَادٍ ﴿۵۴﴾ هٰذَا ؕ وَاِنَّ لِلطّٰغِيْنَ لَشَرَّ مَاٰبٍ ﴿۵۵﴾

نیست او را ہیچ یکی آنچہ بہشتیانرا باشد و ہر آئنہ مر نافرمانرا بدی باز گشت

نہیں ہے کسی ایک بہشتی کیلئے اسکا اختتام ۴ یہ ہے اور بیشک نافرمانوں کیلئے بری لوٹنے کی جگہ ہے ۵

جَهَنَّمَ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۚ فَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۵۶﴾ هٰذَا ۙ فَلْيَذُوْقُوْهُ

دوزخ است در آیند دراں پس بد است باز گشت ایں ست پس بچشید آنرا

دوزخ ہے کہ اس میں داخل ہونگے پس کیا ہی بری لوٹنے کی جگہ ہے ۶ یہ ہے پس چاہیئے کہ اسے چکھیں

حَمِيْمٌ وَّغَسَّاقٌ ﴿۵۷﴾ وَّاٰخَرُ مِنْ شَكْلِهٖۤ اَزْوَاجٌ ﴿۵۸﴾ هٰذَا

از آب گرم و زہر پر و دیگر مانند ایں عذاب بنوعہا ایں

گرم پانی اور پیپ سے ۷ اور دوسرے اس عذاب کی مثل طرح طرح کی چیزیں ۸ یہ

فَوْجٌ مُّقْتَحِمٌ مَّعَكُمْ ۚ لَا مَرْحَبًۢا بِهِمْ ؕ اِنَّهُمْ صَالُوا

گروہ در آمدگانند با شما ہیچ مرحبا مباد بدیشاں ایشاں در آیندگانند

گروہ تمہارے ساتھ داخل ہونے والے ہیں، ان کیلئے مرحبا نہیں، وہ سب داخل ہونگے

النَّارِ ﴿۵۹﴾ قَالُوْا بَلْ اَنْتُمْ ۟ لَا مَرْحَبًۢا بِكُمْ ؕ اَنْتُمْ قَدَّمْتُمُوْهُ

بآتش گویند بلکہ شما ہیچ مرحبا مباد بشما فرا پیش داشتید آنرا

آگ میں ۹ کہیں گے بلکہ تمہارے لئے کوئی مرحبا نہیں، تم سب اسے ہمارے سامنے لائے جاؤ گے

۱ یعنی جنت میں تکیوں پر ٹیک لگائے بیٹھے ہونگے مختلف قسم کے پھل اور مختلف رنگ کی شراب طلب کر رہے ہونگے جس طرح دنیا میں بادشاہوں کی عادت ہوتی ہے۔ ابن کثیر کہتے ہیں کہ جیسے ہی طلب کریں گے فوراً اپنے سامنے پالیں گے اور جس قسم کے پھل کو چاہیں گے خدام لیکر حاضر ہونگے۔ علامہ صاوی فرماتے ہیں کہ آیتِ کریمہ میں فاکھۃ کی طلب ہی پر اکتفاء کیا گیا ہے یہ اس تنبیہ کیلئے ہے کہ جنت میں کھانا پینا محض لذت کیلئے ہوگا غذا کیلئے نہیں ہوگا اس لئے کہ جنت میں بھوک نہیں ہوگی۔ (صفوۃ التفاسیر)

۲ یعنی ایسی عورتیں جن کی نگاہیں اپنے شوہروں کے سوا دوسروں پر نہ پڑیں گیں یعنی ان کی نگاہیں آوارہ نہ ہونگیں۔

اَتْرَابٌ: یہ ترب کی جمع ہے بمعنی ہم عمر۔ سب کی عمریں ۳۳ سال ہوگی۔ حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ سب آپس میں بہنوں کی طرح ہوں گی یہاں کی سوکنوں کی طرح ان میں جلن نہ ہوگی اور نہ حسد ہوگا۔ (مظہری)

۳ یعنی اللہ تعالیٰ کا یہ وہ وعدہ ہے جو اس نے پرہیزگاروں کیلئے کیا تھا۔ (تفسیر کبیر)

۴ اس آیت میں اللہ تعالیٰ یہ خبر دے رہا ہے کہ جنت کا ثواب دائمی ہوگا (تفسیر کبیر)

۵ جب اللہ تعالیٰ نے متقین کے ثواب کو بیان فرمادیا تو ان نافرمانوں کیلئے وعید بیان کر رہا ہے۔ (تفسیر کبیر)

۶ جہنم میں داخل ہو کر آگ کا مزہ چکھیں گے۔ (صفوۃ التفاسیر)

۷ هٰذَا: یہ عذاب ہوگا یا یہ انکی مہمان نوازی ہے۔ حمیم گرم کھولتا ہوا پانی۔ غساق کے مختلف معانی بیان کئے گئے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایسی برفیلی سخت ٹھنڈک جو اس طرح دوزخیوں کو جلا دیگی جس طرح آگ اپنی گرمی سے جلاتی ہے، حضرت مجاہد اور حضرت مقاتل کہتے ہیں کہ جس چیز کی برودت انتہائی درجہ کی ہو وہ غساق ہے، بعض کہتے ہیں کہ یہ ترکی لفظ ہے ترکی زبان میں غساق انتہائی بدبودار چیز کو کہتے ہیں، حضرت قتادہ ﷺ کہتے ہیں اس جگہ غساق سے مراد ہے وہ پیپ اور کچ لہو جو دوزخیوں کی کھال، گوشت اور زانیوں کی شرمگاہوں سے بہے گا، حضرت کعب کہتے ہیں کہ غساق جہنم کے اندر ایک چشمہ ہے جس میں ہر زہریلے جانور جیسے سانپ، بچھو وغیرہ کا زہر جمع کر دیا جائیگا پھر آدمی کو اس میں غوطہ دیا جائیگا ایک ہی غوطے میں اس کی کھال اور گوشت ہڈیوں سے الگ ہو کر ٹخنوں میں جا پڑ یگی جس طرح آدمی کپڑے کو گھسیٹتا ہوا چلتا ہے اسی طرح دوزخی اس کو کھینچے کھینچے پھریں گے۔ (مظہری) ۸ یعنی اس عذاب کی مثل دوسرا عذاب بھی دوزخیوں کو دیا جائیگا۔ (صفوۃ التفاسیر) ۹ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ دوزخ کے کارندوں کا کلام ہوگا جو جہنمی لیڈروں سے کہیں گے اس کی صورت یہ ہوگی کہ کافروں کے پیشوا اور لیڈر جب دوزخ میں چلے جائیں گے تو ان کے بعد ان کے پیروکار بھی دوزخ میں داخل ہو جائیں گے اس وقت دوزخ کے کارندے ان پیشواؤں سے یہ بات کہیں گے۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ یہ پیشواؤں کا کلام ہوگا جو ایک دوسرے سے کہیں گے یہ لو تمہارے تبعین کی جماعت بھی تمہارے ساتھ دوزخ میں گھس رہی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے خلفاء لوگوں کو پیچھے سے کمر پکڑ کر دوزخ میں گرنے سے روکتے ہیں اور ایسے کاموں سے روکتے ہیں جن کا ارتکاب موجب جہنم ہے مگر لوگ نہیں مانتے خود ہی دوزخ میں گھسے پڑتے ہیں اور ایسے کام کرتے ہیں جو جہنم میں لے جانے والے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ بعض کافر بعض سے کسی تیسرے فریق کے متعلق کہیں گے کہ یہ بھی تمہارے ساتھ عذاب میں شریک ہونے کیلئے دوزخ میں گھس رہے ہیں یا ایک کافر سردار کا فر دوسرے پیشوا سے تبعین کے حق میں کہے گا۔ (مظہری)

لَنَا فَبِئْسَ الْقَرَارُ ﴿٦٠﴾ قَالُوْا رَبَّنَا مَنْ قَدَّمَ لَنَا هٰذَا

ما را پس بد است قرار گاہ گویند اے پروردگار ما ہر کہ فرا پیش داشت ما را ایں

پس کیا ہی برا ٹھکانا ہے ١ کہیں گے اے ہمارے رب! جو ہمارے سامنے یہ (عذاب)

فَزِدْهُ عَذَابًا ضِعْفًا فِي النَّارِ ﴿٦١﴾ وَقَالُوْا مَا لَنَا لَا نَرٰى

پس زیادہ کن او را عذابے سخت در آتش و گویند چیست ما را نمی بینیم

لیکر آیا پس تو ان کیلئے آگ میں سخت عذاب زیادہ کر ٢ اور کہیں گے ہمیں کیا ہوا ہم نہیں دیکھتے

رِجَالًا كُنَّا نَعُدُّهُمْ مِّنَ الْاَشْرَارِ ﴿٦٢﴾ اَتَّخَذْنٰهُمْ سِخْرِيًّا اَمْ

مردانے را کہ بودیم شمردیم ایشانرا از بداں آیا فرا گرفتیم ایشانرا بہزویہ

ان مردوں کو جنہیں ہم بروں میں سے شمار کرتے تھے ٣ کیا ہم نے ان کی ہنسی بنا رکھی تھی

زَاغَتْ عَنْهُمُ الْاَبْصَارُ ﴿٦٣﴾ اِنَّ ذٰلِكَ لَحَقٌّ تَخَاصُمُ

یا میل کردہ است از ایشاں دیدا ہر آئنہ راست است جدال کردن

یا ہماری نگاہیں ان سے پھر گئیں ہیں ٤ بیشک یہ حق ہے جھگڑنا

اَهْلِ النَّارِ ﴿٦٤﴾ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا مُنْذِرٌ وَّمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ

اہل دوزخ بگو جز ایں نیست من بیم کنندہ ام و نیست ہیچ معبودی مگر خدای

اہل دوزخ کا ٥ آپ فرما دیجئے اسکے سوا کچھ نہیں ہے کہ میں ڈرانے والا ہوں' اور نہیں ہے کوئی معبود مگر اللہ

الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿٦٥﴾ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا

یگانہ غالب پروردگار آسمانہا و زمین و آنچہ میان آں ست

یکتا غالب ٦ آسمانوں اور زمین اور جو کچھ اسکے درمیان ہے کا رب

الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ ﴿٦٦﴾ قُلْ هُوَ نَبَؤٌا عَظِيْمٌ ﴿٦٧﴾ اَنْتُمْ عَنْهُ مُعْرِضُوْنَ ﴿٦٨﴾

غالب آمرزندہ بگو ایں خبر بزرگ ست شما از و گردندگانید

غالب بخشنے والا ٧ آپ فرما دیجئے وہ بڑی خبر ہے ٨ تم اس سے اعراض کرنے والے ہو ٩

ع ٤/٢٤ ١٣

١ یعنی پیروی کرنے والے سرکش سرداروں سے کہیں گے کہ تم نے ان سب کو گمراہ کیا بلکہ تم سردار بننے کے لائق نہیں تھے۔ مفسرین کرام کہتے ہیں کہ پیروکار جب جہنم میں داخل ہو رہے ہونگے اس وقت ان کی ملاقات گمراہ سرداروں سے ہوگی تو اپنے سرداروں کو کہیں گے لَا مَرْحَبًا بِكُمْ یعنی تمہیں یہاں نہ کشادگی ملے گی اور نہ بھلائی۔ یہ اہل نار کا ایک دوسرے کیلئے تحفہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کا ایک اور جگہ ارشاد ہے كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَا یعنی جب بھی کوئی گروہ داخل ہوگا [جہنم میں] تو اپنے جیسے گروہ کو لعنت کریگا۔ اَنْتُمْ قَدَّمْتُمُوْهُ لَنَا: پیروکار اپنے گمراہ سرداروں کو کیوں لعنت کریں گے اس کی علت بیان کی جا رہی ہے یعنی تم اس عذاب میں ہم سے آگے ہو اور ہماری گمراہی کا سبب تم تھے۔ اس لئے اب دیکھو ہمارا اور تمہارا ٹھکانا جہنم میں کتنا برا ہے۔ (صفوۃ التفاسیر)

٢ یہ کلام بھی سرداروں کے پیروکاروں کا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اے اللہ ان سرداروں کو دوگنا عذاب دے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کی مثل ہے رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ اَضَلُّوْنَا فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ یعنی اے ہمارے رب! یہ ہیں وہ لوگ جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا اس لئے تو انھیں جہنم میں دونا عذاب دے۔ (صفوۃ التفاسیر)

٣ یعنی کافروں کے سرکش سردار اور وہ سردار جنہوں نے دنیا میں لوگوں کو گمراہ کیا تھا وہ کہیں گے' ہمیں کیا ہوا کہ ہم جہنم میں ان لوگوں کو نہیں دیکھ رہے ہیں جنہیں ہم بروں میں شمار کرتے تھے یعنی مؤمنین کو ہم جہنم میں نہیں دیکھ رہے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ وہ لوگ اصحاب محمد ﷺ کو تلاش کریں گے' ابو جہل کہے گا کہاں ہیں بلال؟ کہاں ہیں صہیب' کہاں ہیں عمار؟ یہ سب تو جنت الفردوس میں ہونگے۔ افسوس ہے ابو جہل پر۔ اسکا بیٹا عکرمہ' اس کی بیٹی جویریہ' اسکی ماں اور اس کا بھائی تو ایمان لے آئے لیکن یہ کفر ہی میں پڑا رہا۔ (صفوۃ التفاسیر) ٤ مطلب یہ ہے کہ کیا بات ہے ہم ان لوگوں کو نہیں دیکھتے جن کا ہم نے مذاق بنایا تھا کیا وہ یہاں نہیں ہیں یا ہماری نظر چوک رہی ہے' اس لئے ہم کو یہاں وہ نظر نہیں آتے۔ (مظہری) ٥ بیشک یہ جو کچھ دوزخیوں کے متعلق ہم نے بیان کیا بلاشبہ صحیح ہے وہ ضرور ایسی گفتگو کریں گے۔ دوزخیوں کے باہم سوال و جواب اور آپس کی گفتگو فریقین کے معاملہ کی گفتگو کے مشابہ ہوگی اس لئے اس کو تخاصم یعنی جھگڑا فرمایا۔ اس کے علاوہ پیشواؤں کا تبعین کے متعلق لَا مَرْحَبًا بِكُمْ کہنا اور لوٹ کر ان کا بَلْ اَنْتُمْ لَا مَرْحَبًا بِكُمْ کہنا ایک قسم کا تخاصم ہے اور ساری گفتگو میں تخاصم شامل ہے اس لئے پوری گفتگو کو تخاصم ہی فرما دیا۔ (مظہری) ٦ یہ اس بیان کو شروع کرنا ہے جو مہم اللہ کے رسول ﷺ نے اس دنیا میں سرانجام دی یعنی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت' معاد اور جزا۔ مطلب یہ ہے کہ اے محمد ﷺ! ان مشرکین سے کہہ دیجئے کہ میں رب العالمین کی طرف سے بھیجا ہوا ہوں' میں تمہیں عذاب سے ڈراتا ہوں اگر تم ایمان نہیں لاؤ گے تو اس کے عذاب کے مستحق ہو جاؤ گے' میں نہ ساحر ہوں' نہ شاعر اور نہ کاہن۔ (صفوۃ التفاسیر) ٧ یعنی کائنات کی تمام چیزوں کا خالق اللہ ہی ہے اور وہ اس میں ایجاد اور اعدام کے ساتھ تصرف فرماتا ہے۔ علامہ رازی فرماتے ہیں کہ پہلی آیت میں قہار کا لفظ تھا اور اس آیت میں غفار کا لفظ ہے جس سے معلوم ہو رہا ہے کہ خوف کے ساتھ بندے کو امید بھی رکھنی چاہیئے۔ (صفوۃ التفاسیر) ٨ یعنی حساب' ثواب اور عقاب کے بارے میں تمہیں بتانا بڑی خبر ہے۔ (القرطبی) ٩ تم ہو کہ اس کی جانب متوجہ ہی نہیں ہوتے اور مسلسل غفلت برت رہے ہو۔ (صفوۃ التفاسیر)

مَا كَانَ لِيَ مِنْ عِلْمٍ بِالْمَلَاِ الْاَعْلٰٓى اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ ﴿۶۹﴾

نبود مرا ہیچ دانستی گروه بر تر آنگاه گفت و شنید میکردند

مجھے گروہِ برتر کے بارے میں کوئی خبر نہیں جب وہ گفت و شنید کرتے تھے ۱

اِنْ يُّوْحٰٓى اِلَيَّ اِلَّآ اَنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۷۰﴾ اِذْ قَالَ

وحی کرده نمیشود بسوے من مگر جز ایں نیست من بیم کننده ام بیدا چوں گفت

میری جانب وحی نہیں کی جاتی ہے مگر یہی کہ میں کھلا ڈرانے والا ہوں ۲ جب فرمایا

رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِيْنٍ ﴿۷۱﴾ فَاِذَا

پروردگار تو فرشتگانرا که من آفریننده ام آدمیرا از گلِ پس چوں

تمہارے رب نے فرشتوں سے کہ میں مٹی سے ایک آدمی بنانے والا ہوں ۳ پس جب

سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ ﴿۷۲﴾

تمام کنم او را و دمیدم در و از روح خود پس روی در افتید در انحالیکه سجده کنان

میں اسے مکمل کرلوں اور اس میں اپنی روح میں سے پھونک دوں تو تم سب اسے سجدہ کرتے ہوئے گرنا ۴

فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ﴿۷۳﴾ اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۭ اِسْتَكْبَرَ

پس سجده کردند فرشتگانرا ہمہ ایشانرا جمع مگر دیو تکبر کرد

سو تمام فرشتوں نے ایک ساتھ سجدہ کیا ۵ مگر ابلیس نے تکبر کیا

وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۷۴﴾ قَالَ يٰٓاِبْلِيْسُ مَا مَنَعَكَ

و بود از کافران گفت اے ابلیس چہ چیز باز داشت ترا

اور وہ کافروں میں سے تھا ۶ فرمایا: اے ابلیس کس چیز نے تجھے روکا

اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ ۭ اَسْتَكْبَرْتَ اَمْ كُنْتَ

آنکه سجده کنی مر آنچیز یرا که بیافریدم برو دست خود آیا تکبر کردی یا بودی تو

کہ تو اسے سجدہ کرتا جسے میں نے اپنے دست قدرت سے پیدا کیا' کیا تو نے تکبر کیا یا تو

۱ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ الملا الاعلیٰ سے مراد ملائکہ ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کے وقت ملائکہ نے گفت وشنید کی اور کہا: اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا ''کیا تو زمین میں ایسے کو بنائیگا جو زمین میں فساد کریگا'' ابلیس نے حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کے وقت کہا: اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ''میں ان سے بہتر ہوں'' یہ بیان حضرت محمد ﷺ کا ہے۔ آپ نے حضرت آدم علیہ السلام کے قصہ سے متعلق خبر دی اور یہ تائید الٰہی کے بغیر ممکن نہ تھا۔ یہ واقعہ بیان کرنا آپ کی نبوت کی سچائی پر دلیل ہے پس ان کافروں کو کیا ہو گیا ہے کہ یہ لوگ قرآن کی سچائی پر ایمان نہیں لاتے اور نہ اس میں غور وفکر کرتے ہیں۔ اس باب میں دوسرا قول وہ ہے جسے ابو الاشہب نے حضرت حسن سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے رب نے مجھ سے فرمایا: اے محمد ﷺ! ملا اعلیٰ نے کس معاملے میں جھگڑا کیا؟ آپ نے عرض کیا: کفارات اور درجات میں۔ فرمایا: کفارات کیا ہیں؟ آپ نے عرض کیا: جماعت کیلئے چل کر جانا' سردیوں میں مکمل وضو کرنا اور ایک نماز کے بعد مسجد میں بیٹھ کر دوسری نماز کا انتظار کرنا۔ فرمایا: درجات کیا ہیں؟ آپ نے عرض کیا: سلام کو عام کرنا' بھوکے کو کھانا کھلانا اور جس وقت لوگ سو رہے ہوں اٹھ کر نماز پڑھنا۔ (القرطبی)

۲ یعنی میری جانب وحی نہیں کی گئی مگر اس بات کی کہ میں لوگوں کو اللہ تعالیٰ سے ڈراؤں۔ (القرطبی)

۳ جاننا چاہیئے کہ سورہ بقرہ میں ملائکہ اور ابلیس کی تخلیق آدم علیہ السلام اور ان کے استحقاقِ خلافت کے متعلق گفتگو اور ان کا مسجود ملائکہ ہونا تفصیل سے بیان کر دیا گیا۔ یہاں اس مفصل قصہ کو مختصر طور پر بیان کیا گیا ہے اور قصہ کا جو اصل مقصد تھا اس کی طرف اشارہ کر دیا گیا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کے مقابلہ میں ابلیس نے غرور کیا اور راندۂ درگاہ ہوگیا۔ مشرک بھی رسول اللہ ﷺ کے مقابلہ میں اپنے کو بڑا سمجھتے تھے ان کا بھی ابلیس کی طرح خوار و ذلیل ہونا ضروری ہے [یہ ہے اصل مقصود بیان] یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کسی فرشتہ کی وساطت سے اللہ تعالیٰ نے ملاء اعلیٰ سے کلام کیا ہو' یا ملاء اعلیٰ سے مراد کائنات بالا ہو جو اللہ تعالیٰ اور ملائکہ سب ہی کو شامل ہے۔ (مظہری) ۴ یعنی وہ روح جس کا صرف اور صرف میں ہی مالک ہوں میرے علاوہ یہ کسی کی ملکیت میں [مجازی طور پر بھی] نہیں ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کو جو ملائکہ نے سجدہ کیا وہ سجدۂ تحیہ تھا عبادت کا سجدہ نہ تھا۔ (القرطبی) سجدہ کی حقیقت زمین پر چہرہ رکھنا ہے مطلب یہ ہے کہ تم سب سجدہ کر کے یہ اقرار کرو کہ آدم خلافت کے مستحق ہیں۔ پچھلی امتوں میں سجدۂ تحیہ جائز تھا لیکن اسلام نے اسے باطل کر دیا اب کسی کو بھی سجدۂ تحیہ جائز نہیں ہے۔ (روح البیان) ۵ یعنی جب آدم کی تخلیق ہوگئی اور انھیں مکمل کر کے اس میں روح پھونک دی گئی تو ملائکہ نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا اور ان کی خلافت کا اقرار کیا۔ سہیلی نقاش سے نقل کرتے ہیں کہ ملائکہ میں سے سب سے پہلے حضرت اسرافیل علیہ السلام نے سجدہ کیا۔ (روح البیان) ۶ ابلیس نے سجدہ نہیں کیا اور تکبر کیا۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور کرنے سے پہلے اس کا نام عزازیل تھا اور حارث' اس کی کنیت ابو کردوس اور ابو مرہ تھی۔ ابلیس علم الٰہی میں پہلے ہی سے کافر تھا۔ اس لئے اس کی شقاوت ذاتی تھی عرضی نہ تھی جبکہ اس کی سعادت یعنی معلم الملکوت ہونا عارضی تھی اس لئے وہ اصل کی جانب لوٹ گیا۔ (روح البیان)

مِنَ الْعٰلِيْنَ ﴿٧٥﴾ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ۭ خَلَقْتَنِيْ مِنْ

از عالیان گفت بہترم از و بیافریدی مرا از

(واقع میں) بڑے درجہ والوں میں سے تھا ۱ کہا میں اس سے بہتر ہوں تو نے مجھے پیدا کیا

نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ﴿٧٦﴾ قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ

آتش و بیافریدی او را از گل گفت پس برو ازاں پس ہر آئنہ تو

آگ سے اور تو نے اسے مٹی سے پیدا کیا ۲ فرمایا تو اس سے نکل جا بیشک تو

رَجِيْمٌ ﴿٧٧﴾ وَّاِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِيْٓ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿٧٨﴾ قَالَ

رانده شده و ہر آئنہ برتست لعنت مرا تا روز قیامت گفت

مردود ہے ۳ اور بیشک تجھ پر قیامت تک میری لعنت ہے ۴ کہا

رَبِّ فَاَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿٧٩﴾ قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ

اے پروردگار من پس مہلت دہ مرا تا روزیکہ برانگیختہ شوند گفت پس ہر آئنہ تو از

اے میرے رب! پس تو مجھے اٹھائے جانے کے دن تک مہلت دے ۵ فرمایا: بیشک تو

الْمُنْظَرِيْنَ ﴿٨٠﴾ اِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ﴿٨١﴾ قَالَ فَبِعِزَّتِكَ

مہلت دادگانی تا روزیکہ وقت دانستہ گفت بعالیت تو سو گند

مہلت دیئے ہوئے میں سے ہے ٦ جانے ہوئے وقت کے دن تک ۷ کہا تیری عزت کی قسم

لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿٨٢﴾ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿٨٣﴾

البتہ گمراہ کردم ایشانرا ہمہ مگر بندگان تو از ایشاں پاک کردہ شدہ

میں ضرور ان سب کو گمراہ کرونگا ۸ مگر تیرے بندے ان میں سے جو پاک کئے ہوئے ہوں ۹

قَالَ فَالْحَقُّ ۡ وَالْحَقَّ اَقُوْلُ ﴿٨٤﴾ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَ

گفت پس راستی و درست گویم البتہ پُر کنم دوزخ از تو و

فرمایا پس سچ ہے اور میں سچ (ہی) کہتا ہوں ۱۰ ضرور میں بھرونگا دوزخ کو تجھ سے اور

۱ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کی نسبت اپنی جانب تکریم کیلئے کی ورنہ ہر شے کا خالق اللہ تعالیٰ ہی ہے، روح کی اضافت ایسی ہی ہے جیسی بیت اور ناقہ کی اضافت اللہ تعالیٰ کی جانب۔ حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ اس جگہ ید کا لفظ تاکید کیلئے ہے، ایک قول یہ بھی ہے کہ یہاں ید سے مراد قدرت ہے، یہ بھی مطلب بیان کیا گیا ہے کہ میں نے بلا واسطہ یعنی ماں باپ کے بغیر انھیں پیدا کیا۔ (القرطبی)

۲ جب اللہ تعالیٰ نے ابلیس سے پوچھا کہ تجھے کس چیز نے سجدہ کرنے سے روکا؟ اس کے جواب میں ابلیس نے کہا کہ تو نے مجھے آگ سے بنایا اور آدم کو مٹی سے بنایا اس لئے میں اس سے بہتر ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ اگر میں شرف میں آدم کے برابر بھی ہوتا جب بھی میری شان کے لائق نہیں تھا کہ میں آدم کو سجدہ کروں، اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو آگ سے پیدا فرمایا۔ (تفسیر کبیر)

۳ یعنی اے ابلیس تو جنت سے نکل جا، یا ملائکہ کی جماعت سے نکل جا۔ علامہ بیضاوی کہتے ہیں کہ شیطان نے حضرت آدم علیہ السلام کو وسوسہ جنت سے نکالے جانے کے بعد ڈالا۔ فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ: یہ علت ہے کہ شیطان کو راندۂ درگاہ کیوں بنایا۔ ابلیس کو ہر خیر اور کرامت سے دور کر دیا گیا۔ (روح البیان)

۴ یعنی تو قیامت تک میری رحمت سے دور کر دیا گیا ہے۔ واضح رہے کہ یہ مطلب نہیں ہے کہ قیامت تک ابلیس پر لعنت ہے اور قیامت آنے پر یہ لعنت ختم ہو جائیگی اس لئے کہ جو دنیا میں ہمیشہ لعنت میں ہوگا وہ آخرت میں راحت کی بو تک نہ سونگھ سکے گا اور آخرت میں بھی لعنت میں ہوگا [بس قیامت کے روز لعنت کی نوعیت میں تبدیلی ہو جائیگی گویا قیامت تک ایک نوعیت کی لعنت کی حد بندی ہے نہ کہ لعنت کے انقطاع کی حد بندی] دنیا میں لعنت یہ ہے کہ اس کی توفیق اور اس کے فیض کی قبولیت کو منقطع کرنا اور انسان کو اس سے دور رہنے کی تلقین کرنا۔ (روح البیان) ۵ ابلیس نے کہا کہ اے میرے رب! جب تو نے مجھے رجیم بنا ہی دیا ہے تو اب مجھے اس روز تک مہلت دیدے، جس روز لوگ اپنی قبروں سے حساب و کتاب کیلئے نکالے جائیں گے۔ ابلیس نے اللہ تعالیٰ سے مہلت اسلئے مانگی تا کہ قیامت تک ابن آدم کو بہکاتا رہے۔ (روح البیان) ٦ یعنی نفخۂ اولیٰ تک مجھے مہلت دے۔ (صفوۃ التفاسیر) ۷ یعنی اس روز تک جسے اللہ تعالیٰ نے خلائق کی فنا کیلئے بنایا۔ بعض مفسرین کرام کا کہنا ہے کہ شیطان کی ذریت کو بھی نفخۂ اولیٰ تک موت نہیں آئیگی بخلاف جنات کے کہ ان کی نسل ختم بھی ہوگی اور دیگر پیدا بھی ہونگے۔ اس میں یہ احتمال بھی ہے کہ بعض جنوں کو بھی اللہ تعالیٰ نے قیامت تک مہلت دی ہے جیسے اللہ تعالیٰ انسانوں میں سے بعض کو قیامت تک زندہ رکھے گا جیسے حضرت خضر علیہ السلام [کہ آپ قیامت تک ظاہری حیات میں ہونگے اور ابن آدم کی بھلائی کیلئے کام کرتے رہیں گے] (روح البیان) ۸ اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو راندۂ درگاہ اس لئے کیا کہ اس نے آدم علیہ السلام کو سجدہ نہیں کیا گویا حضرت آدم علیہ السلام سبب بنے اس لئے ابلیس نے اللہ تعالیٰ کی عزت کی قسم کھائی کہ میں ابن آدم کو شہوات سے مزین کر کے گمراہ کرونگا اور انھیں شبہ میں ڈالونگا۔ (القرطبی) ۹ یعنی تیرے وہ بندے جنھیں تو نے اپنی عبادت سے خاص کیا اور جنھیں تو مجھ سے بچالے۔ (القرطبی) ۱۰ مطلب یہ ہے کہ میں حق کو حق ہی ثابت کرونگا یعنی میں جیسا کرتا ہوں اس کے مطابق ضرور کرتا رہونگا۔ پس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے خود اپنی قسم فرمائی اور اس کا مقصد قصہ کو مؤکد کرنا ہے۔ (القرطبی) یعنی میرا یہ کہنا کہ میں جہنم کو تجھ سے اور ان سے جو تیرے پیروکار ہونگے ضرور بھر دونگا ایسا ہو کر رہے گا اس لئے کہ میں حق ہی کہتا ہوں۔ (صفوۃ التفاسیر)

مِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۸۵﴾ قُلْ مَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ

ازانکه پیروی کند ترا از ایشاں همه بگو نمیخواهم از شما برو

ان سے جو تیری پیروی کرے ان میں سے سب کو[1] آپ فرما دیجئے میں تجھ سے نہیں چاہتا اس پر

مِنْ اَجْرٍ وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ ﴿۸۶﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ

هیچ مزدے و نیستم من از تکلف کنندگان نیست قرآن مگر پندے

کوئی اجر اور نہ میں تکلف کرنے والوں میں سے ہوں[2] نہیں ہے یہ قرآن مگر ایک نصیحت

لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۷﴾ وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَاَهٗ بَعْدَ حِيْنٍ ﴿۸۸﴾

مر عالمیانرا و زود بدانند خبر قرآنرا بعد از هنگامی

عالمین کیلئے[3] اور جلد تم ایک وقت کے بعد قرآن کی خبر کو جان لو گے[4]

سُوْرَةُ الزُّمَرِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ خَمْسٌ وَّسَبْعُوْنَ اٰيَةً وَّثَمَانِيْ رُكُوْعَاتٍ

سورہ زمر مکی ہے اور اس میں ۷۵ آیات اور ۸ رکوع ہیں[5]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

بنام خدای بخشندہ مہربان

اللہ کے نام سے (جو بہت) رحم والا مہربان (ہے)

تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ﴿۱﴾ اِنَّآ اَنْزَلْنَآ

فرو فرستادن کتاب از خدای غالب با حکمت ہر آئنہ ما فرستادیم

اللہ غالب حکمت والے کی طرف سے کتاب اتارنا ہے[6] بیشک ہم نے اتاری

اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ﴿۲﴾

بسوے تو کتاب براستی پس پرستید خدایرا پاک کنندہ باشی برای او را دین

تمہاری جانب کتاب حق کے ساتھ پس اللہ ہی کی عبادت کرو اس کیلئے دین پاک کر کے[7]

[1] یعنی آدمیوں میں سے جو تیرے ساتھی ہو نگے سب کو جہنم سے بھر دونگا کسی کو نہیں چھوڑ ونگا نہ تم میں سے نہ ان میں سے۔(مظہری)

[2] مطلب یہ ہے کہ میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں جو کسی ایسی چیز کے مدعی بن بیٹھتے ہیں جو ان کے اندر نہیں ہوتی۔ یعنی میں واقعی نبی ہوں میری نبوت کا دعویٰ جھوٹا نہیں ہے۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ ہم کو بناوٹ سے منع کر دیا گیا ہے۔ حضرت مسروق نے کہا کہ ہم حضرت ابن مسعودؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے فرمایا: اگر کوئی شخص کوئی بات جانتا ہو تو کہہ دے اور معلوم نہ ہو تو اللہ جانے کہہ دے کیونکہ جس بات کو نہ جانتا ہو اس کے متعلق واللہ اعلم کہہ دینا بھی علم ہی کی ایک شاخ ہے۔ (مظہری) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ متکلف کی تین علامات ہیں اپنے بڑوں سے جھگڑا کریگا' اس چیز کے پانے کی کوشش کریگا جو اس کے حصہ میں نہیں ہے اور جس کا علم نہیں وہ کہتا ہے۔(القرطبی)

[3] یعنی یہ قرآن جن وانس کی ہدایت کیلئے ہے۔(القرطبی)

[4] حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ موت کے بعد انھیں معلوم ہو جائیگا کہ قرآن کی خبر سچی ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ابن زید کہتے ہیں کہ قیامت کے روز انھیں معلوم ہو جائیگا' فراء کہتے ہیں کہ موت کے بعد بھی اور موت سے قبل بھی انھیں معلوم ہو جائیگا۔ سدی کہتے ہیں کہ بدر کے روز انھیں معلوم ہو جائیگا' حضرت حسن کہتے ہیں کہ اے ابن آدم! موت کے وقت تمہارے پاس خبر آ جائیگی۔(القرطبی)

[5] سورہ زمر مکی ہے سوائے تین آیات کے جو وحشی بن حرب اور اس کے ساتھیوں سے متعلق نازل ہوئیں۔ یَا عِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا الخ: اس میں ۴۷۸۰ حروف اور ۱۱۷۰ کلمات ہیں۔(غرائب القرآن) اس سورتِ مبارکہ میں عقیدۂ توحید پر کلام کیا گیا ہے' اس سورت کی ابتدا قرآن کریم کے ذکر سے ہے جو معجزہ کبری اور حضرت محمد ﷺ کیلئے قائم رہنے والا معجزہ ہے' اللہ تعالیٰ نے رسول کو اللہ کیلئے اخلاص دین کا حکم دیا اور اللہ تعالیٰ کو مخلوق کی مشابہت سے پاک ماننے کا حکم دیا اور ان شبہات کو بیان فرمایا جن کے سبب مشرکین بتوں کی عبادت کرتے تھے' پھر رب العالمین کی وحدانیت کی دلیل موجود ہے' یہ سورت واضح عقیدہ پر مشتمل ہے کہ مؤمنین کیلئے کامیابی ہے اور کافروں کیلئے نقصان ہے اس حیثیت سے کہ مختلف قسم کے عذاب آخرت میں چکھائیں گے، اس میں یہ فرق بھی خوب واضح کیا گیا کہ اس کے درمیان کیا فرق ہے جو صرف ایک معبود کی عبادت کرتا ہے اور جو بہت سارے معبودوں کی عبادت کرتا ہے' پھر کلام کو اس جانب لایا گیا کہ بہت سارے معبودوں کی عبادت چھوڑ کر صرف ایک معبود کی عبادت کی جانب آؤ، اس سے قبل کہ تم پر اچانک موت آجائے، اس سورت کا اختتام صور پھونکنے' مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے' قیامت کی ہولنا کیاں' نیک لوگوں کو جنت کی جانب لے جایا جائیگا اور بروں کو جہنم کی جانب لے جایا جائیگا وغیرہ پر ہے' اس سورت کا نام سورہ زمر اس لئے ہے کہ اس میں زمرۃ السعداء اور زمرۃ الاشقیاء کا ذکر ہے۔(صفوۃ التفاسیر) [6] یعنی یہ کتاب اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ حق ہے۔(القرطبی) [7] یعنی اے محمد ﷺ ہم نے آپ پر جو قرآن اتارا ہے وہ ایسے حق پر مشتمل ہے جس میں کوئی کجی نہیں اور ایسا سچا ہے' جس میں باطل کی ملاوٹ نہیں یعنی ان جیسے عیب سے پاک ہے۔(صفوۃ التفاسیر)

أَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ ؕ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ

بدانید مر خدا یراست دین خالص و آنانکه فرا گرفتند بجز او

جان لو کہ دین خالص اللہ ہی کیلئے ہے' اور وہ لوگ جنہوں نے اس کے سوا (اوروں کو) مددگار بنا لئے

أَوْلِيَآءَ ۘ مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ إِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ؕ إِنَّ

دوستان نمی پرستیم ایشانرا مگر برائے آنکہ نزدیک گردانند بسوے خدای نزدیک گردانندنے هر آئنہ

(کہتے ہیں کہ) انھیں نہیں پوجتے ہیں مگر اس لئے کہ یہ ہمیں اللہ کے قریب کر دیں' بیشک

اللّٰهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِيْ مَا هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ؕ إِنَّ اللّٰهَ

خدای حکم کند میان ایشاں در آنچہ دراں خلاف میکنند هر آئنہ خدای

اللہ فیصلہ فرمائیگا ان کے درمیان جس میں وہ سب اختلاف کرتے تھے' بیشک اللہ

لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ ﴿۳﴾ لَوْ أَرَادَ اللّٰهُ أَنْ

راه نماید آنکہ او دروغگو نا سپاس است اگر خواہد خدای آنکہ

اسے راہ نہیں دکھاتا جو جھوٹ کہنے والا ناشکرا ہو ۱ اگر اللہ چاہتا کہ

يَّتَّخِذَ وَلَدًا لَّاصْطَفٰى مِمَّا يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۙ سُبْحٰنَهٗ ؕ

فرا گیرد فرزندے ہر آئنہ اختیار کردی از آنچہ می آفریند آنچہ خواہد پاکست او

کوئی فرزند بنا لے تو جو وہ پیدا فرماتا ہے اس میں سے جسے چاہتا اختیار کر لیتا' پاک ہے وہ

هُوَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿۴﴾ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ

اوست خدای یگانہ قہر کنندہ بیافرید آسمانہا و زمین

وہی یکتا اللہ قہر کرنا والا ہے ۲ اس نے آسمانوں اور زمین کو

بِالْحَقِّ ۚ يُكَوِّرُ الَّيْلَ عَلَى النَّهَارِ وَيُكَوِّرُ النَّهَارَ عَلَى الَّيْلِ

براستی در می آرد شب را بر روز و در می آرد روز را بر شب

حق کے ساتھ بنایا رات کو دن پر لپیٹتا ہے اور دن کو رات پر لپیٹتا ہے

تفسیر اظہار العرفان

۱ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر وہ لوگ جس کی عبادت کرتے تھے ان کی دو قسمیں تھیں۔ اول عقلاء دوم غیر عقلاء۔ عقلاء میں یہ سب شامل ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت عزیر علیہ السلام ملائکہ اور بہت سے لوگ چاند اور ستاروں کی پرستش اس اعتقاد کے ساتھ کرتے تھے کہ یہ تینوں بھی زندہ عاقلہ ناطقہ ہیں۔ غیر عقلاء جس میں نہ زندگی ہو اور نہ سمجھنے کہنے کی قوت ہو اور وہ بہت ہیں۔ کفار ان سب کی عبادت اس لئے کرتے تھے تا کہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہو جائے۔ (تفسیر کبیر) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس آیت کا نزول تین قبائل کے متعلق ہوا۔ بنی عامر بنی کنانہ اور بنی سلمہ یہ قبائل بتوں کی پوجا کرتے تھے اور فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں قرار دیتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم ان کی پوجا صرف اس لئے کرتے ہیں کہ یہ ہم کو خدا کا مقرب بنا دیں یعنی ان کی پوجا کر کے ہم خدا کے مقرب بن جائیں۔ بغوی نے لکھا ہے کہ جب ان لوگوں سے پوچھا جاتا تھا کہ تمہارا رب کون ہے تم کو اور آسمان و زمین کو کس نے پیدا کیا تو وہ جواب دیتے تھے سب کو اللہ نے پیدا کیا ہے۔ اس پر کہا جاتا پھر بتوں کو کیوں پوجتے ہو تو جواب دیتے۔ ہم تو ان کی پوجا محض اس لئے کرتے ہیں کہ ان کے ذریعے سے ہم خدا کے مقرب بن جائیں۔ (مظہری)

۲ اس آیت کریمہ کا مقصد یہ ہے کہ اس بات پر دلیل قائم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ ولد سے پاک ہے اس کی چند صورتیں ہیں (۱) اگر اللہ تعالیٰ اپنے لئے ولد بناتا تو اکمل الاولاد میں سے بناتا اور وہ بیٹا ہے پس یہ مشرکین کیسے کہتے ہیں کہ ملائکہ اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں (۲) اللہ تعالیٰ واحد حقیقی ہے اور واحد حقیقی ولد کیلئے مانع ہے اس لئے کہ واحد حقیقی اگر مرکب ہوگا تو وہ اپنی ترکیب کیلئے اجزاء کا محتاج ہوگا اور یہ احتیاج غیر کی جانب ہوگئی اور غیر کی جانب احتیاج ممکن لذاتہ ہے' اور واجب الوجود کیلئے ممکن لذاتہ نہیں ہوتا ہے۔ لہذا واحد کیلئے ولد نہ ہوگا [ورنہ وہ واحد نہ رہے گا] اور یہ چند وجوہ سے ہے (۱) ولد اجزائے شے میں سے جدا ہونے والا ایک جز ہوتا ہے پھر ولد اور اس کے درمیان صورتا بھی مشابہت ہوتی ہے اس لئے ہم فرد مطلق کیلئے اسے جائز نہیں کہہ سکتے (۲) ولد کیلئے ضروری ہے کہ والد سے تمام ماہیت میں مماثلت رکھے اس وقت ایک شے کی حقیقت دو شخصوں میں محمول ہوگی اور یہ بھی فرد مطلق کیلئے محال ہے اس لئے کہ ایسا کرنے کی صورت میں فرد مطلق کی تقسیم لازم آئیگی جو کہ صحیح نہیں ہے (۳) ولد حاصل نہیں ہوتا مگر میاں بیوی کے ملاپ سے اور میاں بیوی کا ایک جنس سے ہونا ضروری ہے پس اگر اللہ تعالیٰ کیلئے ولد ہوتا تو اس کیلئے ضروری تھا کہ بیوی بھی ہوتی اور بیوی کیلئے ضروری ہے کہ اسی کے جنس سے ہوتی [پس ایسی صورت میں فرد مطلق کی تقسیم لازم آتی اور خدا کا تعدد بھی لازم آتا] یہ بھی جان لینا چاہیئے کہ قہار کے لئے ولد کا ثبوت محال ہے اس لئے کہ ولد والد کا قائم مقام ہوتا ہے جب اس قہار کو موت نہیں ہے تو اسے کسی نائب کی ضرورت بھی نہیں ہوگی جو بعد انتقال اس کی جگہ کام کرے پس جو ولد کی جانب محتاج ہوگا وہ مقہور بالموت ہوگا اس کا قہار ہونا اس وقت ختم ہو جائیگا (تفسیر کبیر) یعنی اللہ تعالیٰ اگر اولاد بنانا چاہتا تو اپنی مخلوق میں سے جس کو چاہتا منتخب کر لیتا کیونکہ جو چیز موجود ہے وہ اللہ ہی کی پیدا کی ہوئی ہے دو واجبوں کا وجود محال ہے یہ بات دلائل سے ثابت ہے اور ہر موجود کا موجد وہی ہے ساری مخلوق اسی کی پیدا کی ہوئی ہے اور مخلوق خالق کی مثل نہیں ہو سکتی۔ یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ اگر اللہ کسی کو اولاد بنانا چاہتا تو اسکو اولاد بناتا جو اپنی مشیت کے مطابق تخلیق کرتا اور یہ ناممکن ہے۔ (مظہری)

وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۖ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ۗ

و مسخر کرد آفتاب و ماه را هر یک میرود تا وقتی شمرده

اور سورج اور چاند کو مسخر کیا' ہر ایک وقت مقررہ کیلئے چلتا ہے

اَلَا هُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ ۝ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ

بدانید او ست غالب آمرزنده بیافرید شما را از یک تن

جان لو وہی غالب بخشنے والا ہے ۱؎ تمہیں ایک جان سے پیدا کیا

ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ ثَمٰنِيَةَ

پس گردانید ازاں زن آں و فرستاد مر شما را از چهار پایان هشت

پھر اس سے اسکی عورت کو پیدا کیا اور تمہارے لئے چوپایوں میں سے آٹھ جوڑے اتارے

اَزْوَاجٍ ۗ يَخْلُقُكُمْ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ خَلْقًا مِّنْۢ بَعْدِ

قسم می آفریند شما را در شکمہاء مادران شما آفریدنی از پس

تمہیں تمہارے ماؤں کے پیٹ میں بناتا ہے ایک کیفیت کے بعد

خَلْقٍ فِيْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ ۗ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ۗ

آفریدنی در سه تاریکیها اینست خدا پروردگار شما مر او را ست پادشاهی

دوسری کیفیت تین اندھیروں میں' یہ ہے اللہ تمہارا رب اسی کیلئے بادشاہی ہے

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ۝ اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ

نیست معبودی مگر او پس چگونه گردانیده میشوید اگر کافر شوید پس هر آئنه خدای

نہیں ہے کوئی معبود مگر وہ' سو تم کہاں پھر رہے ہو ۲؎ اگر نا شکری کرو گے تو بیشک اللہ

غَنِيٌّ عَنْكُمْ ۟ وَلَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ ۚ وَاِنْ تَشْكُرُوْا

بے نیاز است از شما و نمی و مر بندگان خود را کفر و اگر شکر کنید

تم سے بے نیاز ہے' اور اپنے بندوں کی ناشکری وہ پسند نہیں کرتا اور اگر تم شکر کرو گے

۱؎ یعنی اللہ تعالیٰ جو تمام قدرت پر کمال رکھتا ہے بیوی اور بچہ سے مستغنی ہے اور جس کی یہ شان ہو وہی اس لائق ہے کہ تنہا اسی کی عبادت کی جائے اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا جائے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما آیت کا مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ رات میں سے جو حصہ کم ہوتا ہے وہ حصہ دن میں داخل ہو جاتا ہے اور جو حصہ دن میں سے کم ہوتا ہے وہ حصہ رات میں داخل ہو جاتا ہے۔ اجل مسمی سے مراد قیامت کا دن ہے جس دن آسمان پھٹ جائیگا اور ستارے بکھر جائیں گے، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اجل مسمی سے وہ وقت مراد ہے جس میں چاند اور سورج اپنے سفر کی انتہاء کرتے ہیں۔ (القرطبی)

۲؎ یعنی حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا پھر نسل بڑھانے کیلئے ان ہی میں سے جوڑے بنائے۔ مروی ہے کہ ان چوپایوں کو اللہ تعالیٰ نے جنت میں پیدا فرمایا پھر انہیں زمین کی طرف اتارا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں ہے وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ ''اور ہم نے لوہا اتارا اس میں سخت آنچ'' پس جب حضرت آدم علیہ السلام زمین پر تشریف لائے تو آپ کے ساتھ لوہا بھی اتارا گیا۔ کہا گیا ہے کہ یہاں آیت اَنْزَلَ لَكُمْ بمعنی اَعْطَاكُمْ ہے یعنی اس نے تمہیں چوپائے عطا کئے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ یہاں خلق کو انزال سے تعبیر کیا گیا ہے اس لئے کہ جب تک اللہ تعالیٰ کا حکم آسمان سے نہیں اترتا ہے اس وقت تک کوئی چیز نہیں بنتی ہے اب آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ اس نے تمہارے لئے پیدا کیا اسی طرح حکم نازل فرمایا۔ يَخْلُقُكُمْ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهَاتِكُمْ الخ: حضرت قتادہ اور سدی کہتے ہیں کہ اس سے مراد ہے کہ پہلے نطفہ پھر جما ہوا خون' پھر گوشت کا لوتھڑا' پھر ہڈی اور پھر گوشت بناتا ہے' حضرت ابن زید کہتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کی پیٹھ سے تمہاری ماؤں کے رحم میں منتقل کر کے تمہیں پیدا کیا۔ یہ مطلب بھی بیان کیا گیا ہے کہ باپ کی پیٹھ میں پھر ماں کے پیٹ میں پھر وضع حمل کے بعد یعنی ان مراحل سے گذار کر تمہیں پیدا کیا۔ فِيْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ فرماتے ہیں کہ پیٹ کی ظلمت' رحم کی ظلمت اور جھلی کی ظلمت مراد ہیں' حضرت ابن جبیر کہتے ہیں کہ جھلی کی ظلمت' رحم کی ظلمت اور رات کی ظلمت مراد ہیں۔ پہلا قول اصح ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ باپ کے صلب کی تاریکی' ماں کے پیٹ کی تاریکی اور رحم کی تاریکی مراد ہے۔ (القرطبی) ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ: جب اللہ تعالیٰ نے ان دلائل کو بیان فرمایا اور اس کے اوصاف بھی بیان فرمالیئے تو اب فرمارہا ہے کہ یہ جو عجیب وغریب افعال تم نے سنے ان تمام کا رب اللہ ہے۔ یہ آیت کریمہ دلالت کررہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اجزاء اور اعضاء سے پاک ہے اسی طرح جسم اور مکان سے بھی پاک ہے۔ لَهُ الْمُلْكُ: یہ جملہ حصر کا فائدہ دے رہا ہے کہ اس پوری کائنات میں اسی کی بادشاہت ہے یہ کائنات اس کے علاوہ اور کسی کی نہیں ہے اور جب پوری کائنات میں اسی کی بادشاہت ثابت ہے تو ثابت ہوا کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اس کے علاوہ اگر کائنات میں کوئی اور بادشاہ ہوتا تو نظام کائنات میں ضرور خلل اور فساد ہوتا' کائنات کے نظام میں خلل اور فساد کا نہ ہونا بھی ثابت کر رہا ہے کہ اسی ایک کی بادشاہت پوری کائنات میں ہے۔ یہاں یہ بھی جان لینا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کے کمال' اپنی رحمت اور اپنی حکمت پر جو دلائل قائم کئے ہیں وہ مشرکین وکفار کی فہم کے مطابق ہیں۔ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ: یعنی یہ ایسے دلائل ہیں کہ ان سے انحراف نہیں کیا جاسکتا اس کے باوجود اللہ تعالیٰ کو ایک نہ ماننا اور اس کی قدرت سے انحراف کرنا ایک بڑے تعجب کی بات ہے [اس لئے کہا جارہا ہے کہ تم سب کہاں پھر رہے ہو] (تفسیر کبیر)

يَرْضَهُ لَكُمْ ۗ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۗ ثُمَّ اِلٰى
پسندد آنرا مر شما را و بر ندارد ہیچ بردارندہ بار دیگریرا باز بسوے
تو اسے تمہارے لئے پسند فرماتا ہے، اور کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائیگا، پھر
رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۗ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ ۢ
پروردگار شما باز گشت شما اپس خبر دہم شما را بآنچہ بودید شما میکردید کہ او دانا ست
اپنے رب کی طرف تمہارا لوٹنا ہے پس وہ تمہیں اس کی خبر دیگا جو تم کرتے تھے، بیشک وہ جانتا ہے
بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝۷ وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهٗ
بآنچہ سینہا ست و چوں برسد آدمی را سختی بخواند پروردگار خود را
جو سینوں میں ہے ۱ اور جب آدمی کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اپنے رب کو پکارتا ہے
مُنِيْبًا اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَا خَوَّلَهٗ نِعْمَةً مِّنْهُ نَسِيَ مَا كَانَ
باز گشت بسوے او پس چوں بدہد او را خدای راحتی از خود فراموش کند آنچہ داد
اسی کی طرف رجوع لاتے ہوئے پھر جب اللہ اسے اپنی طرف سے راحت عطا فرماتا ہے تو اسے بھلا دیتا ہے جو
يَدْعُوْٓا اِلَيْهِ مِنْ قَبْلُ وَجَعَلَ لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلَّ
کہ میخواند بسوے او پیش ازیں و گردانید براے خدای ہمتایان تا گمراہ کند
(اللہ نے) دیا کہ اس سے پہلے اسی کو پکارتا تھا اور اللہ کیلئے ہمسر ٹھہرایا تا کہ گمراہ کرے
عَنْ سَبِيْلِهٖ ۗ قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِيْلًا ۖ اِنَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ
از راہ او بگو بر خوردار باش بکفر اندکی ہر آئنہ تو از یاران
اسکی راہ سے، آپ فرما دیجئے تھوڑے دن اپنے کفر سے برت لو، بیشک تو جہنم والوں
النَّارِ ۝۸ اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّيْلِ سَاجِدًا وَّقَآئِمًا يَّحْذَرُ
آتش آیا آنکہ اوست بردارد در ساعتہاء شب سجدہ کنند و ایستادہ می ترسد
میں سے ہے ۲ کیا وہ جو رات کی ساعتوں کو سجدہ میں گذارتا ہے اور قیام میں، ڈرتا ہے

۱ یعنی اس کو کفر پسند نہیں اگرچہ کفر وایمان سب اسی کے ارادے [اور مشیت] سے ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا خود ارشاد ہے مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا یعنی اللہ جس کو ہدایت یاب کرنا چاہتا ہے اس کا سینہ اسلام کیلئے کھول دیتا ہے [پھر کشادہ دلی سے وہ اسلام قبول کر لیتا ہے] اور جس کو گمراہ کرنا چاہتا ہے اس کے سینے کو تنگ کر دیتا ہے [پھر اس کے دل میں اسلام داخل نہیں ہوتا] علمائے اسلام کا یہی قول ہے۔ تمام اہلسنت کا اسی پر اجماع ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور سدی نے آیت کا معنی بیان کیا کہ اللہ اپنے بندوں کیلئے کفر کو پسند نہیں کرتا۔ یہ بندے وہی ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے [ابلیس سے] فرمادیا تھا اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ "بیشک جو میرے بندے ہیں ان پر تجھے کچھ قابو حاصل نہ ہوگا" اس تفسیر پر رضا کو بمعنی ارادہ مجازاً اس جگہ قرار دیا جائیگا ورنہ حق بات یہ ہے کہ نہ رضا اور ارادہ ہم معنی لفظ ہیں نہ ارادہ کیلئے رضا ضروری ہے۔ ارادہ کا تعلق تو خیر وشر دونوں سے ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے جو چاہا ہوا اور جو نہ چاہا نہیں ہوا، اللہ تعالیٰ کا ارادہ جس چیز سے متعلق ہو گیا اس کا ہونا ضروری ہے نہ ہونا محال ہے اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا: اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ اِذَا اَرَدْنٰهُ اَنْ نَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ "جو چیز ہم چاہیں اس سے ہمارا فرمانا یہی ہوتا ہے کہ ہم کہیں ہو جا وہ فوراً ہو جاتی ہے" وَاِنْ تَشْكُرُوْا يَرْضَهُ لَكُمْ: یعنی اپنے رب پر اگر ایمان لاؤ گے اور اس کی فرمانبرداری کرو گے تو وہ تم کو اس کا ثواب دیگا۔ رضا کیلئے ثواب دینا لازم ہے اس لئے رضا کا ترجمہ بعض علماء نے [ثواب] کیا ہے۔ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى: اس میں اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ کفر کا وبال تم پر ہی پڑیگا تمہارے کافر رہنے سے رسول اللہ ﷺ کا کوئی نقصان نہیں وہ تو تمہارے ہی فائدے کیلئے اسلام کی دعوت دے رہے ہیں۔ (مظہری) ۲ یعنی انسان کو جب فقر مصیبت پہنچتی ہے تو یہ انسان اس سے نجات حاصل کرنے کی غرض سے اللہ تعالیٰ کا مطیع ہو کر دعا کرنے لگتا ہے پھر جب اللہ تعالیٰ اس بلاء سے نجات دیدیتا ہے تو انسان اپنے رب کو اس طرح بھول جاتا ہے جیسے اس نے اپنے رب کو پکارا ہی نہیں تھا۔ اس کا دوسرا مطلب یہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ اس دعا کو بھول جاتا ہے جو اس نے مصیبت کے وقت اللہ تعالیٰ سے کی تھی۔ (القرطبی) جاننا چاہیئے کہ ضُرٌّ میں ہر قسم کی تکلیف شامل ہے اس کے جسم میں ہوئیا اس کے مال میں ہوئیا اس کے اہل وعیال میں ہو۔ اس لئے کہ یہاں لفظ مطلق ہے اور وہ اس اطلاق کا تقاضا کر رہا ہے کہ ہر ایک تکلیف کو شامل ہو۔ وَجَعَلَ لِلّٰهِ اَنْدَادًا: مطلب یہ ہے کہ انسان کی بھی عجیب حالت ہے جب اس پر مصیبت آتی ہے تو اس کا اعتقاد ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اس مصیبت کو ہٹانے والا نہیں ہے اور جب مصیبت ٹل جائے اور نعمت وراحت مل جائے تو جھوٹے معبودوں کی جانب متوجہ ہو کر اس کی عبادت کرنے لگتا ہے۔ جب اسے معلوم ہے کہ حالتِ ضرّ میں ہم اللہ تعالیٰ کی جانب رجوع کرتے ہیں، اس لئے کہ خیر اور شر پر وہی قادر ہے تو یہی نظریہ حالتِ راحت میں بھی باقی رہنا چاہیئے لیکن یہ ایسا نہیں کرتے، ان کا یہ تضاد قلتِ عقل کی بناء پر ہے۔ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ: یعنی ان کی یہ گمراہی فقط اپنی ذات تک نہیں رہتی بلکہ یہ دوسروں کو بھی اس گمراہی کی جانب بلاتے ہیں۔ یہ بلانا فعل کے ساتھ ہوتا ہے یا اپنے قول سے اس گمراہی میں شریک ہونے کی دعوت دیتے ہیں۔ (تفسیر کبیر)

الْاٰخِرَةَ وَيَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ ؕ قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ

از آخرت و امید میدارد از رحمت پروردگار خود بگو آیا برابر ست آنانکه

آخرت سے اور امید رکھتا ہے اپنے رب کی رحمت پر' آپ فرما دیجئے کیا برابر ہے وہ جو

يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ؕ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا

میدانند و آنانکہ نمیدانند جز ایں نیست پند گیرند خداوندان

جانتا ہے اور وہ جو نہیں جانتا ہے' اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ نصیحت حاصل کرتے ہیں صاحبِ

الْاَلْبَابِ ﴿۹﴾ قُلْ يٰعِبَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ؕ

خرد را بگو اے بندگان من آنانکہ گرویدند پرہیزند پروردگار خود

عقل [۱] آپ فرما دیجئے اے میرے بندو! جو ایمان لائے اپنے رب سے ڈرو'

لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِىْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ؕ وَاَرْضُ

مر آنانرا کہ نیکوئی کردند دریں دنیا نیکوئی و زمین

ان کیلئے جنہوں نے بھلائی کی اس دنیا میں بھلائی ہے اور اللہ کی

اللّٰهِ وَاسِعَةٌ ؕ اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ

خدای کشادہ است جز ایں نیست کہ تمام دادہ شوند مزد ایشاں بے

زمین کشادہ ہے' اسکے سوا کچھ نہیں ہے کہ پورا دیا جائیگا ان کا اجر بے

حِسَابٍ ﴿۱۰﴾ قُلْ اِنِّىْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا

شمار بگو ہر آئنہ من مامور شدم آنکہ پرستم خدای را پاک کنندہ

حساب [۲] آپ فرما دیجئے بیشک مجھے اس پر مامور کیا گیا کہ میں اللہ ہی کی عبادت کروں پاک کر کے

لَّهُ الدِّيْنَ ﴿۱۱﴾ وَاُمِرْتُ لِاَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۱۲﴾

برائے او دین و مامور شدم آنکہ باشم اول مسلمانان

اس کیلئے دین کو [۳] اور مجھے مامور کیا گیا کہ میں سب سے پہلا مسلمان رہوں [۴]

تفسیر اظہار العرفان

[۱] اس آیت کا شانِ نزول کس کے حق میں ہوا' اس سلسلے میں مختلف روایات آئیں ہیں۔ حضرت ضحاک کی روایت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول آیا ہے کہ یہ آیت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی۔ کلبی نے بروایت ابو صالح بیان کیا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اس آیت کا نزول حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے حق میں ہوا۔ جو یبر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان نقل کیا ہے کہ یہ آیت حضرت ابن مسعود' حضرت عمار اور حضرت سالم مولی ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کے حق میں اتری۔ بغوی نے لکھا ہے کہ حضرت ضحاک نے کہا کہ یہ آیت حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے حق میں نازل ہوئی۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اس کا نزول حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہوا۔ کلبی کی ایک روایت میں آیا ہے کہ یہ آیت حضرت ابن مسعود' حضرت عمار اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی۔ ان مختلف روایات [کو صحیح قرار دیتے ہوئے سب] کی وجہ جامع یہ ہو سکتی ہے کہ ان تمام حضرات کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی جن کا ذکر مختلف روایات میں آیا ہے۔ (مظہری) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ قنوت سے مراد قرآن کی تلاوت اور لمبا قیام ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت مراد ہے۔ فائدہ: اس آیتِ کریمہ کی ابتدا عمل کے ذکر سے ہے اور آیت کا اختتام علم کے ذکر سے ہے اس لئے آیت ہمیں بتا رہی ہے کہ انسان کا کمال دو میں محصور ہے پس عمل اس کی ابتدا ہے اور علم و مکاشفہ اس کی انتہا ہے۔ فائدہ: آیت کریمہ تنبیہ کر رہی ہے کہ عمل سے نفع اس وقت حاصل ہوگا جب انسان اس پر مواظبت کرے۔ قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ: اس ٹکڑے میں فضیلتِ علم پر تنبیہ کی گئی ہے' اور اس جانب بھی اشارہ ہے کہ قانتین علماء کی جماعت ہے۔ اس کے آخری جملہ میں علماء اور جہال کے درمیان بڑے فرق کو بیان کیا گیا ہے۔ اعتراض: آپ کہتے ہیں کہ علم مال سے افضل ہے لیکن ہم تو یہ دیکھتے ہیں کہ علماء کا اجتماع بادشاہوں کے ہاں تو ہوتا ہے لیکن بادشاہوں کا اجتماع علماء کے ہاں نہیں ہوتا۔ جواب: اس میں بھی علم کی فضیلت ہے اور وہ اس طرح کہ علماء ان منافع کو جانتے ہیں جو مال میں پوشیدہ ہیں اس لئے اس کی طلب میں بادشاہوں کے یہاں جمع ہوتے ہیں۔ (تفسیر کبیر) [۲] یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! میرے مؤمنین بندوں سے کہہ دیجئے کہ گناہوں سے ڈرتے رہو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس سے جعفر بن ابی طالب اور وہ لوگ مراد ہیں جو ان کے ساتھ حبشہ کی جانب ہجرت کر کے گئے تھے۔ آیت میں پہلی جگہ حسنہ سے مراد طاعت ہے اور دوسری جگہ حسنہ سے مراد ثواب فی الجنۃ ہے۔ اِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ: اس جگہ صابرون سے روزے دار مراد ہیں۔ اس کی دلیل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ آپ نے فرمایا: "روزہ میرے لئے ہے اور میں اس کا بدلہ دونگا" اہل علم کہتے ہیں کہ ہر عمل کا اجر پیمانہ یا میزان سے وزن کر کے دیا جائیگا سوائے روزہ کے۔ حضرت مالک بن انس اس قول کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہاں صبر سے مراد ہے دنیا کی تکلیفوں اور غموں پر صبر کرنا۔ اس میں شک نہیں ہے کہ جو ایسا کرنے میں کامیاب ہو جائیگا اسے بے حساب اجر دیا جائیگا۔ یہاں صبر میں وہ لوگ بھی داخل ہیں جنہوں نے ترکِ گناہ پر صبر کیا ہو۔ (القرطبی) [۳] یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت میں اخلاص پیدا کرنے کا حکم دیا ہے۔ مفسرین کہتے ہیں کہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو خاص اس لئے فرمایا تا کہ عام لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ اخلاص کی کتنی اہمیت ہے۔ (صفوۃ التفاسیر) [۴] یعنی اس امت میں۔ (القرطبی)

قُلْ اِنِّيْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ

بگو ہر آئنہ من ترسم اگر عاصی شوم پروردگار خود را از عذاب روز

آپ فرما دیجئے بیشک میں ڈرتا ہوں اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں بڑے دن کے

عَظِيْمٍ ﴿۱۳﴾ قُلِ اللّٰهَ اَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّهٗ دِيْنِيْ ﴿۱۴﴾ فَاعْبُدُوْا

بزرگ بگو خدایرا پرستش کنم پاک کنندہ برائے او دین من پس پرستید او را

عذاب سے ۱ آپ فرما دیجئے میں اللہ ہی کی عبادت کرتا ہوں اپنے دین کو پاک کر کے اس کیلئے ۲ پس تم اسے پوجو

مَا شِئْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ ؕ قُلْ اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا

آنچہ خواہید او بگو ہر آئنہ زیانکاران آنانکہ زیاں کردند

جسے تم اس کے سوا چاہو آپ فرما دیجئے بیشک نقصان والے وہ لوگ ہیں جنہوں نے نقصان کیا

اَنْفُسَهُمْ وَ اَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اَلَا ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ

بر خود و در کسان خود ایشاں روز قیامت بدانید ایں آنست زیاں

اپنا اور اپنے اہل کا قیامت کے روز، جان لو یہ ہے وہ کھلا

الْمُبِيْنُ ﴿۱۵﴾ لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَ مِنْ تَحْتِهِمْ

بیدا ایشانراست از بالائے ایشاں سائبانہا از آتش و از زیر ایشاں

نقصان ۳ ان کیلئے ان کے اوپر آگ کے سائے ہیں اور ان کے نیچے

ظُلَلٌ ؕ ذٰلِكَ يُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهٖ عِبَادَهٗ ؕ يٰعِبَادِ فَاتَّقُوْنِ ﴿۱۶﴾

سائبانہا ایں عذاب می ترساند خدای بداں بندگان خود اے بندگان من بترسید مرا

سائے، اس عذاب سے اللہ ڈراتا ہے اپنے بندوں کو، اے میرے بندو مجھ ہی سے ڈرو ۴

وَ الَّذِيْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ اَنْ يَّعْبُدُوْهَا وَ اَنَابُوْٓا اِلَى

و آنانکہ پرہیز کردند از طاغوت آنکہ پرستند آنرا و باز گشتند بسوے

اور وہ لوگ جو بتوں سے بچے کہ اس کی عبادت کرتے اور رجوع لائے

۱ ابوحمزہ الثمالی اور ابن میتب کہتے ہیں کہ یہ آیت اللہ تعالیٰ کے اس فرمان لِیَغْفِرَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَا تَأَخَّرَ سے منسوخ ہے۔(القرطبی) یعنی اگر میں اخلاص ترک کر دوں اور تمہاری طرح شرک اور برے اعمال کی طرف مائل ہو جاؤں تو مجھے عذاب کا ڈر ہے۔ سابق آیت کی طرح اس آیت میں مخاطبین کو اسلام کی طرف مائل کرنا اور نافرمانی کے نتیجے سے ڈرانا مقصود ہے۔ بغوی نے لکھا ہے کہ اس آیت کا نزول اس وقت ہوا جب نبی ﷺ کو باپ دادا کا دین اختیار کرنے کی دعوت دی گئی تھی۔(مظہری)

۲ سوال: جب اس سے پہلے اخلاص کا حکم دیئے جانے کا ذکر ہو چکا تو اب اس کے ذکر سے تکرار کا کیا معنی ہے؟ جواب: آیت میں تکرار نہیں ہے اس لئے کہ اس سے پہلی آیت میں عبادت میں اخلاص لانے کا حکم اللہ تعالیٰ کی جانب سے تھا اور اب اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے یہ حکم ہے کہ آپ فرما دیجئے میں اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتا۔(تفسیر کبیر)

۳ مفصل کلام اس طرح تھا کہ اگر تم میری موافقت نہیں کرتے اور اللہ تعالیٰ کی خالص عبادت نہیں کرتے تو پھر اللہ تعالیٰ کے سوا جسے چاہو پوجتے پھرو اس کے نتیجہ میں تم پر جو عذاب آئیگا اور نامراد ہو گے اس کو خود دیکھ لو گے۔ اہل سے مراد ہیں متعلقین، بیویاں، اولاد اور خدمتگار وغیرہ۔ عربی محاورہ میں خَسِرَ التَّاجِرُ اس وقت کہا جاتا ہے جب تجارت میں تاجر کو گھاٹا ہو جائے کافروں نے بھی اپنے اس حصہ کو جو جنت میں [بشرط ایمان وعمل صالح] ان کیلئے مقرر تھا دوزخ کے اس حصہ سے بدل دیا جو اہل جنت کیلئے [بشرط کفر وشرک] مقرر تھا یعنی کافر ہو کر مؤمنوں کو اپنی جنت والی جگہ دیدی اور دوزخ کے اندر وہ جگہ لے لی جو مؤمنوں کیلئے مقرر تھی اگر وہ ایمان نہ لاتے اور نیک کام نہ کرتے۔ بغوی نے لکھا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ہر آدمی کیلئے جنت میں ایک مکان اور متعلقین یعنی بیوی وغیرہ مقرر کر دیئے ہیں اب اگر بندہ اطاعت گذار ہے تو وہ مکان اور متعلقین اس کو مل جائیں گے اور اگر نافرمان ہے تو وہ گھر اور متعلقین کسی دوسرے اطاعت گذار بندہ کو دیئے جائیں گے۔ میں کہتا ہوں کہ اس تشریح پر آیت میں خَسِرُوْا کا معنی ہوگا فُوِّتُوْا یعنی خاسر وہ لوگ ہیں جنہوں نے کھو دیا اپنی جانوں کو بھی اور متعلقین کو بھی۔ بعض لوگوں کا قول ہے کہ خسران اہل کی دو صورتیں ہیں اگر اہل وعیال دوزخی ہیں تو اس شخص کے گمراہ کرنے کی وجہ سے دوزخی ہوئے اور اگر جنتی ہیں اور یہ [کافر دوزخی ہے] ان سے جاتا رہا ہمیشہ کیلئے الگ ہو گیا۔ اَلْخُسْرَانُ الْمُبِیْنُ: یعنی روز قیامت کا خسران ہی حقیقت میں خسران ہے جو کبھی دور نہ ہوگا دنیاوی گھاٹا تو قابل تبدیل ہے یعنی جا سکتا ہے اس لئے آسان ہے۔(مظہری) ۴ جب اللہ تعالیٰ نے یہ بیان کر لیا کہ وہ سب اپنے کرتوت کی بناء پر منافع سے محروم ہو گئے اور ان کے نقصان کی کیفیت بیان کر دی گئی تو اب آیت میں یہ بیان ہو رہا ہے کہ ان کی محرومی اور نقصان اتنا نہیں ہے بلکہ یہ سب عذاب عظیم اور عقاب شدید کے بھی مستحق ہیں۔ آیت کا یہ مطلب ہے کہ ان کی ہر جانب سے آگ ہی آگ ہوگی۔ ذٰلِکَ یُخَوِّفُ اللّٰہُ بِہٖ عِبَادَہٗ: یعنی کافروں کیلئے جن عذاب کا پہلے ذکر ہوا اس ذکر سے اللہ تعالیٰ اپنے مؤمنین بندوں کو ڈراتا ہے۔ اس لئے کہ ہم نے بیان کر دیا تھا کہ قرآن کریم میں عباد کا لفظ اہل ایمان کے ساتھ خاص ہے۔ مؤمنین کو اس طرح ڈراتا ہے کہ جب یہ کفار کے حال کو سنیں گے تو اپنے اندر خوف پیدا کریں گے اس طرح توحید اور اطاعت میں اخلاص پیدا ہوگا۔(تفسیر کبیر)

اللهِ لَهُمُ الْبُشْرٰى ۚ فَبَشِّرْ عِبَادِ ﴿۱۷﴾ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ

خدای ایشانراست بشارت پس مژده ده بندگان مرا آنانکه میشوند گفتار

اللہ کی طرف ان کیلئے بشارت ہے، سو میرے بندوں کو خوشخبری سناؤ ۱ وہ لوگ جو کلام سنتے ہیں

فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ

پس پیروی نمایند نیکوتر آنرا آنگروه آنانند که راه نمود ایشانرا خدای

اور اس کے اچھے کی پیروی کرتے ہیں، وہی گروہ ہے جسے اللہ نے ہدایت عطا فرمائی

وَاُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۱۸﴾ اَفَمَنْ حَقَّ عَلَيْهِ كَلِمَةُ

و آنگروه ایشانند خداوندان خرد آیا کیست که واجب شود برو سخنان

اور وہی گروہ عقل والے ہیں ۲ تو کیا وہ جس پر ثابت ہو چکی عذاب کی

الْعَذَابِ ؕ اَفَاَنْتَ تُنْقِذُ مَنْ فِى النَّارِ ۚ ﴿۱۹﴾ لٰكِنِ الَّذِيْنَ

عذاب آیا تو میرہائی هر که در آتش است لیکن آنانکه

بات، پس کیا تم رہائی دلاؤ گے جو آگ میں ہوں ۳ لیکن وہ لوگ جو

اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ غُرَفٌ مِّنْ فَوْقِهَا غُرَفٌ مَّبْنِيَّةٌ ۙ

بترسند از پروردگار خود ایشانرا منزلهاء بلند از بالاء آن غرفها بنا کرده شده

اپنے رب سے ڈرے ان کیلئے بلند مکانات ہیں جن کے اوپر اور بلند کمرے بنے ہوئے ہیں

تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ وَعْدَ اللّٰهِ ؕ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ

میرود از زیر آں جوبہا وعده داده است خدای خلاف نکند خدای

اس کے نیچے نہریں جاری ہونگیں، اللہ نے وعدہ دیا ہے، اللہ خلاف نہیں کرتا ہے

الْمِيْعَادَ ﴿۲۰﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَلَكَهٗ

وعدهٔ خود را آیا نمی بینی ۱ هر آئنه خدای فرستاده است از آسمان آبے پس در آورد او را

اپنے وعدہ کے ۴ کیا تو نے نہ دیکھا بیشک اللہ نے آسمان سے پانی اتارا پھر اسے داخل فرمایا

۱ جب اللہ نے ان لوگوں کیلئے وعدہ بیان فرمالیا تو اب ان لوگوں کے وعدے کا ذکر ہو رہا ہے جو ان بتوں کی عبادت سے اپنے آپ کو بچاتے ہیں۔ علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ آیت میں لفظ طاغوت سے مراد شیطان ہے یا بت۔ ایک قول تو یہ ہے کہ اس سے شیطان مراد ہے۔ اس وقت یہ اعتراض ہوگا کہ مشرکین شیطان کی عبادت تو نہیں کرتے تھے بلکہ یہ لوگ بتوں کی عبادت کرتے تھے اس کا جواب یہ ہوگا کہ بتوں کی عبادت کی جانب چونکہ شیطان لوگوں کو بلاتا تھا اس لئے بتوں کی عبادت پر شیطان کے اقدام کو ایسا ہی قرار دیا جیسے شیطان کیلئے عبادت۔ دوسرا قول یہ ہے کہ طاغوت سے مراد بت ہے۔ اس وقت مطلب یہ ہے کہ بتوں کو طاغوت مجاز کے طور پر کہا گیا ہے اس لئے کہ بتوں کی پرستش میں انکا کوئی عمل دخل نہیں ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ ہر وہ جس کی عبادت و اطاعت اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر کی جاتی ہو طاغوت ہے۔ اب آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ لوگ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا ہر ایک کی عبادت سے اعراض کیا اور اللہ تعالیٰ ہی کی جانب رجوع لائے۔ مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ اے موسیٰ! اپنے رب کو اپنے تمام دل سے پکارو۔ مطلب یہ ہے کہ جس کے دل میں غیر اللہ کی طرف ذرہ برابر بھی التفات ہوگا وہ اپنے رب کو پورے دل سے یاد نہیں کرتا ہوگا۔ جاننا چاہیئے کہ وَالَّذِيْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ: غیر اللہ سے اعراض کی جانب اشارہ ہے۔ وَاَنَابُوْا اِلَى اللّٰهِ: یہ مکمل طور پر اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جانب متوجہ ہونے کی جانب اشارہ ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آیت میں ایسے لوگوں کیلئے کچھ چیزوں کا وعدہ فرمایا ہے. لَهُمُ الْبُشْرٰى: یہ بشارت کب حاصل ہوگی۔ ہم کہتے ہیں کہ موت کے وقت، قبر میں رکھنے کے وقت، قیامت کے روز وقوف کے وقت، جس وقت لوگوں کو دو گروہ میں بانٹا جائیگا یعنی ایک جنتی گروہ اور ایک جہنمی گروہ اور اس وقت جب مؤمنین جنت میں داخل ہونگے۔ پس ان مواقف میں سے ہر موقف میں خیر، روح، راحت اور ریحان جیسی بشارت حاصل ہوگی۔ (تفسیر کبیر) ۲ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ وہ لوگ ہیں جو اچھے اور برے کلام کو سنتے ہیں پھر اچھے کلام کو سن کر اپنا لیتے ہیں اور برے کلام کو نکال پھینکتے ہیں۔ کہا گیا ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو قرآن او غیر قرآن کو سنتے ہیں پھر قرآن پر عمل کرتے ہیں۔ یہ مطلب بھی بیان کیا گیا ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو قرآن اور فرمان رسول ﷺ سنتے ہیں پھر ان دونوں کے محکمات پر عمل کرتے ہیں۔ (القرطبی) حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب آیت لَهَا سَبْعَةُ اَبْوَابٍ: نازل ہوئی تو انصار میں سے ایک آدمی نبی ﷺ کے پاس آیا اور کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ! میرے پاس سات غلام تھے میں نے ان میں سے ہر ایک کو ایک ایک دروازے کے بدلے آزاد کر دیا۔ اس کے بارے میں نازل ہوئی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) ۳ نبی ﷺ ان لوگوں کے ایمان کی بھی آرزو رکھتے تھے جن کی شقاوت علم باری تعالیٰ میں پہلے ہی لکھی جا چکی تھی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس سے ابولہب اور اس کی اولاد مراد ہیں۔ (القرطبی) ۴ جب اللہ تعالیٰ نے پہلے یہ بیان فرمایا کہ کافروں کیلئے جہنم میں اوپر نیچے آگ ہی آگ ہوگی تو اب اس آیت میں یہ بیان ہو رہا ہے کہ متقین کیلئے جنت میں کمرہ کے اوپر کمرہ ہوگا اس لئے جنت کے درجات ایک دوسرے سے بلند ہوتے ہیں۔ (القرطبی) یعنی جنت میں ان کیلئے بلند محلات ہونگے ان میں سے بعض بعض سے بلند ہونگے کچھ ان میں سے زبرجد کے ہونگے اور کچھ یاقوت کے بنے ہوئے ہونگے اور ان محلوں کے نیچے نہریں جاری ہونگیں۔ (صفوة التفاسیر)

يَنَابِيعَ فِي الْأَرْضِ ثُمَّ يُخْرِجُ بِهِ زَرْعًا مُّخْتَلِفًا أَلْوَانُهُ

چشمہا در زمین پس بیروں آرد بداں آب کشت را رنگہاے او

زمین کے چشموں میں پھر اس سے رنگا رنگ کھیتی نکالتا ہے

ثُمَّ يَهِيجُ فَتَرَاهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَجْعَلُهُ حُطَامًا ۚ إِنَّ فِي

پس خشک شود پس بنی آنرا زرد شدہ پس گرداند آنرا ریزہ ریزہ ہر آئنہ در

پھر خشک ہو جائے تو اسے زرد دیکھے گا پھر اسے ریزہ ریزہ کر دیتا ہے' بیشک

ذَٰلِكَ لَذِكْرَىٰ لِأُولِي الْأَلْبَابِ ﴿٢١﴾ أَفَمَن شَرَحَ اللَّهُ

ایں پندیست مر خداوندان خرد را آیا کیست کہ کشادہ شدہ است خدای

اس میں عقل والوں کیلئے نصیحت ہے ۱ پس کیا وہ جسکے سینے کو اللہ نے اسلام کیلئے

صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ فَهُوَ عَلَىٰ نُورٍ مِّن رَّبِّهِ ۚ فَوَيْلٌ

سینہ او را برائے اسلام پس او بر روشنی از پروردگار خود پس ویل

کشادہ کیا ہے پس وہ تو اپنے رب کی طرف سے نور پر ہے پس خرابی ہے

لِّلْقَاسِيَةِ قُلُوبُهُم مِّن ذِكْرِ اللَّهِ ۚ أُولَٰئِكَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿٢٢﴾

مر سخت دلہاء ایشاں از یاد کردن خدای آنگروہ در گمراہی بیدا

ان کیلئے جن کے دل اللہ کو یاد (نہ) کرنے سے سخت ہو گئے وہ کھلی گمراہی میں ہیں ۲

اللَّهُ نَزَّلَ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ كِتَابًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ

اللہ است فرستاد نیکوتر سخن را کتابے مانند یکدیگر

اللہ ہی ہے جس نے سب سے اچھی کتاب اتاری کہ ایک دوسرے سے ملتی جلتی ہے

تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُودُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِينُ

میدارد ازاں پوستہاء آنانکہ میترسند از پروردگار خود پس نرم شود

جس سے ان لوگوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں پھر نرم ہوتی ہیں

تفسیر اظہار العرفان

۱ جاننا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے جب آخرت کو چند صفات سے متصف فرمایا اور یہ بتایا کہ ایسی صفات کی رغبت وہ لوگ رکھتے ہیں جو صاحبِ عقل ہوتے ہیں تو اب اس آیت میں ان چیزوں کو بیان فرما رہا ہے جس کی جانب ایک ذی شعور شخص خود بخود بڑھتا چلا جاتا ہے۔ (تفسیر کبیر)

۲ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے سینہ کو اسلام کیلئے کشادہ فرما دیتا ہے یہاں تک کہ اسلام اس میں قرار پاتا ہے' سدی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اسلام کیلئے اس کے دل میں خوشی اور طمانیت ڈال دیتا ہے اس تفسیر کے اعتبار سے مطلب یہ ہو گا کہ اسلام لانے کے بعد انسان کو یہ شرح حاصل ہوگی' اور اول تفسیر کے اعتبار سے مطلب یہ ہوگا کہ اسلام لانے سے پہلے یہ شرح حاصل ہوگی۔ حضرت ابن مسعود ﷛ کہتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ۔ کیسے وہ انشراح صدر فرماتا ہے؟ آپ نے فرمایا: جب دل میں نور داخل ہو جاتا ہے تو دل کشادہ اور کھل جاتا ہے ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! اسکی علامت کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ہمیشہ باقی رہنے والے گھر کی جانب رجوع کرنا اور دھوکا دینے والے گھر سے بچنا اور موت کے آنے سے پہلے اس کی تیاری کرنا۔ واضح رہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے فرمانِ عالیشان میں تین خصلتوں کا ذکر فرمایا اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ جس میں یہ تینوں خصلتیں ہوں وہ کامل الایمان ہو گا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع لانے یا دارِ خلود کی جانب رجوع لانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ نیکی کے کام انجام دیتا ہو۔ (القرطبی) فَوَيْلٌ لِّلْقَاسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ: یہاں یہ سوال ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر نور' ہدایت اور زیادتِ اطمینان کے حصول کا سبب ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ: "سنو اللہ کے ذکر سے دلوں کو اطمینان ہوتا ہے"' پس اس آیت کریمہ میں ذکر اللہ کو دلوں کی سختی کے حصول کا سبب کیونکر بتایا گیا ہے؟ جواب: ہم کہتے ہیں نفس جب خبیث اور اخلاق ذمیمہ سے متصف ہو تو ایسے نفس کے اندر ذکر اللہ سے دل کی سختی ہی زیادہ ہوگی۔ اس کی مثال یوں سمجھیں کہ سورج کی روشنی جب چہرے پر پڑتی ہے تو چہرے کو کالا کرتی ہے اور یہی روشنی جب کپڑے پر پڑتی ہے تو اس کے اندر اور سفیدی لاتی ہے۔ سورج کی حرارت جب موم پر پڑتی ہے تو اسے نرم کرتی ہے اور جب نمک پر پڑتی ہے تو اسے ایک دوسرے سے جوڑ دیتی ہے' ہم کہتے ہیں کہ کبھی ایک انسان کسی مجلس میں کلام کو سن کر اس سے خوش ہوتا ہے اور کبھی اس مجلس میں کلام سن کر ناراضگی کا اظہار کرتا ہے۔ یہ سب اس لئے ہوتا ہے کہ نفوس کے جواہر میں اختلاف ہے اور ان نفوس کے احوال میں اختلاف ہے۔ جس جگہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نازل ہوا۔ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ۔ تو اس جگہ حضرت عمر ﷛ اور ایک دوسرا شخص موجود تھے پس جب رسول اللہ ﷺ نے ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ تک تلاوت فرمائی تو ان میں سے ہر ایک نے کہا فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لکھو اسی طرح نازل ہوئی۔ پس اس سے حضرت عمر ﷛ کا ایمان پر ایمان اور زیادہ ہوا۔ جب آپ نے یہ سمجھ لیا تو اب یہ جان لیں کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے نور' ہدایت اور اطمینان ان نفوس کو حاصل ہوتے ہیں جو طاہرہ روحانیہ ہوں اور جو نفوس خبیثہ شیطانیہ ہوں ان کے دل ذکر سے اور سخت ہوتے ہیں' حق سے اور دور ہو جاتے ہیں [گویا ان کے قلوب اس لائق نہیں ہوتے ہیں کہ ذکر الٰہی کی برکتوں کو اپنے اندر سما سکیں] (تفسیر کبیر)

جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ

پوستہاء ایشاں و دلہاء ایشاں بسوے یاد کردن خدای ایں است راہ خدای

ان کی جلدیں اور ان کے دل اللہ کی یاد کی طرف' یہ ہے اللہ کی ہدایت

يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ

راہ نماید بداں ہر کرا خواہد و ہر کرا گمراہ کند خدای پس نیست او را ہیچ

جسے چاہتا ہے راہ دکھاتا ہے اور جسے اللہ گمراہ کرے پس اس کیلئے نہیں ہے کوئی

مِنْ هَادٍ ﴿۲۳﴾ اَفَمَنْ يَّتَّقِيْ بِوَجْهِهٖ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يَوْمَ

راہ نماینده آیا کسیکہ پرہیزد بروے خود از بدی عذاب روز

راہ دکھانے والا۱ تو کیا وہ جو اپنے چہرے کو ڈھال بنائیگا برے عذاب سے (بچنے کیلئے) قیامت کے

الْقِيٰمَةِ ؕ وَقِيْلَ لِلظّٰلِمِيْنَ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴿۲۴﴾

قیامت و گویند ستمگارنرا بچشید آنچہ بودید شما کسب میکردید

دن' اور ظالموں سے کہا جائیگا اسے چکھو جو تم کماتے تھے ۲

كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ

تکذیب کردن آنانکہ پیش از ایشاں بودند پس بداد ایشانرا عذاب از

جھٹلایا ان لوگوں نے جو ان سے پہلے تھے پس انھیں عذاب دیا اس جگہ سے کہ

حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۲۵﴾ فَاَذَاقَهُمُ اللّٰهُ الْخِزْيَ فِي الْحَيٰوةِ

آنجا کہ نمیدانستند پس بچشانید ایشانرا خدای رسوای در زندگانی

وہ نہیں جانتے تھے ۳ پس اللہ نے انھیں دنیا کی زندگی میں رسوائی چکھائی

الدُّنْيَا ۚ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۶﴾

دنیا و ہر آئنہ عذاب آخرت بزرگ تر است اگر بودند میدانند

اور بیشک آخرت کا عذاب سب سے بڑا ہے' اگر وہ سب جانتے ۴

۱ حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر ایک طویل مدت تک قرآن نازل ہوتا رہا اور آپ برابر پڑھکر لوگوں کو سناتے رہے۔ آخر صحابہ نے ایک روز عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! قرآن کے علاوہ کچھ اور بھی بیان فرمائیں [تو بہتر ہوگا] ابن جریر نے عون بن عبداللہ کی روایت سے بیان کیا کہ صحابہ کچھ اکتا گئے اور انھوں نے عرض کیا کاش آپ کچھ اور بھی بیان فرماتے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب اللہ کے خوف سے بندے کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں تو اس کے گناہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں جس طرح درخت سے سوکھے پتے۔ (مظہری) جاننا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں قرآن کریم کی چند صفتوں کو بیان فرمایا ہے (۱) اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ: مطلب یہ ہے کہ قرآن کلاموں میں سب سے اچھا کلام ہے (۲) كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ قرآن کریم ایک دوسرے سے مشابہ ہے یعنی بلاغت' فصاحت اور آیات و بینات وغیرہ میں (۳) مَثَانِيَ: مطلب یہ ہے کہ قرآن کریم میں اکثر اشیاء جوڑ جوڑ بیان ہوئے ہیں مثلاً امر و نہی' عام و خاص' مجمل و مفصل' آسمان و زمین کے احوال' جنت و دوزخ' ظلمت و تاریکی' لوح و قلم' ملائکہ و شیاطین' عرش و کرسی' وعدہ و وعید اور امید و خوف (۴) تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ الخ: مفسرین کرام اس کا مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ احسان اور رحمت کی آیات سننے کے وقت خوشی حاصل ہوتی ہے اور ان کے دل اللہ تعالیٰ کے ذکر کی جانب مائل ہوتے ہیں۔ (تفسیر کبیر)

۲ حضرت عطاء اور ابن زید کہتے ہیں کہ اہل نار کو جہنم میں باندھ کر پھینکا جائیگا اور سب سے پہلے جہنم کی آگ اس کے چہرے کو پکڑے گی، حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ اسے چہرے کے بل گھسیٹ کر پھینکا جائیگا' حضرت مقاتل کہتے ہیں کہ کافروں کو جہنم میں اس طرح پھینکا جائیگا کہ ان کے دونوں ہاتھ گردن سے بندھے ہوئے ہونگے۔ آگ اس کے چہرے کو سب سے پہلے جلائے گی لیکن ہاتھ بندھا ہوا ہونے کی وجہ سے وہ کچھ بھی نہ کرسکیں گے۔ وَقِيْلَ لِلظّٰلِمِيْنَ یعنی جہنم کا داروغہ کافروں سے کہے گا اب اس کا مزہ چکھو جو تم نے دنیا میں کمایا تھا۔ (القرطبی) چہرے کے بل جہنم میں ڈالے جانے کی وجہ یہ ہے کہ چہرہ اشرف الاعضاء ہے اس لئے کہ چہرہ حسن اور صباحت کا محل ہے' ایک شخص کو دوسرے شخص سے ممتاز چہرہ سے کرتے ہیں اور سعادت و شقاوت بھی چہرے سے ظاہر ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ، ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ، وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ، تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ، اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ: "کتنے منہ اس دن روشن ہونگے ہنستے خوشیاں مناتے اور کتنے مونہوں پر اس دن گرد پڑی ہوگی ان پر سیاہی چڑھ رہی ہوگی یہ وہی ہیں کافر بدکار۔ (تفسیر کبیر) ۳ جب اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی سزا کا بیان فرما دیا جن کے دل آخرت کے بارے میں سخت ہیں اور دنیا میں ان پر وقوع عذاب کی کیفیت بھی بیان فرما دی تو اب تنبیہ کے طور پر ان کے حال کو بیان فرما رہا ہے۔ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ: یعنی جس جہت سے ان پر عذاب آئیگا انھیں اس کے بارے میں کچھ خبر بھی نہیں ہے۔ (تفسیر کبیر) ۴ دنیا کی زندگی میں ان کفار کو ذلیل و خوار کرنا ان کیلئے چھوٹا عذاب ہے' آخرت میں اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے جو ان کے علم اور وہم و گمان میں بھی نہیں ہے۔ (صفوۃ التفاسیر)

وَلَقَدۡ ضَرَبۡنَا لِلنَّاسِ فِيۡ هٰذَا الۡقُرۡاٰنِ مِنۡ كُلِّ

و هر آئنه بیان کردیم برائے مردمان دریں قرآن از هر

اور بیشک ہم نے اس قرآن میں لوگوں کے واسطے ہر طرح کی مثال بیان کی

مَثَلٍ لَّعَلَّهُمۡ يَتَذَكَّرُوۡنَ ۝۲۷ قُرۡاٰنًا عَرَبِيًّا غَيۡرَ ذِىۡ عِوَجٍ

مثلے شاید که ایشانرا پند گیرند قرآنی بلغت عربی نه خداوند کجی

شاید کہ وہ سب نصیحت حاصل کریں ۱؎ قرآن عربی زبان میں کجی والا نہیں

لَّعَلَّهُمۡ يَتَّقُوۡنَ ۝۲۸ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلًا فِيۡهِ شُرَكَآءُ

شاید که ایشاں پرہیزند بیان کرد خدای مثلے مرد در و انبازان باشند

شاید کہ وہ سب ڈریں ۱؎ اللہ نے ایک مثال بیان فرمائی کہ ایک شخص (غلام) ہے جس میں

مُتَشٰكِسُوۡنَ وَرَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ ؕ هَلۡ يَسۡتَوِيٰنِ

که چندین خواجہ شریک باشند و مردیرا سلامت از برائے مردے آیا برابر است

کئی جھگڑالو شریک ہیں اور دوسرا وہ غلام جو صرف ایک کا ہو کیا برابر ہے

مَثَلًا ؕ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ ؕ بَلۡ اَكۡثَرُهُمۡ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ۝۲۹

از روے مانندے حمد مر خدایراست بلکه اکثر ایشاں نمیدانند

دونوں ازروئے مثال، حمد اللہ ہی کیلئے ہے، بلکہ ان کے اکثر نہیں جانتے ہیں ۳؎

اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمۡ مَّيِّتُوۡنَ ۝۳۰ ثُمَّ اِنَّكُمۡ

هر آئنه تو خواهی مرد و البته ایشاں میتانند باز شما

بیشک آپ کو موت آئیگی اور ضرور ان سب کو بھی موت آئیگی ۴؎ پھر تم

يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ عِنۡدَ رَبِّكُمۡ تَخۡتَصِمُوۡنَ ۝۳۱

روز قیامت نزد پروردگار شما خصومت کنید

قیامت کے روز اپنے رب کے پاس جھگڑو گے ۵؎

تفسیر اظہار العرفان

۱؎ یعنی اللہ تعالیٰ نے اس قرآن میں ہر وہ مثال دی جس کی انسان کو حاجت تھی۔ (القرطبی)

۲؎ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ غَیۡرَ ذِیۡ عِوَجٍ کا مطلب ہے کہ قرآن غیر مخلوق ہے، حضرت عثمان بن عفان ﷺ یہ مطلب بیان کرتے ہیں کہ اس قرآن میں کوئی تضاد نہیں ہے۔ (القرطبی)

۳؎ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس آیت میں مخلص اور مشرک کی مثال دی گئی ہے، علامہ رازی کہتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ تحسین توحید کے باب میں نہایت حسن ہے اور کفر کی قباحت بھی بہت شاندار انداز میں بیان کی گی ہے۔ (صفوۃ التفاسیر)

۴؎ محلی نے لکھا ہے کہ کفار مکہ چاہتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ جلد وفات پا جائیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (مظہری)

۵؎ یعنی آپس میں جھگڑا کرو گے اپنے مقدمات پیش کرو گے، رسول اللہ ﷺ عرض کریں گے اے میرے رب! میری قوم نے اس قرآن کو بکواس قرار دے رکھا تھا انھوں نے میری تکذیب کی باوجودیکہ میں حق پر تھا توحید کو پیش کر رہا تھا اور یہ باطل پر تھے مشرک تھے میں نے ان کو راستہ دکھانے اور تیرے احکام پہنچانے کی بہت کوشش کی اور یہ اپنی سرکشی اور تکذیب پر اڑے رہے۔ کفار اپنے عذر میں غلط باتیں کہیں گے اللہ کی قسم کھا کر کہیں گے کہ ہم مشرک نہ تھے یہ بھی کہیں گے کہ ہمارے پاس کوئی بشیر ونذیر [پیغمبر] نہیں آیا، یہ بھی کہیں گے ہم اپنے سرداروں کے اور بڑوں کے کہنے پر چلے اور اس چیز کی تقلید کی جس پر اپنے باپ دادا کو پایا۔ لوگ آپس میں بھی اپنے حقوق کی بابت جھگڑیں گے سب سے پہلے آپس کی خونریزیوں کا فیصلہ کیا جائیگا۔ حضرت ابن مسعود ﷺ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن لوگوں کے باہمی مقدمات میں سب سے پہلے خون کا فیصلہ کیا جائیگا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں نے خود رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ مقتول اپنے ایک ہاتھ میں اپنا سر لٹکائے اور دوسرے ہاتھ سے قاتل کو پکڑے ہوئے آئیگا اس وقت اس کی گردن کی رگوں سے خون رس رہا ہوگا۔ اور عرش الٰہی کے پاس پہنچ کر رب العالمین کی بارگاہ میں عرض کریگا اس نے مجھے قتل کیا تھا۔ اللہ قاتل سے فرمائیگا تو ہلاک ہو پھر اس کو دوزخ میں بھیج دیا جائیگا۔ حضرت ابن مسعود ﷺ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مقتول قاتل کو پکڑ کر لے آئیگا اس کی گردن کی رگوں سے اس وقت خون اچھل رہا ہوگا۔ عرض کریگا اے میرے رب! اس سے پوچھ کہ اس نے کیوں مجھے قتل کیا تھا؟ قاتل کہے گا میں نے اس کو اس لئے قتل کیا تھا کہ فلاں شخص کو عزت حاصل ہو اللہ فرمائیگا عزت تو ساری اللہ ہی کیلئے ہے۔ حضرت زبیر ﷺ فرماتے ہیں کہ جب یہ دو آیات نازل ہوئیں تو میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! کیا ہمارے آپس کے خاص خاص جرائم کو دوبارہ ہمارے سامنے لایا جائیگا فرمایا: ہاں ضرور دوبارہ ان کو سامنے لایا جائیگا یہاں تک کہ ہر حقدار کو اس کا حق پہنچ جائیگا۔ حضرت زبیر نے کہا: واللہ معاملہ بڑا سخت ہوگا۔ حضرت ابوایوب انصاری ﷺ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے روز مرد وعورت کا جھگڑا پیش ہوگا خدا کی قسم مرد زبان سے کچھ نہ کہے گا بلکہ عورت کے ہاتھ پاؤں خود اس کے خلاف شہادت دیں گے کہ یہ اپنے شوہر کی فلاں فلاں عیب چینی کرتی تھی پھر مرد کے ہاتھ پاؤں ان باتوں کی گواہی دیں گے جو عورت پر وہ زیادتی کرتا تھا۔ اسی طرح آدمی کو اس کے خدمت گاروں کے ساتھ طلب کیا جائیگا پھر بازار والوں کو بلایا جائیگا وہاں دانگ اور کپڑے تو ہونگے نہیں بلکہ [ظالم کی] نیکیاں مظلوم کو دے دی جائیگی اور مظلوم کے گناہ ظالم پر ڈال دیئے جائیں گے پھر ظالموں کو آہنی گرزوں میں لایا جائیگا اور حکم ہوگا ان کو دوزخ کی طرف اتار دو۔ (مظہری)

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ وَكَذَّبَ بِالصِّدْقِ

پس کیست ستمگار تر از کسیکه دروغ گوید بر خدای و تکذیب کند سخن راست را

پس اس سے بڑا ظالم کون ہو گا جو اللہ پر جھوٹ کہتا ہو اور سچ بات کو جھٹلاتا ہو

اِذْ جَآءَهٗ ؕ اَلَيْسَ فِىْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿٣٢﴾ وَ

چوں بیامد بوی آیا نیست در دروغ جای کافرانرا

جب اس کے پاس آئے، کیا دوزخ میں کافروں کیلئے ٹھکانا نہیں ہے ۱ اور

الَّذِىْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖۤ اُولٰٓئِكَ هُمُ

آنکہ بیامد سخن و راست باں آنگروہ ایشانند

وہ جو سچ بات لے کر آئے اور (جس نے) اسے سچ مانا، یہی گروہ

الْمُتَّقُوْنَ ﴿٣٣﴾ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا

پرہیزگاران ایشانراست آنچہ خواہند نزد پروردگار ایشاں ایں ست پاداش

پرہیزگار ہیں ۲ ان کیلئے جو چاہیں ان کے رب کے پاس ہے، یہ ہے بدلا

الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٣٤﴾ ۚ لِيُكَفِّرَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَسْوَاَ الَّذِىْ عَمِلُوْا

نیکوکاران تا محو کند خدای از ایشاں بدتر آنچہ کردہ باشند

نیکوکاروں کا ۳ تا کہ اللہ ان سب سے برا کام مٹا دے جو انھوں نے کیا

وَيَجْزِيَهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ الَّذِىْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٣٥﴾

و جزا دہد ایشانرا مزد ایشاں. بہ نیکو ترین آنچہ بودند میکردند

اور ان کے اجر کا بدلا سب سے اچھا دے جو وہ کرتے تھے ۴

اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ ؕ وَيُخَوِّفُوْنَكَ بِالَّذِيْنَ

آیا نیست خدای غلبہ کنندہ بندۂ خود را و می ترساند ترا بآنچہ

کیا اللہ اپنے بندہ پر غلبہ والا نہیں ہے اور تمہیں ڈراتے ہیں اس سے جو

تفسیر اظہار العرفان

۱ اس آیت میں اللہ تعالیٰ ان مشرکین کے برے افعال میں سے ایک برا فعل بیان فرمارہا ہے اور وہ یہ ہے کہ حق اور سچ کہنے والے کو یہ لوگ جھٹلاتے ہیں' ان کے جھوٹ کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کیلئے ولد اور شرکاء مانتے ہیں اور اس لئے بھی کہ صادقین کی تکذیب پر ڈٹے رہتے ہیں' تکذیب کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ حضرت محمد ﷺ نے اپنی نبوت پر جب انھیں قطعی دلیل دیدی تب بھی یہ لوگ آپکی تکذیب کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی وعید کیلئے فرمایا کہ کیا جہنم میں ان کیلئے ٹھکانا نہیں ہے؟ (تفسیر کبیر)

۲ جاننا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے جب کاذبین اور مکذبین کی وعید کو بیان فرمالیا تو اب صادقین اور مصدقین کی وعید کو بیان فرمارہا ہے تا کہ وعدہ وعید سے مقرون ہو جائے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور مفسرین کرام کی ایک جماعت کا کہنا ہے کہ جَاءَ بِالصِّدْقِ سے حضرت محمد ﷺ مراد ہیں اور صَدَّقَ بِهٖ سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مراد ہیں۔ دوسرا قول یہ ہے کہ جَاءَ بِالصِّدْقِ سے انبیائے کرام علیہم السلام مراد ہیں اور وَصَدَّقَ بِهٖ سے ان کی پیروی کرنے والے مراد ہیں۔ یہاں یہ بات واضح رہے کہ صَدَّقَ بِهٖ سے شخص معین مراد ہو یا ہر وہ جو اس صفت سے موصوف ہو' مراد ہے' حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہر دو طریقے میں صَدَّقَ بِهٖ میں شامل ہیں۔ اس لئے کہ آپ صدیق کے باب میں اسبق الناس میں شامل ہیں اور اس پر اجماع ہے کہ اسبق افضل ہوتا ہے چاہے حضرت ابوبکر صدیق ہوں یا حضرت علی رضی اللہ عنہ لیکن اس لفظ کو حضرت ابوبکر صدیق پر محمول کرنا اولیٰ ہے اس لئے کہ بعثت کے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ چھوٹے تھے۔ (تفسیر کبیر) سدی کہتے ہیں کہ قرآن لانے والے حضرت جبرائیل علیہ السلام تھے اور اس کی تصدیق کرنے والے حضرت محمد ﷺ تھے' ابن زید' مقاتل اور قتادہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ صدق لیکر آئے اور مؤمنین نے اس کی تصدیق کی' امام نخعی اور مجاہد کہتے ہیں کہ مؤمنین قیامت کے روز قرآن لیکر آئیں گے اور کہیں گے یہ ہے وہ قرآن جسے تو نے ہمیں عطا فرمایا اور ہم نے اس کی پیروی کی۔ (القرطبی) ۳ یعنی جنت میں حور' قصور' لذت اور نعمت میں سے جو چاہیں گے ان کیلئے حاضر ہوگی۔ یہ بدلا ہر نیکوکار کا ہے جس نے اس دنیا میں اچھا عمل کیا۔ (صفوۃ التفاسیر) ۴ اَسْوَءَ یعنی برے کام' بطور مبالغہ یعنی کلام کو زوردار بنانے کیلئے فرمایا کیونکہ جب سب سے برے اعمال کو اللہ تعالیٰ معاف فرمادیگا تو کم درجہ کے برے اعمال کی معافی تو بہرحال ہو ہی جائیگی۔ یہ آیت دلالت کر رہی ہے کہ کبیرہ گناہ معاف ہو جائیں گے پس معتزلہ کا قول غلط ہے جو عفو کبائر کے قائل نہیں۔ اَسْوَءَ الَّذِىْ عَمِلُوْا کہنے سے اس طرف بھی اشارہ ہے کہ وہ ہر گناہ جو ان سے صادر ہو جائے [خواہ وہ چھوٹا ہو] سب سے برا سمجھتے ہیں گویا تمام [چھوٹے بڑے] گناہ ان کی نظر میں بڑے ہی ہیں۔ یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ اَسْوَءَ سے مراد تفضیل اضافی نہیں بلکہ تفضیل ذاتی ہے یعنی کسی دوسرے گناہ کے مقابلے میں زیادہ برا ظاہر کرنا مراد نہیں بلکہ فی نفسہ عمل کا بہت برا ہونا مراد ہے۔ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ یعنی ان کے اچھے اعمال کا [خواہ وہ سب سے اچھے نہ ہوں] بدلا اتنا عطا فرمائیگا جو سب سے بہتر عمل کا مقرر ہے کیونکہ ان کا ہر نیک عمل اخلاص کے ساتھ ہوتا ہے۔ (مظہری)

مِنْ دُوْنِهٖ ط وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿٣٦﴾ وَمَنْ

بجز خدالیست و ہر کرا گمراہ سازد خدای پس نیست او را ہیچ راہ نمایندہ و ہر کرا

اللہ کے سوا ہے' اور اللہ جسے گمراہ کرتا ہے تو اسے کوئی راہ دکھانے والا نہیں ۱ اور جسے

يَّهْدِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّضِلٍّ ط اَلَيْسَ اللّٰهُ بِعَزِيْزٍ ذِي

راہ نماید خدای پس نیست او را ہیچ گمراہ کنندہ آیا نیست خدای غالب صاحب

اللہ راہ دکھاتا ہے تو اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں ہے کیا اللہ نہیں ہے غالب

انْتِقَامٍ ﴿٣٧﴾ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ

انتقام و اگر پرسی ایشانرا کہ بیافرید آسمانہا و زمین

انتقام والا ۲ اور اگر تم ان سے پوچھو کس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا

لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ط قُلْ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

ہر آئنہ گویند خدای بگو آیا می بینید آنرا آنچہ می خواہید بجز خدای

تو ضرور کہیں گے اللہ نے' آپ فرما دیجئے! کیا تم اسے جانتے ہو جو اللہ کو چھوڑ کر (اوروں) کو پکارتے ہیں

اِنْ اَرَادَنِيَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖۤ اَوْ اَرَادَنِيْ

اگر خواہد بمن خدای سختی آیا ہستند بتان بردارندہ سختی او را یا خواہد بمن

اگر اللہ مجھے کوئی سختی پہنچانا چاہے تو کیا انکے بت اسکی (بھیجی ہوئی) سختی کو ہٹا سکتے ہیں یا چاہے مجھے

بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ ط قُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ ط

راحتی آیا باشند بتان باز دارندہ آں رحمت بگو بس است مر خدای

کوئی راحت (پہنچانا) تو کیا بت اسکی راحت کو روک سکتے ہیں' آپ فرما دیجئے اللہ میرے لئے کافی ہے

عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿٣٨﴾ قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ

برو توکل کند توکل کنندگان بگو اے قوم من عمل کنید بر جائے خود

اسی پر بھروسہ کرنے والے بھروسہ کرتے ہیں ۳ آپ فرما دیجئے! اے میری قوم! تم اپنی جگہ پر عمل کرو

تفسیر اظہار العرفان

۱ مشرکین مؤمنین کو ڈراتے تھے کہ تم لوگ ہمارے بتوں کو برا کہتے ہو اس لئے ہمارے بتوں کی مار تم پر پڑے گی۔ قرآن کریم میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق ارشاد ہے کہ آپ نے مشرکین سے فرمایا: وَكَيْفَ اَخَافُ مَا اَشْرَكْتُمْ وَلَا تَخَافُوْنَ اَنَّكُمْ اَشْرَكْتُمْ بِاللّٰهِ: ترجمہ ''اور میں تمہارے شریکوں سے کیونکر ڈروں اور تم نہیں ڈرتے کہ تم نے اللہ کا شریک ٹھہرایا'' وَيُخَوِّفُوْنَكَ بِالَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ: وہ لوگ نبی ﷺ کو ڈراتے تھے کہ آپ ہمارے معبودوں کو برا کہتے ہیں اس لئے ہمارے معبود آپ کو ضرور نقصان پہنچائیں گے اور آپ کو بہت جلد کوئی مصیبت پہنچنے والی ہے۔ حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ عزیٰ کی جانب گئے تا کہ اسے توڑ دیا جائے اس بت کے پجاری نے کہا کہ اے خالد اس بت سے سختی سے ڈریئے اس بت کی اتنی سختی ہے کہ کوئی چیز اس کے مقابلے میں کھڑی نہیں ہوسکتی ہے پھر آپ نے آگے بڑھ کر اسکی ناک توڑ دی تو پجاریوں نے آپ کو وہی جملہ خوف دلانے کیلئے کہا جو انھوں نے نبی ﷺ سے کہا تھا۔ (القرطبی) جب اللہ تعالیٰ نے وعید' وعد' ترہیب اور ترغیب کو بیان فرما لیا تو اب آیت کا اختتام اس پر ہو رہا ہے جو اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ اس لئے ارشاد ہوا کہ جسے اللہ گمراہ کرے اسے کوئی راہ دکھانے والا نہیں ہے۔ (تفسیر کبیر)

۲ اور جسے اللہ تعالیٰ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں ہے یعنی یہ اللہ تعالیٰ کے فضل میں سے ہے۔ (تفسیر کبیر)

۳ جاننا چاہیئے کہ جب اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی وعید اور مؤحدین کے وعدہ کو بیان فرما لیا تو اب کلام کو دلیل قائم کرنے کی جانب پھیر رہا ہے۔ اس آیت میں دو طریقوں سے بتوں کی عبادت کی خرابی بیان کی گئی ہے (۱) مشرکین اللہ تعالیٰ جو قادر' حکیم عالم رحیم ہے کے وجود کا اقرار کرتے تھے اسی لئے ارشاد ہوا ''اے محبوب! اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا تو ضرور کہیں گے اللہ نے' لوگوں میں سے کچھ نے کہا کہ اللہ' حکیم قادر اور رحیم کے وجود کے علم پر جمہور خلائق کے درمیان اتفاق ہے اور اس میں کوئی جھگڑا نہیں ہے۔ اور عقل کی فطرت بھی اس علم پر گواہ ہے اس لئے کہ جس نے آسمانوں اور زمین کے احوال کے عجائب میں غور کیا' جس نے حیوانات اور نباتات میں غور کیا اور جس نے بدنِ انسانی میں غور وفکر کیا اس کیلئے اس اعتراف کے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے کہ ان تمام کو چلانے والا کوئی نہ کوئی ضرور ہے (۲) مشرکین جن بتوں کی پوجا کرتے تھے ان میں خیر وشر کی کوئی قدرت نہیں ہے۔ ارشاد ہوا ''آپ فرما دیجئے کیا تم اسے جانتے ہو جو اللہ کو چھوڑ کر اوروں کو پکارتے ہیں اگر اللہ مجھے کوئی سختی پہنچانا چاہے تو کیا بت اس کی بھیجی ہوئی سختی کو ہٹا سکتے ہیں یا اگر مجھے کوئی راحت پہنچانا چاہے تو کیا بت اسکی راحت کو روک سکتے ہیں؟ اس سے ثابت ہو رہا ہے کہ ان بتوں کے پاس خیر اور شر کی کوئی قدرت نہیں ہے جب معاملہ ایسا ہے تو پھر ان بتوں کی عبادت سے کیا فائدہ' اللہ تعالیٰ کی بندگی کرنا چاہیئے اور اسی کی بندگی پر بھروسہ کرنا چاہیئے۔ اس لئے ارشاد ہوا ''آپ فرما دیجئے اللہ میرے لئے کافی ہے اسی پر بھروسہ کرنیوالے بھروسہ کرتے ہیں'' جب ایک عقل وشعور رکھنے والا انسان اس اصل سے واقف ہو جائیگا اور اس کے ذہن میں یہ اصل موجود ہوگی تو وہ بھی مشرکین کے اس ڈرانے سے نہیں ڈریگا جو وہ بتوں سے خوف دلاتے ہیں۔ اس آیت کا مقصد اس پر تنبیہ ہے کہ بتوں سے نہ ڈرو اللہ ہی سے ڈرو۔ (تفسیر کبیر)

إِنِّي عَامِلٌ ۖ فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ ﴿٣٩﴾ مَن يَأْتِيهِ عَذَابٌ يُخْزِيهِ

هر آئنه من عمل کننده ام پس زود بدانید آنکسیرا که بیاید بدو عذابی که رسوا کندش

بیشک میں اپنا عمل کرنے والا ہوں، پس تم بہت جلد جان لوگے! کون ہے وہ جسکے پاس وہ عذاب آئیگا جو اسے رسوا کر دیگا

وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيمٌ ﴿٤٠﴾ إِنَّا أَنزَلْنَا عَلَيْكَ

و فرود آید برو عذاب جاوید هر آئنه ما فرستادیم بر تو

اور ہمیشہ رہنے والا عذاب اس پر اتریگا ۲ بیشک ہم نے تم پر کتاب اتاری

الْكِتَابَ لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ ۖ فَمَنِ اهْتَدَىٰ فَلِنَفْسِهِ ۖ وَمَن

کتاب برائے مردمان براستی پس هر که راه یابد پس مر او راست و هر که

لوگوں کے واسطے حق کے ساتھ، پس جس نے راہ پائی تو اسی کیلئے ہے اور جو

ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۖ وَمَا أَنتَ عَلَيْهِم بِوَكِيلٍ ﴿٤١﴾

گمراه شود پس جز این نیست گمراه شو برو و نیستی تو بر ایشاں نگاهبان

گمراہ ہوا تو اسکے سوا کچھ نہیں ہے کہ گمراہی اسی پر ہے اور آپ ان پر نگاہبان نہیں ہیں ۳

اللَّهُ يَتَوَفَّى الْأَنفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ

الله است قبض کند روحها را هنگام موت ایشاں و آنکسیکه

اللہ ان کے موت کے وقت ان کی روحوں کو قبض فرماتا ہے اور وہ شخص جو نہ مرا

تَمُتْ فِي مَنَامِهَا ۖ فَيُمْسِكُ الَّتِي قَضَىٰ عَلَيْهَا الْمَوْتَ

نمرده است در خواب او پس نگاهدارد آں نفسی حکم کرد براں مرگ

اسکی نیند میں، پھر اس جان کو روک لیتا ہے جس پر موت کا فیصلہ کر چکا

وَيُرْسِلُ الْأُخْرَىٰ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ

و می فرستد دیگرانرا تا وقتی شمرده هر آئنه دریں

اور بھیجتا ہے دوسروں کو وقت مقررہ تک، اس میں ۴

تفسیر اظہار العرفان

۱ یعنی میں اپنی حالت پر عمل کر رہا ہوں یہاں مَكَانَتِيْ کا لفظ اختصاراً حذف کر دیا گیا ہے اس سے وعید میں زور بھی پیدا ہو گیا [کہ میں کامیاب ہونگا اور تم دنیا و آخرت میں تباہ ہو گے] مَكَانَتِيْ کے لفظ کو حذف کر دینے سے اس طرف بھی اشارہ نکلتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ موجودہ حالت پر ہی نہیں ٹھہر جائیں گے بلکہ جتنا زیادہ زمانہ گذرتا جائیگا آپ کو قوت اور نصرت زیادہ حاصل ہوتی جائیگی اس لئے کافروں کو دھمکایا کہ میں دونوں جہان میں کامیاب رہونگا۔(مظہری)

۲ یعنی کون عذاب سے ذلیل و خوار ہوتا ہے اور کس پر ہمیشہ رہنے والا عذاب آتا ہے۔اس سے غرض ڈرانا ہے۔ ابو سعود کہتے ہیں کہ اس آیت کے ذریعے وعید میں مبالغہ کیا گیا ہے اور اس جانب اشارہ کیا گیا ہے کہ نبی کریم ﷺ کیلئے اللہ تعالیٰ کی نصرت اور تائید بڑھتی رہے گی۔اللہ تعالیٰ نے ان دشمنوں کو بدر کے روز ذلیل و رسوا فرمایا۔(صفوۃ التفاسیر)

۳ اس آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو تسلی دی ہے مطلب یہ ہے کہ انھیں ہدایت دینا میرا کام ہے اگر یہ ہدایت حاصل نہیں کر رہے ہیں تو آپ کو اس پر فکر مند ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔(صاوی)

۴ اس میں اختلاف ہے کہ نیند کے وقت اللہ تعالیٰ جانوں کو موت دیتا ہے۔اس کا کیا مطلب ہے (۱) انسان جب سوتا ہے تو اسے تصرف سے روک دیا جاتا ہے لیکن اس کی روح اس کے جسم میں باقی رہتی ہے آیت میں موت سے یہی کیفیت مراد ہے (۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور دیگر مفسرین کرام کہتے ہیں کہ زندوں اور مُردوں کی روحیں ایک دوسرے سے ملاقات کرتی ہیں اور جتنا تعارف اللہ تعالیٰ چاہتا ہے ایک دوسرے سے وہ روحیں کرتی ہیں پھر جب اللہ تعالیٰ انھیں واپس کرنے کا ارادہ فرماتا ہے تو مُردوں کی روحوں کو اپنے پاس روک لیتا ہے اور زندوں کی روحوں کو ان کے جسم کی جانب بھیج دیتا ہے (۳) حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مردوں کی روحوں کو قبض فرماتا ہے جب وہ انتقال کرتے ہیں اور زندوں کی روحوں کو قبض فرماتا ہے جب وہ سوتے ہیں (۴) حضرت ابن زید کہتے ہیں کہ نوم وفات ہے اور وفات موت ہے۔نبی ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: جیسے تم سوتے ہو اسی طرح تم مرو گے اور جیسے تم [سونے کے بعد] جاگتے ہو پس اسی طرح [مرنے کے بعد] دوبارہ اٹھائے جاؤ گے، حضرت عمر ﷺ فرماتے ہیں کہ نوم موت کی جنس سے ہے، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ عرض کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ! کیا اہل جنت کو نیند بھی آئیگی؟ آپ نے فرمایا: نہیں، نیند موت کی جنس سے ہے اور جنت میں موت نہیں ہے۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ابن آدم میں نفس اور روح ہیں ان دونوں کے درمیان سورج کی شعاع کی مثل ہے پس نفس جس کے ساتھ عقل اور تمیز ہیں اور روح جس کیساتھ نفس اور تحریک ہیں پس جب بندہ سوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے نفس کو قبض فرماتا ہے اس کی روح کو قبض نہیں فرماتا ہے۔واضح رہے کہ اس آیت کے پیشِ نظر علماء کے مابین اختلاف ہے کہ نفس اور روح ایک ہی چیز ہے یا دو الگ چیزیں ہیں۔اظہر یہ ہے کہ دونوں ایک ہی شے ہے۔اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تم نے انسان کو نہیں دیکھا جب وہ مرتا ہے تو اسکی آنکھیں کھلی رہتی ہیں پھر آپ نے فرمایا: یہ اس لئے ہے کہ اس کی آنکھیں اپنے نفس [روح کو لے جاتے ہوئے] دیکھتی ہیں۔(القرطبی)

لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۴۲﴾ اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

نشانهاست مر قومیرا که فکر کنند آیا فرا گرفتند بجز خدای

نشانیاں ہیں ایسی قوم کیلئے جو فکر کرتی ہے۔ کیا انھوں نے اللہ کو چھوڑ کر سفارشی بنا لئے

شُفَعَآءَ ؕ قُلْ اَوَلَوْ كَانُوْا لَا يَمْلِكُوْنَ شَيْـًٔا وَّلَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۴۳﴾

شفیعان بگو آیا اگر باشند مالک شوند چیزیرا و نمی دانند

آپ فرما دیجئے: کیا اگرچہ وہ کسی چیز کے مالک نہ ہوں اور وہ سب جانتے نہ ہوں ۱

قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيْعًا ؕ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ

بگو خدایراست شفاعت همه او راست پادشاهی آسمانها و زمین

آپ فرما دیجئے ساری شفاعت (کا اختیار) اللہ کیلئے ہے' اسی کیلئے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے

ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۴۴﴾ وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ

باز بسوے او ست باز گشتید و چوں یاد کرده شوند خدای یگانه ملول شود

پھر اسی کی جانب تم لوٹو گے ۲ اور جب ایک اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو رنجیدہ ہوتے ہیں

قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ ۚ وَاِذَا ذُكِرَ الَّذِيْنَ

دلهای آنانکه نمیگروند بآخرت و چوں یاد کرده شوند آنانکه

ان لوگوں کے دل جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے' اور جب ذکر کیا جاتا ہے ان کا جو

مِنْ دُوْنِهٖۤ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۴۵﴾ قُلِ اللّٰهُمَّ فَاطِرَ

بجز او چوں ایشاں شاد شوند بگو بار خدایا ای آفریننده

اسکے سوا ہیں جب تو وہ سب خوش ہوتے ہیں ۳ آپ فرما دیجئے: اے اللہ! اے پیدا کرنے والا

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عٰلِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ اَنْتَ تَحْكُمُ

آسمانها و زمین دانائے پوشیده و آشکارا تو حکم کنی

آسمانوں اور زمین کا غیب اور ظاہر کا جاننے والا تو فیصلہ فرمائیگا

تفسیر اظہار العرفان

۱ جاننا چاہیئے کہ قرآن نے جب کفار کی بت پرستی کا خوب رد کیا تو انھوں نے اس پر کہا کہ ہم ان بتوں کی عبادت اس لئے نہیں کرتے کہ یہ معبود ہیں اور نفع ونقصان پہنچا سکتے ہیں بلکہ ہم ان کی عبادت اس لئے کرتے ہیں کہ اللہ کے پاس جو مقربین ہیں یہ ان کی تمثیل یعنی مجسمہ ہیں پس ہم ان کی عبادت اس لئے کرتے ہیں تا کہ اللہ کے حضور یہ ہماری سفارش کریں گے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ اسی نظریے کا جواب دے رہا ہے۔ جس کی وضاحت اس طرح ہے کہ یہ کفار جس شفاعت کی امید سے ان بتوں کی عبادت کرتے ہیں آیا یہ شفاعت ان بتوں ہی سے چاہتے ہیں یا ان علماء اور زہاد سے جن کی یہ بت تماثیل ہیں۔ اول نظریہ یعنی ان بتوں ہی سے شفاعت کی امید رکھنا' باطل ہے اس لئے کہ یہ بت جمادات ہیں اور جمادات کسی شے کی ملکیت نہیں رکھتے اور نہ ہی عقل رکھتے ہیں کہ اپنی عبادت کرنے والوں کو پہچانیں لہذا ایک بے عقل شے انسان کی جو عقل والا ہے کیسے شفاعت کر سکتی ہے؟ دوسرا نظریہ یعنی یہ بت جن علماء اور زہاد کی تماثیل ہیں ان سے شفاعت کی امید رکھنا' باطل ہے اس لئے کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر کوئی بھی کسی چیز کا مالک نہیں ہوگا [پس اگر یہ علماء اور زہاد اگر اللہ کے حکم سے کسی کی شفاعت کریں گے] تو یہ شفاعت حقیقت میں اسی اللہ کی طرف سے ہوگی جو اس کی اجازت دیگا۔ لہذا غیر کی عبادت کی بجائے اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرنی چاہیئے [جس کی اجازت پر شفاعت موقوف ہے] یہی مطلب قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيْعًا کا ہے۔ یہاں یہ بات واضح رہے کہ بعض لوگوں نے شفاعت کا انکار کیا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيْعًا۔ لیکن یہ نظریہ باطل ہے اس لئے کہ ہم اس بات کے قائل ہیں کہ جب تک اللہ تعالیٰ شفاعت کی اجازت نہیں دیگا اس وقت تک کوئی بھی شفاعت نہیں کر سکے گا [اور آیت کا یہی مطلب ہے] (تفسیر کبیر) ۲ یعنی وہی اللہ ملک اور ملکوت میں متصرف ہے۔ علامہ بیضاوی فرماتے ہیں کہ وہی اللہ کُل کا مالک ہے کسی میں یہ جرأت نہیں کہ اس کے کام میں اعتراض کرے اور اس کی اجازت کے بغیر کوئی کام کرے۔ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ: یعنی تم سب قیامت کے روز اسی کی جانب پلٹو گے پس وہ تمہارے درمیان عدل کے ساتھ فیصلہ فرمائیگا اور تمہارے عمل کے مطابق بدلا دیگا۔ (صفوۃ التفاسیر) ۳ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ مشرکین کے اعمال میں سے ایک اور قبیح عمل کا ذکر فرما رہا ہے اور وہ یہ ہے کہ جب آپ ایک اللہ کا ذکر کرتے ہیں یعنی آپ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ کہتے ہیں تو ان کے دلوں اور چہروں سے نفرت کے آثار ظاہر ہوتے ہیں اور بتوں کا ذکر کیا جاتا ہے تو خوشی کے آثار ان کے چہروں پر نمایاں ہوتے ہیں اور ان کے دل خوشیاں حاصل کرتے ہیں۔ ایسا ہونا ان کی حماقت اور جہالت پر دلالت کرتا ہے۔ اس لئے کہ ایک اللہ کا ذکر سعادتمندوں کی اصل اور بھلائی کے عنوان میں سے ہے اور بتوں کا ذکر جو کہ جمادات میں سے ہیں جہالت اور حماقت کی اصل ہے پس ایک اللہ کے ذکر سے نفرت کرنا اور بتوں کے ذکر سے خوشیاں حاصل کرنا جہالت اور حماقت کی سب سے قوی دلیل ہے۔ صاحب کشاف کہتے ہیں کہ کبھی استبشار کے مقابلے میں اشمئزاز آتا ہے اور یہ دونوں اپنے باب میں غایت کیلئے آتے ہیں۔ استبشار اتنی خوشی اپنے اندر سما لینے کو کہتے ہیں کہ اس کے آثار چہرے پر ظاہر ہونے لگے' اشمئزاز اتنے غم کو اپنے اندر بھر لینے کو کہتے ہیں کہ اس کے آثار بھی چہرے پر ظاہر ہونے لگے۔ (تفسیر کبیر)

بَيْنَ عِبَادِكَ فِيْ مَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَلَوْ اَنَّ

میان بندگان خود در آنچہ بودند دراں اختلاف کردند و اگر

اپنے بندوں کے درمیان جس میں وہ سب اختلاف کرتے تھے ۱ اور اگر

لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ

مر آنانرا کہ ستم کردند آنچہ در زمین است ہمہ و مانند او با اوست

ان لوگوں کیلئے جنھوں نے ظلم کیا جو کچھ زمین میں ہے سب اور اسکی مثل ان کے ساتھ

لَافْتَدَوْا بِهٖ مِنْ سُوْٓءِ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَ

ہر آئنہ خدا دہند بآں از بدی عذاب روز قیامت و

(اور بھی ہو) تو ضرور قیامت کے روز برے عذاب سے بچنے کیلئے اسے فدیہ دیتے' اور

بَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُوْنُوْا يَحْتَسِبُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَبَدَا لَهُمْ

ظاہر شود ایشانرا از خدای آنچہ نبودند کہ پند گرفتندے و ظاہر شود ایشانرا

ان کیلئے اللہ کی طرف سے ظاہر ہوا (وہ عذاب) جس کا انھوں نے گمان تک نہ کیا تھا ۲ اور ظاہر ہوئیں ان کیلئے

سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۴۸﴾

بدیہا آنچہ کسب کردند و مکردد آید بدیشاں آنچہ بودند بداں استہزاء کردند

برائیاں جو انھوں نے کمایا اور انھیں گھیر لیا جس کا وہ سب استہزاء کرتے تھے ۳

فَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَانَا ۫ ثُمَّ اِذَا خَوَّلْنٰهُ

پس چوں برسد آدمیانرا سختی خوانند ما را چوں عطا دادیم او را

پس جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو ہمیں پکارتا ہے جب ہم اسے عطا کر دیتے ہیں

نِعْمَةً مِّنَّا ۙ قَالَ اِنَّمَاۤ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ ؕ بَلْ هِيَ فِتْنَةٌ

نعمت از ما میگوید جز ایں نیست کہ بمن دادند بر دانستی بلکہ آں آزمایش است

اپنی طرف سے نعمت تو کہتا ہے اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ مجھے علم کے سبب دیا گیا بلکہ وہ آزمائش ہے ۴

تفسیر اظہار العرفان

۱ جب اللہ تعالیٰ نے یہ ذکر فرمایا کہ ایک اللہ کے ذکر سے مشرکین کے دلوں میں غم وغصہ بھر جاتا ہے اور بتوں کے ذکر سے خوشیاں مناتے ہیں تو اب اس آیت میں حکم ہو رہا ہے کہ آپ اپنے رب کو قدرت اور علم کی صفات سے یاد کیجئے۔ اس آیت میں مشرکین کیلئے وعید ہے اور نبی ﷺ کیلئے تسلی ہے۔ علامہ صاوی کہتے ہیں کہ آپ اپنے رب کو تضرع کے ساتھ یاد کیجئے۔ اس لئے کہ آپ کا رب ہر شے پر قادر ہے۔ (صفوۃ التفاسیر)

۲ اہل جنت کیلئے فرمایا گیا تھا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّاۤ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ۔ اس کے مقابل دوزخیوں کیلئے فرمایا: وَبَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُوْنُوْا يَحْتَسِبُوْنَ۔ یعنی انتہائی چھوٹے گناہ کا ایسا سخت عذاب ان کے سامنے آئیگا جس کا ان کو وہم وگمان بھی نہ تھا۔ حضرت مقاتل کہتے ہیں کہ دنیا میں ان کو گمان بھی نہ تھا کہ ایسے عذاب سے آخرت میں دوچار ہونگے۔ یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ دنیا میں ان کا خیال تھا کہ بت ہماری سفارش کریں گے، یا یہ خیال تھا کہ حشر ونشر کچھ بھی نہ ہوگا' یا یہ سمجھ بیٹھے تھے کہ آخرت میں ہم مؤمنوں کے مقابلے میں بہتر حالت میں ہونگے قیامت کے دن ان تمام خیالات کے برعکس عذاب سامنے آئیگا۔ سدی نے کہا: دنیا میں وہ سمجھتے تھے ہم جو کچھ کر رہے ہیں نیکیاں ہیں قیامت کے روز ظاہر ہو جائیگا کہ وہ نیکیاں نہیں تھیں خطا کاریاں تھیں یعنی بتوں کی پوجا کو وہ قرب الٰہی کے حصول کا ذریعہ سمجھتے تھے جب آخرت میں بت پرستی کا عذاب ان پر پڑیگا تو ظاہر ہوگا کہ جس بات کا ان کو گمان بھی نہ تھا وہ اللہ کی طرف سے بت پرستی کے سبب ان کے سامنے آئیگی۔ (مظہری)

۳ جب اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے بتوں کی خرابیوں کو بیان فرمالیا تو ان کے وعید کیلئے چند چیزوں کو بیان فرمایا (۱) اگر یہ کفار جو کچھ زمین میں ہے ان سب کیا لک ہو جائیں اور ان سب کو سخت عذاب سے اپنی جان بچانے کیلئے بطور فدیہ دیں جب بھی اس سخت عذاب سے نہیں بچ سکیں گے (۲) ان کے واسطے طرح طرح کے عذاب ظاہر ہونگے جس کا خیال ان کے وہم وگمان میں بھی نہ ہوگا جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا اہل جنت کے ثواب کے بارے میں ارشاد ہے جنت میں وہ انعام ہوگا جو کسی آنکھ نے نہ دیکھا ہوگا اور نہ کسی کان نے کبھی سنا ہوگا اور نہ کسی بشر کے دل پر اسکا کبھی خیال گذرا ہوگا۔ (۳) دنیا میں جو گناہ انھوں نے کمایا اس کے عوض عذاب انھیں ہر جانب سے گھیر لیگا۔ (تفسیر کبیر) ۴ یعنی کافروں کا طریقہ بتایا گیا کہ صرف خدا کا ذکر کرنے کے وقت تو کافروں کے چہرے سکڑ جاتے ہیں اور بتوں کا ذکر ہوتا ہے تو ان کے چہرے کھل جاتے ہیں لیکن جب کوئی دکھ پڑتا ہے تو اس وقت خدا کو پکارتے ہیں پھر جب دکھ دور ہو جاتا ہے اور اللہ کی طرف سے سکھ مل جاتا ہے تو کہتے ہیں یہ تو ہم کو تدبیر اور کاردانی سے ملا ہے۔ خَوَّلْنٰهُ: ہم اپنی مہربانی سے کوئی نعمت عطا کر دیتے ہیں۔ عَلٰى عِلْمٍ: یعنی کمائی کے ڈھنگ مجھے معلوم تھے اس لئے مجھے یہ نعمت ملی یا یہ مطلب ہے کہ میرا استحقاق تھا اس لئے مجھے یہ نعمت ملی میں اس بات کو جانتا ہوں' یا یہ مطلب ہے کہ میں جانتا تھا کہ مجھے یہ نعمت دینا اللہ پر لازم تھا۔ بَلْ هِيَ فِتْنَةٌ: یہ نعمت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک آزمائش ہے کہ یہ شخص نعمت کا شکر ادا کرتا ہے یا ناشکری کرتا ہے' یا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ ایک ڈھیل ہے تا کہ کافر کے عذاب کا سبب بن جائے۔ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ: بیضاوی نے لکھا ہے کہ یہ جملہ دلالت کر رہا ہے کہ اَلْاِنْسَانَ سے مراد جنس انسان ہے کیونکہ لٰكِنَّ حرف استدراک دلالت کر رہا ہے کہ نادانی سب انسانوں کیلئے نہیں بلکہ اکثر کیلئے ہے۔ (مظہری)

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٤٩﴾ قَدْ قَالَهَا الَّذِيْنَ مِنْ

و لیکن اکثر ایشاں نمیدانند ہر آئنہ گفتند آنانکہ پیش

لیکن ان کے اکثر جانتے نہیں ہیں۔ بیشک کہا ان لوگوں نے جو

قَبْلِهِمْ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿٥٠﴾ فَاَصَابَهُمْ

از ایشاں بودند پس دفع نکند از ایشاں آنچہ بودند کسب میکردند پس رسید ایشانرا

ان سے پہلے تھے پس ان سے نہ ہٹایا جو وہ سب کماتے تھے [۱] پس انھیں

سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا ؕ وَالَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْ هٰٓؤُلَآءِ

بدیہا آنچہ کردند و آنانکہ ستم کردند از ایں گروہ

برائیاں پہنچیں جو انھوں نے کمایا اور وہ لوگ جنہوں نے ظلم کیا اس گروہ میں سے

سَيُصِيْبُهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا ۙ وَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿٥١﴾

زود برسد ایشانرا بدیہا آنچہ کردند و نیستند ایشاں عاجز کنندگان

بہت جلد انھیں برائیاں پہنچیں گی جو انھوں نے کمایا اور وہ سب عاجز کرنے والے نہیں ہیں [۲]

اَوَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ؕ

آیا ندانست ہر آئنہ خدای کشادہ کند روزی ہر کرا خواہد و تنگ کند

کیا انھیں نہیں معلوم بیشک اللہ جس کیلئے چاہتا ہے روزی کشادہ فرماتا ہے اور تنگ کرتا ہے

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿٥٢﴾ قُلْ يٰعِبَادِيَ

ہر آئنہ دریں نشانہاست مر قومیرا کہ میگروند بگو اے بندگان من

بیشک اس میں نشانیاں ہیں ایسی قوم کیلئے جو ایمان رکھتی ہے [۳] آپ فرما دیجئے: اے میرے (وہ) بندو!

الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ

آنانکہ اسراف کردند برتنہاے خود نا امید مشوید از رحمت

جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی اللہ کی رحمت سے نا امید نہ ہوں

تفسیر اظہار العرفان

[۱] یعنی یہ مقالہ ان کفار کا ہے جو ان سے پہلے گذر چکے تھے جیسے قارون وغیرہ۔ اس نے کہا تھا کہ میرے پاس جو کچھ ہے میں نے اسے اپنے علم کے ذریعے کمایا ہے۔ (صفوة التفاسیر)

[۲] پس انھیں ان کی برائی کا بدلہ پہنچا اب ان کفار قریش کو بھی ظلم کا بدلہ ملے گا۔ علامہ بیضاوی فرماتے ہیں کہ مکہ میں سات سالوں تک قحط رہا یہاں تک کہ وہ لوگ مردار کھانے پر مجبور ہو گئے، اس کے بعد جنگ بدر میں ان کے سرداروں کو قتل کیا گیا۔ وَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ: یعنی یہ سب ہمارے عذاب سے بچ نہیں سکتے ہیں' نہ بھاگ سکتے ہیں اور نہ ایسی جگہ چھپ سکتے ہیں کہ میں انھیں پا نہ سکوں۔ (صفوة التفاسیر)

[۳] اس آیت اور اس سے پہلی آیات سے چند فوائد حاصل ہوئے (۱) نفس انسان کی خصوصیت میں سے ہے کہ وہ دعا کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تضرع اور گریہ زاری کرتا ہے کیونکہ اس پر جب مصیبت آ پہنچتی ہے تو وہ لاچار ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی دعا سن کر جب اسے نجات دیدیتا ہے تو پھر اللہ سے منہ موڑ لیتا ہے اور کفران نعمت کا شکار ہو جاتا ہے اور ازروئے تکبر کہنے لگتا ہے کہ ہمارے پاس جو کچھ ہے وہ میرے اس علم کا نتیجہ ہے جو میرے پاس ہے گویا انسان مصیبت میں اللہ تعالیٰ کی جانب رجوع کرتا ہے اور راحت میں منہ پھیر لیتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ کو سکھ میں یاد کرو وہ تمہیں دکھ میں یاد رکھے گا (۲) کچھ لوگ مدعی ہیں کہ ہم اہل اللہ ہیں پس جب انھیں مصیبت پہنچتی ہے تو جزع فزع کرنے لگتے ہیں اور اپنے نفس کیلئے راحت طلب کرنے لگتے ہیں۔ ایسے اہل اللہ بلاء کو نہیں دیکھتے تاکہ دیکھ کر صبر حاصل کریں۔ یہ مشرکین کا طریقہ ہے پس جب انھیں نعمت ملتی ہے تو اللہ تعالیٰ کو بھول بیٹھتے ہیں۔ ایسے لوگ اہل اللہ نہیں ہیں بلکہ اہل حجاب ہیں۔ حضرت جنید علیہ الرحمہ فرماتے ہیں جو بلاء کے نقصان کی طرف نظر رکھتا ہو وہ عارف نہیں ہے اس لئے کہ عارف تو وہ ہوتا ہے جو بلاء کو بھی اپنے لئے رحمت سمجھتا ہے (۳) اکثر اہل نعمت اس کی بلاء اور برے انجام سے واقف نہیں ہیں اور دولت کے دھوکے میں پڑے رہتے ہیں ان کے قلوب سخت ہو جاتے ہیں اور یہ آخرت کو بھول بیٹھتے ہیں (۴) دنیا اور آخرت کی نعمت اور ان دونوں کی سعادت مندی' اسی طرح ان دونوں کی شقاوت اللہ تعالیٰ کی مشیت پر ہے نہ کہ بندوں کی مشیت پر' سو بندوں پر ضروری ہے کہ وہ اپنی مشیت سے نکلے اور اللہ تعالیٰ کی مشیت کو تسلیم کرے اسی طرح اس کے حکم اور اس کے فیصلے کو تسلیم کرے (۵) دوست کے حال کی تنگی غیر کیلئے وسعت ہے۔ (روح البیان) استفہام انکاری ہے یعنی اللہ تعالیٰ بطور آزمائش جس کو چاہتا ہے کشادہ حال کر دیتا ہے اور بطور امتحان جس کو چاہتا ہے تنگ دست کر دیتا ہے۔ لوگ دعوی تو کرتے ہیں کہ یہ دولت ہم نے اپنی تدبیر سے کمائی ہے مگر اتنا نہیں جانتے کہ رزق کی تنگی و فراخی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے کبھی ایسے لوگ تنگ دست ہو جاتے ہیں جو کمائی کے بہت طریقوں سے واقف ہوتے ہیں اور کبھی ایسے لوگ فراخ دست ہو جاتے ہیں جو طریقے بھی نہیں جانتے اور ان کو کوئی بھی ذاتی استحقاق نہیں ہوتا۔ لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ: یعنی ان لوگوں کیلئے نشانیاں ہیں جو اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ تمام حوادث اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتے ہیں اور بظاہر اسباب کا سلسلہ اپنے معمول پر چلتا ہے یعنی بظاہر نتائج اسباب سے وابستہ ہیں اور اسباب نتائج کو پیدا کرتے ہیں۔ (مظہری)

اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ

خدای هر آئنه خدای می آمرزد گناهان همه هر وئنه اوست آمر زنده و

بیشک اللہ تمام گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے' بیشک وہی بخشنے والا

الرَّحِيْمُ ﴿۵۳﴾ وَاَنِيْبُوْۤا اِلٰى رَبِّكُمْ وَاَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ

مہربان و باز گردید بسوے پروردگار خود و گردن نہید او را پیش ازانکہ

مہربان ہے۱ اور اپنے رب کی جانب رجوع لاؤ اور اس کے حضور گردن رکھ دو اس سے پہلے کہ

يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿۵۴﴾ وَاتَّبِعُوْۤا اَحْسَنَ

بیاید بشما عذاب باز یاری دادہ نشوند و پیروی کنید نیکو تر

تمہارے پاس عذاب آئے پھر تمہاری مدد نہ کی جائے۲ اور ان چیزوں میں سے سب سے اچھے کی پیروی کرو

مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ

آنچیزیرا کہ فرستادہ شد بسوے شما از پروردگار شما پیش ازانکہ بیاید بشما عذاب

جو تمہاری جانب تمہارے رب کی طرف سے اتاری گئی اس سے پہلے کہ تمہارے پاس

بَغْتَةً وَّاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ﴿۵۵﴾ اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ يّٰحَسْرَتٰى

ناگہان و شما و نمی دانید پیش ازانکہ گوید نفسی اے وائے

اچانک عذاب آئے اور تمہیں معلوم نہ ہو۳ قبل اس کے کہ کوئی جان کہے اے حسرت!

عَلٰى مَا فَرَّطْتُّ فِىْ جَنْۢبِ اللّٰهِ وَاِنْ كُنْتُ لَمِنَ

بر آنچہ تقصیر کردم در کاری خدای و ہر آئنہ بود می از

اس پر جو میں نے اللہ کے کام میں کوتاہی کی اور بیشک میں

السّٰخِرِيْنَ ﴿۵۶﴾ اَوْ تَقُوْلَ لَوْ اَنَّ اللّٰهَ هَدٰىنِىْ لَكُنْتُ مِنَ

افسوس کنندگان یا گوید اگر راہ نمودی مر خدای ہر آئنہ بود می از

ہنسنے والوں میں سے تھا۴ یا کہے اگر اللہ مجھے راہ دکھاتا تو بیشک میں

۱ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ ہم کہا کرتے تھے کہ جو شخص اسلام قبول کر لینے اور اسے پہچان لینے کے بعد مرتد ہو جائے اس کی توبہ قبول نہیں ہو سکتی لیکن جب رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت حمزہ کے قاتل وحشی کو ایک قاصد کے ذریعے اسلام کی دعوت دی۔ اس نے کہلا بھیجا کہ آپ مجھے اسلام کی دعوت کیونکر دیتے ہیں جبکہ آپ کا خیال ہے کہ جو شخص قتل کرے یا زنا کرے یا اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرائے وہ اپنے گناہوں کا بدلہ پائیگا اور قیامت کے روز اسے دہرا عذاب دیا جائیگا اور یہ کہ وہ ہمیشہ کیلئے ذلت وخواری کے ساتھ پڑا رہے گا۔ اور میرا خیال یہ ہے کہ میں نے یہ سب کام کئے ہیں کیا آپ میرے لئے کوئی گنجائش پاتے ہیں؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے آیت اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا: وحشی نے کہا یہ تو ایک کڑی شرط ہے جس پر عمل کرنے کی مجھ میں توفیق نہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے آیت اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ نازل ہوئی۔ وحشی نے کہا یہ تو اللہ تعالیٰ کی مشیت کے بعد ہی ہوگا کہ میری بخشش ہوتی ہے یا نہیں؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ وحشی نے کہا ہاں یہ درست ہے اور مسلمان ہو گیا۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) آیت کا شانِ نزول خاص ہے' ایک خاص واقعہ سببِ نزول ہے ان لوگوں کے حق میں آیت کا نزول ہوا تھا جنہوں نے مشرک ہونے کی حالت میں کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کیا تھا پھر شرک سے توبہ کی اور مسلمان ہو گئے۔ لیکن آیت کے الفاظ عام ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی بندہ ہو بشرطیکہ مؤمن ہو ایمان لا چکا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے عباد کی نسبت اپنی ذات کی جانب کی جس سے محاورہ قرآنی کی روشنی میں کہا جا سکتا ہے کہ مؤمن بندے ہی مراد ہیں اگر اس نے اسلام کے بعد بھی کبائر کا ارتکاب کیا ہو تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ معاف فرما دیگا اس کو ناامید نہ ہونا چاہیئے خواہ گناہوں سے توبہ نہ کی ہو۔ (مظہری) ۲ جب یہ بیان ہو گیا کہ جو شرک سے توبہ کریگا اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمالیگا اب یہ بیان ہو رہا ہے کہ توبہ کے بعد اخلاص کے ساتھ رجوع لانا چاہیئے اور دنیا میں عذاب کے آنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں خضوع اور طاعت لانا چاہیئے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا عذاب جب نازل ہو جائیگا تو اسے کوئی روک نہیں سکے گا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سعادت میں سے ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی شخص کو طاعت میں لمبی عمر عطا فرمائے اور اسے رجوع کی دولت عطا فرمائے اور شقاوت میں سے ہے کہ کوئی شخص عمل کرے اور اپنے عمل پر تعجب یعنی تکبر کرے۔ (القرطبی) ۳ اَحْسَنَ مَاۤ اُنْزِلَ سے مراد قرآن ہے اس لئے قرآن کُل کا کُل حسن ہے' حضرت حسن کہتے ہیں کہ قرآن میں جن امور کا حکم دیا گیا ہے اس کے کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے اور جن امور سے منع کیا گیا ہے اس سے انسان کو بچنا چاہیئے، سدی کہتے ہیں کہ کتاب اللہ میں جس کام کے کرنے کا حکم دیا گیا ہے وہ احسن ہے' ابن زید کہتے ہیں کہ اس سے قرآن کے محکمات مراد ہیں' کہا گیا ہے کہ احسن سے عفو مراد ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو عفو اور قصاص کے درمیان اختیار دیا ہے۔ (القرطبی) ۴ حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ کوئی جان یہ حسرت کریگی کہ ہائے میں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کو ضائع کیا کاش کہ میں اسے کر لیتا۔ (صفوۃ التفاسیر)

الْمُتَّقِيْنَ ﴿٥٧﴾ اَوْ تَقُوْلَ حِيْنَ تَرَى الْعَذَابَ لَوْ اَنَّ لِيْ

پرہیزگاران یا گوید آنوقت کہ بیند عذاب کاشکے بود مرا

پرہیزگاروں میں سے ہوتا ۱ یا کہے اس وقت جب عذاب دیکھے کاش کہ میرے لئے

كَرَّةً فَاَكُوْنَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٥٨﴾ بَلٰى قَدْ جَآءَتْكَ

باز گشتی بدنیا پس تا بودم از نیکوکاران آرے البتہ آمد بتو

دنیا میں دوبارہ لوٹنا ہوتا تا کہ میں نیکوکار میں سے ہوتا ۲ ہاں ضرور تمہارے پاس

اٰيٰتِيْ فَكَذَّبْتَ بِهَا وَاسْتَكْبَرْتَ وَكُنْتَ مِنَ

آیاتہاے من پس تکذیب کردی بآں و تکبر کردی و بودی تو از

میری آیتیں آئیں پس تو نے اسے جھٹلایا اور تکبر کیا اور تو

الْكٰفِرِيْنَ ﴿٥٩﴾ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ تَرَى الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلَى

کافران و روز قیامت بنی آنانکہ تکذیب کردند بر

کافروں میں سے تھا ۳ اور قیامت کے روز تم دیکھو گے ان لوگوں کو جنہوں نے

اللّٰهِ وُجُوْهُهُمْ مُّسْوَدَّةٌ ؕ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى

خدای رویہاے ایشاں سیا شدہ آیا نیست در دوزخ جای

اللہ کو جھٹلایا ان کے چہرے سیاہ ہونگے' کیا نہیں ہے دوزخ میں ٹھکانا

لِّلْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿٦٠﴾ وَيُنَجِّى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ ۫ لَا

متکبرانرا و برہاند آنانکہ پرہیز کردند برستگاری ایشاں

تکبر کرنے والوں کا ۴ اور اللہ ان لوگوں کو جنہوں نے تقوی اپنایا انھیں کامیابی کے ساتھ نجات دیگا

يَمَسُّهُمُ السُّوْٓءُ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿٦١﴾ اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ

نرسد بدیشاں بدی و نہ ایشاں اندوہ خورند اللہ است آفرینندہ ہر

نہ انھیں برائی چھوئے گی اور نہ وہ سب غم کھائیں گے ۵ اللہ پیدا کرنے والا ہے ہر

تفسیر الطاہر الغفران

۱ یعنی مشرکین یہ کہیں گے کہ اگر اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت دیتا تو ہم ضرور شرک سے بچتے۔ مشرکین کا یہ قول اللہ تعالیٰ کے اس قول کے قریب قریب ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں خبر دی۔ سَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكْنَا ''مشرکین عنقریب کہیں گے کہ اگر اللہ چاہتا تو ہم شرک نہ کرتے'' یہ کلمہ حق ہے لیکن اسکا استعمال باطل ارادہ سے ہے جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور میں خوارج نے کہا تھا کہ حکم نہیں ہے مگر اللہ کیلئے۔ (القرطبی)

۲ یعنی گناہگار جان جب عذاب کو دیکھ لے گی تو کہے گی کہ کاش ہمیں دنیا میں دوبارہ بھیج دیا جاتا تا کہ نیک عمل کرتے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے۔ (صفوۃ التفاسیر)

۳ یہ آیت گذشتہ آیت لَوْ اَنَّ اللّٰهَ هَدٰىنِيْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ کی مکمل تردید ہے کیونکہ سابق آیت میں اگر ہدایت سے رہنمائی مراد ہو تو اس آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ پیغمبر اور کتاب کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے رہنمائی تو کر دی تھی مگر تو نے سب کی تکذیب کی۔ اس صورت میں لَوْ اَنَّ اللّٰهَ هَدٰىنِيْ کا مطلب یہ ہوگا کہ میرے پاس کوئی پیغمبر ہی نہیں آیا نہ کسی پیغمبر نے مجھے اللہ کا پیغام پہنچایا۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ قیامت کے روز حضرت نوح علیہ السلام کو طلب کیا جائیگا اور دریافت کیا جائیگا کہ کیا تم نے اپنی امت کو میرا پیغام پہنچا دیا تھا؟ حضرت نوح علیہ السلام عرض کریں گے جی ہاں' پھر دیگر امت کو طلب کیا جائیگا اور ان سے دریافت کیا جائیگا کیا تمہارے پاس اللہ کا پیغام پہنچا تھا وہ انکار کریں گے اور کہیں گے ہمارے پاس تو نہ کوئی بشارت دینے والا آیا نہ ڈرانے والا۔ اور اگر ہدایت سے تخلیق ہدایت اور منزل مقصود تک پہنچانا مراد ہو تو اس صورت میں لَوْ اَنَّ اللّٰهَ هَدٰىنِيْ کا مطلب یہ ہوگا کہ میں مجبور تھا اللہ ہی نے مجھے ہدایت نصیب نہ کی۔ ایمان وطاعت کو اختیار کرنے کی میرے اندر طاقت ہی نہ تھی کیونکہ اللہ نے مجھے اس کی قدرت دی ہی نہ تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت بَلٰى قَدْ جَآءَتْكَ الخ میں اس قول کی تردید کر دی اور فرمایا کیوں نہیں ہم نے تو تجھے قدرت دی تھی کہ جس راستہ کو اختیار کرنا چاہے اختیار کر لے اسی پر عذاب وثواب کی عمارت کی بنا ہے لیکن جب میری آیات تیرے پاس پہنچیں تو تو نے اپنے اختیار سے ان کی تکذیب کی۔ اہل سنت و جماعت کا مسلک ہے کہ بندوں کے افعال میں قدرت خداوندی دخیل اور اثر انداز ہے یہ آیت اہل سنت کے مسلک کے خلاف نہیں ہے۔ (مظہری) ۴ یعنی قیامت کے روز سر کی آنکھوں سے انھیں دیکھو گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبر کا معنی یوں بیان فرمایا کہ حق کو نہ ماننا اور لوگوں کو حقیر جاننا۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: قیامت کے روز تکبر کرنے والوں کو چونٹیوں کی طرح اٹھایا جائیگا انھیں چونٹیوں میں ملا کر رکھا جائیگا یہاں تک کہ انھیں اسی حالت میں جہنم کی قید کی طرف لایا جائیگا۔ (القرطبی) ۵ یعنی اللہ تعالیٰ توحید کے صدقے انھیں شرک اور گناہ سے بچاتا ہے۔ حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ میں ہے کہ قیامت کے روز اللہ ہر شخص کو اس کے عمل کے ساتھ اٹھائے گا پس مؤمن کا عمل اس کے ساتھ اچھی صورت اور اچھی خوشبوؤں میں ہوگا جب ان پر [قیامت کا] رعب اور خوف ہوگا تو اللہ فرمائیگا خوف مت کرو اس لئے کہ تم اپنی مراد کو پہنچنے والے ہو' کیا تمہیں نہیں معلوم کہ میں نے تمہارے بوجھ کو تمہارے نیک عمل پر اٹھایا ہے پھر اللہ تعالیٰ اس بندہ سے جو فرمائیگا آیت میں موجود ہے۔ (القرطبی)

شَیۡءٍ وَّ ہُوَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ وَّکِیۡلٌ ﴿۶۲﴾ لَہٗ مَقَالِیۡدُ السَّمٰوٰتِ

چیز و او بر ہمہ چیز نگہبانست او را ست کلیدہائے آسمانہا

چیز کا اور وہ ہر چیز پر نگہبان ہے ۱ اسی کیلئے ہے آسمانوں

وَ الۡاَرۡضِ ؕ وَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا بِاٰیٰتِ اللّٰہِ اُولٰٓئِکَ

و زمین و آنانکہ نگرویدند بآیات خدای آنگروہ

اور زمین کی کنجیاں اور وہ لوگ جنہوں نے اللہ کی آیتوں کا انکار کیا' وہی گروہ

ہُمُ الۡخٰسِرُوۡنَ ﴿۶۳﴾ قُلۡ اَفَغَیۡرَ اللّٰہِ تَاۡمُرُوۡٓنِّیۡۤ اَعۡبُدُ اَیُّہَا

ایشانند زیانکاران بگو غیر خدای میفرمائید مرا پرستش کنم اے

نقصان والے ہیں ۲ آپ فرما دیجئے کیا تم مجھے کہتے ہو کہ میں غیر اللہ کی عبادت کروں اے

الۡجٰہِلُوۡنَ ﴿۶۴﴾ وَ لَقَدۡ اُوۡحِیَ اِلَیۡکَ وَ اِلَی الَّذِیۡنَ مِنۡ

نادان و ہر آئنہ وحی کردہ شد بتو و بسوے آنانکہ پیش

نادانوں ۳ اور بیشک تمہاری جانب وحی کی گئی اور ان لوگوں کی جانب جو

قَبۡلِکَ ۚ لَئِنۡ اَشۡرَکۡتَ لَیَحۡبَطَنَّ عَمَلُکَ وَ لَتَکُوۡنَنَّ مِنَ

از تو بودند اگر شرک آری البتہ شود کردار تو و ہر آئنہ تو باشی از

تم سے پہلے تھے' اگر تو نے شریک کیا تو ضرور تیرا کردار تباہ ہو جائیگا اور ضرور تو

الۡخٰسِرِیۡنَ ﴿۶۵﴾ بَلِ اللّٰہَ فَاعۡبُدۡ وَ کُنۡ مِّنَ الشّٰکِرِیۡنَ ﴿۶۶﴾

زیانکاران بلکہ خدای را پرستش کن و باش از سپاسداران

نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا ۴ بلکہ اللہ ہی کی عبادت کرو اور شکر کرنے والوں میں سے ہو جاؤ ۵

وَ مَا قَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدۡرِہٖ ٭ۖ وَ الۡاَرۡضُ جَمِیۡعًا قَبۡضَتُہٗ

و صفت نکردند خدایرا چنانکہ حق قدر او باشد و زمین ہمہ بدست گرفتہ وی

اور اللہ کی تعریف ایسی نہیں کی جیسی اسکی تعریف کا حق تھا' اور تمام زمین اسکی مٹھی میں ہو گی

۱ یعنی اللہ تعالیٰ جمیع اشیاء کا پیدا فرمانے والا ہے اور وہ جس طرح چاہتا ہے اس میں تصرف فرماتا ہے اس کے سوا کوئی اور رب نہیں ہے۔ (صفوۃ التفاسیر)

۲ سدی کہتے ہیں کہ اس سے آسمانوں اور زمین کے خزانے مراد ہیں' ان کے علاوہ کا کہنا ہے کہ آسمانوں کے خزانے سے مراد بارش ہے اور زمین کے خزانے سے مراد سبزہ ہے' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان بن عفان ﷺ نے اس آیت کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے پوچھا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھ سے اس آیت کے بارے میں کسی ایک نے بھی سوال نہیں کیا [آسمانوں اور زمین کے خزانے یہ ہیں] لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ بعض روایات میں یہ اضافہ بھی ہے کہ جو اس دعا کو صبح کے وقت میں دس مرتبہ اور شام کے وقت میں دس مرتبہ پڑھے گا اللہ تعالیٰ اسے چھ نعمتیں عطا فرمائیگا (۱) ابلیس سے اس کی حفاظت فرمائیگا (۲) بارہ ہزار فرشتے اس کے پاس حاضر ہونگے (۳) اللہ تعالیٰ ڈھیروں اجر عطا فرمائیگا (۴) اس کے درجہ کو بلند فرمائیگا (۵) اللہ تعالیٰ اس کی شادی حور عین سے کرائے گا (۶) اسے اجر اتنا عطا فرمائیگا جیسے کہ اس نے قرآن' توریت' انجیل اور زبور کی تلاوت کی ہو' اور اس کیلئے یہ اجر بھی ہے جیسے کہ کسی نے حج اور عمرہ کیا ہو اور اللہ تعالیٰ نے اس حج اور عمرہ کو قبول فرمالیا ہو اور اگر اس کا رات میں انتقال ہوگا تو شہادت کا درجہ ملے گا۔ کہا گیا ہے کہ مقالید سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت مراد ہے۔ اس صورت میں آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے سب اسی کی اطاعت کرتے ہیں۔ (القرطبی) ۳ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ قریش نے رسول اللہ ﷺ کو اتنا مال دینے کی پیش کش کی کہ آپ مکہ میں سب سے زیادہ مالدار ہو جاتے اور یہ بھی درخواست کی کہ آپ جس عورت کو پسند کریں ہم اس کو آپ کی زوجیت میں دیدیں گے شرط یہ ہے کہ ہمارے معبودوں کو برا کہنے سے زبان روک لیں اور برے لفظوں سے اس کا ذکر نہ کریں اگر آپ کو یہ منظور نہ ہو تو ایسا کر لیجئے کہ ایک سال آپ ہمارے معبودوں کی پوجا کریں اور ایک سال ہم آپ کے معبود کی عبادت کریں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں اس کا جواب اس وقت دونگا جب میرے پاس میرے رب کی طرف سے کوئی وحی آجائے میں وحی کا انتظار کرونگا اس پر سورہ قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ آخر تک نازل ہوئی اور یہ آیت بھی نازل ہوئی' حضرت حسن بصری کی روایت ہے کہ مشرکوں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا تھا کہ اے محمد ﷺ! آپ اپنے باپ دادا کو گمراہ قرار دیتے ہیں اس پر آیت مذکورہ میں مِنَ الشّٰكِرِيْنَ تک نازل ہوئی' حضرت مقاتل کہتے ہیں کہ مکہ کے کافروں نے رسول اللہ ﷺ کو آپ کے آباء واجداد کے مذہب پر واپس آنے کی دعوت دی تھی اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ (مظہری) ۴ مطلب یہ ہے کہ آپ کی جانب اور آپ سے پہلے جو انبیاء گذر چکے ہیں ان سب کی جانب اللہ تعالیٰ نے توحید سے متعلق وحی فرمائی۔ آیت میں خطاب اگرچہ رسول اللہ ﷺ سے ہے لیکن مراد اس سے امت ہے اس لئے کہ علم باری تعالیٰ میں آپ سے متعلق متحقق ہو چکا تھا کہ آپ شرک نہیں کریں گے۔ (القرطبی) ۵ یعنی ایک اللہ کیلئے اپنے آپ کو خالص کرلو اور اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ (صفوۃ التفاسیر)

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ ۭ سُبْحٰنَهٗ

روز قیامت و آسمانہا پیچیدہ شدہ بیمین او پاکست او

قیامت کے روز اور تمام آسمان اسکے دستِ قدرت سے لپیٹ دیئے جائینگے، پاک ہے وہ

وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝٦٧ وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي

و برتر است ازانچه انبازارند و دمیدہ شود در صور پس بیہوش شود ہر کہ در

اور برتر ہے اس سے جو شرک کرتے ہیں ۱ اور صور میں پھونکا جائیگا تو بیہوش ہو جائیں گے جو کوئی

السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَاۗءَ اللّٰهُ ۭ ثُمَّ

آسمانہا و ہر کہ در زمین است مگر ہر کہ خواستہ است خدای باز

آسمانوں میں اور جو کوئی زمین میں ہے مگر جسے اللہ نے چاہا ہو پھر

نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ ۝٦٨ وَاَشْرَقَتِ

دمیدہ شود در و بار دیگر پس چوں ایشاں بپا ایستادہ می نگرند و روشن شود

اس میں دوبارہ پھونکا جائیگا پس اسوقت وہ سب دیکھتے ہوئے کھڑے ہو جائیں گے ۲ اور روشن ہو گی

الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتٰبُ وَجِايْۗءَ بِالنَّبِيّٖنَ

زمین بنور پروردگار خود و نہادہ شود کتاب و آوردند پیغمبرانرا

زمین اپنے رب کے نور سے اور کتاب رکھی جائے گی اور انبیاء لائے جائیں گے

وَالشُّهَدَاۗءِ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝٦٩

و گواہان و حکم کردہ شود میان ایشاں براستی و ایشاں ستم دیدہ نشوند

اور گواہان اور ان کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائیگا اور ان پر ظلم نہ کئے جائیں گے ۳

وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ۝٧٠ ع

و تمام دادہ شود ہر تنے آنچه کردند و او دانا تر ست بآنچہ میکنند

اور ہر جان کو پورا دیا جائیگا جو اس نے کیا اور وہ سب سے زیادہ جانتا ہے جو وہ سب کرتے ہیں ۴

۱ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ ایک یہودی رسول اللہ ﷺ کے پاس سے گذرا تو اس نے آپ سے پوچھا کہ اے ابوالقاسم! آپ اس بارے میں کیا کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں کو اس [انگلی] پر اور زمینوں کو اس پر اور پانی کو اس پر اور پہاڑوں کو اس پر رکھے گا؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) ایک دوسری روایت میں ہے کہ یہودیوں کا ایک عالم رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہا کہ اے محمد! اللہ تعالیٰ آسمان کو ایک انگلی پر اور زمین کو ایک انگلی پر اور پہاڑوں کو ایک انگلی پر اور باقی تمام مخلوق کو ایک انگلی پر رکھے گا اور پھر یوں فرمائیگا کہ میں بادشاہ ہوں۔ اس پر رسول اللہ ﷺ ہنس پڑے اور اس آیت کی تلاوت فرمائی۔ ایک اور روایت میں کچھ اس طرح ہے کہ ایک یہودی عالم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ ہم توریت میں لکھا ہوا پاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں کو ایک انگلی پر اور دونوں زمینوں کو ایک انگلی پر اور درختوں کو ایک انگلی پر اور پانی اور سیل زدہ زمین کو ایک انگلی پر اور باقی تمام مخلوق کو ایک انگلی پر اٹھائیگا اور فرمائیگا کہ میں بادشاہ ہوں۔ اس پر رسول اللہ ﷺ یہودی عالم کے قول کی تصدیق میں ہنس پڑے یہاں تک کہ آپ کی داڑھیں دکھائی دیں اس کے بعد آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔ (بخاری) حضرت ابو ہریرہ ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے روز اللہ زمین کو سمیٹ دے گا اور آسمان کو اپنے سیدھے ہاتھ سے لپیٹ دیگا پھر فرمائیگا میں بادشاہ ہوں زمین کے بادشاہ کہاں ہیں؟۔ ترمذی میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس آیت کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! اس روز لوگ کہاں ہونگے؟ آپ نے فرمایا: جہنم کے پل پر، دوسری روایت میں ہے کہ پل صراط پر۔ (القرطبی) ۲ آسمان اور زمین کو لپیٹ دینے کے بعد صور میں پھونکا جائیگا اور یہ دو مرتبہ ہوگا پہلی مرتبہ میں مخلوق پر موت طاری ہو جائیگی اور دوسری مرتبہ میں انھیں زندہ کیا جائیگا۔ حضرت اسرافیل علیہ السلام صور پھونکیں گے۔ حضرت ابوسعید خدری ؓ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس صاحبِ صور کا ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا: صور کے سیدھی جانب جبرائیل اور الٹی جانب میکائیل ہونگے۔ آیت میں اِلَّا مَا شَاءَ اللّٰهُ سے کون لوگ مراد ہیں اس میں اختلاف ہے (۱) شہداء مراد ہیں جو عرش کی چاروں جانب تلوار لٹکائے پھر رہے ہونگے (۲) حضرت جبرائیل، حضرت میکائیل، حضرت اسرافیل اور حضرت عزرائیل علیہم السلام مراد ہیں (۳) رضوان اور حور وغیرہ مراد ہیں۔ (القرطبی) ۳ بِنُوْرِ رَبِّهَا کا مطلب ہے کہ اپنے رب کے عدل سے، حضرت ضحاک کہتے ہیں کہ اپنے رب کے حکم سے، ان دونوں کا مطلب ایک ہی ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے عدل اور اس کے حکم کے نور سے زمین جگمگا اٹھے گی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ ایک نور پیدا فرمائیگا جسے زمین کے چہرے پر ڈال دیگا۔ زمین اس نور سے روشن ہو جائیگی، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس نور سے چاند اور سورج کا نور مراد نہیں ہے بلکہ اس روز ایک نور پیدا فرمائیگا جس سے زمین جگمگا جائیگی۔ (القرطبی) ۴ ہر انسان کو اس کا بدلا دیا جائیگا جو اس نے خیر یا شر سے کمایا ہوگا اور وہ اللہ خوب واقف ہے جو انسان نے کمایا ہے۔ (صفوۃ التفاسیر)

وَ سِيْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى جَهَنَّمَ زُمَرًا ؕ حَتّٰٓى اِذَا

و رانده شوند آنانکه نگرویدند بسوے دوزخ گروه گروه تا چوں

اور ہانکے جائیں گے وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا جہنم کی طرف گروہ در گروہ' یہاں تک کہ جب

جَآءُوْهَا فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَ قَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ

بیایند بدوزخ کشاده شود درہاے آں و گویند ایشانرا خازنان آں آیا نیامد بشما

دوزخ کے پاس جائیں گے تو اسکے دروازے کھول دیئے جائینگے اور ان سے دوزخ کا داروغہ کہے گا کیا تمہارے

رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَتْلُوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ رَبِّكُمْ وَ يُنْذِرُوْنَكُمْ

رسولان از شما بخوانند بر شما آیات پروردگار خود و بیم کنند شما را

پاس تم میں سے رسول نہیں آئے جو تم پر تمہارے رب کی آیات پڑھتے تھے اور تمہیں ڈراتے تھے

لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ؕ قَالُوْا بَلٰى وَ لٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ

دیدن روز خود ایں گویند البتہ و لیکن واجب شد سخن

تمہارے اس ملاقات کے دن سے' کہیں گے کیوں نہیں لیکن عذاب کی

الْعَذَابِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿٧١﴾ قِيْلَ ادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ

عذاب بر کافران گفتہ شود در آئید بدر ہاے دوزخ

بات کافروں پر واجب ہوئی ۱؎ کہا جائیگا جہنم کے دروازے میں داخل ہو جاؤ

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿٧٢﴾ وَ سِيْقَ

ہمیشہ باشند دراں پس بدست جای متکبران و رانده شوند

اس میں ہمیشہ رہنا ہے پس تکبر کرنے والوں کیلئے کیا ہی برا ٹھکانا ہے ۲؎ اور روانہ کئے جائیں گے

الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ اِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْهَا

آنانکہ پرہیز کردند پروردگار خود بسوے بہشت گروه گروه تا چوں آمد آنرا

وہ لوگ جو اپنے رب سے ڈرے جنت کی جانب گروہ در گروہ' یہاں تک کہ جب وہاں پہنچیں گے

۱؎ یعنی جہنم میں داخل کئے جانے کیلئے جب کافر جہنم پر پہنچیں گے تو دوزخ کے ساتوں دروازے جو پہلے بند ہونگے ان کیلئے کھول دیئے جائیں گے' اس وقت جھڑکی کے ساتھ توبیخ کرتے ہوئے دوزخ کے کارندے ان سے کہیں گے آج تمہارے لئے دوزخ میں داخل ہونے کا دن ہے۔ علامہ بیضاوی نے [مسلک شافعی ثابت کرنے کیلئے] کہا کہ آیت میں دلیل ہے اس امر کی کہ شریعت آنے سے پہلے کوئی شخص [توحید کا بھی] مکلّف نہیں ہے جب ہی تو دوزخ کے کارندے پیغمبروں کے پہنچنے اور احکامِ الٰہیہ پہنچا دینے کو اپنی زجر و توبیخ کیلئے علت کے طور پر ذکر کر رہے ہیں۔ میں کہتا ہوں اس آیت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اگر پیغمبر نہ پہنچیں [اور کتب الٰہیہ کا علم نہ ہو] تو شرک کرنے پر عذاب نہ ہوگا بلکہ آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دوزخ کے کارندے ڈانٹ کر کہیں گے کہ جب تمہارے پاس پیغمبر بھی پہنچ گئے اور اللہ تعالیٰ کا کلام انھوں نے پڑھ کر سنا بھی دیا تھا اور تمام حجتیں پوری بھی ہو گئیں تھیں تو پھر تم کیوں ایمان نہیں لائے اور کیوں شرک سے باز نہ آئے۔ بات یہ ہے کہ احکامِ خداوندی کو جاننے کیلئے اگرچہ تنہا عقل کافی نہیں ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے ایک ہونے پر دلالت کرنے والے براہین فطرت تو موجود ہیں اور ان دلائل فطرت کی روشنی میں عقل توحیدِ خداوندی کو جاننے کیلئے کافی ہے پھر اس کے ساتھ جب اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو بھی بھیج دیا اور کتابیں بھی نازل کر دیں اور طریق حق بالکل واضح کر دیا تو اب کسی طرح شرک و کفر کی معذرت کی کوئی وجہ باقی نہیں رہی۔ (مظہری)

۲؎ جو بات کافروں سے کہی جائیگی وہ بڑی ہولناک ہوگی اس لئے کہنے والے کا نام مبہم رکھا گیا صراحت سے ذکر نہیں کیا گیا۔ واضح رہے کہ آیت سے در پردہ یہ بات معلوم ہو رہی ہے کہ جہنم کافروں کا ٹھکانا صرف اس وجہ سے ہوگا کہ حق کے مقابلہ میں انھوں نے تکبر کیا تھا اور حق کو حقیر سمجھ کر قبول نہیں کیا تھا۔ سوال: اس سے پہلی آیت میں تو یہ صراحت کی تھی کہ کافروں کا دوزخ میں داخلہ محض اس وجہ سے ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کا ازلی حکم عذاب پورا ہو جائیگا۔ کافروں کو جو عذاب دینے کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے پہلے سے کر لیا ہے اس کا پورا ہونا ضروری ہے اس لئے کافروں کو دوزخ میں ڈالا جائیگا لیکن اس آیت سے معلوم ہو رہا ہے کہ کافروں کا دوزخ میں داخلہ تکبر کی وجہ سے ہوگا۔ جواب: کافروں کا تکبر اور ساری گناہگاریاں ازلی وعدہ کے سبب سے ہی ہوتی ہیں وعدۂ عذاب کی وجہ سے ہی کافر حق کو حقیر سمجھ کر اس سے روگرداں ہوتے ہیں اس لئے دونوں آیتوں میں کوئی تضاد نہیں ہے۔ حضرت عمرؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک طویل حدیث بیان کرتے ہوئے اس میں فرمایا کہ اللہ جس بندے کو جنت کیلئے پیدا فرماتا ہے اس سے اہل جنت کے کام کراتا ہے یہاں تک کہ وہ اسی حالت میں مر جاتا ہے اور جنت میں داخل ہو جاتا ہے اور جس بندے کو دوزخ کیلئے پیدا فرماتا ہے اس سے دوزخیوں کے عمل کراتا ہے یہاں تک کہ وہ دوزخیوں کے عمل پر ہی مر جاتا ہے اور دوزخ میں چلا جاتا ہے۔ (مظہری) اس میں اشارہ ہے کہ نافرمانوں کی دو قسمیں ہیں ایک وہ نافرمان جو متکبروں میں سے ہوتا ہے اور اپنے اس تکبر پر جما رہتا ہے ایسا نافرمان ابلیس کا پیروکار ہے اور اس کیلئے دائمی طور پر جہنم میں داخلہ ہے۔ دوسرا وہ نافرمان جو تکبر کی بجائے عاجزی کرنے والوں میں سے ہوتا ہے اور گناہ سرزد ہونے کے بعد توبہ کر لیتا ہے ایسا نافرمان حضرت آدم علیہ السلام کی پیروی کرنے والوں میں سے ہے۔ اس کیلئے اللہ تعالیٰ کی جانب سے بخشش اور نجات ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس کے دل میں ذرہ برابر بھی تکبر ہوگا وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ (روح البیان)

وَ فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ

و کشاده شود درہاے آں و گفت ایشاں را خازنان آں سلام است بر شما

اور ان کیلئے اسکے دروازے کھول دیئے جائیں گے اور اس کے داروغہ ان سے کہیں گے سلام ہو تم پر

طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ ﴿۷۳﴾ وَ قَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ

پاک بودید پس در آئید در بہشت ہمیشہ باشند و گویند حمد مر خدارا است آنکہ

تم پاک تھے سو جنت میں داخل ہو جاؤ ہمیشہ رہیں گے[۱] اور کہیں گے تمام تعریفیں اس اللہ کیلئے ہیں جس نے

صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَ اَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ

راست کرد ما را وعدہ خود را و میراث داد زمین را جای میگیریم از بہشت

ہمارے لئے اپنے وعدہ کو سچ کیا اور زمین کو ہمیں میراث میں دی ہم جگہ لیں گے جنت میں

حَيْثُ نَشَآءُ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ﴿۷۴﴾ وَتَرَى الْمَلٰٓئِكَةَ

ہر جا کہ میخواہیم پس نیکو است مزد نیکوکاران و می بینی فرشتگانرا

جہاں چاہیں، پس نیکوکار کا کیا ہی اچھا اجر ہے [۲] اور تم فرشتوں کو دیکھو گے

حَآفِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَ

فرو گرفتگان از گردا گرد عرش تنزیہہ کنند بحمد پروردگار خود و

عرش کے ارد گرد حلقہ بنائے ہوئے اپنے رب کی حمد کے ساتھ پاکی بیان کرتے ہیں اور

قُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَقِيْلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۵﴾ ع

حکم کردہ شد میان ایشاں براستی و گویند حمد مر خدارا است پروردگار عالمیان

ان کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائیگا اور کہا جائیگا تمام تعریفیں اللہ کیلئے ہیں جو سارے جہان کا رب ہے [۳]

سُوْرَةُ الْمُؤْمِنِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ خَمْسٌ وَّثَمَانُوْنَ اٰيَةً وَّتِسْعُ رُكُوْعَاتٍ

سورہ مؤمن مکی ہے اور اس میں ۸۵ آیات اور ۹ رکوع ہیں [۴]

تفسیر اظہار العرفان

[۱] یعنی شہداء، زہاد، علماء اور قراء وغیرہ کو جو بھی اللہ تعالیٰ سے ڈرا ہو اور اسکے حکم پر عمل کیا ہو ملائکہ انھیں جنت کی طرف لے جائیں گے۔ واضح رہے کہ ہر دو گروہ یعنی اہل جنت اور اہل نار کیلئے ایک ہی لفظ یعنی وَسِيْقَ آیا ہے لیکن یہی سوق جب اہل نار کیلئے آئے تو مطلب یہ ہوگا کہ ملائکہ انھیں جھنم کی جانب ذلت و رسوائی کے ساتھ لے جائیں گے جیسے دنیا میں کسی قیدی کو لے جاتے ہیں اور جب اہل جنت کیلئے آئے تو مطلب یہ ہوگا کہ انھیں سواری پر بیٹھا کر عزت و احترام سے جنت کی جانب لے جائیں گے جیسے بادشاہ سے ملنے کیلئے جو وفد آتا ہے تو بادشاہ کے کارندے اسے عزت و احترام کے ساتھ لے جاتے ہیں۔ (القرطبی) سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ: زجاج کہتے ہیں کہ طِبْتُمْ کا مطلب یہ ہے کہ تم دنیا میں شرک اور معاصی کی گندگیوں سے پاک تھے [حضرت مخدوم پاک علیہ الرحمۃ نے بھی طِبْتُمْ کا ترجمہ پاک کیا ہے] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ مطلب بیان کیا ہے کہ تمہارا یہ مقام (یعنی جنت) پاک ہے۔ (مظہری)

[۲] یعنی جب جنت میں داخل ہونگے تو یہ کہیں گے۔ یہاں ارض سے مراد جنت کی زمین ہے۔ حضرت ابو العالیہ اور دیگر مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو اہل نار کی زمین کا وارث بنا دیگا اگر اہل نار مؤمن ہوتے تو وہ اس زمین کے وارث ہوتے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہاں ارض سے مراد دنیا کی زمین ہے۔ (القرطبی)

[۳] یعنی وہ سب اپنے رب کی بارگاہ میں بطور شکرانہ نماز پڑھ رہے ہونگے۔ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ: یعنی اہل جنت اور اہل نار کے درمیان فیصلہ کر دیا گیا ہوگا۔ وَقِيْلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ: اہل ایمان کو اللہ تعالیٰ جو انعام و اکرام عطا فرمائیگا اس پر وہ اللہ تعالیٰ کی تعریف بیان کریں گے۔ بعض کا قول ہے کہ یہ ملائکہ کا قول ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے منبر شریف پر جب سورہ زمر کے آخری حصے کی تلاوت فرمائی تو منبر دو مرتبہ ہلا۔ (القرطبی) [۴] یہ سورت مکی ہے سوائے اِنَّ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ کے، ۴۹۷۰ حروف اور ۲۲۰۰ کلمات ہیں۔ (غرائب القرآن) جس طرح مکی سورتوں میں عقیدہ سے متعلق گفتگو ہے اسی طرح اس سورت میں بھی عقیدے پر کلام کیا گیا ہے، حق اور باطل، ہدایت اور گمراہی کے فرق کو خوب واضح کیا گیا ہے، اس سورت کی ابتدا اللہ تعالیٰ کی صفات سے ہے، آپ کی بڑی نشانیوں سے، پھر کافرین اللہ تعالیٰ کی آیات میں جھگڑتے ہیں اس پر کلام ہے، یہ سورت آخرت کے بعض مشاہدات اور اس کے بعض احوال یعنی ہولنا کیوں پر مشتمل ہے مثلاً بندوں کو حساب کیلئے کھڑا کیا جائیگا، زبردست بادشاہ کے حضور انھیں پیش کیا جائیگا، ہولنا کیوں کی وجہ سے ان کے دل حلق تک آ پہنچیں گے، انسان نے اگر اچھا عمل کیا ہوگا تو اسے نیکی عطا کی جائیگی اور اگر انسان نے برا عمل کیا ہوگا تو اسے سزا دی جائیگی، پھر کلام کو ایمان اور طغیان کی جانب پھیر کر اس پر کلام کیا گیا ہے اس کی مثال کیلئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس پیغام کو پیش کیا گیا جو آپ نے فرعون کے سامنے بیان فرمایا تھا لیکن فرعون نے اپنی سرکشی اور تکبر کے پیش نظر اس سے انکار کر دیا، اس سورت میں بعض ایسی نشانیاں بھی بیان کی گئی ہیں جو اللہ تعالیٰ کی عظمت، جلال اور اس کی وحدانیت پر دلالت کرتی ہیں، مؤمن اور کافر کی مثال اندھے اور آنکھ والے سے دی گئی ہے، مؤمن اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ نور سے دیکھتا ہے اور کافر اندھیرے میں بدحواس پڑا رہتا ہے، اس سورت کا اختتام جھٹلانے والوں کیلئے برے انجام کے بیان پر ہے، اس سورت کو "غافر" اس لئے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا وصف جمیل ہے، اس سورت کو سورہ مؤمن بھی کہتے ہیں کہ اس میں آل فرعون میں سے ایک مؤمن شخص کا ذکر ہے۔ (صفوۃ التفاسیر)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ○

بنام خدای بخشندہ مہربان

اللہ کے نام سے (جو بہت) رحم والا مہربان (ہے)

حٰمٓ ① تَنۡزِيۡلُ الۡكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الۡعَزِيۡزِ الۡعَلِيۡمِ ② غَافِرِ

فرو فرستادن کتاب از خدای غالب دانا آمرزندہ

اس کتاب کا اتارنا اس اللہ کی طرف سے ہے جو زبردست جاننے والا (ہے) ۱ گناہ کا

الذَّنۡۢبِ وَقَابِلِ التَّوۡبِ شَدِيۡدِ الۡعِقَابِ ذِى

گناہ و خداوند پذیرندہ توبہ سخت عقوبت کنندہ خداوند

بخشنے والا اور توبہ قبول کرنے والا سخت عذاب والا کرم

الطَّوۡلِ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اِلَيۡهِ الۡمَصِيۡرُ ③ مَا يُجَادِلُ فِىۡۤ

نیکوکار نیست معبودی مگر او بسوے اوست باز گشت جدال نکند در

والا نہیں ہے کوئی معبود اس کے سوا اسی کی طرف لوٹنا ہے ۲ جھگڑا نہیں کرتے

اٰيٰتِ اللّٰهِ اِلَّا الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا فَلَا يَغۡرُرۡكَ تَقَلُّبُهُمۡ

آیاتہاے خدای مگر آنانکہ نگرویدند پس فریب ندہد ترا گرویدن کافران

اللہ کی آیتوں میں مگر وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا پس کافروں کا پھرنا تمہیں دھوکا نہ دے

فِى الۡبِلَادِ ④ كَذَّبَتۡ قَبۡلَهُمۡ قَوۡمُ نُوۡحٍ وَّالۡاَحۡزَابُ مِنۡۢ

در شہرہا تکذیب کردند پیش از ایشاں قوم نوح و گروہہا از

شہروں میں ۳ ان سے پہلے نوح کی قوم نے جھٹلایا اور (ان) گروہوں نے

بَعۡدِهِمۡ وَهَمَّتۡ كُلُّ اُمَّةٍۢ بِرَسُوۡلِهِمۡ لِيَاۡخُذُوۡهُ وَ

پیش ایشاں و قصد کردند ہر گروہی بہ پیغمبر خود تا بگیرند او را و

(جو) ان کے بعد تھے اور ہر گروہ نے قصد کیا کہ اپنے رسولوں کو پکڑ لیں (اور انہیں قتل کر دیں) اور

تفسیر اظہار العرفان

۱ اَلۡعَزِيۡزُ کی دو تفسیر ہیں (۱) غالب' ایسی صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ایسا قادر ہے کہ اس کے برابر قدرت میں کوئی نہیں ہے (۲) لَا مِثۡلَ لَهٗ یعنی اس کی کوئی مثل نہیں ہے۔ اب آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ یہ کتاب اس کی جانب سے اتری ہے جو قادرِ مطلق، غنی مطلق اور عالم مطلق ہے۔ (تفسیر کبیر)

۲ یعنی اہل ایمان کے گناہ بخشنے والا اور توبہ قبول کرنے والا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے آیت مذکورہ کی تفسیر میں فرمایا کہ جو لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا قائل ہے اس کے گناہ بخشنے والا ہے اور جو لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰهِ کا قائل ہے اس کی توبہ قبول کرنے والا ہے۔ جاننا چاہیئے کہ کچھ لوگ مغفرتِ گناہ اور قبولِ توبہ کو ایک ہی چیز خیال کرتے ہیں اور یہ بات صحیح نہیں ہے اس لئے دونوں صفتوں میں تغایر ظاہر کرنے کیلئے حرف عاطفہ ذکر کر دیا' یا یوں کہو کہ اللہ تعالیٰ کی ان دو صفتوں کا ظہور الگ الگ مواقع پر ہوتا ہے۔ مؤمن جس نے توبہ نہ کی ہو [اور بغیر توبہ کئے مرجائے] اللہ تعالیٰ اس کیلئے غَافِرُ الذُّنُوۡبِ ہے یعنی اس کے گناہ پر قیامت کے روز پردہ ڈال دینے والا' اسکے گناہ کو مخلوق کی نظروں سے پوشیدہ رکھنے والا ہے۔ غَفَرَ کا معنی ہے پردہ ڈالنا' چھپا دینا اور جس نے توبہ کر لی ہے اسکی توبہ قبول کرنے والا ہے۔ گناہ سے توبہ کرنے والا بے گناہ کی طرح ہو جاتا ہے۔ اس تفسیر پر توبہ نہ کر سکنے والے مؤمن کی مغفرت کا جواز آیت سے ثابت ہو جائیگا۔ ذِى الطَّوۡلِ: حضرت مجاہد نے اس کا ترجمہ کیا ہے وسعت اور غنا' حضرت قتادہ نے ترجمہ کیا ہے نعمتیں' بعض نے کہا کہ اس کا معنی ہے قدرت والا' حضرت حسن نے ترجمہ کیا ہے فضل والا۔ (مظہری) ۳ مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کچھ لوگوں کو قرآن میں بحث کرتے سنا تو فرمایا: تم میں سے پہلے کی امتیں اسی وجہ سے تباہ ہوئیں کہ انھوں نے اللہ کی کتاب کے بعض حصوں کو دوسرے حصوں سے لڑایا حالانکہ اللہ کی کتاب اس طور پر نازل ہوئی تھی کہ ہر حصہ دوسرے حصہ کی تصدیق کرتا تھا۔ تم لوگ قرآن کے بعض حصوں کی دوسرے حصوں کے ذریعے سے تکذیب نہ کرو' اگر کچھ جانتے ہو تو کہہ دو' نہیں جانتے ہو تو اس شخص کے سپرد کر دو جو عالم ہو۔ مسلم کا بیان ہے کہ عبداللہ بن عمرو یعنی عمرو بن شعیب کے دادا نے کہا ایک روز میں دوپہر کے وقت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے دو آدمیوں کو ایک آیت میں اختلاف کرتے سنا تو ہماری طرف نکل کر تشریف لائے اس وقت چہرہ مبارک سے غصہ کی علامت دکھائی دے رہی تھی۔ فرمایا: تم سے پہلے لوگ کتاب اللہ میں اختلاف کرنے کی وجہ سے ہی ہلاک ہوئے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قرآن میں جھگڑا کرنا کفر ہے۔ بیضاوی نے لکھا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے محقق طور پر بتا دیا کہ یہ قرآن اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ ہے تو اس کے بعد جو لوگ اس میں جھگڑا کرتے اور حق کو باطل کے ذریعے سے مغلوب اور کمزور کرنا چاہتے ہیں ان کے کافر ہونے کی صراحت کر دی [علامہ بیضاوی کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ قرآن میں اس لئے جھگڑا کرتے ہیں کہ حق کو مغلوب کر دیں اور قرآن کو جھوٹ ثابت کریں ان کے کافر ہونے کی صراحت فرمائی ہے] جدال اس غرض سے بھی ہو سکتا ہے کہ قرآن کے اصل مطلب کی گرہ کھل جائے قرآن کی عبارت سے حقائق کا استنباط کیا جائے اور جو کج رو لوگ قرآن کی آیات سے اپنا غلط مطلب اخذ کرتے ہیں اور قرآن پر طعن کرتے ہیں ان کے باطل خیالات اور غلط استخراج کی تردید ہو جائے اگر جدال ان اغراض کیلئے ہو تو ممنوع نہیں بلکہ عبادت عظیم ہے۔ یہ حقیقت میں جدال فی القرآن ہی نہیں ہے۔ اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے حدیثِ مذکور میں "جِدَالًا" بصورت تنکیر فرمایا اور اسی کو کفر قرار دیا۔ (مظہری)

جَادَلُوا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوا بِهِ الْحَقَّ فَاَخَذْتُهُمْ

خصومت کردند بہ بیہودہ تا زایل گردانند باں راست پس بگرفت ایشانرا

باطل کے ساتھ جھگڑا کیا تا کہ اس سے حق کو زائل کر دیں پس میں نے انھیں پکڑا

فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ﴿۵﴾ وَكَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ

پس عقوبت من چگونہ بود و ہمچنیں واجب شد سخن

تو میرا عذاب کیسا ہوا ۱ اور اسی طرح واجب ہوئی تمہارے

رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ ﴿۶﴾ اَلَّذِيْنَ

پروردگار تو بر آنانکہ نگرویدند آنکہ ایشاں یاران آتش زند آنانکہ

رب کی بات ان لوگوں پر جنہوں نے کفر کیا کہ وہ سب جہنم والے ہیں ۲ وہ جو

يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ

بر میدارند عرش و ہر کہ گردا گرد او بود تنزیہہ میگویند بحمد پروردگار خود

عرش اٹھاتے ہیں اور جو اس کے اردگرد ہیں اپنے رب کی پاکی بیان کرتے ہیں حمد کے ساتھ

وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ رَبَّنَا

و ایمان آرند باں و آمرزش خواہند مر آنانرا کہ گرویدند پروردگار ما

اور اس پر ایمان لاتے ہیں اور مغفرت چاہتے ہیں ان لوگوں کیلئے جو ایمان لائے (اے) ہمارے رب!

وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا

فرا رسیدہ بہمہ چیز رحمت و دانش بیامرز مر آنانرا کہ توبہ کردند

تیری رحمت اور علم ہر چیز کو شامل ہے پس بخش دے ان لوگوں کو جنہوں نے توبہ کی

وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ﴿۷﴾ رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ

و پیروی کردند راہ ترا و باز دار از ایشاں عذاب دوزخ اے پروردگار ما و در آر ایشاں

اور تیری راہ کی پیروی کی اور انھیں دوزخ کے عذاب سے بچالے ۳ اے ہمارے رب! اور انھیں داخل فرما

تفسیر اظہار العرفان

۱ یعنی کفار مکہ سے پہلے بہت سی قوموں نے جھٹلایا ان میں سے قوم نوح، قوم عاد، قوم ثمود اور قوم فرعون وغیرہ ہیں۔ ان مکذبین میں سے بعض نے تو اپنے رسول کو قتل کرنے کا ارادہ تک کر لیا تھا اور ان میں سے بعض نے تو رسول کو شہید بھی کیا، ان سب کا اپنے رسول سے جھگڑا کرنا باطل تھا انھوں نے حق کو دبانے کی کوشش کی لیکن ایسے لوگوں کا انجام بہت برا ہوا۔ (صفوۃ التفاسیر)

۲ بس اسی طرح آپ کی قوم میں سے جھٹلانے والوں کیلئے عذاب واجب ہوا۔ علامہ طبری کہتے ہیں اُمم سابقہ میں سے جھٹلانے والوں کیلئے جس طرح عذاب ثابت ہوا اور ان کیلئے اللہ تعالیٰ کا عقاب حلال ہوا، اسی طرح آپکی قوم میں سے مکذبین کیلئے اللہ تعالیٰ کا عذاب حق ہے اس لئے کہ وہ سب اہل نار میں سے ہیں۔ (صفوۃ التفاسیر)

۳ یعنی عرش کا طواف کرنے والے، حاملین عرش اور مطوفین تمام ملائکہ کے سردار ہیں، انھیں کو کروبی کہا جاتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حاملین عرش کے ٹخنوں سے زیر قدم یعنی تلوے تک پانچ سو سال کی مسافت کے برابر فاصلہ ہے۔ یہ بھی روایت میں آیا ہے کہ ان کے قدم زمینوں کی انتہائی حد تک قائم ہیں اور آسمان ان کی کمر تک آتے ہیں یعنی انکا نصف اعلیٰ آسمانوں سے پار ہے اور وہ ہر وقت کہتے ہیں سُبْحَانَ ذِی الْعِزَّةِ وَالْجَبَرُوْتِ سُبْحَانَ ذِی الْمُلْكِ وَالْمَلَكُوْتِ سُبْحَانَ الْحَیِّ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّ الْمَلٰٓئِكَةِ وَالرُّوْحِ۔ حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ ملائکہ اور عرش کے درمیان نور کے ستر پردے ہیں، حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے اجازت دی گئی ہے کہ حاملین عرش میں سے کسی ایک فرشتہ کی کچھ حالت بیان کروں اس کے کان کی لو سے کاندھے تک سات سو برس کی راہ کے برابر فاصلہ ہے۔ حضرت جعفر بن محمد نے اپنے والد کے حوالے سے دادا کا قول نقل کیا ہے کہ عرش کے پایوں میں سے ایک پائے کی دوسرے پائے سے مسافت اتنی ہے جتنی تیز اڑان والے پرندے کی تین ہزار برس کی راہ کی طیران، عرش کو روزانہ ستر ہزار رنگ کے نور کے لباس پہنائے جاتے ہیں وہ نور ایسا ہے کہ کوئی مخلوق اسکی طرف نہیں دیکھ سکتی۔ اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق کو عرش کے نیچے ایسا پیدا کیا ہے جیسے بیابان میدان کے اندر کوئی چھلا پڑا ہو۔ حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ ساتویں آسمان اور عرش کے درمیان ستر ہزار حجاب ترتیب وار ہیں یعنی ایک نور کا حجاب پھر تاریکی کا حجاب پھر نور کا پھر تاریکی کا حجاب۔ حضرت وہب بن منبہ کہتے ہیں کہ عرش کے گرد فرشتوں کی ستر ہزار قطاریں ہیں، قطار در قطار، قطار کے پیچھے قطار۔ سب عرش کا طواف کر رہے ہیں، کبھی یہ سامنے آتے ہیں کبھی وہ آتے ہیں جب ایک دوسرے کے سامنے آتے ہیں تو ایک لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہتا ہے اور دوسرا اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہتا ہے۔ ان کی پچھلی صف والوں کو جب اگلی صف والوں کی تہلیل و تکبیر کی آواز سنائی دیتی ہے تو وہ بلند آواز سے کہتے ہیں سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ مَا اَعْظَمَكَ وَاَجَلَّكَ اَنْتَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ غَیْرُكَ اَنْتَ الْاَكْبَرُ الْخَلْقُ كُلُّهُمْ رَاجِعُوْنَ اِلَیْكَ۔ ملائکہ صف بستہ کھڑے ہیں ان کے ہاتھ گردنوں کی طرف ہیں اور کاندھوں پر رکھے ہوئے ہیں اور ہر ایک تسبیح و تحمید میں مشغول ہے۔ ان میں سے ہر فرشتے کے دونوں بازوؤں کے درمیان تین سو برس کی راہ کے بقدر دوری ہے اور کان کی لو سے کاندھے تک چار سو برس کی مسافت کے برابر فاصلہ ہے۔ (مظہری)

جَنّٰتِ عَدْنِ ࣙالَّتِیْ وَعَدْتَّهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآىِٕهِمْ

بوستانہا با اقامت آنکہ وعدہ دادی ایشانرا و ہر کہ صلح کند از پدران ایشان

ہمیشہ رہنے والے باغوں میں جن کا تو نے ان سے وعدہ فرمایا اور ان کو جو نیک ہیں

وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّیّٰتِهِمْ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۙ﴿۸﴾

و زنان ایشاں و فرزندان ایشاں ہر آئنہ توئی غالب با حکمت

انکے باپ دادا اور ان کی عورتوں اور ان کی اولاد میں سے' بیشک تو ہی غالب حکمت والا ہے ۱

وَقِهِمُ السَّیِّاٰتِ ؕ وَمَنْ تَقِ السَّیِّاٰتِ یَوْمَىِٕذٍ فَقَدْ

و باز دار از ایشاں بدیہا و ہر کہ باز داری از بدیہا آنروز پس ہر آئنہ

اور انہیں تو برائیوں سے بچا لے اور جسے تو اس روز برائیوں سے بچا لے تو بیشک

رَحِمْتَهٗ ؕ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ﴿۹﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا

بخشید رحمت خود و اینست آں رستگاری بزرگ ہر آئنہ آنانکہ نگرویدند

(اسے) تو نے اپنی رحمت چکھائی' اور یہ ہے وہ بڑی کامیابی ۲ بیشک وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا

یُنَادَوْنَ لَمَقْتُ اللّٰهِ اَكْبَرُ مِنْ مَّقْتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ اِذْ تُدْعَوْنَ

ندا کردہ شوند ہر آئنہ دشمنی خدای بزرگتر است از دشمنی شما مر نفسہای شما را

ندا کی جائیگی بیشک اللہ کی بیزاری تمہارے اپنے نفسوں کی بیزاری سے بڑی ہے جب تم بلائے

اِلَى الْاِیْمَانِ فَتَكْفُرُوْنَ ﴿۱۰﴾ قَالُوْا رَبَّنَاۤ اَمَتَّنَا اثْنَتَیْنِ

بسوے ایمان پس کافر شوید. گفتند اے پروردگار ما بمیرانیدی ما را دوبارہ

جاتے تھے ایمان کی طرف تو کفر کرتے تھے ۳ کہیں گے اے ہمارے رب! تو نے ہمیں دوبار مارا

وَاَحْیَیْتَنَا اثْنَتَیْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوْبِنَا فَهَلْ اِلٰى خُرُوْجٍ

و زندہ گردانیدی دوبارہ پس قرار کردیم ما بگناہان خود بسوے بیروں آمدن

اور دوبار زندہ کیا پس ہم نے اپنے گناہوں کا اقرار کیا پس باہر نکلنے کیلئے

۱ جاننا چاہیئے کہ ملائکہ نے اللہ تعالیٰ سے مؤمنین کے واسطے بہت سی چیزوں کو طلب کیا (۱) مؤمنین کیلئے اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کی (۲) اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اہل ایمان کو جہنم سے بچالے (۳) اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے جو وعدہ کیا ہے اس وعدہ کے مطابق اہل ایمان کو جنت عطا فرما۔ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآءِ هِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّیّٰتِهِمْ: یعنی ان کے ساتھ مزید ان تین گروہوں کو بھی جنت میں داخل فرما۔ ان کے آباء ان کی ازواج اور ان کی اولاد میں سے جو اس لائق ہو کہ جنت میں جاسکے انھیں بھی جنت میں داخل فرما۔ یہ اس لئے ہے کہ اگر کسی شخص کے ساتھ اس کے رشتہ دار بھی جمع ہوں تو ایسی صورت میں اس کی خوشی میں اور اضافہ ہوتا ہے۔ اِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ: انھوں نے اپنی دعا میں ان دو صفتوں کا تذکرہ کیا اس لئے کہ جو غالب ہوگا وہی مقصود کو پورا کرسکتا ہے اور اگر حکیم نہ ہو تو حکمت اور مصلحت کے مطابق مطلوب حاصل نہ ہوگا۔ (تفسیر کبیر)

۲ یعنی سزائیں تکالیف یا برے اعمال کا بدلہ، یا یہ مطلب ہے کہ دنیا میں اعمال بد سے جس کو تو محفوظ رکھ لے تو یہ تیری رحمت ہے۔ سوال: ملائکہ کو جب معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کو جنت میں داخل کرنے کا وعدہ فرمالیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے وعدے کے خلاف ہونا ممکن نہیں تو پھر اللہ تعالیٰ سے مؤمنوں کو جنت میں داخل کرنے کی دعا کرنا بے سود ہے فرشتے ایسا کیوں کرتے ہیں اسی طرح مسلمان اذان کے بعد رسول اللہ ﷺ کیلئے دعا کرتے ہیں جب مسلمانوں کو معلوم ہے کہ مقام محمود عطا کرنے کا اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ سے وعدہ فرمایا ہے تو پھر اس دعا کی کیا ضرورت؟ جواب: میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے دلوں میں مؤمنوں کی محبت اور مسلمانوں کے دلوں میں رسول اللہ ﷺ کی محبت ڈال دی ہے اسی محبت کا تقاضا ہے کہ وہ مؤمنوں کیلئے [اور مسلمان رسول اللہ ﷺ کیلئے] دعا کرتے ہیں۔ پھر دعا کا مقصد مزید رحمت کی طلبی بھی ہوتا ہے اور اللہ کے محبوب بندوں کیلئے دعا کرنے والوں کو خود بھی اس دعا سے اللہ تعالیٰ کی رحمت اور رضامندی کا ایک حصہ ملتا ہے یعنی دعا کے نتیجہ میں خود دعا کرنے والوں کا فائدہ بھی مضمر ہوتا ہے۔ (مظہری) ۳ یعنی تمہاری ایک دوسرے کی ناراضگی سے کہیں زیادہ ناراضگی اللہ تعالیٰ کی ہوگی اس لئے کہ قیامت کے روز کافر ایک دوسرے سے ناراض ہونگے اور اللہ تعالیٰ کی جانب عاجزی کا اظہار کریں گے تاکہ جہنم سے انھیں نکال دیا جائے [اسوقت انھیں معلوم ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ہم سب سے سخت ناراض ہے] کلبی کہتے ہیں کہ اہل نار میں سے ہر انسان اپنے نفس سے بیزاری کا اظہار کریگا۔ اسوقت ملائکہ ان سے کہیں گے درآنحالیکہ اہل جہنم، جہنم ہی میں ہونگے کہ آج اللہ تعالیٰ تم سب سے بہت زیادہ ناراض اور بیزار ہے اس لئے کہ دنیا میں اس نے تمہارے لئے رسولوں کو بھیجا لیکن تم ان رسولوں پر ایمان نہیں لائے۔ حسن کہتے ہیں کہ انھیں ان کا نامۂ اعمال دیا جائیگا پس جب اپنے نامۂ اعمال کو دیکھیں گے تو سیئات ہی سیئات نظر آئیں گی اسوقت وہ سب اپنے آپ پر ناراضگی اور بیزاری کا اظہار کریں گے۔ محمد بن کعب قرضی کہتے ہیں کہ اہل نار جب مایوس ہوجائیں گے کہ اب ہم جہنم سے نہیں نکل سکتے کیونکہ داروغۂ جہنم ان سے کہے گا اِنَّکُمْ مَاکِثُوْنَ یعنی اب تم سب یہیں رہوگے۔ اس وقت اہل نار ایک دوسرے سے کہیں گے کہ اے لوگو! ہم پر جو عذاب نازل ہوچکا ہے اسے تم سب دیکھ رہے ہو آؤ تاکہ ہم سب ایک دوسرے کو تسلی دیں تاکہ ہم سب اس عذاب پر صبر کریں۔ (القرطبی)

مِّنْ سَبِيْلٍ ۝١١ ذٰلِكُمْ بِاَنَّهٗٓ اِذَا دُعِيَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ كَفَرْتُمْ
ہیچ راہی ایں بسبب آنست کہ او خواند خدای یگانہ کافر شدید
کوئی راستہ ہے؟ یہ اس سبب سے ہے کہ جب وہ ایک اللہ پکارا جاتا تو تم انکار کرتے

وَاِنْ يُّشْرَكْ بِهٖ تُؤْمِنُوْا ۭ فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيْرِ ۝١٢
و چوں شرک آوردند باں بگروید پس حکم مر خدایراست بر تر بزرگ
اور جب اسکے ساتھ شریک ٹھہرایا جاتا تو مان لیتے' پس حکم اس اللہ کیلئے ہے جو سب سے بڑا ہے ۲

هُوَ الَّذِيْ يُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ وَيُنَزِّلُ لَكُمْ مِّنَ السَّمَاۗءِ رِزْقًا ۭ
اوست آنکہ بنماید شما را آیات خود و فرود آرد برائے شما از آسمان روزی
وہی ہے جو تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے اور تمہارے لئے آسمان سے روزی اتارتا ہے

وَمَا يَتَذَكَّرُ اِلَّا مَنْ يُّنِيْبُ ۝١٣ فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ
و پند دادہ نشوند مگر کسیکہ باز گردد پس بخوانید خدایرا پاک کردہ شود
اور نصیحت حاصل نہیں کرتا ہے مگر وہ جو رجوع لاتا ہے ۳ پس اللہ ہی کو پکارو پاک کر کے

لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ۝١٤ رَفِيْعُ الدَّرَجٰتِ
برائے او دین و اگرچہ کراہت دارند کافران بلند مرتبہ
اس کیلئے دین کو اگرچہ کافروں کو ناگوار ہو ۴ بلند مرتبہ

ذُو الْعَرْشِ ۚ يُلْقِي الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰي مَنْ يَّشَاۗءُ مِنْ عِبَادِهٖ لِيُنْذِرَ
خداوند عرش می افگند روح بامر خود بر ہر کہ خواہد از بندگان خود
عرش کا مالک اپنے حکم سے روح ڈالتا ہے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے

يَوْمَ التَّلَاقِ ۝١٥ يَوْمَ هُمْ بٰرِزُوْنَ ڬ لَا يَخْفٰى عَلَي اللّٰهِ مِنْهُمْ
تا بیم کند روزیکہ یکدیگر را روزیکہ ایشاں آشکارا باشند پوشیدہ نشود بر
تا کہ ملنے کے دن سے ڈرائے ۵ جس روز وہ سب ظاہر ہونگے پوشیدہ نہ ہو گی

منزل ۶

۱ مفسرین کرام کا اس میں اختلاف ہے کہ دو موت سے کونسی موت مراد ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ حضرت ابن عباسؓ حضرت قتادہ اور حضرت ضحاک کہتے ہیں وہ سب اپنے آباء کے اصلاب میں مردہ تھے پھر اللہ تعالیٰ نے انھیں زندہ کیا' پھر انھیں اللہ تعالیٰ وہ موت دیگا جو دنیا میں اس کیلئے ضروری ہے پھر انھیں قیامت کیلئے دوبارہ زندہ فرمائیگا پس یہ دو حیات اور دو ممات ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں بھی ہے كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ: ''تم اللہ کا انکار کیسے کرتے ہو حالانکہ تم مردہ تھے تو اس نے تمہیں زندہ کیا پھر تمہیں موت دیگا پھر تمہیں زندہ کریگا''۔ سدی کہتے ہیں کہ دنیا میں موت دیگا پھر انھیں قبر میں سوال کیلئے زندہ کریگا پھر موت دیگا پھر آخرت میں انھیں زندہ کریگا۔ یہ معنی اس لئے لیا جا رہا ہے کہ موت کا لفظ عرف میں نطفہ کیلئے بولا جاتا ہے۔ علماء نے اس سے سوالِ قبر کا اثبات کیا' ابن زید کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی پیٹھ میں انسان کو پیدا فرمایا اور ان کی پیٹھ سے انھیں نکالا اور انھیں زندہ کر کے ان سے میثاق لیا' پھر انھیں موت دی پھر انھیں دنیا میں زندگی دی پھر انھیں موت دی۔ (القرطبی)

۲ یعنی جہنم میں تمہارے لئے یہ دائمی عذاب تمہارے کفر اور عدم ایمان کی وجہ سے ہے۔ جب تمہیں ایک خدا کی طرف بلایا جاتا تھا تو تم اسکا انکار کرتے تھے اور اگر تمہیں لات وعزیٰ اور دیگر بتوں کی جانب بلایا جاتا تو تم اس پر ایمان لاتے تھے اور ان معبودانِ باطلہ کی تصدیق کرتے تھے۔ (صفوۃ التفاسیر)

۳ یعنی اس کی توحید اور اس کی قدرت کے دلائل کائنات میں جو موجود ہیں اللہ تعالیٰ ان دلائل کو تمہیں دکھاتا ہے۔ آیت میں اللہ تعالیٰ نے توحید کے دلائل کو اظہارِ آیات اور انزالِ رزق کے درمیان جمع فرمایا ہے اس لئے کہ ادیان کا قیام آیات سے ہے اور ابدان کا قیام رزق سے ہے۔ یہاں آیات سے مراد آسمان' زمین' ان کے درمیان کی چیزیں' سورج' چاند' ستارے' ہوا' بادل' سمندر' نہریں' چشمے' پہاڑ' درخت اور قوم کی ہلاکتوں کے آثار۔ وَمَا يَتَذَكَّرُ اِلَّا مَنْ يُّنِيْبُ: یعنی اللہ تعالیٰ کی ان آیات سے نصیحت حاصل کرنا اور اللہ تعالیٰ کی توحید پر دلائل قائم کرنا ان لوگوں کا کام ہے جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی جانب رجوع لاتے ہیں۔ (القرطبی) ۴ اے مؤمنو! خالص اسی کے ہو کر اس کی اطاعت اور بندگی بجا لاؤ اس کے ساتھ کسی اور کی عبادت مت کرو' اگر تمہارا ایسا کرنا کافروں کو برا لگے تو لگنے دو۔ (صفوۃ التفاسیر) ۵ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' کلبی اور سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ اسکا مطلب ہے کہ وہ ساتوں آسمانوں کا اٹھانے والا ہے' حضرت یحییٰ بن سلام کہتے ہیں کہ وہ جنت میں اپنے دوستوں کے درجہ کو بلند فرمانے والا ہے۔ يُلْقِي الرُّوْحَ: یعنی وحی اور نبوت سے اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے نوازتا ہے۔ وحی کی روح سے اس لئے تعبیر کی کہ اس سے انسان کو زندگی ملتی ہے مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ رزق کے ذریعے جس طرح ابدان اور ارواح کو زندہ فرماتا ہے اسی طرح انسان کو کفر کی موت سے وحی کے ذریعے زندہ فرماتا ہے' ابن زید کہتے ہیں کہ یہاں روح سے مراد قرآن ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا یعنی اسی طرح ہم نے آپ کی جانب اپنے حکم سے قرآن وحی کی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ روح سے مراد حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ عَلٰى قَلْبِكَ یعنی اس قرآن کو روح الامین یعنی حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ کے دل پر اتارا۔ واضح رہے کہ یہاں مِنْ عِبَادِهٖ سے مراد انبیائے کرام علیہم السلام ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی اترتی تھی۔ (القرطبی)

شَیْءٌ ؕ لِمَنِ الْمُلْكُ الْیَوْمَ ؕ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ﴿۱۶﴾

خدای از ایشاں چیزیرا مر کہ است پادشاہی امروز خدایراست یگانہ غالب

اللہ پر ان میں سے کوئی چیز' کس کیلیے آج بادشاہی ہے' اللہ کیلیے ہے جو ایک غالب ہے ۱

اَلْیَوْمَ تُجْزٰی كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ ؕ لَا ظُلْمَ الْیَوْمَ ؕ

امروز پاداش دادہ شود ہرتنی بآنچہ کردند نیست ستم امروز

آج ہر جان کو بدلا دیا جائیگا جو اس نے کمایا' آج ظلم نہیں ہے'

اِنَّ اللّٰهَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ ﴿۱۷﴾ وَاَنْذِرْهُمْ یَوْمَ الْاٰزِفَةِ اِذِ

ہر آئنہ خدای زود حساب کنندہ و بیم ایشانرا روز نزدیک چوں

بیشک اللہ جلد حساب لینے والا ہے ۲ اور انھیں قریب آنے والے دن سے ڈراؤ جب

الْقُلُوْبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ كٰظِمِیْنَ ؕ۬ مَا لِلظّٰلِمِیْنَ

دلہاے ایشاں نزدیک حلقہاے ایشاں غمناک نیست ستمگارانرا

ان کے دل غمگین ہو کر انکے حلق کے پاس آ جائیں گے' نہیں ہے ظالموں کیلیے

مِنْ حَمِیْمٍ وَّلَا شَفِیْعٍ یُّطَاعُ ؕ﴿۱۸﴾ یَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْیُنِ

ہیچ خویشی و نہ شفیع فرمان برو میداند خیانت چشمہا را

کوئی دوست اور نہ کوئی شفیع جسکی سفارش مانی جائے ۳ جانتا ہے آنکھوں کی چوری کو

وَمَا تُخْفِی الصُّدُوْرُ ﴿۱۹﴾ وَاللّٰهُ یَقْضِیْ بِالْحَقِّ ؕ وَالَّذِیْنَ

و آنچہ پوشیدہ است در سینہاء و خدای حکم کند براستی و آنانکہ

اور جو ان کے سینوں میں پوشیدہ ہے ۴ اور اللہ حق کے ساتھ فیصلہ فرمائیگا' اور وہ جنہیں

یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا یَقْضُوْنَ بِشَیْءٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ

میخوانند بجز او حکم نمی کنند بچیزے ہر آئنہ خدای او

بلاتے ہیں اسے چھوڑ کر وہ کچھ فیصلہ نہیں کرینگے' بیشک اللہ وہی ۵

۱ یعنی وہ یکتا ہے اپنی عظمت ذات اور کمال صفات میں۔ پاک ہے الوہیت میں کسی کے شریک ہونے سے' سب پر غالب ہے ہر مخلوق کو مردہ کرنے اور حسب مشیت ہر قسم کا تصرف کرنے کی طاقت رکھتا ہے۔ ساری مخلوق کے مرنے کے بعد دوبارہ پیدا کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی طرف سے خود ہی یہ سوال اور جواب ہوگا۔ حضرت ابوسعید ﷛ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک منادی کھلی ہوئی بلند آواز سے پکار کر کہے گا لوگو! تم پر وہ گھڑی آ گئی ہے۔ اس ندا میں وہ آواز کو اتنا کھینچے گا کہ زندے مردے سب سن سکیں گے اور اللہ آسمان دنیا کی طرف نزول اجلال فرمائیگا پھر ایک منادی پکارے گا لِمَنِ الْمُلْكُ الْیَوْمَ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ۔ بیہقی نے حضرت انس ﷛ کی روایت سے ایک مرفوع حدیث آیت وَنُفِخَ فِی الصُّوْرِ الخ کے ذیل میں نقل کی ہے جس میں آیا ہے کہ تین ملائکہ [بیہوش ہونے اور مرنے سے] مستثنیٰ رہیں گے۔ جرائیل' میکائیل اور ملک الموت۔ پھر اللہ فرمائیگا موت کے فرشتے سے کہ کون باقی رہا؟ ملک الموت عرض کرینگے تیری ذات کریم اور تیرے بندے جرائیل' میکائیل اور ملک الموت۔ اللہ فرمائیگا میکائیل کی جان قبض کر لے' پھر باوجود جاننے کے فرمائیگا۔ ملک الموت اب کون باقی رہا؟ ملک الموت عرض کرینگے تیری ذات مبارک اور تیرا بندہ جرائیل اور ملک الموت۔ حکم ہوگا جرائیل کی جان بھی قبض کر لے' پھر اللہ باوجود جاننے کے پوچھے گا اب کون باقی رہا۔ ملک الموت عرض کرینگے صرف تیری ذات مبارک اور موت کا فرشتہ اور وہ بھی مرنے والا ہے۔ حکم ہوگا مرجا [ملک الموت مرجائیگا] اس کے بعد اللہ ندا دیگا میں نے ہی شروع میں مخلوق کو پیدا کیا اور میں ہی دوبارہ پیدا کرونگا۔ آج ظالم مغرور کہاں ہیں پھر ندا دیگا لِمَنِ الْمُلْكُ الْیَوْمَ آج کس کی حکومت ہے جب کوئی جواب دینے والا کوئی نہ ہوگا تو خود ہی فرمائیگا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ بس اللہ ہی کی حکومت ہے۔ جو یکتا اور قہار ہے اسکے بعد دوبارہ صور میں پھونک ماری جائیگی تو یکدم سب کھڑے ہو جائیں گے۔ آیت کی رفتار بتا رہی ہے کہ مخلوق کو قبروں سے باہر نکالنے اور زندہ کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ لِمَنِ الْمُلْكُ الْیَوْمَ فرمائیگا اور اسی کا بیان اس جگہ کیا ہے۔ (مظہری) ۲ جب یہ اقرار کرلیں گے کہ آج صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کی بادشاہت ہے اس کے بعد خیر اور شر کا بدلا دیا جائیگا جس شخص نے بھی جو عمل کیا ہوگا اس کے مطابق بدلا دیا جائیگا۔ اللہ تعالیٰ جلد حساب کرنے والا اس لئے ہے کہ اسے حساب کے باب میں غور وفکر کی ضرورت نہیں ہے جس طرح مخلوق غور وفکر کرتی ہے اللہ تعالیٰ کے علم میں ہر ذرہ ہے۔ مروی ہے کہ دن کا آدھا حصہ بھی نہیں ہوگا کہ اہل جنت' جنت میں قیلولہ کرینگے اور اہل نار جہنم میں۔ (القرطبی) ۳ یعنی اللہ تعالیٰ تمہیں اس ہیبت ناک دن سے ڈراتا ہے۔ ابن کثیر کہتے ہیں کہ اٰزِفَةٌ قیامت کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ اس دن کا نام اٰزِفَةٌ اس لئے رکھا کہ قیامت قریب ہوگی۔ (صفوۃ التفاسیر) ۴ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ خَآئِنَةُ الْاَعْیُنِ وہ شخص ہے جو عورت کی جانب دیکھے اس کے ساتھی جب اسے دیکھیں تو وہ اپنی نظریں نیچی کر لیتا ہے۔ اسکے ساتھی جب اس کی طرف سے غافل ہو جاتے ہیں تو یہ شخص پھر عورت کو دیکھنے لگتا ہے' حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ جن چیزوں سے اللہ تعالیٰ نے انھیں منع فرمایا ہے یہ ان چیزوں کی جانب نظر چرا کر دیکھتا ہے' حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ وہ شخص نظروں سے ایسا اشارہ کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے' حضرت ضحاک کہتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ انسان کا یہ کہنا کہ میں نے نہیں دیکھا حالانکہ اس نے دیکھا ہے اور یہ کہنا کہ میں نے دیکھا ہے حالانکہ اس نے نہیں دیکھا ہے۔ (القرطبی) ۵ یعنی ایسے خائن شخص کا فیصلہ فرمائیگا۔ (القرطبی)

السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ﴿۲۰﴾ اَوَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوا

شنواست بینا آیا سیر نکنید در زمین پس بنگرید

سننے والا دیکھنے والا ہے۔ کیا انھوں نے زمین میں سیر نہ کی پس دیکھتے

كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ كَانُوا مِنْ قَبْلِهِمْ كَانُوا

چگونہ بود سر انجام آنانکہ بودند پیش از ایشاں بودند

کیسا انجام ہوا ان لوگوں کا جو ان سے پہلے تھے

هُمْ اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّ اٰثَارًا فِي الْاَرْضِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ

ایشاں سخت تر از ایشاں از روے قوت و نشانہا در زمین پس بگرفت ایشانرا خدای

وہ سب قوت کے اعتبار سے ان سے زیادہ سخت تھے اور زمین میں انکی نشانیاں زیادہ تھیں پس اللہ نے انھیں پکڑا

بِذُنُوبِهِمْ ؕ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ﴿۲۱﴾ ذٰلِكَ

بگناہان ایشاں و نبود ایشانرا از خدای ہیچ نگاہدارندہ ایں

ان کے گناہوں کے سبب' اور انھیں اللہ سے بچانے والا کوئی نہ تھا ۱ یہ

بِاَنَّهُمْ كَانَتْ تَّاْتِيهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَكَفَرُوا فَاَخَذَهُمُ

بسبب آنست ایشاں بودند بیامد بدیشاں پیغمبران ایشاں بمعجزہا پس نگرویدند پس بگرفت ایشانرا

اس سبب ہے کہ ان کے پاس ان کے رسول معجزے لیکر آئے تو انھوں نے انکار کیا پس انھیں

اللّٰهُ ؕ اِنَّهُ قَوِيٌّ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿۲۲﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا

خدای کہ او بر تر سخت است عقوبت کنندہ و ہر آئنہ فرستادیم ما

اللہ نے پکڑا کہ وہ سب سے زیادہ قوی عذاب دینے والا ہے ۲ اور بیشک ہم نے بھیجا

مُوسٰى بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِينٍ ﴿۲۳﴾ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَ

موسیٰ را بآیات ما و حجتی بیدا بسوے فرعون و

موسیٰ کو اپنی نشانیوں اور کھلی حجت کے ساتھ ۳ فرعون کی طرف اور

تفسیر اظہار العرفان

۱ مطلب یہ ہے کہ عاقل اس سے عبرت حاصل کرتا ہے اس لئے کہ جو کفار ان سے پہلے گذر چکے ہیں وہ طاقت میں موجودہ کافرین سے کہیں زیادہ تھے اللہ تعالیٰ نے ان سب کو تباہ و برباد کر دیا۔ ان کے آثار آج بھی زمین پر موجود ہیں جہاں سے موجودہ کافرین کا گذر بھی ہوتا ہے۔ ان تمام کو ہلاک کرنے کی اصل وجہ یہ تھی کہ ان لوگوں نے اپنے رسولوں کو جھٹلایا حالانکہ ان کے رسولوں نے انھیں معجزہ بھی دکھایا۔ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ: یعنی اللہ تعالیٰ کا عذاب جب ان پر آیا تو کوئی ان کا مدد کرنے والا نہ تھا اور نہ اس عذاب سے انھیں کوئی بچانے والا تھا۔ (تفسیر کبیر)

۲ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ یہ بتا رہا ہے کہ ان گذرے ہوئے کافروں کو کیوں ہلاک کیا گیا۔ جاننا چاہیئے کہ اہل سعادت جب اللہ تعالیٰ کی نعمت پر اس کا شکر بجالاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نعمتِ ایمان کو اور زیادہ فرماتا ہے' پھر جب شکر کرتے ہیں تو نعمتِ ایمان کے بعد اسے نعمتِ ولایت عطا فرماتا ہے' پھر جب نعمتِ ولایت پر شکر بجالاتا ہیں تو اللہ تعالیٰ نعمتِ قرب کا اضافہ فرماتا ہے اور دنیا میں معرفت زیادہ فرماتا ہے اور آخرت میں نعمتِ جوار یعنی قرب کی نعمت عطا فرمائیگا۔ اس کے برعکس اہل شقاوت جب نعمتِ وجود پر ناشکری کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ انھیں دنیا میں کفر کے سبب عذاب' دوری اور لعنت کرتا ہے اور آخرت میں اسے جہنم میں ڈال کر طرح طرح کے عذاب میں مبتلا فرمائیگا۔ (روح البیان)

۳ اس آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو تسلی دی ہے اور وہ اس طرح کہ گذرے ہوئے زمانہ میں کافروں نے معجزات دیکھ کر بھی اپنے رسولوں کو جھٹلایا۔ ان میں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے قوی معجزہ دیکر فرعون' ھامان اور قارون کی جانب بھیجا لیکن انھوں نے جھٹلایا۔ (تفسیر کبیر) واضح رہے کہ آیاتنا سے مراد وہ نو نشانیاں ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو دیکر بھیجا تھا۔ ایک جگہ ارشاد ہے وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوسٰى تِسْعَ اٰيٰتٍ بَيِّنٰتٍ ''اور تحقیق ہم نے موسیٰ کو نو روشن نشانیاں عطا کیں''، اور سلطان سے توریت مراد ہے۔ (القرطبی) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت ضحاک کہتے ہیں کہ وہ نو نشانیاں یہ تھیں (۱) عصا (۲) ید بیضاء یعنی جب آپ اپنے گریبان میں ہاتھ ڈال کر باہر نکالتے تو اس میں سے تیز روشنی نکلتی تھی (۳) وہ گرہ کھل گئی جو آپکی زبان میں تھی (۴) دریا کا پھاڑنا (۵) طوفان (۶) ٹڈی (۷) جوئیں (۸) مینڈک (۹) خون۔ حضرت عکرمہ' حضرت مجاہد اور حضرت عطاء کہتے ہیں کہ وہ نو نشانیاں یہ تھیں (۱) طوفان (۲) ٹڈی (۳) جوئیں (۴) مینڈک (۵) خون (۶) عصا (۷) ید بیضاء (۸) سنون یعنی چند سالوں تک قوم پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تکذیب کی وجہ سے قحط آنا (۹) پھلوں کی کمی۔ حضرت صفوان بن عسال کہتے ہیں کہ ایک یہودی نے اپنے ساتھی سے کہا کہ چلو اس نبی کے پاس۔ یہ سن کر اس کے دوست نے کہا کہ نبی نہ کہو اگر وہ تمہاری بات سن لیں گے تو ان کی چار آنکھیں ہو جائیں گی پس ان دونوں نے رسول ﷺ کے پاس آکر نو آیات بینات کے بارے میں پوچھا۔ پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (۱) اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائے (۲) چوری نہ کرو (۳) زنا نہ کرو (۴) ایسی جان کو قتل نہ کرو جسے اللہ نے حرام کیا سوائے حق کے ساتھ یعنی قصاص کیلئے (۵) بے قصور شخص کا مقدمہ سلطان کے پاس نہ لے جاؤ کہ سلطان اسے قتل کر دے (۶) جادو نہ کرو (۷) سود نہ کھاؤ (۸) پاکدامن عورتوں پر الزام نہ لگاؤ (۹) مقابلہ کے روز پیٹھ دے کر نہ بھاگو اور تم یہودیوں کیلئے ایک اور خاص حکم ہے کہ تم لوگ سنیچر کے روز مچھلی کا شکار نہ کرو۔ الخ (مظہری)

هَامٰنَ وَقَارُوْنَ فَقَالُوْا سٰحِرٌ كَذَّابٌ ﴿۲۴﴾ فَلَمَّا جَآءَهُمْ

ہامان و قارون پس گفتند جادو است دروغگو پس چوں آمد بدیشاں

ہامان اور قارون (کی طرف) پس انھوں نے کہا جادوگر ہیں جھوٹ کہنے والے [1] پس جب ان کے پاس

بِالْحَقِّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوا اقْتُلُوْٓا اَبْنَآءَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

براستی از نزدیک ما گفتند بکشید پسران آنانکه گرویدند

ہماری طرف سے حق لائے تو کہا ان کے لڑکوں کو قتل کرو جو ایمان لائے

مَعَهٗ وَاسْتَحْيُوْا نِسَآءَهُمْ ۭ وَمَا كَيْدُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا

با او و زندہ گذاشتند زنان ایشاں و نیست مکر کافران مگر

ان پر اور ان کی عورتوں کو زندہ چھوڑ دو اور کافروں کا مکر نہیں ہے مگر

فِيْ ضَلٰلٍ ﴿۲۵﴾ وَقَالَ فِرْعَوْنُ ذَرُوْنِيْٓ اَقْتُلْ مُوْسٰى

در گمراہی و گفت فرعون بگذارید مرا تا بکشم موسی را

کھلی گمراہی [2] اور فرعون نے کہا مجھے چھوڑو تا کہ میں موسیٰ کو قتل کروں

وَلْيَدْعُ رَبَّهٗ ۚ اِنِّىْٓ اَخَافُ اَنْ يُّبَدِّلَ دِيْنَكُمْ اَوْ اَنْ

و بخوانید پروردگار خود را کہ من می ترسم آنکہ بدل کند دین شما را یا آنکہ

اور وہ اپنے رب کو پکاریں کہ میں ڈرتا ہوں کہ وہ تمہارا دین بدل دے یا یہ کہ

يُّظْهِرَ فِى الْاَرْضِ الْفَسَادَ ﴿۲۶﴾ وَقَالَ مُوْسٰٓى اِنِّىْ عُذْتُ

ظاہر کند در زمین تباہی را وگفت موسیٰ کہ من پناہ گرفتم

زمین میں فساد ظاہر کرے [3] اور موسیٰ نے کہا کہ میں پناہ لیتا ہوں

بِرَبِّىْ وَرَبِّكُمْ مِّنْ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَّا يُؤْمِنُ بِيَوْمِ الْحِسَابِ ﴿۲۷﴾

پروردگار خود و پروردگار شما از ہر متکبر نگردد بروز شمار

اپنے رب کی اور تمہارے رب کی ہر متکبر سے (جو) حساب کے دن پر ایمان نہیں لاتا [4]

[1] یہاں ان ناموں کا ذکر اس لئے ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عداوت میں مدارِ تدبیر ان ہی پر ہے۔ فرعون بادشاہ تھا، ہامان اس کا وزیر تھا اور قارون دولت والا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرعون کو ان دونوں کے ساتھ ذکر میں جمع اس لئے فرمایا کہ کفر اور تکذیب کے معاملے میں فرعون کا معاملہ بھی ایسا ہی تھا جیسے ہامان اور قارون کا تھا ان لوگوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات کو جادو کہا۔ (القرطبی)

[2] حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ فرعون کی طرف سے یہ قتل پہلے قتل کے علاوہ ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت کے بعد فرعون بنی اسرائیل کے لڑکوں کو قتل کرنے سے باز آ گیا تھا لیکن جب ان کی جانب حضرت موسیٰ علیہ السلام مبعوث ہوئے تو فرعون نے سزا کے طور پر بنی اسرائیل کے لڑکوں کا دوبارہ قتل کرنا شروع کیا تا کہ لوگ موسیٰ پر ایمان نہ لائیں اور اس لئے بھی کہ بنی اسرائیل میں اگر لڑکوں کی پیدائش ہو گی تو بعد میں یہی لڑکے موسیٰ کو تقویت پہنچائیں گے۔ (القرطبی)

[3] مروی ہے کہ فرعون نے یہ بات اس لئے کہی تھی کہ کچھ درباری اس کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے سے روک رہے تھے کیونکہ ان کو اپنی تباہی کا اندیشہ تھا وہ فرعون سے کہتے تھے کہ موسیٰ ایک جادوگر ہے اگر آپ اس کو قتل کرا دیں گے تو لوگ خیال کریں گے کہ آپ دلائل سے ان کا مقابلہ کرنے سے عاجز تھے اس لئے قتل کرا دیا اس طرح لوگ بگڑ اٹھیں گے۔ بیضاوی نے لکھا ہے کہ اس کلام سے مترشح ہو رہا ہے کہ فرعون کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا یقین تھا اس لئے آپ کو قتل کرنے سے ڈرتا تھا، یا اس کو یہ خیال تھا کہ موسیٰ کو قتل کرنا اس کیلئے آسان نہیں اگر اس نے ایسا ارادہ کیا تو کامیابی نہ ہو گی اس بات کی تائید وَلْيَدْعُ رَبَّهٗ کے الفاظ سے ہو رہی ہے۔ فرعون نے اس فقرہ میں اپنی جرأت کا اظہار کیا اور یہ بات بتائی کہ مجھے پرواہ نہیں کہ موسیٰ اپنے رب کو پکارے اور وہ اس کی مدد کو آ جائے۔ فرعون نے اہل دربار سے کہا ذَرُوْنِيْٓ اَقْتُلْ مُوْسٰى یہ محض اس کا فریب اور ملمع کاری تھی اور دکھانا چاہتا تھا کہ اس کے ساتھی اور اس کی قوم والے اس کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قتل سے روک رہے ہیں حالانکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قتل کر دینے کے حکم سے جو امر مانع تھا وہ موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی کا ڈر تھا جو فرعون کے دل میں بیٹھ گیا تھا۔ اِنِّىْٓ اَخَافُ: یعنی اگر میں ان کو قتل نہیں کرونگا تو مجھے اندیشہ ہے کہ وہ تمہارے مذہب کو بگاڑ دیگا۔ بت پرستی کے دین کو بدل ڈالے گا۔ اَلْفَسَادَ: اس سے مراد ہے تبدیلِ مذہب یا فتنہ فساد، جنگ وجدال۔ (مظہری)

[4] اِنَّ حرف تاکید ہے کلام کا آغاز تاکیدی اسلوب سے یہ بتانے کیلئے کیا کہ شر کا دفع کرنے کا محکم سبب اللہ تعالیٰ کی پناہ ہے اور چونکہ حفاظت و ترتیب مقصود تھی اس لئے اللہ تعالیٰ کے اوصاف میں سے لفظ رب کا ذکر کیا اور چونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حفاظت سب قوم کی حفاظت کی حامل تھی اس لئے جس طرح رب کی اضافت اپنی طرف کی اسی طرح قوم کی طرف بھی کی اس سے قوم کو اس بات پر آمادہ کرنا مقصود تھا کہ تم بھی میری موافقت کرو اور اللہ تعالیٰ کی پناہ کے خواستگار ہو جاؤ۔ اجتماعی دعا درجہ قبولیت پر زیادہ فائز ہوتی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کا خصوصی نام نہیں لیا بلکہ بطور عموم مغرور اور منکر آخرت کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگی اس میں فرعون بھی آ گیا اور تمام مغروروں اور منکروں کے شر سے بھی استعاذہ ہو گیا اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ فرعون کو شر پر آمادہ کرنے والا اس کا غرور ہے۔ یہ بھی جائز ہے کہ رَبُّكُمْ میں خطاب مؤمنوں کو نہ ہو بلکہ فرعون اور اس کی قوم کو ہو اور اس میں تنبیہ ہو اس بات پر کہ میرا اور سب کا رب ایک ہی ہے کوئی دوسرا رب نہیں ہے۔ (مظہری)

وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ ۖ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ اِيْمَانَهٗٓ

و گفت مردی مؤمن از کسان فرعون بپوشد ایمان خود را

اور فرعون کی قوم میں سے مؤمن شخص نے کہا (جو) اپنے ایمان کو چھپاتا تھا

اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ وَقَدْ جَآءَكُمْ

آیا می کشتید مردی آنکہ گوید خدای من اللہ است و ہر آئنہ آمد بشما

کیا ایسے شخص کو قتل کرو گے جو یہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے اور تحقیق تمہارے پاس

بِالْبَيِّنٰتِ مِنْ رَّبِّكُمْ ۭ وَاِنْ يَّكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبُهٗ ۚ

بمعجزہا از پروردگار شما و اگر باشد دروغ پس بروست دروغ او

تمہارے رب کی طرف سے معجزے لے کر آیا اور اگر جھوٹے ہیں تو اسکا جھوٹ اس پر ہے

وَاِنْ يَّكُ صَادِقًا يُّصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِيْ يَعِدُكُمْ ۭ اِنَّ

و اگر باشد راستگو برسد بشما بعض آنکہ وعدہ دہد شما را آنکہ

اور اگر سچ کہہ رہے ہوں تو تمہیں اس وعدہ کا کچھ پہنچے گا جو تمہیں دیتے ہیں' یہ کہ

اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ ﴿٢٨﴾ يٰقَوْمِ لَكُمُ

خدای راہ ننماید ہر کہ او مسرف است دروغگو اے قوم من مر شما را

اللہ راہ نہیں دکھاتا اسے جو حد سے گذرنے والا جھوٹ کہنے والا ہے! اے میری قوم! تمہارے لئے

الْمُلْكُ الْيَوْمَ ظٰهِرِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۡ فَمَنْ يَّنْصُرُنَا مِنْۢ

پادشاہی امروز غالبند در زمین پس ہر کہ نصرت دہد ما را از

آج کے دن بادشاہی ہے زمین میں غالب ہو پس کون مدد دیگا ہمیں

بَاْسِ اللّٰهِ اِنْ جَآءَنَا ۭ قَالَ فِرْعَوْنُ مَآ اُرِيْكُمْ اِلَّا مَآ اَرٰى

عذاب خدای اگر آمد بما گفت فرعون نمی بینم شما را مگر آنچہ می بینم

اللہ کے عذاب سے اگر ہمارے پاس آئے، فرعون نے کہا: میں تمہیں رائے نہیں دے رہا ہوں مگر وہی جو میں دیکھ رہا ہوں

تفسیر اظہار العرفان

ل مفسرین کرام کہتے ہیں کہ اس شخص کا نام حبیب تھا' اس شخص کا نام شمعان بھی بتایا گیا ہے' ایک اور قول ہے کہ اس کا نام خبرک تھا' زمخشری کہتے ہیں کہ اس شخص کا نام سمعان یا خابیب تھا۔ اس میں اختلاف ہے کہ وہ شخص اسرائیلی تھا یا قبطی۔ حضرت حسن کہتے ہیں کہ قبطی تھا' سدی کہتے ہیں کہ وہ شخص فرعون کے چچا کا بیٹا تھا اور یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ نجات پانے والوں میں سے تھا اسی بناء پر مِنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ کہا گیا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آل فرعون میں سے اس شخص اور اس کی بیوی کے سوا کوئی مؤمن نہ ہوا۔ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ [تین اشخاص بہت تیز گذرے ہیں] حبیب نجار جو آل لیس کے مؤمن میں سے ہے' دوسرا وہ شخص جس نے آل فرعون میں سے اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ کہا اور تیسرے ابو بکر صدیق ہیں اور ابو بکر ان میں سب سے افضل ہے۔ اس میں نبی کریم ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ آپ کی قوم میں سے مشرکین اگر آپ کو جھٹلا رہے ہیں تو کوئی تعجب نہیں ہے وہ شخص جو آل فرعون سے تھا اس کے پاس وجاہت بھی تھی اسے بھی لوگوں نے جھٹلایا۔ دوسرا قول ہے کہ آل فرعون میں سے جس شخص نے اپنے ایمان کو چھپایا تھا وہ بنی اسرائیل میں سے تھے۔ عروہ بن زبیر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ ہمیں کوئی ایسا واقعہ بتائیے کہ مشرکین نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بہت زیادہ سختی کی ہو' آپ نے فرمایا: اس دوران جبکہ رسول اللہ ﷺ کعبہ کے فنا میں تھے کہ اچانک عقبہ بن ابی مُعَیط آیا اور اس نے رسول اللہ ﷺ کے کاندھا کو پکڑا اور آپ کی گردن میں کپڑا لپیٹ کر کھینچنے لگا جس سے آپ کی گردن میں سخت تکلیف ہو رہی تھی۔ اسی دوران حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آ گئے اور آپ نے رسول اللہ ﷺ کی گردن سے کپڑا کو نکالا اور کہا: کیا تم ایسے شخص کو قتل کرنا چاہتے ہو جو کہتا ہے کہ اللہ میرا رب ہے اور وہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے معجزات لے کر آئے ہیں۔ (القرطبی) مروی ہے کہ ایک روز حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لوگو! بتاؤ سب سے بڑا بہادر کون ہے؟ حاضرین نے کہا ہم کو نہیں معلوم۔ آپ نے فرمایا: سب سے بڑے بہادر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔ میں نے خود دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کو قریش نے پکڑ رکھا تھا ایک آپ کو نیچے جھکا رہا تھا اور دوسرا آپ کو سختی کے ساتھ کھینچ رہا تھا اور کہہ رہا تھا کیا تو نے ہی سارے معبودوں کو ایک بنا رکھا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: خدا کی قسم ہم میں سے کوئی قریب بھی نہیں گیا صرف ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پہنچے ایک کو ادھر دھکا دیا اور دوسرے کو پکڑ کر کھینچا اور فرمایا تمہارا برا ہو اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ۔ یہ بیان کر کے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے چہرہ سے چادر اٹھائی اور اتنا روئے کہ ریش مبارک تر ہو گئی پھر فرمایا: میں تم کو قسم دیکر پوچھتا ہوں کیا مؤمن آل فرعون افضل تھا یا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ۔ لوگ خاموش رہے فرمایا: تم جواب کیوں نہیں دیتے ہو؟ خدا کی قسم ابو بکر رضی اللہ عنہ کی زندگی کی ایک ساعت مؤمن آل فرعون کی زندگی سے افضل ہے۔ اس نے تو اپنا ایمان پوشیدہ رکھا تھا اور ابو بکر نے تو اپنے ایمان کا اعلان کیا۔ (حاشیہ مظہری) وَاِنْ يَّكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبُهٗ: یعنی اگر یہ اپنے دعوئ رسالت میں جھوٹے ہونگے تو ان کا جھوٹ ان پر ہی پڑے گا تم اس سے بری ہو گے اور اگر یہ اپنے دعوئ رسالت میں سچے ہوئے اور تم نے انھیں جھٹلایا تو وہ عذاب تمہیں ضرور پہنچے گا جس کا وعدہ اللہ نے تم سے کیا ہے۔ سن لو اللہ تعالیٰ اسے ہدایت نہیں دیتا ہے جو گمراہی میں حد سے تجاوز کرنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے میں مبالغہ سے کام لیتے ہو۔ (صفوۃ التفاسیر)

وَمَآ اَهۡدِيۡكُمۡ اِلَّا سَبِيۡلَ الرَّشَادِ ﴿۲۹﴾ وَقَالَ الَّذِيۡٓ اٰمَنَ

و راه نمایم شما را مگر راه راست و گفت آنکه بگرود

اور میں تمہیں راہ نہیں دکھا رہا ہوں مگر سیدھی راہ ۱ اور کہا وہ جس نے ایمان لایا

يٰقَوۡمِ اِنِّيۡٓ اَخَافُ عَلَيۡكُمۡ مِّثۡلَ يَوۡمِ الۡاَحۡزَابِ ﴿۳۰﴾ مِثۡلَ

اے قوم من من بترسم بر شما مانند روز گروہہا مانند

اے میری قوم! میں ڈرتا ہوں تم پر (اور) گروہوں کے روز (بد) کی مثل (کوئی دن نہ آجائے) ۲ جیسا

دَاۡبِ قَوۡمِ نُوۡحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوۡدَ وَالَّذِيۡنَ مِنۡۢ بَعۡدِهِمۡ‌ؕ

حال گروه نوح و عاد و ثمود و آنانکه پس از ایشاں

حال ہوا نوح کے گروہ کا اور عاد اور ثمود اور ان لوگوں کا جو ان سے پہلے تھے

وَمَا اللّٰهُ يُرِيۡدُ ظُلۡمًا لِّلۡعِبَادِ ﴿۳۱﴾ وَيٰقَوۡمِ اِنِّيۡٓ اَخَافُ

و نیست خدای میخواہد ستم کند مر بندگان خود را و اے قوم ہر آئنہ من می ترسم

اور اللہ اپنے بندوں کیلئے ظلم نہیں چاہتا ہے ۳ اور اے میری قوم! بیشک میں ڈرتا ہوں

عَلَيۡكُمۡ يَوۡمَ التَّنَادِ ﴿۳۲﴾ يَوۡمَ تُوَلُّوۡنَ مُدۡبِرِيۡنَ‌ۚ مَا لَكُمۡ

بر شما از عذاب روز خواندن روزیکہ گردانیدہ شوید باز گشتگان نیست شما را

تم پر پکارنے کے دن کے عذاب سے ۴ جس روز پیٹھ دے کر پھرو گے، نہیں ہے تمہارے لئے

مِّنَ اللّٰهِ مِنۡ عَاصِمٍ‌ۚ وَمَنۡ يُّضۡلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنۡ هَادٍ ﴿۳۳﴾

از خدای ہیچ نگاہدارندہ و ہر کہ گمراہ کند خدای پس نیست او را ہیچ را نمایندہ

اللہ سے بچانے والا کوئی، اور جسے اللہ گمراہ کرے پس اس کیلئے کوئی راہ دکھانے والا نہیں ۵

وَلَقَدۡ جَآءَكُمۡ يُوۡسُفُ مِنۡ قَبۡلُ بِالۡبَيِّنٰتِ فَمَا زِلۡتُمۡ

و ہر آئنہ آمد بشما یوسف پیش ازیں بمعجزہا ہموار بودید

اور بیشک اس سے پہلے یوسف تمہارے پاس معجزے لے کر آئے تو ہمیشہ تم

۱ جاننا چاہیئے کہ مؤمن آل فرعون نے جب مختلف دلائل کے ذریعے فرعون کو یہ سمجھایا کہ موسیٰ علیہ السلام کا قتل کسی بھی صورت تمہارے لئے مناسب نہیں ہے، انھیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا کہ آج تمہیں اس زمین پر بادشاہت عطا ہوئی ہے، تم زمین پر اس سے غلط فائدہ اٹھا کر فساد نہ کرو۔ فرعون یہ سب سن کر کہنے لگا کہ میں تمہیں اس کام کے کرنے کا اشارہ کرتا ہوں جو میں اپنے نفس کیلئے بھلا پاتا ہوں اور میں تو اس رائے سے صرف تمہاری بھلائی چاہتا ہوں۔ (تفسیر کبیر)

۲ جاننا چاہیئے کہ اس مؤمن نے نصیحت کے طور پر فرعون کو چند کلمات کہے۔ ان میں سے پہلی نصیحت یہ ہے کہ مجھے خوف ہے کہ کہیں ہم پر عذاب نہ آجائے۔ دوسری نصیحت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے کسی پر بھی ظلم کرنا نہیں چاہتا ہے، تیسری نصیحت یہ ہے کہ قیامت کے روز کی ہولناکیوں سے ہمیں ڈرنا چاہیئے۔ (تفسیر کبیر)

۳ یہ آیت احزاب کی تفسیر ہے یعنی قوم نوح، قوم ثمود اور قوم عاد کو جو عذاب پہنچا کہیں اس کی مثل عذاب تمہیں نہ پہنچ جائے۔ (صفوۃ التفاسیر)

۴ قیامت کے دن کا ایک نام "یوم التناد" بھی ہے اس لئے کہ اس دن لوگ ایک دوسرے کو پکاریں گے۔ پس اصحابِ اعراف کچھ لوگوں کو پہچان کر پکاریں گے اسی طرح اصحاب جنت اصحابِ نار کو ندا کریں گے۔ اَنۡ قَدۡ وَجَدۡنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا "ہمارے رب نے ہم سے جو وعدہ کیا ہم نے اسے حق پا لیا" اصحابِ نار اصحابِ جنت کو پکاریں گے اَنۡ اَفِيۡضُوۡا عَلَيۡنَا مِنَ الۡمَآءِ "اے اصحابِ جنت! تم ہم پر پانی بہا دو" ملائکہ اصحاب جنت کو ندا کریں گے اَنۡ تِلۡكُمُ الۡجَنَّةُ الَّتِيۡۤ اُوۡرِثۡتُمُوۡهَا بِمَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ "یہ تمہارے لئے وہ جنت ہے جس کا تمہیں وارث بنایا گیا تمہارے اس عمل کے بدلے جو تم دنیا میں کرتے تھے"۔ جس وقت موت ذبح کی جائے گی اس وقت ندا ہوگی اے اہل جنت تم ہمیشہ جنت میں رہو گے تمہارے لئے موت نہیں ہے اور اے اہل نار اب ہمیشہ تم جہنم میں رہو گے اب تمہارے لئے موت نہیں ہے۔ اسی طرح ہر قوم کو اس کے امام کے ساتھ بلایا جائیگا۔ حضرت ضحاک کہتے ہیں کہ اہل نار جب جہنم کی آواز سنیں گے تو وہاں سے بھاگنے کی کوشش کریں گے لیکن وہ ہر جانب ملائکہ کو صف بستہ پائیں گے جو انہیں دوبارہ انکی جگہ پر لوٹا دیں گے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "اے گروہِ جن وانس! اگر تم آسمانوں اور زمین کی حدوں سے بھاگنے کی طاقت رکھتے ہو تو بھاگ جاؤ" (القرطبی) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت ضحاک کی قرأت کے مطابق بھاگنا منتشر ہونے کے معنی میں ہے۔ جس طرح اونٹ اپنے مالکوں سے بھاگتے اور بدکتے ہیں اسی طرح قیامت کے دن لوگ بھاگے بھاگے زمین پر پھریں گے۔ ابن جریر نے نقل کیا ہے کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس نچلے آسمان کو حکم دیگا وہ پھٹ جائیگا اور اس کے فرشتے اس کے کناروں پر رہیں گے پھر حکمِ الٰہی سے فرشتے زمین کو اور زمین والوں کو گھیر لیں گے پھر دوسرے، پھر تیسرے، پھر چوتھے، پھر پانچویں، پھر چھٹے اور ساتویں آسمانوں کو بھی یہی کیفیت ہوگی کہ آسمان پھٹتے جائیں گے اور ہر آسمان فرشتے قطار در قطار صف بستہ ہو جائیں گے پھر ملک اعلیٰ نزول اجلال فرمائیگا جہنم اس کے بائیں جانب ہوگا [اور جنت دائیں جانب] دوزخ کو دیکھ کر زمین والے منتشر ہو کر بھاگیں گے لیکن زمین کے جس کنارے پر پہنچیں گے وہاں ملائکہ کی سات قطاریں موجود پائیں گے مجبوراً جہاں تھے وہیں لوٹ آئیں گے۔ (مظہری) ۵ یعنی آج کے دن تمہارے لئے کوئی ایسا نہیں ہے جو تمہیں عذاب سے بچائے یا تم سے عذاب کو دور کردے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ جسے گمراہ کرتا ہے پھر وہ کسی ایسے کو نہیں پاتا ہے جو اسے نجات کے راستے کی رہنمائی کرے اس لئے وہ لوگ مجبوراً اپنی جگہ لوٹ جائیں گے۔ (صفوۃ التفاسیر)

فِيْ شَكٍّ مِّمَّا جَآءَكُمْ بِهٖ ؕ حَتّٰٓى اِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَنْ يَّبْعَثَ

در شبه از آنچه آمد بشما بداں تا چوں در گذشت گفتید هر گز نمی بر انگیخت

شک میں رہے اسکے بارے میں جو وہ تمہارے پاس لائے، یہاں تک کہ جب (اس دنیا سے) گذر گئے تو تم نے کہا

اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِهٖ رَسُوْلًا ؕ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ

خدای از پس او فرستاده اینچنیں گمراه کند خدای که او از حد گذرنده

ہرگز نہیں بھیجے گا اللہ ان کے بعد کوئی رسول' اللہ اسی طرح گمراہ کرتا ہے اسے جو حد سے گذرنے والا

مُّرْتَابُ ۚ ۳۴ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ

شک آرنده آنانکه جدال کنند در آیاتهاے خدای بے حجتی

شک لانے والا ہے ۱ وہ لوگ جو اللہ کی آیتوں میں بغیر دلیل کے جھگڑتے ہیں

اَتٰىهُمْ ؕ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ كَذٰلِكَ

آمده باشد بدیشاں بزرگتر از روے حسد نزد خدای و نزد آنانکه گرویدند اینچنیں

جو ان کے پاس آئی ہو' اللہ کے نزدیک بڑی نفرت ہے اور ان لوگوں کے نزدیک جو ایمان لائے' ایسے ہی

يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ ۳۵ وَقَالَ فِرْعَوْنُ

مہر نہاد خدای بر ہر دلے متکبر سرکش و گفت فرعون

اللہ مُہر لگا دیتا ہے ہر متکبر سرکش کے دل پر ۲ اور فرعون نے کہا

يٰهَامٰنُ ابْنِ لِيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْٓ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ ۳۶ ۙ اَسْبَابَ

اے ہامان بنا کن مرا کوشکے تا باشد برسم براہہا راہہا

اے ہامان! بنا میرے لئے ایک محل تا کہ میں راستوں تک پہنچ جاؤں ۳ آسمانوں کے

السَّمٰوٰتِ فَاَطَّلِعَ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ كَاذِبًا ؕ

آسمانہا پس دیدور شوم بسوے خدای موسی و ہر آئنہ من گمانبرم او را دروغگو

راستے تا کہ میں موسیٰ کے خدا کی طرف دیکھ سکوں اور بیشک میں انھیں جھوٹا گمان کرتا ہوں

۱ کہا گیا ہے کہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قول ہے' یہ بھی کہا گیا ہے کہ آل فرعون کے مؤمن کا کلام ہے جو اس نے نصیحت کے اختتام پر کیا۔ اس میں ان کی قدیم نافرمانی کا ذکر ہے جو انبیائے کرام علیہم السلام کی انھوں نے کی۔ یہاں یہ ہوسکتا ہے کہ یوسف سے مراد یوسف بن یعقوب ہو کیونکہ آپ ان کے پاس بینات لیکر آئے۔ ارشاد ہے وَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ یعنی بہت سارے رب بہتر ہیں یا ایک اللہ جو قھار ہے؟۔ ابن جریر کہتے ہیں کہ یوسف بن یعقوب کو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ سے قبل قبطیوں کی جانب بادشاہ کے انتقال کے بعد بھیجا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہاں یوسف سے مراد یوسف بن افرائیم بن یوسف بن یعقوب ہے۔ ان میں بیس سالوں تک نبی رہے۔ (القرطبی) اگر یہاں یوسف سے یوسف بن یعقوب مراد لیں تو مطلب یہ ہوگا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے کا جو فرعون ہے وہی حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے میں بھی تھا [حضرت یوسف علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام درمیان تقریباً چار سو برس کی مدت تھی] اتنی طویل عمر فرعون کی مانی جائے تو اس صورت میں یوسف سے مراد یوسف بن یعقوب ہونگے [لیکن تاریخی شہادت اس کے خلاف ہے] اس لئے بعض کے نزدیک یوسف سے مراد ہیں یوسف بن یعقوب کے پوتے یعنی یوسف بن ابراہیم [یا افرائیم] بن یوسف بن یعقوب' یا یوں کہا جائے کہ یوسف بن یعقوب ہی مراد ہیں اور آباء و اجداد کے احوال کو اولاد کی طرف منسوب کر دیا جاتا ہے یعنی تمہارے اسلاف کے پاس یوسف بن یعقوب آچکے ہیں۔ (مظہری)

۲ اب اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ ان کے شکوک و شبہات کو بیان فرما رہا ہے۔ یہ خرابی ان میں دو وجہ سے ہے اول تو اس لئے کہ یہ لوگ اپنے باپ دادا کی تقلید محض کرتے ہیں دوم اس لئے کہ ان کے دلوں میں خبیث قسم کے شبہات ہیں۔ واضح رہے کہ سعادت کا کمال دو امور میں ہے اول! اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعظیم بجا لانا' دوم: اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر شفقت کرنا۔ لہذا اللہ کے حکم کی تعظیم نہ کرنا تکبر ہے اور مخلوقِ خدا پر شفقت نہ کرنا جبر ہے۔ (تفسیر کبیر) مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ متکبرین اور جبارین کے دلوں پر مُہر لگا دیتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بیشک جسم میں ایک گوشت کا لوتھڑا ہے جب وہ صحیح ہو تو پورا جسم صحیح ہوتا ہے اور جب اس میں فساد ہو تو پورے جسم میں فساد آجاتا ہے اور وہ قلب ہے۔ (القرطبی) ۳ جاننا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے جب یہ بیان فرمایا کہ فرعون متکبر تھا تو اب یہ بیان ہو رہا ہے کہ وہ بیوقوف بھی تھا اس کی حماقتوں میں سے ایک حماقت یہ ہے کہ اس نے آسمانوں پر چڑھنے کیلئے عمارت بنانے کا قصد کیا۔ واضح رہے کہ بعض لوگوں نے اس آیت کریمہ سے اللہ تعالیٰ کا اثبات آسمانوں پر ثابت کیا ہے کہ فرعون گمراہ تھا لیکن وہ بھی جانتا تھا کہ موسیٰ کا رب اوپر جلوہ فرما ہے۔ یہ استدلال بہت ہی غلط ہے [کیونکہ اس سے اللہ تعالیٰ کیلئے جہت ثابت ہوگی جبکہ اللہ تعالیٰ جہتوں سے پاک ہے یہاں ان لوگوں کو بھی اپنی اصلاح کر لینی چاہیئے جو کہتے ہیں اوپر اللہ ہے اور نیچے آپ لوگ ہیں] سورہ طٰہٰ میں عالمین کے رب کے بارے میں یوں ارشاد ہے رَبُّنَا الَّذِيْٓ اَعْطٰى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى "ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر شے کو اس کی خلقت عطا فرمائی پھر اسے ہدایت دی" سورہ شعراء میں ارشاد ہے رَبُّ الْمَشْرِقِ وَرَبُّ الْمَغْرِبِ وَمَا بَيْنَهُمَا "مشرق' مغرب اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے سب کا رب ہے' ان دونوں آیات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے سامنے الٰہ کا جو تصور رکھا وہ جہتوں سے پاک ہے اس لئے آیت کریمہ سے آسمانوں میں رب کے اثبات کا نظریہ صحیح نہیں ہے۔ (تفسیر کبیر)

وَكَذٰلِكَ زُيِّنَ لِفِرْعَوْنَ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ وَصُدَّ عَنِ السَّبِيْلِ ؕ

و ہمچنیں آراستہ شد برائے فرعون بدی کردار او و باز داشت از راہ

اور اسی طرح فرعون کیلئے اسکے برے کردار کو مزین کیا گیا اور راہ سے روکا گیا

وَمَا كَيْدُ فِرْعَوْنَ اِلَّا فِيْ تَبَابٍ ۞ وَقَالَ الَّذِيْٓ اٰمَنَ

و نیست مکر فرعون مگر تباہی و گفت آنکہ بگرود

اور فرعون کا مکر نہیں ہے مگر تباہی میں ۱ اور کہا اس نے جو ایمان لایا

يٰقَوْمِ اتَّبِعُوْنِ اَهْدِكُمْ سَبِيْلَ الرَّشَادِ ۞ يٰقَوْمِ اِنَّمَا

اے قوم من پیروی کنید مرا راہ نمایم شما را راہ راست اے قوم من جز ایں نیست

اے میری قوم! میری پیروی کرو میں تمہیں سیدھی راہ بتاؤنگا ۲ اے میری قوم! اسکے سوا کچھ نہیں ہے کہ

هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا مَتَاعٌ ۡ وَّاِنَّ الْاٰخِرَةَ هِيَ دَارُ

ایں زندگانی دنیا بر خورداری و ہر آئنہ آخرت آں سرای

یہ دنیا کی زندگی برتنا ہی ہے اور بیشک آخرت وہی قرار پکڑنے

الْقَرَارِ ۞ مَنْ عَمِلَ سَيِّئَةً فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا ۚ وَمَنْ عَمِلَ

قرار گاہ است ہر کہ بکند بدی پس جزا ندہد مگر مانند آں

کی جگہ ہے ۳ جو برا کام کرے تو بدلا نہ دیا جائیگا مگر اسی کی مثل

صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ

و ہر کہ بکند نیکی از مرد یا زن و او مؤمن باشد پس آنگروہ

اور جو نیکی کرے مرد ہو یا عورت اور وہ مؤمن ہو تو وہی گروہ

يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ يُرْزَقُوْنَ فِيْهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ ۞ وَ

در آیند در بہشت روزی دادہ شوند دراں بے شمار و

جنت میں داخل ہونگے' اس میں انہیں بے شمار روزی دی جائیگی ۴ اور

۱ اَسْبَابَ السَّمٰوٰتِ آسمانوں کی راہیں اور دروازیں یعنی ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک پہنچنے کے راستے۔ کسی چیز تک پہنچنے کے ذریعہ کو سبب کہتے ہیں جیسے رسی اور ڈول کو سبب اس لئے کہتے ہیں کہ یہ پانی تک پہنچنے کے ذریعے ہیں۔ ظاہر یہ ہے کہ نمرود کی طرح فرعون نے کسی عمارت کو بنوانے کا حکم دیا تھا۔ بیضاوی نے لکھا ہے کہ فرعون نے کسی اونچے مقام پر کوئی رصدگاہ بنوانے کا حکم دیا ہوتا کہ وہاں پہنچ کر ستاروں کے حالات اور چالیں دیکھ سکے کیونکہ ستاروں کی رفتار کی کیفیات ہی اسباب ساویہ ہیں جو ارضی حوادث کو ظاہر کرتے ہیں۔ اسباب ساویہ کو دیکھ کر فرعون جاننا چاہتا ہوگا کہ کیا خدا نے موسیٰ کو بھیجا ہے؟ یا فرعون موسیٰ علیہ السلام کے قول کو لوگوں کی نظر میں غلط ثابت کرنا چاہتا ہو کیونکہ آسمانوں کے خدا کی طرف سے کسی قسم کی اطلاع اس کی نظر میں بغیر اس بات کے ممکن نہ تھی کہ خدا تک موسیٰ پہنچے ہوں اور وہاں پہنچ کر ان کو اطلاع ملی ہو اور یہ بات آسمان پر چڑھے بغیر ممکن نہیں اور آسمان پر چڑھنے کی کسی انسان کو قدرت نہیں یہ سب فرعون کی جہالت تھی۔ وَكَذٰلِكَ زُيِّنَ الخ: یعنی جس طرح رب السموت کو دیکھنے بھالنے کیلئے اونچی عمارت کی تعمیر کو فرعون کی نظر میں زینت آگیں بنادیا گیا اسی طرح اس کی ہر بدکاری جو عقل سلیم کے خلاف تھی فرعون کے خیال میں زینت آفریں بنادی گئی۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرعون کی بصیرت ہی تباہ کردی تھی اسی وجہ سے وہ اپنے ہر برے عمل کو اچھا جانتا تھا۔ (مظہری)

۲ یعنی دین میں میری اقتدا کرو میں تمہیں وہ راستہ بتاؤنگا جو تمہیں جنت کی جانب لیکر جائیگا۔ (القرطبی)

۳ آلِ فرعون میں سے اس مؤمن شخص نے قوم کو سمجھانے کیلئے یہ طریقہ اختیار کیا کہ دنیا کے حال کو حقیر اور آخرت کے حال کو کمال کر کے بتایا۔ مطلب یہ ہے کہ اے میری قوم! تم اس دنیا سے بہت کم مدت نفع حاصل کروگے پھر دنیا کی نعمت تم سے منقطع اور زائل ہوجائیگی لیکن آخرت کی نعمت باقی رہنے والی اور دائمی ہے۔ بعض عارف کہتے ہیں کہ اگر پوری دنیا سونے کی ہوتی جب بھی فانی ہوتی اور آخرت اگر ٹھیکریوں کی ہوتی جب بھی باقی رہنے والی ہوتی اور آخرت دنیا سے پھر بھی بہتر ہوتی' لیکن یہاں تو معاملہ بھی الٹ ہے کہ دنیا ٹھیکریوں کی ہے اور فانی ہے جبکہ آخرت سونا ہے اور باقی رہنے والی ہے۔ جاننا چاہیئے کہ جس طرح آخرت کی نعمت دائمی ہے اسی طرح آخرت کا عذاب بھی دائمی ہے۔ اس لئے تبلیغ کے باب میں آخرت کی دائمی نعمت کی جانب رغبت دلاتے ہیں اور آخرت کے دائمی عذاب سے ڈراتے ہیں۔ (تفسیر کبیر) ۴ مطلب یہ ہے کہ سزا اتنی ہی دی جائیگی جتنا جرم ہوگا۔ سوال: یہ کلام کیسے صحیح ہوسکتا ہے کہ کیونکہ بندہ تو کفر ایک ساعت کیلئے کرتا ہے اور آخرت میں عذاب اسے دائمی دیا جائیگا؟ جواب: کافر اپنے کفر کے بارے میں اعتقاد رکھتا ہے کہ وہ طاعت اور ایمان ہے اسی بناء پر کافر اپنے کفر پر ڈٹا رہتا ہے اور یہ کفر کا عقیدہ ہمیشہ اس کے دل میں قائم رہتا ہے اس لئے ضروری ہے کہ اس کی سزا بھی ایسی ہونی چاہیئے جو ہمیشہ قائم رہے۔ بخلاف فاسق کے' وہ جانتا ہے کہ میں جو کچھ کررہا ہوں یہ سراسر خیانت اور جرم ہے اور اس کا عقیدہ بھی ہوتا ہے کہ میں جو کچھ کررہا ہوں یہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے اس لئے ایک مؤمن فاسق کیلئے آخرت میں دائمی عذاب نہیں ہے۔ جاننا چاہیئے کہ یہ آیت کریمہ علوم شریعہ میں سب سے بڑی دلیل ہے یہ آیت جنایات کے احکام پر بھی مشتمل ہے تو دوسری جانب نیک اعمال کے ثواب پر بھی مشتمل ہے اور ان دونوں کے اصول کا بیان بھی ہے۔ (تفسیر کبیر)

يٰقَوْمِ مَا لِيْٓ اَدْعُوْكُمْ اِلَى النَّجٰوةِ وَتَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَى

اے قوم من چیست مرا بخوانم شما را بسوے نجات و میخوانید مرا بسوے

اے میری قوم! کیا ہوا مجھے کہ میں تمہیں نجات کی طرف بلاتا ہوں اور تم مجھے آگ کی طرف بلاتے ہو ۱

النَّارِ ﴿٤١﴾ تَدْعُوْنَنِيْ لِاَكْفُرَ بِاللّٰهِ وَاُشْرِكَ بِهٖ مَا لَيْسَ

آتش میخوانی مرا تا کافر شوم بخدا و شرک آرم باں نیست

تم مجھے بلاتے ہو تا کہ میں اللہ کا منکر ہو جاؤں اور اس کیساتھ اسے شریک ٹھہراؤں جس کا مجھے علم

لِيْ بِهٖ عِلْمٌ ۡ وَّ اَنَا اَدْعُوْكُمْ اِلَى الْعَزِيْزِ الْغَفَّارِ ﴿٤٢﴾ لَا

مرا باں دانش و من میخوانم شما را بسوے غالب آمر زندہ

نہیں ہے اور میں تمہیں بلاتا ہوں زبردست بخشنے والے کی طرف ۲

جَرَمَ اَنَّمَا تَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ لَيْسَ لَهٗ دَعْوَةٌ فِي الدُّنْيَا

ہر آئنہ آنچہ شما میخوانید مرا بسوے او نیست او را دعوت در دنیا

بیشک وہ جس کی جانب تم مجھے بلاتے ہو نہیں ہے اس کیلئے دنیا میں بلانا

وَلَا فِي الْاٰخِرَةِ وَاَنَّ مَرَدَّنَآ اِلَى اللّٰهِ وَاَنَّ الْمُسْرِفِيْنَ

و نہ در آخرت و آنکہ باز گشتیم بسوے خدای و ہر آئنہ مسرفان

اور نہ آخرت میں اور یہ کہ ہمارا پھرنا اللہ ہی کی طرف ہے اور بیشک حد سے گذرنے والے

هُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ ﴿٤٣﴾ فَسَتَذْكُرُوْنَ مَآ اَقُوْلُ لَكُمْ ۭ وَ

ایشانند یاران آتش پس زود پندگیرید آنچہ گویم مر شما را و

ہی جہنم والے ہیں ۳ پس بہت جلد تم نصیحت پکڑو گے اس سے جو میں تم سے کہتا ہوں اور

اُفَوِّضُ اَمْرِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿٤٤﴾

بار میگزاریم کار خود را بسوے خدای ہر آئنہ خدای بینا ست بہ بندگان خود

میں اپنا کام اللہ کے سپرد کرتا ہوں، بیشک اللہ اپنے بندوں کو دیکھنے والا ہے ۴

۱ یعنی اے میری قوم! میں تمہیں اس ایمان کی طرف بلاتا ہوں جو نجات کا سبب ہے اور تم مجھے اس کفر کی جانب بلاتے ہو جو جہنم میں جانے کا سبب ہے۔ (تفسیر کبیر)

۲ پہلے جب یہ ذکر ہوا کہ وہ مؤمن انھیں ایمان اور نجات کی جانب بلاتے ہیں اور یہ لوگ کفر اور جہنم کی جانب بلا رہے ہیں تو اب اس آیت میں اس کفر کی تفسیر بیان کی جا رہی ہے۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کا انکار کرتے ہیں اور اگر مانتے بھی ہیں تو اس کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں۔ ان کی جانب سے کفر یہ تھا کہ فرعون کی قوم میں سے اکثر وجوداللہ کے منکر تھے ان میں سے کچھ تو وہ تھے جو اللہ تعالیٰ کے وجود کا اقرار تو کرتے تھے مگر اس کے ساتھ بتوں کو شریک ٹھہراتے تھے۔ وَاُشْرِكَ بِهٖ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ: یہاں علم کی نفی سے معلوم کی نفی کی گئی ہے گویا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ میں اللہ کے ساتھ اسے شریک کروں جو معبود نہیں ہے۔ وَاَنَا اَدْعُوْكُمْ اِلَى الْعَزِيْزِ الْغَفَّارِ: جب یہ بیان ہوا کہ یہ لوگ شرک اور کفر کی جانب بلاتے ہیں تو اب یہ بیان ہو رہا ہے کہ میں تمہیں اس اللہ کی جانب بلاتا ہوں جو عزیز و غفار ہے۔ اَلْعَزِيْزُ سے کامل قدرت کی جانب اشارہ ہے اور اس میں تنبیہ بھی ہے کہ الٰہ وہ ہوتا ہے جو کامل قدرت والا ہو لیکن فرعون تو غایتِ عجز والا ہے یہ تمہارا معبود کیونکر ہو سکتا ہے؟ اور بتوں کا حال تو اس سے بھی بدتر ہے۔ اس لئے یہ بھی تمہارے معبود نہیں ہو سکتے ہیں۔ اَلْغَفَّارُ سے اس جانب اشارہ ہے کہ بندوں کو اس کی رحمت سے مایوس نہ ہونا چاہیئے۔ (تفسیر کبیر)

۳ زجاج کہتے ہیں کہ لَيْسَ لَهٗ دَعْوَةٌ کا مطلب یہ ہے کہ ان کیلئے کوئی ایسی دعا نہیں ہے جو قبول ہو کر اسے نفع دے۔ ان کے علاوہ کا کہنا ہے کہ ان کیلئے کوئی ایسی دعا نہیں ہے جو ان کے معبود قبول کریں۔ کلبی کہتے ہیں کہ دنیا و آخرت میں ان کیلئے کوئی شفاعت نہیں ہے۔ فرعون پہلے لوگوں کو بتوں کی عبادت کی جانب بلاتا تھا، پھر لوگوں کو گائے کی عبادت کی جانب بلایا، جب وہ گائے بوڑھی ہو جاتی تو اسے ذبح کرنے کا حکم دیدیتا پھر اس کی جگہ دوسری جوان گائے پرستش کیلئے لاتا، جب ایک عرصہ گذر گیا تو اس نے لوگوں میں اپنے متعلق اعلان کر دیا اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى۔ یعنی میں تم سب کا سب سے بڑا رب ہوں۔ وَاَنَّ الْمُسْرِفِيْنَ هُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ: حضرت قتادہ اور ابن سیرین کہتے ہیں کہ اس سے مشرکین مراد ہیں، حضرت مجاہد اور شعبی کہتے ہیں کہ اس سے بیوقوف اور وہ لوگ مراد ہیں جو ناحق خون بہاتے ہیں، حضرت عکرمہ کہتے ہیں کہ اس سے متکبرین اور جبارین مراد ہیں، کہا گیا ہے کہ اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو اللہ تعالیٰ کی قائم کردہ حدوں سے تجاوز کرتے ہیں۔ (القرطبی) ۴ آلِ فرعون کے مؤمن نے اپنے کلام کو اس پر ختم کیا اور ان سے کہا کہ تم بہت جلد نصیحت پکڑو گے۔ مطلب یہ ہے کہ تم اگر میری نصیحت کو نہیں مان رہے ہو تو عنقریب موت کے وقت تمہیں سب کچھ معلوم ہو جائیگا اور باقی قیامت کی ہولناکیوں کو دیکھ کر تمہیں اور بھی معلوم ہو جائیگا۔ پھر اس مؤمن نے فرعون اور اس کی قوم کے خوف اور مکر کو دفع کرتے ہوئے کہا وَاُفَوِّضُ اَمْرِيْٓ اِلَى اللّٰهِ. اس مؤمن نے یہ طریقہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے سیکھا تھا کیونکہ فرعون نے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قتل کی دھمکی دی تو آپ نے اس موقع پر کہا: اِنِّيْ عُذْتُ بِرَبِّيْ وَرَبِّكُمْ الخ۔ (تفسیر کبیر) مطلب یہ ہے کہ میں اللہ ہی پر بھروسہ کرتا ہوں اور اپنے سارے معاملات کو اسی کی جانب سپرد کرتا ہوں۔ مروی ہے کہ مؤمن کی اس نصیحت پر فرعون نے اسے قتل کرنے کا ارادہ کیا تھا اس لئے وہ مؤمن یہ کہہ کر ایک ایسے پہاڑ کی جانب چلا گیا جہاں فرعونیوں کا پہنچنا ممکن نہ تھا۔ (القرطبی)

فَوَقٰىهُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِ مَا مَكَرُوْا وَ حَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ

پس نگاہداشت او را خدای بدیہا آنچہ مکردند و فرا گرفت بکسان فرعون

پس اللہ نے اسے بچایا ان برائیوں سے جو مکر انھوں نے کیا اور فرعون کی قوم کو گھیر لیا

سُوْٓءُ الْعَذَابِ ﴿٤٥﴾ اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّ

بدی عذاب آتش روگردانند براں بامداد و

برے عذاب نے ۱ آگ ان پر صبح کے وقت پیش کی جاتی ہے اور

عَشِيًّا ۚ وَ يَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ ۫ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ

شبانگاہ و روزیکہ بر پا شود قیامت در آئید اے آل فرعون

شام کے وقت اور جس وقت قیامت قائم ہو گی (حکم ہو گا) اے آلِ فرعون داخل ہو جاؤ

اَشَدَّ الْعَذَابِ ﴿٤٦﴾ وَ اِذْ يَتَحَآجُّوْنَ فِي النَّارِ فَيَقُوْلُ

سخت ترین عذاب و چوں حجت گیرند در آتش پس گوید

سخت ترین عذاب میں ۲ اور جب جہنم میں باہم جھگڑیں گے تو کہیں گے

الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا

ضعیفان مر آنانرا کہ تکبر کردند ہر آئنہ ما بودیم شما را پیرواں

کمزور ان لوگوں سے جنھوں نے تکبر کیا بیشک ہم تمہاری پیروی کرتے تھے

فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا نَصِيْبًا مِّنَ النَّارِ ﴿٤٧﴾ قَالَ الَّذِيْنَ

پس آیا شما دفع کنندگان از ما بہرہ از آتش گویند آنانکہ

تو کیا تم آگ کا کچھ حصہ ہم سے ہٹا سکتے ہو ۳ کہیں گے وہ لوگ جنھوں نے

اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُلٌّ فِيْهَآ ۙ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَكَمَ بَيْنَ الْعِبَادِ ﴿٤٨﴾

تکبر کردند ہر آئنہ ما ہمہ دراں ہر آئنہ خدای البتہ حکم کند میان بندگان خود

تکبر کیا بیشک ہم سب اس میں ہیں، بیشک اللہ حکم فرما چکا ہے اپنے بندوں کے درمیان ۴

۱ یعنی اللہ تعالیٰ نے اس مؤمن کو فرعونیوں کے مکر سے نجات دی اس کے برعکس فرعون اور اس کی جماعت کو بہت برے عذاب نے آ گھیرا اور وہ دنیا میں غرق کرنا ہے اور آخرت میں جلانا ہے۔ (صفوۃ التفاسیر)

۲ حضرت مجاہد، حضرت عکرمہ، حضرت مقاتل اور حضرت محمد بن کعب کہتے ہیں کہ یہ آیت عذاب قبر پر دلالت کر رہی ہے کیونکہ آخرت کا عذاب تو وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ سے ثابت ہو رہا ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آل فرعون کی ارواح اور ان کی مثل کفار کی ارواح کو صبح اور شام آگ پیش کی جاتی ہے اور ان سے کہا جاتا ہے کہ یہ تمہارا گھر ہے۔ ان ہی سے یہ بھی مروی ہے کہ ان کی روحیں سیاہ رنگ کے پرندوں کے پیٹ میں ہے وہ پرندے صبح کے وقت انھیں جہنم میں لیکر جاتے ہیں اور شام کے وقت لے کر آتے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جب صبح کرتے تو بلند آواز سے کہتے "اللہ کا شکر ہے ہم نے صبح کی اور آل فرعون کو آگ پر پیش کیا گیا"۔ جب شام کرتے تو کہتے "اللہ کا شکر ہے کہ ہم نے شام کی اور آل فرعون کو آگ پر پیش کیا گیا" پس اس وقت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کوئی بھی کچھ نہ سنتا مگر یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتے تھے جہنم سے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کافر جب مرتا ہے تو اس پر صبح اور شام آگ پیش کی جاتی ہے پھر آپ نے اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّ عَشِيًّا تلاوت فرمائی۔ مؤمن جب انتقال کرتا ہے تو اس کی روح کو صبح اور شام جنت پیش کی جاتی ہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ تم میں سے کوئی ایک مرتا ہے تو صبح اور شام اسکا ٹھکانا پیش کیا جاتا ہے اگر وہ اہل جنت میں سے ہوگا تو جنت پیش کی جاتی ہے اور اگر اہل نار میں سے ہوگا تو جہنم پیش کی جاتی ہے۔ اور ان سے کہا جاتا ہے کہ یہ ہے تمہارا ٹھکانا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز تمہیں اٹھائیگا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: بیشک کچھ بندے ہوتے ہیں مؤمن، زندہ رہتے ہیں مؤمن، اس دنیا سے جاتے ہیں مؤمن، ان میں سے یحییٰ بن زکریا ہیں جو مؤمن پیدا ہوئے، مؤمن زندہ رہے اور مؤمن ہی انتقال فرمایا۔ اور کچھ بندے کافر پیدا ہوتے ہیں، کافر زندہ رہتے ہیں اور کفر کی حالت ہی میں اس دنیا سے جاتے ہیں ان میں سے ایک فرعون ہے جو کافر پیدا ہوا، کافر زندہ رہا اور کفر کی حالت میں مرا۔ (القرطبی) ۳ یعنی اے محمد ﷺ! آپ اپنی قوم کے سامنے اس وقت کا ذکر کیجئے جب وہ دوزخ کے اندر باہم جھگڑیں گے۔ (مظہری) یعنی آپس میں یہ جھگڑا کریں گے کہ تم نے ہمیں دنیا میں شرک کی جانب بلایا آج تم اتنی طاقت بھی نہیں رکھتے کہ عذاب کا کچھ حصہ ہی ہم سے دور کردو۔ (القرطبی) جاننا چاہیئے کہ ان سرداروں کے پیروکار پہلے ہی جان لیں گے کہ ان سرداروں کے پاس کوئی قوت اور قدرت نہیں ہے لیکن اس کے باوجود ان سرداروں سے عذاب کا کچھ حصہ ہٹانے کیلئے کہنا دراصل ان کی شرمندگی میں مبالغہ کرنا ہے اس لئے کہ اس روز پیروکاروں کے دل بہت جلے ہوئے ہونگے۔ (تفسیر کبیر) ۴ اس کے جواب میں سردار کہیں گے کہ آج ہم سب اس عذاب میں برابر کے شریک ہیں اگر ہم عذاب ہٹانے کی قدرت رکھتے تو سب سے پہلے اپنے آپ سے عذاب نہ ہٹاتے، پھر سردارن قوم کہیں گے اِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَكَمَ بَيْنَ الْعِبَادِ یعنی اللہ تعالیٰ نے یہ فیصلہ فرما دیا ہے کہ کسے اس کی نعمتوں سے کتنا حصہ ملنا ہے اور کسے اس کے عذاب سے کتنا حصہ ملنا ہے یہ سن کر ان کے پیروکار مایوس ہو جائیں گے۔ (تفسیر کبیر)

وَقَالَ الَّذِيْنَ فِي النَّارِ لِخَزَنَةِ جَهَنَّمَ ادْعُوْا رَبَّكُمْ يُخَفِّفْ

و گویند آنانکه در آتش اند مر خازنان دوزخ را بخوانید پروردگار خود را سبک کرده شود

اور کہیں گے وہ لوگ جو آگ میں ہیں جہنم کے داروغہ سے اپنے رب سے دعا کرو کہ ہلکا کر دے

عَنَّا يَوْمًا مِّنَ الْعَذَابِ ﴿٤٩﴾ قَالُوْٓا اَوَلَمْ تَكُ تَاْتِيْكُمْ

از ما روزی از عذاب گویند آیا نبود که بیامدند بشما

ہم سے ایک روز عذاب ۱؎ کہیں گے کیا تمہارے پاس نہ آئے

رُسُلُكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ؕ قَالُوْا بَلٰی ؕ قَالُوْا فَادْعُوْا ۚ وَمَا دُعٰٓؤُا

پیغمبران شما بمعجزہا گویند آری گویند پس بخوانید و نیست دعای

تمہارے رسول معجزوں کے ساتھ' کہیں گے کیوں نہیں' کہیں گے پس تم ہی دعا کرو' اور نہیں ہے کافروں کی

الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ﴿٥٠﴾ ع اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ

ع ۵ | ۱۳ | ۱۰

کافران مگر در گمراہی ہر آئنہ ما یاری دہیم پیغمبران خود را و آنانکہ

دعا مگر راہ بھولنے میں ۲؎ بیشک ہم اپنے رسولوں کی مدد کریں گے اور ان لوگوں کی جو

اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ ﴿٥١﴾ لا

گرویدند در زندگانہ دنیا و روزیکہ برپا شود گواہان

ایمان لائے دنیا کی زندگی میں اور جس روز گواہ کھڑے ہونگے ۳؎

يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الظّٰلِمِيْنَ مَعْذِرَتُهُمْ وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ

روزیکہ سود نکند ستمگارا عذر ایشاں و ایشانراست لعنت

جس روز ظالموں کو ان کا عذر نفع نہ دیگا اور ان کیلئے لعنت ہے

وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ﴿٥٢﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْهُدٰى

و ایشانراست بد سرای و ہر آئنہ دادیم ما موسیٰ را ہدایت

اور ان کیلئے برا گھر ہے ۴؎ اور بیشک ہم نے موسیٰ کو ہدایت دی

تفسیر اظہار العرفان

۱؎ جب اہل نار ایک دوسرے سے مایوس ہو جائیں گے تو آخر میں جہنم کے داروغہ سے کہیں گے آپ ہمارے عذاب کی تخفیف کیلئے اپنے رب سے دعا کر دیں اور یہ تخفیف اگرچہ ایک دن کیلئے ہی کیوں نہ ہو۔ (صفوۃ التفاسیر)

۲؎ اس کے جواب میں ملائکہ کہیں گے کہ کیا تمہارے پاس رسول تشریف نہیں لائے تھے؟ اس سے پہلے یہ لوگ کہہ چکے تھے مَا جَاءَ نَا مِنْ بَشِيْرٍ وَّلَا نَذِيْرٍ یعنی ہمارے پاس کوئی خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا نہیں آیا۔ رسول کے آنے کے بعد اب کوئی عذر باقی نہیں رہا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا یعنی "اور ہم کسی قوم پر عذاب نازل نہیں کرتے جب تک اس قوم میں کوئی رسول نہ بھیج دیں" گویا فرشتے ان سے کہیں گے کہ دعا کی جرأت تم خود کرو ہم تمہارے لئے دعا نہیں کر سکتے ہیں اس لئے کہ ہماری شفاعت دو شرطوں کے ساتھ مشروط ہے اول یہ کہ جس کی ہم شفاعت کریں گے وہ مؤمن ہو' دوم یہ کہ ہمیں شفاعت کا اذن بھی حاصل ہو۔ اور تمہارے لئے ان دونوں میں سے کوئی ایک شرط بھی نہیں پائی جا رہی ہے۔ (تفسیر کبیر)

۳؎ یہاں نظم کی کیفیت میں چند وجوہ ہیں (۱) جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آل فرعون کے مؤمن کی حفاظت کا ذکر فرمایا تو اب اس آیت کریمہ میں بیان فرما رہا ہے کہ وہ اپنے رسولوں اور جو ان کے ساتھ ایمان والے ہیں ان کی مدد فرماتا ہے (۲) جب یہ بیان ہوا کہ اہل نار آپس میں لڑیں گے اور سخت مصیبت کے وقت داروغہ جہنم سے کہیں گے کہ ہمارے لئے دعا کریں اس کے جواب میں داروغہ جہنم کہے گا کہ کیا تمہارے پاس اللہ کے رسول تشریف نہیں لائے تھے؟ تو اب ان رسولوں کے ذکر کے بعد یہ بیان ہو رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اپنے رسولوں کی مدد فرماتا ہے (۳) یہ وجہ میرے نزدیک اقرب ہے اور وہ یہ ہے کہ سورت کی ابتدا میں یہ بیان ہوا تھا کہ کافرین اللہ تعالیٰ کی آیات میں جھگڑتے ہیں تو اب کلام کو پھیلا کر ان کا رد کیا گیا اور یہ اس لئے کیا گیا تا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی جائے۔ جاننا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کی نصرت چند طریقوں سے ہے (۱) اللہ تعالیٰ نے دلائل و براہین کے ذریعے اپنے رسولوں کی مدد فرمائی (۲) اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کی مدح اور ان کی عظمت بیان کر کے مدد فرمائی (۳) اللہ تعالیٰ نے اس طرح مدد فرمائی کہ ان کے باطن کو قوتِ یقین اور حجت کے انوار سے پُر فرما دیا (۴) اہل باطل اپنی تمام تر کوششوں کے باوجود اہل حق پر غالب نہ آ سکے۔ اللہ تعالیٰ کی نصرت ہی تو تھی کہ اہل باطل کی ہر کوشش کو بیکار کر کے رکھ دیا (۵) اہل حق جب بھی اہل باطل کی اصلاح کیلئے کوشش کرتے تو اللہ تعالیٰ ان کے اجر و ثواب میں اضافہ فرما دیتا تھا (٦) اللہ تعالیٰ نے اہل باطل کے نام و نشان کو مٹا کر رکھ دیا جبکہ اہل حق کے چرچا کو رہتی دنیا تک باقی رکھا (۷) اللہ تعالیٰ انبیاء اور اولیاء کے وصال کے بعد ان کے دشمنوں سے انتقام لیتا ہے اور آخرت میں ان کے درجات کو بلند فرماتا ہے (تفسیر کبیر) وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ: حضرت زید بن اسلم کہتے ہیں کہ اشہاد چار ہیں ملائکہ، انبیاء، مؤمنین اور اجساد۔ حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ اشہاد سے مراد ملائکہ اور انبیاء ہیں۔ حضرت مجاہد اور سدی کہتے ہیں کہ ملائکہ انبیاء کے حق میں گواہی دینگے کہ انھوں نے تیرے پیغام کو لوگوں تک پہنچا دیا ہے۔ (القرطبی) ۴؎ یعنی مجرمین کو اس روز ان کی معذرت نفع نہ دے گی۔ ابن جریر کہتے ہیں کہ اہل شرک کو اس روز ان کی معذرت نفع نہ دیگی اس لئے کہ وہ لوگ باطل عذر ہی اس روز پیش کریں گے۔ لعنت اور برے گھر کے علاوہ اور کچھ ان کیلئے نہ ہوگا۔ (صفوۃ التفاسیر)

وَاَوْرَثْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْكِتٰبَ ﴿۵۳﴾ هُدًى وَّذِكْرٰى

و میراث دادیم ما بنی اسرائیل را کتاب راه نماینده و پند

اور ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب کا وارث بنایا ۱ راہ دکھانے والی اور نصیحت

لِاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿۵۴﴾ فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاسْتَغْفِرْ

مر خداوند خرد را پس صبر کن ہر آئنہ وعدۂ خدا راست است و آمرزش خواہ

عقلمندوں کیلئے ۲ پس آپ صبر کیجئے بیشک اللہ کا وعدہ حق ہے اور بخشش چاہیئے

لِذَنْۢبِكَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ ﴿۵۵﴾

مر ذنب خود را و تنزیہہ کن بحمد پروردگار خود بامداد و شبانگاہ

اپنے ذنب کی اور صبح و شام اپنے رب کی حمد کے ساتھ پاکی بیان کیجئے ۳

اِنَّ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ

ہر آئنہ آنانکہ خصومت کنند در آیا آیاتہاے خدای بے حجتی

بیشک وہ لوگ جو بغیر کسی دلیل کے اللہ کی آیتوں میں جھگڑتے ہیں

اَتٰىهُمْ ۙ اِنْ فِيْ صُدُوْرِهِمْ اِلَّا كِبْرٌ مَّا هُمْ بِبَالِغِيْهِ ۚ

داد ایشانرا نیست در سینہاے ایشاں مگر سر کشی نیستند ایشاں رسدگان

(جو) انہیں ملی ہے، نہیں ہے اس کے سینوں میں مگر بڑائی (کی ہوس) جسے وہ سب پہنچنے والے نہیں ہیں

فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ﴿۵۶﴾ لَخَلْقُ

پس پناہ جوئی بخدای ہر آئنہ اوست شنوا بینا البتہ آفریدن

پس اللہ کی پناہ تلاش کرو، بیشک وہی سننے والا دیکھنے والا ہے ۴ ضرور آسمانوں

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلٰكِنَّ

آسمانہا و زمین بزرگتر از آفریدن مردمان و لیکن

اور زمین کا پیدا کرنا انسانوں کو پیدا کرنے سے بڑا ہے لیکن ۵

۱ یعنی یہ دنیا اور آخرت کی نصرت میں داخل ہے مطلب یہ ہے کہ موسیٰ کو توریت اور نبوت عطا کی۔ توریت کا نام ھدٰی اس لئے ہے کہ اس میں ہدایت اور نور ہے، قرآن کریم میں ارشاد ہے اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّ نُوْرٌ۔ "بیشک ہم نے توریت اتاری اس میں ہدایت اور نور ہے"۔ (القرطبی)

۲ ھُدٰی اور ذکر میں فرق یہ ہے کہ ہدایت وہ ہوتی ہے جو شے پر دلالت کرے اس کی شرط میں سے یہ نہیں ہے کہ دوسری شے کا بھی ذکر کیا جائے جو پہلے معلوم ہو پھر انسان اسے بھول جائے۔ جبکہ ذکر میں یہ بات پائی جاتی ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی کتب ان دونوں پر مشتمل تھیں، ان میں بعض دلائل فی نفسہ تھے اور بعض وہ تھے جسے انسان بھلا چکا تھا۔ (تفسیر کبیر)

۳ یعنی اللہ تعالیٰ نے جو آپ سے نصرت کا وعدہ کیا ہے وہ ضرور پورا ہوگا اس کے خلاف ہونا ممکن نہیں۔ اس بات کے ثبوت کیلئے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا واقعہ بیان فرما دیا۔ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ: [جاننا چاہیئے کہ رسول اللہ ﷺ سمیت تمام انبیاء علیہم السلام معصوم و محفوظ تھے پھر آپ سے گناہ کا صدور کیسے ہو سکتا تھا؟ جبکہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے استغفار کا حکم دیا، اس کی توضیح ان شاء اللہ سورہ فتح کی آیت نمبر ۲ میں آئیگی۔ یہاں یہ بات ذہن میں ضرور رہے کہ حضرت مخدوم پاک علیہ الرحمہ نے ذنب کی نسبت نبی کریم ﷺ کی جانب ضرور کی لیکن ذنب کا ترجمہ نہیں کیا اس میں ایک لطیف نکتہ ہے جسے سورہ فتح میں بیان کیا جائیگا ان شاء اللہ۔ یہاں صاحب مظہری نے جو توضیح بیان کی ہے وہی ملاحظہ فرمائیں] یہ امر تعبدی ہے تا کہ رسول اللہ ﷺ کے درجات میں اضافہ ہو یعنی باوجود گناہ نہ ہونے کے محض حکم استغفار کے زیر اثر استغفار کرنے سے رسول اللہ ﷺ کے درجات قرب میں اضافہ ہوگا اور امت کیلئے ایک طریقہ مسنونہ جاری کرنا بھی مقصود ہے۔ (مظہری) یعنی اے محمد ﷺ! آپ مشرکین کی اذیت پر ایسے ہی صبر کیجئے جیسا کہ آپ کے پہلوں نے صبر کیا ہے، اللہ تعالیٰ کا وعدہ آپ کے ساتھ بھی ایسا ہی ہے جیسا وعدۂ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کے ساتھ تھا۔ کلبی کہتے ہیں کہ یہ آیت، آیتِ سیف سے منسوخ ہے۔ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ: یعنی ظہر اور عصر کی نماز میں اپنے رب کی تسبیح حمد کے ساتھ بیان کیجئے۔ یہ قول حضرت حسن اور حضرت قتادہ کا ہے۔ کہا گیا ہے کہ آیت سے وہ نماز مراد ہے جو مکہ میں پانچ نمازوں کی فرضیت سے پہلے تھی، دو رکعت صبح کے وقت تھی اور دو رکعت شام کے وقت تھی۔ (القرطبی) ۴ اس سے مشرکین مراد ہیں، یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے یہود مراد ہیں۔ اس اعتبار سے یہ آیت مدنی ہوگی جیسا کہ اس سورت کی ابتدا میں بیان ہو چکا ہے۔ (القرطبی) مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس چند یہودی آئے اور دجال کے متعلق بات چیت کی۔ انھوں نے کہا کہ دجال آخر زمانہ میں ہم میں سے ہوگا اور پھر اس کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملا دیئے کہ وہ یہ کریگا اور یہ کریگا اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور اپنے نبی ﷺ کو فتنۂ دجال سے پناہ مانگنے کا حکم دیا۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) ۵ یہ لوگ تسلیم کرتے تھے کہ آسمانوں اور زمین کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اور وہ لوگ یہ بھی جانتے تھے کہ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا انسانوں کے پیدا کرنے سے بڑا ہے۔ ان دونوں کے اقرار کے بعد چاہیئے تو یہ تھا کہ مان جاتے کہ جو ذات اتنی بڑی بڑی چیزوں کے پیدا کرنے پر قادر ہے وہ ذات انسانوں کے مرنے کے بعد دوبارہ پیدا کرنے پر بھی قادر ہے۔ یہ مطلوب کے افادہ میں بڑی دلیل ہے لیکن وہ سب حسد کی وجہ سے انکار کرتے تھے۔ (تفسیر کبیر)

اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٥٧﴾ وَمَا يَسْتَوِى الْاَعْمٰى وَ
مردمان اکثر نمی دانند و برابر نیست نابینا و
اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں اور برابر نہیں ہے نابینا اور

الْبَصِيْرُ ۙ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَلَا الْمُسِىْٓءُ ؕ
بینا و آنانکه گرویدند و کردند نیکیها و نه بدکار
دیکھنے والا اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک کام کئے اور نہ بدکار

قَلِيْلًا مَّا تَتَذَكَّرُوْنَ ﴿٥٨﴾ اِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ
اندکے آنچه پند گیرید هر آئنه قیامت آئنده است نیست شبه
بہت کم تم نصیحت حاصل کرتے ہو ۱ بیشک قیامت آنے والی ہے نہیں ہے کوئی شک

فِيْهَا وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿٥٩﴾ وَقَالَ رَبُّكُمُ
دراں و لیکن اکثر مردمان نمیگروند گفت پروردگار شما
اس میں، لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے ہیں ۲ اور تمہارے رب نے فرمایا

ادْعُوْنِىْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ
بخوانید مرا قبول کنم شما را هر آئنه آنانکه تکبرکنند
مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعا قبول کرونگا، بیشک وہ لوگ جو تکبر کرتے ہیں

عَنْ عِبَادَتِىْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ ﴿٦٠﴾ اَللّٰهُ
از عبادت من زود در آیند بدوزخ خوار شده الله است
میری عبادت سے بہت جلد خوار ہو کر جہنم میں داخل ہونگے ۳ اللہ ہے

الَّذِىْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ
آنکه گردانید برائے شما شب را تا آرام گیرید دراں و روز را
جس نے تمہارے لئے رات بنائی تا کہ تم اس میں آرام کرو اور دن کو

۱ اللہ تعالیٰ مثال دے کر دو گروہوں کے فرق کو بیان فرما رہا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ متدل اور جاہل مقلد برابر نہیں ہیں، اسی طرح عالم اور جاہل برابر نہیں ہیں۔ دوسرے ٹکڑے سے مراد ہے کہ اعمالِ صالحہ کرنے والا اور اعمالِ فاسدہ کرنے والا آپس میں برابر نہیں ہیں۔ قَلِيْلًا مَّا تَتَذَكَّرُوْنَ: یعنی وہ سب جانتے ہیں کہ علم جہل سے بہتر ہے اور عمل صالح بہتر ہے عمل فاسدہ سے پھر بھی یہ نصیحت حاصل نہیں کرتے ہیں۔ اس کی وجہ حسد ہے کیونکہ حسد کی وجہ سے ان کے دل اندھے ہو گئے ہیں اس لئے جہالت کو علم سمجھ بیٹھے ہیں۔ (تفسیر کبیر)

۲ یعنی قیامت ضروری طور پر آنے والی ہے اس کے آنے میں کوئی شک نہیں ہے لیکن اکثر لوگ اس کی تصدیق نہیں کرتے۔ امام رازی فرماتے ہیں کہ یہاں اکثر لوگ سے مراد وہ کفار ہیں جو قیامت اور مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے کے منکر تھے۔ (صفوۃ التفاسیر)

۳ حضرت نعمان بن بشیر فرماتے ہیں کہ تم میری توحید بیان کرو اور میری عبادت کرو میں تمہاری عبادت کو قبول کرونگا اور میں تمہیں معاف کر دونگا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے ذکر، دعا اور سوال مراد ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے ہر ایک کو چاہیئے کہ وہ اپنی ہر حاجت اپنے رب سے مانگے یہاں تک کہ جوتا کا تسمہ بھی اگر نکل جائے تو وہ بھی اللہ تعالیٰ ہی سے مانگے۔ بعض نے کہا کہ یہاں دعا سے ترکِ ذنوب مراد ہے۔ حضرت قتادہ حضرت کعب احبار سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا: اس امت کو تین ایسی چیزیں عطا کی گئیں کہ اس سے پہلے کسی امت کو نہیں عطا کی گئی سوائے نبی کے۔ (۱) جب اللہ تعالیٰ کسی نبی کو مبعوث فرماتا تو اس نبی سے کہا جاتا اَنْتَ شَاهِدٌ عَلٰى اُمَّتِكَ یعنی تم اپنی امت پر گواہ ہو، جبکہ اللہ تعالیٰ اس امت کے بارے میں فرماتا ہے لِتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ یعنی اے میرے محبوب کی امت! تا کہ تم سب لوگوں پر گواہ ہو جاؤ (۲) نبی سے کہا جاتا تھا لَيْسَ عَلَيْكَ فِى الدِّيْنِ حَرَجٌ: یعنی تم پر دین میں کوئی تنگی نہیں ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ اس امت کے بارے میں فرماتا ہے وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِى الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ یعنی اور تم پر دین میں کوئی تنگی نہیں ہے (۳) نبی سے کہا جاتا اُدْعُوْنِىْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ یعنی مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعا کو قبول کرونگا جبکہ اس امت کے حق میں فرمایا: اُدْعُوْنِىْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ یعنی مجھ سے تم سب دعا کرو میں تم سب کے دعا کو قبول کرونگا۔ خالد بن ربعی کہتے ہیں کہ اس امت کی بھی عجیب بات ہے اللہ تعالیٰ اس امت سے فرماتا ہے کہ تم مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعا کو قبول کرونگا۔ دعا اور وعدۂ قبولیت کے درمیان کوئی شرط نہیں ہے۔ کسی کہنے والے نے خوب کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بشارت کو عمل صالح سے مشروط کیا وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ: اس کے برعکس اس آیت میں شرط نہیں ہے وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ۔ اس آیت میں دعا کو اخلاص کے ساتھ مشروط کیا فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ۔ جبکہ اس آیت میں دعا کی قبولیت کے لئے کوئی شرط نہیں لگائی اُدْعُوْنِىْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ. یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ یعنی کہیں شرط ہے اور کہیں نہیں ہے مطلق اور مقید کے باب میں سے ہے۔ (القرطبی)

مُبۡصِرًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوۡ فَضۡلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰـكِنَّ

بینا هر آئنه خدای صاحب فضل است بر مردمان و لیکن

روشن بنایا بیشک اللہ لوگوں پر فضل والا ہے لیکن

اَكۡثَرَ النَّاسِ لَا يَشۡكُرُوۡنَ ﴿۶۱﴾ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمۡ خَالِقُ

اکثر مردمان شکر نمی گویند آنست خدا پروردگار شما آفرینندۂ

اکثر لوگ شکر بجا نہیں لاتے ہیں ۱؎ وہ اللہ تمہارا رب ہے پیدا کرنے والا

كُلِّ شَىۡءٍ ۘ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَاَنّٰى تُؤۡفَكُوۡنَ ﴿۶۲﴾ كَذٰلِكَ

هر چیز نیست معبودی مگر او چگونه بر گردید اینچنین

ہر چیز کا، نہیں ہے کوئی معبود مگر وہ، پس تم کہاں پھرتے ہو ۲؎ اسی طرح

يُؤۡفَكُ الَّذِيۡنَ كَانُوۡا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجۡحَدُوۡنَ ﴿۶۳﴾ اَللّٰهُ

برگردانیده شوند آنانکه بودند بآیات خدای منکر شدند الله است

پھیرے جاتے ہیں وہ لوگ جو اللہ کی آیات کا انکار کرتے ہیں ۳؎ اللہ وہ ہے

الَّذِىۡ جَعَلَ لَـكُمُ الۡاَرۡضَ قَرَارًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً وَّ

آنکه گردانید برای شما زمین قرار و آسمان بنای و

جس نے تمہارے لئے زمین کو قرار بنایا اور آسمان کو چھت اور

صَوَّرَكُمۡ فَاَحۡسَنَ صُوَرَكُمۡ وَرَزَقَكُمۡ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ؕ

صورت داد شما را پس نیکو صورت داد شما و روزی داد شما را از پاکیزها

تمہیں صورت دی پس کیا ہی اچھی صورت تمہیں دی اور تمہیں پاکیزہ چیزوں سے روزی دی

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمۡ ۖۚ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۶۴﴾ هُوَ الۡحَىُّ

اینست خدا پروردگار شما پس برتر است خدای پروردگار عالمیان اوست زنده

یہ ہے اللہ تمہارا رب پس برتر ہے اللہ جو سارے جہان کا رب ہے ۴؎ وہی زندہ ہے

وقف لازم

تفسیر اظہار العرفان

۱؎ جاننا چاہیئے کہ اس آیت کریمہ کا ماقبل سے دوطرح سے تعلق ہے (۱) گویا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے بندو! میں نے تمہیں اتنی بڑی بڑی نعمت بغیر طلب کے عطا کی پھر یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ تم چھوٹی چھوٹی نعمت مجھ سے مانگو اور میں تم کو عطا نہ کروں (۲) جب اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو دعا کا حکم دیا تو ضروری تھا کہ جس سے دعا کی جائے اس کی معرفت دعا سے پہلے حاصل ہو۔ واضح رہے کہ رات کی پیدائش کی حکمت یہ بیان کی گئی کہ بندہ راحت وسکون حاصل کرے کیونکہ سونے کے سبب بندہ کو سکون ملتا ہے جبکہ دن کی پیدائش کی حکمت یہ بیان کی گئی کہ بندہ چیزوں کو دیکھ سکے کیونکہ بندہ اگر اشیاء کو دیکھے گا نہیں تو اس سے نفع کیسے حاصل کریگا؟ اِنَّ اللّٰـهَ لَـذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ: مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فضل مخلوق پر بہت ہے لیکن اکثر لوگ اس کا شکر بجا نہیں لاتے۔ بندہ چند وجوہ سے ترک شکر کا مرتکب ہوتا ہے (۱) انسان یہ اعتقاد کرتا ہے کہ یہ نعمت اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہے [جب انسان کا یہ عقیدہ ہوگا تو وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہیں کریگا اور ترکِ شکر کا مرتکب ہوگا] (۲) انسان یہ عقیدہ تو رکھتا ہے کہ اس عالم میں جو کچھ ہے وہ سب اللہ تعالیٰ کی تخلیق کے سبب ہیں اسی طرح رات اور دن کا تعاقب بھی اسی کی طرف سے ہے لیکن انسان اسے بھلا بیٹھا ہے (۳) انسان کو یاد بھی ہے کہ یہ ساری نعمتیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں لیکن دنیا کے حرص وطمع کے سبب وہ شکر بجا نہیں لاتا ہے۔ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّـاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ: اسی طرح ایک اور مقام پر ارشاد ہے وَقَلِيْـلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ "اور میرے بندوں میں شکر کرنے والے کم ہیں" ابلیس نے اللہ تعالیٰ سے کہا تھا وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شَاكِرِيْنَ: "اور تو ان میں اکثر کو شکر کرنے والا نہیں پائیگا"۔ (تفسیر کبیر) ۲؎ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے الٰہ قادر حکیم اور رحیم ہونے پر دلائل قائم فرمادیئے تو اب اس آیت میں ارشاد ہورہا ہے کہ یہ تمہارا رب ہے جس نے ہر شے کو پیدا فرمایا اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ صاحب کشاف کہتے ہیں کہ ان صفات کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی پہچان کرائی گئی جن میں اس کے سوا کوئی اور شریک نہیں ہے۔ یہ اوصاف الوہیت اور ربوبیت کیلئے جامع ہیں پھر ارشاد ہوا کہ ایسے معبود کو چھوڑ کر تم لوگ کہاں ادھر اُدھر پھر رہے ہو۔ (تفسیر کبیر) ۳؎ یعنی وہ لوگ جو حق اور ہدایت سے منہ پھیرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں وہ اسی طرح اِدھر اُدھر بھٹکتے رہتے ہیں۔ علامہ صاوی کہتے ہیں کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو تسلی دی کہ آپ کی قوم اگر آپ کی باتوں کو نہیں مانتی تو آپ غم نہ کیجئے اس لئے کہ اس سے پہلے جتنی قومیں گذر گئیں ان کا بھی یہی حال تھا۔ (صفوۃ التفاسیر) ۴؎ جاننا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی قدرت پر دلائل دوطرح سے دیئے جاتے ہیں۔ آفاق یعنی عالم میں جو کچھ ہے اس کے ذریعے یا خود انسان کے انفس کے ذریعے۔ دلائلِ آفاق میں انسان کے علاوہ سب کچھ شامل ہیں اور اس کی بہت سی قسمیں ہیں ان ہی قسموں میں سے رات اور دن کے احوال ہیں جو اس سے پہلے گذر چکے ہیں۔ پھر ان ہی قسموں میں سے زمین اور آسمان ہیں جن کا اس آیت میں بیان ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ قَـرَارًا سے مراد یہ ہے کہ زمین کو تمہارے لئے زندگی میں گھر اور بعد انتقال کے بھی گھر بنایا اور آسمان کو ایسا بنایا جیسے انسان زمین پر قبہ بناتا ہے۔ بعض نے یہ مطلب بیان کیا کہ زمین کو بغیر ستون کے روکے رکھا تا کہ انسان اس سے فائدہ حاصل کرسکے اور آسمان کو اس کے سر کے اوپر روکے رکھا تا کہ اس پر گر نہ جائے۔ دلائل انفس میں بدن انسان اور اس کے احوال داخل ہیں جو اللہ تعالیٰ کی قدرت پر دلالت کرتے ہیں۔ (تفسیر کبیر)

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ؕ اَلْحَمْدُ

نیست معبودی مگر او پس بخوانید او را پاک کردہ شدہ برای او دین حمد

نہیں ہے کوئی معبود مگر وہ پس اسے ہی پکارو پاک کر کے اس کے دین کو' حمد

لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٦٥﴾ قُلْ اِنِّيْ نُهِيْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِيْنَ

مر خدا یراست پروردگار عالمیان بگو ہر آئنہ من نہی کردہ شدم آنکہ پرستم آنانکہ

ہے اللہ کیلئے جو سارے جہان کا رب ہے۱ آپ فرما دیجئے بیشک مجھے منع کیا گیا ہے کہ میں

تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَمَّا جَآءَنِيَ الْبَيِّنٰتُ مِنْ

میخوانید بجز خدای آنوقتیکہ آمدند بمن بمعجزہا از

عبادت کروں جسے تم اللہ کے سوا پکارتے ہو جبکہ میرے پاس معجزے آئے

رَّبِّيْ ؗ وَاُمِرْتُ اَنْ اُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٦٦﴾ هُوَ الَّذِيْ

پروردگار من و مامور شدم آنکہ اسلام آرم مر پروردگار عالمیان اوست آنکہ

میرے رب کی طرف سے' اور مجھے حکم دیا گیا کہ میں گردن رکھوں سارے جہاں کے رب کیلئے۲ وہی ہے جس نے

خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ

بیا فرید شما را از خاک باز از نطفہ باز از علقہ پس

تمہیں مٹی سے پیدا کیا پھر نطفہ سے پھر علقہ سے پھر

يُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْٓا اَشُدَّكُمْ ثُمَّ لِتَكُوْنُوْا شُيُوْخًا ۚ

بیروں آرد شما را کودکی پس برسید سخت ترین قوت باز باشید در پیری

تمہیں بچہ (بنا کر) نکالتا ہے پھر تمہیں سخت قوت تک پہنچاتا ہے پھر تم بوڑھے ہوتے ہو

وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى مِنْ قَبْلُ وَلِتَبْلُغُوْٓا اَجَلًا مُّسَمًّى

و از شما کیست میراندہ میشود پیش ازیں و تا برسید باجلے شمردہ

اور تم میں سے کوئی وہ ہے جسے اس سے پہلے اٹھا لیا جاتا ہے اور اس لئے کہ تم پہنچو ایک مقررہ مدت تک۳

۱ یہ آیت حصر کا فائدہ دے رہی ہے کہ اس کے سوا کوئی زندہ رہنے والا نہیں۔ اس لئے بندوں پر واجب ہے کہ وہ اسی کی عبادت کریں جو ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آیتِ کریمہ میں دو چیزوں کا حکم دیا ایک دعا کا دوم اخلاص کا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ: جب یہ بیان ہوا کہ وہی اللہ مستحق عبادت ہے تو اس کیلئے کہا گیا کہ تمام تعریف اس اللہ کیلئے ہے جو تمام جہان کا رب ہے۔ (تفسیر کبیر)

۲ اس آیت کریمہ میں یہ بیان ہے کہ میں ان معبودان باطلہ کی پرستش اس لئے نہیں کرتا ہوں کہ ہمارے پاس دلائل آئے کہ عبادت کا مستحق صرف اللہ اور صرف اللہ وحدہ لاشریک ہے اس کے علاوہ عقل بھی اس جانب صراحتاً دلالت کرتی ہے کہ عبادت صرف اللہ تعالیٰ کی ہونی چاہیئے۔ پتھر سے بنائے ہوئے بے جان بت کسی صورت بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک نہیں ہو سکتے ہیں۔ (تفسیر کبیر)

۳ جاننا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے دلائل آفاق میں سے چار دلائل بیان فرمائے یعنی رات' دن' زمین اور آسمان۔ دلائل انفس میں سے دو قسمیں بیان ہوئیں ایک تو احوالِ حاضرہ جیسے صورت' حسن صورت اور پاکیزہ رزق' دوسری قسم ہے بدن کی کیفیت۔ واضح رہے کہ انسان کی تخلیق منی سے ہے' منی کی تخلیق خون سے ہے' خون غذا سے بنتا ہے اور غذا حیوانی ہوتی ہے یا نباتی۔ اب غذا حیوانی ہو یا نباتی ہر دو مٹی سے حاصل ہوتی ہے لہذا مطلب یہ ہوگا کہ انسان کو مٹی سے پیدا کیا۔ پھر وہ مٹی نطفہ بنتی ہے اور جما ہوا خون پھر گوشت کا لوتھڑا۔ جاننا چاہیئے کہ آیت کریمہ میں باعتبار عمر انسان کے تین مراتب بیان کئے گئے ہیں (۱) طفل (۲) جوانی (۳) شیخوخت۔ یہ ترتیب عقل کے مطابق بھی صحیح ہے اس لئے کہ انسان اپنی عمر کے اول حصے میں نشو ونما کے مراحل میں ہوتا ہے اس لئے اسے طفولیت کا نام دیا گیا۔ دوسرے مرحلے میں انسان نشو ونما کی انتہا کو پہنچ جاتا ہے اور مزید اس میں پھیلنے پھلنے کی صلاحیت نہیں رہتی ہے۔ تیسرے مرحلے میں انسان کی قوت میں ضعف اور نقص کے آثار نمایاں ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان تینوں مراحل کو آیت کریمہ میں بیان فرمایا ہے۔ (تفسیر کبیر) طفل کا اطلاق انسان پر پیدائش کے روز سے چھ سال کی مدت تک ہوتا ہے۔ شباب یعنی جوانی کا اٹھارہ سال سے تیس سال تک اطلاق ہوتا ہے۔ کشف الاسرار میں ہے کہ جب انسان ۲۱' سال میں داخل ہوتا ہے تو اسے اشد کہتے ہیں کیونکہ اس وقت اس کی ہڈی اور اعضاء مضبوط ہو چکے ہوتے ہیں۔ شیخ یعنی بوڑھا جو اپنے عمر کے ایسے حصے کو پہنچ چکا ہو جس میں پہنچ کر اس کے اعضاء کمزور پڑ گئے ہوں' بعض نے ۵۰' یا ۵۱' برس سے اس کی موت تک کے وقت کو شیخوخت میں داخل کرتے ہیں۔ بعض نے ۸۰' برس تک شیخ کا اطلاق کیا ہے۔ کشف الاسرار میں ہے کہ جب انسان میں سفیدی ظاہر ہو تو وہ جوان ہو گیا اور جب اس کے اعضاء کمزور پڑ جائیں تو تحقیق وہ بوڑھا ہو گیا۔ فائدہ: رسول اللہ ﷺ کے کل ۲۱' بال سفید تھے بعض نے کہا کہ کل ۱۷' بال سفید تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے سر مبارک اور داڑھی مبارک میں ۲۰' بالوں سے زیادہ سفید بال نہ تھے۔ بعض صحابہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے سر اور داڑھی مبارک میں کوئی بال سفید نہ تھا۔ بعض صحابہ سے اس کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے ٹھوڑی کی جانب اشارہ کر کے فرمایا کہ کچھ بال آپ کے یہاں سفید تھے۔ کہا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب بالوں میں تیل لگا لیتے تھے تو سفید بال چھپ جاتے تھے [ہو سکتا ہے کہ اسی بناء پر سفید بالوں کی تعداد میں اختلاف ہو] (روح البیان)

وَلَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ﴿٦٧﴾ هُوَ الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ ۖ فَإِذَا قَضَىٰ

و تا شما بدانید آنکه زنده کند و بمیراند پس چوں حکم کرده شد

اور اس لئے کہ تم سمجھ سکو۔ وہی ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے پس جب حکم کیا جائے

أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُن فَيَكُونُ ﴿٦٨﴾ أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ

کار پس جز ایں نیست میگوید او را باش پس می باشد آیا نمی بینی بسوے آنانکه

کام کا تو اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ کہتا ہے اسے ہوجا پس وہ ہوجاتا ہے کیا تو نے نہ دیکھا ان لوگوں کو جو

يُجَادِلُونَ فِي آيَاتِ اللَّهِ أَنَّىٰ يُصْرَفُونَ ﴿٦٩﴾ الَّذِينَ كَذَّبُوا

خصومت کردند در آیات خدای چگونه بر گردانیده شوند آنانکه تکذیب کردند

اللہ کی آیات میں جھگڑتے ہیں، کہاں پھرے جاتے ہیں ۲ وہ لوگ جنہوں نے

بِالْكِتَابِ وَبِمَا أَرْسَلْنَا بِهِ رُسُلَنَا ۖ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ﴿٧٠﴾

بکتاب و بآنچه فرستادیم بآں پیغمبران ما پس زود بدانید

کتاب کو جھٹلایا اور اسے جو ہم نے اپنے رسولوں کے پاس بھیجا پس بہت جلد جان لیں گے ۳

إِذِ الْأَغْلَالُ فِي أَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلَاسِلُ يُسْحَبُونَ ﴿٧١﴾ فِي

چوں غلها در گردنهاے ایشاں و زنجیرہا کشیده میشوند در

جب ان کی گردنوں میں طوق ہو نگے اور زنجیریں، کھسیٹے جائیں گے ۴

الْحَمِيمِ ثُمَّ فِي النَّارِ يُسْجَرُونَ ﴿٧٢﴾ ثُمَّ قِيلَ لَهُمْ أَيْنَ مَا كُنتُمْ

آب گرم پس در آتش سوخته شوند پس گفته ایشانرا هر جا که باشید

گرم پانی میں پھر آگ میں جلائے جائیں گے ۵ پھر ان سے کہا جائیگا کہاں گئے جن کو تم

تُشْرِكُونَ ﴿٧٣﴾ مِن دُونِ اللَّهِ ۖ قَالُوا ضَلُّوا عَنَّا بَل لَّمْ نَكُن

انبار گیرید بجز خدای گویند گم شدند از ما بلکه نباشیم

شریک ٹھہراتے تھے ۶ اللہ کے سوا' کہیں گے ہم سے گم ہو گئے بلکہ ہم نہ

تفسیر اظہار العرفان

۱ یعنی تنبیہ کو مزید مؤکد بنانے کیلئے یہ آیت لائی گئی۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ وہ ہے جو زندہ کرنے پر بھی قدرت رکھتا ہے اور مارنے پر بھی قدرت رکھتا ہے۔ (القرطبی)

۲ اللہ تعالیٰ کی آیات میں جھگڑنے سے یہ مراد ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کرتے ہیں' یا رسول اللہ ﷺ اور مؤمنوں کی مخالفت کے درپے ہیں۔ اَنّٰی یُصْرَفُوْنَ: یعنی کس طرح ان کو حق سے پھیرا جاتا ہے۔ مجادلہ کرنے والوں کا دوبارہ ذکر مذمت مجادلہ کی تاکید کیلئے ہے' یا مجادلہ کرنے والے الگ الگ لوگ تھے' یا جن مسائل میں جدال کرتے تھے وہ مسائل جدا جدا تھے اس لئے دوبارہ جدال کرنے والوں کا ذکر کیا۔ محمد بن سیرین کہتے ہیں کہ پہلی آیت مشرکوں کے بارے میں ہے اور یہ آیت قدریہ کے متعلق نازل ہوئی۔ (مظہری)

۳ یہ ہی ہیں وہ لوگ جنہوں نے کتاب اللہ کی تکذیب کی اور شریعتیں دے کر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کو بھیجا تھا ان کو جھوٹا قرار دیا۔ سوال: فرقۂ قدریہ تو کتاب اللہ کو مانتا ہے اور تمام شریعتوں اور پیغمبروں کے سچا ہونے کا اقرار کرتا ہے پھر جدال کرنے والوں سے مراد فرقۂ قدریہ کیسے ہوسکتا ہے؟ جواب: قدریہ والے اس امت کے مجوسی ہیں کتاب اللہ اور احادیثِ رسول ﷺ سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خالق ہے۔ ساری کائنات خیر ہو یا شر' جواہر ہوں یا اعراض سب اس کی مخلوق ہے۔ اس کی قدرت کل ہے' ہمہ گیر ہے وہ جس کو چاہتا ہے [جو گناہ چاہتا ہے] بخشتا ہے اور جس کو چاہتا ہے جرم کی سزا دیتا ہے۔ ہر صغیرہ کبیرہ گناہ اگر وہ چاہے تو معاف کردے وہ جیسا چاہتا ہے کرتا ہے اور جیسا چاہتا ہے حکم دیتا ہے' وہ سب سے باز پرس کرنے والا ہے اس سے کسی امر کی کوئی باز پرس نہیں کرسکتا۔ فرقۂ قدریہ ان باتوں کا منکر ہے۔ یہ گروہ پل صراط' میزان اور شفاعت وغیرہ کا بھی انکار کرتا ہے اس لئے اس گروہ کو آیات میں جدال کرنے والا اور شرائع انبیاء کا تکذیب کرنے والا قرار دیا۔ (مظہری) ۴ حضرت مقاتل کہتے ہیں کہ ان سے آگ بھڑکائی جائیگی' حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ ان کو آگ کا ایندھن بنایا جائیگا۔ حاصل مطلب یہ ہے کہ ان کو طرح طرح کا عذاب دیا جائیگا۔ کبھی کھولتے ابلتے پانی کا عذاب' کبھی دہکتی بھڑکتی آگ کا عذاب۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سر کی کھوپڑی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: اگر سیسے کا کوئی اتنا بڑا گولہ آسمان سے زمین کی طرف پھینکا جائے جن کے درمیان پانچ سو برس کی راہ ہے تو گولہ رات ہونے تک زمین تک پہنچ جائیگا لیکن اگر [دوزخ کی] زنجیر کے سرے سے ایک گولہ پھینکا جائے تو تہہ یا انتہائی گہرائی تک پہنچنے میں اس کو چالیس سال کا عرصہ لگے گا۔ (مظہری) ۵ انتہائی گرم کو حمیم کہتے ہیں' بعض نے کہا کہ پیپ کو حمیم کہتے ہیں۔ پھر ان سب کو اٹھا کر بھڑکتی ہوئی آگ میں پھینک دیا جائیگا۔ یہ قول حضرت مجاہد کا ہے۔ (القرطبی) ۶ یعنی ان مشرکین کو جب طرح طرح کے عذاب میں مبتلا کردیا جائیگا تو پھر ان سے کہا جائیگا تمہارے وہ معبود آج کہاں ہیں؟ جن کی تم سب عبادت کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے یکے بعد دیگرے ان کے عذاب کی کیفیت بیان فرمائی۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اہل نار کو زنجیروں سے جکڑ دیا جائیگا اور ان کی گردن میں لعنت کا طوق ڈال دیا جائیگا' پھر ملائکہ اسے گھسیٹتے ہوئے تیز بھڑکتی ہوئی آگ میں لے جائیں گے، پھر جب وہ آگ بجھنے کو آئیگی تو اس کو مزید بھڑکا دیا جائیگا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ الَّتِىْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْئِدَةِ. ترجمہ: ''اللہ کی آگ بھڑک رہی ہے وہ جو دلوں پر چڑھ جائیگی'' اس کے بعد بطور اہانت کہا جائیگا اب اپنے معبودوں کو بلاؤ۔ (تفسیر کبیر)

تَدۡعُوۡا مِنۡ قَبۡلُ شَيۡـًٔا ؕ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ الۡكٰفِرِيۡنَ ﴿۷۴﴾

بخوانیم پیش ازیں چیزیرا اینچنیں گمراہ کند خدای کافرانرا

پوجتے تھے اس سے پہلے کسی چیز کو اللہ اسی طرح کافروں کو گمراہ کرتا ہے ۱

ذٰلِكُمۡ بِمَا كُنۡتُمۡ تَفۡرَحُوۡنَ فِى الۡاَرۡضِ بِغَيۡرِ الۡحَـقِّ وَبِمَا

ایں سبب آنست بودید شما شاد شوید در زمین بناحق و بآنچہ

یہ اس سبب سے ہے کہ تم زمین میں ناحق خوش ہوتے تھے اور جو

كُنۡتُمۡ تَمۡرَحُوۡنَ ﴿۷۵﴾ اُدۡخُلُوۡۤا اَبۡوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَا ۚ

بودید شادی میکردید در آیند بدرہاے دوزخ ہمیشہ باشند دراں

تم اتراتے تھے ۲ جہنم کے دروازے میں داخل ہو جاؤ اس میں ہمیشہ رہنا ہے

فَبِئۡسَ مَثۡوَى الۡمُتَكَبِّرِيۡنَ ﴿۷۶﴾ فَاصۡبِرۡ اِنَّ وَعۡدَ اللّٰهِ

پس بداست جای تکبر کنندگان پس صبر کن ہر آئنہ وعدۂ خدای

پس تکبر کرنے والوں کی کیا ہی بری جگہ ہے ۳ پس صبر کیجئے بیشک اللہ کا وعدہ

حَقٌّ ۚ فَاِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعۡضَ الَّذِىۡ نَعِدُهُمۡ اَوۡ نَتَوَفَّيَنَّكَ

راست است پس اگر بنمائیم ترا بعض آنکہ وعدہ دہیم ایشانرا یا بمیریم ترا

حق ہے پس اگر ہم تمہیں دکھا دیں بعض وہ جو وعدہ ہم انہیں دیتے ہیں یا ہم تمہیں وفات دیدیں

فَاِلَيۡنَا يُرۡجَعُوۡنَ ﴿۷۷﴾ وَلَـقَدۡ اَرۡسَلۡنَا رُسُلًا مِّنۡ قَبۡلِكَ

پس بسوے ما ست باز گشت و ہر آئنہ ما فرستادیم فرستادہ پیش از تو

تو ہماری طرف ہی لوٹنا ہے ۴ اور بیشک ہم نے آپ سے پہلے رسول بھیجے

مِنۡهُمۡ مَّنۡ قَصَصۡنَا عَلَيۡكَ وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ لَّمۡ نَقۡصُصۡ

از ایشاں کہ خواندیم قصۂ ایشاں بر تو و از ایشاں قصہ نخواندیم

ان میں سے بعض وہ ہیں کہ انکا قصہ ہم نے آپ کو سنایا اور بعض وہ ہیں کہ ہم نے انکا قصہ نہ سنایا

تفسیر اظہار العرفان

۱ یعنی ہم سے غائب ہو گئے ہم کو کہیں نظر نہیں آتے یہ جواب اس وقت دیں گے جب ان کے معبودان کے ساتھ نہیں ہونگے، یاضَلُّوا عَنَّا کا مطلب ہے کہ وہ ہم سے کھو گئے ہم کو کہیں نظر نہیں آتے۔ ہم کو جوان سے امیدیں تھیں وہ پوری نہیں ہوسکتیں۔ بَلۡ لَّمۡ نَكُنۡ نَّدۡعُوۡا: بعض اہل علم نے لکھا ہے کہ کافروں کی طرف سے یہ شرک کرنے کا ہی انکار ہوگا یعنی وہ کہیں گے ہم شرک کرتے ہی نہیں تھے جیسے دوسری آیت میں مقولہ نقل کیا ہے کہ وہ کہیں گے وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشۡرِكِيۡنَ ''اللہ کی قسم (اے) ہمارے رب ہم مشرکوں میں سے نہ تھے''، بعض علماء نے کہا کہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ ہم کسی ایسی چیز کی عبادت نہیں کرتے تھے جو ہم کو فائدہ پہنچاسکتی یا تکلیف کو دور کرسکتی' حضرت حسن بن فضل کہتے ہیں کہ معنی یہ ہے کہ اس سے پہلے ہم نے کچھ کیا ہی نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ ہماری ساری عبادت بیکار تھی۔ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ الۡكَافِرِيۡنَ: یعنی جیسے ان مشرکوں کو یا فرقۂ قدریہ کو گم کردہ راہ بنادیا اسی طرح اللہ تعالیٰ سب کافروں کو گمراہ بنادیتا ہے کہ ان کو کسی سودمند' فائدہ رساں چیز تک پہنچنے کا راستہ ہی نہیں ملتا اور راستہ مل جاتا ہے تو اس پر چلتے نہیں۔ (مظہری)

۲ یعنی یہ عذاب تمہارے گناہوں کے سبب ہے۔ ان سے یہ جملہ توبیخ کے طور پر کہا جائیگا یعنی یہ جو تمہیں پہنچا ہے دراصل اس کے سبب ہے جو تم دنیا میں گناہوں پر خوش ہوتے تھے' مال کی کثرت' خواہشات کی پیروی اور صحت سے خوش ہوتے تھے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ لوگ اس وقت خوش ہوتے تھے جب رسولوں سے کہتے کہ ہمیں نہ دوبارہ زندہ کیا جائیگا اور نہ ہمیں عذاب دیا جائیگا۔ حضرت مجاہد نے بھی ایسا ہی قول پیش کیا ہے ایک جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے فَلَمَّا جَاءَتۡهُمۡ رُسُلُهُمۡ بِالۡبَيِّنَاتِ فَرِحُوۡا بِمَا عِنۡدَهُمۡ مِّنَ الۡعِلۡمِ: ''اور جب ان کے پاس ان کے رسول روشن نشانیاں لے کر تشریف لائے تو جو علم ان کے پاس ہے اس سے خوش ہوئے''۔ وَبِمَا كُنۡتُمۡ تَمۡرَحُوۡنَ: حضرت ضحاک اس کا ترجمہ کرتے ہیں کہ اس سبب سے جو تم خوش ہوتے تھے' حضرت مجاہد وغیرہ نے اس کا ترجمہ کیا ہے اور جو تم اتراتے تھے۔ اَلۡمَرَحُ کا معنی نافرمانی کے بھی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والے' خوش ہونے والے کو ناپسند فرماتا ہے' ہر غمگین دل کو دوست رکھتا ہے' غیبت کرنے والے گھر کو ناپسند فرماتا ہے اور ہر موٹے عالم کو ناپسند کرتا ہے۔ (القرطبی) ۳ جاننا چاہیئے کہ اس آیت کریمہ میں اشارہ ہے کہ دنیا کی شہوتوں میں سے ہر شہوت اور دنیا کی زینتوں میں سے ہر زینت جہنم کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے۔ اس لئے عقل والوں کیلئے لازم ہے کہ دنیا کی زینت اور لذتوں کو خیر باد کہہ دے تاکہ اللہ تعالیٰ جہنم کے دروازے اس شخص پر بند کردے' اس طرح وہ لوگ جو ہدایت کی استعداد نہیں رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ انھیں دنیا کے مجازی اور عارضی مال ومتاع کو وجود حقیقی اور زینت بنا کر دکھاتا ہے جس کی وجہ سے وہ لوگ سیدھے راستے سے بھٹک جاتے ہیں۔ دنیا تو ایک خیال' خواب اور سراب کی طرح ہے۔ (روح البیان) ۴ جب اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کا ذکر فرمادیا جو اللہ تعالیٰ کی آیتوں میں جھگڑتے ہیں تو اب اس آیت کریمہ میں حکم ہو رہا ہے کہ ان کی ایذا رسانی اور ان کے جھگڑے پر صبر کیجئے اس لئے کہ وہ وعدہ جو اللہ تعالیٰ نے آپ سے فرمایا ہے وہ نصرت کی صورت میں ظاہر ہونے والا ہے اور دشمنوں پر عذاب کے نزول کی شکل میں ظاہر ہوگا۔ بدر کے روز ان کافروں پر اللہ تعالیٰ کا عذاب اس طرح آیا کہ کثیر تعداد میں سرداروں کے ساتھ قتل کئے گئے۔ (تفسیر کبیر)

عَلَيْكَ وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ

بر تو و نبود فرستاده آنکه بیاید نشانه مگر بامر

آپ کو اور کسی رسول کیلئے مناسب نہیں کہ وہ کوئی نشانی لے آئے مگر اللہ کے

فَاِذَا جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ قُضِيَ بِالْحَقِّ وَخَسِرَ هُنَالِكَ

خدای پس چوں آمد فرمان خدای حکم کند براستی و زیاں کند آنجا

حکم سے پس جب اللہ کا حکم آ جائے تو حق کے ساتھ فیصلہ کیا جائیگا اور نقصان اٹھائیں گے اس جگہ

الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۷۸﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَنْعَامَ لِتَرْكَبُوْا

ناراستان اللہ است آنکہ بیافرید برائے شما چہار پایان تا سوار شوید

اہل باطل ۱ اللہ وہ ہے جس نے تمہارے لئے چوپائے بنائے تا کہ تم ان میں سے بعض پر سواری کرو

مِنْهَا وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۷۹﴾ وَلَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ وَلِتَبْلُغُوْا عَلَيْهَا

ازاں و از آنہا میخورید و مر شما را ست دراں سودہا و تا برسید براں

اور ان میں سے بعض وہ ہیں جسے تم کھاتے ہو ۲ اور تمہارے لئے اس میں فائدے ہیں اور اس لئے تا کہ تم

حَاجَةً فِيْ صُدُوْرِكُمْ وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ ﴿۸۰﴾

بحاجتیکہ در دلہاے شما ست و براں و بر کشتی برداشتہ شوید

ان پر (چڑھ کر) دلی مقصد تک پہنچو اور اس پر اور کشتی پر سوار ہوتے ہو ۳

وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ ۖ فَاَيَّ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُنْكِرُوْنَ ﴿۸۱﴾ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا

و بنماید شما را نشانہ او پس بکدام آیات خدای انکار میکنید آیا سیر نکردند

اور وہ تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے پس اللہ کی کون سی نشانیوں کا نکار کرو گے ۴ کیا انھوں نے سیر نہ کی

فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ

در زمین پس بنگرید چگونہ بود سر انجام آنانکہ پیش

زمین میں تا کہ دیکھتے کیسا انجام ہوا ان لوگوں کا جو

۱ مطلب یہ ہے کہ اے محمد ﷺ! آپ ان رسولوں کی طرح ہیں جو آپ سے پہلے گذر چکے ہیں۔ ان رسولوں میں سے بعض کے حال کا ذکر ہم نے آپ کیلئے کیا اور باقی کا ذکر ہم نے نہیں کیا ان رسولوں میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں تھا جنہیں اللہ تعالٰی نے آیات و معجزات عطا نہ کئے ہوں۔ اس کے باوجود ان کی قوم نے ان سے جھگڑا کیا' انھیں جھٹلایا اور ان کے دلوں کو غمگین کیا لیکن ان رسولوں نے صبر کیا۔ ان لوگوں کا ہمیشہ سے طریقہ رہا ہے کہ معجزات اور نشانیاں دیکھنے کے باوجود بغض و عناد کی وجہ سے ماننے سے انکار کر دیتے تھے۔ (تفسیر کبیر) حضرت ابولبابہ ؓ سے مروی ہے کہ رسول ﷺ سے انبیاء کی تعداد دریافت کی گئی۔ آپ نے فرمایا: ایک لاکھ چوبیس ہزار' دریافت کیا گیا کہ ان میں سے رسول کتنے ہوئے فرمایا: ۳۱۳۔ وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ: اور کوئی ایسا رسول نہیں ہوا کہ کوئی معجزہ بغیر اذن خدا کے لے آئے۔ یہاں آیت سے مراد معجزہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ کسی کو اختیار نہیں کہ کوئی فرمائشی معجزہ خود اپنی قوت و مرضی سے بغیر حکم خدا کے ظاہر کر دے۔ (مظہری) جاننا چاہیئے کہ نبیوں میں سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور سب سے آخر حضرت محمد ﷺ ہیں وہ سب زمانہ ماضی میں تھے جبکہ زمانہ حال کے نبی حضرت محمد ﷺ ہیں۔ ان انبیاء کی شریعتیں اب باقی نہیں رہیں جبکہ ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ کی شریعت قیامت تک باقی رہے گی۔ جو شخص ایمان لائے کہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں لیکن آپ کی خاتمیت کا انکار کرتا ہو وہ کافر ہے اور اس کا ایمان مقبول نہیں ہے' اسی طرح کوئی شخص کہے کہ میں جمیع انبیاء پر ایمان لاتا ہوں لیکن مجھے نہیں معلوم کہ آدم نبی ہیں یا نہیں تو وہ شخص بھی کافر ہوگا۔ قرآن کریم میں کتنے انبیائے کرام علیہم السلام کا ذکر مذکور ہے اسکی کوئی صراحت نہیں ہے لیکن جن انبیاء کا نام قرآن کریم میں آیا ہے مفسرین کرام نے اسکی تعداد ۲۸ بتائی ہے جو یہ ہیں۔ آدم' نوح' ادریس' صالح' ہود' ابراہیم' اسماعیل' اسحاق' یوسف' لوط' یعقوب' موسیٰ' ہارون' شعیب' زکریا' یحیٰ' عیسیٰ' داوٗد' سلیمان' الیاس' الیسع' ذوالکفل' ایوب' یونس' محمد' ذوالقرنین' عزیر' لقمان علیہم السلام۔ اخیر کے تین یعنی ذوالقرنین' عزیر اور لقمان کے بارے میں اختلاف ہے کہ یہ تینوں نبی تھے یا نہیں؟ اگر ان تینوں کو نبی مانا جائے تو اٹھائیس اسمائے گرامی ہوتے ہیں۔ (روح البیان) ۲ ابواسحاق الزجاج کہتے ہیں کہ اس جگہ انعام سے مراد اونٹ ہے۔ (القرطبی) مطلب یہ ہے کہ وہی اللہ ہے جس نے تمہارے لئے ان چوپایوں یعنی اونٹ' گائے اور بکریوں کو مسخر کیا اور ان جانوروں کو تمہارے لئے پیدا کیا اور تمہاری اصلاح کیلئے، تا کہ تم ان جانوروں کی پیٹھ پر سواری کرو اور ان کے گوشت اور دودھ کو استعمال کرو۔ (صفوۃ التفاسیر) ۳ یعنی ان جانوروں کے اون' بال' دودھ' مکھن اور چربی میں تمہارے لئے بہت سارے منافع ہیں' یہ جانور تمہارے بھاری بوجھ کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتے ہیں۔ جس طرح اونٹ پر بوجھ رکھ کر لے جاتے ہو اسی طرح کشتیوں پر بھی سامان اٹھا کر لے جاتے ہو۔ (صفوۃ التفاسیر) ۴ اے لوگو! اللہ تعالٰی تمہیں اپنی وحدانیت کی دلیل آفاق اور انفس میں دکھاتا ہے اس کے باوجود تم اس کی وحدانیت کا انکار کیسے کرتے ہو؟ ان دلائل کے ظاہر ہو جانے کے بعد تمہارا انکار ہرگز قبول نہیں کیا جائیگا۔ (صفوۃ التفاسیر)

قَبْلِهِمْ ۚ كَانُوْٓا اَكْثَرَ مِنْهُمْ وَاَشَدَّ قُوَّةً وَّ اٰثَارًا فِی الْاَرْضِ

از ایشاں بودند اکثر از ایشاں و سخت تر از روے قوت و نشانہا در زمین

ان سے پہلے تھے' وہ تعداد اور قوت میں ان سے زیادہ تھے اور (انکی) نشانیاں زمین میں زیادہ تھیں

فَمَآ اَغْنٰی عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ ﴿۸۲﴾ فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ

پس دفع نکند از ایشاں آنچہ بودند کسب میکروند پس آنوقتیکہ آمد بدیشاں

پس ان سے نہ ہٹایا وہ جو وہ سب کماتے تھے ۱؎ پس جب ان کے پاس

رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ فَرِحُوْا بِمَا عِنْدَهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ وَحَاقَ

فرستادگان ایشاں بمعجزہا شاد شوند بآنچہ نزدیک ایشانست از دانش و فرود آمد

ان کے رسول معجزے لائے تو اس سے خوش ہوئے جو علم انکے پاس تھا اور گھیر لیا

بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۸۳﴾ فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْٓا

بدیشاں آنچہ بودند بداں استہزاء میکروند پس چوں دیدند عذاب ما گویند

انھیں جس کا وہ استہزاء کرتے تھے ۲؎ پس جب ہمارے عذاب کو دیکھا تو کہنے لگے

اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِیْنَ ﴿۸۴﴾ فَلَمْ

گرویدیم ما بخدای یگانہ و کافر شدیم بآنچہ بودیم بداں انبازان پس

ہم ایک اللہ پر ایمان لائے اور اس کے منکر ہوئے جو اس کے ساتھ شریک کرتے تھے ۳؎ پس

یَكُ یَنْفَعُهُمْ اِیْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا ؕ سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِیْ قَدْ

سود نکند ایشانرا ایمان آنوقتیکہ دیدند عذاب ما سنت نہاد خدای

ان کے ایمان نے انھیں نفع نہ دیا جب انھوں نے ہمارے عذاب کو دیکھ لیا' اللہ نے یہی دستور بنایا

خَلَتْ فِیْ عِبَادِهٖ ۚ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۵﴾ ع ۹/۷/۱۴

ہر آئنہ گذشتہ است در بندگان خود و زیانکار شدند آنجا کافران

جو اس کے بندوں میں سے ہوتا چلا آیا اور اس جگہ کافر نقصان میں رہے ۴؎

۱؎ تا کہ یہ لوگ گذرے ہوئے لوگوں کے آثار کا مشاہدہ کریں کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب جب ان پر آیا تو ان کے بیٹے اور مال ومتاع بھی ان کے کام نہ آئے۔(القرطبی)

۲؎ علم سے مراد ہیں وہ مفروضات جن کے علم ہونے کے وہ مدعی تھے اور انہی کو علم سمجھتے تھے ورنہ حقیقت میں دینی امور میں ان کا علم جہل مرکب تھا جیسے الٰہیات' طبعیات اور بعض ریاضیات میں یونانیوں کے اقوال وافکار تھے' یا جیسے کفار مکہ کہا کرتے تھے ہم کو دوبارہ زندہ کر کے نہیں اٹھایا جائیگا اور نہ ہم کو عذاب دیا جائیگا' یا جیسے یہودی اور عیسائی کہتے تھے۔ یہودیوں نے کہا کہ جنت کے اندر سوائے یہودیوں کے اور کوئی نہیں جائیگا اور عیسائیوں نے کہا کہ جنت کے اندر سوائے عیسائیوں کے اور کوئی داخل نہیں ہوگا' یا علم سے دنیوی امور کا علم مراد ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے یَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ ۔یعنی وہ ظاہری زندگی کو ہی جانتے ہیں آخرت کی طرف سے وہ بالکل ہی غافل ہیں۔ پیغمبروں نے ان کو بتایا تھا کہ دنیا کی طلب میں خوبی یعنی اعتدال اختیار کرو خواہشات نفس کے پیچھے نہ پڑ جاؤ۔ انبیاء کی یہ تعلیم ان کے علم سے بہت دور تھی اس لئے تعلیم انبیاء کی طرف انھوں نے کوئی توجہ نہیں کی بلکہ انبیاء کی ہدایت کو حقیر سمجھا' انبیاء اور اور ان کی تعلیم کا مذاق بنایا اور اپنے علم کو دنیا کمانے کیلئے بہت ہی مفید سمجھا اور اس کے صحیح ہونے کا یقین رکھا' یا علم سے مراد ہے ان چیزوں کا علم جو آخرت میں کسی کے کام نہیں آئیگا جیسے علم طبعی' ریاضی' نجوم' جادو' شعبدے اور دوسرے وہ علوم جن کی نسبت یونان اور ہندوستان کی طرف کی جاتی ہے۔ ایک حکایت میں آیا ہے کہ افلاطون نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا امتحان لینے کیلئے آپ سے پوچھا اگر آسمان کمان ہو اور اس سے نکلنے والے حوادث تیر اور انسان اسکا نشانہ ہو اور تیر پھینکنے والا اللہ ہو تو پھر بھاگنے کی جگہ کون سی ہے؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: فَفِرُّوْٓا اِلَی اللّٰهِ یعنی اللہ ہی کی طرف بھاگو۔ یہ جواب سن کو افلاطون کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا یقین آ گیا پھر بھی ایمان نہیں لایا اور کہنے لگا کہ انبیاء ناقصوں کی ہدایت وتعلیم کیلئے ہوتے ہیں اور ہم کامل ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ سقراط نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نبی ہونے کا تذکرہ سنا اور لوگوں نے اس سے کہا کہ اگر آپ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں پہنچ جاتے تو بہتر ہوتا۔ کہنے لگا کہ ہم تو خود ہدایت یافتہ ہیں اور کسی اور ہادی کی کیا ضرورت۔ بعض اہل علم نے فَرِحُوْا بِمَا عِنْدَهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ نبیوں کے پاس جو علم خداداد تھا کافر اس پر ہنستے اور اس کو حقیر جانتے تھے۔ وَحَاقَ بِهِمْ مَا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ: یعنی جب انبیاء نے کافروں کی جہالت' گمراہی اور بد انجامی کو دیکھا اور اللہ کے دیئے ہوئے علم سے ان کو بڑی خوشی ہوئی اور انھوں نے اللہ تعالیٰ کا شکر کیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو علم نبوت کی نعمت عطا فرمائی اور کافروں کو انکی جہالت اور استہزاء کی سزا نے گھیر لیا۔ (مظہری) ۳؎ یعنی جب انھوں نے عذاب کی شدت اور اس کی ہولناکیوں کو دیکھ لیا تو کہا کہ ہم ایک اللہ پر ایمان لائے اور ہم ان بتوں کا انکار کرتے ہیں جنہیں ہم اس سے پہلے اس کے ساتھ عبادت میں شریک کرتے تھے۔ (صفوۃ التفاسیر) ۴؎ لیکن ایسے وقت کا ایمان انھیں کوئی نفع نہ دیگا جب وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کا مشاہدہ کر چکے ہوں۔ اس لئے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا امم ماضیہ کیلئے بنایا ہوا دستور ہے جو ان پر بھی جاری ہوگا۔ اس وقت کافروں کیلئے سوائے نقصان کے اور کچھ نہ ہوگا یہ انکار کرنے کا نتیجہ ہے کہ انہوں نے اللہ کو ایک نہیں مانا۔ (صفوۃ التفاسیر)

سُوْرَةُ حٰمٓ السَّجْدَةِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ اَرْبَعٌ وَّخَمْسُوْنَ اٰيَةً وَّسِتُّ رُكُوْعَاتٍ

سورہ حم سجدہ مکی ہے، اس میں ۵۴ آیات اور ۶ رکوع ہیں [1]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

بنام خدای بخشندہ مہربان

اللہ کے نام سے (جو بہت) رحم والا مہربان (ہے)

حٰمٓ ۝۱ تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝۲ كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ

ایں فرو فرستادن قرآن از خدای بخشندہ مہربان کتابیست بیدا گردہ شدہ آیات او

یہ قرآن کا اتارنا ہے بہت رحم والے مہربان کی طرف سے [2] ایک کتاب ہے جسکی آیات کو صاف صاف بیان کردی گئیں ہیں

قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝۳ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۚ فَاَعْرَضَ

قرآن عربی مر قومیرا کہ میدانند مژدہ دہندہ و بیم کنندہ پس روی تافتند

عربی قرآن ایسی قوم کیلئے جو جانتی ہو [3] خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا پس منہ پھیرا

اَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ۝۴ وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِيْٓ اَكِنَّةٍ مِّمَّا

اکثر ایشاں پس ایشاں نشنوند و گفتند دلہاے ما در پوشتی است از آنچہ

ان کے اکثر نے پس وہ سب نہیں سنتے ہیں [4] اور انھوں نے کہا ہمارے دل اس سے پردے میں ہیں

تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ وَفِيْٓ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّمِنْۢ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ

میخوانید ما را بسوے او و در گوشہاے ما گرانیست و از میان ما و میان تو

جسکی جانب آپ ہمیں بلاتے ہیں اور ہمارے کانوں میں گرانی ہے اور ہمارے اور تمہارے درمیان پردہ ہے پس تم

حِجَابٌ فَاعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ ۝۵ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ

پردہ است پس بکن ہر آئنہ ما عمل کنندگانیم بگو جز ایں نیست من آدمیم مانند شما

اپنا کام کرو بیشک ہم اپنا کام کرنے والے ہیں [5] آپ فرمادیجئے اسکے سوا کچھ نہیں ہے کہ میں تمہاری طرح آدمی ہوں

تفسیر اظہار العرفان

[1] اس میں ۳۳۵۰ حروف اور ۷۹۴ کلمات ہیں۔ (غرائب القرآن) یہ سورت مبارکہ بھی دیگر سورتوں کی طرح عقائدِ اسلامیہ پر مبنی ہے یعنی واحدانیت، رسالت، مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے اور جزا وسزا پر مشتمل ہے، اس کی ابتدا قرآن کریم سے متعلق ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے نازل کردہ ہے اس میں ایسے دلائل و براہین ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے سچے نبی ہیں اور یہ قرآن آپ کا قائم رہنے والا معجزہ ہے اس میں وحی اور رسالت پر بھی کلام ہے، اس کلام کے بعد کلام کا رخ حیات، آسمانوں اور زمین کی پیدائش، اس کی دقیق شکل جس سے یہ کفار منہ پھیرتے ہیں، ان تمام میں انھیں غور وفکر کی دعوت دی گئی ہے۔ اس سورت مبارکہ میں جھٹلانے والوں کو امم ماضیہ سے سبق حاصل کرنے کو کہا گیا ہے اور موجودہ کفار کو یہ احساس دلایا گیا ہے کہ جن قوموں کو ہلاک کیا گیا ہے وہ قومیں قوت میں تم سے کہیں زیادہ تھیں لیکن تکذیب رسول کی بناء پر انھیں ہلاک کردیا گیا، اس کے بعد کلام کو مجرمین سے پھیر کر مؤمنین اور متقین کی جانب لایا گیا اور بتایا گیا کہ متقین وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی شریعت اور اسکے دین پر قائم ہوں اللہ تعالیٰ دار الجنان میں انھیں امن وامان سے مکرم فرمائیگا، انھیں نبیوں، صدیقوں، شھداء اور صالحین کے ساتھ رکھا جائیگا، پھر اس سورت میں کلام ان کی جانب پھیرا گیا جو اللہ تعالیٰ کی آیتوں میں الحاد کرتے ہیں، اس سورت کا اختتام اس وعدہ پر ہے کہ آخر زمانہ میں اللہ تعالیٰ اپنے بعض اسرار پر اپنے بندوں کو مطلع فرمائیگا تا کہ قرآن کی صداقت پر بندہ دلیل قائم کرسکے۔ اس کا نام "سورہ فصلت" اس لئے ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنی وحدانیت اور قدرت کے دلائل کو بہت ہی واضح طور پر بیان فرمایا ہے۔ (صفوۃ التفاسیر) [2] یعنی یہ قرآن اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ ہے۔ (القرطبی) [3] حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں حلال اور حرام کو خوب واضح کرکے بیان فرمایا ہے، حضرت حسن کہتے ہیں کہ وعدہ اور وعید کو بیان فرمایا، حضرت سفیان یہ مطلب بیان کرتے ہیں کہ ثواب اور عقاب کو بیان فرمایا۔ فُصِّلَتْ کا مطلب ہے فُرِّقَتْ بَيْنَ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ یعنی حق اور باطل کے درمیان فرق کیا گیا، یا اس کے بعض کو بعض سے معانی کے اعتبار سے فرق کیا گیا۔ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ: حضرت ضحاک کہتے ہیں کہ یہ قرآن اللہ تعالیٰ کی جانب سے نازل کردہ ہے، یہ لوگوں کو معلوم ہوجائے۔ حضرت مجاہد یہ مطلب بیان کرتے ہیں کہ لوگوں کو معلوم ہوجائے کہ معبود صرف ایک ہی ہے، یہی توریت میں بھی ہے اور انجیل میں بھی۔ بعض نے یہ مطلب بیان کیا ہے کہ وہ سب جان لیں کہ یہ عربی قرآن ہے اور وہ سب اس کی مثل لانے سے قاصر ہیں۔ (القرطبی) [4] یعنی یہ قرآن مؤمنوں کو جنت نعیم کی خوشخبری دینے والا اور کافروں کو عذاب جحیم سے ڈرانے والا ہے لیکن اکثر مشرکین اس قرآن کی آیتوں پر غور وفکر نہیں کرتے ہیں، حالانکہ یہ قرآن ان کی زبان میں اترا تا کہ اس میں غور وفکر کریں۔ ابوحیان کہتے ہیں کہ اس قوم میں اہل علم ہونے کے باوجود قرآن سے منہ پھیرتے ہیں اس کے دلائل و براہین پر غور وفکر نہیں کرتے۔ قرطبی کہتے ہیں کہ یہ سورت قرآن کریم کے اعجاز کیلئے نازل ہوئی اور قریش کی توبیخ کیلئے۔ (صفوۃ التفاسیر) [5] مروی ہے کہ ابوجہل نے اپنے سر کو ایک کپڑے سے ڈھانپ لیا اور از راہِ مذاق کہنے لگا کہ اب ہمارے اور محمد ﷺ کے درمیان حجاب ہوگیا۔ فَاعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ: یعنی جس اللہ نے تمہیں بھیجا ہے تم اس کیلئے عمل کرو اور ہم اپنے معبودوں کی عبادت کریں گے۔ (القرطبی)

يُوحَىٰ إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ فَاسْتَقِيمُوا إِلَيْهِ

وحی کردہ شود بسوے من جز ایں نیست خدای شما خدای یگانہ است پس توجہ کنید بسوے او

میری طرف وحی کی جاتی ہے اسکے سوا کچھ نہیں کہ تمہارا خدا ایک ہے پس اس کی جانب متوجہ ہو جاؤ

وَاسْتَغْفِرُوهُ ۗ وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِينَ ۝٦ الَّذِينَ لَا يُؤْتُونَ

و آمرزش خواہید از و ویل مر مشرکانرا آنانکہ نہ دہند

اور اس سے مغفرت چاہو اور ویل ہے مشرکوں کیلئے [۱] وہ لوگ جو زکوۃ نہیں دیتے ہیں

الزَّكَاةَ وَهُم بِالْآخِرَةِ هُمْ كَافِرُونَ ۝٧ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا

زکوۃ و ایشاں بآخرت ایشاں کافرانند ہر آئینہ آنانکہ گرویدند

اور وہ سب آخرت کے منکر ہیں [۲] بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے

وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ ۝٨ قُلْ أَئِنَّكُمْ

و کردند نیکیہا ایشانراست مزد نا نہادہ منت بگو آیا شما

اور نیک کام کئے ان کیلئے نہ ختم ہونے والا اجر ہے [۳] آپ فرما دیجئے کیا تم

لَتَكْفُرُونَ بِالَّذِي خَلَقَ الْأَرْضَ فِي يَوْمَيْنِ وَ

البتہ کافر شوید بآنکہ آفرید زمین در دو روز و

اس کا انکار کرتے ہو جس نے زمین کو دو روز میں پیدا کیا اور

تَجْعَلُونَ لَهُ أَندَادًا ۚ ذَٰلِكَ رَبُّ الْعَالَمِينَ ۝٩ وَجَعَلَ

می سازید برائے او ہمتایان اینست پروردگار عالمیان و گردانید

اس کیلئے ہمسر ٹھہراتے ہو یہ ہے سارے جہان کا رب [۴] اور اس نے

فِيهَا رَوَاسِيَ مِن فَوْقِهَا وَبَارَكَ فِيهَا وَقَدَّرَ

دراں کوہہا از بالائے آں و برکت داد دراں و تقدیر کرد در زمین

اس میں اسکے اوپر پہاڑ بنائے اور اس میں برکت دی اور مقرر کی زمین میں

[۱] یعنی میں فرشتہ نہیں ہوں بلکہ میں ابن آدم میں سے ہوں [مطلب یہ ہے کہ ایسا نہیں ہے کہ تم مجھ سے تعلیم حاصل نہ کر سکو نہ میں جنات میں سے ہوں نہ فرشتوں میں سے ہوں] حضرت حسن کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپکو تواضع کی تعلیم دی۔ (القرطبی)

[۲] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہاں زکوۃ سے مراد لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہنا ہے اس لئے کہ یہ جانوں کی زکوۃ ہے' حضرت قتادہ یہ مطلب بیان کرتے ہیں کہ وہ لوگ اس کا انکار نہیں کرتے تھے کہ زکوۃ واجب ہے' حضرت ضحاک اور حضرت مقاتل کہتے ہیں کہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی طاعت میں صدقہ کرتے تھے نہ اور کسی طریقے سے خرچ کرتے تھے بلکہ کنجوسی اپنائے بیٹھے تھے۔ یہ آیت دلالت کر رہی ہے کہ زکوۃ نہ دینے کی وجہ سے بھی جہنم میں کافروں پر عذاب ہوگا۔ فراء وغیرہ کہتے ہیں کہ مشرکین خرچ کرتے تھے حاجیوں کو پانی پلاتے اور کھانا کھلاتے تھے لیکن جو حضرت محمد ﷺ پر ایمان لے آتا یہ سب کچھ اس کیلئے حرام کر دیتے ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ: اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ وہ لوگ طاعت میں خرچ نہیں کرتے تھے' نہ سیدھی راہ پر قائم رہتے تھے اور نہ مغفرت طلب کرتے تھے۔ زمخشری کہتے ہیں کہ مشرکین کے اوصاف میں سے منع زکوۃ اور آخرت کے انکار کو کیوں جمع کیا گیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ انسان کو اپنے مال سے بہت پیار ہوتا ہے اور یہ انسان کی روح کا دوست ہے پس جب اسے وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کریگا تو یہ قوی دلیل ہے کہ وہ صراط مستقیم پر گامزن ہے اور اس کی نیت میں صدق ہے۔ کیا آپ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کو نہیں دیکھتے وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ: "اور وہ لوگ جو اپنے اموال خرچ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی رضا تلاش کرنے کیلئے"۔ (القرطبی) [۳] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے غَيْرُ مَمْنُوْنٍ کا ترجمہ کیا غیر منقطع' حضرت مقاتل نے غیر ناقص یعنی کامل ترجمہ کیا' حضرت مجاہد نے ترجمہ کیا بے حساب' سدی کہتے ہیں کہ جو بیمار' اپاہج اور بوڑھے لوگ جوانی کی طرح عبادت سے عاجز ہو گئے ہوں ان کے حق میں اس آیت کا نزول ہوا۔ مطلب یہ ہے کہ جوانی اور صحت کی حالت میں وہ نیک عمل کرتے تھے کمزوری اور مجبوری کے زمانہ میں بھی ان کے اعمال ویسے ہی لکھے جاتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بندہ جب اچھے طریقہ سے عبادت کرتا رہتا ہے پھر بیمار ہو جاتا ہے تو اعمال نویس فرشتے کو حکم دیا جاتا ہے کہ اس کے ویسے ہی اعمال تحریر کر جیسے وہ صحت کی حالت میں کیا کرتا تھا یہ حکم اس وقت تک کیلئے دیا جاتا ہے جب تک اللہ اس کو بیماری سے آزاد نہ کردے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بندہ جب بیمار ہو جاتا ہے یا سفر کی حالت میں ہوتا ہے تو اس کیلئے ویسے ہی اعمال لکھے جاتے ہیں جیسے وہ وطن میں قیام اور صحت کی حالت میں کیا کرتا تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب مسلمان کسی دکھ میں مبتلا ہو جاتا ہے تو اللہ فرشتے کو حکم دیتا ہے اس کے ویسے نیک اعمال لکھ جو [صحت کی حالت میں] وہ کیا کرتا تھا اب اگر اللہ اس کو تندرستی دے دیتا ہے تو اللہ اس کے گناہ دھو دیتا ہے اور پاک کر دیتا ہے اور اگر اس کی روح قبض کر لیتا ہے تو اس کی مغفرت کر دیتا ہے اور اس کو رحمت سے نوازتا ہے۔ (مظہری) [۴] یعنی تم اللہ کا انکار کیسے کرتے ہو؟ وہی معبود ہے بلند شان والا' وہ ہر شے پر قادر ہے اس نے زمین کو دو روز میں بنایا اور تم ہو کہ اس کے ساتھ غیروں کو شریک ٹھہراتے ہو اور غیروں کی عبادت کرتے ہو۔ (صفوۃ التفاسیر)

فِيۡهَاۤ اَقۡوَاتَهَا فِىۡۤ اَرۡبَعَةِ اَيَّامٍ ؕ سَوَآءً لِّلسَّآئِلِيۡنَ ۝١٠ ثُمَّ

روزی ہاے اہل آں در چہار روز یکساں شد مر پرسندگانرا باز

روزی اس کے رہنے والوں کیلئے چار روز میں، برابر ہے پوچھنے والوں کیلئے ا پھر

اسۡتَوٰۤى اِلَى السَّمَآءِ وَهِىَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلۡاَرۡضِ

قصد کرد بسوے آسمان و او دود بود پس گفت آنرا و مر زمین را

قصد فرمایا آسمان کی جانب اور وہ دھواں تھا پس اسے اور زمین سے فرمایا ہر دو فرمانبرداری کیساتھ آؤ

ائۡتِيَا طَوۡعًا اَوۡ كَرۡهًا ؕ قَالَتَاۤ اَتَيۡنَا طَآئِعِيۡنَ ۝١١ فَقَضٰهُنَّ

ہر دو بیائید بفرمانبرداری یا از سر نا خواہش گفتند ہر دو آمدیم فرمانبردار پس پرداخت آنرا

یا نا چاہتے ہوئے، دونوں نے عرض کی ہم فرمانبرداری کیساتھ آئے ۲ پس اسے کر دیا

سَبۡعَ سَمٰوَاتٍ فِىۡ يَوۡمَيۡنِ وَاَوۡحٰى فِىۡ كُلِّ سَمَآءٍ اَمۡرَهَا ؕ

ہفت آسمانہا در دو روز و وحی کرد در ہر آسمان امرانرا

سات آسمان دو روز میں اور ہر آسمان میں اس کے کام کی وحی کی

وَزَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنۡيَا بِمَصَابِيۡحَ ۖ وَحِفۡظًا ؕ ذٰلِكَ تَقۡدِيۡرُ

و بیار است آسمان دنیا را بچراغہا و نگاہداشتیم آنرا اینست اندازہ

اور آسمانِ دنیا کو چراغوں سے آراستہ کیا اور ہم نے اس کی حفاظت کی، یہ ہے مقدار

الۡعَزِيۡزِ الۡعَلِيۡمِ ۝١٢ فَاِنۡ اَعۡرَضُوۡا فَقُلۡ اَنۡذَرۡتُكُمۡ صٰعِقَةً

خداوند غالب دانا پس اگر روگردانند پس بگو بیم کردم شما را از عذاب بے ہوش

غالب جاننے والے کی ۳ پس اگر وہ منہ پھیریں تو آپ فرمادیجئے میں نے تمہیں بیہوشی کے عذاب سے ڈرایا

مِّثۡلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّثَمُوۡدَ ۝١٣ اِذۡ جَآءَتۡهُمُ الرُّسُلُ

مانند صاعقۂ عاد و قوم ثمود چوں آمد بدیشاں پیغمبران

عاد اور قوم ثمود کی کڑک کی طرح ۴ جب رسول ان کے پاس آئے

تفسیر اظہار العرفان

ا یعنی زمین کے اوپر پہاڑ بنائے۔ وہب کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جب زمین بنائی تو پانی کے اوپر ہلنے لگی اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے جبرائیل جاؤ زمین کو پانی پر قرار دو، حضرت جبرائیل علیہ السلام نے زمین کو پانی پر قرار دیا۔ پھر ہوا زمین کو ہلانے لگی حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی یا اللہ! تجھے معلوم ہے اب ہوا زمین پر غالب آرہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اسے پہاڑوں کے ذریعے قرار دو۔ وَبَارَكَ فِيۡهَا: یعنی زمین پر جو کچھ پیدا کیا منافع میں سے اس میں اللہ تعالیٰ نے برکت رکھی۔ سدی کہتے ہیں کہ زمین پر اللہ تعالیٰ نے سبزہ اگایا۔ وَقَدَّرَ فِيۡهَاۤ اَقۡوَاتَهَا: حضرت حسن اور سدی کہتے ہیں کہ زمین پر رہنے والوں کیلئے رزق اور اس کے مصالح پیدا کئے۔ حضرت قتادہ اور مجاہد کہتے ہیں کہ منگل اور بدھ کے روز زمین پر نہریں، درخت اور چوپائے بنائے گئے۔ حضرت عکرمہ اور ضحاک کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اہل زمین کیلئے رزق پیدا فرمایا اور معیشت اور تجارت کیلئے ہر شہر میں مختلف قسم کے درخت بنائے تاکہ زندگی گذارنے کیلئے ایک شہر والے دوسرے شہر والے سے تجارت کریں۔ فِىۡۤ اَرۡبَعَةِ اَيَّامٍ: یعنی چوتھا روز اس کے تتمہ میں۔ جیسے کوئی کہتا ہے میں بصرہ سے بغداد دس روز میں پہنچا۔ (القرطبی)

۲ وَهِىَ دُخَانٌ: شاید دخان سے مراد مادہ دخان ہو اور وہ چھوٹے ننھے اجزا ہوں جن سے آسمان بنایا گیا ہے۔ آسمان کا مادہ دخان یعنی آبی بخارات ہیں [علمائے طبعیات اور فلاسفۂ یونان کے نزدیک دخان نام ہے ارضی اور آتشی اجزاء کے مخلوط امتزاجی قوام کا، اور بخار نام ہے آبی و ہوائی اجزاء کے مرکب امتزاجی کا۔ لیکن بغوی کے قول پر دخان سے مراد آبی بخارات ہیں] فَقَالَ لَهَا وَلِلۡاَرۡضِ ائۡتِيَا طَوۡعًا اَوۡ كَرۡهًا: یعنی جو تاثیر اور تاثر میں نے تمہارے اندر پیدا کیا ہے اس کو لیکر آ جاؤ، اور جو مختلف اوضاع اور طرح طرح کی کائنات تمہارے اندر میں نے ودیعت کردی ہے ان کو ظاہر کرو۔ یا یہ مطلب ہے کہ جس چیز کو میں تمہارے اندر پیدا کرنے والا ہوں اس چیز کو نمودار کردو۔ طاؤس نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا تفسیری قول نقل کیا ہے، میں نے لوگوں کی مصلحت کیلئے جو منافع تم دونوں کے اندر پیدا کئے ہیں۔ ان کو ظاہر کردو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے آسمان سے ارشاد فرمایا: اے آسمان! اپنے سورج، چاند اور ستاروں کو نمودار کر، اور اے زمین! اپنے اندر دریا کو رواں کر اور درختوں اور پھلوں کو برآمد کر۔ قَالَتَاۤ اَتَيۡنَا طَآئِعِيۡنَ: دونوں نے کہا ہم بخوشی حاضر ہیں۔ (مظہری) ۳ اہل اثر نے ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اتوار اور پیر کے روز زمین بنائی، منگل اور بدھ کے روز جو کچھ زمین میں ہے ان تمام کو بنایا، آسمان اور جو کچھ اس میں ہے ان تمام کو جمعرات اور جمعہ کے روز بنایا اور جمعہ کے روز آخری ساعت میں فارغ ہوا تو اس ساعت میں حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش ہوئی اور یہ وہی ساعت ہے جس میں قیامت قائم ہوگی۔ وَاَوۡحٰى فِىۡ كُلِّ سَمَآءٍ اَمۡرَهَا: حضرت مقاتل کہتے ہیں کہ ہر آسمان کو اس کام کا حکم دیا جو اللہ نے چاہا، حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ اس میں سورج، چاند اور ستارے بنائے۔ سدی کہتے ہیں کہ ہر آسمان میں ملائکہ بنائے۔ وَزَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنۡيَا: پھر آسمانوں میں سے ہر آسمان کو الگ الگ نور سے مزین فرمایا جس کا علم اللہ ہی کو ہے۔ (تفسیر کبیر) ۴ یعنی محبت چونکہ کامل طور پر مکمل ہوگئی ہے اب اگر مشرکین اپنے شرک پر ڈٹے رہے اور اپنی جہالت کا مظاہرہ کرتے رہے تو ان کا علاج سوائے اس کے کچھ نہیں کہ ان پر بھی عذاب اتارا جائے۔ مبرد کہتے ہیں کہ صاعقہ ایسی آواز کو کہتے ہیں جو انسان کو ہلاک کردے۔ (تفسیر کبیر)

مِنۡۢ بَيۡنِ اَيۡدِيۡهِمۡ وَمِنۡ خَلۡفِهِمۡ اَلَّا تَعۡبُدُوۡۤا اِلَّا

از پیش دی ایشاں و از پس ایشاں بآنکہ نمی پرستید مگر

ان کے آگے سے اور ان کے پیچھے سے کہ نہ عبادت کرو مگر

اللّٰهَ‌ؕ قَالُوۡا لَوۡ شَآءَ رَبُّنَا لَاَنۡزَلَ مَلٰٓـئِكَةً فَاِنَّا بِمَاۤ

خدایرا گفتند خواستی پروردگار ما ہر آئنہ فرستادی فرشتگانرا پس ہر آئنہ ما بآنچہ

اللہ کی انھوں نے کہا اگر ہمارا رب چاہتا تو بیشک فرشتوں کو بھیجتا پس بیشک جس کیساتھ

اُرۡسِلۡتُمۡ بِهٖ كٰفِرُوۡنَ ﴿۱۴﴾ فَاَمَّا عَادٌ فَاسۡتَكۡبَرُوۡا فِى الۡاَرۡضِ

فرستادہ شدید باں کافرانیم پس اما عاد پس تکبر کردند در زمین

تم بھیجے گئے ہو ہم اس کا انکار کرتے ہیں ۱؎ پس عاد سو انھوں نے زمین میں

بِغَيۡرِ الۡحَـقِّ وَقَالُوۡا مَنۡ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً‌ ؕ اَوَلَمۡ يَرَوۡا اَنَّ

بناحق و گفتند کیست سخت تر از ما از روے قوت آیا نداستند ہر آئنہ

ناحق تکبر کیا اور کہا کون ہے ہم سے سخت تر از روئے قوت، کیا انھوں نے نہ جانا بیشک

اللّٰهَ الَّذِىۡ خَلَقَهُمۡ هُوَ اَشَدُّ مِنۡهُمۡ قُوَّةً‌ ؕ وَكَانُوۡا

خدا آنست بیافرید ایشانرا آں سخت تر است از ایشاں از روئے قوت و بودند

اللہ جس نے اسے پیدا کیا ان سے زیادہ سخت تر ہے از روئے قوت' اور وہ سب

بِاٰيٰتِنَا يَجۡحَدُوۡنَ ﴿۱۵﴾ فَاَرۡسَلۡنَا عَلَيۡهِمۡ رِيۡحًا صَرۡصَرًا

بآیات ما منکر شدند پس فرستادیم ما بر ایشاں بادی جہندہ

ہماری آیتوں کے منکر ہوئے ۲؎ پس ہم نے ان پر اچھال دینے والی ہوا بھیجی

فِىۡۤ اَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ لِّـنُذِيۡقَهُمۡ عَذَابَ الۡخِزۡىِ فِى

در روز ہاے شوم تا بچشانیم ایشانرا عذاب رسوای در

شامت کے دنوں میں تا کہ ہم انھیں رسوائی کا عذاب چکھائیں

تفسیر اظہار العرفان

۱؎ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ابو جہل اور قریش کے کچھ سرداروں نے کہا کہ محمد ﷺ کا معاملہ ہماری سمجھ میں ٹھیک نہیں آتا کسی ایسے آدمی کو تلاش کرو جو شاعری' کہانت اور جادو سے واقف ہو۔ وہ جا کر محمد ﷺ سے گفتگو کرے اور پھر آ کر ہم کو صاف صاف بتائے۔ عقبہ بن ربیعہ بولا: واللہ میں نے شعر بھی سنے ہیں اور کہانت وسحر کے الفاظ بھی اور مجھے اس سے کچھ واقفیت بھی ہے اگر اس میں کوئی بات ہوگی تو مجھ سے چھپی نہیں رہے گی۔ غرض عتبہ وہاں سے اٹھ کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچا اور کہنے لگا اے محمد (ﷺ) تم بہتر ہو یا ہاشم تم بہتر ہو یا عبدالمطلب تم بہتر ہو' یا عبداللہ تم ہمارے معبودوں کو کیوں برا کہتے ہو؟ اور کیوں ہمارے اسلاف کو گمراہ قرار دیتے ہو؟ اگر تم سرداری کے خواستگار ہو تو ہم اپنے جھنڈے تم کو دیدیں گے اور اگر عورت کے خواہش مند ہو تو قریش کی دس عورتوں سے جن کو تم پسند کرو تمہارا نکاح کر دیں گے اور اگر تم مال کے طلبگار ہو تو ہم تمہارے لئے اتنا مال جمع کر دیں گے کہ تم بھی دولت مند ہو جاؤ گے اور تمہارے بعد آنے والی نسل بھی۔ عتبہ کہتا رہا اور رسول اللہ ﷺ خاموش سنتے رہے جب وہ کہہ چکا تو رسول اللہ ﷺ نے پڑھنا شروع کیا۔ بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ حٰمٓ تَنۡزِيۡلٌ مِّنَ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ كِتٰبٌ فُصِّلَتۡ اٰيٰتُهٗ قُرۡاٰنًا عَرَبِيًّا: آپ نے یہ آیات مِثۡلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّثَمُوۡدَ تک پڑھیں۔ عتبہ نے ڈر کر فوراً رسول اللہ ﷺ کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا اور رشتہ داری کی قسم دے کر خاموش ہو جانے کی درخواست کی پھر لوٹ کر سیدھے اپنے گھر پہنچ گیا' قریش کے پاس نہیں گیا اپنے گھر میں بیٹھا رہا' یہ بات دیکھ کر ابو جہل نے کہا: اے قریش والو! خدا کی قسم! ہم کو یہ نظر آتا ہے کہ عتبہ محمد ﷺ کی طرف جھک گیا ہے اور محمد ﷺ کے کھانے پر ریجھ گیا ہے اور اس کی وجہ صرف یہی ہو سکتی ہے کہ وہ مفلس ہو گیا ہے ذرا اس کے پاس تو چلو۔ قریش والے عتبہ کے پاس گئے اور ابو جہل نے اس سے کہا: عتبہ خدا کی قسم ہم کو تو ایسا دکھائی دیتا ہے اور تم ہمارے پاس بھی نہیں آئے اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ تمہارا جھکاؤ محمد ﷺ کی طرف ہو گیا اور تم ان کے کھانے پر ریجھ گئے اگر تم ضرورت مند ہو تو ہم تمہارے لئے اتنا مال جمع کر دیں جو محمد ﷺ کے کھانے سے تم کو بے نیاز کر دے۔ یہ بات سن کر عتبہ کو غصہ آ گیا اور قسم کھا کر کہا آئندہ محمد ﷺ سے وہ بات بھی نہیں کریگا اور بولا تم لوگ واقف ہو کہ میں قریش کے اندر بڑے مال دار لوگوں میں سے ہوں بات یہ ہوئی کہ میں ان کے پاس گیا تھا اور ان سے پورے حالات بیان کئے تھے لیکن مجھے انھوں نے ایسا جواب دیا کہ خدا کی قسم! نہ وہ شعر ہے نہ کہانت اور نہ جادو کے الفاظ۔ پھر عتبہ نے سورت پڑھ کر سنائی' یہ کلام سن کر میں نے ان کے منہ پر ہاتھ رکھ کر خاموش کر دیا اور رشتہ داری کا واسطہ دیکر کہا کہ وہ چپ ہو جائیں۔ تم جانتے ہو کہ محمد ﷺ جب کوئی بات کہتا ہے تو جھوٹ نہیں کہتا اس سے مجھے ڈر ہو گیا کہ کہیں تم پر عذاب نہ آ جائے۔ (مظہری) ۲؎ کفار کو اپنی طاقت اور جسامت پر غرور تھا اور کہتے تھے کہ ہم پر اگر عذاب آئیگا تو ہم اتنی طاقت رکھتے ہیں کہ اس عذاب کو دفع کر دیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے انھیں بتایا کہ ان سے بھی طاقت میں جو لوگ زیادہ تھے ہم نے ان کو ہلاک کیا اس وقت ان کی طاقت اور جسامت کام نہ آئی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ قوم عاد کا لمبا آدمی سو ہاتھ کا ہوتا تھا اور ان کا چھوٹا آدمی ساٹھ ہاتھوں کا ہوتا تھا۔ ان لوگوں نے جب اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کیا تو اللہ تعالیٰ کے عذاب نے آ گھیرا اور وہ سب کے سب ہلاک کر دیئے گئے۔ (القرطبی)

تفسیر اظہار العرفان

الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۖ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَخْزٰى وَهُمْ لَا

زندگانی دنیا و هر آئنه عذاب آخرت رسوا کننده است و ایشاں

دنیا کی زندگی میں اور بیشک آخرت کا عذاب زیادہ رسوا کرنے والا ہے اور وہ سب

يُنْصَرُوْنَ ﴿١٦﴾ وَاَمَّا ثَمُوْدُ فَهَدَيْنٰهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰى

یاری داده نشوند و اما ثمود پس راه نمودیم ایشانرا پس بر گزیدند نا بینائی را

مدد نہ کئے جائیں گے ۱ اور ثمود پس ہم نے انھیں راہ دکھائی تو انھوں نے

عَلَى الْهُدٰى فَاَخَذَتْهُمْ صٰعِقَةُ الْعَذَابِ

بر هدایت پس گرفت ایشانرا صاعقه عذاب

گمراہی پسند کی ہدایت پر تو انھیں کڑک کے عذاب نے پکڑ لیا

الْهُوْنِ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿١٧﴾ وَنَجَّيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

خوار کننده بآنچه بودند کسب میکردند و برهانیدیم آنانکه گرویدند

خوار کرنے والا اس سبب جو وہ سب کرتے تھے ۲ اور ہم نے ان لوگوں کو نجات دی جو ایمان لائے

وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿١٨﴾ وَيَوْمَ يُحْشَرُ اَعْدَآءُ اللّٰهِ اِلَى النَّارِ

و بودند پرہیز میکردند و روزیکه حشر کرده شود دشمنان خدایرا بسوے آتش

اور پرہیزگاری کرتے تھے ۳ اور جس روز اللہ کے دشمنوں کو آگ کی جانب جمع کیا جائیگا

فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ﴿١٩﴾ حَتّٰٓى اِذَا مَا جَآءُوْهَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ

پس ایشاں رانده شوند تا چوں بیایند بآتش گواہی دهند بر ایشاں گوشهاے ایشاں

تو وہ سب ہانکے جائیں گے ۴ یہاں تک کہ جب آگ کے پاس آئیں گے تو انکے کان

وَاَبْصَارُهُمْ وَجُلُوْدُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٢٠﴾ وَقَالُوْا

و دیدهاے ایشاں و پوستهاے ایشاں بآنچه بودند میکردند و گویند

اور انکی آنکھیں اور انکی کھالیں ان پر گواہی دینگی جو وہ سب کرتے تھے ۵ اور وہ کہیں گے

۱ اس آیت میں رِيْحًا صَرْصَرًا دراصل صاعقہ کی تفسیر ہے یعنی ایسی سرد تیز ہوا جس میں سخت آواز بھی تھی۔ حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ شوال کے آخر میں بدھ کے دن سے بدھ تک ان پر عذاب آیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ کسی قوم پر عذاب نہیں آیا مگر بدھ کے روز۔ نَحِسَاتٍ: یعنی سخت سردی کے دنوں میں، بعض نے کہا کہ اس سے مراد ہے پے در پے، حضرت ضحاک کہتے ہیں کہ اس سے سختی مراد ہے، بعض نے کہا کہ وہ دن مراد ہے جس میں بہت زیادہ گرد و غبار ہو۔ حضرت ضحاک کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تین سالوں تک ان پر بارش نہیں برسائی اور ان پر خشک ہوا بغیر بارش کے چلائی۔ ان میں سے کچھ لوگ مکہ کی جانب نکلے تاکہ وہاں عبادت کر کے بارش کیلئے دعا کریں کیونکہ اس زمانے کا معمول تھا کہ قوم پر اگر کوئی مصیبت آتی تو اس مصیبت سے نجات کیلئے مکہ آ کر دعا کرتے تھے۔ اس لئے مکہ میں مسلمان اور کافر سب ہی جمع ہو جاتے تھے۔ حضرت جابر بن عبداللہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جب کسی قوم کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا تو اس قوم پر بارش برساتا اور تیز ہوا کو روک دیتا اور کسی قوم کے ساتھ شر کا ارادہ فرماتا تو اس قوم پر بارش نہیں برساتا اور تیز ہوا ان پر چلاتا۔ (القرطبی)

۲ یعنی ہم نے قوم ثمود کیلئے ہدایت اور گمراہی خوب واضح کر کے بیان کی۔ لیکن ان لوگوں نے ایمان پر کفر کو پسند کیا۔ ابو العالیہ کہتے ہیں کہ انھوں نے بیان پر اندھے پن کو پسند کیا، سدی کہتے ہیں کہ انھوں نے طاعت پر معصیت کو اختیار کیا۔ (القرطبی)

۳ یعنی حضرت صالح علیہ السلام اور وہ لوگ جو ان پر ایمان لائے ان سب کو اس عذاب سے نجات دی۔ (صفوة التفاسیر) ۴ جاننا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے جب کفار کے دنیا کے عذاب کو بیان فرمایا تو اب اس کے بعد آخرت کے عذاب کو بیان فرما رہا ہے تاکہ تبلیغ کے باب میں زجر مکمل ہو جائے۔ (تفسیر کبیر) يُوْزَعُوْنَ: یعنی ہنکائے جائیں گے اور دھکے دیکر دوزخ کی طرف لے جائیں گے، قتادہ اور سدی کہتے ہیں کہ آگے والوں کو روک دیا جائیگا تاکہ پچھلے لوگ آ کر ان سے مل جائیں۔ بیضاوی نے لکھا ہے کہ اس سے مراد دوزخیوں کی کثرت کا اظہار ہے۔ (مظہری) ۵ سدی اور اہل تفسیر کی ایک جماعت نے کہا کہ کھالوں سے مراد شرمگاہیں ہیں، حضرت مقاتل کہتے ہیں کہ ہاتھ پاؤں بولیں گے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے یکایک آپ مسکرا دیئے اور فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ میں کس وجہ سے مسکرا رہا ہوں؟ ہم نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول ہی جانے۔ آپ نے فرمایا: میں اس لئے مسکرا رہا ہوں کہ بندہ اپنے رب سے مخاطب ہو کر عرض کریگا اے میرے رب! کیا تو نے مجھے ظلم سے پناہ نہیں دیدی ہے [کیا تو نے یہ نہیں فرما دیا ہے کہ کسی پر ظلم نہ ہوگا] اللہ تعالیٰ فرمائیگا کیوں نہیں؟ بندہ عرض کریگا پھر میرے خلاف شہادت دینے والا کوئی میرا ہی عضو ہو، کسی اور کو میں اپنے خلاف شہادت دینے کی اجازت نہیں دونگا۔ اللہ فرمائیگا بس آج تیرا ہی نفس تیرے خلاف شہادت دیگا یا اعمال لکھنے والے فرشتے گواہ ہونگے۔ اس کے بعد اللہ اس کے منہ پر مُہر لگا دیگا اور اعضاء کو حکم دیگا تم بولو، ہاتھ پاؤں اس کے اعمال بول کر بتائیں گے پھر اس کے بعد بات کرنے کی آزادی دیدی جائیگی تو وہ کہے گا دور ہو جاؤ تمہارا ناس جائے تمہاری طرف سے ہی تو میں دفاع کر رہا تھا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں اس طرح ہے کہ اللہ اس کے منہ پر مُہر لگا دیگا اور اس کی ران کو بولنے کا حکم دیگا فوراً اس کی ران، اس کا گوشت اور ہڈی بول پڑے گی اور اس کے اعمال بیان کریگی۔ (مظہری) اللہ تعالیٰ ان اعضاء کو زبان عطا فرمائیگا پھر یہ اعضاء اس شخص کے خلاف گواہی دیں گے۔ (تفسیر کبیر)

لِجُلُوْدِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا ؕ قَالُوْٓا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِيْٓ

مر پوستهاے خود را چرا گواہی دادید بر ما گویند سخن آورد ما را خدای آنکه

اپنی کھالوں سے تم نے کیوں گواہی دی ہم پر؟ وہ کہے گی اللہ نے ہمیں کلام کرنے کی طاقت دی جس نے

اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَّهُوَ خَلَقَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۱﴾

بسخن آورد ہر چیز و او بیافرید شما را اول بار و بسوے او است باز گشتید

ہر چیز کو بولنے کی طاقت دی اور اس نے پہلی بار پیدا کیا اور اسی کی جانب تم سب لوٹائے جاؤ گے [۱]

وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ اَنْ يَّشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَ

و نبودید شما پوشیده شده آنکه گواہی میدہند بر شما گوشتہاے شما و

اور (دنیا میں) تم لوگ اس خیال سے پردہ داری بھی تو نہیں کرتے تھے کہ تم پر تمہارے کان اور

لَآ اَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُوْدُكُمْ وَلٰكِنْ ظَنَنْتُمْ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَعْلَمُ

نه دیدہاے شما و نه پوستہاے شما و لیکن گمان داشتید ہر آئنه خدای نمیداند

تمہاری آنکھیں اور تمہاری کھالیں تمہارے خلاف گواہی دینگی لیکن تم گمان کرتے رہے کہ اللہ جانتا نہیں ہے

كَثِيْرًا مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۲﴾ وَذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِيْ ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ

بسیار برا از آنچه میکردید و آں ظن شما ست آنکه گمانبردید پروردگار خود

اس بہت سے کام کو جو تم کرتے تھے [۲] اور وہ تمہارا گمان ہے جو تم نے اپنے رب کے ساتھ کیا

اَرْدٰىكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۲۳﴾ فَاِنْ يَّصْبِرُوْا

ہلاک کرد شما پس گشتید از زیانکاران پس اگر صبر کنند

ہلاک کیا تمہیں پس نقصان والوں میں ہو گئے [۳] پس اگر وہ سب صبر کریں

فَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ۚ وَاِنْ يَّسْتَعْتِبُوْا فَمَا هُمْ مِّنَ الْمُعْتَبِيْنَ ﴿۲۴﴾

پس آتش جای ایشانراست و اگر خوشنودی حق جویند پس نیستند ایشاں از جانب گردد

تو آگ ان کا ٹھکانا ہے اور اگر حق کی خوشنودی چاہیں تو ان کیلئے ایسا ہونا نہیں ہے [۴]

[۱] میں نے مفسرین کرام کے اقوال اس سلسلے میں نہیں دیکھے کہ اعضائے ثلثہ کو کیوں خاص کیا گیا۔ اس میں شک نہیں ہے کہ حواس پانچ ہیں کان، آنکھ، ناک، زبان اور لمس یعنی چھونے کی قوت۔ اس میں بھی شک نہیں ہے کہ آلۂ لمس یعنی چھونے کا آلہ جلد ہے پس اللہ تعالیٰ نے اس جگہ تین کا ذکر فرمایا جبکہ ذوق اور سونگھنے کی قوت کو لمس یعنی جلد کے تابع رکھا کیونکہ کسی چیز کو سونگھنا اور کسی چیز کا زبان پر رکھ کر چکھنا دراصل لمس میں شامل ہیں [شاید اسی بناء پر حواسِ خمسہ میں سے تین کا ذکر کیا گیا ہے] (تفسیر کبیر)

[۲] یہ قول ہوسکتا ہے کہ اعضاء کا ہو، یہ بھی ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ہو، یہ احتمال بھی ہے کہ ملائکہ کا قول ہو، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بیت اللہ کے پاس تین اشخاص جمع ہوئے دو قریش میں سے تھے اور ایک ثقفی، یا دو ثقفیوں میں سے تھے اور ایک قرشی۔ ان تینوں کے پیٹ تو موٹے تھے جن پر چربی کی تہہ جمی ہوئی تھی اور دلوں میں سمجھ کم تھی۔ ان میں سے ایک نے کہا: کیا تم جانتے ہو ہم جو کلام کرتے ہیں اللہ اسے سنتا ہے؟ دوسرے نے کہا: اگر ہم جہر سے کلام کریں تو سنتا ہے اور اگر ہم اپنے کلام کو آہستہ رکھیں تو نہیں سنتا ہے۔ تیسرے نے کہا ہم اپنے کلام کو آہستہ رکھیں یا جہر سے کلام کریں ہر دو کو اللہ سنتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ تَسْتَتِرُوْنَ: مطلب یہ ہے کہ تم جن باتوں کو اپنے آپ سے بھی چھپانا چاہتے ہوتا کہ تمہارے اعضاء تمہارے خلاف گواہی نہ دیں انکو بھی تم اپنے اعضاء سے چھپا نہیں سکتے ہو۔ انسان کیلئے ممکن نہیں ہے کہ وہ اپنے عمل کو اپنے اعضاء سے چھپا سکے۔ (القرطبی)

[۳] یہ آیت کریمہ دلالت کررہی ہے کہ جس کا یہ گمان ہو کہ وہ اپنے اعمال میں سے بعض کو اللہ تعالیٰ سے چھپالے گا ایسا انسان ہلاک ہونے والوں میں سے ہوگا۔ اہل تحقیق کہتے ہیں کہ ظن کی دو قسمیں ہیں۔ ظن حسن باللہ اور ظن فاسد۔ اللہ تعالیٰ کی ذات سے ظن حسن یہ ہے کہ بندہ اس کی رحمت اور فضل کا امیدوار ہو۔ نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں اپنے بندہ کے پاس اس کے ظن کے مطابق ہوں۔ دوسرے مقام پر رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ تم میں سے کوئی ایک نہ مرے مگر اس حال میں کہ اس کا ظن اللہ تعالیٰ سے حسن ہو۔ ظن فاسد یہ ہے کہ بندہ یہ گمان کرے کہ اللہ تعالیٰ جو اس کے بعض احوال سے واقف ہے اس پر اسے عذاب دیگا۔ حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ ظن کی دو قسمیں ہیں۔ ظن منج اور ظن مرد۔ پس ظن منج اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں ہے اِنِّيْ ظَنَنْتُ اَنِّيْ مُلٰقٍ حِسَابِيَهْ: ترجمہ ''مجھے یقین تھا کہ میں اپنے حساب کو پہنچوں گا'' دوسری جگہ ارشاد ہے اَلَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ: ترجمہ ''وہ لوگ جو اپنے رب کی ملاقات پر یقین رکھتے ہیں''۔ اور ظن مردی جو اس آیت کریمہ میں ہے۔ (تفسیر کبیر) حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ کچھ لوگ ایسے ہیں کہ جب تک دنیا میں رہے انکے معبود ان کی خواہشات تھیں ان کیلئے کوئی نیکی نہیں ہے۔ ان میں سے ایک کہتا ہے کہ میں اپنے رب کے ساتھ حسن ظن رکھتا ہوں لیکن اس کا عمل اس کی تکذیب کرتا ہے۔ اگر وہ اپنے رب کے ساتھ حسن ظن رکھتے ہیں تو چاہیئے تھا کہ حسن عمل بھی کرتے۔ پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جو گناہوں پر مداومت کرتے تھے، مغفرت پر کلام کرتے تھے لیکن توبہ نہیں کرتے تھے یہاں تک کہ اس دنیا سے مفلسی کی حالت میں گذر گئے پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔ (القرطبی) [۴] یعنی اگر یہ لوگ صبر کریں (یا نہ کریں) ان کا ٹھکانا جہنم ہے نہ وہاں سے بھاگ سکیں گے اور نہ وہاں سے نکالے جائیں گے، اگر وہاں اللہ کی رضا چاہنے کی کوشش کریں گے جب بھی اللہ تعالیٰ ان سے راضی نہیں ہوگا۔ (صفوۃ التفاسیر)

وَقَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَآءَ فَزَيَّنُوْا لَهُمْ مَّا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا

و بر انگیختیم برائے ایشاں یاران پس بیا راستند برائے ایشاں آنچہ پیش ایشانست و آنچہ

اور ہم نے ان کیلئے کچھ ساتھی تیار کئے تو انھوں نے آراستہ کیا ان کے واسطے جو انکے سامنے ہے اور جو

خَلْفَهُمْ وَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ

پس ایشانست و واجب شد بر ایشاں گفتار در امتانی دیگر ہر آئنہ گذشتند پیش

ان کے پیچھے ہے اور ان پر بات واجب ہوئی دیگر امتوں میں جو تحقیق

قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۚ اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿۲۵﴾ وَ

از ایشاں از جینان و آدمیان ایشاں بودند زیانکاران و

ان سے پہلے جنوں اور آدمیوں میں سے گذر چکیں اور وہ سب نقصان والے تھے ۱ اور

قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا

گویند کافران نشوید ایں قرآن و سخنان لغو

کافر کہتے ہیں کہ اس قرآن کو نہ سنو اور اس میں بے ہودہ باتیں کرو

فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ ﴿۲۶﴾ فَلَنُذِيْقَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

دراں شاید کہ شما غلبہ کنید پس البتہ بچشانیم آنانکہ نگرویدند

شاید کہ تم غلبہ پا جاؤ ۲ پس ہم ضرور ان لوگوں کو چکھائیں گے جو ایمان نہ لائے

عَذَابًا شَدِيْدًا ۙ وَّلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَسْوَاَ الَّذِيْ كَانُوْا

عذابے سخت و البتہ پاداش دہیم ایشانرا بد ترین کار آنانکہ بودند

سخت عذاب' اور ضرور ہم بدلہ دیں گے انھیں بد ترین کام کا جو وہ سب

يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۷﴾ ذٰلِكَ جَزَآءُ اَعْدَآءِ اللّٰهِ النَّارُ ۚ لَهُمْ فِيْهَا

میکردند ایں پاداش دشمنان خدا ست آتش ایشانراست دراں

کرتے تھے ۳ دوزخ' یہ اللہ کے دشمنوں کا بدلا ہے ان کیلئے اس میں

تفسیر اظہار العرفان

۱ نقاش کہتے ہیں کہ یہ مطلب ہے کہ ہم نے ان کیلئے شیاطین تیار کر رکھے ہیں' یہ مطلب بھی بیان کیا گیا ہے کہ ان کے دوست کامکمل طور پر ان پر تسلط تھا اور ان کے ساتھی گناہوں کے کام کو ان کیلئے مزین کرتے تھے اور یہ قرناء یعنی ساتھی جنات' شیاطین اور انسانوں میں سے تھے۔ کہا گیا ہے کہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے ان کیلئے جہنم میں اس ساتھی کو تیار رکھا ہے جو دنیا میں ان کے اعمال کو مزین کیا کرتا تھا۔ بعض نے یہ مطلب بیان کیا ہے کہ ہم نے ان میں سے ہر ایک کو دوسرے کا محتاج بنایا ہے۔ فقیر کو غنی کا محتاج بنایا اور غنی کو فقیر کا محتاج بنایا کہ وہ فقراء سے مدد لیتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ لوگ ایسے لوگ ہیں کہ دنیا میں انھیں آخرت کی رغبت دلانا یا نہ دلانا برابر تھا۔ زجاج کہتے ہیں کہ ان لوگوں نے آخرت کیلئے کچھ بھی نہیں کیا۔ حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ ان کا جو عقیدہ تھا انھوں نے اپنے عقیدے کے مطابق عمل نہیں کیا۔ لہذا ان پر وہ عذاب واجب ہوا جو ان سے پہلے لوگوں پر انکے کفر کے سبب واجب ہوا تھا۔ (القرطبی) کشف الاسرار میں ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی بندہ کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کیلئے نیک ساتھی تیار فرما دیتا ہے جو طاقت کے معاملے میں اس کی مدد کرتا ہے اور اسے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی جانب بلاتا ہے اور جب کسی بندہ کے ساتھ شر کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کیلئے ایسا ساتھی تیار فرماتا ہے جو اسے برائی کی جانب لے جاتا ہے اور اسے شیطان کی جانب لے جاتا ہے پھر وہ ساتھی اس پر مسلط ہو جاتا ہے ایسا ساتھی اس کیلئے نفسِ امارہ سے بھی زیادہ خطرناک ہوتا ہے کیونکہ یہ اسے ہلاکت اور گمراہی کی جانب لے جاتا ہے۔ مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ اے داؤد! تم اپنے نفس سے دشمنی کرو۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہم جہادِ اصغر سے جہادِ اکبر کی جانب لوٹے یعنی خارجی دشمن سے جہاد کے بعد اب ہم داخلی دشمن یعنی نفس سے جہاد کریں گے۔ خبر میں ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے اپنے نفس سے دشمنی کریگا اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اسے امن عطا فرمائیگا۔ (روح البیان) ۲ جب اللہ تعالیٰ نے قوم ہود' قوم صالح وغیرہ کے کفر کے بارے میں خبر دی تو اب مشرکین قریش کے بارے میں خبر دے رہا ہے کہ ان لوگوں نے قرآن کریم کو کس طرح جھٹلایا۔ کہا گیا ہے کہ آیت میں لَا تَسْمَعُوْا سے مراد ہے کہ تم اس قرآن کی اطاعت نہ کرو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ابو جہل نے اپنے لوگوں سے کہا کہ محمد ﷺ جب بھی قرآن پڑھیں تو ان کے سامنے خوب شور مچاؤ یہاں تک کہ انھیں بھی خبر نہ ہو کہ وہ کیا پڑھ رہے ہیں۔ کہا گیا ہے کہ کافروں نے یہ حرکت اس وقت کی جب قرآن کریم کی طرح کوئی آیت لانے سے عاجز ہو گئے۔ حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ قرآن کی تلاوت کے وقت وہ لوگ سیٹیاں اور تالیاں بجاتے تھے اور بے ہودہ قسم کی آوازوں کے ساتھ شور مچاتے تھے۔ حضرت ضحاک کہتے ہیں کہ بہت زیادہ کلام کرنے لگتے تھے تا کہ غلط ملط ہو جائے۔ (القرطبی) ۳ کافروں نے ایسے شور شرابا کو اپنی کامیابی سمجھ لی تھی اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے محبوب ﷺ کی مدد فرمائی اور فرمایا کہ ان کافروں کیلئے ہمارے یہاں دردناک عذاب ہے۔ آیت میں اَسْوَءَ سے کیا مراد ہے؟ اس کے بارے میں اختلاف ہے اکثر مفسرین کہتے ہیں کہ اس سے برے اعمال مراد ہیں' حضرت حسن کہتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انھیں ان کے اچھے اعمال پر بدلا نہیں دیگا اس لئے کہ کفر کے سبب وہ سب ضائع ہو گئے اب ان کے پاس اعمال قبیحہ اور باطلہ کے سوا کچھ بھی باقی نہ رہے۔ (تفسیر کبیر) عذاب شدید سے مراد وہ عذاب ہے جو کبھی منقطع نہ ہو' اَسْوَءُ سے مراد شرک ہے کیونکہ اعمال میں سب سے برا شرک ہی ہے۔ (القرطبی)

دَارُ الْخُلْدِ ؕ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ﴿٢٨﴾

سرای جاوید پاداش بد آنچه بودند بآیات ما انکار میکردند و گفتند

ہمیشہ رہنے والا گھر ہے برا بدلا ہے اس کا جو ہماری آیتوں کا انکار کرتے تھے ۱ اور کہا

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا رَبَّنَآ اَرِنَا الَّذَيْنِ اَضَلّٰنَا مِنَ

آنانکه نگرویدند اے پروردگار ما بنمای ما را آنانکه گمراه کردند ما را از دیوان و

ان لوگوں نے جو ایمان نہ لائے اے ہمارے رب! تو ہمیں ان لوگوں کو دکھا جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا جنوں میں سے اور

الْجِنِّ وَالْاِنْسِ نَجْعَلْهُمَا تَحْتَ اَقْدَامِنَا لِيَكُوْنَا مِنَ

آدمیان تا در آریم ایشانرا زیر قدمہائے ما تا باشند از

انسانوں میں سے تا کہ ہم انھیں اپنے پاؤں کے نیچے (روند) ڈالیں تا کہ وہ سب

الْاَسْفَلِيْنَ ﴿٢٩﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا

زیر تران ہر آئنہ آنانکه گفتند پروردگار ما الله است پس براں ایستادند

سے نیچے ہو جائیں ۲ بیشک وہ لوگ جنہوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر قائم رہے

تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا

فرو آیند بر ایشاں فرشتگان که مترسید و غم مخورید و شادمان شوید

ان پر فرشتے اترتے ہیں کہ نہ ڈرو اور نہ غم کھاؤ اور خوش ہو جاؤ

بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿٣٠﴾ نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي

باں بہشتیکه بودید شما بداں وعده داده شدید ما دوستان شما بودیم در

اس جنت سے جس کا وعدہ تمہیں دیا جاتا تھا ۳ ہم تمہارے دوست ہیں

الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ

زندگانی دنیا و در آخرت و مر شما را دراں خواہید

دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں اور تمہارے لئے اس میں وہ ہے جو

تفسیر اظہار العرفان

۱ یعنی یہ جہنم کی آگ مجرموں کیلئے ہے اس میں ان لوگوں کو ہمیشہ رہنا ہے انھیں یہ صلہ قرآن کے انکار کی وجہ سے دیا جا رہا ہے۔ (صفوۃ التفاسیر)

۲ اہل جہنم یہ بات دوزخ میں کہیں گے۔ آیت میں اَرِنَا الَّذَيْنِ اَضَلّٰنَا مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ سے ابلیس اور قابیل مراد ہیں جس نے اپنے بھائی کو قتل کیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کوئی مسلمان ظلمًا قتل نہیں کیا جاتا مگر اس میں ابن آدم (قابیل) کا اول حصہ ہوتا ہے جس نے سب سے پہلے قتل کے طریقے کو جاری کیا۔ (القرطبی)

۳ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے بارے میں نازل ہوئی۔ اس طرح کہ مشرکین نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے ملائکہ اس کی بیٹیاں ہیں اور یہ اللہ کے پاس ہماری سفارش کریں گے پس وہ سب [رَبُّنَا اللّٰهُ کہہ کر اس پر] ثابت قدم نہیں رہے اس کے برعکس حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور محمد ﷺ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں پھر آپ اس پر قائم رہے۔ حضرت انس بن مالک ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تلاوت فرمائی پھر آپ نے ارشاد فرمایا: تحقیق لوگوں نے ایسا کہا پھر کہنے کے بعد ان میں سے اکثر نے کفر کیا پس جو اس قول پر مرا تو تحقیق وہ استقامت پر مرا۔ حضرت سفیان بن عبداللہ ثقفی کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! آپ اسلام کے بارے میں کوئی ایسی چیز بتائیے کہ میں آپ کے بعد اس کے بارے میں کسی سے نہ پوچھوں آپ نے فرمایا: کہو میں اللہ پر ایمان لایا پھر تم ثابت قدم رہو۔ حضرت ابوبکر صدیق ؓ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ مروی ہے کہ اسود بن ہلال نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا کہ تم لوگ ان دو آیتوں کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا اور اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ. ساتھیوں نے کہا کہ اِسْتَقَامُوْا کا مطلب ہے کہ گناہ نہ کرو اور لَمْ يَلْبِسُوْٓا کا مطلب ہے کہ ایمان کے ساتھ خطا نہ ملاؤ۔ حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے فرمایا کہ تم نے ان آیتوں کو غیر محمل پر محمول کیا ہے۔ اِسْتَقَامُوْا کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی غیر کی طرف التفات نہ کرو جبکہ لَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ کا مطلب ہے کہ ایمان کے ساتھ شرک نہ لاؤ۔ حضرت عمر ؓ نے منبر شریف پر خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ اللہ کی قسم استقامت کا مطلب یہ ہے کہ بندہ ایسے راستے پر چلے جس سے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل ہو۔ حضرت عثمان ؓ اس کا مطلب بیان کرتے ہیں کہ پھر اللہ تعالیٰ کیلئے عمل میں اخلاص پیدا کرو۔ حضرت علی ؓ یہ مطلب بیان کرتے ہیں کہ پھر فرائض کو ادا کرو۔ اقوالِ تابعین اس سلسلے میں یہ ہیں۔ حضرت ابن زید اور حضرت قتادہ طاعت پر اللہ تعالیٰ کیلئے قائم رہنا استقامت ہے، حضرت حسن کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے حکم پر قائم رہنا یعنی طاعت کے حکم کے مطابق طاعت کرنا اور نہی کے حکم کے مطابق گناہوں سے بچنا، حضرت مجاہد اور عکرمہ کہتے ہیں کہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی شہادت پر قائم رہنا یہاں تک کہ موت آ جائے، حضرت ربیع کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا ہر ایک سے اعراض کرنا۔ تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ: حضرت ابن زید اور حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ موت کے وقت ملائکہ آتے ہیں، حضرت مقاتل اور حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ جب قبر میں حساب و کتاب کیلئے اٹھائے جائیں گے تو ملائکہ ان پر اتریں گے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ملائکہ یہ بشارت آخرت میں دیں گے، حضرت وکیع اور ابن زید کہتے ہیں کہ بشارت تین مواقع میں دی جائیگی موت کے وقت، قبر میں اور قبر سے اٹھائے جانے کے وقت۔ حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ ملائکہ ان سے کہیں گے موت سے مت ڈرو۔ (القرطبی)

اَنۡفُسُكُمۡ وَلَكُمۡ فِيۡهَا مَا تَدَّعُوۡنَ ﴿۳۱﴾ نُزُلًا مِّنۡ غَفُوۡرٍ

نفسہاے شما و مر شما را دراں آنچہ میخوانید روزی مہیا از آمر زندہ

تمہارے دل چاہیں گے اور تمہارے لئے اس میں جو تم مانگو۱ تیار کی ہوئی روزی بخشنے والے

رَّحِيۡمٍ ﴿۳۲﴾ وَمَنۡ اَحۡسَنُ قَوۡلًا مِّمَّنۡ دَعَاۤ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا

مہربان و کیست نیکوتر باعتبار سخن ازانکہ خواند بسوے خدای و کردند نیکہا

مہربان کی طرف سے۲ اور کون باعتبار بات کے اس سے اچھا ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک کام کرے

وَّقَالَ اِنَّنِىۡ مِنَ الۡمُسۡلِمِيۡنَ ﴿۳۳﴾ وَلَا تَسۡتَوِى الۡحَسَنَةُ

و گفت ہر آئنہ من از گردن نہادگانیم و برابر نیست نیکی

اور کہے میں گردن رکھنے والوں میں سے ہوں ۳ اور برابر نہیں ہے نیکی

وَلَا السَّيِّئَةُ ؕ اِدۡفَعۡ بِالَّتِىۡ هِىَ اَحۡسَنُ فَاِذَا الَّذِىۡ

و نہ بدی دفع کن بآنچیزیکہ آں نیکو تر است پس چوں

اور نہ بدیٔ (بد کلامی کو) ان چیزوں سے ہٹاؤ جو سب سے اچھی ہو پس جبکہ

بَيۡنَكَ وَبَيۡنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِىٌّ حَمِيۡمٌ ﴿۳۴﴾ وَمَا يُلَقّٰٮهَاۤ

مانند میان خود و میان او دشمنی گویا کہ او دوستی است مہربان و عطا نکند آنرا

تمہارے اور اسکے درمیان دشمنی تھی (ایسا ہو جائیگا) گویا کہ وہ ایک مہربان دوست ہے۴ اور اسے عطا نہیں کرتا

اِلَّا الَّذِيۡنَ صَبَرُوۡا ۚ وَمَا يُلَقّٰٮهَاۤ اِلَّا ذُوۡ حَظٍّ عَظِيۡمٍ ﴿۳۵﴾

مگر آنانکہ صبر کردند و عطا نکند آنرا مگر خداوندان بہرہ بزرگ

مگر ان لوگوں کو جنہوں نے صبر کیا اور اسے عطا نہیں کرتا مگر بڑے نصیب والے کو ۵

وَاِمَّا يَنۡزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيۡطٰنِ نَزۡغٌ فَاسۡتَعِذۡ بِاللّٰهِ ؕ

و اگر بترسدتو از دیو وسوسہ پس پناہ جوئی بخدا

اور اگر تمہیں شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ پہنچے تو اللہ کی پناہ تلاش کرو

تفسیر اظہار العرفان

۱ یعنی جو ملائکہ بشارت لے کر آئیں گے وہ یہ کہیں گے۔ حضرت مجاہد یہ مطلب بیان کرتے ہیں کہ ملائکہ کہیں گے ہم تمہارے وہ ساتھی ہیں جو دنیا میں بھی تمہارے ساتھ تھے پس جب قیامت کا دن ہوگا تب بھی ہم تم سے جدا نہ ہونگے یہاں تک کہ ہم تمہیں جنت میں داخل کر دیں۔ سدی یہ مطلب بیان کرتے ہیں کہ ہم دنیا میں تمہارے اعمال کی حفاظت کرتے تھے اور آخرت میں بھی تمہارے ساتھی ہونگے۔ یہ بھی ممکن ہو کہ یہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہو کیونکہ دوسری جگہ ارشاد ہے اَللّٰهُ وَلِیُّ الْمُؤْمِنِیْنَ یعنی اللہ مؤمنین کا دوست ہے۔ (القرطبی)

۲ یعنی جو کچھ ان کی تمنا ہوگی اس کے مقابلے میں جو کچھ دیا جائیگا وہ ایسا ہوگا جس کا خیال اُن کے دلوں میں پیدا نہ ہوا ہوگا اور یہ عطیہ بطور مہمان ہوگا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم جنت کے اندر پرندوں کو دیکھ کر [ان کا گوشت کھانے کی] جوں ہی خواہش کروگے فوراً وہ تمہارے سامنے بھنے ہوئے گر پڑیں گے۔ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ جنتی آدمی [جونہی] جنت کے اندر پرندے [کا گوشت کھانے] کی خواہش کریگا فوراً وہ پرندہ جو بختی اونٹ کی طرح ہوگا جنتی کے خوان پر گر پڑیگا نہ اس کو دھواں لگا نہ آگ نے اس کو چھوا ہوگا جنتی آدمی پیٹ بھر کر کھالیگا [پھر وہ پرندہ صحیح سالم اصلی حالت میں اڑ جائیگا]۔ مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب کوئی مؤمن جنت کے اندر بچہ پیدا ہونے کی خواہش کریگا تو گھڑی بھر میں بچہ اس کی خواہش سے پیدا ہو جائیگا اس کی مدت حمل، مدتِ پیدائش اور عمر سب کچھ ایک گھڑی میں ہو جائیگا۔ (مظہری) ۳ اس آیت میں ان لوگوں کیلئے توبیخ ہے جو قرآن کی تلاوت کے وقت لغو باتوں سے شور مچاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو باور کرایا جارہا ہے کہ قرآن سے اچھا کس کا کلام ہوسکتا ہے اور اس شخص سے اچھا کلام کس کا ہوسکتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی طاعت اور حضرت محمد ﷺ کی طاعت کی جانب بلائے۔ حضرت ابن سیرین وغیرہ فرماتے ہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ ہیں، حضرت حسن جب بھی اس آیت کی تلاوت فرماتے تو کہتے هٰذَا حَبِیْبُ اللّٰهِ، هٰذَا وَلِیُّ اللّٰهِ، هٰذَا صَفْوَةُ اللّٰهِ، هٰذَا خِیَرَةُ اللّٰهِ، هٰذَا وَاللّٰهِ اَحَبُّ اَهْلِ الْاَرْضِ اِلَی اللّٰهِ، اَجَابَ اللّٰهُ فِیْ دَعْوَتِهٖ، وَدَعَا النَّاسَ اِلٰی مَا اَجَابَ اِلَیْهِ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت عکرمہ، حضرت قیس بن ابی حازم اور حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ یہ آیت مؤذنوں کے بارے میں نازل ہوئی۔ ابن عربی کہتے ہیں کہ اور قول یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی جانب بلانے والا اصح ہے اس لئے کہ آیت مکی ہے اور آذان کی ابتدا مدینہ منورہ سے ہوئی۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ آیت کے معنی میں آذان بھی داخل ہے لیکن نزول آیت کے وقت آذان مقصود نہ تھی۔ اس آیت کے مفہوم میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی داخل ہیں۔ جب ملعونوں نے نبی کریم ﷺ کی گردن مبارک میں چادر سے پھندا لگایا تھا تو اس وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان ملعونوں سے کہا: اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ یَّقُوْلَ رَبِّیَ اللّٰهُ یعنی کیا تم ایسے شخص کو قتل کرنا چاہتے ہو جو یہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔ حضرت حسن کہتے ہیں کہ یہ آیت عام ہے اور یہ قول احسن ہے کیونکہ اس میں ہر وہ شخص داخل ہو جائیگا جو کسی بھی زاویئے سے اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ کی جانب بلائے۔ (القرطبی) ۴ مطلب یہ ہے کہ نیکی اور بدی کے درمیان فرقِ عظیم ہے ان دونوں کے درمیان تساوی کی نسبت نہیں ہوسکتی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے فرمایا کہ جو آپکے ساتھ جاہلوں والا سلوک کرتا ہے آپ بردباری کے ذریعے اسکی جہالت دور فرمائیے۔ (صفوۃ التفاسیر) ۵ یعنی یہ درجہ اور بلندی اسے عطا فرماتا ہے جو صبر کو اپناتے ہیں۔ (صفوۃ التفاسیر)

إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿٣٦﴾ وَمِنْ آيَاتِهِ اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَ

که اوست شنوا دانا ست و از نشانهائے او شب است و روز و

کہ وہی سننے والا جاننے والا ہے ۱ اور اس کی نشانیوں میں سے رات اور دن ہے اور

الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ لَا تَسْجُدُوا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَ

آفتاب و ماه را سجده مکنید مر آفتاب را و نه راه و

سورج اور چاند سجدہ نہ کرو سورج کو اور نہ چاند کو اور

اسْجُدُوا لِلَّهِ الَّذِي خَلَقَهُنَّ إِنْ كُنْتُمْ إِيَّاهُ

سجده کنید مر خدایرا آنکه بیافرید ایشانرا اگر هستید شما مر را

سجدہ کرو اس اللہ کو جس نے اسے پیدا کیا اگر تم سب خالص اسی کی

تَعْبُدُونَ ﴿٣٧﴾ فَإِنِ اسْتَكْبَرُوا فَالَّذِينَ عِنْدَ رَبِّكَ

می پرستید پس اگر تکبر کنند پس آنانکه نزد پروردگار تو

عبادت کرتے ہو ۲ پس اگر وہ سب تکبر کریں تو وہ جو تمہارے رب کے پاس ہے

يُسَبِّحُونَ لَهُ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُمْ لَا يَسْأَمُونَ ﴿٣٨﴾ السجدة وَ

نماز گذارند برائے او بشب و روز و ایشاں ملول نمی شوند و

نماز پڑھتے ہیں اس کیلئے رات اور دن اور وہ سب اکتاتے نہیں ہیں ۳ اور

مِنْ آيَاتِهِ أَنَّكَ تَرَى الْأَرْضَ خَاشِعَةً فَإِذَا أَنْزَلْنَا

از آیات او آنکه می بینی زمین را فرسوده پس چوں فرستادیم ما

اسکی نشانیوں میں سے یہ کہ تم زمین کو دیکھو کہ دبی دبائی پڑی ہے پس جب ہم نے

عَلَيْهَا الْمَاءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ إِنَّ الَّذِي أَحْيَاهَا

براں بارانرا بحرکت در آرند و افزون گردد آنکه زنده کرد آنرا

اس پر پانی اتارا تو لہلہانے لگی اور بڑھ چلی جس نے اسے زندہ کیا

السجدة ۱۱

تفسیر اظہار العرفان

۱ بقلی کہتے ہیں کہ اس آیت میں شیطانی وسوسہ سے بچنے کیلئے جو کہا گیا ہے یہ دراصل آپ کی امت کی تعلیم کیلئے ہے کیونکہ آپ ﷺ کا شیطان آپ کے ہاتھ پر مسلمان ہو چکا تھا [اس لئے آپ کو وسوسہ میں نہیں ڈال سکتا تھا] حیاۃ الحیوان میں ہے کہ شیطان سے نبی ﷺ کی عصمت پر امت کا اجماع ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ تم میں سے کوئی شخص ایسا نہیں کہ اس کے ساتھ ایک قرین [ساتھی] جن میں سے اور ایک قرین ملائکہ میں سے نہ ہوتا ہو۔ صحابہ نے عرض کی آپ کے ساتھ بھی' آپ نے فرمایا: ہاں میرے ساتھ بھی لیکن اللہ تعالیٰ نے میری مدد کی اور میرا قرین مسلمان ہو گیا اب وہ مجھے بھلائی کے سوا کچھ نہیں کہہ سکتا ہے۔ صاحبِ کشف الاسرار کہتے ہیں کہ شیطان کا وسوسہ غضب کے وقت ہوتا ہے یعنی جب انسان کا غصہ حد سے آگے بڑھتا ہے۔ (روح البیان)

۲ جاننا چاہیئے کہ اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے احسن الاعمال اور احسن الاقوال کو بیان فرمایا اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینا ہے اب ایسے دلائل بیان کئے جا رہے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے وجود' اسکی قدرت اور اس کی حکمت پر دلالت کرتے ہیں۔ یہ اس جانب اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے سے مراد اس کی ذات وصفات پر دلیل قائم کرنا ہے۔ اس باب میں کلام کی ابتدا فلکیات کے ذکر سے ہے واضح رہے کہ آیت میں لیل کو نہار پر مقدم رکھا۔ اس سے یہ اشارہ ہے کہ ظلمت عدم ہے اور نور وجود ہے اور عدم سابق علی الوجود ہے لہذا جو اشیاء بیان کی جا رہی ہیں یہ سب کے سب حادث ہیں۔ چاند' سورج اور ستارے یہ سب اپنے صانع کے وجود پر دلالت کرتے ہیں۔ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ: چونکہ کچھ لوگ سورج اور چاند کی عبادت کرتے ہیں جیسے صائبین۔ یہ لوگ ستاروں کی بھی عبادت کرتے ہیں اور اپنے زعم باطل میں کہتے ہیں کہ ہم ان سب کو سجدہ اس لئے کرتے ہیں تا کہ یہ ہمیں اللہ کے سجدہ تک پہنچا دے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے سجدہ سے منع فرمایا اور حکم دیا کہ سجدہ اس اللہ کے سوا کسی کیلئے جائز نہیں ہے جس نے ان تمام اشیاء کو پیدا فرمایا۔ (تفسیر کبیر) ۳ سوال: جو لوگ سورج اور چاند کو سجدہ کرتے ہیں ان کا کہنا ہے کہ ہم چونکہ بہت ہی ذلیل اور ناقص ہیں اس لئے ہمیں یہ اہلیت حاصل نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بندگی کریں اس لئے ہم سورج اور چاند کی بندگی کرتے ہیں اور یہ دونوں اللہ تعالیٰ کی بندگی بجالاتے ہیں ایسی صورت میں یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو تکبر کی وجہ سے سجدہ نہ کرتے ہوں جواب: آیت میں تکبر کرنے سے وہ تکبر مراد نہیں ہے جو سوال میں مذکور ہوا بلکہ یہاں تکبر سے مراد یہ ہے کہ اے محمد ﷺ آپ جو ان سے کہتے ہیں کہ سورج اور چاند کو سجدہ نہ کرو آپ کے اس قول کو از راہِ تکبر قبول نہیں کرتے ہیں۔ سوال: اس آیت کریمہ کا یہ ٹکڑا يُسَبِّحُوْنَ لَهٗ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ: دلالت کر رہا ہے کہ ملائکہ ہمہ وقت اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتے ہیں اور ایک لحہ کیلئے بھی اس تسبیح سے جدا نہیں ہوتے ہیں۔ ملائکہ کو یہ عمل اسے دوسرے عمل سے روکتا ہے کیونکہ ملائکہ جتنی دیر کسی اور عمل میں لگیں گے اتنی دیر تسبیح کا سلسلہ ان سے منقطع ہو جائیگا جبکہ قرآن کریم ہی سے ثابت ہے کہ ملائکہ دیگر امور پر بھی مامور ہیں مثلاً حضرت جبرائیل علیہ السلام کا وحی لانا۔ جواب: آیت میں جن ملائکہ کا ذکر ہے وہ مخصوص ملائکہ کا طبقہ ہے جن سے اللہ تعالیٰ کی تسبیح کبھی بھی جدا نہیں ہوتی ہے اسی بناء پر اللہ تعالیٰ نے ان ملائکہ کو مواظبت کی صفت سے موصوف فرمایا۔ (تفسیر کبیر) آیت میں اللہ تعالیٰ حکم صادر فرما رہا ہے کہ تم مخلوق میں سے کسی کی عبادت نہیں کر سکتے بلکہ صرف اور صرف خالق کی عبادت کرو اور عبادت میں کسی کو شریک مت کرو' تم ملائکہ کو ذرا دیکھو یہ سب دن رات اس کی تسبیح وتہلیل کرتے ہیں لیکن اس کے باوجود اس کی عبادت سے اکتاتے نہیں ہیں۔ (صفوۃ التفاسیر)

إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿٣٦﴾ وَمِنْ آيَاتِهِ اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَ

که اوست شنوا دانا ست و از نشانهائے او شب است و روز و

کہ وہی سننے والا جاننے والا ہے ۱ اور اس کی نشانیوں میں سے رات اور دن ہے اور

الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ۚ لَا تَسْجُدُوا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَ

آفتاب و ماه را سجده مکنید مر آفتاب را و نه راه و

سورج اور چاند' سجدہ نہ کرو سورج کو اور نہ چاند کو اور

اسْجُدُوا لِلَّهِ الَّذِي خَلَقَهُنَّ إِنْ كُنْتُمْ إِيَّاهُ

سجده کنید مر خدایرا آنکه بیافرید ایشانرا اگر ہستید شما ما را

سجدہ کرو اس اللہ کو جس نے اسے پیدا کیا اگر تم سب خالص اسی کی

تَعْبُدُونَ ﴿٣٧﴾ فَإِنِ اسْتَكْبَرُوا فَالَّذِينَ عِنْدَ رَبِّكَ

می پرستید پس اگر تکبر کنند پس آنانکه نزد پروردگار تو

عبادت کرتے ہو ۲ پس اگر وہ سب تکبر کریں تو وہ جو تمہارے رب کے پاس ہے

يُسَبِّحُونَ لَهُ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُمْ لَا يَسْأَمُونَ ﴿٣٨﴾ السجدة وَ

نماز گذارند برائے او بشب و روز و ایشاں ملول نمی شوند و

نماز پڑھتے ہیں اس کیلئے رات اور دن اور وہ سب اکتاتے نہیں ہیں ۳ اور

مِنْ آيَاتِهِ أَنَّكَ تَرَى الْأَرْضَ خَاشِعَةً فَإِذَا أَنْزَلْنَا

از آیات او آنکه می بینی زمین را فرسوده پس چوں فرستادیم ما

اسکی نشانیوں میں سے یہ کہ تم زمین کو دیکھو کہ دبی دبائی پڑی ہے پس جب ہم نے

عَلَيْهَا الْمَاءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ ۚ إِنَّ الَّذِي أَحْيَاهَا

بران بارانرا بحرکت در آرند و افزون گردد آنکه زنده کرد آنرا

اس پر پانی اتارا تو لہلہانے لگی اور بڑھ چلی جس نے اسے زندہ کیا

السجدة ۱۱

تفسیر اظہار العرفان

۱ بقلی کہتے ہیں کہ اس آیت میں شیطانی وسوسہ سے بچنے کیلئے جو کہا گیا ہے یہ دراصل آپ کی امت کی تعلیم کیلئے ہے کیونکہ آپ ﷺ کا شیطان آپ کے ہاتھ پر مسلمان ہو چکا تھا [اس لئے آپ کو وسوسہ میں نہیں ڈال سکتا تھا] حیاۃ الحیوان میں ہے کہ شیطان سے نبی ﷺ کی عصمت پر امت کا اجماع ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ تم میں سے کوئی شخص ایسا نہیں کہ اس کے ساتھ ایک قرین [ساتھی] جن میں سے اور ایک قرین ملائکہ میں سے نہ ہوتا ہو۔ صحابہ نے عرض کی آپ کے ساتھ بھی' آپ نے فرمایا: ہاں میرے ساتھ بھی لیکن اللہ تعالیٰ نے میری مدد کی اور میرا قرین مسلمان ہو گیا اب وہ مجھے بھلائی کے سوا کچھ نہیں کہہ سکتا ہے۔ صاحبِ کشف الاسرار کہتے ہیں کہ شیطان کا وسوسہ غضب کے وقت ہوتا ہے یعنی جب انسان کا غصہ حد سے آگے بڑھتا ہے۔ (روح البیان)

۲ جاننا چاہیئے کہ اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے احسن الاعمال اور احسن الاقوال کو بیان فرمایا اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینا ہے اب ایسے دلائل بیان کئے جا رہے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے وجود' اسکی قدرت اور اس کی حکمت پر دلالت کرتے ہیں۔ یہ اس جانب اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے سے مراد اس کی ذات وصفات پر دلیل قائم کرنا ہے۔ اس باب میں کلام کی ابتدا فلکیات کے ذکر سے ہے واضح رہے کہ آیت میں لیل کو نہار پر مقدم رکھا۔ اس سے یہ اشارہ ہے کہ ظلمت عدم ہے اور نور وجود ہے اور عدم سابق علی الوجود ہے لہذا جو اشیاء بیان کی جا رہی ہیں یہ سب کے سب حادث ہیں۔ چاند' سورج اور ستارے یہ سب اپنے صانع کے وجود پر دلالت کرتے ہیں۔ اِنْ كُنْتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ: چونکہ کچھ لوگ سورج اور چاند کی عبادت کرتے ہیں جیسے صائبین۔ یہ لوگ ستاروں کی بھی عبادت کرتے ہیں اور اپنے زعم باطل میں کہتے ہیں کہ ہم ان سب کو سجدہ اس لئے کرتے ہیں تا کہ یہ ہمیں اللہ کے سجدہ تک پہنچا دے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے سجدہ سے منع فرمایا اور حکم دیا کہ سجدہ اس اللہ کے سوا کسی کیلئے جائز نہیں ہے جس نے ان تمام اشیاء کو پیدا فرمایا۔ (تفسیر کبیر) ۳ سوال: جو لوگ سورج اور چاند کو سجدہ کرتے ہیں ان کا کہنا ہے کہ ہم چونکہ بہت ہی ذلیل اور ناقص ہیں اس لئے ہمیں یہ اہلیت حاصل نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بندگی کریں اس لئے ہم سورج اور چاند کی بندگی کرتے ہیں اور یہ دونوں اللہ تعالیٰ کی بندگی بجالاتے ہیں ایسی صورت میں یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو تکبر کی وجہ سے سجدہ نہ کرتے ہوں جواب: آیت میں تکبر کرنے سے وہ تکبر مراد نہیں ہے جو سوال میں مذکور ہوا بلکہ یہاں تکبر سے مراد یہ ہے کہ اے محمد ﷺ آپ جوان سے کہتے ہیں کہ سورج اور چاند کو سجدہ نہ کرو آپ کے اس قول کو از راہِ تکبر قبول نہیں کرتے ہیں۔ سوال: اس آیت کریمہ کا یہ ٹکڑا يُسَبِّحُوْنَ لَهٗ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ: دلالت کر رہا ہے کہ ملائکہ ہمہ وقت اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتے ہیں اور ایک لمحہ کیلئے بھی اس تسبیح سے جدا نہیں ہوتے ہیں۔ ملائکہ کو یہ عمل اسے دوسرے عمل سے روکتا ہے کیونکہ ملائکہ جتنی دیر کسی اور عمل میں لگیں گے اتنی دیر تسبیح کا سلسلہ ان سے منقطع ہو جائیگا جبکہ قرآن کریم ہی سے ثابت ہے کہ ملائکہ دیگر امور پر بھی مامور ہیں مثلاً حضرت جبرائیل علیہ السلام کا وحی لانا۔ جواب: آیت میں جن ملائکہ کا ذکر ہے وہ مخصوص ملائکہ کا طبقہ ہے جن سے اللہ تعالیٰ کی تسبیح کبھی بھی جدا نہیں ہوتی ہے اسی بناء پر اللہ تعالیٰ نے ان ملائکہ کو مواظبت کی صفت سے موصوف فرمایا۔ (تفسیر کبیر) آیت میں اللہ تعالیٰ حکم صادر فرما رہا ہے کہ تم مخلوق میں سے کسی کی عبادت نہیں کر سکتے بلکہ صرف اور صرف خالق کی عبادت کرو اور عبادت میں کسی کو شریک مت کرو' تم ملائکہ کو ذرا دیکھو یہ سب دن رات اس کی تسبیح وتہلیل کرتے ہیں لیکن اس کے باوجود اس کی عبادت سے اکتاتے نہیں ہیں۔ (صفوۃ التفاسیر)

لَمُحۡیِ الۡمَوۡتٰی ؕ اِنَّهٗ عَلٰی كُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ﴿٣٩﴾ اِنَّ الَّذِیۡنَ

البتہ زندہ کند مردگانرا کہ او بر ہمہ چیز تواناست ہر آئنہ آنانکہ

تو وہ ضرور مردے زندہ کریگا بیشک وہ ہر چیز پر قادر ہے ۱ بیشک وہ لوگ جو

یُلۡحِدُوۡنَ فِیۡۤ اٰیٰتِنَا لَا یَخۡفَوۡنَ عَلَیۡنَا ؕ اَفَمَنۡ یُّلۡقٰی فِی

میل کنند کجروے در آیات ما پوشیدہ نمی شوند بر ما آیا کسیکہ انداختہ شود در

ہماری آیتوں میں کجروی کرتے ہیں ہم پر پوشیدہ نہیں ہے' تو کیا وہ جو آگ میں ڈالا جائیگا

النَّارِ خَیۡرٌ اَمۡ مَّنۡ یَّاۡتِیۡۤ اٰمِنًا یَّوۡمَ الۡقِیٰمَةِ ؕ اِعۡمَلُوۡا مَا

آتش بہتر است یا کسیکہ بیاید با ایمن روز قیامت بکنید آنچہ

بہتر ہے یا وہ جو قیامت کے روز امن کے ساتھ آئے، کرو جو

شِئۡتُمۡ ۙ اِنَّهٗ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ بَصِیۡرٌ ﴿٤٠﴾ اِنَّ الَّذِیۡنَ كَفَرُوۡا

میخواہید کہ او آنچہ میکنید بینا ست ہر آئنہ آنانکہ نگرویدند

جی چاہے بیشک وہ دیکھ رہا ہے جو تم کرتے ہو۲ بیشک وہ لوگ جو قرآن پر ایمان نہ لائے

بِالذِّكۡرِ لَمَّا جَآءَهُمۡ ۚ وَاِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِیۡزٌ ﴿٤١﴾ لَّا یَاۡتِیۡهِ

بقرآن آنوقتیکہ آمد بدیشاں و ہر آئنہ او کتابیست ارجمند نیامد بداں

جب وہ ان کے پاس آیا اور بیشک وہ ایک صاحب رتبہ کتاب ہے ۳ اس کے پاس

الۡبَاطِلُ مِنۡۢ بَیۡنِ یَدَیۡهِ وَلَا مِنۡ خَلۡفِهٖ ؕ تَنۡزِیۡلٌ مِّنۡ

باطل از پیش روی او و نہ از پس پشت او فرستادہ است از

باطل نہیں آتا ہے اس کے سامنے سے اور نہ اس کے پیچھے سے' نازل کردہ ہے

حَكِیۡمٍ حَمِیۡدٍ ﴿٤٢﴾ مَا یُقَالُ لَكَ اِلَّا مَا قَدۡ قِیۡلَ لِلرُّسُلِ

با حکمت ستودہ گفتہ نمی شود ترا مگر آنچہ گفتہ شدہ فرستادگانرا

حکمت والے تعریف کئے ہوئے کی طرف سے ۴ آپ سے نہ کہا جائیگا مگر وہی جو رسولوں سے کہا گیا

۱ جاننا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے دلائلِ فلکیہ میں سے جب چار بیان فرمالئے تو اب اس کے بعد زمین کی نشانیوں کو بیان فرمارہا ہے۔ یہاں خَاشِعَةً کالفظ زمین کے حال کیلئے استعارہ ہے یعنی زمین بارش اور سبزہ سے خالی ہو۔ پھر جب ہم اس زمین پر بارش برساتے ہیں تو سبزہ زاروں سے زمین میں حرکت ہوتی ہے۔ اس سے اللہ تعالیٰ یہ بتارہا ہے کہ جو زمین کے مرنے کے بعد اسے دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہے وہ ان جسموں کے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنے پر کیوں قادر نہیں ہوگا۔ اِنَّهٗ عَلٰی كُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ: یہ دلیل اصلی ہے اور اس کی تقریر یوں ہے کہ تالیف اور ترکیب کا ان اجزائے متفرقہ کی جانب لوٹانا اللہ تعالیٰ کی ذات کیلئے ممکن ہے۔ ان اجزاء کو جمع کرنے کے بعد حیات' عقل اور قدرت کا لوٹانا ممکن لذاتہ ہے اور اللہ تعالیٰ ممکنات پر قادر ہے اس لئے حتمی طور پر ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ ترکیب' تالیف' حیات' قدرت عقل اور فہم کو ان اجزاء کی طرف لوٹانے پر قادر ہے یہ اس بات کی روشن دلیل ہے کہ جسموں کا جمع کرنا ممکن ہے ممتنع نہیں ہے۔ (تفسیر کبیر)

۲ جاننا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے جب یہ بیان فرمایا کہ اللہ کے دین کی طرف بلانا مناصب میں بڑا منصب اور مراتب میں اشرف مرتبہ ہے پھر یہ بیان فرمایا کہ دین کی طرف دعوت دینا اس وقت ممکن ہوگا جب توحید' عدل' بعث اور قیامت کے دلائل صحیح طور پر معلوم ہونگیں۔ اب یہاں سے کلام کو اس جانب پھیرا جارہا ہے کہ ملحد قسم کے لوگ اللہ تعالیٰ کی آیتوں میں جھگڑتے ہیں۔ اَفَمَنۡ یُّلۡقٰی فِی النَّارِ الخ: اس ٹکڑے کی غرض یہ ہے کہ اس بات پر تنبیہ ہوجائے کہ جو لوگ ہماری آیتوں میں الحاد کرتے ہیں ہم ایسے لوگوں کو جہنم میں داخل کریں گے اور جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں، ہم ایسے لوگوں کو قیامت کے روز امن میں رکھیں گے۔ اِعۡمَلُوۡا مَا شِئۡتُمۡ: یہ اس آیت میں تیسری تہدید ہے۔ اس کی نظیر یوں سمجھیں کہ کوئی ہیبت والا بادشاہ سخت غصہ کے وقت کہتا ہے تمہارا جو دل چاہے کرو تو یہ سخت قسم کا عتاب کہلائیگا۔ اس لئے یہ جملہ بھی سخت وعید پر دلالت کررہا ہے۔ (تفسیر کبیر) ۳ اس جگہ ذکر سے قرآن مراد ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ قرآن اللہ تعالیٰ کے پاس بہت عزت والا ہے' بعض نے کہا کہ یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کو کرم والا بنایا' بعض نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کو ایسا زبردست بنایا کہ باطل کو اپنے اندر آنے نہیں دیتا' بعض نے یہ مطلب بیان کیا کہ یہ کتاب ایسی ہے جسے شیطان بدلنا چاہے تو نہیں بدل سکتا' سدی نے یہ مطلب بیان کیا کہ قرآن غیر مخلوق ہے۔ اسکی مثل نہیں ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ایک مفہوم یہ بیان کیا کہ یہ ایسی کتاب ہے کہ لوگ اس کی مثل کلام نہیں کہہ سکتے۔ (القرطبی) ۴ مطلب یہ ہے کہ اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے جو کتاب اتاری اس کی تکذیب یہ کتاب نہیں کرتی اور کوئی اگر اس کتاب کے بعد کسی کتاب کے اترنے کا دعویٰ کرے تو یہ اسکا رد کرتی ہے۔ حضرت قتادہ اور سدی کہتے ہیں کہ شیطان کسی زاویئے سے بھی یہ طاقت نہیں رکھتا کہ اس میں کوئی تغیر کرے' یا اس میں کچھ اضافہ کرے۔ حضرت سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ اس قرآن میں کسی جانب سے بھی جھوٹ نہیں آسکتا ہے' ابن جریج یہ مطلب بیان کرتے ہیں کہ اس قرآن میں ماضی کی جو خبریں دی گئیں ہیں ان میں سے کوئی بھی غلط نہیں ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مِنۡۢ بَیۡنِ یَدَیۡهِ سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے' وَلَا مِنۡ خَلۡفِهٖ سے مراد ہے جبرائیل علیہ السلام اور حضرت محمد ﷺ۔ حَكِیۡمٌ یعنی اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کی پیدائش میں حکیم ہے اور مخلوق میں سب سے زیادہ تعریف کیا ہوا ہے۔ حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے امر میں حکیم ہے اور اپنی مخلوق کی جانب حمید ہے۔ (القرطبی)

مِنْ قَبْلِكَ ۭ اِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ وَّذُوْ عِقَابٍ اَلِيْمٍ ﴿٤٣﴾ وَلَوْ جَعَلْنٰهُ

پیش از تو ہر آئنہ پروردگار تو خداوندان آمرزش و خداوندان عقوبت است سخت و اگر گردیم او

آپ سے پہلے بیشک تمہارا رب بخشنے والا اور سخت عذاب والا ہے ۱ اور اگر ہم اسے عجمی قرآن بناتے تو

قُرْاٰنًا اَعْجَمِيًّا لَّقَالُوْا لَوْلَا فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ ۭ ءَ اَعْجَمِيٌّ وَّعَرَبِيٌّ ۭ قُلْ

قرآنے عجمی ہر آئنہ گویند چرا واضح کردہ نشد آیات او آیا عجمی و عربی بگو او ست

ضرور کہتے کہ اسکی آیتیں کیوں نہ واضح کی گئیں کیا (کتاب) عجمی اور (رسول) عربی ہے آپ فرما دیجئے

هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَاۗءٌ ۭ وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ

مر آنانکہ گرویدند راہ نمایند و شفاعت و آنانکہ نمیگرویدند در گوشہائے ایشاں گرانست

ان لوگوں کیلئے جو ایمان لائے ہدایت اور شفا ہے اور وہ لوگ جو ایمان نہ لائے ان کے کانوں میں گرانی ہے

وَّهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى ۭ اُولٰۗىِٕكَ يُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ ﴿٤٤﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى

و قرآن بر ایشاں کوریست آنگروہ ندا کردہ میشود از جای دور و ہر آئنہ دادیم ما موسیٰ را

اور قرآن ان کے حق میں اندھا پن ہے وہی گروہ دور سے پکارے جاتے ہیں ۲ اور بیشک ہم نے موسیٰ کو

الْكِتٰبَ فَاخْتُلِفَ فِيْهِ ۭ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۭ

کتاب پس اختلاف کردہ شود دراں و اگر کلمہ ایست پیشی گرفتہ است از پروردگار تو البتہ حکم کردہ شد میان ایشاں

کتاب دی پس اس میں اختلاف کیا گیا اور اگر تمہارے رب کی طرف سے ایک بات پہلے سے نہ ہوتی تو ضرور فیصلہ

وَاِنَّهُمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ﴿٤٥﴾ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ

و ایشاں در شبہ از و قوی ایم ہر کہ بکند نیکی پس مر او راست

کر دیا جاتا ان کے درمیان اور وہ سب اس سے قوی شبہ میں ہیں ۳ جو نیکی کرے تو وہ اسی کیلئے ہے

وَمَنْ اَسَاۗءَ فَعَلَيْهَا ۭ وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿٤٦﴾

و ہر کہ بدی کند پس برانست و نیست پروردگار تو ستم کنندہ مر بندگانرا

اور جو برائی کرے پس وہ اسی پر ہے تمہارا رب بندوں پر ظلم نہیں کرتا ۴

۱ اس آیت کریمہ میں تلقین تسکین کیلئے ہے رسول اللہ ﷺ کو کفار مکہ ساحر اور کذاب وغیرہ جو کہتے ہیں یہ نئی بات نہیں گذشتہ پیغمبروں کو بھی کافروں نے یہی کہا تھا لیکن انھوں نے صبر کیا آپ بھی صبر کریں رنجیدہ نہ ہوں۔ بعض اہل تفسیر نے آیت کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ پچھلے پیغمبروں کے پاس وحی کے ذریعے سے جو پیامِ توحید آیا تھا اور اصول دین بتائے گئے تھے اور مؤمنوں سے سعادتِ دارین کا وعدہ دیا گیا تھا اور کافروں کو عذاب سے ڈرایا گیا تھا وہی سب سے کہا جا رہا ہے۔ بعض علماء نے کہا کہ قوم کا مقولہ آئندہ آیت ہے۔ (مظہری)

۲ کافروں نے محض انکار اور سرکشی کے طور پر کہا تھا کہ جس طرح توریت وانجیل عجمی زبانوں میں بھیجی گئیں اسی طرح کیا قرآن کسی عجمی زبان میں اتارا نہیں جا سکتا تھا؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ مطلب یہ ہے کہ یہ نصیحت نامہ جو آپ لوگوں کو پڑھ کر سنا رہے ہیں اگر یہ عجمی زبان میں پڑھا جانے والا ہوتا تو اہل مکہ کہتے کہ اس کی آیات عربی زبان میں صاف صاف کیوں نہیں بیان کی گئیں کہ ہم سمجھ لیتے۔ حضرت مقاتل کہتے ہیں کہ عامر حضرمی کا ایک یہودی عجمی غلام تھا جس کا نام یسار اور کنیت ابوفکیہ تھی رسول اللہ ﷺ اس کے پاس آتے جاتے تھے یہ دیکھ کر مشرکوں نے کہنا شروع کر دیا کہ یسار محمد ﷺ کو تعلیم دیتا ہے۔ یسار کے آقا نے اس کو مارا اور کہا کہ تو محمد ﷺ کو سکھلاتا ہے۔ یسار نے کہا کہ وہ تو مجھے تعلیم دیتے ہیں اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ حضرت سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ قریش نے کہا تھا کہ یہ قرآن عجمی اور عربی دونوں میں کیوں نہیں نازل ہوا اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت ناز فرمائی.
وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَاۗءٌ وَّ رَحْمَةٌ الخ ۔
ترجمہ: ''اور ہم قرآن میں اتارتے ہیں وہ چیز جو ایمان والوں کیلئے شفا اور رحمت ہے اور اس سے ظالموں کو نقصان ہی بڑھتا ہے''۔ اُولٰۗىِٕكَ يُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ: حضرت ضحاک کہتے ہیں کہ قیامت کے روز انھیں سب سے قبیح ناموں کے ساتھ پکارا جائیگا۔ بعض نے یہ مطلب بیان کیا کہ جو قرآن میں غور و فکر نہیں کرتا وہ اندھے کی طرح ہے اسے دور سے پکارا جائیگا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور مجاہد کہتے ہیں کہ ان کے دلوں سے دور ہونگے۔ تفسیر میں ہے کہ گویا آسمان سے پکارا جائیگا پس وہ سب نہیں سن سکیں گے۔ (القرطبی) ۳ یعنی جب ہم نے موسیٰ کو توریت عطا کی تو ایک گروہ نے اس کی تصدیق کی اور دوسرے گروہ نے اسے جھٹلایا۔ اس میں نبی ﷺ کو تسلی دی گئی ہے اور وہ اس طرح کہ اے محبوب! آپ اس کتاب میں اپنی قوم کی طرف سے اختلاف واقع ہونے کے سبب غمگین نہ ہوں اس کتاب سے پہلے بھی ہم نے جو کتاب نازل کی اس میں بھی لوگوں نے اختلاف کیا' اگر انھیں مہلت دیئے جانے کی بات پہلے نہ گذر چکی ہوتی تو ان پر عذاب آنے کا فیصلہ کر دیا جاتا۔ کلبی کہتے ہیں کہ اس آیت میں اگر اللہ تعالیٰ اس امت سے عذاب کو قیامت تک مؤخر کرنے کے بارے میں خبر نہ دیتا تو اس امت پر بھی پچھلی امتوں کی طرح عذاب آ چکا ہوتا۔ (القرطبی) ۴ مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے میرے بندو! میں نے اپنے اوپر ظلم کو حرام کیا ہے اور تمہارے درمیان بھی میں نے اس کو حرام ہی کیا ہے پس تم سب ایک دوسرے پر ظلم مت کیا کرو۔ واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ حکیم و مالک ہے اور قاعدہ ہے کہ مالک اپنی ملک میں جو چاہے کرے اس پر کوئی اعتراض نہیں کیونکہ وہ اپنی ملکیت میں تصرف کرتا ہے۔ (القرطبی)

اِلَیۡهِ یُرَدُّ عِلۡمُ السَّاعَةِ ؕ وَمَا تَخۡرُجُ مِنۡ ثَمَرٰتٍ

بسوے خدا حوالہ کردہ شد دانستن قیامت و بیروں نمی آید از میوہ از

اللہ ہی کی طرف قیامت کا علم حوالہ کیا گیا' اور پھلوں میں سے کوئی پھل اپنے غلاف میں سے

مِّنۡ اَكۡمَامِهَا وَمَا تَحۡمِلُ مِنۡ اُنۡثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلۡمِهٖ ؕ وَ

غلاف خود و بار نمیکرد ہیچ زنے و نمی نہد بار شکم مگر دانش او و

نہیں نکلتا اور کسی عورت کو حمل نہیں رہتا اور وہ بچہ نہیں جنتی مگر اس کے علم سے[1] اور

یَوۡمَ یُنَادِیۡهِمۡ اَیۡنَ شُرَكَآءِیۡ ۙ قَالُوۡۤا اٰذَنّٰكَ ۙ مَا مِنَّا

روزیکہ آواز دہد ایشانرا کجا اند شریکان من گویند خبر دادیم ترا نیست از ما

جس روز انھیں ندا فرمائیگا کہاں ہیں میرے شریک' کہیں گے ہم تجھے خبر دے چکے ہیں کہ ہم

مِنۡ شَهِیۡدٍ ۚ ﴿٤٧﴾ وَضَلَّ عَنۡهُمۡ مَّا كَانُوۡا یَدۡعُوۡنَ مِنۡ

ہیچ کس اثبات کنندہ و گم از ایشاں آنچہ بودند می پرستند پیش

میں سے کوئی بھی (اس عقیدہ کو) ثابت کرنے والا نہیں[1] اور ان سے گم ہو گیا جسکی یہ پوجا کرتے تھے

قَبۡلُ وَظَنُّوۡا مَا لَهُمۡ مِّنۡ مَّحِیۡصٍ ﴿٤٨﴾ لَا یَسۡـَٔمُ الۡاِنۡسَانُ

ازیں و دانستند بنسبت ایشانرا ہیچ مخلصی ماندہ نمی شود آدمی

اس سے پہلے اور انھوں نے جان لیا کہ ان کیلئے بھاگنے کی کوئی جگہ نہیں ہے[2] آدمی نہیں اکتاتا ہے

مِنۡ دُعَآءِ الۡخَیۡرِ ۫ وَاِنۡ مَّسَّهُ الشَّرُّ فَیَـُٔوۡسٌ قَنُوۡطٌ ﴿٤٩﴾

از طلب چیز و اگر برسدش سختی پس نا امید طمع زندہ است

خیر طلب کرنے سے اور اگر اسے کوئی سختی پہنچے تو نا امید آس توڑنے والا ہے[3]

وَلَئِنۡ اَذَقۡنٰهُ رَحۡمَةً مِّنَّا مِنۡ بَعۡدِ ضَرَّآءَ مَسَّتۡهُ

و اگر بچشانیم او را رحمت از ما از پس سختی کہ رسیدہ باشد

اور اگر ہم اسے اپنی رحمت سے چکھائیں اس سختی کے بعد جو اسے پہنچی

تفسیر اظہار العرفان

[1] مشرکین نے کہا کہ اے محمد ﷺ اگر آپ نبی ہیں تو ہمیں بتائیے کہ قیامت کب آئیگی اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (القرطبی) رسول اللہ ﷺ دنیا سے تشریف نہیں لے گئے مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو مَا كَانَ وَمَا يَكُوْنُ اور مَا هُوَ كَائِنٌ کا علم عطا فرمایا اسی علم میں قیامت کا علم بھی ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اسے چھپانے کا حکم دیا اس لئے کہ سائل کو اس سے کوئی فائدہ حاصل نہ ہوگا۔ (صاوی) مَا مِنَّا مِنْ شَهِيْدٌ: اس میں چند وجوہات ہیں (۱) اس روز مشرکین بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے سے بیزار ہونگے اور کہیں گے کہ ہم میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں ہے جو تیرے ساتھ شریک کی گواہی دے (۲) ہم میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں ہے جس نے ان شرکاء میں سے کسی ایک کو بھی دیکھا ہو اس لئے کہ وہ ہم سے گم ہو گئے اور ہم ان سے گم ہو گئے۔ جب اللہ تعالیٰ مشرکین کو زجر فرما رہا ہوگا اس وقت معبودانِ باطلہ میں سے کوئی بھی نظر نہیں آئیگا (۳) مَا مِنَّا مِنْ شَهِيْدٌ: بتوں کا کلام ہوگا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ان بتوں کو اس روز قوتِ گویائی عطا فرمائیگا۔ بت کہیں گے یہ لوگ تیرے ساتھ ہمیں شریک کر کے جو کچھ ہماری طرف منسوب کرتے تھے اس پر کوئی دلیل اور گواہ موجود نہ تھے۔ (تفسیر کبیر)

[2] کفار پہلے تو گمان کریں گے کہ جہنم سے نکلنے کی کوئی صورت نہیں ہے پھر انھیں یقین ہو جائیگا کہ جہنم اور اسکے عذاب سے چھٹکارا نہیں ہے۔ (تفسیر کبیر) یعنی قیامت کے روز جب مشرکین کے معبودان سے گم ہو جائیں گے تو انھیں یقین ہو جائیگا کہ ان بتوں کی عبادت سے ہمیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا اور اب اس عذاب میں ہمیشہ ہمیشہ کیلئے رہنا ہے۔ پس عاقل پر لازم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی جانب بھاگے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد بھی ہے کہ فَفِرُّوْا اِلَى اللّٰهِ: "پس تم سب اللہ کی طرف بھاگو" جب انسان اس کی جانب جائیگا تو پھر اسے سکون ملیگا اور قہر خداوندی سے محفوظ ہوگا۔ اس لئے کہ وہ اپنے بندوں پر ہر حال میں لطف و مہربانی فرماتا ہے۔ (روح البیان) [3] مطلب یہ ہے کہ انسان خیر کی حالت میں اس کی جانب متوجہ ہوتا کہ اس کے درجہ میں اضافہ ہو لیکن یہ اس وقت بھی مال ہی کی زیادتی کی دعا کرتا ہے۔ آیت میں اس جانب اشارہ ہے کہ انسان اپنے لئے خوب بھلائی طلب کرتا ہے اور اس طلب میں وہ تھکتا نہیں ہے۔ اس کے برعکس جب اسے کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت سے امید منقطع کر لیتا ہے۔ (روح البیان) جب اللہ تعالیٰ نے کفار کے احوال کو بیان فرمایا کہ دنیا میں بتوں کی عبادت پر مداومت اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرانے کے باوجود آخرت میں یہ لوگ ان بتوں سے بیزار ہو جائیں گے اب یہ بیان ہو رہا ہے کہ انسان جمیع اوقات میں حال کو بدلنے والا ہوتا ہے اور طریقہ کو تبدیل کرنا چاہتا ہے۔ اس صورت میں جب اسے بھلائی محسوس ہوتی ہے تو وہ اس سے نفع حاصل کرتا ہے اور اس کی تعظیم کرتا ہے اگر اسے بلاء محسوس ہو تو وہ اسے حقیر سمجھ کر رد کر دیتا ہے جیسے ضرب المثل میں کہتے ہیں کہ اِنْ رَاٰى خَيْرًا تَدَلّٰى وَاِنْ رَاٰى شَرًّا تَدَلّٰى یعنی اگر وہ بھلائی دیکھتا ہے تو قریب ہو جاتا ہے اور اگر مصیبت دیکھتا ہے تو منھ پھیر لیتا ہے۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ جب انسان اپنی مراد کو پہنچتا ہے تو اس کے درجہ کی کبھی انتہا نہیں ہوتی اور اس پر مزید طلب کرتا رہتا ہے اور اس سے کامیابی کی طمع رکھتا ہے لیکن جس حالت میں وہ اپنی مراد کو نہیں پہنچتا ہے اس میں مایوس ہو جاتا ہے اور امید سے منتقل ہو کر مایوسی کی جانب بڑھ جاتا ہے ایسا مایوس ہوتا ہے جیسے کہ اسے کبھی کچھ ملا ہی نہیں ہے۔ (تفسیر کبیر)

لَيَقُوْلَنَّ هٰذَا لِيْ ۙ وَمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً ۙ وَّلَئِنْ

البته گوید این برای من ست و نمی پندارم قیامت آینده است و اگر

تو ضرور کہے گا یہ میرے لئے ہے، اور میں گمان کرتا ہوں کہ قیامت آنے والی نہیں ہے، اور اگر

رُّجِعْتُ اِلٰى رَبِّيْٓ اِنَّ لِيْ عِنْدَهٗ لَلْحُسْنٰى ۚ

باز گردانیده شوم بسوے پروردگار من هر آئنه مرا نزدیک او نیکو باشد

میں اپنے رب کی طرف لوٹایا گیا تو بیشک میرے لئے اس کے پاس بھلائی ہے

فَلَنُنَبِّئَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِمَا عَمِلُوْا ۡ وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ

پس البته خبردار کنیم کافرانرا بآنچه کردند و البته بچشانیم ایشانرا

پس ہم کافروں کو ضرور اس کی خبر دینگے جو انھوں نے کیا اور ہم انہیں ضرور چکھائیں گے

مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ ۝٥٠ وَ اِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ

از عذاب سخت و چوں انعام کنیم بر آدمی

سخت عذاب ۱ے اور جب ہم انسان پر انعام کرتے ہیں

اَعْرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُوْ دُعَآءٍ

روی بگرداند و دور شود بطورف خود و چوں برسدش بلائی پس خداوند دعا

تو منہ پھیر لیتا ہے اور اپنی طرف سے دور ہو جاتا ہے اور جب اسے مصیبت پہنچتی ہے تو بہت دعا

عَرِيْضٍ ۝٥١ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ثُمَّ

بسیار است بگو آیا دیدید اگر باشد قرآن از نزدیک خدای باز

والا ہو جاتا ہے ۲ے آپ فرما دیجئے بھلا بتاؤ اگر قرآن اللہ کی طرف سے ہو پھر

كَفَرْتُمْ بِهٖ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ هُوَ فِيْ شِقَاقٍۭ بَعِيْدٍ ۝٥٢

کافر شدید بآں کیست گمراه تر ازانکه باشد او در از صواب دور

تم اس کے منکر ہوئے تو اس سے بڑا گمراہ کون ہے جو دور کی مخالفت میں ہو ۳ے

تفسیر اظہار العرفان

۱ے اب اس آیت میں یہ بیان ہو رہا ہے کہ وہ شخص جو مایوس ہو جاتا ہے اس سے تین قسم کے فاسد اقوال رونما ہوتے ہیں جو کفر ہیں اور اللہ تعالیٰ سے دوری کے موجب ہیں۔ (۱) وہ ضروری طور پر کہے گا کہ هٰذَا لِيْ۔ اس جملہ میں دو احتمال ہیں۔ ایک یہ کہ کہے گا کہ یہ میرا حق ہے جو مجھے پہنچا اس لئے کہ مجھے جو مختلف قسم کے فضائل اور نیک اعمال حاصل ہیں اس کے سبب یہ پہنچنا ہی تھا۔ وہ شخص یہ سمجھتا ہے کہ مسکین کا اللہ تعالیٰ پر کچھ بھی حق نہیں ہے۔ اس کا دوسرا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ مجھے جو کچھ حاصل ہے یہ مجھ سے کبھی بھی زائل نہیں ہوگا ہمیشہ میرے پاس باقی رہے گا میرے بعد میری اولاد اور ذریت کے پاس رہیگا (۲) اس کے کلمات فاسدہ میں سے دوسرا یہ ہے وَمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً یعنی میں یہ گمان کرتا ہوں کہ قیامت آنے والی نہیں ہے۔ اس جملہ سے معلوم ہو رہا ہے کہ اس کے دل میں دنیا کی کتنی رغبت ہے اور آخرت سے کتنی نفرت ہے۔ جب دنیا کی بات ہوتی ہے تو کہتا ہے کہ یہ میرے لئے ہے اور جب آخرت کی بات ہوتی ہے تو کہتا ہے کہ قیامت قائم ہی نہیں ہوگی (۳) اس شخص کے کلمات فاسدہ میں سے تیسرا کلمہ یہ ہے وَلَئِنْ رُّجِعْتُ اِلٰى رَبِّيْٓ اِنَّ لِيْ عِنْدَهٗ لَلْحُسْنٰى۔ یعنی اگر میں اپنے رب کی طرف لوٹا بھی تو میرے لئے میرے رب کے پاس بھلائی ہے۔ اس جملہ کا مطلب بھی یہ ہے کہ غالب گمان تو یہ ہے کہ ہم نہ دوبارہ اٹھائے جائیں گے اور نہ قیامت قائم ہوگی۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان کے تین اقوال فاسدہ کو بیان فرما دیا تو ارشاد فرمایا کہ ہم کافروں کے اس عمل کو ضرور جانتے ہیں جو انھوں نے کیا۔ ہم انھیں سخت عذاب ضرور چکھائیں گے۔ (تفسیر کبیر)

۲ے جاننا چاہیئے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی وعید کو بیان فرمایا جو شرک میں مبتلا رہتے ہیں اور قیامت کے روز ان شرکاء سے منہ پھیر لیں گے اور پھر یہ بیان بھی ہوا کہ انسان فطری طور پر تبدیلی پر ہے جب یہ اپنے نفس میں قوت پاتا ہے تو تکبر اور بڑائی مارنے لگتا ہے اور جب اپنے نفس میں ضعف پاتا ہے تو ذلت اور مسکینی کا اظہار کرتا ہے تو اب کلام کو ان لوگوں کی جانب پھیرا جا رہا ہے جو قبول توحید کے انکار میں مبالغہ نہیں کرتے اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اپنی عداوت کو بھی ظاہر نہیں کرتے ہیں۔ (تفسیر کبیر)

سوال: آیت فَيَئُوْسٌ قَنُوْطٌ اور آیت فَذُوْ دُعَآءٍ عَرِيْضٍ میں بظاہر تضاد ہے [ناامیدی میں لمبی چوڑی دعا کیسے کریگا] جواب: پہلی آیت میں اور لوگ مراد ہیں اور دوسری آیت میں جو لوگ مراد ہیں وہ پہلے لوگوں سے غیر ہیں۔ غالبا پہلی آیت میں کافر مراد ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَلَا يَيْاَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ: ''اور اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہوتے مگر گروہ کافرین'' دوسری جگہ ارشاد ہے وَمَنْ يَّقْنَطُ مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِلَّا الضَّآلُّوْنَ: اس آیت میں غافل مراد ہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ دونوں آیتیں کافروں ہی کے متعلق ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ کافر پر جب دکھ آتا ہے تو وہ خلوص کے ساتھ اللہ کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور سچے دل سے دعائیں کرتا ہے لیکن کسی مصلحت کی وجہ سے اگر قبول دعا میں تاخیر ہو جاتی ہے تو وہ مایوس ہو جاتا ہے۔ مؤمن صالح کی حالت اس سے بالکل جدا ہوتی ہے وہ کبھی ناامید نہیں ہوتا، قبولِ دعا میں تاخیر کو وہ مصلحت خداوندی سمجھتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے دعا کرنے والوں کو تو اللہ تعالیٰ جلد عطا فرما دیتا ہے یا ان کے لئے آخرت میں جمع رکھتا ہے (مظہری) ۳ے یعنی اے محمد ﷺ آپ ان کفار سے کہہ دیجئے کہ اگر یہ قرآن اللہ کی طرف سے ہو اور تم بغیر غور و فکر کے اس سے انکار کرتے ہو تو بتاؤ تمہارا کیا حال ہوگا؟ (صفوۃ التفاسیر)

سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ

زود خواهیم نمود ایشانرا آیات ما در اطراف عالم و در نفس ایشاں تا آنکه بیان کند

بہت جلد ہم انھیں اپنی نشانیاں دکھائیں گے اطرافِ عالم میں اور انکے نفس میں یہاں تک کہ واضح ہو جائے

لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ ۗ أَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ أَنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ﴿٥٣﴾

که ایں سخن راست است آیا بس است پروردگار تو ہر آئنہ او بر ہمہ چیز

کہ یہ بات حق ہے، کیا تمہارا رب کافی نہیں ہے، بیشک وہ ہر چیز پر گواہ ہے [1]

أَلَا إِنَّهُمْ فِي مِرْيَةٍ مِّن لِّقَاءِ رَبِّهِمْ ۗ أَلَا إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيطٌ ﴿٥٤﴾

گواه آنکه ایشاں در شبہ اند از دیدار پروردگار خود که او بہمہ چیز در گیرنده است

یہ کہ وہ سب اپنے رب کی دیدار (کے بارے میں) شبہ میں ہیں، کہ وہ ہر چیز کو گھیرے میں لینے والا ہے [2]

ع ۶ / ۱۰

سُورَةُ الشُّورَىٰ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ ثَلٰثٌ وَخَمْسُونَ آيَةً وَخَمْسُ رُكُوعَاتٍ

سوره شوری مکی ہے، اس میں ۵۳ آیات اور ۵ رکوع ہیں [3]

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

بنام خدای بخشنده مهربان

اللہ کے نام سے (جو بہت) رحم والا مہربان (ہے)

حم ﴿١﴾ عسق ﴿٢﴾ كَذَٰلِكَ يُوحِي إِلَيْكَ وَإِلَى الَّذِينَ

ایں چنیں وحی می فرستد بسوے تو و بسوے آنانکه

اسی طرح تمہاری طرف وحی بھیجتا ہے اور ان کی طرف جو

مِن قَبْلِكَ اللَّهُ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿٣﴾ لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ

پیش از تو بودند خدای غالب با حکمت او را ست آنچه در آسمانها

تم سے پہلے تھے، اللہ غالب حکمت والا [4] اسی کیلئے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے

[1] یعنی ہماری وحدانیت اور قدرت کی دلیل امم ماضیہ کے ویران مکانوں میں اور بلاء و امراض میں موجود ہے۔ حضرت ابن زید کہتے ہیں کہ فِي الْآفَاقِ سے مراد آسمانوں کی نشانیاں ہیں اور وَفِي أَنفُسِهِمْ سے مراد زمین کے حوادث ہیں، حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ فِي الْآفَاقِ سے بستیوں کی فتوحات مراد ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو ان فتوحات کے ذریعے آسانی عطا فرمائی اور آپکے بعد خلفائے راشدین کو دیگر فتوحات کے ذریعے آسانی عطا فرمائی اور وَفِي أَنفُسِهِمْ سے فتح مکہ مراد ہے، حضرت ضحاک اور حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ فِي الْآفَاقِ سے اللہ تعالیٰ کے پیدا کردہ وہ واقعات مراد ہیں جو امم ماضیہ کیساتھ پیش آئے اور وَفِي أَنفُسِهِمْ سے یوم بدر مراد ہے، حضرت عطاء اور حضرت ابن زید کہتے ہیں کہ فِي الْآفَاقِ سے آسمانوں اور زمین کے اقطار مراد ہیں یعنی سورج، چاند، ستارے، رات، دن، ہوا، بارش، رعد، بجلی، کڑک، نباتات، درخت، پہاڑ، سمندر وغیرہ۔ اور فِي أَنفُسِهِمْ سے صنعت کے لطائف اور حکمت کی بدعات مراد ہیں۔ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ: یہاں حق سے کیا مراد ہے اس میں چار اقوال ہیں (۱) قرآن (۲) وہ اسلام جو رسول اللہ ﷺ لیکر آئے اور آپ نے اس اسلام کی دعوت دی (۳) اللہ تعالیٰ جو انھیں دکھاتا ہے (۴) حضرت محمد ﷺ ہی رسول برحق ہیں۔ (القرطبی)

[2] یعنی یہ لوگ آخرت میں اپنے رب سے ملاقات کے بارے میں شک میں پڑے ہوئے ہیں۔ (القرطبی)

[3] یہ سورت مکی ہے سوائے چار آیات کے یعنی قُل لَّا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا سے چار آیات تک۔ اس میں ۳۰۸۸ حروف اور ۸۰۶۶ کلمات ہیں۔ (غرائب القرآن) اس سورت کا موضوع بھی دیگر مکی سورتوں کی طرح عقائد کا علاج ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، رسالت، مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے اور جزا و سزا ہے۔ اس سورت کے مضامین زیادہ تر وحی اور رسالت کے گرد گھومتے ہیں، اس سورت کا مصدر وحی سے ہے اور مصدر رسالت سے ہے پس اللہ رب العالمین وہ ہے جو انبیاء و مرسلین پر وحی بھیجتا رہا اور وہی اللہ جس نے اپنے بندوں میں سے جسے چاہا رسالت دیتا رہا تا کہ انسان کو شرک اور گمراہی کی ظلمات سے نکال کر ہدایت اور ایمان کے نور کی جانب لے جائیں، پھر اس سورت میں مشرکین کے بعض احوال کو بیان کیا گیا اور ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی جانب ذریت اور ولد کی نسبت کی اس کا بیان ہے اس کے بعد کلام کو پھر وحی کی حقیقت اور رسالت کی حقیقت کی جانب پھیرا گیا، اس میں یہ بھی ثابت کیا گیا کہ دین ایک ہی ہے جسے لیکر تمام انبیاء علیہم السلام یکے بعد دیگرے آتے رہے انبیاء کی شریعتوں میں اگرچہ اختلاف رہا مگر اصل دین میں کوئی اختلاف نہ تھا، پھر کلام کو اس جانب پھیرا گیا کہ جو لوگ قرآن کو جھٹلاتے ہیں یہ لوگ بعثت اور جزا کو بھی جھٹلاتے ہیں ایسے لوگوں کو سخت عذاب سے ڈرایا گیا، اس کے بعد ایمان کے ان دلائل پر کلام کیا گیا جو اس عالم میں ہمیں نظر آتے ہیں وہ دلائل اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے جو اسکی عظمت اور قدرت پر دلالت کرتے ہیں ان دلائل کے ذریعے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی جانب دعوت دی گئی، اس سورت کا اختتام وحی اور قرآن سے متعلق کلام پر ہے۔ ابتدا میں بھی وحی اور قرآن پر کلام تھا، اس سورت کا نام ''شوری'' اس لئے رکھا گیا کہ اس میں بتایا گیا کہ کوئی کام باہم مشورہ سے ہو تو وہ کامیاب رہتا ہے یعنی شوری کی اہمیت بتائی گئی ہے۔ (صفوۃ التفاسیر)

[4] جس طرح آپ سے پہلے رسولوں کی جانب وحی کی جاتی تھی اے محمد ﷺ آپ کی جانب بھی بصورت قرآن اسی طرح وحی کی جاتی ہے۔ (صفوۃ التفاسیر)